عہد بنو اُمیّہ میں محدثین کی خدمات

فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری

نشریات

عہد بنو اُمیہ میں محدثین کی خدمات

فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ

ڈاکٹر سیّد عبدالغفار بخاری

www.KitaboSunnat.com

نشریات

۴۰ اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۴۵۸۹۴۱۹۔۰۳۲۱

۲۰۱۰ء

نام کتاب : عہد بنواُمیہ میں محدثین کی خدمات
فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ

مصنف : ڈاکٹر سیّد عبدالغفار بخاری

مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور

اُمتِ محمدیہ کی ان مقدس ہستیوں کے نام

جو صحابہؓ، تابعینؒ، اور تبع تابعینؒ کے نام سے معروف ہیں

جن کو دربارِالٰہی سے رضی اللہ عنہ اور رضوا عنہ کی خوش خبری ملی

جن کے عہد کو زبانِ رسالت نے خیر القرون کے لقب سے موصوف کیا

اور

جن کی کاوشوں سے اسلام، دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہا

اور اخلاف تک اپنی اصلی صورت میں پہنچا

جزاھم اللہ احسن الجزاء

اظہارِ تشکر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم۔ امابعد!

اللہ ذوالجلال کا مجھ بندہ ناچیز پر عظیم احسان ہے جس کے فضل وکرم اور مہربانیوں سے آج میں اپنے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوا اور اس ذات سے دعا گو ہوں کہ وہ میرے اس کام کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے اور مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے، میرے اور میرے والدین کے لیے اسے توشۂ آخرت کا سامان بنائے (آمین)۔

اس کے بعد میں اپنے والدین، معزز اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں جن کی دعائیں، رہنمائی اور تعاون ہر لمحہ میرے شاملِ حال رہا۔

میں اپنے نگرانِ مقالہ محترم ڈاکٹر **سہیل حسن** حفظہ اللہ کا بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی، اپنی انتہائی مصروفیات کے باوصف انھوں نے بڑی شفقت اور محنت سے مسودہ کی ترتیب وتدوین اور اغلاط کی اصلاح فرمائی اور دورانِ تحقیق نہ صرف میری حوصلہ افزائی اور مدد کی بلکہ اپنی قیمتی کتب کے خزانہ سے بھی مجھے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بلاشبہ اگر ان کی مدد اور رہنمائی میسر نہ ہوتی تو شاید میرا یہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچتا (فجزه الله عنى خيراً)۔

میں تہ دل سے **ڈاکٹر پروفیسر علی اصغر چشتی**، ڈین فیکلٹی آف عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مجھے ہمہ وقت رہنمائی حاصل رہی۔

مقالہ کو کمپوز کرنے کے سلسلہ میں مجھے **مشتاق حسین** کی معاونت حاصل رہی جنھوں نے اخلاص اور محنت کے ساتھ یہ ذمہ داری بہ طریق احسن انجام دی (جزاه الله خيراً)۔ میرے نہایت ہی مخلص دوست **محمد عابد حسن** جنھوں نے نہ صرف مفید مشوروں سے مجھے نوازا، بلکہ مقالہ ہذا پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کی تزئین وآرائش میں اہم کردار ادا کیا اللہ تعالیٰ انھیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے (آمین)۔

آخر میں میں اپنے تمام دوستوں، ساتھیوں اور مختلف لائبریرین حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اپنے مشوروں اور کتب کی فراہمی کے سلسلے میں میری ہر ممکن مدد کی۔ اور اپنی اہلیہ محترمہ کے لیے دعا گو ہوں جنھوں نے اس تمام وقت میں مجھ سے متعلقہ ذمہ داری بھی خود اٹھائے رکھی اور میرے تعلیمی مشاغل میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں آنے دی۔

و لو أن لي في كل منبت شعرة
لساناً يبث الشكر كنت مقصراً

اگر میرے لیے ہر بال (کے اگنے) کی جگہ زبان ہوتی جس سے وہ شکر ادا کرتی تب بھی میں (اپنے محسنوں کا) شکر ادا نہیں کر سکتا۔

سید عبدالغفار بخاری
لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

باب اول: عہد بنو امیہ اور علمِ حدیث و محدثین کا تاریخی و تجزیاتی جائزہ

- فصل اول: عہدِ بنو امیہ کا آغاز وارتقاء اور اختتام (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) 1
  - بحث اول: خاندانِ بنو امیہ کا تاریخی پس منظر 3
  - بحث ثانی: تاریخ عہدِ بنو امیہ 8
- فصل ثانی: عہدِ بنو امیہ کے ممتاز محدثین وخلفاء کا تعارف 22
  - بحث اول: تعارف صحابہ کرامؓ
    - حضرت ابوایوب انصاریؓ (م ۵۲ھ) 26
    - حضرت ابوموسیٰ اشعری (م ۴۴ھ) 28
    - اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ (م ۵۷ھ) 31
    - حضرت ابوہریرہؓ (م ۵۹ھ) 33
    - حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) 38
    - حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص (م ۶۵ھ) 44
    - حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ (م ۷۳ھ) 46
    - حضرت ابوسعید خدریؓ (م ۷۴ھ) 52
    - حضرت جابرؓ بن عبداللہ (م ۷۸ھ) 54
    - حضرت انسؓ بن مالک (م ۹۰ھ) 56
  - بحث ثانی: تعارف تابعین کرام
    - ابوالعالیۃ الریاحی (م ۹۳ھ) 58
    - سعید بن میسّب (م ۹۳ھ) 60
    - عامر بن شراحیل شعبی (م ۱۰۳ھ) 62
    - سالم بن عبداللہ (م ۱۰۶ھ) 64
    - حسن بصری (م ۱۱۰ھ) 66
    - محمد بن سیرین (م ۱۱۳ھ) 68

* مکحول بن ابو مسلم (م ۱۱۸ھ) 70
* ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) 72
* ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) 76

● بحث ثالث: تعارف تبع تابعین کرام

* ابن جریج (م ۱۵۰ھ) 78
* معمر بن راشد (م ۱۵۳ھ) 80
* سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ھ) 83
* عبدالرحمٰن الاوزاعی (م ۱۵۸ھ) 85
* ربیع بن صبیح (م ۱۶۰ھ) 88
* شعبہ بن حجاج (م ۱۶۰ھ) 91
* سفیان بن سعید الثوری (م ۱۶۱ھ) 93
* حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ) 96
* مالکؒ بن انس (م ۱۷۹ھ) 98
* عبداللہؒ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) 101
* ہشیمؒ بن بشیر (م ۱۸۳ھ) 104
* جریر بن عبدالحمید (م ۱۸۸ھ) 106
* سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ) 108
* یحییٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ھ) 111

● بحث رابع: تعارف خلفائے بنوامیہ

* معاویہؓ بن ابی سفیانؓ (م ۶۰ھ) 113
* عبداللہؓ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ) 117
* عبدالملک بن مروان (م ۸۶ھ) 120
* عمرؒ بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) 123
* ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) 126

♦ فصل ثالث: عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون ومعارض عوامل کا جائزہ 128

● بحث اول: علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون عوامل واسباب 130

* صحابہ کرامؓ کی موجودگی 130
* تربیتِ رسول 131

* رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت وعقیدت 133
* ابلاغ حدیث کی ذمہ داری کا احساس 134
* وعید کا خوف 136
* تابعین وتبع تابعین کی موجودگی 138
* مختلف بلادوامصار کا سفر 138
* حدیث کی ترویج واشاعت کے ذرائع 138
* اسلامی فتوحات کی وسعت 138
* علم حدیث کے مراکز 139
- بحث ثانی: علم حدیث کی ترویج واشاعت میں مخل ہونے والے عوامل واسباب 144
* مختلف فرق کا ظہور 144
* مختلف حوادث کا ظہور 165
* سیاسی عدم استحکام و خلفاء کی عدم دلچسپی وغیرہ 166
* کتابتِ حدیث کی ممانعت 167

باب ثانی: عہد بنوامیہ میں علمِ حدیث کی ترویج واشاعت اور تدوین

- فصل اول: عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت کے لیے محدثین کرام وخلفاء کی خدمات
  - بحث اول: حدیث کی ترویج واشاعت کے ذرائع 170
  - بحث ثانی: طلب حدیث کے لیے محدثین کا مختلف بلادوامصار کا سفر 186
  - بحث ثالث: علم حدیث کی ترویج واشاعت میں خلفائے بنوامیہ کا کردار 196
- فصل ثانی: صحابہ کرامؓ، تابعین، اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف 199
  - بحث اول: صحابہ کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث 210
  - بحث ثانی: تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث 247
  - بحث ثالث: تبع تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث 323
- فصل ثالث: عہد بنوامیہ میں تحریک تدوین حدیث کا باقاعدہ آغاز
  - بحث اول: مراحل تدوین حدیث اور تحریک تدوین حدیث کی ضرورت واسباب 407
  - بحث ثانی: مشاہیر مدونین حدیث اور ان کی خدمات 414

باب ثالث: عہد بنوامیہ میں فتنہ وضع حدیث اور علمِ نقد حدیث کا آغاز

- فصل اول: فتنہ وضع حدیث اور اس کے اسباب وعوامل

- بحث اول: وضع حدیث کا مفہوم اور اس کا حکم 418
- بحث ثانی: وضع حدیث کی ابتدا 423
- بحث ثالث: وضع حدیث کے اسباب وعوامل 439

♦ فصل ثانی: فتنہ وضع حدیث کا سدِ باب اور محدثین کی خدمات 471

- بحث اول: روایت میں احتیاط اور تثبیت 474
- بحث ثانی: علم الاسناد کا مفہوم، آغاز واہمیت 483
- بحث ثالث: علم الجرح والتعدیل کا مفہوم، مشروعیت اور اہمیت 501

♦ فصل ثالث: علمِ نقدِ حدیث اور ائمہ نقاد

- بحث اول: نقدِ حدیث کا مفہوم واقسام 515
- بحث ثانی: نقد حدیث کی ابتدا: ضرورت واسباب 521
- بحث ثالث: مشہور ائمہ نقاد اور ان کے نقد حدیث کا طریقہ کار 532

باب رابع: عہد بنو امیہ میں علمِ حدیث اور رواۃِ حدیث پر معترضین کے اعتراضات کا جائزہ

♦ فصل اول: استشراق کا مفہوم اور تحریک استشراق کا آغاز وادوار 551

- بحث اول: "استشراق" (Orientalism) اور "مستشرق" (Orientalist) کا مفہوم 555
- بحث ثانی: تحریک استشراق کا آغاز وادوار 560

♦ فصل ثانی: معترضین کے اعتراضات کے محرکات ومقاصد اور ان کا تجزیہ

- بحث اوّل: علم حدیث اور رواۃ پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ 573
- بحث ثانی: مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب ومحرکات اور مقاصد 620
- بحث ثالث: معترضین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ 629

فہارس: 637

عہد بنوامیہ کا آغاز وارتقاء اور اختتام

تاریخ ایک ایسا علم ہے جس سے اقوام رہنمائی حاصل کرتی ہیں، روشن اور شاندار ماضی کی حامل اقوام اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لیے تاریخ کو مشعلِ راہ بناتی ہیں۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر تاریخِ بنوامیہ کا طائرانہ جائزہ لیا جا رہا ہے، تاریخ بنوامیہ کا یہ حصّہ جو تقریباً نوے یا بانوے سال پر محیط ہے' **مسلمانوں کے عروج کا دورِ زرّیں** کہلاتا ہے۔

یہ عہد (بنوامیہ) حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے عبارت ہے، جسے "خیر القرون" کے لقب سے سرفراز کیا گیا، انھی حضرات کے اخلاقی نمونوں سے اسلام کی روح زندہ اور ان کی علمی کوششوں سے اسلامی علوم وفنون کی عمارت قائم رہی۔ انھی تین ادوار میں مسلمان دینی اور دنیوی سعادت وفلاح کی معراج کو پہنچے اور انھیں روحانی اور مادی فتوحات نصیب ہوئیں۔ عہدِ رسالت اور عہد خلافت راشدہ کے بعد تیسرا عہد مبارک یہی تھا۔ اس عہد میں اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع کیا گیا' مذہبی علوم کی حفاظت واشاعت کے لیے نئے نئے علوم وفنون کی بنیاد رکھی گئی، غرض کہ ان تمام برکات کو' جن کا عہد رسالت وعہد خلافت راشدہ میں آغاز ہوا' اس عہد میں انھیں تکمیل تک پہنچایا گیا اور جو پوری ہو چکی تھیں ان کی حفاظت کی گئی۔

گو خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد اس عہد کی شاندار روایات' ثمرات وبرکات اور سادگی میں تنزل اور کمی نے نئے رجحانات و ترجیحات' نئے افکار وخیالات اور نئے مشاہدات وتجربات کو جنم دیا تھا۔ اسلام نے جس قبائلی عصبیت کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا تھا، اور دینی اور روحانی تربیت کی تھی' ایک دفعہ پھر اس کی زد میں آ گیا اور خاندانی شرف ووقار کو بنیاد بنا کر اقتدار کے حصول کے لیے کشمکش کا آغاز ہو گیا۔

خلافت راشدہ کے عہد میں عرب وعجم کے جو اختلافات دبے ہوئے تھے، ان میں بھی تحریک پیدا ہوئی' چنانچہ عرب وموالی کے اختلافات، خوارج وحزب اقتدار کے تنازعات اور بعض دیگر سیاسی ومذہبی فرقوں کے افکار وافعال نے پورے معاشرتی اور سیاسی ماحول کو ہلا کر رکھ دیا جس کے نتیجہ میں بعض ایسے افسوس ناک واقعات رونما ہوئے جن کی بدولت عالم اسلام میں انتشار وافتراق کے آثار نمایاں ہونے لگے لیکن ان تمام حالات کے باوجود یہ عہد امن وآشتی' عدل وانصاف' علم وحکمت کا گہوارہ تھا، اس دور کی بزرگ شخصیتوں نے جانکاہ تکالیف اٹھا کر مذہبی علوم وفنون کی آبیاری کی، جن کے فیض سے آج مذہبی علوم وفنون زندہ ہیں۔

یورپی مؤرخین اس عہد کو مسلمانوں کی تاریخ کا "**تاریک عہد**" (Dark Ages) کہتے ہیں، ان کے نزدیک تمام عالم عدل و انصاف' امن وآشتی کا گہوارہ تھا، یہ صرف مسلم ممالک ہی تھے جو ملوکیت کے ظلم واستبداد کے پنجے تلے سسک رہے تھے۔ غرضیکہ ملوکیت کی وہ تمام خرابیاں' جو خود یورپ میں موجود تھیں' بلاتحقیق عالمِ اسلام کے سرتھوپ دی گئیں۔ اس طرح مسلمانوں کی نئی نسل کو اپنی تاریخ سے نہ صرف بدظن بلکہ متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ اقوام عالم میں جتنی شاندار تاریخ مسلمانوں کی ہے، اس دھرتی پر کوئی اور قوم ایسی شاندار تاریخ واقدار کی حامل نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ کو ملوکیت کا نام دے کر اس کے خلاف نفرت پیدا کرنا' دراصل امتِ مسلمہ کے خلاف مستشرقین کی ایک گہری سازش ہے' جس کا شکار زمانۂ حال کے کئی مسلمان مؤرخین اور محققین بھی ہوئے۔ اسلامی حکومت جو خلافت کے منہج پر قائم کی گئی تھی، اس کے دو طریقے رائج ہوئے؛ پہلا: خلافت علی منهاج النبوة (یعنی نبوت کی طرز پر خلافت)' جو اعلیٰ درجے کا معیاری اور مثالی انداز حکمرانی تھا۔ دوسرا: خلافت علی سبیل التوارث (یعنی نسلی وموروثی حکومتیں)۔ ثانی الذکر طریقے میں بھی اصولاً کوئی قباحت نہیں ہے، بشرطیکہ وہ حاکمیتِ الٰہی' عدل' شوریٰ اور امانت کے تصور پر استوار ہو۔ اوّل الذکر طریقۂ حکمرانی خلافت راشدہ کا تھا اور مؤخر الذکر بنو امیہ کا اندازِ حکمرانی تھا۔

فصلِ اوّل کی بحثِ اوّل میں خاندانِ بنو امیہ کا تاریخی پس منظر، جبکہ بحث ثانی میں عہدِ بنو امیہ کے اہم واقعات واحوال کو مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔

خاندانِ بنوامیہ کا تاریخی پس منظر

قبیلہ قریش کی دس شاخیں تھیں ①، جو نسبی اعزاز میں تقریباً برابر تھیں۔ قریش کے اجتماعی نظامِ حیات میں ان سب کا کوئی نہ کوئی عہدہ تھا، لیکن بنو ہاشم اور بنوامیہ ان سب میں ممتاز مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ بنو ہاشم تولیتِ کعبہ کی بدولت معزز اور محترم تصور کیے جاتے تھے اور بنوامیہ کو امارت، سپہ سالاری اور کثرتِ تعداد کی بنا پر عظمت و شان حاصل تھی۔ ان دونوں شاخوں کی بنیاد عبد مناف ہے، جو قصی کی اولاد میں بڑے نامور تھے، ان کی متعدد اولادیں تھیں، جن میں ہاشم اور عبد شمس بہت مشہور تھے انھی سے یہ دونوں خاندان چلے۔ بنوامیہ کے مورث اعلیٰ "امیہ" عبد شمس کے لڑکے تھے۔ بنوعبد مناف کی عظمت انھی دونوں سے وابستہ تھی ②۔

ابن عبد ربہ اندلسی کے بقول ''ابتدا میں قریش کی سپہ سالاری کا منصب بنومخزوم کے پاس تھا، پھر عبد شمس کے عہد میں یہ عہدہ بنوامیہ میں منتقل ہوگیا، جو بعدازاں ان کی نسل میں چلتا رہا۔ عکاظ، فجار، اور ذات کیف کی جنگوں ③ میں عبد شمس کے پوتے حرب بن امیہ سپہ سالار رہے'' ④۔

حرب بن امیہ کے بعد ان کے بیٹے ابوسفیانؓ اس عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ظہورِ اسلام کے وقت بھی قریش کے یہی سپہ سالار تھے۔ البتہ جنگ بدر ⑤ میں عتبہ بن ربیعہ نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیے کیونکہ ابوسفیانؓ قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام ⑥ گئے ہوئے تھے ⑦۔ اس کے بعد غزوہ اُحد ⑧ غزوہ احزاب ⑨ وغیرہ میں یہی قریش کی جانب سے اس عہدہ پر فائز تھے ⑩۔

قریش کے دیگر خاندانوں کی طرح بنوامیہ بھی تجارت سے وابستہ تھے۔ شام و مصر ⑪ تک ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ تجارت کے پیشے کی وجہ سے بنوامیہ بڑے مالدار تھے وہ اپنی دولت قومی اور ملی کاموں میں صرف کرتے تھے ⑫۔

---

① قبیلۂ قریش کی دس شاخیں بنو ہاشم، بنوامیہ، بنونوفل، بنوعبدالدار، بنواسد، بنوتیم، بنومخزوم، بنوعدی، بنوجمح، بنوسہم ہیں۔ ابن حبیب، کتاب المحبر، ص:۱٦٦

② الطبری، التاریخ، ص:۱/۵۰۴ ◉ ابن حبیب، کتاب المحبر، ص:۱٦۵

③ یہ جنگیں زمانہ جاہلیت میں قریش اور دیگر خاندانوں کے مابین واقع ہوئیں۔ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص:۱/۸۴

④ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص:۲/۳۱

⑤ رمضان ۲ھ میں مسلمانوں اور مشرکین کے مابین بدر کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔
تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن ہشام، السیرۃ، ص:۱/٦۰٦ ◉ الطبری، التاریخ ۲/۲۰

⑥ شام: ایک وسیع و عریض ملک کا نام ہے اس کی حدود فرات سے مصر اور قبیلہ طے کے دو پہاڑ (اجاء، سلمی) سے بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تھیں، اس کے بڑے بڑے صوبے قزوین، دمشق، اردن، فلسطین، حمص اور ثغور تھے، الحموی، معجم البلدان، ص:۳/۳۱۱

⑦ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/٦۰٦

⑧ غزوۂ احد: شوال ۳ھ میں مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان اُحد پہاڑ کے دامن میں لڑائی ہوئی، اس معرکہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے، دیکھیے ابن ہشام، السیرۃ، ص:۲/٦۰
◉ الطبری، التاریخ، ص: ۲/۵۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۳٦

⑨ غزوۂ احزاب: ۵ھ میں بنی نضیر، بنی قریظہ، قریش اور دیگر قبائل نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا، لیکن چندروز کے بعد ناکام واپس چلے گئے، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۴/۲۰

⑩ ازرقی، تاریخ مکہ، ص:۱/۱۱۵

⑪ مصر: افریقہ کا ایک مشہور شہر ہے۔ ۱۹ھ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں حضرت عمروؓ بن العاص کے ہاتھوں فتح ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۵/۱۳۷
◉ الحمیری، الروض المعطار، ص:۵۵۲

⑫ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۱/۳۱۷

ظہورِ اسلام سے قبل بنو ہاشم اور بنو امیہ میں کسی حد تک رقابت موجود تھی، لیکن دونوں کی دنیاوی وجاہت میں کوئی بڑا فرق نہیں تھا، اس لیے اس رقابت میں شدّت نہیں تھی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کو نبوت کے شرف سے نوازا اور بنو امیہ کے مقابلہ میں ان کا پلہ بھاری ہو گیا، تو ان کے مابین رقابت کی شدّت میں اضافہ ہوا۔ چونکہ فوج کی سپہ سالاری بنو امیہ کے پاس تھی، اس لیے ان کی مخالفت زیادہ نمایاں ہوئی، وگرنہ بنو امیہ کو بنو ہاشم یا آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی خاندانی دشمنی وعناد نہیں تھا(۱)۔

تاہم دونوں خاندانوں میں باہم جو قدیم رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے، وہ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قائم رہے(۲)۔ فتح مکہ(۳) کے دن حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے(۴)۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیانؓ کا اعزاز بڑھانے کے لئے ان کے گھر کو بیت الامن قرار دیا(۵)۔ اور تالیفِ قلب کے لیے حضرت معاویہؓ کو حنین(۶) کے مالِ غنیمت میں ایک سو اونٹ چالیس اوقیہ(۷) سونا یا چاندی مرحمت فرمایا تھا(۸) اور انھیں کاتبِ وحی مقرر کیا(۹)۔ اور عتابؓ بن اسید جو اموی تھے انھیں مکہ(۱۰) کا گورنر مقرر کیا(۱۱)۔

عہدِ رسالت کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں بھی اُموی خاندان کو نمایاں مقام حاصل رہا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں شام کی جنگوں میں آلِ ابی سفیانؓ نے بڑے کارنامے دکھائے، اس جہاد میں حضرت ابوسفیانؓ، ان کی بیوی حضرت ہندؓ بنت عتبہ،

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/ ۱۳۱

(۲) خود آنحضرت ﷺ کی بڑی بیٹی حضرت زینبؓ، ابو العاصؓ بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ص: ۷/ ۱۴۴
◉ اسی طرح آپ ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳/ ۶۰۷
◉ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۲/ ۴۲ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/ ۵۶۔ حضرت اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب، حدیث نمبر ۴۰۰۵، ص: ۶۷۶ ◉ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۸/ ۲۲۴

(۳) ۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ فتح کیا۔ الطبری، التاریخ، ص: ۲/ ۵۲ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/ ۱۱
◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/ ۳۹۷

(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب أین رکز النبی ﷺ الرأیة یوم الفتح، حدیث نمبر ۴۲۸۰، ص: ۷۲۴ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/ ۴۰۰

(۵) ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/ ۴۰۳

(۶) شوال ۸ھ میں حنین کے مقام پر بنو ہوازن اور ثقیف قبائل کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہوئی، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ دیکھیے ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/ ۴۳۷

(۷) اُوقیہ: عہدِ نبوی میں رائج اسلامی کرنسی کے مختلف پیمانوں میں سے ایک ہے۔ ایک اُوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں (اور یہ اہلِ حجاز کا اُوقیہ ہے)۔
ابن الأثیر، النهایه فی غریب الحدیث، ص: ۵/ ۲۱۷

(۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۴۰۶ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۱۰۲

(۹) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۱۰۲

(۱۰) مکہ: عرب کا مشہور شہر، جس میں بیت اللہ واقع ہے۔ مکہ کی وجۂ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔
الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/ ۴۷۵، ۵/ ۱۸۱ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۹۳، ۵۴۳

(۱۱) الازرقی، اخبار مکہ، ص: ۲/ ۱۵۱، ۱۵۳

دونوں بیٹوں یزید اور حضرت معاویہؓ نے شرکت کی (۱)۔ شام کے ساحلی علاقوں کی مہم میں یزید کی ماتحتی میں مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس مہم میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے (۲)۔

حضرت عمرؓ کے آخری عہد میں رومیوں نے شام کے بعض مقامات واپس لے لیے تو حضرت معاویہؓ نے ان کو دوبارہ زیرِ نگیں کیا (۳)۔ دمشق (۴) کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے یزید بن ابوسفیانؓ کو یہاں کا حاکم بنایا۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی حضرت معاویہؓ کو اس کا عامل مقرر کیا (۵)۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں حضرت معاویہؓ کو پورے شام کا والی مقرر کیا (۶)۔ آپ نے اپنے دورِ امارت میں شام کے تمام سرحدی علاقوں کو فتح کر کے اس کو رومیوں کے حملہ سے محفوظ کر دیا (۷)۔ حضرت عثمانؓ کی اجازت سے بحری بیڑا قائم کر کے جزیرۂ قبرص (۸) فتح کیا۔ یہ بیڑا اس دور کے عظیم الشان بیڑوں میں سے تھا۔ اس بیڑے سے مسلمانوں کی بحری طاقت مضبوط ہوگئی (۹)۔

غرضیکہ حضرت معاویہؓ نے عہدِ فاروقیؓ اور عہدِ عثمانیؓ میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ ان کے خون کے قصاص کا دعویٰ لے کر اٹھے اور حضرت علیؓ سے مقابلہ ہوا (۱۰)۔ واقعۂ تحکیم کے بعد حضرت معاویہؓ شام اور مغرب (۱۱) کے اور حضرت علیؓ فارس (۱۲)، عراق (۱۳) اور مشرقی ملکوں کے حکمران رہے (۱۴)۔

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ بن علیؓ آپ کے جانشین ہوئے، ان کی تخت نشینی کے بعد حضرت معاویہؓ نے عراق

---

(۱) ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۶،۱۱/۱۵۸ ◉ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۲۳

(۲) البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۲۳ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۵/۲۲۲

(۳) البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۲۶

(۴) **دمشق:** شام کا صدر مقام اور مشہور شہر ہے جسے عمدہ عمارات، کثرتِ اثمار اور آب و ہوا کی عمدگی کی بدولت ''زمین کی جنت کا'' خطاب دیا گیا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۲/۴۶۳ ◉ الیعقوبی، البلدان، ص:۱۶۲ ◉ الذہبی، الامصار، ص:۲۳

(۵) الطبری، التاریخ، ص: ۳/۱۵۵

(۶) البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۵۹ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۷۴

(۷) البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۵۹ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۷۴

(۸) **قبرص:** بحیرہ روم میں شام سے مغرب کی طرف ترکی کے جنوب میں ایک مشہور جزیرہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۴/۳۰۵

(۹) تفصیل کے لیے دیکھیے: البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۲۳ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۷۶

(۱۰) جمادی الاولیٰ ۳۷ھ میں دونوں کے مابین صفین کے مقام پر جنگ ہوئی، جو جمادی الثانیہ کے آخر تک رہی بالآخر واقعۂ تحکیم کی صورت میں جنگ بند ہوئی۔ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۳/۷۱ ◉ الدینوری، أخبار الطوال، ص:۱۵۶

(۱۱) **مغرب:** اہل عرب یہ لفظ تمام افریقہ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اس میں ہسپانیہ کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر اس کا استعمال مصر سے آگے شمالی افریقہ کے ساحلی علاقوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ مصر سے قریب علاقہ مغرب اوسط اور بعید مغرب اقصیٰ کہلاتا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۵/۱۶۱۔

(۱۲) **فارس:** اہل عرب مشرقی علاقہ کو فارس کہتے تھے، یہ بڑا وسیع علاقہ تھا، اس کی حدود دارجان، سیرجان، سیراف اور مکران تک پھیلی ہوئی تھیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۴/۲۲۶

(۱۳) **عراق:** دجلہ و فرات کی جنوبی وادی پر مشتمل یہ ایک وسیع علاقہ تھا۔ اس کے مشرق و جنوب میں دور دور جہاں تک اسلامی حکومت تھی اسے بھی عراق کہا جاتا تھا، موجودہ عراق تقریباً سوادِ عراق تھا، اور اس کا مشرقی پہاڑی حصہ، جو اب ایران میں ہے، عراقِ عجم کہلاتا تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۴/۹۳

(۱۴) ابن الأثیر، الکامل، ص:۳/۲۲۲

پر فوج کشی کر دی، حضرت حسنؓ مقابلہ کے لیے نکلے لیکن ان کی فوج نے کمزوری دکھائی اور جنگ سے پہلوتہی کرنے لگی، حضرت حسنؓ نے ان حالات کو بھانپ لیا، علاوہ ازیں جنگ وجدال اور خون ریزی سے آپؓ کو طبعی نفرت تھی اس لیے آپؓ حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے [1]۔

حضرت حسنؓ بن علیؓ کی دست برداری کے بعد ۴۱ھ میں حضرت معاویہؓ کی عام بیعت ہوئی۔ یہاں سے اموی عہد کی باقاعدہ ابتدا ہوئی۔ بنوامیہ کی خلافت ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ بمطابق ۶۶۱ء تا ۷۵۰ء (یعنی تقریباً اکانوے برس) رہی۔ اس عرصہ میں شام میں چودہ خلفاء رہے، جن کے نام اور مدت حکومت درج ذیل ہے:

خلفائے بنوامیہ:	مدت خلافت			
۱۔ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ	۴۱ھ	تا	۶۰ھ	(بیس سال)
۲۔ یزید بن معاویہ (یزید اوّل)	۶۰ھ	تا	۶۴ھ	(تین سال آٹھ ماہ، چودہ دن [2])
۳۔ معاویہ بن یزید (معاویہ ثانی)	۶۴ھ	تا	۶۴ھ	(ایک ماہ، گیارہ دن)
۴۔ مروان بن حکم	۶۴ھ	تا	۶۵ھ	(آٹھ ماہ، دو دن [3])
۵۔ عبدالملک بن مروان	۶۵ھ	تا	۸۶ھ	(اکیس سال، ڈیڑھ ماہ [4])
۶۔ ولید بن عبدالملک	۸۶ھ	تا	۹۶ھ	(نو سال، آٹھ ماہ)
۷۔ سلیمان بن عبدالملک	۹۶ھ	تا	۹۹ھ	(دو سال، چھ ماہ، پندرہ دن)
۸۔ عمر بن عبدالعزیز	۹۹ھ	تا	۱۰۱ھ	(دو سال، پانچ ماہ، پانچ دن)
۹۔ یزید بن عبدالملک (یزید ثانی)	۱۰۱ھ	تا	۱۰۵ھ	(چار سال، تیرہ دن)
۱۰۔ ہشام بن عبدالملک	۱۰۵ھ	تا	۱۲۵ھ	(انیس سال، نو ماہ، نو دن)
۱۱۔ ولید بن یزید (ولید ثانی)	۱۲۵ھ	تا	۱۲۶ھ	(ایک سال، تین ماہ)

---

[1] الدینوری، اخبار الطوال، ص: ۲۲۰ ◉ الطبری، التاریخ ص: ۳/۱۶۸

[2] یزید بن معاویہؓ کے عہد میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ کو دارالخلافہ بنا کر اپنی علیحدہ خلافت قائم کی جو ربیع الاول ۶۴ھ سے جمادی الاخریٰ ۷۳ھ تک قائم رہی، یہ شام کی اموی حکومت کے مقابلہ میں مکہ مکرمہ کی متوازی خلافت تھی، اس کا خاتمہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ ۷۳ھ میں ہوا۔ الطبری، التاریخ ص ۳/۵۲۸

[3] اس عرصہ ۶۴ھ میں حجاز و عراق اور مصر و شام وغیرہ تمام بڑے بڑے ملک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ ہو گئے اور یہاں ان کے حکام اور دعاۃ پہنچ گئے، بنوامیہ کے پایۂ تخت شام اور اردن کے والی حسان بن بحدل کے علاوہ باقی تمام صوبوں کے حکام اور عمائد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی و مددگار بن گئے تھے اور یہاں کے باشندوں نے ان کی خلافت تسلیم کر لی تھی۔ الیعقوبی، التاریخ ص: ۲/۲۵۵

[4] ۷۳ھ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کا کوئی مقابل وحریف نہ رہا، اور وہ تنہا دنیائے اسلام کا حکمران بن گیا ◉ الطبری، التاریخ ص: ۳/۵۴۲

۱۲۔ ابو خالد یزید بن ولید (یزید ثالث)	۱۲۶ھ	تا	۱۲۶ھ	(دو ماہ، دس دن)
۱۳۔ ابراہیم بن ولید	۱۲۶ھ	تا	۱۲۷ھ	(چند دن)
۱۴۔ مروان الحمار (مروان ثانی)	۱۲۷ھ	تا	۱۳۲ھ	(پانچ سال، دس دن)

اس طرح بنوامیہ کی کل مدتِ خلافت نوے سال، گیارہ ماہ اور تیرہ دن بنتی ہے۔ اور اگر اس میں وہ آٹھ ماہ بھی شامل کر دیئے جائیں جن میں مروان، عباسیوں سے لڑتا رہا، تو مدت اکانوے برس، سات ماہ اور تیرہ دن ہوگی۔ اور اگر اس میں سے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی حکومت کے سات برس، دس ماہ اور تین دن کم کر دیئے جائیں تو مدتِ خلافت تراسی برس، چار ماہ باقی رہ جاتی ہے[1]۔

بقول مسعودی ''بنوامیہ نے ایک ہزار ماہ تک حکومت کی''[2]۔ یعنی مسعودی' حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی مدتِ حکومت کو عہد بنوامیہ میں شمار نہیں کرتے۔

ان خلفاء کے بعد ان کے مقرر کردہ عراق کے ولاۃ و حکام' جو پورے مشرقی عالم اسلام کے دوسرے درجہ کے حکمران تھے' اپنے ماتحت اُمراء کو جنوبی مشرقی علاقوں پر متعین کیا کرتے تھے جن کی حیثیت عراقی حکام کے نائب کی ہوا کرتی تھی۔ جن کا نصب و عزل عراقی حکام کی طرف سے ہوتا تھا۔ مگر بعض اوقات کسی وجہ سے خلیفۂ وقت یہاں کے امیر کو نامزد کر کے عراق کے ولاۃ کو رائے پر موقوف رکھتا تھا اور یوں بھی ہوتا کہ عراق کا گورنر خود خلیفہ سے اس بارے میں مشورہ کر لیتا تھا۔ ان عراقی حکام کی تعداد تقریباً سولہ تھی[3]۔

---

① قاضی اطہر، خلافتِ امویہ، ص:۱۶۶

② المسعودی، مروج الذہب، ص:۳/۲۴۹

③ قاضی اطہر، خلافتِ امویہ، ص:۱۶۵

تاریخ عہدِ بنوامیہ

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ (۴۱ھ تا ۶۰ھ)

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد حضرت علیؓ لوگوں کے مطالبہ پر انتہائی نامساعد حالات میں مسندِ خلافت پر براجمان ہوئے۔ مدینہ ① میں ہر طرف بلوائی تھے۔ ان بلوائیوں کی سازشوں کے نتیجے میں جنگِ جمل ② جیسا اندوہ ناک واقعہ پیش آیا۔ یہ جنگ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے مابین ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت علیؓ نے غلبہ پا کر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو باعزت طور پر رخصت کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد مسلمانوں کے مابین ایک اور افسوس ناک جنگ' جنگِ صفین ③ ہوئی۔ یہ جنگ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان خونِ عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ پر ہوئی، اس جنگ میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا۔ مسلمانوں کی آپس کی یہ خون ریزی تحکیم کے بعد بند ہوئی۔ معاہدۂ تحکیم کے ردِّعمل میں خوارج ④ کا ظہور ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والے فتنۂ خوارج کو پہلے نرمی سے سلجھانے کی کوشش کی، لیکن ناکامی کے بعد اس فتنہ کو سختی سے کچل دیا گیا۔ خارجیوں نے حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، لیکن صرف حضرت علیؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوئے ⑤۔

حضرت حسنؓ آپؓ کے جانشین ہوئے، لیکن انھوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے انھیں متفقہ امیر المؤمنین تسلیم کر لیا ⑥۔

جب حضرت معاویہؓ نے خلافت سنبھالی تو اس وقت میدان میں تین قسم کے سیاسی گروہ تھے۔

۱) حامیانِ بنوامیہ

۲) شیعیانِ علیؓ

۳) خوارج

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت سے حضرت حسنؓ کی دستبرداری تک مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے خلافت کا نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ ملک کے مختلف مقامات پر شورشیں برپا ہو رہی تھیں، حضرت معاویہؓ کا زیادہ وقت ان بغاوتوں کو ختم کرنے پر لگا، اس لیے ان کے عہد میں مشرقی سرحدوں پر بہت کم فتوحات ہوئیں۔

---

① مدینہ: اس شہر کا قدیم نام یثرب تھا۔ نبوت سے سرفراز ہونے کے دس سال بعد آنحضرت ﷺ نے اس شہر کی طرف ہجرت فرمائی۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۸۲/۵

② **جنگِ جمل**: یہ جنگ ۳۶ھ میں حضرت علیؓ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے مابین غلط فہمیوں کے نتیجہ میں رونما ہوئی، اس جنگ میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے، چونکہ لڑائی کا سارا زور حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے گرد تھا، اس لیے یہ جنگ' جنگِ جمل کہلاتی ہے۔ طبری، تاریخ ص: ۴۰/۳

③ **جنگِ صفین**: یہ جنگ ۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین حضرت عثمانؓ کے قتل کے قصاص لینے کے مطالبہ پر شروع ہوئی، اس جنگ میں ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے، مقام صفین کی مناسبت سے ہی یہ لڑائی جنگِ صفین کہلاتی ہے۔ الطبری، تاریخ ص: ۷۱/۳ ◉ الدینوری، أخبار الطوال ص: ۱۵۱

④ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۴۴

⑤ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲۵۵/۳ ◉ الطبری، تاریخ ص: ۱۵۵/۳ ◉ الیعقوبی، تاریخ ص: ۲۱۲/۲

⑥ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲۷۱/۳ ◉ الطبری، تاریخ ص: ۱۶۸/۳

۴۱ھ میں ھرات (۱)، بلخ (۲)، بوشنج (۳) اور باذ غیس (۴) کی بغاوت ہوئی، تو عبداللہ بن عامر نے قیس بن ہیثم کے ذریعے یہ بغاوت فرو کی (۵)۔ ۴۳ھ میں کابل (۶) کے باشندوں نے بغاوت برپا کی، تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرۃ کو اس مہم پر روانہ کیا گیا، اس مہم کے نتیجے میں بجستان (۷) سے لے کر غزنہ (۸) تک پورا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا (۹)۔ ۶۱ھ کو حضرت معاویہؓ نے عمر بن عبید امہ کو ارمائیل (۱۰) کی مہم پر روانہ کیا، جنھوں نے ایک سخت معرکہ کے بعد اس شہر کو فتح کر لیا (۱۱)۔ ۶۲ھ میں سندھ (۱۲) و مکران (۱۳) کے مقامی لوگوں نے اسلامی فوج پر نہایت شدید اور منظم حملہ کر کے حارث بن مرہ اور اسلامی فوج کا بیشتر حصہ شہید کر دیا، حضرت معاویہؓ نے راشد بن عمرو کو ایک زبردست فوج کے ساتھ روانہ کیا، جس نے مکران اور سندھ کے درمیانی مقامات فتح کر لیے (۱۴)۔ ۶۵ھ کو عبداللہ بن سوار عبدی نے حضرت معاویہؓ کے حکم سے قیقان پر حملہ کر کے فتح حاصل کی (۱۵)۔ ۶۶ھ کو مہلب بن ابو صفرہ نے قندابیل (۱۶) اور دوسرے علاقوں کو فتح کیا (۱۷)۔

---

(۱) **ہرات:** فارس کا مشہور اور عظیم شہر ہے، جو اپنے حسن، کثرتِ باغات اور چشموں کی وجہ سے معروف ہے، حمیری کے بقول یہ شہر حضرت عثمانؓ کے عہد میں احنف بن قیس نے فتح کیا۔ اب یہ شہر افغانستان کی سرزمین میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۹۶/۵ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۹۴

(۲) **بلخ:** خراسان کا ایک معروف شہر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا تو لہراسپ بادشاہ نے اسے تعمیر کیا۔ بلخ اور ترمذ کے مابین بارہ فرسخ کا فاصلہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۷۹/۱

(۳) **بوشنج:** ہراۃ، جو فارس کا مشہور شہر ہے، کے نواح میں ایک سرسبز اور خوبصورت علاقہ ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۵۰۸/۱

(۴) **باذغیس:** یہ علاقہ ہراۃ اور مرو امروذ کے قریب واقع ہے، اس شہر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ مملکة الهیا طلة کا دارالخلافہ تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۱۸/۱

(۵) ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲۷۷/۳

(۶) **کابل:** طخارستان کی سرحد پر واقع مشہور شہر ہے جو عہدِ بنو مروان میں فتح ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۲۶/۴

(۷) **بجستان:** خراسان کے عظیم شہر، ہراۃ، کے جنوب میں بجستان کا وسیع و عریض علاقہ ہے۔ ھراۃ اور بجستان کے مابین دس ایام کا سفر ہے۔ اب یہ شہر ایران میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۹۰/۳ ◉ الحمیری، الروض، المعطار، ص: ۳۰۴

(۸) **غزنہ:** کابل کے جنوب مغرب میں ایک اہم شہر ہے، جو سلطان محمود غزنوی اور اس کی اولاد کا دارالحکومت رہا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۰۱/۴

(۹) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۹۵/۳

(۱۰) **ارمائیل یا ارمئیل:** سندھ کے علاقہ میں مکران اور دیبل دبیل کے مابین ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۵۹/۱

(۱۱) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۸۸

(۱۲) **سندھ:** ہند کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، کہا جاتا ہے کہ سندھ اور ہند بوقیر بن یقطن بن حام بن نوح کی اولاد میں دولڑکے تھے، یہ شہر حجاج بن یوسف کے زمانے میں فتح ہوا، اب یہ شہر پاکستان میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۶۷/۳

(۱۳) **مکران:** بحیرہ عرب کے شمالی ساحل پر تقریباً تین سو میل لمبے ایک علاقہ کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۷۹/۵

(۱۴) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۳۹

(۱۵) ابن الخیاط، تاریخ، ص: ۲۱۲ ◉ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۶

(۱۶) **قندابیل:** سندھ میں ایک شہر کا نام ہے، جو الندھہ قصبہ کی ولایت تھی۔ اور قصدار سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۰۲/۴

(۱۷) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۳۱ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۵۲/۱

حضرت معاویہؓ کے عہد میں شمالی افریقہ ① میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں، افریقہ کی مہم پر حضرت عقبہؓ بن نافع مامور ہوئے، انھوں نے دس ہزار عرب فوج اور بہت سے نومسلم بربریوں کے ساتھ باغیوں کا قلع قمع کیا اور بہت سے علاقے فتح کیے ②۔ عبیداللہ بن زیاد اور سعید بن عثمان نے ترکستان ③، بخارا ④، سمرقند ⑤ اور ترمذ ⑥ کو اموی حکومت کے زیر نگین کیا ⑦۔ ۴۹ھ میں ایک لشکر جرار سفیان بن عوف کی ماتحتی میں قسطنطنیہ ⑧ روانہ کیا گیا جس میں کبار صحابہ کرامؓ شریک تھے، قسطنطنیہ رومیوں کا بڑا مرکز تھا، اس لیے رومیوں نے مسلمانوں سے بڑی زبردست جنگ کی ⑨۔ اگرچہ قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا، تاہم دور تک کے علاقہ میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور بہت سے علاقے فتح کیے گئے ⑩۔

حضرت معاویہؓ نے خلافتِ راشدہ کے عہد کی برق رفتار فتوحات کو وسعت دی، اور مسلم افواج نے تینوں براعظموں تک رسائی حاصل کر لی۔ حضرت معاویہؓ ایک مدبر، شجاع اور کامیاب حاکم تھے، انھوں نے مملکتِ اسلامیہ کو پے در پے فتنوں کے باوجود دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا، اس سارے عمل کے دوران انھیں کچھ ایسے اقدامات کرنے پڑے، جن پر باقی لوگوں نے ناخوشی کا اظہار کیا اور آج تک انھیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت کے آخری دنوں میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے انھیں یزید کو ولی عہد بنانے کا مشورہ دیا۔ عراق و شام کے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی، مگر اہلِ حجاز ⑪ کی طرف سے یزید کی بیعت کا مسئلہ خوش اسلوبی سے طے نہ پا سکا ⑫۔

---

① **افریقہ:** مصر کے مغرب میں ایک بہت بڑا ملک ہے۔ افریقس بن أبرہ (یمن کا بادشاہ جس نے اسے فتح کیا تھا) کے نام پر اس کا نام افریقہ رکھا گیا۔ ۲۷ھ میں اسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۲۲۸ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۴۷

② البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۶

③ **ترکستان:** بلادِ ترک کا نام ہے، جس کے مشرق میں چین مغرب میں بحیرۂ خزر، جنوب میں ایران و افغانستان اور شمال میں بحیرۂ آرال ہے۔ بخارا، سمرقند اور تاشقند اس کے مشہور شہر ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۳

④ **بخارا:** ماوراء النہر کے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے جیحون اور بخارا کے درمیان دو دن کا سفر ہے، اس کے اشتقاق اور وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۳۵۳ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۸۳

⑤ **سمرقند:** ترکستان کا مشہور شہر ہے، جو بخارا سے اندازاً ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳/۲۴۶

⑥ **ترمذ:** جیحون کے مشرقی کنارے پر ایک مشہور شہر ہے، جو مشہور محدث امام ابوعیسیٰ ترمذی کا وطن تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۶

⑦ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۱۷

⑧ **قسطنطنیہ:** بازنطینی اور عثمانی سلاطین کا پایۂ تخت، جو مشرقی یورپ میں بحیرۂ مارمورا کے مغربی ساحل پر واقع ہے، اس شہر کو استنبول بھی کہتے ہیں۔ اس شہر کا بانی قسطنطین اوّل تھا، اور اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴/۳۴۷

⑨ الطبری، التاریخ، ص: ۷/۸۶ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۱۸۲

⑩ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۳۱۰

⑪ **حجاز:** جزیرہ عرب کا ایک بڑا کوہستانی علاقہ، جو مغرب میں بحیرۂ احمر کے جنوب مشرق میں نجد اور شمال میں خلیج عقبہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اب یہ شہر مملکتِ سعودی عرب کا ایک حصہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۱۸

⑫ الطبری، التاریخ، ص: ۷/۵۷

جمادی الأخرہ ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ بیمار ہوئے، اور یکم رجب ۶۰ھ کو ۸۵ برس کی عمر میں آپؓ کا انتقال ہوا۔ حضرت ضحاکؓ بن قیس نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی ①۔ آپؓ کی مستقل حکومت کی مدت انیس سال، تین ماہ اور ستائیس دن تھی ②۔

یزید بن معاویہؓ (۶۰ھ تا ۶۴ھ)

رجب ۶۰ھ میں یزید تخت پر متمکن ہوا تو سب سے پہلے اس نے مدینہ اور مکہ کے ارباب حل وعقد (جن میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، حضرت حسینؓ بن علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جیسے بزرگ صحابہ شامل تھے)' سے بیعت لینے کے احکامات جاری کیے۔ اس کشمکش کے نتیجے میں ۶۱ھ میں کربلا کا دل گداز واقعہ پیش آیا ③۔ جس کی وجہ سے بنو امیہ اور علویوں کے درمیان عداوت کی ایک وسیع خلیج حائل ہوگئی۔ کربلا کے واقعہ کے بعد ایک اور اندوہ ناک واقعہ 'واقعۂ حرہ ④' کی صورت میں پیش آیا۔ مدینہ منورہ میں قتل و غارت کی گئی، نتیجتاً ہزارہا صحابہؓ شہید ہوئے ⑤۔

یزید کے خلاف اٹھنے والی شورش دبانے کے لیے واقعۂ حرہ کے چند روز بعد مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرلیا گیا، حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد مکہ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا ⑥۔

۶۲ھ میں یزید نے حضرت عقبہؓ بن نافع کو افریقہ کا والی مقرر کیا، جنھوں نے افریقہ کے متعدد علاقے فتح کیے، خراسان ⑦ اور سجستان کے بہت سے علاقے بھی فتح ہوئے ⑧۔ ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کے خلاف کوئی قوت باقی نہیں رہی، مسلمانوں کی قوت کا سکہ بیٹھ چکا تھا، مگر دفعتاً کسیلہ بن کرم کی بغاوت نے سارے افریقہ میں انقلاب برپا کردیا، عقبہؓ والی محراق اور ابو المہاجر' کسیلہ کے مقابلے میں مارے گئے۔ سارے افریقہ میں بغاوت پھیل گئی، اس بغاوت کا ابھی کوئی تدارک نہیں ہوا تھا کہ ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید کا انتقال ہوگیا ⑨۔ اس کی مدتِ حکومت تین سال، آٹھ ماہ اور چودہ دن تھی ⑩۔

---

① ابن الأثیر، الکامل، ص: ۳/۲۰۰ ② المسعودی، مروج الذھب، ص: ۳/۲۴۹

③ واقعۂ کربلا: ۶۱ھ میں حضرت حسینؓ بن علیؓ کو میدان کربلا میں ظالمانہ طور پر شہید کیا گیا، اس واقعہ میں حضرت حسینؓ کی طرف سے بہتر افراد شریک تھے۔ جن میں بیس خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے، چونکہ یہ سانحہ دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع مقامِ کربلا میں پیش آیا، اس لیے اسے واقعۂ کربلا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
الطبری، تاریخ، ص: ۳/۳۰۵ ◉ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۳۷۲

④ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اہلِ مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی بیعت کرلی۔ یزید بن معاویہؓ نے مسلم بن عقبل کی سرکردگی میں شامیوں کی ایک فوج مدینہ روانہ کی۔ اہلِ مدینہ نے یزید کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو ولید بن عقبہ نے شہر پر حملہ کردیا۔ اہل مدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شامی فوج غالب رہی۔ اس واقعہ میں بڑے بڑے اکابرین شہید ہوئے۔ چونکہ شامی فوج مدینہ کی مشرقی جانب حرہ کی طرف سے مدینہ کو گھیر کر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس لیے اسے واقعۂ حرہ کہتے ہیں۔ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۶/۴۹۔

⑤ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۳/۴۵۵ ⑥ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۳/۴۶۷

⑦ خراسان: مشرقی ایران کا ایک وسیع علاقہ ہے، جو جنوب میں سیستان، مشرق میں بلخ و ہرات، شمال میں تا حدود جیحون اور مغرب میں قزوین تک پھیلا ہوا ہے۔
الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۳۵۰

⑧ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۴۵۰ ⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۰۶

⑩ المسعودی، مروج الذھب، ص: ۳/۲۴۹

معاویہ بن یزید (معاویہ ثانی) (۶۴ھ تا ۶۴ھ)

یزید کی موت کے بعد اس کا بیٹا معاویہ ثانی جانشین ہوا، اس نے تقریباً چالیس روز کے بعد خلافت سے دست بردار ہو کر اس مسئلہ کو جمہور کے فیصلہ پر چھوڑ دیا۔ اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ''انتخابِ خلیفہ کا حق صرف تم لوگوں کو حاصل ہے، جس کو مناسب سمجھو اپنا خلیفہ بنالو''۔ اس کے بعد وہ اتنا رویا کہ اس کے دونوں رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مزید کہا: ''ہمارے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ احساس یہ ہے، کہ ان (یزید) کا انجام بد ہے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے خاندان کے لوگوں کو شہید کیا۔ حرم میں خون ریزی کی، کعبہ کی بے حرمتی کی اور اسے خراب کیا۔ میں بارِ خلافت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مشورہ کر کے کسی دوسرے کو خلیفہ منتخب کرلو''[1]۔

گویا معاویہ ثانی بن یزید نے لوگوں کو انتخابِ امیر کے لیے شوریٰ کے طریقہ پر چلنے کا مشورہ دیا۔ اس کے چند روز بعد معاویہ بن یزید گوشہ نشینی میں انتقال کر گیا[2]۔ بقول مسعودی اس کی مدّتِ خلافت ایک ماہ اور گیارہ دن تھی[3]۔

مروان بن حکم (۶۴ھ تا ۶۵ھ)

معاویہ بن یزید کے بعد بنو امیہ میں کوئی شخص خلافت کے لیے آگے نہیں بڑھا، چنانچہ حجاز، عراق، مصر اور شام تمام بڑے ممالک کے لوگوں نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی محترم شخصیت کے پیشِ نظر ان کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد اہل بصرہ[4] اور اہل کوفہ[5] نے بھی حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو خلیفہ مان لیا[6]۔

حضرت عبیداللہ بن زبیرؓ نے مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ مروان شام پہنچا، جہاں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کا اثر تھا، یہ حالات دیکھ کر مروان نے عبداللہؓ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا، مگر عبیداللہ بن زیاد نے اسے منع کیا، بالآخر بنوامیہ کے حامیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں مروان اور اس کے بعد خالد بن یزید کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ذی القعدہ ۶۴ھ کو مروان تخت نشین ہوا، چنانچہ حامیانِ بنوامیہ مرج راھط[7] کے فیصلہ کن معرکہ میں کامیابی کے بعد شام پر بھی بغیر کسی کشت وخون کے قابض ہو گئے۔ مروان زیادہ دیر زندہ نہیں رہا، رمضان ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہو گیا، مگر موت سے قبل اپنے معاہدہ کے خلاف ورزی کرتے ہوئے اس نے

---

(۱) الطبری، التاریخ، ص: ۳/۳۶۲   (۲) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۴۶۷

(۳) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹

(۴) **بصرہ:** عراق کا مشہور شہر اور بندرگاہ ۱۴ھ، میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے دورِ خلافت میں جس کی بنا ڈالی گئی۔ الحموی معجم البلدان، ص: ۱/۴۳۰

(۵) **کوفہ:** فرات کے کنارے عراق کا مشہور شہر ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں آباد ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴/۴۹۰

(۶) ابن الأثیر، الکامل، ص: ۳/۴۷۷ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۵۸

(۷) **مرج راھط:** مرج کا لغوی معنی "چراگاہ" اور "سبزہ زار" ہے، یہی لفظ "علاقہ" اور "مقام" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مشہور مرج یہ ہیں: مصیصہ کے قریب مرج خلیج اور مرج اطراخون؛ خراسان میں مرج خطباء؛ شام میں مرج حسین؛ نواحِ دمشق میں مرج راھط، مرج صفر اور مرج عذراء ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/۱۰۱

اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کر دیا①۔ اس کی مدتِ خلافت آٹھ ماہ دو دن تھی②۔

عبدالملک بن مروان (۶۵ھ تا ۸۶ھ)

۶۵ھ میں مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا تو باہمی اختلافات کی گھنگھور گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ کوفہ میں توّابین نے علمِ بغاوت بلند کیا ہوا تھا، اسے ختم کیا گیا تو مختار ثقفی نے بغاوت شروع کر دی، اس فتنہ کا بھی قلع قمع کیا گیا۔ بعد ازاں عراق پر قابض ہونے کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لیے حجاز روانہ کیا، جس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کر دیا، یوں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کا عہدِ حکومت ۷۳ھ میں ختم ہو گیا③۔

اس طرح عبدالملک پہلا حکمران تھا، جو حضرت معاویہؓ کے بعد ریاستِ اسلامی کا مکمل طور پر حاکم بنا، عبدالملک منصبِ حکومت پر فائز ہونے سے پہلے بہت عابد و زاہد تھا، اور مدینہ کے عبادت گزاروں میں اس کا شمار ہوتا تھا، فقہ اور کتاب و سنت کا عالم تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کا فرمان ہے: ''میرے بعد مسائل دریافت کرنے کے لیے عبدالملک سے رجوع کرنا''④۔ امام شعبیؒ نے بھی ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے⑤۔

عبدالملک کے عہد میں بے شمار فتوحات ہوئیں۔ مہلّب بن ابی صفرہ کو خوارج کا زور توڑنے کے بعد حجاج نے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ ۸۰ھ میں وہ نہر بلخ کو پار کر کے کش⑥ میں مقیم ہو گیا۔ شاہِ بخارا سے متعدد لڑائیوں کے بعد اہلِ کش نے فدیہ پر صلح کر لی۔ مہلّب کے بعد عبدالملک نے اس کے بیٹے یزید بن مہلّب کو خراسان کا حاکم برقرار رکھا، یزید قلعہ باذغیس اور خوارزم⑦ فتح کرتا ہوا عراق لوٹا، تو اسے معزول کر کے مفضل کو خراسان کا والی مقرر کیا گیا، جس نے باذغیس کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس کے جانشین قتیبہ بن مسلم نے متعدد علاقے تسخیر کیے۔ مشرقی فتوحات کے علاوہ افریقی میدانوں میں زہیر بن قیس اور اس کے بعد حسان بن نعمان غسانی نے بے شمار فتوحات حاصل کیں، اور افریقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا⑧۔ شام کے ساحلی شہروں میں بھی مسلمانوں کے رومیوں سے معرکہ میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی⑨۔

---

① الطبری، التاریخ، ص: ۳/۴۲۳
② المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹
③ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۲۹۸
④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۱۶
⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۱۶
⑥ کش: جرجان سے تین فرسخ (تقریباً ۹ میل) کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے، اسی مناسبت سے اس علاقہ کو کش کہتے ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴/۴۶۲
⑦ خوارزم: خراسان کے بلاد میں سے ایک بہت بڑا شہر ہے، علمائے اعلام کی کثیر تعداد اس شہر کی طرف منسوب ہے، اب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۳۹۵ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۲۲۵
⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۱۶
⑨ الطبری، التاریخ، ص: ۳/۶۱۶

عبدالملک کا وسط شوال ۸۶ھ میں دمشق میں انتقال ہوا۔ عبدالملک کی کل مدتِ خلافت اکیس سال تھی اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد تیرہ سال اور چار ماہ تھی ①۔ عبدالملک نے محمد بن یزید کاتب کے مشورے پر ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے اپنا ولی عہد مقرر کیا ②۔

ولید بن عبدالملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ)

۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا، ولید بن عبدالملک بالکل جاہل تھا۔ ابتدائی علم نحو سے بھی بے بہرہ تھا مگر آئینِ جہان بانی اور اصولِ حکمرانی سے پورے طور پر واقف تھا ③۔ ولید کا عہدِ سلطنت بنوامیہ کا زرّیں دور تھا، عبدالملک حکومت کے راستہ کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا، خوارج کا فتنہ دب چکا تھا، شیعیانِ اہلِ بیت کے جذبات سرد ہو چکے تھے، اور بنوامیہ کی رقیب طاقتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ولید بن عبدالملک نے اپنی پوری توجہ داخلی انتظامات کی طرف مبذول کر دی۔ ولید نے رفاہِ عامہ کے لیے بہت سے کام انجام دیے، ممالک محروسہ میں سڑکیں درست کرائیں' میل نصب کیے' نہریں اور کنویں کھدوائے' مسافر خانے تعمیر کرائے' شفا خانے بنوائے' مساجد تعمیر کرائیں، خصوصاً مسجدِ نبوی اور دارالخلافہ دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر میں جس دریا دلی اور فن کاری کا ثبوت دیا وہ اُسی کا حصہ ہے ④۔

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت کے بعد ولید بن عبدالملک کا زمانہ فتوحات کے سلسلے میں تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ خوش قسمتی سے اسے محمد بن قاسم' قتیبہ بن مسلم' موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے عظیم الشان فاتحین ہاتھ آ گئے، جنھوں نے اپنے گھوڑوں کے سموں تلے یورپ اور ایشیا کے میدانوں کو روند ڈالا۔ ولید کے دور میں ہندوستان' ترکستان اور اندلس ⑤ کی فتوحات ہوئیں۔ بعض مؤرخین ہندوستان کی فتح کو بھی اسی کے دور میں مانتے ہیں، ولید نو سال اور آٹھ ماہ تختِ خلافت پر متمکن رہا۔ بالآخر وسط جمادی الآخرۃ ۹۶ھ میں ۴۶ سال چھ ماہ کی عمر میں وفات پائی ⑥۔

سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ تا ۹۹ھ)

۹۶ھ میں سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ سلیمان اوصاف و خصائل کے لحاظ سے خلفائے بنوامیہ میں ممتاز تھا، دین داری' حق پرستی' کتاب و سنت کا اتباع اور احکام شریعت کا اجراء اس کا مطمح نظر تھا۔ خلافت کے بعد قیدیوں کی رہائی کے احکام جاری کیے۔ رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا۔ ظالم و جابر حکام کو معزول کر دیا، اس کے ان کارناموں کی وجہ سے لوگ اسے "مفتاح الخیر" بھلائی

① المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹ ② ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۲۴۰

③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۵

④ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۳۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۳/۶۶۹

◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۳۴۸ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۴ ◉ المقدسی، أحسن التقاسیم، ص: ۱۵۸

⑤ اندلس: ہسپانیہ (سپین) کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۲۶۲

⑥ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۴

کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے ①۔ عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے صالح انسان اس کے وزیر تھے، سلیمان نے اپنے عہد کی ابتدا نماز سے کی ، اور اختتام عمر بن عبدالعزیز کی نامزدگی پر کیا۔ مگر ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کا دامن محمد بن قاسمؒ موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم جیسے فاتحین اسلام کے ساتھ بے انصافیوں کے دھبوں سے بھی داغ دار ہے ②۔

سلیمان کا عہدِ حکومت انتہائی مختصر تھا، اس کے دور میں زیادہ فتوحات حاصل نہ ہو سکیں ، یزید بن مہلب' امیرِ خراسان نے جرجان ③ اور دیگر بہت سے علاقے فتح کیے۔ مسلمانوں کو بیش بہا زر و جواہر حاصل ہوئے ④۔ ۹۸ھ کو مسلمہ بن عبدالملک نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر کامیاب نہ ہو سکا، اس اثنا میں خلیفہ سلیمان کا انتقال ہو گیا۔

سلیمان جب بیمار ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں کو جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے ایک نہایت ہی معتمد امیر رجاء بن حیوہ نے اسے اس ارادہ سے منع کیا اور مشورہ دیا کہ کسی نیک شخص کو خلیفہ مقرر کیجیے۔ سلیمان نے عمرؒ بن عبدالعزیز کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اُن کی بے حد تعریف کی۔ سلیمان نے خلافت کا فرمان عمرؒ بن عبدالعزیز کے نام لکھ دیا، اور مہر لگا دی ⑤۔

۱۰ صفر ۹۹ھ کو جمعۃ المبارک کے دن سلیمان بن عبدالملک نے ۴۵ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس کی مدت خلافت دو سال اور آٹھ ماہ تھی ⑥۔

❁ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ)

سلیمان کے انتقال کے بعد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز ۹۹ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ مختلف صوبہ جات کے امراء کو اپنی خلافت اور مخصوص احکام کے بارے میں مطلع کیا۔ آپؒ نے بادشاہت کے امتیازات کا استیصال کیا اور امراء و ولاۃ کی کمزوریوں اور غلط کاریوں پر سختی سے احتساب کیا ⑦۔ فدک کی صحیح حیثیت بحال کی ⑧۔ غصب کردہ مال و جائداد کی واپسی کروائی' مظالم کا انسداد کیا، بیت المال کی اصلاح کی، غربا اور مساکین کے لیے وظائف مقرر کیے۔ ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور رفاہِ عام کے کام میں بہت دلچسپی لی۔ مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا ⑨۔ الغرض آپؒ کی خلافت کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر تھی اور آپؒ نے خلافت میں خلافتِ فاروقیؓ کو اپنے لیے نمونہ بنایا۔ اسی لیے بعض محدثین نے آپ کو پانچواں خلیفۂ راشد قرار دیا ہے ⑩۔

---

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۴ ② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۰۰

③ جرجان: دامغان اور استرآباد کے درمیان طبرستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۱۱۹

④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۰۴ ⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۷ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۱۲

⑥ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۵ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۱۱۳ ⑦ ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص: ۱۱۴

⑧ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۲۹۷۲، ص: ۴۳۳

⑨ ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص: ۱۰۸ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۴/۶۴

⑩ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی التفضیل، حدیث نمبر ۴۶۳۱، ص: ۶۵۵ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۳۲۸

حکومت اور سلطنت کے بارے میں آپؒ کا نقطۂ نظر دیگر خلفاء سے بالکل جداگانہ تھا، آپؒ کی توجہ حکومت کو وسیع کرنے کی بجائے اس کی اصلاح پر مرتکز تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے عہد میں صرف اندلس کے بعض علاقوں کی فتوحات کے علاوہ کوئی قابل ذکر فتوحات نہیں ہوئیں (۱)۔ بلکہ حضرت عمرؒ بن عبد العزیز نے خلیفہ بننے کے بعد مسلمہ بن عبد الملک کو قسطنطنیہ کی مہم سے واپسی کا حکم دے دیا۔ ۹۹ھ میں ترکوں نے آذربائیجان (۲) پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کا قتلِ عام کیا، تو حاتم بن نعمان باہلی کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا (۳)۔

۱۰۰ھ کو خارجیوں کے فتنہ پرداز گروہ نے عراق میں شورش برپا کی، تو والیِ کوفہ عبد الحمید کو پہلے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا، لیکن ناکامی کے بعد حضرت عمرؒ بن عبد العزیز نے عبد الحمید کو اُن پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبد الحمید کامیاب نہ ہو سکے، تو مسلمہ بن عبد الملک نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا (۴)۔

آپؒ نے رجب ۱۰۱ھ کو ۳۹ یا ۴۰ سال کی عمر میں وفات پائی، آپؒ کے سببِ وفات کے بارے میں دو روایات ہیں، ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، اور دوسری یہ کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا (۵)۔ آپ دو سال پانچ ماہ اور پانچ دن مسندِ خلافت پر متمکن رہے (۶)۔

❁ یزید بن عبد الملک (یزید ثانی) (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بعد یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ اس نے عمر بن عبد العزیزؒ کی اصلاحات کو قائم رکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر اس نے وہی پرانا استبدادی نظام جاری کر دیا (۷)۔

۱۰۲ھ میں مسلمہ بن عبد الملک نے یزید بن مہلّب کی بغاوت کا خاتمہ کیا (۸)۔ کچھ عرصہ بعد اہلِ صغد (۹) کی بغاوت کو مسیّب بن بشیر ریاحی نے فرو کیا اور پھر اہل کش، واہل نسف (۱۰) کو بھی مطیع بنایا (۱۱)۔ ۱۰۶ھ میں جراح بن عبد اللہ کی سرکردگی میں باب الابواب (۱۲)

---

(۱) ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۳۱۵

(۲) **آذربائیجان:** ایران کے شمال اور عراق کے مشرق میں ایک صوبہ ہے، جس کا صدر مقام پہلے تبریز تھا۔ آذربائیجان کے لفظی معنی ہیں "آگ کا گھر"۔ چونکہ آتش پرستی کی ابتدا یہیں سے ہوئی تھی، اس لیے اس کا یہ نام پڑا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۱۲۸

(۳) الطبری، التاریخ، ص: ۴/۶۳

(۴) الطبری، التاریخ، ص: ۴/۶۳ ◉ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۳۱۷

(۵) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۵ (۶) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹ (۷) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۷

(۸) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۷ ◉ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۳۲۹

(۹) **صغد:** اس وادی اور دریا کا نام ہے، جس سے نواح سمرقند کا وسیع علاقہ سیراب ہوتا ہے، اس میں بخارا بھی شامل ہے۔ بعض صغدِ سمرقند کو صغدِ بخارا سے الگ شمار کرتے ہیں۔ یہ علاقہ سرسبزی میں بے نظیر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳/۴۰۹

(۱۰) **نسف:** جیحون اور سمرقند کے مابین ایک شہر ہے۔ جسے نخشب بھی کہتے ہیں الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/۲۸۵

(۱۱) ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۳۵۰

(۱۲) **باب الابواب:** بحیرہ خزر کے مشرقی ساحل پر ایک اہم شہر ہے، جس میں بندرگاہ بھی تھی۔ اس شہر کے ساتھ ہی ایک اونچا پہاڑ ہے، جس میں متعدد قلعے بنے ہوئے تھے۔ نوشیروان نے خاقان شاہ ترک سے مل کر سرحد پر ایک اونچی اور لمبی دیوار بنا کر صرف چند دروازے چھوڑ دیے، یہ دروازے عموماً بند رہتے تھے، اس دیوار کا ایک دروازہ اس شہر کے پاس تھا۔ اس لیے وہ باب الابواب (دروازوں میں سے ایک دروازہ) کہلاتا تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۳۰۳

بلنجر ① بلادلان ② فتح ہوئے، ان فتوحات کے علاوہ بعض اور فتوحات بھی حاصل ہوئی۔ اس عہد میں بعض مقامات پر خوارج نے سر اٹھایا لیکن ان کا فتنہ بڑھنے نہ پایا ③۔

یزید کا زمانہ بہت مختصر تھا۔ اس میں کوئی اہم واقعات و حادثات پیش نہیں آئے۔ یزید بن عبدالملک شعبان ۱۰۵ھ میں انتقال کر گیا ④۔ اس کی حکومت چار سال اور تیرہ دن تھی ⑤۔

❁ ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ)

یزید بن عبدالملک کے بعد اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔ ہشام بن عبدالملک کا شمار بنوامیہ کے ان تین ممتاز خلفاء ⑥ میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے تدبر و سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا۔

حافظ ابن کثیر کا قول ہے:

> ''ہشام بن عبدالملک دور نگاہ' کفایت شعار' تیز فہم اور مدبر بادشاہ تھا، سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات اس کی نگاہوں سے مخفی نہ رہتے تھے، تحمل اور بردباری اس کی امتیازی خصوصیات تھیں'' ⑦۔

ہشام اعلیٰ درجہ کا منتظم اور اپنے عمال کی پوری طرح نگرانی رکھتا تھا۔ بقول مدائنی: ''بنوامیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاترِ حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا'' ⑧۔ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے ہشام ایک سچا مسلمان تھا اور غلط عقائد رکھنے والوں پر کڑی نظر رکھتا تھا، ہشام نے جعد بن درہم کو اس کے عقیدہ ''خلق قران'' اور غیلان بن یونس کو قدریہ خیالات رکھنے کی وجہ سے قتل کروا دیا تھا۔ ہشام نہایت دانش مند' پاکباز اور بردبار انسان تھا، حسنِ سیاست اور تدبر کے لحاظ سے بلند مقام رکھتا تھا' علماء وفقہاء سے رابطہ رکھتا تھا، اس کے دربار میں فقہاء وعلماء جمع رہتے تھے ⑨۔

ہشام کے عہدِ حکومت میں بڑے بڑے حوادث رونما ہوئے، مگر مشرق ومغرب مین اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہا۔ ترکستان اور آذربائیجان میں ترکوں اور تاتاریوں کا زور ختم کیا گیا، سندھ میں بغاوت کا سختی سے استحصال کیا گیا۔ اور مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم کر

---

① **بلنجر:** خزر کا ایک ساحلی شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۴۸۹

② **بلادلان:** بحیرہ خزر کے جنوب مغربی ساحل کے علاقے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/۸

③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵/۴۴ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۴/۱۱۴

④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۷

⑤ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹

⑥ بنوامیہ کے ان تین ممتاز خلفاء میں سے پہلے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ تھے، جنھوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ دوسرا عبدالملک بن مروان تھا، جس نے اس کی گرتی ہوئی عمارت کو سہارا دیا۔ تیسرا یہ (ہشام بن عبدالملک) خود تھا، جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

⑦ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۵۴ ⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۸

⑨ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۴۶۵

کے انھیں محفوظ کر دیا گیا۔ ایشیائے کوچک میں بہت سے قلعے رومیوں سے چھین لیے گئے۔ شمالی افریقہ میں بربریوں نے سر اٹھایا تو انھیں دبا دیا گیا، اندلس میں نظم و نسق کو درست کیا گیا اور وہاں سے کئی بار دوسرے علاقوں پر حملے کیے گئے (١)۔ بقول علامہ سیوطی: ''اس کے خلافت کے ساتویں برس قیصریۂ روم (٢) تلوار سے فتح ہوا اور آٹھویں سال حجرہ (٣) مشہور بہادر بطال کے ہاتھ سے فتح ہوا اور بارھویں سال حرسنہ (٤) ہاتھ آیا'' (٥)

٦ ربیع الثانی ١٢٥ھ کو ہشام بن عبد الملک نے رصافہ (٦) میں پچپن برس کی عمر میں انتقال کیا (٧)۔ مدت خلافت بیس سال سے کچھ کم تھی (٨)۔

✿ ولید بن یزید بن عبدالملک (ولید ثانی) (١٢٥ھ تا ١٢٦ھ)

ربیع الثانی ١٢٥ھ میں ولید بن یزید بن عبد الملک اپنے والد یزید بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق تخت نشین ہوا۔ تاریخ میں ولید بن یزید کا اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں ملتا۔ امام سیوطی نے حافظ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''ولید کی جانب کفر و زندقہ کی نسبت صحیح نہیں، البتہ وہ مے نوشی اور دوسرے منہیات میں ضرور مبتلا تھا'' (٩)۔ ولید بن یزید کو راہِ راست پر لانے کی ہشام کی کوششیں بھی کامیاب نہ ہوئیں، اس نے اسے ولی عہدی سے محروم کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانا چاہا لیکن اس تجویز پر عمل کرنے سے پہلے ہی ہشام کا انتقال ہو گیا (١٠)۔

ولید نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے ہشام کے اہل و عیال کو نظر بند کر کے اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا، اور ہشام کے ارکان خاص کی تحقیر و تذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ولید کے اس سنگ دِلانہ برتاؤ کی وجہ سے عوام و خواص سب اس سے بے زار ہو گئے۔ شاہی خاندان کے ارکان نے اس کے خلاف سازش شروع کر دی اور یزید بن ولید کو خلافت کے لیے منتخب کر دیا۔ مروان بن محمد بن مروان نے سعید بن عبدالملک کو خط کے ذریعے سمجھایا کہ لوگوں کو اس فتنہ کی آگ میں کودنے سے روکو۔ سعید نے یہ خط عباس بن ولید کے پاس بھیج دیا، عباس نے یزید کو بلا کر اسے نشیب و فراز سے آگاہ کیا اور اسے خانہ جنگی سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ چونکہ یزید

---

(١) ابن الاثیر، الکامل، ص: ٥/٤٤

(٢) قیصریہ روم: روم کا علاقہ جو شام، ترکی، بحر روم پر واقع شمالی افریقہ نیز مغربی یورپ کے بعض ممالک تک پھیلا رہا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ٣/ ٩٧

(٣) حجرہ: شام کا علاقہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ٢/ ٣١٠

(٤) حرسنہ: یہ شہر ملطیہ (جو ترکی میں سمیساط کے شمال اور قیساریہ کے مشرق میں واقع ہے)، کے اطراف میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ٥/ ١٩٢

(٥) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ٢٤٨

(٦) رصافہ: رقہ، (شام میں صفین کے سامنے اور حران کے جنوب میں لب فرات ایک شہر ہے)، میں ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ٣/ ٤٦

(٧) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ٢٤٨

(٨) المسعودی، مروج الذہب، ص: ٣/ ٢٤٩

(٩) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ٢٥٢

(١٠) ابن الاثیر، الکامل، ص: ٤/ ٤٦٧

کو اپنی کامیابی پر یقین تھا، اس لیے بظاہر اس نے اپنے ارادہ سے باز آنے کا وعدہ کرلیا، مگر خفیہ طور پر وہ اپنے ارادے پر کاربند رہا، اور بالآخر تیاری مکمل کر کے دارالخلافہ دمشق پر قبضہ کرلیا۔ ولید اس وقت اغدف ① میں مقیم تھا، یزید نے عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کو ولید سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا، ولید نے ابتدا میں کچھ مقابلہ کیا، مگر بعد میں میدان سے بھاگ کر اپنے محل میں آیا۔ جہاں اسے جمادی الآخرۃ ۱۲۶ھ میں قتل کر دیا گیا②۔ اس کی مدّتِ خلافت ایک سال تین ماہ تھی③۔

❁ ابوخالد یزید بن ولید بن عبدالملک (یزید ثالث) (۱۲۶ھ تا ۱۲۶ھ)

ولید بن یزید کے قتل کے بعد یزید بن ولید بن عبدالملک جمادی الآخر ۱۲۶ھ میں تخت نشین ہوا، چونکہ اس نے لشکر کی تنخواہوں میں کمی کی تھی اس لیے وہ "الناقص" کے لقب سے مشہور ہوگیا④۔

عنانِ حکومت سنبھالتے ہی یزید کو مختلف فتنوں کا سامنا کرنا پڑا، ولید کے رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ مصری بھی جو علیمیوں کے حریف تھے، اس کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ دوسری طرف اہل حمص ⑤ نے اس کی خلافت کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ اہلِ حمص اور اس کی فوجوں کے مابین مقامِ سلیمانیہ میں لڑائی ہوئی۔ اہلِ حمص کو شکست ہوئی، بعد میں اہلِ حمص نے مجبوراً اس کی اطاعت قبول کر لی، کچھ عرصہ کے بعد اہل فلسطین ⑥ نے یزید کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا، بعد ازاں اہلِ اردن ⑦ بھی اہلِ فلسطین کی بغاوت میں شریک ہو گئے، چنانچہ یزید نے اہلِ فلسطین کے نمائندوں کو انعام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور اہلِ اُردن کو زبردستی مطیع بنا لیا⑧۔

عراق اور خراسان میں دوبارہ سے قبائلی عصبیت کا فتنۂ خوابیدہ بیدار ہو چکا تھا، ان اختلافات نے عباسی داعیوں کے لیے خراسان میں مناسب فضا پیدا کر دی تھی، انھی حالات میں یزید بن ولید نے طاعون کے مرض میں ۷ ذوالحجہ کو ۱۲۶ھ میں وفات پائی، اس کی کل مدّتِ حکومت چھ ماہ کے قریب تھی⑨۔ مسعودی نے اس کی مدّتِ حکومت دو ماہ اور دس دن بتائی ہے⑩۔

---

① اغدف: عمان کے مضافات میں ایک شہر کا نام ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۴/۱۵۱

② ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۴۷۹ ◉ المسعودی، التنبیہ والاشراف، ص: ۲۳۴

③ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹ ④ السیوطی، تاریخ الخلفاء ص: ۲۵۲ ◉ ابن الطقطقاء، الفخری، ص: ۱۲۱

⑤ حمص: دمشق اور حلب کے درمیان مشہور شہر ہے۔ جسے حمص بن المہر بن جان نے بنایا۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے ہاتھوں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فتح ہوا، الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۳۰۲

⑥ فلسطین: پہلے یہ شام کا ایک صوبہ تھا، جس کا صدر مقام بیت المقدس تھا۔ لیکن آج کل یہ ایک الگ ملک ہے، جس کا بیشتر حصہ اسرائیل کے قبضہ میں ہے، جبکہ کچھ حصہ اردن کے پاس ہے۔ اس کے قابلِ ذکر شہر عسقلان، رملہ، غزہ، قیصریہ، نابلس، اریحا وغیرہ تھے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۴/۲۷۴

⑦ اردن: سعودی عرب کے شمال میں ایک ریاست ہے، فلسطین کے کچھ حصے بھی اردن میں شامل تھے۔ الحموی، معجم البلدان ص: ۱/۱۴۷؛ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اردن کے کچھ حصے مثلاً بیت المقدس، نابلس، الخلیل وغیرہ اسرائیل نے ہتھیا لیے۔

⑧ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۴۹۴ ◉ الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ص: ۱/۴۰۱

⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۱ ⑩ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹

ابراہیم بن ولید (۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ)

یزید کے بعد اس کا ولی عہد ابراہیم بن ولید ۱۲۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ابراہیم کا دورِ حکومت نہایت مختصر رہا اور پھر اس مختصر زمانے میں بھی اس کی خلافت کو متفقہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا، اس لیے مؤرخین نے اسے مستقل خلیفہ تسلیم نہیں کیا ہے ①۔

مدائنی کا بیان ہے کہ: ''ابراہیم کا عجیب قصہ ہے بعض اسے خلیفہ کہہ کر سلام کرتے تھے، کیونکہ وہ ولی عہد رہا تھا، اور بعض امیر کہہ کر، کیونکہ وہ ولی عہد نہیں ہوا تھا اور بعض بالکل ہی انکار کرتے تھے.....'' ②

مروان نے ابراہیم بن ولید کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ ابراہیم کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ اور اسے شکست فاش دے کر دمشق میں داخل ہوا، ابراہیم بن ولید' مروان کی آمد کی خبر سن کر دمشق سے بھاگ نکلا، بعد ازاں مروان نے اسے امان دے کر واپس بلالیا ③۔ بقول علامہ سیوطی: ''ابراہیم صرف ستر روز تخت خلافت پر متمکن رہا.....'' ④

مروان الحمار (مروان ثانی) (۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ)

ابراہیم کے فرار کے بعد صفر ۱۲۷ھ میں مروان بن محمد بن مروان تخت خلافت پر متمکن ہوا' مروان بہادر، مستقل مزاج، جفاکش اور تجربہ کار شخص تھا، اس کا عہد حوادث و اضطراب سے لبریز تھا اور حکومتِ اُمویہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ مرکز حکومت شام میں مختلف گروہ بندیاں تھیں، جس سے حکومت کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی اور بنو امیہ کے قدیم مخالف گروہوں کے علاوہ ان کی نئی اور خطرناک حریف **عباسی تحریک** کو طاقت پکڑنے کا موقع ہاتھ آ گیا ⑤۔ یمنی قبائل نے اس کی خلافت تسلیم نہیں کی، اہلِ غوطہ ⑥ کے دمشق پر حملہ کو مروان نے ابوالورد بن کوثر کے ذریعے پسپا کیا، اس کے بعد فلسطین کے باغیوں کو شکست دی گئی ⑦۔

ازاں بعد سلیمان بن ہشام نے مروان کی مخالفت شروع کر دی' دونوں کے درمیان جنگ میں سلیمان کو شکست ہوئی، اسی اثناء میں شیعیان بنی ہاشم نے بھی خروج کیا اور اپنے ساتھ یمن اور ربیعہ قبائل کو ملا لیا، ساتھ ہی خوارج بھی اٹھ کھڑے ہوئے، مروان کی ساری قوت اسی میں مشغول تھی۔ غرضیکہ حکومتِ اُمویہ کے مختلف صوبوں میں شورشیں برپا تھیں۔ مصر، یمن ⑧ اور ربیعہ میں خانہ جنگی جاری تھی کہ ابومسلم خراسانی سیاست میں داخل ہوا، اور حالات کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مرو ⑨ پر قبضہ کے ساتھ ہی تمام خراسان اس کے جھنڈے تلے آ گیا۔ بعدازاں اس نے سارے عراق پر کنٹرول حاصل کرلیا ⑩۔

---

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ ② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۴ ③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵/۹

④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۴ ⑤ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۳۳۸ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵/۱۱۹

⑥ **غوطہ:** شام کا ایک سرسبز وسیع علاقہ جس میں دمشق واقع ہے: الحموی، معجم البلدان، ص۴/۲۱۹

⑦ ابن لاثیر، الکامل، ص: ۵/۱۱۹ ⑧ **یمن:** عرب کے جنوب مغربی گوشہ میں ایک مشہور ملک ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/۴۴۷

⑨ **مرو:** خراسان کا مشہور شہر اور قصبہ ہے، اب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/۱۱۲ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۳۲

⑩ ابن لاثیر، الکامل، ص: ۵/۱۴ ◉ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۳۳۹

◉ الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ص: ۲/۴۰۸ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۷۰

ربیع الاول ۱۳۲ھ میں ابو العاص عبداللہ بن علی کے ہاتھوں پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ بنایا گیا اور انھوں نے بحثیت خلیفہ کوفہ کی جامع مسجد میں پہلا خطبہ دیا(۱)۔ بیعتِ خلافت کے بعد ابو العباس سفاح نے عبداللہ بن علی کو ایک لشکر دے کر مروان بن محمد کے استیصال کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ جمادی الآخرۃ ۱۳۲ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی، جس میں اموی فوج کو شکست ہوئی، مروان بھاگ کر موصل(۲) آیا، پھر مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا مصر داخل ہوا۔ عباسی فوج نے مسلسل اس کا تعاقب کیا۔ بالآخر قریہ بوصیر(۳) میں مروان مارا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں پیش آیا(۴)۔

مروان کے قتل سے حکومت بنی امیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ مدت خلافت پانچ سال دس ماہ تھی(۵)۔

﴿قل اللھم مالك الملك تؤتی الملك من تشآء و تنزع الملك مِمَّنْ تشآء
و تعز من تشآء و تذل من تشآء بيدك الخير، انك علی كل شيء قدير﴾(۶)

(۱) ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۶۲ ◉ الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ص: ۲/۴۱

(۲) **موصل:** جزیرہ کا ایک بڑا شہر ہے۔ اسے موصل اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ شہر جزیرہ کو عراق سے ملاتا ہے۔ اس شہر کی ترقی کے لیے مروان بن محمد بنو امیہ کے آخری بادشاہ نے بہت کام کیا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/۲۲۳ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۶۳

(۳) **قریہ بوصیر:** اس نام کے مصر میں چار گاؤں ہیں، ایک بوصیر قوریدس جو سوادِ اشمونین میں ہے، دوسرا فسطاط کے مغرب میں، جسے بوصیر السدر کہتے ہیں، تیسرا بوصیر دفدنو جو علاقہ فیوم میں ہے، اور چوتھا بوصیر بنا جو علاقہ سمنودیہ میں ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۵۰۹

(۴) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵/۷۳ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹ ◉ الدینوری، اخبار الطوال، ص: ۳۶۴

(۵) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹

(۵) سورۃ آل عمران: ۳/۲۶

عہدِ بنوامیہ کے ممتاز محدثین وخلفاء کا تعارف

اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام کی ہدایات وتعلیمات تا قیامت محفوظ ومصئون رہیں گی اور ان میں کوئی تغیر وتبدل واقع نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إنا نحن نزلنا الذكرو إنا له لحٰفظون ﴾ ①

بے شک ہم نے ذکر (قرآن کریم) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے الذکر کی حفاظت کا جو ذمہ لیا ہے وہ صرف حفاظت قرآن تک محدود نہیں بلکہ الفاظ قرآن کے ساتھ اس بیان قرآن کو بھی شامل ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ ''الذکر'' میں قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کی وہ تبیین وتوضیح بھی شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی توضیح وتشریح کے لیے فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿و أنزلنا إليك الذكر لتبيّن للناس ما نزل إليهم﴾ ②

اور ہم نے تمھاری طرف ذکر (قرآن کریم) کو اتارا تاکہ لوگوں کے لیے جو ان کی طرف نازل کیا گیا اسے آپؐ ان کے لیے کھول کر بیان کر دیں۔

اس آیت کریمہ میں الذکر سے مراد قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی وہ توضیح وتشریح بھی شامل ہے جو آپ ﷺ نے بیاناً وعملاً اختیار فرمائی تھی اور وہ آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں۔ لہٰذا قرآن وحدیث کا علم رکھنے والوں کو اھل الذکر کہیں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ ③

اگر تمھیں کسی بات کا علم نہ ہو تو وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حفاظت حدیث کا ذمہ اٹھانے کے بعد اس کی اشاعت کا ذمہ دار حضرت صحابہؓ اور ان کے بعد تابعین وتبع تابعین کو بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر﴾ ④

تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

---

① الحجر: ۹/۱۵

② النحل: ۴۴/۱۶

③ النحل: ۴۳/۱۶

④ آل عمران: ۱۱۰/۳

آنحضرت ﷺ نے بھی بے شمار مواقع پر تبلیغِ دین کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ألا لیبلغ الشاھد الغائب)) ①

چاہیے کہ حاضرین مجلس غائب کو پہنچائیں۔

چنانچہ قرونِ ثلاثہ (صحابہؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ) جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے خیر و برکت کی شہادت یوں دی ہے:

((خیر القُرونِ قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم)) ②

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے (یعنی صحابہؓ کا) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں (یعنی تابعین کا) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں (یعنی تبع تابعین کا)۔

ان تین طبقوں میں سے پہلا طبقہ صحابہ کرامؓ کا ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور جن کے اقوال و افعال میں آنحضرت ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اشاعت حدیث اور تبلیغ دین کی جو ذمہ داری ان کو سونپی تھی، اس کی پاسداری کے لیے انھوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کو اپنے سے بعد والوں تک احسن طریقے سے پہنچایا۔

اُن کے بعد حضرات تابعینؒ جنھیں خیرالقرون ہونے کا اعزاز حاصل ہے' کی مقدس جماعت نے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی علمی اور اخلاقی وراثت کو مسلمانوں میں پھیلایا۔ یہ جماعت علم و عمل میں صحابہ کرامؓ کا عکس و پرتو تھی۔ اس مقدس جماعت نے حدیث رسول کی حفاظت و اشاعت کا اہتمام کیا، اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع تر کیا غرضیکہ انھوں نے ان تمام برکات کو' جن کا عہد صحابہؓ میں آغاز ہو چکا تھا' تکمیل تک پہنچایا اور جو پایۂ کمال تک پہنچ چکی تھیں' ان کی حفاظت کی۔ اور اس راہ میں بے شمار تکالیف اور مصائب برداشت کر کے اس خزانہ کو محفوظ رکھا۔ اور یہ وہی حضرات تھے جنھیں خود رب کائنات نے مہاجرین و انصار کے ساتھ انھیں بھی رضوانِ الٰہی کی اور جنت خلد کی دولت سے سرفراز کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿والسابقون الأولون من المهاجرين و الأنصار و الذين اتبعوهم بإحسان رضی الله عنهم و رضواعنه و أعدّ لهم جنّٰت تجری تحتها الأنهار﴾ ③

اور مہاجرین اور انصار میں سے وہ اولین لوگ جنھوں نے ہجرت کرنے اور ایمان لانے میں دوسروں پر سبقت کی اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان پر راضی ہو گیا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہو گئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ الشاھد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشھادات' باب لایشھد علی شھادة جور' حدیث نمبر ۲۶۵۲، ص: ۴۲۹

③ التوبۃ: ۹/۱۰۰

ان حضرات کے بعد آنے والی جماعت بھی ''خیر القرون'' کے لقب سے سرفراز ہے اور یہ جماعت تبع تابعینؒ کی ہے۔ جو تابعینؒ کے حلقۂ درس کے فیض یافتہ تھے۔ درحقیقت یہ سب اسی ایک چراغ کا پرتو ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نے دنیا کو روشنی اور تابانی پہنچانے، کفار کے کفر کو مٹانے اور دین اسلام کے غالب ہونے کی پیشین گوئی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یریدون لیطفئوا نور الله بأفواهم والله متم نوره ولو کره الکٰفرون 0 هوالذی أرسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون﴾ ①

وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیا جائے، اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنا چاہتا ہے، چاہے کفار کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ لگے۔ وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، چاہے مشرکین کو یہ بات ناپسند لگے۔

یہی وجہ ہے کہ نبوت کی تعلیم وتربیت کے اثرات اور اسلام کی آدم سازی اور مردم گری کا اعجاز صرف اسی زمانہ تک ہی محدود نہیں تھا جو سادگی اور فقر وقناعت کا دور تھا اور جس میں تمدن، علم وفن اور سلطنت وسیاست نے وسعت وترقی اختیار نہیں کی تھی بلکہ اس دور (یعنی دور تبع تابعینؒ) میں بھی تبلیغ دین، رشد وہدایت، زہد وتقویٰ، اور عزیمت واستقامت کے وہ محیرالعقول نمونے سامنے آئے ہیں جن کی مثال دیگر ملل واقوام میں ملنی مشکل ہے۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری اور لازمی تھا کہ زبانِ نبوت نے اس تیسرے دور کے لیے بھی خیر وبرکت کی شہادت دی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے تقریباً ایک سو سال بعد تک کوئی زمانہ ایسا نہیں تھا جو آپ ﷺ کے صحابہؓ سے خالی رہا ہو ②۔ عہد بنوامیہ کے ابتدائی ساٹھ ستر برس میں صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد بقید حیات تھی جو مختلف ملکوں اور شہروں میں قیام پذیر تھی اور جنھوں نے احادیث کی نشر واشاعت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ③۔

مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں تقریباً ۳۹ صحابہ کرامؓ کے پاس احادیث کے تحریری مجموعے اور کتب تھیں ④۔ اس عہد کے تمام صحابہ کرامؓ کی سوانح عمری بیان کرنا تو ممکن نہیں تاہم ان میں سے چند مشاہیر صحابہؓ کے مختصر حالاتِ زندگی اسی فصل کی بحث اول میں بیان کیے جائیں گے۔

---

① الصف: ۶۱/۸، ۹

② کیونکہ آخری صحابی حضرت عامرؓ بن واثلہ تھے جنھوں نے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۸۲

③ مناظر احسن گیلانی، تاریخ تدوین حدیث، ص: ۶۷

④ دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱۰ مقالہ ہذا

اسی طرح عہد بنوامیہ میں تابعینؒ کی کثیر تعداد موجود تھی ۔جن کی صحیح تعداد کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ مختلف بلاد وامصار میں پھیل گئے تھے۔اور جو شخص بھی ان حضرات صحابہؓ میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا، وہ تابعیؒ ہے ①۔ان میں سے ۱۸۱ تابعینؒ کے پاس تحریری مجموعہ ہائے احادیث کی موجودگی کا ذکر مصادر سے ملتا ہے ②۔ان میں سے بھی صرف مشاہیر تابعینؒ کے مختصر حالات زندگی اس فصل کی بحث ثانی میں بیان کئے جائیں گے۔

اس عہد میں تابعینؒ کے علاوہ بے شمار تبع تابعینؒ مختلف امصار و مدن میں موجود تھے۔ان کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ علوم دینیہ کی تدوین و ترتیب ہے۔گو یہ کام عہد صحابہؓ سے لے کر تابعینؒ تک مسلسل جاری رہا۔لیکن عہد تبع تابعینؒ میں خصوصاً اس کام میں اتنی ترقی ہوئی کہ بعد کی صدیوں میں اس پر بہت کم اضافہ ہوسکا۔مزید برآں تبع تابعینؒ نے اپنے عہد کے تمام فتنوں کا قلع قمع کیا۔مختلف ممالک وشہروں میں ان کی کثیر تعداد تھی ③۔ان میں سے چیدہ چیدہ تبع تابعینؒ جنھوں نے علم حدیث میں شاندار خدمات انجام دی ہیں' ان کے مختصر حالات زندگی اس فصل کی بحث ثالث میں بیان کیے جائیں گے۔

جبکہ اس فصل کی آخری بحث رابع میں بنوامیہ کے ان خلفاء کی سوانح حیات' جنھوں نے حدیث نبوی کی نشر واشاعت میں اہم کردار ادا کیا' مختصراً بیان کی جائے گی ④۔

---

① دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶ مقالہ ہذا

② دیکھیے صفحہ نمبر ۲۴۷ مقالہ ہذا

③ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶ مقالہ ہذا

④ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۱۳ مقالہ ہذا

ا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ (م ۵۲ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام خالد بن زید بن کلیب اور کنیت ابوایوب ہے اور اسی سے مشہور ہیں۔قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت ابوایوب انصاریؓ نے عقبہ نامی گھاٹی میں جا کر آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی، اور واپس جا کر اپنے اہل وعیال، اعزہ واقرباء اور دوست واحباب کو ایمان لانے کی تلقین کی۔آپ کو حاملِ نبوت حضرت محمد ﷺ کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہے ②۔آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو یثرب ③ کے اولین داعی اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر کا بھائی قرار دیا ④۔

غزوات: حضرت ابوایوب انصاریؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہؓ کے طرح برابر شریک رہے۔آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا، حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں جو جنگیں ہوئیں، ان میں سے صفین اور جنگ نہروان ⑤ میں شریک تھے ⑥۔آپ ۵۲ھ میں یزید بن معاویہؓ کی سپہ سالاری میں غزوۂ روم میں بھی شریک ہوئے ⑦۔

علم وفضل: حضرت ابوایوب انصاریؓ کا فضل وکمال اور علم میں پختگی اس قدر مسلّم تھی کہ صحابہ کرامؓ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مسورؓ بن مخرمہ میں اختلاف ہوا، کہ محرم حالتِ جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ سر دھو سکتا ہے، مگر حضرت مسورؓ کا خیال تھا کہ سر دھونا جائز نہیں، چنانچہ انھوں نے عبداللہ بن حسین کو حضرت

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۳/۴۸۴ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۱۴۴ ◉ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص:۱۳

◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۲۱۱ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۸۹ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۲۴

◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۱۳۶ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، :۱/۱۶۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص:۲/۱۱۲

◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۲۷۴ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۳۱۲ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۳/۵۳

◉ الیعقوبی، التاریخ، ص:۲/۴۱ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص:۱/۱۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۳۱

◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص:۴/۳۶۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۲۶۹ ◉ ابن حبان، الثقات، ص:۳/۱۰۲

◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۲۶ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۱۰۹ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص:۲۷

◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۱/۳۶۱ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۴۳۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱/۱۵۳

◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۱/۸ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲/۱۷۷ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص:۳/۸۷

◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۲/۳۲۷ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص:۱/۳۶ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۴۰۲

◉ الذہبی، العبر، ص:۱/۵۶ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۱/۲۶۴ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۳/۲۵۱

◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۱۲۴ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۵۶ ◉ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۸۹

◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۲۱۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۹۰ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۱۰۰

◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۱۰۰

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۹۰ ② ابن حجر، الاصابہ، ص:۲/۹۰

③ یثرب مدینہ منورہ کا قدیم نام ہے، دیکھیے صفحہ نمبر ۸ ④ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۹۰ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۲/۱۱۷

⑤ نہروان: بغداد اور واسط کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے، جہاں حضرت علیؓ اور خوارج کے مابین مشہور جنگ ہوئی، الحموی، معجم البلدان، ص:۵/۳۲۴

⑥ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۹۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۹۰ ⑦ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۹۰

ابوایوبؓ کی خدمت میں بھیجا، حسنِ اتفاق سے وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے۔ عبداللہ نے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا، اور فرمایا دیکھو آنحضرت ﷺ اسی طرح غسل کیا کرتے تھے"(۱)۔

ابن اسحاق جو بنی ہاشم کے مولیٰ تھے ان میں اور بعض دوسرے لوگوں میں یہ بحث تھی کہ نبیذ کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں، اور لفظ قرع وجہ نزاع تھا، حضرت ابوایوبؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو انھوں نے آپ کے پاس ایک شخص کو مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لیے بھیجا، حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مزفت میں نبیذ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے، اس نے قرع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابوایوبؓ نے پھر یہی جواب دہرایا(۲)۔

عاصم بن سفیان ثقفی جنگ سلاسل(۳) میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے، مگر راستے میں انھیں خبر ملی کہ جنگ اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ اس سے آپ کافی رنجیدہ ہوئے اور سیدھے حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت ابوایوبؓ اور حضرت عقبہؓ بن عامر بھی موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابوایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور حضرت عقبہؓ سے نہیں پوچھا۔ حضرت ابوایوبؓ کو یہ گوارا نہ ہوا، اس لیے انھوں نے مسئلہ کا جواب دے کر حضرت عقبہؓ سے اس کی تصدیق کرائی کہ ان کو کسی قسم کی بدگمانی نہ پیدا ہو(۴)۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو حصول علم کی بے حد تڑپ تھی۔ صرف ایک حدیث کی خاطر آپ نے مصر کا سفر کیا(۵)۔

اخلاق و عادات: حضرت ابوایوب انصاریؓ میں حب رسول اللہ ﷺ، جوش ایمان اور حق گوئی کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ جو کام خلافِ سنت دیکھتے تھے بلا جھجک کہہ ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ مصر کے گورنر حضرت عقبہؓ بن عامر نے کسی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کردی۔ حضرت ابوایوبؓ نے کہا کہ عقبہ! یہ کون سا نماز کا وقت ہے؟ حضرت عقبہؓ نے جواب دیا کہ کسی کام کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ حضرت ابوایوبؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں، تمھارے اس فعل سے لوگ یہ خیال کریں گے کہ شاید رسول اللہ ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے مغرب کی نماز کو جلدی پڑھ لینے کی تاکید فرمائی ہے(۶)۔

عبدالرحمن بن خالدؓ نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کرا دیا۔ حضرت ابوایوبؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی، تو آپ نے فرمایا اس قسم کے وحشیانہ قتل کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے(۷)۔

حضرت ابوایوبؓ کی حریتِ ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا، کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھتے اس پر لوگوں کو متنبہ کرتے(۸)۔

مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد ۱۵۰ ہے(۹)۔ اور آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ بھی تھا(۱۰)۔

وفات: غزوۂ روم کے سفرِ جہاد کے موقع پر عام وبا پھیلی، جس سے مجاہدین کی بڑی تعداد اس کی نذر ہوگئی۔ حضرت ابوایوبؓ بھی اس وبا میں بیمار ہوئے اور وفات پاگئے۔ چنانچہ آپؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ کو قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کر دیا گیا(۱۱)۔

---

(۱) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب المحرم يغتسل، حدیث نمبر ۱۸۴۰، ص: ۲۷۰
(۲) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۱۴
(۳) جنگِ سلاسل حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ایرانیوں سے لڑی گئی تھی، اس جنگ میں حضرت خالدؓ بن ولید لشکر اسلامی کے سپہ سالار تھے۔ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲/ ۲۹۸
(۴) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۲۳
(۵) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۱۵۳
(۶) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۱۷
(۷) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۲۲
(۸) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۱۸
(۹) الخزرجی، خلاصہ تذھیب، ص: ۱۰۰
(۱۰) دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱۴
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/۴۸۵
◉ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۲/ ۱۱۸

۲۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (م ۵۲ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہ بن قیس بن سلیم اور کنیت ابو موسیٰ ہے۔ یمن کے رہنے والے تھے، آپؓ کا خاندان قبیلۂ اشعر سے تعلق رکھتا تھا، اس نسبت سے آپؓ اشعری مشہور ہوئے ①۔

ابتدائی حالات: آپؓ یمن سے سفر کر کے مکہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا ②۔

حضرت ابو موسیٰؓ اپنے خاندانِ اشعری کے رئیس تھے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد آپ نے اپنے خاندان کو اس کی دعوت دی جو بہت جلد کامیاب ہوئی۔ آپ یمن ہی میں تھے کہ اطلاع ملی آنحضرت ﷺ مکہ سے تشریف لے جا رہے ہیں، چنانچہ آپ اپنی قوم کے باون یا ترپن آدمیوں کی معیت میں بحری راستہ سے بارگاہِ رسالت کی طرف نکلے لیکن طوفان و بادِ مخالف نے اس کشتی کو حجاز کی بجائے حبشہ ③ پہنچا دیا جہاں جعفر بن ابی طالب اور اس کے اصحاب موجود تھے، چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی ④۔ آپ ﷺ نے آپ کو یمن کا عامل مقرر کیا تھا ⑤۔

حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں بصرہ اور پھر کوفہ کے والی مقرر ہوئے ⑥۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی ۲۹ھ تک آپ نے بصرہ میں عہدۂ امارت کے فرائض انجام دیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو چار سال تک والی برقرار رکھنے کی وصیت فرمائی تھی ⑦۔

۳۴ھ کو اہل کوفہ کی درخواست پر آپ دوبارہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے ⑧۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۴۴، ۶/۱۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۳۲۶ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۱۱
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۶۸ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۲۲
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۷۲ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، : ۱/۱۸۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۱/۱۱
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۹ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۲۶۷ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۲۰۱
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص ۵/۱۳۸ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۹۵
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۷۰۵ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۲۲۱ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۳۷
◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۲۵۶ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۹۷ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۱۲
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص ۱/۲۲۵ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۶/۴۰۵ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲/۲۵۵
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۳ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۵۲ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۵۸۶
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۷/۴۰۷ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۲۰ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۴۳
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۶۱ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۴۴۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۴۴۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۶۲ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۱۰ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۹۲

① ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۳/۳۷۶ ② ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۳/۳۷۶
③ حبشہ: ایک معروف علاقہ کا نام تھا، جس کا بادشاہ نجاشی تھا۔ اس علاقہ کا نام حبشہ بن حام کی وجہ سے رکھا گیا تھا، السمعانی، الانساب، ص: ۴/۴۷
④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين، حدیث نمبر ۳۱۳۶، ص: ۵۲۰
⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استتابة المرتدين؛ باب حكم المرتد، حدیث نمبر ۶۹۲۳، ص: ۱۱۹۳
⑥ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۳/۳۷۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۶۲ ⑧ الطبری، التاریخ، ص: ۲۸۲۸

غزوات: حضرت ابوموسیٰ الأ شعریؓ فتح مکہ، غزوہ حنین (۱)، غزوہ اوطاس (۲) اور غزوہ تبوک میں شریک تھے (۳)۔ آپؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے (۴)۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں آپؓ نے بہت سی جنگوں میں حصہ لیا (۵)۔ جنگِ صفین میں آپؓ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی طرف سے حَکَم مقرر ہوئے (۶)۔

علم وفضل: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے آنحضرت ﷺ کے آبِ حیات کو پینے اور سینے اور چہرے پر ملنے کی سعادت حاصل کی (۷)۔ نیز آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا بھی فرمائی (۸)۔ عہدِ رسالتؐ میں آپ کا شمار ان چار صحابہ کرامؓ (۹) سے ہوتا تھا جنھیں فتویٰ دینے کی اجازت تھی۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے: ''ابوموسیٰؓ سرتاپا علم کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں'' (۱۰)۔ اہل علم سے آپ کی علمی گفتگو رہتی تھی۔ تیمم کے مسئلہ میں آپ کی حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے ساتھ بحث وتکرار ہوئی (۱۱)۔

آپؓ قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''ان کو لحنِ داوٗدی سے حصہ ملا ہے'' (۱۲)۔ آپ کی اسی غیر معمولی قرأت کی بدولت آنحضرت ﷺ نے انھیں حضرت معاذؓ بن جبل کے ساتھ نومسلم کی تعلیم قرآن کے لیے یمن بھیجا تھا (۱۳)۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ ابوموسیٰؓ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو وہیں کھڑے ہوگئے اور سن کر آگے بڑھے (۱۴)۔ ازواج مطہراتؓ اپنے حجرات میں پردوں کے پاس آکر کھڑی ہوکر آپ کی تلاوت سنا کرتی تھیں (۱۵)۔ حضرت عمرؓ کبھی کبھار آپ سے تلاوت کرنے کی فرمائش کرتے (۱۶)۔

---

(۱) ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۳۷۶ (۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ أوطاس، حدیث نمبر ۴۳۲۳، ص: ۷۳۱

(۳) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، حدیث نمبر ۴۴۱۵، ص: ۷۴۸

(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب من أهل في زمن النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۵۵۹، ص: ۲۵۲

(۵) مثلاً نصیبین، اہواز، سوس، شوستر، جندی، سابور، نہاوند وغیرہ، دیکھیے الطبری، التاریخ، ص: ۲۵۰۶

(۶) الطبری، التاریخ، ص: ۳۳۳۰ ◉ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۱۲۴

(۷) المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی موسیٰ، حدیث نمبر ۶۴۰۵، ص: ۱۰۹۹

(۸) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ أوطاس، حدیث نمبر ۴۳۲۳، ص: ۷۳۱

(۹) وہ چار صحابہؓ یہ ہیں: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ الأ شعریؓ۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۴

(۱۰) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۴

(۱۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التیمم، باب التیمم ضربۃ، حدیث ۳۴۷، ص: ۶۱

(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/۳۴۴ (۱۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۳۹۷

(۱۴) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ص: ۳/۴۶۶ (۱۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/۳۴۵

(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۶۳

آپؓ کا طریقۂ تعلیم بہت عمدہ تھا۔ غلطی کی صورت میں نہایت نرمی سے سمجھاتے تھے ①۔

فضل وکمال کے باوجود آپؓ اپنی غلطی اور دوسروں کے کمال اعتراف میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے ②۔

ہر وقت حدیث رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو مسئلہ استئذان کے بارے میں حدیث سنائی ③۔

مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ ان میں پچاس متفق علیہ، چار صحیح بخاری اور پچیس صحیح مسلم میں ہیں ④۔ آپؓ کے پاس ایک مجموعۂ حدیث تھا ⑤۔

اساتذہ وتلامذہ: آپؓ نے اکثر روایات رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنیں، اور آپ ﷺ کے بعد کبار صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کیں۔ آپؓ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ⑥۔

وفات: حضرت ابوموسیٰؓ باختلاف روایت ۴۲ھ، ۴۴ھ، ۵۲ھ میں بیمار ہوئے اور ذوالحجہ میں بمقام مکہ مکرمہ وفات پائی۔ ۴۴ھ والی روایت راجح ہے ⑦۔

---

① المسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب التشہد فی الصلاۃ، حدیث نمبر ۹۰۴، ۱:۱۷۱

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ، حدیث نمبر ۶۷۳۶، ص:۱۱۶۳۔

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والإستئذان ثلاثا، حدیث نمبر ۶۲۴۵، ص:۱۰۸۷۔

④ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۲۱۰

⑤ دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱۰

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۶۳

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۴

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ (م ۵۷ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عائشہؓ بنت ابوبکر، کنیت اُم عبداللہ اور لقب صدیقہ ہے①۔

ابتدائی حالات: حضرت عائشہؓ بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔آپ کے والدمحترم حضرت ابوبکرؓ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے تھے②،اس لیے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:''جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا،ان کو مسلمان پایا''③۔

ہجرت سے دو سال قبل حضرت عائشہؓ کا آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوا،اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی،مدینہ میں غزوۂ بدر سے واپسی پر ۲ھ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی④۔

غزوات: غزوۂ احد میں آپؓ شریک تھیں،حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:''میں نے عائشہؓ اور اُم سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں''⑤۔غزوۂ مصطلق میں حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں⑥۔

حضرت عمرؓ آپؓ کی بہت عزت اور توقیر کرتے تھے،حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:''ابنؓ خطاب نے آنحضرت ﷺ کے بعد مجھ پر بڑے

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

◉ ابن سعد،الطبقات الکبریٰ،ص:۲/۴/۳۷ ◉ ابن معین،التاریخ،ص:۲/۷۳ ◉ ابن خیاط،التاریخ،ص:۲۲۵
◉ ابن خیاط،الطبقات،ص:۱۸۹۸ ◉ ابن حبیب،المحبر،ص:۸۰ ◉ ابوزرعہ،التاریخ،:۲/۹۸
◉ ابن قتیبہ،،عیون الأخبار،ص:۴/۲۰۴ ◉ ابن قتیبہ،المعارف،ص:۱۳۴ ◉ الفسوی،المعرفۃ والتاریخ،ص:۳/۲۶۸
◉ البلاذری،انساب الاشراف،ص:۱/۴۵۶ ◉ الیعقوبی،التاریخ،ص:۲/۵۳ ◉ ابن عبدربہ،العقد الفرید،ص:۷/۱۲۱
◉ المسعودی،مروج الذہب،ص:۳/۱۱۰ ◉ ابن عدی،الکامل،ص:۱۳/۱۹۳ ◉ ابونعیم،حلیۃ الاولیاء،ص:۲/۴۳
◉ ابن حزم،جمہرۃ انساب العرب،ص:۷،۴۷،۱۱۸ ◉ القیسرانی،الجمع بین رجال الصحیحین،ص:۲/۶۰۹
◉ ابن الجوزی،صفۃ الصفوۃ،ص:۲/۶ ◉ النووی،تہذیب الاسماء،ص:۲/۳۵۰ ◉ ابن خلکان،وفیات الأعیان،ص:۳/۱۶
◉ المزی،تحفۃ الأشراف،ص:۱۱/۳۲۸ ◉ المزی،تہذیب الکمال،ص:۳/۱۶۸۹ ◉ الذہبی،تاریخ الاسلام،ص:۲/۲۹۴
◉ الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،۱/۲۷ ◉ الذہبی،سیر أعلام النبلاء،ص۲/۱۳۵ ◉ الذہبی،الکاشف،ص:۳/۴۳۰
◉ الیافعی،مرآۃ الجنان،ص:۱/۱۲۹ ◉ الصفدی،الوافی بالوفیات،ص:۱۶/۵۹۶ ◉ ابن کثیر،البدایۃ والنہایۃ،ص:۸/۸۸
◉ ابن قنفذ،الوفیات،ص:۳۶ ◉ ابن حجر،الاصابہ،ص:۸/۱۳۹ ◉ ابن حجر،تقریب التہذیب،ص:۲/۶۰۶
◉ ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۱۲/۴۳۳ ◉ الخزرجی،خلاصہ تذہیب،ص:۴۹۳ ◉ ابن العماد،شذرات الذہب،ص:۱/۱۱۱
◉ الکحالہ،أعلام النساء،ص:۳/۹

① الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،ص:۱/۲۷ ② ابن سعد،الطبقات الکبریٰ،ص:۳/۱۷۱
③ ابن سعد،الطبقات الکبریٰ،ص:۳/۱۷۲ ④ النووی،تہذیب الاسماء،ص:۲/۳۵۱ ◉ القسطلانی،المواہب اللدنیۃ،ص:۱/۳۲۰
◉ البخاری،الجامع الصحیح،کتاب مناقب الأنصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشة وقدومها،حدیث نمبر۳۸۹۴،ص:۶۵۵
⑤ البخاری،الجامع الصحیح،کتاب المغازی،باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا﴾حدیث نمبر۴۰۶۴
⑥ البخاری،الجامع الصحیح،کتاب التفسیر،باب﴿لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنت بأنفسهم خيرا﴾ حدیث نمبر۴۷۵۰،ص:۸۲۹

بڑے احسان کیے"①۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا②۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جنگِ جمل ہوئی③۔ حضرت عائشہؓ کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا۔ وفات کے وقت حضرت عائشہؓ نے وصیت کی تھی کہ مجھے روضۂ نبوی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ دفن نہیں کرنا، بلکہ بقیع میں ازواج مطہراتؓ کے ساتھ دفن کرنا، کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کے بعد ایک جرم کیا ہے④۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ جب یہ آیت کریمہ پڑھتیں:

﴿وقرن في بيوتكن﴾ ⑤ (اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو)۔

تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا⑥۔

علم وفضل: حضرت عائشہؓ کی علمی حیثیت مسلّم تھی، کبار صحابہؓ مشکل اور پیچیدہ مسائل آپ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ فرماتے ہیں:

"ما أشكل علينا أصحاب رسول الله ﷺ حديث قط فسألنا عائشة إلا وجدنا عندها منه علماً" ⑦

ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ہوں۔

امام زُہری فرماتے ہیں:

"كانت عائشةؓ أعلم الناس يسئلها الأكابر من أصحاب رسول الله ﷺ" ⑧

حضرت عائشہؓ تمام لوگوں سے زیادہ عالمہ تھیں اکابر صحابہ کرامؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے:

"ما رأيت أحداً أعلم بالقرآن ولا بفريضة ولا بحلال ولا بفقه ولا بشعر ولا بطب ولا بحديث العرب ولا نسب من عائشة" ⑨

مَیں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

مرویات: حضرت عائشہؓ مکثرین صحابہؓ میں سے ہیں۔ آپ سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہیں، جن میں ۱۷۴ احادیث متفق علیہ ہیں، جبکہ صحیح بخاری میں ۵۴ اور صحیح مسلم میں ۶۸ احادیث ہیں⑩۔

وفات: آپ نے رمضان ۵۸ھ کو وفات پائی، اور بقیع الغرقد میں مدفون ہوئیں⑪۔

---

① الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۸/۴
② الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۸/۴
③ الطبری، التاریخ، ص:۳۱۸۶
④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۶/۴
⑤ الأحزاب:۳۳/۳۳ ⑥ السیوطی، الدر المنثور، ص:۶/۶۰۰
⑦ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب من فضل عائشةؓ حدیث نمبر۳۸۸۳، ص:۸۷۶ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۴۳۵
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۴۳۵ ◎ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۶/۴
⑩ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۴۹۳ ◎ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۲/۳۵۱ ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:[illegible]

۴۔ حضرت ابو ھریرۃؓ (م ۵۸ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عبدالرحمن بن صخر الدوسی الیمانی ہے①۔ عہدِ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس تھا، اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا، آپ نام سے زیادہ اپنی کنیت (ابو ہریرۃ) سے مشہور ہیں۔ آپ سے کنیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"کنت أرعى غنم أهلي فكانت لي هرّة صغيرة فكنت أضعها بالليل في الشجرة فإذا كان النهار ذهبت بها معي فلعبت بها فكنوني بأبي هريرة"②

میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بلی تھی جسے میں رات کو درخت پر رکھتا اور دن کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ میں اس بلی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اس وجہ سے (میرے والدنے) میری کنیت ابو ہریرہ رکھی ہے۔

امام حاکم نے بھی اسی مفہوم میں ایک روایت نقل کی ہے③۔

اسی مناسبت سے رسول اللہ ﷺ آپ کو ابو ہر اور لوگ ابو ہریرۃ کی کنیت سے پکارتے تھے آپ فرماتے ہیں:

"لا تكنوني أبا هريرة فإن النبي ﷺ كناني أبا هر والذكر خير من الأنثى"④

مجھے ابو ہریرۃ کنیت سے مت پکارو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے میری کنیت ابو ہر رکھی ہے اور مذکر، مونث سے بہتر ہے۔

ابتدائی حالات: آپ نے یمن میں طفیل بن عمرو کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ۷ھ کو مدینہ سے یمن کی طرف ہجرت کی۔ فتح خیبر کے آخری

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳۶۲ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۷۲۸ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۲۲۷
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۱۱۴ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص:۸۱، ۸۵ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص:۵۱۳
◉ ابوزرعہ، التاریخ، :۲/۱۰۲۴ ◉ المسلم، الکنی والاسماء، ص:۲/۸۸۹ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص:۴/۱۸۸
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۲۷۷ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۴۸۶ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۱/۱۳۶
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص:۲/۱۵۳ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص:۱/۶۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۱۰/۴۴۲
◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص:۷/۹۵ ◉ الازدی، فتوح الشام، ص:۱۶ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۱۲۱۳
◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۳/۱۲ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۳/۱۲۲۷
◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۳۸۱ ◉ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۱/۶۸۵ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲/۲۷۰
◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص:۹/۲۹۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۲۲/۹۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۲/۳۳۳
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۹۹ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۷۱ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص:۷/۱۹۹

① حضرت ابوھریرۃؓ اور آپ کے والد کے نام میں اختلاف ہے، اس بارے میں مختلف اقوال دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں:
ابن سعد، الطبقات الکبری ص:۲/۳۶۲ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص:۷/۱۹۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۶۲

② الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب أبي هريرة، حدیث نمبر ۳۸۴، ص:۸۶۸

③ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابه، ذکر ابی هريرةؓ، ص:۳/۵۰۶

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۶۳ ◉ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۵۸۷

ایام میں آپ مدینہ پہنچے اور سباع بن عرفطہ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر نائب مقرر کیا تھا ان کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی (۱)۔

آپؓ اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے اور مرتے دم تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ آپؓ ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں جاتے۔ دوسرے صحابہ کرامؓ آپ سے احادیث کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے (۲)۔

غزوات: حضرت ابو ہریرہؓ متعدد غزوات میں شریک ہوئے ہیں، آپؓ کا بیان ہے: ''میں جن جن جنگوں میں شریک رہا غزوۂ خیبر کے علاوہ ان سب میں مجھے مالِ غنیمت ملا کیونکہ اس (غزوۂ خیبر) کا مال حدیبیہ والوں کے لیے مخصوص تھا'' (۳)

آپؓ عہدِ صدیقی میں حدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے اور کوئی دوسری ذمہ داری قبول نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنے عہد میں بحرین (۴) کا عامل مقرر کیا (۵)۔ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ ہونے پر آپؓ لوگوں کو ان کی اعانت اور مدد پر آمادہ کرتے تھے (۶)۔

علم و فضل: آپؓ بڑے زاہد و عابد، قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپؓ ان کے ساتھ ہوتے اس طرح آپؓ نے علم کثیر حاصل کیا۔ آپؓ اہلِ صفہ کے سربراہ تھے، فقر و فاقہ کے باعث پیٹ ساتھ لگ گیا تھا، مگر کبھی اُف تک نہ کی (۷)۔

آپ چار سال تک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ ﷺ سے بہت سے ارشادات سن کر حفظ کر لیے، علاوہ ازیں آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابیؓ بن کعب سے بھی علم حاصل کیا اور آپ سے ابو مسلم، سعید بن المسیب، بشیر بن نھیک، حفص بن عاصم، حمید بن عبدالرحمٰن، ابن شہاب الزہری اور دوسرے بے شمار لوگوں نے احادیث روایت کی ہے (۸)۔

حافظ ابنِ حجر نے امام بخاریؒ کا قول نقل کیا ہے:

''ابو ہریرہؓ سے آٹھ سو یا اس سے بھی زائد صحابہؓ و تابعین اور دوسرے اہلِ علم نے احادیث روایت کی ہیں'' (۹)۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے مقام و مرتبہ کے پیشِ نظر انھیں حضرت العلاء الحضرمیؓ کے ساتھ بحرین کی طرف بھیجا جہاں آپ نے مؤذن اور امامت کے فرائض انجام دیئے (۱۰)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو احادیث کی حرص اور انھیں یاد کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

((یا رسول اللہ ﷺ من أسعد الناس بشفاعتك یوم القیامة قال رسول

---

(۱) الذہبی، سیر أعلام النبلاء ص: ۲/۵۸۹ (۲) ابن الأثیر، أسد الغابة ص: ۶/۳۳۸

(۳) ابن الأثیر، أسد الغابة ص: ۶/۳۳۹

(۴) بحرین: بصرہ اور عمان کے مابین مشہور علاقہ ہے، عہدِ رسالت میں فتح ہوا۔ ۸ھ کو آنحضرت ﷺ نے علاء بن حضرمی کو اس کا امیر مقرر کیا۔ الوزیر، معجم ما استعجم ص: ۱/۲۱۱

(۵) ابن حجر، الاصابہ ص: ۷/۲۰۶ (۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۱/۱۶۲

(۷) ابن کثیر، البدایة والنہایة ص: ۸/۱۰۸ ◉ ابو نعیم، حلیة الأولیاء ص: ۱/۳۸۰

(۸) الذہبی، تذکرة الحفاظ ص: ۱/۳۲

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۲/۲۶۵ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ ص: ۱/۳۳

(۱۰) ابن کثیر، البدایة والنہایة ص: ۸/۱۱۴

اللهﷺ لقد ظننت يا ابا هريرة ألا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث......))①

اے اللہ کے رسول ﷺ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کا کون خوش بخت شخص زیادہ حق دار ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہؓ! میرا گمان یہی تھا کہ اس حدیث کے بارے میں تجھ سے پہلے کوئی سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں نے حدیث پر تمہارے حرص کو دیکھ لیا ہے۔''

آپؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

((ألا تسألني من هذه الغنائم التي يسألني أصحابك قلت أسألك أن تعلمني مما علمك الله فنزع نمرة كانت على ظهري فبسطها بيني و بينه حتى كأني أنظر إلىٰ القمل يدب عليها فحدثني حتى استوعبت حديثه قال اجمعها فصرها إليك فأصبحت لا أسقط حرفا مما حدثني))②

ابو ہریرہؓ! تم ان اموال غنیمت کے لیے مجھ سے سوال نہیں کرتے جس کے بارے میں تمہارے اصحاب مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میری آپ ﷺ سے درخواست یہ ہے کہ آپ ﷺ مجھے اس علم کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے تو آپ ﷺ نے میری پیٹھ پر سے چادر اتار کر میرے اور اپنے درمیان زمین پر بچھا دی اور میں اس پر ایک کیڑا سا رینگتا ہوا دیکھنے لگا، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے ایک بات ارشاد فرمائی، جب میں پوری طرح سن چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اس چادر کو اکٹھا کر کے اپنے اوپر اوڑھ لو، چنانچہ اس کے بعد مجھے آپ کی حدیث کا ایک حرف بھی نہیں بھولا۔

غرضیکہ آپؓ عہد نبوی میں احادیث کی تلاش میں بے تاب رہتے۔ خود کو گویا احادیث کے یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

((إنكم لتقولون أكثر ابو هريرة عن النبيﷺ والله الموعد و تقولون ما للمهاجرين لا يحدثون عن رسول اللهﷺ هذه الأحاديث و أن اصحابي من المهاجرين كانت تشغلهم أرضهم والقيام عليها وإني كنت امرأ مسكينا ألزم رسول الله ﷺ على ملْ بطني))③

تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے زیادہ احادیث بیان کرتا ہے اور اللہ سے ملنا ہے اور کہتے ہو کہ مہاجرین کو کیا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ لوگ تو احادیث نہیں بیان کرتے' حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ایک مسکین آدمی تھا' رسول اکرم ﷺ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا۔

---

① ابن حنبل، المسند ص: ۲/۳۷۳ ◎ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۶۳

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ۱/۳۴ ◎ الذہبی، سیر أعلام النبلاء ص: ۲/۵۹۴ ◎ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۱/۳۸۱

③ ابن حنبل، المسند ص: ۲/۳۷۴

ایک دوسری روایت میں ہے:

((و کنت أکثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا و أحفظ إذا نسوا)) ①

اور میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اکثر ہوتا تھا، میں حاضر ہوتا جب وہ غائب ہوتے اور میں یاد کرتا جب وہ بھول جاتے تھے۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے:

((لو لا آیتان فی کتاب الله ماحدثتکم)) ② (اگر قرآن کی دو آیات نہ ہوتیں تو میں تمہیں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا)۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إن الذین یکتمون ما أنزلنا من البینت و الهدی من بعد مابیناه للناس فی الکتاب أولئك یلعنهم الله و یلعنهم اللعنون﴾ ③ (بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ آیات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں)

یہ شہادت نہ صرف حضرت ابو ہریرۃؓ کی طرف سے ہے بلکہ ان کے دور کے لوگوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ آپؓ احادیثِ نبوی کے امین اور محافظ ہیں، چنانچہ اشعث بن سلیم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

"سمعت أبا أیوب الأنصاریؓ یحدث عن أبی هریرةؓ فقیل له أنت صاحب رسول الله ﷺ و تحدث عن أبی هریرةؓ فقال إن أباهریرةؓ قد سمع مالم نسمع و إنی أن أحدث عنه أحب إلی من أن أحدث عن رسول الله ﷺ یعنی مالم أسمعه منه" ④

میں نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حضرت ابو ہریرۃؓ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جواب دیا کہ ابو ہریرۃؓ نے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ان سے روایت کروں بہ نسبت اس کے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کروں یعنی جو میں نے آپ ﷺ سے نہیں سنا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا، تو حضرت زیدؓ نے فرمایا:

"و علیك أبا هریرة فإنی بینما أنا و ابو هریرة وفلان فی المسجد ذات یوم ندعوا الله تعالیٰ و نذکره إذ خرج علینا النبی ﷺ حتی جلس إلینا فسکتنا فقال عودوا إلی الذی کنتم فیه قال زید فدعوت أنا و صاحبی قبل ابی هریرة و جعل رسول الله ﷺ یؤمن علی دعائنا...... ⑤

---

① ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۳۷۴ ◎ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۲/۳۷۸ ◎ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۲۲۳

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۸، ص: ۲۵

③ البقرۃ: ۲/۱۵۹

④ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۰۴ ◎ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/۶۰۶

⑤ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/۶۰۰ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۲۶۶ ◎ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۲۲۶

تمھیں ابو ہریرہؓ سے بھی پوچھنا چاہیے کیونکہ ایک دن میں، ابو ہریرہؓ اور فلاں شخص مسجد (نبوی) میں بیٹھے اللہ سے دعا کر رہے تھے اور ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم خاموش ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کام میں تم مشغول تھے اس کو جاری رکھو، زیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اور اس شخص نے ابو ہریرہؓ سے پہلے دعائیں کیں اور حضور ﷺ ہماری دعاؤں پر آمین فرما رہے تھے۔

معاویہ بن ابی عیاش الانصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں عبداللہؓ بن زبیرؓ کے پاس بیٹھا تھا تو محمد بن ایاس پاس آئے اور ایک شخص کے بارے میں پوچھنے لگے کہ اس نے دخول سے قبل اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ تو حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا اور یہ دونوں حضرات حضرت عائشہؓ کے پاس تھے، چنانچہ محمد بن ایاس نے ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کے پاس آ کر مسئلہ دریافت کیا۔ ابن عباس، ابو ہریرہؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے: ابو ہریرہؓ انھیں فتویٰ دیجئے، آپ کے پاس مشکل مسئلہ آیا ہے.....'' ①

ایک دوسرے تابعی محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزمؒ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک مجلس کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"انه قعد في مجلس فيه أبو هريرةؓ و فيه مشيخة من أصحاب رسول الله ﷺ بضعة عشر رجلاً فجعل أبو هريرةؓ يحدثهم عن النبي ﷺ بالحديث فلا يعرفه بعضهم ثم يتراجعون فيه فيعرفه بعضهم ثم يحدثهم بالحديث فلا يعرفه بعضهم ثم يعرفه حتى فعل ذلك مراراً قال فعرفت يومئذ أنه أحفظ الناس عن رسول الله ﷺ". ②

وہ ایک مجلس میں بیٹھے جس میں ابو ہریرہؓ بھی تھے اور اس میں حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے دس سے کچھ زیادہ لوگ بھی تھے۔ ابو ہریرہؓ انھیں حضور ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگے۔ ان میں سے کچھ لوگ انھیں نہیں جانتے تھے۔ پھر وہ دہراتے اور معلوم کر لیتے، پھر وہ حدیث بیان کرتے اور کچھ لوگ نہ پہچانتے پھر وہ سمجھاتے حتیٰ کہ انھوں نے کئی مرتبہ ایسا کیا۔ اس دن میں نے جان لیا کہ ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کی احادیث میں سب سے زیادہ حافظ ہیں۔

غرضیکہ حضرت ابو ہریرہؓ بالاتفاق صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ آپؓ کے پاس احادیث تحریری صورت میں لکھی ہوئی تھیں ③۔

مرویات: آپ کی مجموعی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے، ان میں سے ۳۲۵ متفق علیہ ہیں، جبکہ ۷۹ صحیح بخاری اور ۹۳ صحیح مسلم میں ہیں ④۔

تلامذۃ: احادیث کے عظیم الشان ذخیرہ کی وجہ سے آپ کے تلامذہ اور رواۃ کی تعداد بہت زیادہ تھی ⑤۔

وفات: آپ ۵۸ھ میں مدینہ میں بیمار ہوئے اور اٹھتر برس کی عمر میں وفات پائی ⑥۔

---

① الذہبی، سیر أعلام النبلاء ص: ۶۰۰/۲
② الذہبی، سیر أعلام النبلاء ص: ۶۱۷/۲ ③ ابن حجر، فتح الباری ص: ۲۲۵/۱
③ دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱۸ ④ الخزرجی، خلاصہ تذہیب ص: ۴۶۳
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۲۶۳/۱۲ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ۳۴/۱

۶۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص (م ۶۵ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہ والد کا نام عمروؓ بن العاص اور کنیت ابومحمد، ابوعبدالرحمٰنؒ ہے۔شجرۂ نسب عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید القرشی ہے①۔

ابتدائی حالات: حضرت عبداللہؓ اپنے والد حضرت عمروؓ بن العاص سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے②۔آپ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔آپ اپنے والد سے صرف گیارہ برس چھوٹے تھے③۔

غزوات: آپ عہدِ نبوت کے بعض غزوات میں شریک ہوئے۔ جہاد وفوج کشی کے موقع پر عموماً سواری اور بار برداری کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی④۔

یرموک کی عظیم الشان جنگ میں آپ نہایت جانبازی کے ساتھ سرگرم رہے،حضرت عمروؓ بن العاص نے اس جنگ میں اپنا علمِ قیادت اُن کے ہاتھ میں دے دیا تھا⑤۔آپ اپنے والد کو فتنہ (جنگ صفین) میں دخل دینے پر ملامت کرتے تھے،لیکن نافرمانی کے ڈر سے ان کی حکم عدولی کو گناہ سمجھتے تھے،آپ اپنے والد کے کہنے پر صفین میں حاضر ہوئے مگر تلوار کو میان سے باہر نہیں نکالا۔اس خانہ جنگی میں

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳/۳۷۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۳۲۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۱۵۹
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۲۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص:۲۹۳ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۵/۵
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص:۲۷۰ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص:۲/۵،۳/۲۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۲۸۶
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۱۵۱ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۱/۱۶۸ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۱۰/۷۶
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۵/۱۶ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص:۲/۲۱۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۱۶۷۷
◉ ابن حبان، الثقات، ص:۳/۲۱۰ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۵۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۷۸
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۱/۲۸۳،۲۹۲ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۱۶۳ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص:۵۰
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۱/۳۹۹ ◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص:۲۰۵ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۱/۲۷۰
◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۲۸۱ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص:۶/۲۷۸ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۷۱۶
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۳۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳۰۹ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص۱/۵۰
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۳/۷۹ ◉ الذہبی، العبر، ص:۱/۷۲ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۲/۱۰۱
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۷/۳۸۰ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۱۴۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۲۶۳
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۷۵ ◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص:۵/۲۲۳ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص:۱/۴۳۹
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۴۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۲۷ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص:۱/۱۷۱
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۱۷۶ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص:۳/۲۶۵ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۷۳

① ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۳۵۶
② ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۳۵۶
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۴۲
④ شاہ معین الدین، سیر الصحابہ، ص:۲/۲۶۰
⑤ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۳۵۶

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کا دامن قتل وخون ریزی سے بالکل پاک رہا لیکن پھر بھی وہ اس شرکت پر سخت نادم و پشیمان ہوئے، آپ نہایت افسوس سے کہا کرتے تھے: ''میں اور صفین میں مسلمانوں کی خون ریزی' کاش! میں اس سے بیس سال قبل دنیا سے چلا گیا ہوتا'' (۱)۔

علم و فضل: حضرت عبداللہؓ عہدِ رسالت سے ہی نماز وروزہ کے بے حد دلدادہ تھے، قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرتے تھے اور طلبِ علم میں بڑے مستعد تھے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ علم لکھ کر محفوظ کر لیا تھا (۲)، اور اسے ایک مجموعہ' جس کا نام انھوں نے "صادقہ" رکھا تھا' میں جمع کیا تھا (۳)، آپ کو اہل کتاب کا ایک وسیع کتب خانہ ہاتھ لگا جس کا انھوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا اور نادر معلومات فراہم کیں (۴)۔

مرویات کی تعداد: آپ کی مرویات کی تعداد سات سو (۷۰۰) ہے۔ ان میں سے سات (۷) متفق علیہ ہیں؛ آٹھ (۸) صحیح بخاری اور بیس (۲۰) صحیح مسلم میں ہیں (۵)۔

حلقۂ درس: حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کا حلقۂ تدریس نہایت وسیع تھا۔ دور دراز ممالک سے سفر کر کے شائقینِ علم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کسبِ فیض حاصل کرتے۔ ایک نخعی شیخ کا بیان ہے کہ ''ایک مرتبہ میں ایلیاء کی مسجد میں با جماعت نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک شخص میرے ساتھ آ کر کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے ان کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص ہیں'' (۶)۔

آپ کے حلقۂ درس میں نسبتاً اہل بصرہ کا زیادہ ہجوم رہتا تھا اس لیے انھوں نے آپ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا (۷)۔

وراثت: آپ کو اپنے والد حضرت عمروؓ بن العاص سے وراثت میں بہت بڑی دولت اور بہت سے خدم وحشم ملے تھے، طائف میں وہط (۸) نامی ایک جاگیر تھی جس کا تخمینہ دس لاکھ درہم تھا (۹)۔

وفات: ۶۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت شہر فسطاط کا محاصرہ جاری تھا اور مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی افواج کے مابین جنگ کی وجہ سے آپ کا جنازہ قبرستان نہ جا سکا اور انھیں اُن کے گھر میں ہی سپرد خاک کیا گیا (۱۰)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۲ ◉ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۳۵۷

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۲

(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۲

(۴) تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۲۵

(۵) الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۰۸

(۶) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۱۹۴

(۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۲

(۸) وہط: مکہ کے جنوب مشرق میں ایک سرسبز وشاداب شہر ہے۔ الوزیر، معجم مااستعجم من اسماء البلاد، ص: ۲/۱۵۵

(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۲

(۱۰) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۲

۵۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (م ۶۸ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہؓ بن عباسؓ اور کنیت ابوالعباس ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے: عبداللہؓ بن عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی۔ آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بیٹے اور اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ کے خواہرزادہ تھے ①۔

ولادت: حضرت عبداللہؓ ہجرت سے تین سال قبل شعبِ ابی طالب ② میں پیدا ہوئے۔ حضرت عباسؓ ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے تو آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعاب مبارک ڈال کر ان کے لیے دعا فرمائی ③۔

ابتدائی حالات: ابن سعد کی روایت ہے کہ اُم المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتوں میں ان کی والدہ حضرت اُم الفضل لبابہ الکبریٰؓ کا ایمان سب پر مقدم ہے ④۔ اس بنا پر حضرت عبداللہؓ نے یومِ ولادت ہی سے توحید کی آغوش میں پرورش پائی اور آپ اپنی ماں کے ساتھ کمزور اور ضعفاء مسلمانوں میں تھے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مکہ میں رہ گئے تھے۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:
ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳۶۵ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۳۱۵ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۵۵۹
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۳،۱۲۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص:۶۵۷ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۶۹
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۵/۳ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص:۲۶۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص:۴/۲۰۶
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۲۱ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۳/۲۴۱ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۱/۵۷
◉ الطبری، التاریخ، ص:۱۰/۳۰۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۵/۱۱۶ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۳۴
◉ ابن حبان، الثقات، ص:۳/۲۰۷ ◉ ابن حبان، المشاہیر، ص:۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱۳/۲۰۴
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۱/۳۱۴ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۱۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱/۱۷۳
◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص:۴۸ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ۱۵/۲۳۹
◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص:۲/۶۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۶۹۸ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۳۰
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۴۰ ◉ الذہبی، دول الإسلام، ص:۱/۵۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص۳/۳۳۱
◉ الذہبی، العبر، ص:۱/۷۶ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۲/۹۰ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۷/۲۳۱
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۱۳۳ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۲۹۵ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۶۷
◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص:۵/۱۹۰ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص:۱/۴۲۵ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۴۲۵
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۷۶ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص:۱/۸۲ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص۱۰
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۲/۱۷۲ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۵۷

① کیونکہ آپ کی والدہ حضرت اُم الفضل البابہ حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔
البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قول إن فی خلق السمٰوت والأرض حدیث نمبر ۴۵۶۹، ص:۷۷۹ ◉ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۷/۲۷۴

② یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مشرکین نے تمام خاندانِ بنی ہاشم کو محصور کر دیا تھا۔

③ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۲۹۶

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۸/۲۷۷

امام بخاری "ترجمة الباب" میں ذکر کرتے ہیں:

"كان ابن عباسؓ مع أمه المستضعفين و لم يكن مع أبيه على دين قومه......" ①

ابن عباسؓ اپنی والدہ کے ساتھ ضعفائے اسلام میں تھے۔ وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہیں تھے۔

آپ کے والد حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ۸ھ میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے ②۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے لیے دعا فرمائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

((أللهم فقهه في الدين③ وعلمه التاويل)) ④ (اے اللہ ان کو دین میں سمجھ اور (قرآن کی) تفسیر کا علم عطا فرما)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی:

((أللهم علمه الحكمة)) ⑤ (اے اللہ انھیں حکمت کا علم دے)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((أللهم علمه الكتاب)) ⑥ (اے اللہ! انھیں کتاب (قرآن کریم) کا علم دے)۔

یہ آپ ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ اقوال و افعالِ نبوی کے سب سے بڑے حافظ اور عالم تھے۔ کبارِ صحابہ کرامؓ ان کی فطری ذہانت کی بدولت مشکل اور پیچیدہ مسائل ان سے حل کراتے تھے ⑦۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے ان کو جوہرِ قابل پا کر خاص طور سے اپنے دامنِ تربیت میں لے لیا اور اکابر صحابہؓ کی علمی مجالس میں شریک کیا یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ مجھ کو شیوخِ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ اس پر بعض لوگوں ⑧ نے شکایت کی ہے کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں حالانکہ ہمارے لڑکے بھی ہیں جو ان کے ہمسر ہیں (انھیں کیوں نہیں موقع دیا جاتا) حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تمھیں بھی معلوم ہے" ⑨۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الجنائز، باب إذا الصبي فمات هل يصلى عليه، ص:۲۱٦

② ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص:۱۹۳/۳

③ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حدیث نمبر۱۴۳، ص:۳۰

④ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۳۲۸ ◉ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۵۳۴/۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر ابن عباسؓ، حدیث نمبر۳۷۵٦، ص:٦۳۱

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب قول النبي ﷺ أللهم علمه الكتاب، حدیث نمبر۷۵، ص:۱۸

⑦ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۹۳/۴

⑧ یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف تھے جس طرح صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے۔ كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حدیث نمبر۳٦۲۷، ص:٦۰۹

⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله فسبح بحمد ربك واستغفره حدیث نمبر۴۹۷۰، ص:۸۹۱

محدث ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

"کان عمرؓ یحب ابن عباسؓ ویقربه" (1) (حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ کو پسند کرتے اور انھیں اپنے قریب رکھتے تھے)۔

بعض اوقات حضرت عمرؓ کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا، حضرت ابن عباسؓ اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کم سنی کی وجہ سے جھجکتے حضرت عمرؓ آپ کی ہمت بندھاتے اور فرماتے:

"یا ابن أخی قل ولا تحقر نفسك" (2)

اے بھانجے کہو تم اپنے نفس کو حقیر نہ بناؤ۔

خلیفۂ ثالث کے عہد میں والی مصر حضرت عبداللہؓ بن ابی سرح کی زیر نگرانی ۲۷ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی۔ اس مہم میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بھی شریک تھے، ان کا شاہ افریقہ جرجیر سے مکالمہ ہوا، وہ آپ کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

"ما ینبغی إلا أن تکون حبر الأمة" (3)

آپ عرب کے معتبر عالم ہیں۔

الغرض فضل وکمال کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ اپنے عہد کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ میں کوئی علم ایسا نہیں تھا جس میں آپ کو یدطولیٰ حاصل نہ ہو۔ بالخصوص قرآن حکیم کی تفسیر وتاویل میں جو مہارتِ تامہ اور آیات کے شان نزول، ناسخ ومنسوخ کے علم میں جو وسعت انھیں حاصل تھی وہ کم ہی کسی کے حصہ میں آئی۔

شقیق کا بیان ہے:

''ایک مرتبہ حج کے ایام میں ابن عباسؓ نے خطبہ دیا اور اس میں سورۃ نور کی تفسیر بیان کی، میں کیا بتاؤں وہ تفسیر کیا تھی، اس سے قبل نہ میرے کانوں نے سنی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی۔ اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی'' (4)۔

حدیث اور دوسری کتب میں حضرت ابن عباسؓ کے تفسیر میں یدطولیٰ ہونے کی بے شمار امثلہ ہیں (5)۔

مشہور امام ابوبکر محمد بن موسیٰ نے آپ کے فتاویٰ بیس جلدوں میں جمع کیے ہیں (6)۔

---

(1) ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص:۱/۳۷۴
(2) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۳/۵۴۳
(3) ابن حجر، الاصابۃ، ص:۴/۹۰
(4) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۳/۵۳۷
(5) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿أیود أحدکم أن تکون له جنة﴾ حدیث نمبر ۴۵۳۸، ص:۷۷۱
◉ نیز باب قولہ ﴿فسبح بحمد ربك واستغفره﴾ حدیث نمبر ۴۹۷۰، ص:۸۹۱؛ نیز باب حدیث نمبر ۴۹۶۶، ص:۸۹۰
◉ نیز باب قولہ ﴿إلا المودة فی القربیٰ﴾ حدیث نمبر ۴۸۱۸، ص:۸۵۱
◉ نیز باب قولہ ﴿لا تقولوا لمن ألقی إلیکم السلم﴾ حدیث نمبر ۴۵۹۱، ص:۷۸۴
◉ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۹۸،۳۲۹ ◉ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۳/۵۳۹
(6) ابن القیم، أعلام الموقعین، ص:۱/۲۱

کبار صحابہ کرامؓ کو جو عمر اور مرتبہ میں ان سے کہیں زیادہ تھے' ان کے مقابلہ میں قصور علم کا اعتراف کرنا پڑتا (۱)۔ بعض اوقات جب صحابہ کرامؓ میں آنحضرت ﷺ کے کسی قول وفعل کے بارے میں اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباسؓ کی طرف نہ صرف رجوع فرماتے بلکہ آخر میں آپ کے فیصلہ کو قبول فرماتے تھے (۲)۔

طاؤس کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے پانچ سو اصحابؓ کو دیکھا ہے، جب وہ کسی مسئلہ میں ابن عباسؓ سے مباحثہ کرتے اور دونوں میں اختلاف رائے ہوتا تو بالآخر حضرت ابن عباسؓ ہی کی رائے پر فیصلہ ہوتا'' (۳)۔

ایک مرتبہ ابوسلیم نے طاؤس سے کہا:

''تم کبار صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر اس نوجوان (ابن عباسؓ) سے کیوں چمٹے رہتے ہو، انھوں نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ کے ستر اصحابؓ کو دیکھا ہے، جب وہ کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے تو آخر میں ان کو ابن عباسؓ کے قول کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا تھا (۴)۔

حضرت ابن عباسؓ مذہبی علوم کے علاوہ ان تمام علوم میں کافی دسترس اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے جو اس زمانہ میں لازمی سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً شعروشاعری، خطابت، حساب وفرائض وغیرہ۔ ابن رشیق نے آپ کے چند اشعار بطور نمونہ ذکر کیے ہیں (۵)۔ آپ کی خطابت کے بارے میں شقیق کا قول گزر چکا ہے (۶)۔

عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے:

''حساب اور فرائض میں ابن عباسؓ ممتاز درجہ رکھتے تھے'' (۷)۔

معاصرین کا اعتراف: ابوبکر کہتے ہیں ''ابن عباسؓ بصرہ میں امیر بن کر آئے تو اس وقت وہاں قد وقامت، جمال وکمال، علم وادب اور فن خطابت میں ان کا ہمسر کوئی عربی موجود نہیں تھا'' (۸)۔

امام مجاہد فرماتے ہیں:

''میں نے ابن عباسؓ کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا، اس شخص کے علاوہ جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہے'' (۹)۔

---

(۱) اس کی امثلہ دیکھیے ابن حنبل، المسند، ص: ۲۲۶/۱ ◉ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب المحرم يغتسل، حدیث نمبر ۱۸۴۰، ص: ۲۷۰

(۲) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب وقت الإحرام، حدیث نمبر ۱۷۷۰، ص: ۲۶۰

(۳) ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۸۴/۱ (۴) ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۲۹۷/۳

(۵) ابن رشیق، کتاب العمدۃ، ص: ۵ (۶) دیکھیے صفحہ نمبر ۴۰

(۷) ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۲۹۶/۳ (۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۷/۱

(۹) ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۷۴/۱

عبیداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

''میں نے ابن عباسؓ سے زیادہ سنت کا عالم، ان سے زیادہ صائب الرائے، ان سے بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں دیکھا''①۔

قاسم بن محمد کا بیان ہے:

''ہم نے ابن عباسؓ کی مجلس میں کبھی کوئی باطل تذکرہ نہیں سنا اور ان سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنتِ نبوی کے مشابہ نہیں دیکھا''②۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کے انتقال کے موقع پر فرمایا:

''آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباسؓ کو ان کا قائم مقام بنائے گا''③۔

محمد بن اُبیؓ بن کعب کہتے ہیں:

''حضرت ابن عباسؓ ایک دن میرے والد (ابیؓ بن کعب) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو میرے والد نے کہا ایک روز یہ شخص امت کا حبر (بڑا عالم) ہوگا''④۔

چنانچہ حضرت ابیؓ بن کعب کی یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور حضرت ابن عباسؓ اپنے کثرت علم کی وجہ سے ''حبر الأمة'' (امت کا بڑا عالم) کہلانے لگے⑤۔

مرویات کی تعداد: حضرت ابن عباسؓ کا شمار ان صحابہ کرامؓ میں ہے جو علمِ حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے۔ ان میں سے ۷۵ روایات متفق علیہ ہیں، ۱۸ روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں جبکہ ۴۹ روایات صحیح مسلم میں ہیں⑥۔

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش و جستجو کا نتیجہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ، چودہ برس سے زائد نہیں تھی اس لیے اس عمر میں علم کا اتنا سرمایہ حاصل کرنا ممکن نہیں، گو بہت سی روایات آپ نے براہِ راست خود نبی اکرم ﷺ سے لی ہیں تاہم اس میں ان کے ذوقِ علم اور تلاش و جستجو کا بڑا دخل ہے۔

ابوسلمہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ جس شخص کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں اس کے گھر پر جا کر حاصل کرتا حالانکہ اگر میں چاہتا تو اسے اپنے یہاں بلوا سکتا تھا⑦۔

---

① ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۱/۳۷۴

② ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۱/۳۷۴

③ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۴/۹۲

④ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۴/۹۲

⑤ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص: ۳/۵۳۵

⑥ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۰/۲۵۰

⑦ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۱

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو رافعؓ (جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے) کے پاس کاتب لے کر آتے اور پوچھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں دن کیا کچھ کہا، ابو رافعؓ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتے جاتے ①۔ آپؓ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا ②۔

تلامذہ: حضرت ابن عباسؓ کی اس فیض رسانی اور علم و عمل کی بدولت ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے ③۔

وفات: ایک روایت کے مطابق ۴۰ھ میں آپؓ نے بصرہ کے عہدِ امارت سے مستعفی ہو کر مکہ مکرمہ میں عزلت نشینی اختیار کر لی ④۔ پھر وہاں سے طائف منتقل ہو گئے اور ۶۸ھ میں پیمانہ حیات لبریز ہو گیا اور ایک ہفتہ علالت میں رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن حنفیہ نے آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی ⑤۔

① ابن حجر، الإصابہ، ص: ۹۲/۴ ② دیکھیے صفو نمبر ۲۳۱

③ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۲۷۸/۵

④ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ قاضی بصرہ ابو الاسود الدولی نے حضرت علیؓ سے ان کی بیت المال میں تصرف بے جا کرنے کی شکایت کی۔ حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں ان سے بیت المال کا تمام حساب طلب کیا۔ آپ کو یہ ناگوار گزرا۔ چنانچہ انھوں نے دل برداشتہ ہو کر بصرہ کی امارت چھوڑ دی، الطبری، التاریخ، ص: ۳۴۵۴۔

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۱/۱

۷۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ (م ۷۳ ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہؓ، والد کا نام عمرؓ بن خطاب اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ سلسلۂ نسب عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن قرط ہے (۱)۔

ولادت: غزوہ احد ۳ھ کے وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی (۲)۔ اس حساب سے آپ کی ولادت کا تخمینی زمانہ بعثتِ نبوی کا دوسرا سال ہے (۳)۔

ابتدائی حالات: حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اسلام کے دامن میں نشوونما پائی کیونکہ ان کا اپنا بیان ہے کہ ''جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو لوگ ان کے گھر کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: ''عمرؓ بے دین ہو گیا ہے اور میں اس وقت بچہ تھا............'' (۴)

شاہ معین الدین رقمطراز ہیں:

''جس طرح کسی خاندان کے بڑے بزرگ جب کوئی سا بھی مذہب تبدیل کرتے ہیں تو گھر کے کمسن بچے بھی

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲/۳/۲۷۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۳۲۱ ◉ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۳/۱۵۷۰۷
◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۵۶۰ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۲، ۹۰ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۴
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱/۱۵۴ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۲ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۶۹
◉ ابوزرعہ، التاریخ، : ۲/۹۲۲ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۴/۱۶۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۴۳ے
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳/۶۴۵ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۶۶۰ ◉ الواسطی، تاریخ الواسط، ص: ۷۷، ۱۳۶
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۵۳ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۱/۸۰ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۳۱۲
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵/۱۰۷ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۱۲۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۷۰۷، ۱۷۰۹
◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۲۰۹ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۲۹۲ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۵۲
◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۱۷۱ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۱۹ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۲۳۸
◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۱/۱۶۵ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲/۶ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۲۲۸
◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/۲۸ ◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۵/۳۱۸ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۰/۳۵۶
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۱۷۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳۷ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۵۴
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص ۳/۲۰۳ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۷ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۲/۱۰۰
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۷/۳۶۲ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۵۴ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۴
◉ ابن تعفد، الوفیات، ص: ۱/۲۰۱ ◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵/۲۱۵ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۴۳
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۴۳۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۲۸ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۰۵
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۵

(۱) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۱۷۷
(۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشھادات، باب بلوغ الصبیان و شھادتھم، حدیث نمبر ۲۶۶۴، ص: ۴۳۴
(۳) ۶ ھ نبوی میں جب حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اسلام قبول کیا تو حضرت ابن عمرؓ کی عمر تقریباً پانچ سال تھی۔
(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب اسلام عمرؓ بن الخطاب، حدیث نمبر ۳۸۶۵، ص: ۶۴۹

غیر ارادی طور پر اپنا وہی مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے والد حضرت عمرؓ بن خطاب کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوئے"(۱)۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے تھے' درست نہیں ہے(۲)۔

غزوات: غزوۂ بدر میں صغرسنی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے انھیں شرکت کی اجازت نہیں دی(۳)۔ اس کے ایک سال بعد' جب دوسرا معرکۂ احد ۳ھ میں پیش آیا' تو اس میں بھی آپؓ نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ چودہ برس کے تھے لیکن اس مرتبہ بھی آپ کو اجازت نہ ملی(۴)۔ ۵ھ کو غزوۂ خندق میں چونکہ آپ کی عمر پندرہ برس پوری ہو چکی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے انھیں اس غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی تھی(۵)۔

۵ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا(۶)۔ ۷ھ میں غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے اور اس سفر میں آنحضرت ﷺ نے حلال وحرام کے جو بعض خاص احکام بیان کیے تھے آپ ان کے راوی ہیں(۷)۔ اس کے بعد تمام غزوات، فتح مکہ(۸)، غزوۂ حنین(۹)، غزوۂ طائف(۱۰)، حجۃ الوداع(۱۱) اور غزوۂ تبوک میں شریک رہے(۱۲)۔

عہد فاروقی میں بھی آپ نہاوند کی جنگ میں شریک ہوئے۔ تاہم اس دور میں انتظامی امور میں آپ نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ عہد عثمانی میں آپ کو عہدہ قضاء پیش کیا گیا لیکن آپ نے معذرت کر دی(۱۳)۔ ۲۷ھ میں افریقہ کی مہم میں شریک ہوئے(۱۴)۔ ۳۵ھ میں خراسان اور طبرستان(۱۵) کی جنگوں میں حضرت سعیدؓ بن العاص کے ساتھ رہے(۱۶)۔

---

(۱) معین الدین، سیر الصحابہ، ص: ۲/ ۳۳۷

(۲) درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کے ساتھ التباس ہوا ہے کیونکہ بیعت رضوان میں انھوں نے اپنے والد سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور پھر حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی جنھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث نمبر ۴۱۸۶، ص: ۷۱۰

(۳) کیونکہ اس وقت ان کی عمر ۱۳ برس تھی۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴/ ۱۴۲

(۴) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۴۰۹۷، ص: ۶۹۴

(۵) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۴۰۹۷، ص: ۶۹۴

(۶) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب غزوه حديبية، حدیث نمبر ۴۱۸۶، ص: ۷۱۰

(۷) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب غزوه خيبر، حدیث نمبر ۴۲۱۵، ص: ۷۱۶

(۸) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب فتح مكه، باب دخول النبی ﷺ من أعلى مكة، حدیث نمبر ۴۲۸۹، ص: ۷۲۶

(۹) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب باب قول الله تعالى ﴿و يوم حنين إذ أعجبتكم﴾، حدیث نمبر ۴۳۲۰، ص: ۷۳۰

(۱۰) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب غزوة الطائف، حدیث نمبر ۴۳۲۵، ص: ۷۳۲

(۱۱) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب حجة الوداع، حدیث نمبر ۴۳۹۸، ص: ۷۴۶

(۱۲) البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المغازی، باب نزول النبی الحجر، حدیث نمبر ۴۴۱۹، ص: ۷۵۲

(۱۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴/ ۱۸ (۱۴) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۴

(۱۵) طبرستان: ؟ طبر اور تبر کا لفظ فارسی زبان میں کلہاڑے کو کہتے ہیں اور استان درخت کو کہتے ہیں اس شہر کے اردگرد کثرت سے درخت ہونے کی بنا پر اس کا یہ نام پڑا ہے۔ الوزیر، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ص: ۲/ ۱۵۵ (۱۶) ابن الأثير، أسد الغابة، ص: ۳/ ۳۴۸

آپ فتنہ وفساد سے بالکل کنارہ کش رہے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کی دھمکی کے باوجود امارت کو قبول نہیں کیا①۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں کس کی خلافت تسلیم کی تھی؟ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی کیونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف تھا②۔ لیکن امام حاکم نے غسان بن عبدالحمید کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مشروط بیعت کی تھی کہ وہ خانہ جنگی میں شریک نہیں ہوں گے③۔ مؤخر الذکر رائے زیادہ صحیح اور قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے④۔ حضرت علیؓ کے بعد آپ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی اور اس عہد کی بعض جنگوں میں شریک بھی ہوئے⑤۔ اس کے بعد آپ نے یزید بن معاویہؓ کی بیعت کر لی⑥۔ مروان کی وفات کے بعد جب عبدالملک بن مروان خلیفہ بنے تو آپ نے تحریری بیعت نامہ بھیج کر ان کی بیعت کر لی⑦۔

علم وفضل: حضرت ابن عمرؓ کی زندگی زُہد وتقویٰ کا نمونہ تھی۔ خود زبانِ رسالت نے ان کو "رجل صالح" کی سند عطا کی⑧۔

ایک بار خشیت الٰہی سے اتنے روئے کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گئے⑨۔ آپ کی زندگی حیاتِ نبوی کا عکس اور پرتو تھی۔ لوگ کہا کرتے تھے: ''ابن عمرؓ کو پابندیٔ سنت کا والہانہ جنون ہے''⑩۔

آپ صرف عبادات ہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی اتفاقی اور بشری عادات کی بھی پوری طرح اتباع کرتے تھے⑪۔ حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت اور حضرت عمرؓ کی تعلیم وتربیت اور ذاتی شغف نے مختلف علوم: قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کا بحرِ بیکراں بنا دیا۔

علم تفسیر:

☆ آپ علم تفسیر میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی مجلس میں قرآن کریم کی اس مثال ﴿ألـم تـركيف ضـرب الـلـه مثلاً كـلـمة طيبة......... ﴾⑫ (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاک کلمہ کی مثال کیسے بیان کی

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۱/۴ ② ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۸/۵

③ الذہبی، تلخیص المستدرک، ص: ۵۵۸/۳

④ کیونکہ اگرچہ حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق نہیں ہوا تھا تاہم مہاجرین وانصار کی اکثریت آپ کے ساتھ تھی البتہ یہ درست ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے جمل وصفین میں کسی کا ساتھ نہیں دیا اور نہ ہی ان کے ہاتھ سے کسی مسلمان کا خون ہوا اس لیے حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دینے پر آخری دم تک متاسف رہے۔
ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۸۱/۱

⑤ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۴۹/۳ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۳/۴

⑦ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس، حدیث نمبر ۷۲۰۳، ص: ۱۲۴۱

⑧ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب فضائل أصحاب النبي ا باب مناقب عبدالله بن عمرؓ، حدیث نمبر ۳۷۴۰، ص: ۶۲۹

⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۸/۴ ⑩ الحاکم، المستدرک، كتاب معرفة الصحابه، ذكر عبدالله بن عمرؓ، ص: ۵۶۱/۳

⑪ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۳۸/۳ ◉ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۱۰۹/۴ ◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الحج، باب في نزول بذي طوى، حدیث نمبر ۱۷۶۹، ص: ۲۸۵

⑫ ابراہیم: ۲۴/۱۴

ہے............) کے بارے میں پوچھا، آپ کو اس کے بارے میں علم ہو گیا لیکن اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں آپ خاموش رہے ①۔

☆ آپ کو قرآن کریم کا مفہوم و منشاء سمجھنے میں کمال درجے کا ملکہ حاصل تھا ②۔ فتنہ کے زمانہ (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد) میں دو آدمی آپ کے پاس آئے۔ اور کہا سب لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور نبی ﷺ کے صحابی ہیں، آپؓ میدان میں کیوں نہیں آتے؟ تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے بھائی کا خون حرام کیا ہے اس لیے میں نہیں نکلتا۔ دونوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنه ....﴾ ③ (ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے............)۔ تو آپؓ نے جواب دیا ہم لڑے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہیں رہا اور دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم لوگ اس لیے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو اور دین غیر اللہ کے لیے ہو جائے ④۔

ایک دوسری روایت میں آپؓ نے فرمایا ''یہ اس وقت کا حکم ہے جب مسلمان تعداد میں کم تھے اور آدمی اپنے دین میں فتنہ سے دوچار ہوتا تھا (وہ اپنے دین کا اعلان نہیں کر سکتا تھا) اور جب ایسا کرتا تو کفار اسے قتل کر ڈالتے یا ستاتے تھے۔ اب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے، اب اس فتنہ کا ڈر نہیں ہے'' ⑤۔

علم حدیث:

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا شمار اساطین حفاظ حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ سے نقل کردہ روایات کی تعداد ۱۶۳۰ ہے، ان میں سے ۱۷۰ متفق علیہ اور ۸۱ صحیح بخاری اور ۳۱ صحیح مسلم میں ہیں ⑥۔ حدیثِ نبوی حاصل کرنے کی اس قدر جستجو اور شوق تھا کہ اگر کسی موقع پر غیر حاضری کی وجہ سے آپ ﷺ کے اقوال و افعال کے بارے میں علم نہ ہوتا تو دوسرے صحابہ کرامؓ سے ان کے بارے میں پوچھ لیتے تھے جو آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے ⑦۔ جب کسی حدیث کے بارے میں تردد ہوتا یا اس کے بارے میں علم نہ ہوتا تو فوراً آنحضرت ﷺ ⑧ یا حدیث کے راوی کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرتے ⑨۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب سورة ابراهيم عليه السلام، حدیث نمبر ۴۶۹۸، ص: ۸۱۰

② دیکھئے البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاة، باب ما أدى زكاته فليس بكنز، حدیث نمبر ۱۴۰۴، ص: ۲۲۶

◎ المالک، المؤطا، کتاب الزکاة، باب ما جاء في الكنز، حدیث نمبر ۲۱، ص: ۱۶۷

③ البقرۃ: ۲/۱۹۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿وقتلوهم حتى لا تكون فتنة﴾ حدیث نمبر ۴۵۱۳، ص: ۷۶۷

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿وقتلوهم حتى لا تكون فتنة﴾ حدیث نمبر ۴۵۱۴، ص: ۷۶۷

⑥ الخزرجی، خلاصة تذہیب، ص: ۱۷۵

⑦ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۴/۱۰۹

⑧ المسلم، الصحیح، کتاب صلوٰة المسافرين و قصرها، باب، ص: ۲۷۹

⑨ المسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب الربا، حدیث نمبر ۴۰۵۵، ص: ۶۹۱

اکابر علماء پیچیدہ اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ سعیدؒ بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ''لعان'' کے متعلق مجھ سے سوال کیا جس کے بارے میں مجھے علم نہ تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا①۔

آپ لوگوں کے گھر جا کر حدیث سنایا کرتے تھے②۔ لیکن حدیث کی اس قدر اشاعت کے باوجود آپ حدیث بیان کرنے میں بے حد محتاط واقع ہوئے تھے۔ محمد بن علی بیان کرتے ہیں:

''صحابہؓ کی جماعت میں ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہیں تھا۔ وہ حدیث میں کمی وبیشی سے بہت ڈرتے تھے''③۔

سعید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''حدیث میں ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط شخص میں نے نہیں دیکھا''④۔ آپ حدیث کے الفاظ میں ذرا بھر تغیر پسند نہیں کرتے تھے⑤۔

فقہ:

حضرت ابن عمرؓ کو تفقہ فی الدین میں درجۂ کمال حاصل تھا۔ آپ کی ساری عمر علم و افتاء میں گذاری، آپ مدینہ کے مشہور مفتی تھے⑥۔ فقہ مالکی کا تمام دارومدار آپ کے فتاویٰ پر ہے⑦۔ اس لیے امام مالک فرماتے تھے ''ابن عمرؓ ائمہ دین میں سے تھے''⑧۔ امام ابن حزم کا قول ہے: ''اگر حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہوسکتی ہے''⑨۔

فتاویٰ: حضرت ابن عمرؓ کو فقہ میں کمال درجہ حاصل ہونے کے باوجود فتاویٰ میں بہت محتاط تھے۔

حافظ ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں:

''ابن عمرؓ اپنے فتاویٰ اور اعمال میں نہایت محتاط تھے اور خوب سوچ سمجھ کر کہتے اور کرتے''⑩۔

اگر آپ کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو نہایت بے باکی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے⑪۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

''مجھ کو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں اور مستفتی کو واپس کر دیتے ہیں''⑫۔

اگر فتویٰ دینے کے بعد آپ کو غلطی معلوم ہوتی تو پہلے فتویٰ سے رجوع کر لیتے تھے⑬۔

---

① المسلم، الصحیح، کتاب اللعان، حدیث نمبر ۳۷۴۷، ص: ۶۴۹
② ابن حنبل، المسند، ص: ۱۵۴/۲
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱
④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمر، ص: ۵۶۰/۳
⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲/۲
⑥ ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۲۹/۱
⑦ الشاہ ولی اللہ الدھلوی، مقدمہ مسوی، ص: ۱۶
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۱/۵
⑨ ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۲۱/۱
⑩ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۸۰/۱
⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۸/۴
⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱
⑬ المالک، المؤطا، کتاب الصید، باب ماجاء فی صید البحر، حدیث نمبر ۹، ص: ۴۰/۲

امثلہ:

۱۔ آپؓ سے پوچھا گیا کہ اگر حاملہ عورت پر روزہ گراں ہو یا اس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو وہ روزہ رکھے یا افطار کرے۔ آپؓ نے فرمایا کہ افطار کر لے اور روزہ کے عوض روزانہ ایک مد (۱) گیہوں مسکین کو دے دے (۲)۔

۲۔ آپؓ کے نزدیک سونے کے وہ زیورات' جو عورت کے استعمال میں ہوں' ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ چنانچہ آپؓ اپنی لڑکیوں کو سونے کے زیورات پہناتے اور ان کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے (۳)۔

۳۔ آپؓ کی رائے تھی کہ اگر شکاری کتے نے شکار کا کوئی حصہ خود نہیں کھایا ہے تو خواہ وہ شکار مردہ ملے یا زندہ، دونوں صورتوں میں کھایا جا سکتا ہے (۴)۔

☆ **قیاس و اجتہاد:** آپؓ قیاس اور اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے (۵)۔ امام ابن شہاب زہریؒ نے اپنے شاگرد امام مالکؒ کو ہدایت کی تھی کہ ابن عمرؓ کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو ترجیح نہ دینا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے، اس لیے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی کوئی بات ان سے پوشیدہ نہیں تھی (۶)۔

امام زین العابدینؒ فرماتے ہیں: ''ابن عمرؓ بڑے صائب الرائے تھے'' (۷)۔

بعض ائمہ کا قول ہے: ''جس نے ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کیا اس نے پھر تلاش و تفحص کے لیے کچھ نہیں چھوڑا'' (۸)۔

وفات: ۷۴ھ میں تراسی (۸۳) برس کی عمر میں وفات پائی۔ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک' جو زہر میں بجھی ہوئی تھی' آپؓ کے پاؤں میں چبھ گئی اور زہر جسم میں سرایت کر گیا۔ یہی زخم آپؓ کی موت کا سبب بنا۔ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا' بلکہ حجاج کے اشارہ سے آپ کو زخمی کیا گیا۔ حجاج نے ایسا کیوں کیا؟ مصادر میں اس کے بارے میں مختلف واقعات کا تذکرہ ملتا ہے (۹)۔

(۱) مد: عہد نبوی میں رائج ماپ کے مختلف پیمانوں میں سے ایک ہے۔ مد کی تعیین و تقدیر میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں: ایک مد (حجازی) کا اعشاری وزن 524.880 گرام ہوتا ہے۔ ابن الأثیر، النهاية في غريب الحديث، ص: ۳۰۸/۴

(۲) المالک، المؤطا، کتاب الصیام، باب فدية من أفطر في رمضان من علة، حدیث نمبر ۵۲، ص: ۲۰۳/۱

(۳) المالک، المؤطا، کتاب الزکاۃ، باب مالا زكاة فيه من الحلي والتبر والعنبر، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۱۶۳/۱

(۴) المالک، المؤطا، کتاب الصید، باب ماجاء في صيد المعلمات، حدیث نمبر ۵، ص: ۳۹/۲
حضرت ابن عمرؓ کے دیگر فتاویٰ دیکھیے، المالک، المؤطا، کتاب الطلاق، باب ما يبين من التمليك، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۷۹/۲
◎ کتاب البیوع، باب بيع الذهب بالفضة تبراً وعيناً، حدیث نمبر ۳۱، ص: ۱۳۲

(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱
(۶) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۷/۹

(۷) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابه، ذکر عبداللّٰہ بن عمرؓ، ص: ۵۶۰/۳
(۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱

(۹) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابه، ذکر عبداللّٰہ بن عمرؓ، ص: ۵۵۷/۳ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۰/۵
◎ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۷/۴ ◎ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۳۹/۳

۸۔ حضرت ابو سعید خدریؓ (م ۷۴ھ) *

نام ونسب: آپؓ کا نام سعد بن مالک اور کنیت ابو سعید ہے۔ خدرہ خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے خدری کہلائے۔ آپ انصار کے مشہور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپؓ ہجرت سے ایک سال قبل پیدا ہوئے۔ مدینہ میں جب تبلیغِ اسلام کا سلسلہ جاری ہوا، آپ کے والد اور والدہ دونوں نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔ اس لیے ابو سعیدؓ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی ②۔ آپ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا ③۔

غزوات: غزوۂ احد میں آپؓ کی عمر تیرہ برس تھی، اس لیے آنحضرت ﷺ نے کمسن خیال کر کے انھیں واپس کر دیا ④۔ اس کے بعد غزوۂ بنی المصطلق میں شریک ہوئے ⑤۔ ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک اور اوطاس وغیرہ میں بھی آپؓ کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کو عہدِ رسالت کے بارہ (۱۲) غزوات میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہے ⑥۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۱۹۳ ◉ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۳ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۱۷۱

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۹۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۹۱، ۴۲۹ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱/۱۰۳

◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴/۴۴ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۱/۱۶۶ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۶۸

◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳/۵۴۸ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص: ۱/۳۴ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۲/۵۰۵

◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۹۳ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۹۳ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۱۵۰، ۱۵۱

◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۱۵۱ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۲۱۶ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۳۶۹، ۳۷۱

◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۶۲ ◉ الخطیب، التاریخ، ص: ۱/۱۸۰ ◉ السمعانی، الانساب، : ۵/۵۸

◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۱۵۸

◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۶/۱۱۰ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۲۳۷ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۷/۱۰۳

◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۲۲۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۴ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۵۴

◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۱۶۸ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۸۴ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۳۳۰

◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۵/۱۴۸ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۵۵ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳

◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۲۸۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۷۹ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۱۹۲

◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۱۵ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۸۱

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۱ ② المزی، تہذیب الکمال، ص: ۷/۱۰۳

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۵

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۷۹

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المصطلق، حدیث نمبر ۴۱۳۸، ص: ۷۰۱

⑥ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۳/۸۵ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳/۴۷۹

ایک سریہ میں آپؓ امیر تھے، قبیلہ کے سردار جس کو بچھو نے کاٹا تھا، وہ آپ کی جھاڑ سے اچھا ہو گیا۔ اور اس نے بطورِ اُجرت تیس (۳۰) بکریاں آپؓ کی نذر کیں ①۔ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جنگِ نہروان میں شریک ہوئے ②۔ آپ نے حضرت حسینؓ کو دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح کوفہ جانے سے روکا تھا ③۔ ۶۳ھ میں آپ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی بیعت کی اور واقعۂ حرہ کے وقت آپ پہاڑ کے ایک کھوہ میں چلے گئے تھے ④۔

علم و فضل: حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے ⑤۔ آپؓ ایک عرصہ تک منصبِ قضاء پر فائز رہے ⑥۔ آپؓ کے حلقۂ درس میں بے شمار لوگ حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے ⑦۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے ایک شخص سے، جس نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک حدیث سماعت کی۔ حضرت ابن عمرؓ اس شخص کو آپؓ کے پاس لے کر گئے اور پوچھا کہ کیا اس شخص نے فلاں حدیث آپؓ سے سنی ہے اور وہ حدیث آپ نے آنحضرت ﷺ سے سنی تھی تو آپؓ نے فرمایا: ''ہاں میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا'' ⑧۔ آپؓ حدیث کے بیان میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے ⑨۔ اوقاتِ تدریس کے علاوہ بھی حدیث کی تعلیم دینے میں کوشاں رہتے تھے ⑩۔

مرویات: آپؓ کو کثرت سے احادیث یاد تھیں، آپؓ کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ⑪۔

وفات: ۷۴ھ میں آپ نے ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی ⑫۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإجارہ، باب ما یعطی فی الرقیة، حدیث نمبر ۲۲۷۶، ص: ۳۶۳
② ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۵۶
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۴
④ ابن حجر، الاصابة، ص: ۳/۸۵
⑤ ابن حجر، الاصابة، ص: ۳/۸۵
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۴
⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۳۵
⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۴، ۹۱
⑨ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۲۹
⑩ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۹۰
⑪ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۳۵
⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۳/۴۷۹

۹۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ (م ۷۸ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام جابر بن عبداللہ اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ ①۔

ابتدائی حالات: آپ قبل از ہجرت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ہمراہ ایمان لائے ②۔ آپ کے والد عبداللہؓ بن عمرو جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے۔ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا ③۔ آپ پر بہت قرض تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کے مال سے ادا کیا ④۔ آپ نے غزوۂ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کی دعوت کا انتظام کیا ⑤۔

غزوات: حضرت جابرؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ انیس (۱۹) غزوات میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی ⑥۔ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ: ''حضرت جابرؓ غزوۂ بدر کے دن لوگوں کو پانی پلاتے تھے'' ⑦۔ آپ نے غزوۂ ذات الرقاع ⑧، غزوۂ خندق ⑨، غزوہ بنی المصطلق ⑩، غزوہ انمار ⑪، غزوہ حدیبیہ ⑫ اور اس کے بعد کے غزوات حنین، تبوک اور حجۃ الوداع میں شرکت فرمائی ⑬۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے۔

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳/۴/۵۷۴۔ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۷۵ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۷۳، ۳۶۵
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۱۰۲ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص:۴۰۴ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۹۳
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۲/۲۰۷ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص:۹۳ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، :۱/۱۸۹
◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص:۱/۱۱۲ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۶۲ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۳/۴۷۶
◉ البلاذری، أنساب الاشراف، ص:۱/۶۲۶، ۳/۳۲۸ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۱۰/۲۰۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۴۹۲
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۱۹۵۲، ۲۰۳۰ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۲۵۹ ◉ ابونعیم، معرفۃ الصحابہ، ص:۱/۴۳۸
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۱/۴۷ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص:۲/۱۶۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۱۴۲
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۳/۲۹۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص:۱/۱۰۶ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۳/۱۸۹
◉ الذہبی، العبر، ص:۱/۸۹ ◉ الذہبی الکاشف، ص:۱/۲۸۷ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۱۵۸
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۲۲ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۵۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۱۲۲
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۲ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۵۰ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۸۱

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۷ ◉ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۱/۲۲۲ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۷
③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب، حدیث نمبر ۱۲۹۳، ص:۲۰۷ ④ ابن حنبل، المسند، ۳/۲۹۷، ۳۰۳
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب إذ همت طائفتان منكم أن تفشل، حدیث نمبر ۴۰۵۳، ص:۶۸۶
⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۴۱۰۱، ص:۶۹۵ ⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۳۲۹
⑦ ابن حجر، الاصابہ، ص:۱/۲۲۲ ⑧ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، حدیث نمبر ۴۱۲۵، ص:۶۹۹
⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۴۱۰۱، ص:۶۹۵
⑩ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المصطلق، حدیث نمبر ۴۱۳۹، ص:۷۰۱
⑪ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ انمار، حدیث نمبر ۴۱۴۰، ص:۷۰۱
⑫ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ حدیبیه، حدیث نمبر ۴۱۴۷، ص:۷۰۵ ⑬ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۳۴۹، ۴۱، ۲۹۲

...ب صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شریک تھے ①۔

...م وفضل: آپ کا بیان ہے جس رات آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اونٹ خریدا، اس رات میرے لیے پچیس مرتبہ آپ ﷺ نے دعائے ...فرت فرمائی ②۔ آپ نے بہت سی احادیث آنحضرت ﷺ سے براہ راست سنی تھیں۔ بعدازاں صحابہ کرامؓ سے بھی سماع کیا ③۔

آپ نے صرف ایک حدیث کی سماعت کی خاطر مدینہ سے شام کا سفر کیا ④۔ اس طرح امیرِ مصر مسلمہ بن مخلد سے حدیث کی ...ازت لینے کے لیے مصر کا سفر کیا ⑤۔ لوگ آپ سے مختلف مسائل دریافت کیا کرتے تھے ⑥۔

...رویات: آپ کی مرویات کی تعداد ۱۵۶۰ ہے ⑦۔

...فات: حضرت جابرؓ نے ۷۴ھ میں ۹۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ حجاج جنازہ نہ ...ھائے۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابانؒ نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے امام ...اریؒ کا قول بیان کیا ہے کہ حجاج نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی ⑧۔

① ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۱/۳۷۸

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب شراء الدواب، حدیث نمبر ۲۰۹۷، ص: ۳۳۷

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۴۲

④ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۱۵۹

⑤ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۵۷

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۳۲۹

⑦ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۵۹

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۴۳

۱۰۔ حضرت انسؓ بن مالک (م ۹۳ ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام انسؓ بن مالک، کنیت ابوحمزہ اور لقب خادمِ رسول ﷺ تھا، آپ قبیلہ نجار سے تھے: نسب نامہ یہ ہے: انسؓ بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام۔ والدہ کا نام ام سلیم سہلہؓ بنت ملحان انصاریہ ہے، جو رشتہ میں آنحضرت ﷺ کی خالہ تھیں ①۔

ابتدائی حالات: حضرت انسؓ ہجرتِ نبوی سے دس برس قبل یثرب میں پیدا ہوئے ②۔ حضرت انسؓ کی عمر آٹھ یا نو برس کی تھی کہ مدینہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ آپ کا قبیلہ بنونجار آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے قبل اسلام قبول کر چکا تھا، آپ کی والدہ نے بھی عقبۂ ثانیہ سے پیشتر دینِ اسلام اختیار کر لیا تھا۔ آپ کے والد مالک بن نضر بیوی کے اسلام لانے پر برہم ہو کر شام چلے گئے۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے ابوطلحہؓ سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ بھی اسلام قبول کریں۔ چنانچہ وہ عقبۂ ثانیہ میں آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام لے آئے ③۔

آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ کے والد ابوطلحہؓ آپ کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انسؓ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے جسے آپ ﷺ نے منظور فرما لیا، چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک نے آنحضرت ﷺ کی دس برس تک خدمت کی ④۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۴۳ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۰۶

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۹۱، ۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۳۰۱ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۰۲

◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲/۲۷ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، : ۲/۸۱۶ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۱/۲۳۶

◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۷۲ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۵۰۶ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۶۱۹

◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۷۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۱۸۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۲۸۶

◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۱۰۰ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۷۵۶ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۴

◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳/۴۱ ◉ الحاکم، الأسامی والکنیٰ، ص: ۱۴۹

◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۵۱ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۳۵، ۳۶

◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۲۷ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱/۸۰ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳/۳۵۳

◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۳۹ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۶۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۹۵

◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۰۷ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۲۵۶ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۹/۴۱۱

◉ الیافعی، مرأۃ الجنان، ص: ۱/۱۸۲ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۹۵ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۲/۲۹

◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۱۷۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۸۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۷۶

◉ ابن تغری، النجوم الزاہرہ، ص: ۲/۲۲۴ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۵ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۰۰

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۷ ② الذہبی، تاریخ اسلام، ص: ۳/۳۳۹

③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۹۵

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۹

غزوات: غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں حضرت انسؓ کی عمر بارہ تیرہ برس کی تھی، اس کم سنی کی عمر میں بھی آپؓ مجاہدینِ اسلام کے پہلو میں شریک رہے، اس کے بعد بیعتِ رضوان، غزوۂ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین، طائف، اور حجۃ الوداع وغیرہ میں شریک ہوئے ①۔ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں آپ بحرین کے عامل رہے ②۔

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ہونے والی تمام جنگوں میں برابر شریک رہے، معرکہ تستر میں آپ پیدل فوج کے افسرِ اعلیٰ تھے ③۔

حضرت عثمانؓ کے عہدِ حکومت کے آخری دور میں (زمانۂ فتنہ) میں آپ نصرتِ دین اور تائید اسلام کے لیے مسلسل کوشاں رہے، بعد ازاں حضرت علیؓ کے زمانے میں ہونے والی جنگوں میں بالکل الگ تھلگ رہے ④۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے آپ کے لیے دعا فرمائی تھی:

((اللھم اکثر مالہ وولدہ و بارك له فيه")) ⑤

(اے اللہ! اس کے مال واولاد میں زیادتی فرما انھیں اس میں برکت دے)۔

آپ ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ حضرت انسؓ کثیر مال و اولاد کے مالک ہوئے۔ ان کی اولاد سو سے تجاوز کر گئی تھی ⑥۔

آپ نے حدیث کی نشر و اشاعت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ بصرہ کی جامعہ میں آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، دور دراز سے طلباء حاضر ہو کر کسب فیض حاصل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ تھی ⑦۔

مرویات کی تعداد: آپ کا شمار مکثرین صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ آپ سے ۱۲۶۴ روایات مروی ہیں۔ جن میں ۲۸ روایات متفق علیہ ہیں، ۸۰ روایات صحیح بخاری میں اور ۷۰ روایات صحیح مسلم میں ہیں ⑧۔

وفات: آپ نے ۹۳ھ کو وفات پائی ⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۷۷

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۷۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۷۸

④ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۱/۷۱

⑤ المسلم، الصحیح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضل انسؓ بن مالك، حدیث نمبر ۶۳۷۵، ص: ۱۰۹۱

⑥ المسلم، الصحیح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضل انسؓ بن مالك، حدیث نمبر ۶۳۷۶، ص: ۱۰۹۲

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۷۶

⑧ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۴۰ ◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۵

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۰

۱۔ ابو العالیہ الریاحیؒ (م ۹۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام رُفیع بن مہران ہے۔ اور کنیت ابو العالیہ ہے اور اسی سے مشہور ہیں۔ بنو تمیم کے قبیلہ بنو ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے، اس نسبت سے ریاحی کہلاتے ہیں①۔

ابتدائی حالات: آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ لیکن عہدِ نبوی میں شرفِ اسلام سے محروم رہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے دو برس بعد آپ نے اسلام قبول کیا②۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد عرصہ تک غلامی میں رہے پھر ان کی مالکہ نے انھیں آزاد کر دیا③۔

آپ نے ممتاز صحابہ کرامؓ سے قرآن کریم پڑھا اور علمِ حدیث حاصل کیا اور آپ سے بے شمار تلامذہ نے کسبِ فیض کیا④۔

علم وفضل: ابو القاسم طبری کا بیان ہے: ''ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے''⑤۔ قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت ابوبکر بن داؤد کا بیان ہے: ''صحابہؓ کے بعد ابو العالیہ ریاحی سے بڑھ کر اور عالمِ قرآن کوئی نہیں تھا''⑥۔ ابن العماد الحنبلی نے انھیں ''مفسر قرآن''⑦ اور ابن سعد نے انہیں ''کثیر الحدیث'' لکھا ہے⑧۔ آپ نے کبار صحابہ کرامؓ سے حدیث کا علم حاصل کیا⑨۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۲/۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۱۶۶/۲ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۰۲
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳۲۶/۳ ◉ البخاری، کتاب الکنیٰ، ص: ۸۹ ◉ المسلم، الکنیٰ والاسماء، ص: ۶۲۱/۱
◉ ابو زرعۃ، التاریخ، ص: ۴۰۲/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۵۳ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۲۳۷/۱
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵۱۰/۳ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۳۹/۴ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۹۵
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۱۷/۲ ◉ ابن لأثیر، الکامل، ص: ۵۴۸/۴ ◉ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۲۵۱/۲
◉ المزی، تحفۃ لأشراف، ص: ۱۹۲/۱۳ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ۳۱۹/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۶۱/۱
◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۶۴/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۰۷/۴ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱۰۸/۱
◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۲۴۲/۱ ◉ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۵۴/۲ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۳۸/۱۴
◉ ابن تغفذ، الوفیات، ص: ۹۹ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲۸۴/۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۵۲/۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۴/۳ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۴۲۱/۷ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۲۲
◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب ص: ۱۱۹ ◉ الداؤدی، طبقات المفسرین، ص: ۱۷۲/۱ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۸۹/۱

① الذہبی، تذکرہ الحفاظ ص: ۶۱/۱
② النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۶۱/۲
③ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۲/۷
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۴/۳ ◉ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۶۱/۱
⑤ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۲۵۱/۲
⑥ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۵۳/۱
⑦ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۸۹/۱
⑧ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۷/۷
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۴/۳ ◉ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۵۳/۱

آپ اخذ حدیث میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے ①۔آپ کے پاس فقہی ابواب پر مرتب ایک مجموعۂ احادیث تھا ②۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا، ابو علی قالی نے آپ کے اشعار نقل کیے ہیں ③۔

علمی کمالات کی بدولت صحابہ کرامؓ آپ کی عزت کیا کرتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے ④۔

اخلاق و عادات: آپ علم کے ساتھ ساتھ انتہا درجہ کے عبادت گذار تھے، کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے ⑤۔اور بڑے فیاض اور سخی تھے۔ابن سعد نے نقل کیا ہے:

"وأوصی ابو العالیة بماله كله" ⑥

ابو العالیہ نے اپنا کل مال (اللہ کی راہ میں) وقف کرنے کی وصیت فرمائی۔

آپ رہبانیت سے اتنا اجتناب کرتے کہ راہبانہ لباس تک پسند نہ کرتے تھے۔طبعاً نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف تھے ⑦۔

خانہ جنگی سے انتہا درجے کا احتراز کیا۔آپؒ کے زمانہ میں صفین وغیرہ بڑی بڑی جنگیں ہوئیں مگر آپ نے دلیری و شجاعت کے باوجود کسی میں حصہ نہیں لیا ⑧۔

وفات: آپ نے ۹۳ھ میں وفات پائی ⑨۔

① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۳

② تفصیل کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر ۲۵۵

③ القالی، الأمالی، ص: ۲/۱۵۹

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۴

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۳

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۷/۱۱۲

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۷/۱۱۵

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۷/۱۱۵

⑨ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱/۵۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۰۲

۲۔ سعید بن المسیّب (م ۹۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام سعید بن میّب اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کے والد میّب بن حزن قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے①۔

ابتدائی حالات: آپ حضرت عمرؓ کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے دو سال بعد پیدا ہوئے②۔ خلافتِ راشدہ کے آخری دور میں آپ چونکہ بالکل کم سن تھے اس لیے اس عہد میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں آپ تحصیلِ علم کے بعد مسندِ علم وافتاء پر بیٹھ چکے تھے③۔

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی خلافت سے اختلاف کیا۔ اور عبدالملک بن مروان کے عہد میں ولید اور سلیمان کی ولی عہدی کی بیعت سے انکار کیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا④۔

آپ نے کبار صحابہ کرامؓ سے کسبِ علم کیا اور آپ سے کثیر جماعت نے علم حاصل کیا⑤۔

علم وفضل: آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ فقہائے مدینہ میں سے تھے⑥۔ امام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے: ''سعید بن میّب مدینہ کے ایک مفتی ہیں''⑦۔

ان کی امامت وجلالت' علمی فضیلت اور جملہ اعمالِ خیر میں ان کے معاصرین پر ان کی برتری پر تمام علماء کا اتفاق ہے⑧۔

آپؒ کے بے شمار فضائل ہیں⑨۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

◎ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳۷۹ ◎ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۲۰۷ ◎ ابن خیاط، التاریخ، ص:۳۰۶
◎ ابن خیاط، الطبقات، ص:۲۴۴ ◎ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۵۱۰ ◎ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۴۳۷
◎ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۴۶۸ ◎ الدولابی، الکنی والأسماء، ص:۲/۹۶ ◎ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۵۹
◎ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۶۳ ◎ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۲/۱۶۱ ◎ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص:۲۴
◎ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۲/۷۹ ◎ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۲/۲۱۹ ◎ المزی، تحفۃ الأشراف، ص:۱۳/۲۰۵
◎ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص:۴/۱۸۸ ◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۵۴ ◎ الذہبی، دول الاسلام، ص:۱/۶۵
◎ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۴/۲۱۷ ◎ الذہبی، العبر، ص:۱/۱۱۰ ◎ الذہبی، الکاشف، ص:۱/۲۹۶
◎ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۵/۲۶۲ ◎ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۱۰۶ ◎ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۸۸
◎ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۳۰۵ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۸۴ ◎ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص:۱/۲۲۸
◎ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص:۱۷ ◎ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۱۴۳ ◎ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۱۰۲

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۵۴ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۴۷
③ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳۷۹ ④ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۵/۹۰
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۴۷ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۵۴
⑦ ابن القیم، اعلام الموقعین، ص:۱/۲۵ ⑧ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۲۲۰
⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۵۴ ◎ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۲۲۰ ◎ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳۸۱ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۸۴

ابن العماد لکھتے ہیں کہ: ''ان کی ذات میں حدیث' تفسیر' فقہ' زہد و ورع اور عبادت' جملہ علمی اور عملی کمالات جمع تھے''①۔

آپ قرآن کی تفسیر و تأویل میں کمال شدت اور احتیاط سے کام لیتے تھے②۔ آپ کو شیخین کے فیصلوں سے پوری واقفیت تھی③۔ حدیث رسول ﷺ کا انھیں خاص ذوق تھا۔ اس کے لیے آپ کئی کئی دن اور رات سفر کرتے تھے④۔ حضرت ابو ہریرہؓ چونکہ ان کے خسر تھے اس لیے ان کی مرویات کا بڑا حصہ انھی کی احادیث پر مشتمل ہے⑤۔ محدثین اور اربابِ فن کے نزدیک ان کی مرویات کا پایا اتنا بلند تھا کہ امام احمدؒ بن حنبل ان کی مرسلات کو بھی صحاح کا درجہ دیتے تھے⑥۔ یحییٰؒ بن معین ان کی مرسلات کو حسن بصری کی مرسلات پر فوقیت دیتے تھے⑦۔ علیؒ بن مدینی کہتے تھے: ''کسی مسئلہ میں سعیدؒ بن مسیب کا صرف یہ کہہ دینا کہ اس بارے میں سنت موجود ہے' کافی ہے''⑧۔ آپؒ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا⑨۔

اخلاق و عادات: آپؒ طبعًا بڑے پرعزم اور صلح پسند تھے⑩۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں ''سعیدؒ بن مسیب بڑے حق گو تھے''⑪۔ بڑے زاہد اور عبادت گزار تھے، ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ ''ابن مسیبؒ فقہ' دینداری' زہد و ورع' عبادت و ریاضت جملہ فضائل میں سادات تابعین میں سے تھے⑫۔ آپؒ کثرت سے حج کرتے اور روزے رکھتے تھے⑬۔

آپؒ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ محرماتِ الٰہیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ انبیاء و رسل کے نام پر اپنے لڑکوں کے نام رکھنا پسند نہیں کرتے تھے⑭۔

وفات: آپ نے ۹۱ھ یا ۹۳ھ میں وفات پائی⑮۔

---

① ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۰۳
② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۱
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۸۶
④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۱
⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۰
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۷
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۸۶
⑧ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۲۰
⑨ تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر: ۲۵۶
⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۱
⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۵
⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۸۷
⑬ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۱۳۰
⑭ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۱۳۰
⑮ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۶

۳۔ عامر بن شراحیل شعبی (م ۱۰۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عامر بن شراحیل اور کنیت ابو عمر ہے۔ قبیلہ شعبی سے نسبت کی وجہ سے شعبی کہلاتے تھے، لیکن شہرت کی وجہ سے اس نسبت نے لقب کی حیثیت اختیار کر لی۔ نسب نامہ یہ ہے: بنی حسان بن عمرو بن قیس بن معاویۃ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۹ھ میں حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی (۲)۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو اس وقت صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ آپ کو پانچ سو صحابہؓ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور ان میں سے اڑتالیس سے کسبِ فیض کیا (۳)۔

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی خدمت میں آٹھ دس ماہ تک مستقل قیام کیا اور ان سے فیض یاب ہوئے (۴)۔ اس کے علاوہ تابعین کی بڑی جماعت سے سماعِ حدیث کیا (۵)۔ عہدِ بنو امیہ میں آپ مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ حجاج نے آپ کو ان کے قبیلہ کا امام بنایا۔ سرکاری وفود میں آپ کو عبدالملک کے پاس بھیجتا تھا۔ آپ کے فہم و تدبر کی وجہ سے عبدالملک بعض اہم خدمات آپ کے سپرد کرتا اور سفیر بنا کر مختلف مقامات پر بھیجتا (۶)۔ لیکن اموی حکومت کے ساتھ ان کے روابط زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے۔ ابن اشعث کے ہنگامہ کے زمانہ میں امام شعبی نے اس کا ساتھ دیا (۷)۔ آپ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہدِ حکومت میں کوفہ کے منصبِ قضاء پر فائز رہے (۸)۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۴۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۲۸۵ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۱۴۹، ۳۳۰

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۵۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱۵، ۱۲۰ ◉ البخاری التاریخ الکبیر، ص: ۶/۴۵۰

◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۴۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۴/۲۹۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۵۲، ۳۹۵

◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۴۴۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۶/۳۲۲ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۴/۲۱۲

◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۵/۴۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۴/۳۱۰ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۴۴۳

◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۲۷ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۸۱ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۳۷۷

◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳۸ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳/۷۵ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/۶

◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۱۳/۲۴۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۹/۳۴۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۹

◉ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۴/۱۳۰ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۲۷ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴/۲۹۴

◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۶/۵۸۷ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۲۱۵ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۲۳۰

◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۰۵ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۳۵۰ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۳۸۷

◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۶۵ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۳۹ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۳۲

◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۱۸۴ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۲۶

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۹
(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۴۸
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۶۷
(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۴۸
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۶۹
(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۴۹ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/۶
(۷) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۲۳۷
(۸) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۲۳۷

علم و فضل: آپؒ اپنے زمانہ کے امام تھے۔ قرآن کریم کے ممتاز قاری تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، مغازی، ریاضی اور ادب و شاعری میں یکساں دسترس حاصل تھی ①۔

امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں:

''کامل عالم تین ہیں: ابن عباسؓ اپنے زمانہ میں، شعبیؒ اپنے زمانہ میں اور سفیان ثوریؒ اپنے زمانہ میں ②۔

امام مکحولؒ کا بیان ہے:

''میں نے شعبیؒ سے زیادہ سنتِ ماضیہ کا عالم نہیں دیکھا'' ③

عاصم احول کہتے ہیں:

''میں نے امام شعبیؒ سے بڑھ کر اہلِ کوفہ، اہلِ بصرہ اور اہلِ حجاز کی حدیث جاننے والا کوئی نہیں دیکھا'' ④

ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں:

''شعبیؒ تو فنِ حدیث میں ماہر ہیں اور ابراہیمؒ قیاس سے کام لیتے ہیں'' ⑤

امام ابراہیم نخعیؒ آپ کے تفقہ کے قائل تھے۔ جو مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوتا ان سے پوچھ لیتے تھے ⑥۔

آپ کا فقہی ملکہ اس قدر مسلّم تھا کہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہی مسندِ افتاء پر بیٹھ گئے تھے ⑦۔

غرض کہ آپ کے عہد کے تمام بڑے بڑے ائمہ میں آپ کی علمی منزلت مسلّم تھی۔

اخلاق و عادات: علمی کمال کے ساتھ ساتھ سراپا خشیتِ الٰہی سے متصف تھے۔ طبعاً نہایت نرم خو اور حلیم تھے ⑧۔ حد درجہ کے ظریف، خوش طبع تھے۔ مگر نڈر اور بے باک واقع ہوئے تھے ⑨۔

وفات: ۱۰۳ھ میں ستر برس سے کچھ زائد عمر میں آپ کا انتقال ہوا ⑩۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۶۶

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۲

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۵۶

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۱

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۲

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۵۰

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۵۰

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۶۷ ⑧ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۳/۷

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۶۷

⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۵۶

۴۔ سالم بن عبد اللہؒ (م ۱۰۶ ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام سالمؒ بن عبد اللہ اور کنیت ابو عمرو ہے۔ قریش کے مشہور قبیلہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں یزدگرد شاہنشاہ ایران کی جو لونڈیاں گرفتار ہوئی تھیں ان میں سے ایک حضرت عبد اللہؓ کو دی گئی تھی۔ سالم اسی کے بطن سے تھے ②۔ آپ نے اکابر صحابہ کرامؓ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ بے شمار محدثین آپ کے تلامذہ تھے ③۔

علم و فضل: آپ مدینہ منورہ کے نامور فقیہ تھے۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے: ''سالم فقیہ، حجت اور ان کی ذات میں علم اور عمل اور زہد و شرف جیسے صفات عالیہ مجتمع تھے'' ④۔ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ اور جملہ فنون میں یکساں ادراک تھا لیکن شدت احتیاط کی وجہ سے قرآن کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے ⑤۔

ابن سعد کا بیان ہے: "کان ثقة کثیر الحدیث عالیا من الرجال" ⑥

''سالم فقیہ، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں تھے''۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵/۱۹۵ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۱۸۷ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۸
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۴۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱۵ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴/۱۱۵
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۷۴ ◉ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱/۲۳۶ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۸۶
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۳۵۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۱۸۴ ◉ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۶۵
◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲/۱۹۳ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۵۲ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۳۲
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲/۱۶۳ ◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۶/۵۲ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۰۷
◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۱۳/۱۹۹ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۲/۲۹۰ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۷/۱۵
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۸۸ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۷۵ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴/۴۵۷
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ۴/۱۱۵ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۳۰ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۱۷
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۵/۸۳ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۲۷۷ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۲۴۱
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۰۸ ◉ ابن الجوزی، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۳۰۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۲۸۰
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۵۶ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۳۶
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۳۱

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۷ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۳۸
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۳۸ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۸
⑤ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵/۲۰۰ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵/۲۰۰

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"لم يكن أحد في زمان سالم بن عبدالله أشبه من مضى من الصالحين في الزهد والفضل والعيش منه"①

سالم بن عبداللہ کے زمانے میں گذشتہ صالحین سے آپ سے زیادہ زہد، فضل اور سادہ زندگی گزارنے والا کوئی نہیں ہے۔

امام عبداللہؒ بن مبارک نے آپ کو فقہائے مدینہ میں شمار کیا ہے۔

آپؒ نے حدیث کا مجموعہ بھی تیار کیا تھا②۔

اخلاق و عادات: میمون بن مہران کہتے ہیں: ''سالمؒ اخلاق و عادات اور سادہ زندگی بسر کرنے میں اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اپنا سودا سلف خود خریدتے تھے اور منڈی میں تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ آپ امراء کی دولت سے بے نیاز تھے، کہ ان کی درخواست پر بھی کبھی خواہش کا اظہار نہیں کرتے تھے③۔

آپؒ کا لباس اور غذا انتہائی سادہ تھی④۔

وفات: آپؒ نے ذی الحجہ ۱۰۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ہشام بن عبدالملک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی⑤۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۷/۳

② النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۰۸/۱

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۷/۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰۰/۵ ◎ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۰۷/۱

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۷/۱ ◎ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۴۸/۵

۵۔ حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام حسن بن یسار اور کنیت ابوسعید ہے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کے والد یسار حضرت زیدؓ بن ثابت کے غلام تھے۔ آپ کی والدہ خیرہ حضرت اُمّ سلمہؓ کی کنیز تھیں۔ آپ نے مدینہ منورہ میں پرورش پائی۔ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں قرآن کریم حفظ کیا اور انھیں متعدد دفعہ خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ بے تکلف ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں آتے جاتے تھے، بڑے ہوئے تو مسجد نبوی میں کبار صحابہ کرامؓ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اوران سے علم حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ②۔

علم و فضل: ابن سعدؒ بیان کرتے ہیں: ''حسن بصریؒ جامع کمالات تھے عالم' بلند مرتبت' رفیع المنزلت تھے' مامون' عابد و زاہد تھے'' ③۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''آپ بلند پایہ عالم' حافظِ حدیث اور علم کا سمندر ہیں.....'' ④

ابو بکر الہذلی کا بیان ہے: ''جب تک آپ ایک سورۃ کی تفسیر و تاویل اور شانِ نزول وغیرہ سے پوری واقفیت حاصل نہ کر لیتے، اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے'' ⑤۔ ایوبؒ کا قول ہے: ''میری آنکھوں نے حسنؒ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا'' ⑥۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۵۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۱۰۸ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۴۰
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۱۰ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱۶
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲/۲۸۹ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۱۳ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۱۵۱
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۴۰ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۲/۳۲ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۱/۱۸۷
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۴۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۵/۴۴ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۰۲
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲/۱۳۱ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۸ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳/۲۳۳
◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۱۳/۱۶۱ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۲/۶۹ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳/۲۹۷
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴/۹۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۷۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۷۷
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴/۵۶۳ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۱۶۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۵۲۷
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۲/۳۰۶ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۲۲۹ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۰۹
◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۲۳۵ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۱۶۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۳
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۶۷ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۲۸ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۷۷
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۱۴ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۳۶

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۲ ② ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۵۶
③ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۵۷ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۲
⑤ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۳۶ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۵

حدیث کا علم انھوں نے براہِ راست کبار صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ اکثر شائقینِ علم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے، آپ جہاں جاتے تھے مرجعِ خلائق بن جاتے۔ آپؒ کی اکثر مرویات روایاتِ بالمعنیٰ ہوتی ہیں①۔ آپ کے پاس احادیث کا مجموعہ بھی تھا②۔

اخلاق و عادات: روحانی اور اخلاقی کمالات کے اعتبار سے حسن بصری زہد و ورع کا مجسم پیکر اور فضائل اخلاق کی عمدہ تصویر تھے۔ ابو بردہ فرماتے ہیں: ''میں نے کسی غیر صحابی کو حسنؒ سے زیادہ اصحابِ رسول ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔ خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہر آن لرزاں رہتے تھے۔ بچپن سے ان کے دل میں جہادِ فی سبیل اللہ کا ولولہ موجزن تھا۔ آپ ظلم کی تلوار کے مقابلہ میں توبہ کی ڈھال استعمال کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ شور و فتن اور انقلابِ زمانہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے③۔

وفات: آپ نے اٹھاسی سال کی عمر میں ۱۱۰ھ کو وفات پائی④۔

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۲ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۵

② تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۲۷۵ مقالہ ہذا۔

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۶۳ ◎ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۳۸

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۲

۶۔ محمد بن سیرین (م ۱۱۰ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام محمد بن سیرین اور کنیت ابو بکر ہے①۔

ابتدائی حالات: آپ ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سیرین جرجرایا② کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمرؓ فاروق کے عہدِ خلافت میں عین التمر ③ کے معرکہ میں گرفتار ہوئے اور حضرت انسؓ بن مالک کی غلامی میں آگئے جنھوں نے ان سے بیس یا چالیس ہزار درہم لے کر انھیں آزاد کر دیا④۔

آپ نے چونکہ حضرت انسؓ بن مالک کے دامنِ علم میں تربیت پائی تھی اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے تھے۔ اس لیے آپ ان کے علم و عمل کے وارث بنے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے صحابہ کرامؓ سے کسبِ فیض کیا⑤۔

ہشام بن حسان کا قول ہے:

"أدرك الحسن البصری من أصحاب رسول الله ﷺ مائة و عشرين و أدرك ابن سيرين ثلاثين منهم" ⑥

---

* سوانح حیات کے لیے دیکھیے:

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۳/۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۵۲۰/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۴۰
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۱۰ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱۶ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۰/۱
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۰۵ ◉ ابو زرعۃ، التاریخ، ص: ۱۵۵/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۰۹
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵۴/۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۸۰/۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۱۴/۳
◉ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۸۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۵۵/۵ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۶۳/۲
◉ خطیب بغدادی، التاریخ، ص: ۳۳۱/۵ ◉ الخطیب، السابق واللاحق، ص: ۱۴۱ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۹
◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۳۱۰/۱۵ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲۴۱/۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۸۲/۱
◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۸۱/۴ ◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۳۵۵/۱۳ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳۴۵/۱۶
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۹۲/۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۷۷/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۷۷/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۶۰۶/۴ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱۳۵/۱ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۴۶/۳
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۴۶/۳

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۷/۱

② **جرجرایا:** واسط اور بغداد کے درمیان نہروان کا ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۲۴/۵

③ **عین التمر:** عراق میں انبار کے قریب ایک شہر ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۷۶/۴

④ ابن خلکان: وفیات الأعیان، ص: ۴۵۳/۴ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۸۳/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۹ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۳/۷

⑥ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۸۳/۱

حسن بصری نے ایک سو بیس صحابہ کرامؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جن میں ابن سیرین نے تیس صحابہ کرامؓ سے شرف لقاء حاصل کیا۔

علم و فضل: آپ کے عہد کے بڑے بڑے علماء اور محدثین انھیں ان کے زمانہ کا ممتاز فاضل قرار دیتے تھے۔

ابن عون فرماتے ہیں: ''تمام دنیا میں تین اشخاص کا مثل نہیں ہے۔ عراق میں ابن سیرین' حجاز میں قاسم بن محمد اور شام میں رجاء بن حیوہ اور پھر ابن سیرین ان تینوں میں فائق تھے'' ①۔

ابن حبانؒ کا بیان ہے: ''محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے متورع' فقیہ' فاضل' حافظ' متقی اور معبرِ خواب تھے'' ②۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''آپ تفسیر' حدیث' فقہ اور تعبیر رؤیا وغیرہ فنون کے امام تھے'' ③۔

آپ کے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات پر مشتمل ایک کتاب تھی ④۔ آپ روایت حدیث میں اتنے محتاط واقع ہوئے تھے کہ احادیث کو لفظاً روایت کرتے تھے تنہا معنی بیان کرنا کافی نہ سمجھتے تھے ⑤۔

اخلاق و عادات: آپ طبعاً نہایت خندہ جبین اور خوش مزاج تھے لیکن دل خشیتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ انتہائی عبادت گزار تھے۔ ابن العماد الحنبلیؒ کا بیان ہے: ''ابن سیرین کو علم اور عبادت' دونوں میں انتہائی کمال حاصل تھا'' ⑥۔

آپ مشتبہات سے اس قدر بچتے تھے کہ اس کے لیے بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر لیتے تھے ⑦۔

وفات: آپ ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلاء ہوئے اور شوال میں وفات پا گئے ⑧۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۱۶

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۱۶

③ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۴/۳۵

④ تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۶ مقالہ ہذا۔

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۹۴

⑥ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۳۹

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۹۸ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۸۴

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۷

۷۔ مکحول بن ابو مسلم (م ۱۱۳ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام مکحول بن ابو مسلم اور کنیت ابوعبداللہ تھی ①۔ آپ کے نسب اور وطن کے بارے میں مصادر میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق آپ کابل کے رہنے والے تھے ②۔ حافظ ابن حجر نے کئی ایک روایات بیان کی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عجمی النسل تھے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مصری یا ہذلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے' یعنی عرب تھے ③۔

امام نوویؒ نے ان روایات کے مابین تطبیق دی ہے کہ آپ عجمی النسل اور کابلی المولمن تھے ④۔ علامہ ذہبی نے بھی ان کا مسکن کابل بتایا ہے ⑤۔

ابتدائی حالات: ابتدا میں آپ حضرت سعیدؓ بن العاص کے غلام تھے ⑥۔ علامہ ذہبی نے ابن زبر کا بیان نقل کیا ہے: ''مکحول کہا کرتے تھے کہ میں پہلے پہل سعید بن العاص کا غلام تھا۔ پھر اس نے مصر میں مجھے ہذیل کی ایک عورت کے لیے ہبہ کر دیا'' ⑦۔

لیکن ابن سعد نے نقل کیا ہے: ''امام مکحول فرماتے تھے کہ میں عمروؓ بن سعید کا غلام تھا، پھر انھوں نے مجھے ایک ہذلی کو دے دیا'' ⑧۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۵۸۳ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۴۵
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳۱۰ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۲۶ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۸/۲۱
◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۲۴۵ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۵۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸/۴۰۷
◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۱۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۵/۱۷۷ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۵۳
◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۱۳ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۵/۲۸۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/۳
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۷ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/۱۵۵ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۴۰
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۴۶ ◉ الذہبی، میزان اعتدال، ص: ۵/۱۵۵ ◉ الیافعی، مرأۃ الجنان، ص: ۱/۲۴۳
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۰۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۸۹ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۷۲
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۸۶

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۷ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۴
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۱۹ ④ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۱۳
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸
⑥ کیونکہ عمروؓ کے والد حضرت سعیدؓ بن العاص نے عہد عثمانی میں کابل کے بعض سرحدی علاقوں کو فتح کیا تھا ممکن ہے کہ آپ انھی معرکوں میں حضرت سعید کے غلام ہوں۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۴۲
⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۱۸
⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۳۔ ان دونوں اقوال کے مابین تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ آپ پہلے حضرت سعیدؓ بن العاص کے غلام تھے پھر بطور وراثت ان کے بیٹے عمروؓ کو ملے ہوں گے۔

آپ کو تحصیلِ علم کا فطری شوق تھا، چنانچہ غلامی ہی کے زمانہ سے آپ تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے۔ پھر آزادی کے بعد آپ نے دنیائے اسلام کے تمام علمی مراکز کا سفر کرتے ہوئے تحصیلِ علم کیا۔ آپ کا بیان ہے کہ جب میں آزاد ہوا، اس وقت مصر کا تمام علم میں نے سمیٹ لیا اور اس وقت تک میں نے وہاں سے قدم باہر نہیں نکالا جب تک اپنے خیال کے مطابق وہاں کا سارا علم نہ سیکھ لیا، پھر عراق اور اس کے بعد مدینہ منورہ آیا تو اپنے خیال کے مطابق ان مقامات کا سارا علم حاصل کر لیا، پھر شام آیا تو یہاں کا چپہ چپہ چھان مارا①۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کی خاصی تعداد سے علم حاصل کیا۔ آپ کے بے شمار تلامذہ تھے②۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث موجود تھیں③۔

علم و فضل: آپ کو حدیث اور فقہ دونوں میں درجۂ امامت حاصل تھا④۔ امام زہری کا بیان ہے: ''عالم تین ہی ہیں: ان میں سے ایک مکحول ہیں''⑤۔ ابن یونس کہتے ہیں: ''مکحول فقیہ اور عالم تھے اور ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے''۔ ابن عمار اور ابو حاتم کا متفقہ بیان ہے: ''مکحول اہلِ شام کے امام تھے''⑥۔

اخلاق و عادات: آپ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ اخلاقی فضائل سے بھی مزین تھے۔ انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد آپ کا نمایاں وصف تھا⑦۔ آپ فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے۔ اگر اپنی رائے سے کسی مسئلہ کا جواب دیتے تھے تو صاف کہہ دیتے تھے یہ میری رائے ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی⑧۔

وفات: ابو مسہر اور ایک جماعت کے مطابق آپ ۱۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ اور ابو نعیم اور دحیم نے آپ کا سالِ رحلت ۱۱۲ھ بتایا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اور اقوال بھی ملتے ہیں⑨۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۹۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۱۱۴

③ تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۲۷۸

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۵۱

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۹۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۱۱۴

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۴

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۹۱

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۹۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷/۴۵۴

۸۔ ابنِ شہاب زُہری (م ۱۲۴ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام محمد بن مسلم اور کنیت ابو بکر ہے اور نسب نامہ یہ ہے: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الزہری القرشی۔ قریش کے مشہور قبیلہ بنو زہرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے ''زھـــری'' کے لقب سے معروف ہیں اور اپنے دادا شہاب بن حارث کی وجہ سے ''ابن شہاب'' کے لقب سے مشہور ہوئے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ کے جدّ امجد عبد اللہ بن شہاب آغازِ اسلام سے ہی آنحضرت ﷺ کے سخت دشمن تھے اور جنگ بدر و جنگ احد میں مشرکین کے ساتھ تھے (۲)۔ آپ ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ذہانت، ذکاوت اور قوتِ حافظہ بے مثال تھی۔ ایک مرتبہ جو بات سن لی، وہ ہمیشہ کے لیے لوحِ قلب پر نقش ہو جاتی تھی۔

امام ذہبیؒ نے نقل کیا ہے:

''امام زہریؒ کی یادداشت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اسّی (۸۰) دن کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا'' (۳)

آپ نے طلبِ علم میں بہت زیادہ کوششیں کیں۔ آپ کا اپنا بیان ہے: ''میں نے سعید بن میسّب کے حلقہ درس میں مسلسل آٹھ برس حاضری دی ہے'' (۴)۔

ابو زناد کہتے ہیں:

''ہم زہری کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اس لیے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے'' (۵)۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/ ۳۸۸ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/ ۵۳۸ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۶۱
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۳۴ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/ ۲۲۰ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۷۲
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/ ۶۲۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۷/ ۲۸۹ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۳/ ۳۶۰
◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۳ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲/ ۷۷ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۹۰
◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۴/ ۳۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۰۸ ◉ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۵/ ۱۳۶
◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵/ ۳۲۶ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/ ۱۵۸ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۵/ ۲۴
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/ ۳۴۳ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲/ ۲۶۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/ ۲۰۷
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/ ۴۴۵ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۹۴ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۳۵۹
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/ ۱۶۲

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/ ۴۴۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۰۸ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/ ۱۳۶
(۲) ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۴/ ۳۲
(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۱۰
(۴) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/ ۳۳۲
(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۰۹

آپ نے کبار صحابہؓ یعنی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت محمودؓ بن ربیع، اور سعیدؒ بن مسیب، ابوامامہؒ بن سھل اور اس طبقہ کے دوسرے کبار تابعین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ سے عقیل، یونس، زبیدی، صالح بن کیسان، معمر، اوزاعی، لیث، مالک اور دوسرے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے ①۔ آپ نے حصولِ علم کے لیے مختلف شہروں کا سفر کیا، پہلے شام گئے۔ پھر مصر کا سفر کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ کا بھی کئی مرتبہ سفر کیا ②۔

علم و فضل: آپ کا ذوق ہمہ گیر تھا۔ اس وجہ سے انھیں جملہ علوم و فنون میں یکساں دسترس حاصل تھی۔ آپ جس فن پر بھی گفتگو فرماتے معلوم ہوتا تھا کہ یہی ان کا خاص فن ہے۔ امام لیث بن سعد کا بیان ہے:

> ''میں نے زہریؒ سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی، جب وہ ترغیب و ترہیب پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اسی کے بڑے عالم ہیں، جب عرب اور انسابِ عرب پر روشنی ڈالتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص فن ہے'' ③

امام معمرؒ کا قول ہے:

> ''جن جن فنون میں ان کو ادراک تھا ان میں وہ اپنا مثل نہیں رکھتے تھے'' ④

غرضیکہ امام زہریؒ کا علمی مرتبہ اس عہد کے تمام علماء اور اربابِ کمال میں مسلم تھا۔

ایوب سختیانی کہتے تھے:

> ''میں نے زہریؒ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ صخر بن جویریہ نے پوچھا: ''حسن بصری کو بھی نہیں''، انھوں نے پھر وہی جواب دیا کہ ''میں نے زہری سے بڑا کسی کو نہیں دیکھا'' ⑤۔

نیز امام مکحول فرماتے ہیں:

> "ما رأيت أحداً أعلم بسنة ماضية من الزهري" ⑥
>
> میں نے گذشتہ سنت کے بارے میں زہریؒ سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔

قرآن و حدیث اور فقہ میں آپ کو کمال درجے کی دسترس حاصل تھی۔ خصوصاً حدیث میں انھیں خاص ذوق تھا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸ ◉ حارث، الامام الزہری و اثرہ، ص: ۹۸
② الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۵۵۱
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۹
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۹
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۹
⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲/۳۸۹ ◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۱/۷۵ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۴۶

ابن مدینی کا بیان ہے:

''حجاز میں ثقات کا سارا علم زہری اور عمرو بن دینار کے درمیان تقسیم تھا''①۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

''زہری سے دو ہزار دو سو احادیث مروی ہیں، ان میں سے نصف مسند ہیں''②۔

عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

"ما رأیت أحداً أنص للحدیث من الزهری"③

میں نے زہری سے زیادہ حدیث میں کسی کو انص نہیں دیکھا۔

آپ نے سنن رسول ﷺ کے ساتھ سنن صحابہؓ خصوصاً مدینہ کے جملہ سنن کو قلم بند کر لیا تھا۔

صالح بن کیسانؒ بیان کرتے ہیں:

"اجتمعت أنا والزهری ونحن نطلب العلم فقلنا نکتب السنن فکتبت ماجاء عن النبی قال نکتب ماجاء عن أصحابه فإنه سنة قلت أنا لا لیس بسنة فلا نکتبه قال فکتب ولم أکتب فأنجح وضیعت"④

میں تحصیل علم میں زہری کے ساتھ تھا۔ ہم نے کہا ہم سنن لکھیں گے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنن لکھ لی تو زہری نے کہا، ہم سنن صحابہ کو بھی لکھیں گے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔ میں نے کہا میں تو نہیں لکھوں گا کیونکہ یہ سنت نہیں ہے۔ زہری نے انھیں لکھ لیا، وہ کامیاب رہے اور میں نے موقع ضائع کر دیا۔

اسی لیے امام شافعیؒ نے کہا تھا:

"لولا الزهری ذهبت السنن من المدینة" ⑤

اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ کے سنن ضائع ہو جاتے۔

امام زہریؒ فقہ میں بھی بہت بلند پایہ رکھتے تھے۔ مدینہ کے سات فقہاء کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا⑥۔

جعفرؒ بن ربیعہ کا بیان ہے:

''میں نے عراک بن مالک سے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ انھوں نے کہا سعید بن مسیبؒ، عروہؒ اور عبداللہ بن عبداللہ۔ یہ نام گنوانے کے بعد کہا، میرے نزدیک زہری ان سب سے بڑے عالم تھے۔ اس لیے کہ انھوں نے ان سب کا علم اپنے عمل میں شامل کر لیا تھا''⑦۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۱۱
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۷
③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۵/۳۳۴
④ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۹۱
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۳۴ — الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۳۷
⑤ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۹۱
⑥ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص:۴/۳۲
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۸

اس فقہی کمال کی بدولت امام زہریؒ مدینہ کی مجلسِ افتاء کے مسند نشین تھے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ محمد بن نوح نے فقہی ترتیب سے ان فتاویٰ کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے (۱)۔

اخلاق عادات: آپ بڑے فیاض اور سیر چشم تھے۔ جب انھیں کوئی رقم ہاتھ آجاتی، تو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالتے تھے۔

امام عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

''میں نے درہم و دینار کو زہریؒ کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں بے وقعت نہیں دیکھا۔ وہ اس کو مینگنی سے زیادہ نہ سمجھتے تھے'' (۲)۔

امام لیثؒ کا بیان ہے:

''آپ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے'' (۳)۔

آپ حد درجہ کے عبادت گزار تھے، منکدر بن محمد کہتے ہیں:

"رأيت بين عيني الزهري أثرا لسجود" (۴)

میں نے زہری کے ماتھے پر سجدے کے نشان دیکھے ہیں۔

امام مالکؒ کہا کرتے تھے:

"وكان تقيا ما له في الناس نظير" (۵)

آپ متقی تھے، لوگوں میں آپ کا مثل کوئی نہیں تھا۔

وفات: آپ کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق آپ نے ۱۲۴ھ کو وفات پائی۔ اور یہی روایت صحیح ہے (۶)۔ اس کے علاوہ ۱۲۳ھ اور ۱۲۵ھ کی روایات بھی ہیں (۷)۔

---

(۱) ابن القیم، أعلام الموقعین، ص: ۱/۳۱

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۹

(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۹

(۴) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/۱۳۶

(۵) الخزرجی، خلاصہ تذھیب، ص: ۲/۳۵۹

(۶) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۴۷ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/۲۲۱

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۵۰

۹۔ محمد بن اسحاق (م ۱۵۲ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام محمد بن اسحاق اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔نسب نامہ محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار ہے، آپ کے دادا یسار، قیس بن مخرمہ بن مطلب کے مولیٰ تھے اور اسی نسبتِ ولاء کی وجہ سے "مطلبی" کہلاتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۸۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، آپ کو حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے۔آپ نے اپنے والد اسحاق اور چچا موسیٰ کے علاوہ فاطمہ بنت منذر، قاسم، عطاء، اعرج، زُہری اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے جریر بن حازم، حماد بن زید، ابراہیم بن سعد اور متعدد اہلِ علم نے روایت کی ہے ②۔

علم وفضل: محدثین کے درمیان یہ امر طے شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مغازی اور جنگی کارناموں میں ابن اسحاقؒ کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے ③۔آپ نے "المغازی" کے نام سے سیرت کی ایک کتاب تالیف کی ہے ④۔

امام ذہبی نقل کرتے ہیں:

"ابن اسحاق علم کا خزانہ اور مغازی اور سیر کے علم میں ماہر ہیں۔آپ حدیث کو زیادہ ضبط کرنے والے نہیں تھے، اس لیے ان کی حدیث صحت کے درجہ سے گر گئی ہے ورنہ فی نفسہ آپ صدوق اور پسندیدہ ہیں" ⑤

امام شعبہ کہتے ہیں:

"ابن اسحاق أمیر المؤمنین فی الحدیث" ⑥

ابن اسحاق حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔

امام زہری کا قول ہے:

"لا یزال بالمدینة علم جم ما کان فیهم محمد بن اسحاق" ⑦

مدینہ میں بہت زیادہ علم رہے گا جب تک ان میں محمد بن اسحاق موجود ہیں۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۳۲۱ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۵۰۳ ◉ ابن الخیاط، التاریخ، ص: ۴۲۶
◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۴۷۸ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۹۱ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۲/۲۷
◉ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۱۳۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۲۳۰ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۴/۱۰۳
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ۶/۲۷۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۷۲ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۳۳
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۱۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۴۶۸ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۲/۱۸۸
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۱۴۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۸ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۷۵
◉ ابن عماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۳۰

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۲ ② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۲۱۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۸
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۳ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۰
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۳ ⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵ ⑦ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

"لو کان لی سلطان لأمّرت ابن اسحاق علی المحدثین " ①

اگر میں بادشاہ ہوتا تو ابن اسحاق کو تمام محدثین پر امیر مقرر کردیتا۔

اس مقام ومرتبہ کے باوجود بعض علماء نے آپ پر تنقید کی ہے۔ یحییٰ بن معین سے مروی ہے:

"ثقة لكن ليس بحجة" ②

ابن اسحاق ثقہ ہیں لیکن قابلِ حجت نہیں

ابنِ مہدی کہتے ہیں:

"كان يحيىٰ بن سعيد الانصاری و مالك يجرحان محمد بن اسحاق" ③

یحییٰ بن سعید انصاری اور مالک، محمد بن اسحاق پر جرح کرتے تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں:

"يا أهل العراق لا يغت عليكم بعد محمد بن اسحاق أحد" ④

اے اہلِ عراق! محمد بن اسحاق کے بعد کوئی تم پر بے ہودہ گوئی نہ کرے۔

یحییٰ بن سعید قطانؒ فرماتے ہیں:

"تركت ابن اسحاق عمداً فلم أكتب عنه " ⑤

میں نے عمداً ابن اسحاق سے لکھنا چھوڑ دیا، اب میں ان سے نہیں لکھتا ہوں۔

بعض کا خیال ہے کہ ابن اسحاق عقیدۂ قدر کی طرف مائل تھے۔ امام ذہبی ان آراء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت الذی استقر عليه الأمر أن ابن اسحاق صالح الحديث وأنه فی المغازی أقوی منه في الأحكام ...." ⑥

میرا خیال ہے کہ اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ابن اسحاق حدیث میں قابلِ اعتبار تھے اور احکام کی بہ نسبت مغازی میں زیادہ قوی تھے۔

وفات: ایک جماعت کے قول کے مطابق ۱۵۱ھ میں فوت ہوئے، بعض نے تاریخ وفات ۱۵۲ھ بھی بتائی ہے ⑦۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۳ ② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵

③ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵ ④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶

⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶ ⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵

⑦ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶ ⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۷۳

أ۔ ابن جریج (م ۱۵۰ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اور کنیت ابوالولید اور ابو خالد ہے۔ آپ رُومی الاصل ہیں ①۔

ابتدائی حالات: بعثتِ نبوی سے بہت پہلے مکہ مکرمہ میں متعدد رومی غلام خاندان تھے، غالباً ان ہی میں ابن جریج کا خاندان بھی تھا۔ آپ مکہ میں ہی ۸۰ھ کے بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ مگر انھیں ان کی صحبت اختیار کرنے کا شرف حاصل نہ ہوسکا ②۔ ابتدا میں آپ کو شعر وادب سے دلچسپی تھی، اس لیے انھوں نے اپنی جوانی کا پورا وقت اسی میں گزار دیا، بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح کے حلقۂ حدیث میں ستر برس تک کسبِ فیض کیا ③۔

اتنی مدت تک ان کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی ان کے جذبہ طلب علم کو تسکین نہیں ہوئی اور سات برس تک مکہ کے ممتاز شیخ عمرو بن دینار سے علم حاصل کیا پھر مکہ سے نکل کر مدینہ، بصرہ، بغداد، یمن، شام، اور مصر کی خاک چھانی اور وہاں کے تمام ممتاز شیوخ سے استفادہ کیا ④۔

علم وفضل: آپ کے شیخ عطاء بن ابی رباح ان کو اہلِ حجاز کا سردار کہتے تھے ⑤۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ''آپ علم کا خزانہ تھے'' ⑥۔ علمِ تفسیر میں اگرچہ آپ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح سے بہ حصۂ وافر مستفید ہوئے تھے مگر مفسرین نے ان کی تفسیر پر زیادہ اعتماد نہیں کیا۔

امام سیوطیؒ رقمطراز ہیں:

"ان ابن جريج لم يقصد الصحة وإنما روى مانكر فى كل أية من الصحيح والسقيم" ⑦

ابن جریج نے تفسیر میں زیادہ صحت کا اہتمام نہیں کیا۔ وہ ہر آیت کی تفسیر میں صحیح اور کمزور روایات نقل کردیتے ہیں۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۴۰/۸ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۳۷۱/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۲۵
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۸۳ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۸/۲ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۲۵۲/۱
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۵۶/۵ ◉ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۱۴۵ ◉ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۵۹۴/۵
◉ الذہبی، العبر، ص: ۲۱۳/۱ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۱۶۳/۳ ◉ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۲/۶
◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵۰۸/۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۰/۱۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۶۹/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۲۵/۶ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۶/۶ ◉ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۶۵۹/۲
◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۴۶۹/۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۵۲۰/۱ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۴۴

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ ③ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۲۸/۱
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۴۰۴/۶ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۴۰۴/۶ ⑥ الذہبی تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۶۹/۱
⑦ السیوطی، الاتقان، ص: ۱۸۵/۲

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن جریج کا علم تفسیر کا ماخذ زیادہ تر اسرائیلی روایات پر تھا اس لیے امام ابن جریر الطبری نے نصاریٰ کے بارے میں جو روایات درج کی ہیں ان میں سے بیشتر ابن جریج کے ذریعہ سے مروی ہیں (١)۔

علم حدیث میں بھی انھیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ابن المدینی کہتے ہیں: ''حدیث کی روایات کا انحصار چھ اشخاص پر ہے۔ پھر ان اشخاص کا علم ان لوگوں کے مابین سمٹ گیا جنھوں نے علم حدیث کی تدوین کی اور ان میں سے ابن جریج بھی ہیں'' (٢)۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں'' ......ابن جریج اور سعید بن ابی عروبہ نے علمِ حدیث پر سب سے پہلے کتب لکھیں'' (٣)۔

آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا (٤)۔

بعض معاصر ائمہ نے ان پر جرح بھی کی ہے اور ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ابن جریج کی روایات کیسی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ضعیف۔ اس نے پھر پوچھا کہ اگر وہ "أخبرني" کے لفظ سے روایت کریں؟ تو انھوں نے جواب دیا یہ کوئی چیز نہیں ہے، ان کی روایات بہر حال ضعیف ہیں۔ امام ابو زرعہ اور امام مالک نے بھی ان کی روایات کی تضعیف کی ہے (٥)۔

ان اقوال میں کسی حد تک مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم امام یحییٰ بن معین اور امام ذہبی کی آراء زیادہ معتدل اور محتاط ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ''ابن جریج نے جو روایات اپنی تحریر کی مدد سے بیان کی ہیں وہ قابلِ اعتماد ہیں'' (٦)۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: ''ابن جریج کی زبانی روایات وہی معتبر ہیں جن میں "حدثني" یا "سمعت" کے الفاظ ہوں (٧)۔ علامہ ذہبی ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں ابن جریج پختہ کار عالم ہیں لیکن تدلیس (٨) کے عادی ہیں (٩)۔

اخلاق و عادات: آپ علم کے ساتھ حد درجہ کے عبادت گزار اور کثرت سے روزے رکھتے۔ ہر ماہ صرف تین ایام کا روزہ چھوڑتے تھے۔ طبیعت بہت رقیق اور اثر پذیر تھی۔ عبدالرزاق کا بیان ہے: ''ابن جریج بالوں میں سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور بیش قیمت عمدہ خوشبو استعمال کیا کرتے تھے اور حد درجے کے سخی واقع ہوئے تھے'' (١٠)۔

وفات: آپ نے ساری زندگی جوار حرم میں گزار دی مگر آخری عمر میں بصرہ چلے گئے تھے۔ آپ نے ذوالحجہ ١٥٠ھ میں وفات پائی (١١)۔

---

(١) السیوطی، الاتقان، ص: ١٨٥/٢

(٢) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٤٠٤/٦

(٣) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ١٦٩/١

(٤) دیکھیے صفحہ نمبر ٣٤٢ مقالہ ہذا۔

(٥) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٤٠٤/٦

(٦) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٤٠٤/٦

(٧) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٤٠٦/٦

(٨) اصول حدیث کی اصطلاح میں سند کے عیب کو مخفی رکھنا اور ظاہری شکل کو حسین بنا دینا ''تدلیس'' کہلاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں: تدلیس الاسناد اور تدلیس الشیوخ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ٧٣

(٩) الذہبی، ذکر اسماء من تکلم فیہ و ھو ثقۃ، ص: ١٢٥/٥ (١٠) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ١٧١/١ ◉ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ٢٣/٢

(١١) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ١٧١/١

۲۔ معمر بن رَاشِدؒ (م ۱۵۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام معمر بن راشد اور کنیت ابوعروۃ ہے۔ عرب کے مشہور قبیلہ بنوازد کی طرف نسبت ولاء کے باعث ازدی کہلاتے ہیں (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۹۵ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے ایک شخص عبد السلام بن عبد القدوس کے غلام تھے۔ جسے قبیلہ ازد کی حدان نامی شاخ سے نسبت ولاء حاصل تھی (۲)۔

بعدازاں آپ یمن میں مستقل رہائش پذیر ہوگئے۔ اور وہاں ہمام بن منبہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بے شمار علماء سے مستفید ہوئے (۳)۔

علم وفضل: ابن جریج اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے:

"عليكم بمعمر فإنه لم يبق في زمانه أعلم منه" (۴)

معمرؒ کی مجلس کو پکڑو اس لیے کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے۔

امام احمدؒ رقمطراز ہیں:

"ليس تضم معمراً إلىٰ أحد إلا وجدته فوقه" (۵)

تم جس کے ساتھ بھی معمرؒ کا موازنہ کر کے دیکھو معمرؒ کو اس سے فوقیت ہی حاصل ہوگی۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

"معمر أثبت الناس في الزهري" (۶)

زہری سے جتنے بھی علم حدیث حاصل کرنے والے ہیں معمرؒ ان سب سے زیادہ پختہ ہیں۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۵۴۶ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۲۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۵۵۷
◉ ابن الخیاط، الطبقات، ص: ۲۲۸ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر: ۲/۱۱۵ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۹۲
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۶ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳/۱۵۷ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۱۵۷
◉ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۵/۵۹۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸/۲۲۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۰۶
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۹۰ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۵ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۹۴
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۲۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۱۵۴ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۲۴۳
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۶ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۸۲ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۸۴
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۳۵

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۳۵ (۲) ابن الأثیر، اللباب فی الأنساب، ص: ۱/۴۷
(۳) الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۲۱ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۳۰۳ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۴۵
(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ (۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۸۸

امام عجلی کا قول ہے:

"بصری سکن الیمن ثقة رجل صالح"①

بصرہ کے رہنے والے نے یمن میں سکونت اختیار کر لی تھی' ثقہ اور نیک انسان تھے۔

امام نسائی کہتے ہیں:

"ھو ثقة مأمون"② (وہ ثقہ اور مامون ہیں)

آپ نے حضرت قتادہؒ سے سماع حدیث صرف چودہ برس کی عمر میں کیا، آپ کا بیان ہے:

"سمعت من قتادة ولی اربع عشرة سنة فما سمعته إذ ذاك كأنه مكتوب فی صدری"③

میں نے قتادہ سے چودہ برس کی عمر میں سماع حاصل کیا تھا اور میں نے ان سے اس وقت جو کچھ سنا تھا وہ گویا میرے قلب پر نقش ہو گیا تھا۔

آپ کو علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم وفنون میں خاصا کمال تھا، ہزاروں احادیث آپ کو یاد تھیں۔ آپ کے پاس ایک مجموعۂ حدیث بھی تھا④۔ آپ ملکِ یمن میں حدیث لکھنے والے پہلے مصنف ہیں⑤۔ اور بے شمار تلامذہ نے آپ سے کسبِ فیض کیا⑥۔

امام عبدالرزاق بن ہمام کا بیان ہے:

"كتبت عن معمر عشرة آلاف حديث"⑦

میں نے معمرؒ سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں۔

وفات: آپ نے ۱۵۳ھ کو اٹھاون برس کی عمر میں وفات پائی⑧۔

---

① الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۳۸۴ ② الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۳۸۴

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۹۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۵۴

④ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۴۲ مقالہ ہذا۔ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۹۱

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۴۵ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۹۱

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۹۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۴۵

۳۔ سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام سعید بن ابی عروبہ اور کنیت ابونضر ہے۔ بنو عدی کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے عدوی کہلاتے ہیں ①۔

ابتدائی حالات: آپ حضرت انسؓ بن مالک کی حیات میں پیدا ہوئے۔ بصرہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم اور بلند پایہ حافظ حدیث تھے۔ آپ نے حسن بصری، ابن سیرین، ابونضرہ عبدی، قتادہ اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حاصل کیا اور آپ سے بشر بن مفضل، بن علیہ، غندر، یحییٰ بن سعید وغیرہ بہت سے لوگ مستفید ہوئے ②۔

علم وفضل: علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے:

"أن سعيد بن عروبة كان أول من صنف العلم بالبصرة" ③

سعید بن عروبہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بصرہ میں علم کو تصنیف کیا۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ ہیں:

"هو أول من صنف الأبواب بالبصرة" ④

سعید بن عروبہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بصرہ میں ابواب پر حدیث کی کتاب تصنیف کی۔

ابوعوانہ کہتے ہیں:

"ماكان عندنا في ذلك الزمان أحد أحفظ من سعيد بن ابي عروبة" ⑤

ہمارے پاس اس زمانہ میں سعید بن ابی عروبہ سے کوئی بڑا حافظ (حدیث) نہیں ہے۔

ابن معین کا قول ہے:

"أثبتهم في قتادة سعيد والدستوائي و شعبة" ⑥

سعید (بن ابی عروبہ) دستوائی اور شعبہ، قتادہ سے علم حدیث روایت کرنے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ پختہ ہیں۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:
◉ ابن معین، التاریخ ص: ۲/۲۰۴ ◉ البخاری، تاریخ الکبیر، ص: ۲/۵۰۴ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۱/۳۰۴
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳/۶۱ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۵۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۶۵
◉ الصالحی، طبقات علماء الحدیث، ص: ۱/۲۷۶ ◉ المزی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۱۴۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۱۵۱
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۳۰۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۶۴

① الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷ ② الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷
③ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۴۰۴ ④ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷
⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۴۰۳ ⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۴۰۳

نیز آپ کا قول ہے:

"سعيد ثقة" ①

سعید ثقہ ہیں۔

ابوزرعہ فرماتے ہیں:

"ثقة مأمون" ②

(سعید بن ابی عروبہ) ثقہ اور غلطی سے پاک ہیں۔

امام ذہبی نے بیان کیا ہے:

''بعض کے نزدیک وفات سے دس سال پہلے ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا'' ③

اس لیے امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

"هو ثقة قبل أن يختلط وكان أعلم الناس بحديث قتادة" ④

وہ (سعید بن ابی عروبہ) حافظہ کے اختلاط سے قبل ثقہ تھے اور قتادہؒ کی مرویات کے سب سے بڑے عالم تھے۔

آپ کے پاس تحریری طور پر ایک مجموعۂ حدیث تھا⑤۔

وفات: آپ نے ۱۵٦ھ میں وفات پائی⑥۔

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۳

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۳

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۸

④ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷

⑤ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۴۹ مقالۂ ہذا۔

⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۸

۴. عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعی (م ۱۵۸ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعمر اور نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد الاوزاعی ہے۔ آپ دمشق میں رہنے والے بلند پایہ حافظِ حدیث تھے۔ بعلبک (۱) میں ۸۸ھ کو پیدا ہوئے اور انتہائی تنگ دستی میں بحالت یتیمی اپنی والدہ کی گود میں بقاع نامی بستی میں پرورش پائی (۲)۔

اوزاعی کی وجہ نسبت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

ابو زرعۃ الدمشقی کا قول ہے: ''آپ کا نام عبدالعزیز تھا جسے آپ نے بدل دیا اور اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا۔ آپ اصل میں سندھ کے قیدی تھے۔ آپ نے اَوزاع (نامی بستی) میں قیام کیا اور یہی نام آپ پر غالب ہوگیا'' (۳)۔

امام بخاری کی بھی یہی رائے ہے (۴)۔ جبکہ ابن سعد کا کہنا ہے: ''اوزاعی ھمدان کا ایک گروہ (قبیلہ) ہے، چونکہ آپ کا تعلق اس گروہ سے تھا لہٰذا اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو اوزاعی کہتے ہیں'' (۵)۔ یاقوت الحموی نے آپ کا قبیلہ ذوالکلاع بتایا ہے (۶)۔

ابتدائی حالات: بچپن میں ہی والدِ محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ کی والدہ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے ان کو شہر بہ شہر لئے پھرتی تھیں۔ اس لیے ان کی نشوونما کسی ایک جگہ نہیں ہوئی (۷)۔ مصادر میں آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور بچپن کے حالات وکوائف کے بارے میں

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/ ۴۸۸
- ابن معین، تاریخ، ص: ۲/ ۳۵۳
- ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۲۸
- البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/ ۳۲۶
- ابوزرعۃ، تاریخ ابی زرعۃ، ص: ۲/ ۱۲۵
- ابن قتیبۃ، المعارف، ص: ۴۹۶
- الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۲/ ۳۹۰
- الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵/ ۲۶۶
- ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۸۰
- ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۰۴
- ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۶/ ۱۳۵
- الحمیدی، جذوۃ المقتبس، ص: ۲۴۴
- السمعانی، الأنساب، ص: ۲/ ۵۳
- الضبی، بغیۃ الملتمس، ص: ۲۹۴
- ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/ ۱۰۶
- الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/ ۲۵۵
- الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۷۸
- الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/ ۱۰۷
- الذہبی، العبر، ص: ۱/ ۲۲۶
- الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/ ۵۸۰
- الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۵/ ۳۴۳
- الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/ ۳۳۳
- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۰/ ۱۲۴
- ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۶/ ۵۵
- الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۳۲
- ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/ ۲۴۱
- القنوجی، التاج المکلل، ص: ۶۳

(۱) بعلبک: شام کا ایک مشہور شہر ہے۔ جہاں حضرت الیاسؑ مبعوث ہوئے تھے، معبد بعل اسی شہر میں تھا، حضرت سلیمانؑ نے یہ شہر بلقیس کو مہر میں دے دیا تھا، آج کل فلسطین میں ریاست اسرائیل کا ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/ ۴۵۳

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۷۸ ◉ ابن کثیر، البدایۃ، ص: ۱۰/ ۱۲۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/ ۱۱۰

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۳۹ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/ ۱۰۶

(۴) البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/ ۲۲۶ (۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۴۸۸

(۶) الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/ ۲۸۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۳۹

(۷) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱/ ۱۲۶

کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ آپ نے تابعین کی ایک کثیر تعداد سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ جن میں عطاء بن ابی رباح، قاسم بن مخیمرۃ، شداد بن عمار، زھری وغیرہ شامل ہیں، آپ سے شعبہ، عبداللہ بن مبارک، ولید بن مسلم، یحییٰ بن سعید وغیرہ نے کسب فیض کیا (۱)۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''أدرك خلقا من التابعين'' (۲)

تابعین کی ایک کثیر تعداد کی انھوں نے صحبت اٹھائی ہے۔

علم و فضل: آپ اہلِ شام کے مرجع اور مفتیٔ اعظم تھے۔ بہت عرصہ تک اہلِ شام میں آپ کی پیروی جاری رہی۔ اہلِ شام کے ساتھ اہلِ اندلس میں بھی حکم بن ہشام کے دور تک آپ کے فتاویٰ کی اتباع ہوتی رہی (۳)۔

ائمہ اربعہ کی طرح آپ بھی اس وقت کے امام متبوع رہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی اسی لیے کہا کرتے تھے کہ ''آپ امام فی السنة ہیں'' (۴)۔ آپ کے پاس حدیث کی کچھ کتب تھیں (۵)۔

اسماعیل بن ابی عیاش کا قول ہے:

"سمعتهم يقولون سنة اربعين و مائة الأوزاعي اليوم عالم الأمة" (۶)

۱۴۰ھ میں، میں نے علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام اوزاعیؒ آج پوری امت کے عالم ہیں۔

امام خریبی کا قول ہے:

"كان الأوزاعي أفضل أهل زمانه" (۷)

امام اوزاعیؒ اپنے اہلِ زمانہ سے افضل ہیں۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

"الأوزاعي إمام عصره عموماً و إمام أهل الشام خصوصاً" (۸)

امام اوزاعی اہلِ زمانہ کے عموماً اور اہلِ شام کے خصوصاً امام ہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں:

''امام اوزاعیؒ ان ائمہ میں سے ہیں جن کی اقتدا کی جاسکتی ہے'' (۹)

اخلاق و عادات: آپ سیرت و کردار میں صحابہ کرامؓ و تابعین کا نمونہ تھے، زہد و قناعت، سخاوت، حق گوئی و بے باکی، وعظ و پند اور امت کے لیے خیر خواہی یہ سب ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ آپ نے امراء و خلفاء کے سامنے جرأت و حق گوئی کا متعدد بار ثبوت دیا ہے (۱۰)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۸
(۲) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص:۱/۱۲۶
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۴۲
(۴) التبریزی، الاکمال فی اسماء الرجال ص:۶۲۸
(۵) دیکھیے صفحہ نمبر ۳۵۳ مقالہ ہذا
(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۹
(۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۹
(۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۸۰
(۹) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱/۱۲۵
(۱۰) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱/۱۲۶

حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

''كان الأوزاعي رحمه الله كثير العبادة حسن الصلاة ورعا ناسكا طويل الصمت'' ①۔

اوزاعی رحمہ اللہ کثرت عبادت' نماز کی خوبی' پرہیزگاری اور طویل خاموشی میں ممتاز تھے۔

ابو مسہر کا قول ہے:

'كان اوزاعي يحيي الليل صلاة قرآنا و بكاء' ②

اوزاعی رونے اور قرآن کی تلاوت اور نماز میں رات ختم کر دیا کرتے تھے۔

نماز میں اس قدر روتے تھے کہ مصلیٰ تر ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کی بیوی سے ملنے آئی، اس نے دیکھا مصلیٰ کا ایک حصہ تر ہے، پوچھا کہ کیا مصلیٰ پر کسی بچے نے پیشاب کر دیا ہے؟ تو آپ کی بیوی نے جواب دیا:

'هذا من أثر دموع الشيخ من بكائه في سجوده هكذا يصبح كل يوم' ③

یہ شیخ کے آنسوؤں سے تر ہو گیا ہے، آپ روزانہ سجود میں اسی طرح رویا کرتے ہیں۔

وفات: آخری عمر میں آپ بیروت کی سرحدی چھاؤنی میں چلے آئے اور وہاں ہی ۱۵۷ھ کو انتقال فرما گئے ④۔

① ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱/۱۲۶

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۹

③ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱/۱۲۶

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۸۳

۵۔ ربیع بن صبیح (م۱۶۰ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام ربیع بن صبیح اور کنیت ابوبکر وابوحفص ہے۔قبیلہ بنوسعد میں زید کے آزاد کردہ غلام تھے اس لیے ان کی طرف نسبت کی وجہ سے سعدی کہلاتے ہیں (۱)۔

ابتدائی حالات: ربیع بصرہ کے رہنے والے تھے۔جس وقت انھوں نے ہوش سنبھالا اس وقت بصرہ اسلامی شان وشوکت اور علوم وفنون کا مرکز تھا۔اس دور میں امام حسن بصری علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے۔ربیع نے امام حسن بصری سے علم حاصل کیا۔ان کے علاوہ ابن سیرین،عطاء بن ابی رباح، ثابت بنانی اور دوسرے کبار شیوخ سے بھی مستفید ہوئے۔اور آپ سے وکیع،ابن مہدی،ابوداؤد طیالسی علی بن جعد وغیرہ نے روایت کی ہے (۲)۔

علم وفضل: ائمہ اور اہل فن ربیع کے بارے میں رطب اللسان ہیں۔چنانچہ امام شعبہ فرماتے ہیں:

"ربیع سید من سادات المسلمین" (۳)

ربیع مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے ایک ہیں۔

امام ابوزرعہ کا قول ہے:

"شیخ صالح صدوق" (۴)

(ربیع) سچے اور نیک بزرگ تھے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"لا بأس به رجل صالح" (۵)

ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں،نیک آدمی ہیں۔

امام ابن معین فرماتے ہیں:

"لیس به بأس" (۶)

ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:
- ابن سعد،الطبقات الکبریٰ،ص:۷/۲۷۷ ◉ ابن خیاط،التاریخ،ص:۴۳۰ ◉ البخاری،التاریخ الکبیر،ص:۳/۲۷۸
- ◉ الطبری،تاریخ،ص:۸/۱۲۸ ◉ الرازی،الجرح والتعدیل،ص:۳/۴۶۴ ◉ ابن عدی،الکامل،ص:۲۶۷
- ◉ ابونعیم،حلیۃ الاولیاء،ص:۶/۳۰۴ ◉ المزی،تہذیب الکمال،ص:۴۰۸ ◉ ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۳/۲۴۷
- ◉ الخزرجی،خلاصۃ تذہیب،ص:115 ◉ الذہبی،تاریخ الاسلام،ص:۲۸۷ ◉ ابن العماد،شذرات الذہب،ص:۱/۲۴۷

(۱) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۳/۲۴۷
(۲) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۳/۲۴۶ ◉ الخزرجی،خلاصۃ تذہیب،ص:۱۱۵
(۳) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۳/۲۴۶
(۴) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۳/۲۴۶
(۵) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۳/۲۴۶ ◉ الخزرجی،خلاصۃ تذہیب،ص:۱۱۵
(۶) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۳/۲۴۸

امام ابن عدی کا بیان ہے :

"له احاديث صالحة مستقيمة ولم أر له حديثا منكراً و أرجو أنه لابأس به ولا برواياته" ①

ان (ربیع) کی احادیث درست ہیں اور مجھے ان کی کسی منکر حدیث کا علم نہیں؟ میرا خیال ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا شہادتوں کے باوصف بعض ناقدین نے ان کے بارے میں جرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

"هو عندنا صالح و ليس بالقوى" ②

وہ ہمارے نزدیک نیک آدمی ہیں، مگر قوی نہیں تھے۔

ابن حبان رقمطراز ہیں:

"إن الحديث لم يكن من صناعته و كان يهم فيما يروى كثيراً حتى وقع فى حديثه المناكير من حيث لا يشعر، لا يعجبنى الإحتجاج به إذا انفرد" ③

بلا شبہ حدیث ان کا فن نہیں تھا اور انھیں روایت حدیث میں وہم بہت زیادہ ہوتا تھا حتی کہ غیر شعوری طور پر ان کی حدیث منکر ہو جاتی تھی مجھے ان کے منفرد ہونے کی صورت میں ان کی روایت سے استدلال کرنا پسند نہیں تھا۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

"ليس بالمتين عندهم" ④

وہ (ربیع) محققین کے نزدیک قوی نہیں تھے۔

ان اقوال کے مابین تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ مؤخر الذکر اقوال جو ان کی روایات کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں دراصل یہ تمام ضعف ان کے آخری عمر کے بعض مخصوص حالات کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ آپ نے آخری زندگی مجاہدانہ سرگرمیوں اور غایت درجہ زہد وتقویٰ میں گزاری۔ اور بغیر تحقیق کیے محض حسن ظن کی بناء پر ہر طرح کے رواۃ سے روایات قبول کرنی شروع کر دی تھیں۔ جس وجہ سے آپ محدثین کی طرف سے مورد طعن ٹھہرائے گئے۔

اسلامی علوم وفنون کو جن ائمہ نے صفحۂ قرطاس پر جگہ دی ان میں ربیع بن صبیح کو شرفِ اولیت حاصل ہے۔

حاجی خلیفہ رقمطراز ہیں:

"هو أول من صنف فى الإسلام" ⑤

وہ (ربیع) اسلام میں پہلے مصنف ہیں۔

تاہم حقیقتِ امر یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری کے وسط میں جب علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع ہوا تو ہر جگہ کے علمائے کرام نے حدیث کو کتابی شکل میں مرتب کیا ⑥۔ اور اس طرح سر زمین بصرہ میں یہ شرف ربیع بن صبیح کو حاصل ہوا ⑦۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸

⑤ ان کے دوسرے بیان کے مطابق ابن جریج کی کتاب اسلام میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جبکہ ایک اور قول کے مطابق امام مالکؒ کی المؤطا کو اس شرف کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۱/ ۲۲۳

⑥ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۵۹ مقالہ ہذا

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۲۴۸ ◉ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۱/ ۲۲۳

علامہ ذہبی نے رامہرمزی کے حوالہ سے بیان کیا ہے:

"أول من صنف و بوّب بالبصرة الربيع بن صبيح ثم سعيد بن ابى عروبة و عاصم بن على" ①

بصرہ میں ربیع بن صبیح نے سب سے پہلے تصنیف وتالیف کا کام کیا۔اس کے بعد سعید بن ابی عروبہ اور پھر عاصم بن علی ہیں۔

اخلاق وعادات: آپ کثرتِ عبادت اور زہد وتقویٰ میں بھی منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ابن حبان رقمطراز ہیں:

"كان من عباد أهل البصرة وزهادهم يشبه بيته بالليل ببيت النحل من كثرة التهجد" ②

وہ (ربیع) بصرہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور صاحب ورع تھے، کثرت تہجد کی بدولت رات کو ان کے گھر کو شہد کی مکھی کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

آپ شجاعت اور اسلامی حمیت میں بھی مفقود النظیر تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"كان ربيع بن صبيح رجلا غزاء" ③

ربیع بن صبیح بہت بڑے غازی تھے۔

امام شعبہؒ کا بیان ہے:

"لقد بلغ الربيع بن صبيح مالم يبلغ لأحنف بن قيس يعنى فى ژالإرتفاع" ④

ربیع بن صبیح کا مرتبہ احنف بن قیس سے بلند تر تھا ⑤۔

علامہ بلاذریؒ کا بیان ہے:

"جمع مالا من أهل البصرة فحصن به عبادان ورابط فيها" ⑥

ربیع نے اہل بصرہ سے چندہ وصول کرکے عبادان کی قلعہ بندی اور اس کی مرابطت کی خدمت انجام دی۔

وفات: آپ کو خلیفہ مہدی کے عہد میں ہندوستان کی طرف بھیجا گیا۔آپ ایک جنگی بیڑہ کے افسرِ اعلیٰ تھے۔ چنانچہ فتح حاصل کرنے کے بعد ۱۶۰ھ کو جزائر بحرالہند میں "حمام تر" نامی بیماری کی وجہ سے فوت ہوئے ⑦۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۴۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۴۸

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۴۶۵ ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۲

⑤ حضرت احنف بن قیس اپنے زمانے میں بہادری اور جوانمردی کے لیے ضرب المثل تھے انھوں نے اپنی شجاعت کے بہت سے نمایاں واقعات ثبت کیے تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۹۳

⑥ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۳۶۲

⑦ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۱۳۲ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۳۰۹

۶۔ شعبہ بن حجاج (م ۱۶۵ ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابو بسطام اور نام شعبة بن الحجاج بن الورد العتكی ہے، بنوازد کے ساتھ نسبتِ ولاء کی وجہ سے ازدی کہلاتے تھے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۸۲ھ کو واسط (۲) میں پیدا ہوئے، پھر بصرہ میں اقامت گزین ہو گئے۔ آپ کی علمی زندگی شعر وادب سے شروع ہوئی، پھر بعد میں حکم بن عتیبہ کی مجلس سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ آپ کو امام شعبی سے علم حدیث کے استفادہ نہ کرنے کا بہت افسوس تھا (۳)، آپ نے کوفہ کے تین سو (۳۰۰) شیوخِ حدیث سے روایت کی ہے۔ ان میں حسن بصری، انس بن سیرین، عمرو بن دینار، یحیی بن ابی کثیر وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان سے ان کے اساتذہ اعمش، ایوب سختیانی، اور ابو اسحاق کے علاوہ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، غندر، آدم وغیرہ نے روایت کی ہے (۴)۔

آپ نے تحملِ حدیث کے لیے بہت زیادہ مشقت برداشت کی، حجاج بن اُرطاۃ سے پوچھا گیا:

"من أتعب الناس فی الحديث قال ذاك البائس شعبة" (۵)

حدیث کے لیے سب سے زیادہ مشقت کس نے برداشت کی، تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ بیچارے شعبہ ہیں۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

''میں نے شعبہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے جو حدیث طلب کرے گا وہ مفلس ہی رہے گا، ایک مرتبہ تنگی کی وجہ سے مجھے اپنی والدہ کا تھال سات دینار میں فروخت کرنا پڑا تھا (۶)۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/ ۲۸۰ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۰۱ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۵۳۵
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴/ ۲۴۴ ◉ ابوزرعة، تاریخ ابی زرعة، ص: ۱/ ۱۵۸ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۱
◉ الواسطی، تاریخ واسط ص: ۱۲۰ ◉ الطبری، المنتخب، ص: ۶۵۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۳۶۹
◉ ابن حبان: مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۷۷ ◉ ابونعیم، حلیة الاولیاء، ص: ۷/ ۱۴۴ ◉ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۹/ ۲۵۵
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/ ۱۲۸ ◉ ابن الجوزی، صفة الصفوة، ص: ۳/ ۲۶۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء ص: ۱/ ۲۴۴
◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۲/ ۳۸۸ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۱۶ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۳
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/ ۲۰۲ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/ ۱۴۴ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات ص: ۱۶/ ۱۵۵
◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۱/ ۳۵۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۳۳۸ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/ ۲۴۵

(۱) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/ ۱۹۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۲۴۴
(۲) واسط نام کے کئی ایک شہر ہیں، لیکن یہاں واسط سے مراد وہ شہر ہے جو بصرہ اور کوفہ کے عین درمیان واقع ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/ ۳۴۷
(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/ ۲۵۷
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۳۳۸ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/ ۱۹۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/ ۲۰۳
(۵) ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۸۱
(۶) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/ ۱۹۵

حدیث کی تحقیق کے لیے آپ نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ کے بے شمار سفر کیے ①۔

علم و فضل: حدیث میں آپ کی امامت وجلالت تو ضرب المثل تھی، حدیث کی ہر کتاب میں آپ کی مرویات پائی جاتی ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ''علی ابن المدینی کے واسطہ سے ان کی دو ہزار احادیث ہم تک پہنچی ہیں'' ②

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ''میں نے ان سے سات ہزار احادیث سنی ہیں......'' ③

ابوقتیبہ کہتے ہیں:

ایک دفعہ میں کوفہ آیا تو امام سفیان ثوری مجھ سے پوچھنے لگے: ''ہمارے استاد امام شعبہ کا کیا حال ہے''؟ ④

حماد بن زید جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

"حدثنا الضخم عن الضخام شعبة الخير ابو بسطام" ⑤

ہمیں جلیل القدر امام ابو بسطام شعبہ نے جلیل القدر ائمہ سے حدیث بیان کی ہے۔

ابوزید انصاری کے پاس امام شعبہ کا ذکر ہوا تو بولے: ''تمام علماء امام شعبہ ہی کی ایک شاخ ہیں'' ⑥۔

امام شافعیؒ کا قول ہے:

"لو لا شعبة لما عرف الحديث بالعراق" ⑦

اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی (صحیح) حدیث کو نہ پہچان سکتا۔

علم و فضل کے باوصف حدیث کی روایت میں بڑی احتیاط کرتے تھے، جب تک آپ کسی حدیث کا سماع کئی مرتبہ نہ کر لیتے' اس کی روایت نہیں کرتے تھے ⑧۔ آپ کے پاس علم تفسیر کے علاوہ حدیث کا مجموعہ بھی تھا ⑨۔

اخلاق و عادات: آپ سیرت و کردار اور زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے، نماز نہایت ہی خضوع کے ساتھ ادا کرتے، کثرت سے روزے رکھتے اور بڑے سخی واقع ہوئے تھے۔ حتی کہ آپ ابو الفقراء و اُمهم کی نسبت سے مشہور ہوئے، نہایت سادہ زندگی بسر کی، انھی اوصاف و کمالات اور اخلاقی خوبیوں کی بدولت امام یحییٰ بن معین آپ کو امام المتقین کہتے تھے ⑩۔

وفات: آپ نے ۱۶۰ء میں ۷۷ برس کی عمر میں بصرہ میں وفات پائی ⑪۔

---

① الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص:۱۵۲
② النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۴۶
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۵
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۴
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۴
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۶
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۴/۳۴۴
⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۲۵۵
⑨ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۶۱ مقالہ ہذا
⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۶
⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۷

۷۔ سفیان بن سعید الثوری (م ۱۶۱ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ہے۔ آپ ہمدان کے ثور نہیں، بلکہ مضر کے قبیلہ ثور کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ثوری کہلاتے ہیں (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۹۷ھ کو پیدا ہوئے۔ اس وقت کوفہ علوم دینیہ کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ مصادر میں آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ البتہ آپ کے والد سعید بن مسروق خود صاحب علم وفضل تھے۔ حدیث کی روایت میں خاص طور پر مشہور تھے۔ ان کے تلامذہ کی جو فہرست رجال کی کتب میں ملتی ہے اس میں آپ کا نام بھی ملتا ہے (۲)۔

بعض واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی جو آپ کے حصول علم کی راہ میں ایک رکاوٹ تھی مگر آپ کی والدہ آپ کو حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتی ہیں:

"یا بنی أطلب العلم و أنا أکفیك بمغزلی" (۳)

اے بیٹے! علم کو حاصل کرو میں چرخہ کات کر تمھارے اخراجات پورے کروں گی۔

آپ نے کوفہ کے تمام ممتاز شیوخ حدیث وفقہ سے استفادہ کیا۔ خصوصاً امام اعمش اور ابواسحٰق سبیعی سرفہرست تھے۔ بعد ازاں آپ نے بصرہ اور حجاز کے مختلف مقامات کے شیوخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ نے اپنے والد سعید بن مسروق، زبید بن حارث، حبیب بن ابی ثابت، اسود بن قیس وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وھب، وکیع اور دوسرے بہت سے لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ہے (۴)۔

---

* سوانح حیات کے لیے دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۳۷۱ ◉ ابن معین، التاریخ، ۲/۲۱۱ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۱۹
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۶۸ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۸۳ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴/۹۲
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۹۰ ◉ ابوزرعۃ، تاریخ ابی زرعۃ، ص: ۱/۲۹۸ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۱/۱۵۰
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۹۷ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۷۱۳ ◉ البلاذری، انساب الأشراف، ص: ۱/۱۹۲
◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۲/۵۶ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۸/۵۸ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۵۵
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۲۲۲ ◉ ابن شاہین، تاریخ أسماء الثقات، ص: ۱۵۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۶/۳۵۶
◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۵۱ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۷۲ ◉ السمعانی، الأنساب، ص: ۳/۱۴۶
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳/۱۴۷ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۲۲ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۲۳
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۰۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۲۲۹ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۳۵
◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۱۶۹ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۵/۲۷۸ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۳۴۵
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۱۱ ◉ ابن التغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲/۳۹ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۱۴۵
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۵۰

(۱) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۲۲ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۱۴
(۳) ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳/۱۱۶ (۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۰۴

حافظ ابن حجرؒ مختلف شیوخ کا نام لے کر لکھتے ہیں:

"و خلق من أهل الكوفة و جماعة من أهل البصرة و طوائف من أهل الحجاز۔" ①

اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد سے استفادہ کیا اور بصرہ کی ایک جماعت سے فیض اٹھایا اور حجاز کے مختلف حلقہ ہائے درس سے بہرہ مند ہوئے۔

علم و فضل: سفیان ثوری کو ائمہ حدیث میں ایک اہم مقام حاصل تھا اور آپ حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ محدثین کی ایک جماعت نے آپ کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" کا خطاب دیا ہے ②۔

امام اوزاعیؒ کا قول ہے:

"لم يبق منهم يجتمع عليه العامة بالرضى والصحة إلا الثورى" ③

اب ثوری ہی ایسی شخصیت ہیں جس پر تمام محدثین صحت اور مرضی سے جمع ہیں۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

"ایک مرتبہ امام شعبہؒ نے ابو اسحاق سے حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا امام سفیان نے اس روایت میں آپ کی مخالفت کی ہے تو امام شعبہ نے کہا: اس روایت کو چھوڑ دو کیونکہ امام سفیانؒ مجھ سے زیادہ حافظ ہیں" ④۔

زائدۃ کہتے ہیں:

"ہم اعمش کے پاس آئے تو وہ ہمارے سامنے بہت زیادہ احادیث بیان کرتے پھر ہم امام سفیان ثوری کے پاس جاتے تو انہیں یہ احادیث سناتے تو امام سفیان کہتے یہ اعمش کی حدیث نہیں ہے ہم کہتے انھوں نے ابھی ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے تو کہتے اگر چاہو تو ان سے جا کر کہہ دو، تو ہم اعمش کے پاس آتے اور انھیں اس کی خبر دیتے تو اعمش کہتے: امام سفیان نے سچ کہا ہے، یہ ہماری حدیث نہیں ہے" ⑤۔

عبدالرحمٰن بن مہدی، جو خود حدیث کے امام ہیں، کہتے ہیں:

"ما رأيت صاحب الحديث أحفظ من سفيان الثورى" ⑥

میں نے سفیان ثوریؒ سے زیادہ احادیث یاد رکھنے والا نہیں دیکھا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۱۱۲

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۴ ◉ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۹۳ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱۶۲

③ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۲۲۳

④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۰

⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۱

⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۶۸ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۲۲۲

حسن بن عیاش کہتے ہیں:

"ہم سفیان کے ہاں جاتے تو انھیں وہ احادیث سناتے جن کو ہم نے کسی محدث سے سنا ہوتا اور محدث کا نام بھی بتاتے تو امام سفیان کہتے کہ یہ حدیث ان کی احادیث میں سے ہے، اور یہ حدیث ان کی احادیث میں سے نہیں ہے" ①۔

آپ کا شماران چھ ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے، جو تبع تابعین میں صاحبِ مذہب شمار کیے جاتے ہیں۔ امام نوویؒ رقمطراز ہیں:

"هو أحد اصحاب المذاهب الستة المتبوعة" ②

ان کا شماران چھ صاحبِ مذہب ائمہ میں ہوتا ہے جو متبوع خلائق ہیں۔

امام اوزاعیؒ کی طرح آپ کا مسلک بھی کئی صدی تک زندہ رہا۔ ابن عماد نے ابن رجب کا یہ قول نقل کیا ہے:

"وجد فی اخرالقرن السابع سفیانیون" ③

چوتھی صدی کے آخر تک سفیان ثوری کے متبعین موجود تھے۔

آپ کو تیس ہزار مرویات زبانی یاد تھیں ④۔ آپ کے پاس احادیث کا مجموعہ تھا ⑤۔

اخلاق و عادات: امام سفیان ثوریؒ کی ذات علم و عمل دونوں کا مجموعہ تھی۔ دنیا سے بے رغبتی کا یہ حال تھا کہ عمر بھر گھر پر ایک درہم صرف نہیں کیا ⑥۔ یحییٰ بن یمان کا بیان ہے:

'أقبلت الدنيا عليه فصرف وجهه عنها' ⑦

دنیا ان کی طرف بڑھی مگر انھوں نے اس سے رخ پھیر لیا۔

آپ کے زہد و ورع کی بنا پر لوگ کہا کرتے تھے:

"لولا السفيان لمات الورع" ⑧

اگر سفیان نہ ہوتے تو زہد و ورع کا خاتمہ ہو جاتا۔

امرا و سلاطین سے ہمیشہ بے تعلق رہے، عہدِ منصور اور مہدی میں بے شمار مصائب سے دوچار ہوئے مگر حق کا دامن نہیں چھوڑا ⑨۔

وفات: مہدی خلیفہ کی ناراضگی کے بعد آپ مصر چلے گئے تھے جہاں آپ مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس رہے اور بالآخر ۱۶۱ھ کو وفات پا گئے ⑩۔

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۰ ② النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۲۲۳
③ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۲۵۰ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۱۱۴
⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۶۷ مقالہ ہذا ⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۶۴
⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۵۶ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۶۰
⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۶۰ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۲۵۰
⑩ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص:۱۳/۷۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۶

۸۔ حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام حماد بن سلمہ اور کنیت ابوسلمہ ہے۔ بنوتمیم کے غلام تھے۔ ربیعہ کے ساتھ نسبتِ ولاء پر ربعی کہلاتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں مصادر سے کسی قسم کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تاہم اس وقت بصرہ دینی علوم کا ایک بڑا مرکز تھا، اس لیے اغلب گمان یہی ہے کہ آپ نے یہاں سے تمام علوم حاصل کیے ہوں گے۔ ابن العماد کا بیان ہے: ''حماد فصیح بولنے والے اور عربی کے امام تھے'' ②۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: ''آپ نے تابعین کی ایک کثیر جماعت سے استفادہ کیا ہے۔ اور ان سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے'' ③۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲۸۲ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۱۳۰ ◉ ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۱/۵۴
◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۳۹ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۲۳ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۸۱
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳/۲۲ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۳۱ ◉ المسلم، الکنی والاسماء، ص: ۱/۳۸۱
◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۱/۲۵۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۱/۵۲ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۳
◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۳/۱۷ ◉ الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۵۱ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۳۹۱
◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۱/۱۹۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱/۱۰ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۲/۲۹۶
◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۶/۲۱۶ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۵۷ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۱/۱۳۶
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۶/۲۴۹ ◉ الخطیب، السابق واللاحق، ص: ۱۷۵ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۱۰۳
◉ السمعانی، الانساب، ص: ۵/۱۰۲ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳/۳۶۱ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۷/۲۵۳
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۰۲ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۱۱۲ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۴۴۴
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۴۸ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۱۸۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۵۹۰
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۳/۱۴۵ ◉ الیافعی، مرأۃ الجنان، ص: ۱/۳۵۳ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۳۶
◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۲۵۸ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۱۹۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۱
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲/۵۶ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۸۷ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۹۲
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۶۲

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۰۲ ◉ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۳/۲۷۳
② ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۶۲
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۲

علم و فضل: حفظ وثقاہت میں آپ اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے مگر آخری عمر میں سوءِ حفظ کی شکایت ہوگئی تھی①۔

ابن مہدی بیان کرتے ہیں: ''لوگوں کا خیال ہے کہ حماد بن سلمہ کی کتب میں الحاق کیا گیا ہے''②۔ ان دو وجوہات کی بناء پر بعض محدثین کی نظر میں ان کی روایات مشتبہ ہوگئی تھیں۔ تاہم ائمہ حدیث نے حماد بن سلمہ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ ابن مہدی، امام عجلی، امام نسائی وغیرہ نے آپ کی توثیق کی ہے③۔

علاوہ ذہبی کا بیان ہے کہ: ''حماد بن سلمہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ علمِ حدیث میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ نیز آپ عربی میں کامل، فقہ میں ماہر، عمل میں متبعِ سنت اور خطابت میں فصیح البیان تھے''④۔

آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ بھی تھا⑤۔

اخلاق و عادات: علم وفضل کے ساتھ ساتھ زہد وورع اور عبادت میں بھی بے مثال تھے۔ سنت پر سختی سے کاربند رہتے اور اہلِ بدعت کے اثرات کوختم کرنے میں انتہائی کوشاں تھے۔ آپ دنیا سے استفادہ اور امراء کی سے صحبت گریز کرتے تھے⑥۔

محدث ابنِ جوزیؒ نے آپ کے زہد وخشیتِ الٰہی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے⑦۔

وفات: آپ نے ۱۶۷ھ میں بصرہ میں بحالتِ نماز انتقال کیا⑧۔

---

① اس لیے محدثین نے آپ کی روایات پر جرح کی ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت تو نہیں کی مگر ان سے استشہاد کیا ہے۔ جبکہ امام مسلم نے اجتہاد کیا اور سوءِ حفظ سے پہلے کی جو ان کی روایات ثابت البنانی کے واسطے سے ہیں ان کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۴/۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۴/۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵/۳

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۷۷ مقالہ ہذا

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

⑦ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۲۷۳/۳

⑧ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۶۲/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۳

۹۔ مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)*

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام مالک بن انس ہے۔ آپ کا نسب ذی اصبح تک پہنچ جاتا ہے، جو یمن میں ایک قبیلہ کا نام ہے (۱)۔ جبکہ حافظ ابن حجر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ آپ کا نسب نامہ خثیل پر پہنچتا ہے۔ خثیل عمرو بن الحارث کے فرزند تھے، اور حارث کا قبیلہ ذو اصبح تھا۔ اسی لحاظ سے آپ کو اصبحی کہتے ہیں، اور لقب دار الھجرۃ ہے (۲)۔

ابتدائی حالات: آپ ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور علمائے مدینہ سے کسب فیض کیا۔ دس برس سے کچھ زائد عمر میں علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا۔ عرصۂ دراز تک عبدالرحمٰن بن ہرمز سے استفادہ کرتے رہے۔ آپ نے نافع، زہری، عامر بن عبداللہ، ابن المنکدر اور عبداللہ بن دینار سے علم حدیث حاصل کیا۔ جبکہ آپ سے عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وہب وغیرہ نے روایت کی ہے (۳)۔ نوجوانی میں ہی آپ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

> ابھی آپ کی عمر اکیس برس تھی کہ آپ فتویٰ دینے کے اہل تھے اور فتویٰ کے لیے بیٹھے اور ابوجعفر المنصور کی خلافت کے آخری ایام اور بعد میں دور دراز سے طلباء آپ کے پاس علم حاصل کرنے آتے تھے اور خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں آپ کے پاس طلباء کا بہت زیادہ اژدہام ہوگیا تھا (۴)۔

---

* مزید سوانح حیات کے لیے دیکھئے:

* ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۹۲ ◉ ابن خیاط، تاریخ، ص: ۳۱۹، ۴۵۱ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۷۵
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۹۷ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۷/۳۱۰ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۱۷
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۹۸ ◉ البلاذری، أنساب الأشراف، ص: ۳/۲۷ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۲/۶۱
◉ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۸/۱۳۳ ◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص: ۸/۲۰۴ ◉ المسعودی، مروج الذھب، ص: ۲۵۹۹
◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۷/۴۵۹ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۴۰ ◉ ابن عبدالبر، الانتقاء ص: ۹/۲۳
◉ ابن شاہین، التاریخ، ص: ۳۰۱ ◉ الکلاباذی، رجال صحیح البخاری، ص: ۲/۶۹۳ ◉ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ص: ۲/۲۲۰
◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۶/۳۱۶ ◉ ابن حزم، جمہرۃ أنساب العرب، ص: ۴۳۵ ◉ الطوسی، الفہرست، ص: ۱۶۸
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲/۱۷۷ ◉ النووی، تہذیب الأسماء ص: ۲/۷۵ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۴/۳
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۷/۳۸۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۰۷ ◉ الذہبی، دول الإسلام، ص: ۱/۱۱۶
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۴۳ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۷۲ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۳۷۳
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۰/۱۸۸ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲/۳۵ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۲۲۳
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۵ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲/۹۶ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۳۶۶
◉ ابن العماد، شذرات الذھب، ص: ۲/۱۲

(۱) شاہ عبدالعزیز، بستان المحدثین، ص: ۱۲ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۵
(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۰۷ (۴) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۴۹

امام شعبہؒ فرماتے تھے:

"دخلت المدينة ونافع حي ومالك حلقة"[1]

نافع کی زندگی میں مدینہ آیا تو امام مالک کا حلقہ تدریس بہت وسیع ہو چکا تھا۔

بعض مصادر میں امام شعبہ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے:

"دخلت المدينة بعد موت نافع بسنة فإذا لمالك حلقة [2]

نافع کی وفات کے بعد میں مدینہ آیا تو امام مالک کا حلقہ تدریس بہت بڑا تھا۔

علم و فضل: آپ مدینہ منورہ کے بلند پایہ حافظِ حدیث اور امت مسلمہ کے نامور فقیہ تھے۔

امام عبدالرزاقؒ آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ:

"يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل يطلبون العلم لا يجدون عالماً أعلم من عالِم أهل المدينة"[3]

عنقریب لوگ دور دراز ممالک سے سفر کر کے آئیں گے لیکن انھیں مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کوئی نہیں ملے گا۔

کے بارے میں فرماتے ہیں اس کا مصداق امام مالکؒ ہیں[4]۔

اس طرح کا ایک قول ابن عیینہؒ سے منقول ہے[5]۔

ابن عیینہؒ کا قول ہے:

"ما كان أشد انتقاد مالك للرجال وأعلمه بشأنهم "[6]

مالکؒ رجال کے بارے میں سخت نقد کرنے والے اور ان کے معاملے سے خوب باخبر تھے۔

یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

"كان مالك بن أنس إماماً في الحديث "[7]

مالک بن انس حدیث کے امام تھے۔

---

1. الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۸/۴۹
2. ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۴۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۸/۶۶، ۸۷، ۱۱۴۔
3. ابن حنبل، المسند، ص:۲/۲۲۹ ◉ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم باب ماجاء في عالم المدينة، حدیث نمبر ۲۶۸۰، ص:۶۰۸ ◉ الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، ص:۱/۹۰
4. الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۸ ◉ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص:۵/۳۰۶، ۹/۳۷۷ ◉ ابن عبدالبر، التمہید، ص:۱/۸۴
5. الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم باب ماجاء في عالم المدينة، حدیث نمبر ۲۶۸۰، ص:۶۰۸۔
6. الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۳
7. ابن عدی، الکامل، ص:۱۰۲

امام شافعیؒ کا قول ہے:

"إذا جاء الحديث عن مالك فشدّ به يدك" (۱)

جب کوئی حدیث امام مالک سے مروی ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑ لو (یعنی حدیث صحیح اور قابل عمل ہے)۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"كل من روى عنه مالك فهو ثقة" (۲)

امام مالک نے جس سے بھی روایت کی ہے وہ ثقہ ہے۔

بشر بن عمر نے امام مالک سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا:

"هل رأيته في كتبي قلت لا قال لو كان ثقة لرأيته في كتبي" (۳)

کیا تم نے اسے میری کتب میں دیکھا ہے' میں نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتا تو تم اسے میری کتب میں لازمی دیکھ لیتے۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے:

"مالك أمير المؤمنين في الحديث" (۴)

مالک حدیث کے امیر المؤمنین تھے۔

آپ کے پاس ایک مجموعۂ حدیث بھی تھا (۵)۔

اخلاق و عادات: آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے اور حد درجہ شرمیلے اور حیا دار تھے، آپ آنحضرت ﷺ سے والہانہ شیفتگی رکھتے تھے۔ زندگی بھر مدینہ منورہ میں کسی جانور پر اس لیے سواری نہیں کی کہ اس زمین میں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں۔ آپ کثرت سے عبادت کرتے اور روزے رکھتے تھے۔ امراء و سلاطین کی طرف سے بے شمار آزمائشیں آئیں مگر حق کا دامن نہ چھوڑا (۶)۔

وفات: آپ نے ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے (۷)۔

(۱) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۴ ◉ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۴۹

(۲) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۲/۷۷۹

(۳) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بيان الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۸۵، ص:۱۸ ◉ الرازی' تقدمۃ الجرح' ص:۲۴

(۴) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱۶۸ (۵) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۹۲ مقالہ ہذا

(۶) ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۶/۳۲۲ (۷) النووی' تہذیب الأسماء' ص: ۲/۷۵

۱۰۔ عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور نام عبداللہ بن المبارک بن واضح ہے۔ بنوحنظلہ کے ساتھ نسبتِ ولاء کی بناء پر حنظلی کہلاتے تھے①۔

ابتدائی حالات: آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں معلومات بہت کم ملتی ہیں۔ امام ذہبی کے بیان کے مطابق آپ ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے②۔

علم حاصل کرنے کے لیے آپ نے مختلف بلاد وامصار کے سفر کیے۔ علامہ ذہبیؒ کا قول ہے:

"ارتحل إلی الحرمین والشام ومصر والعراق والجزیرة وخراسان" ③

آپ نے حرمین (مکہ ومدینہ) شام، مصر، عراق، جزیرہ اور خراسان کے سفر کیے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"رحل الی الیمن و مصر والشام والبصرة والکوفة وکان من رواة العلم......" ④

آپ نے یمن، مصر، شام بصرہ اور کوفہ کی طرف سفر کیے اور آپ علم حدیث کے راوی تھے۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۷۲ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۳۲۸ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳۲۳
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۹۸ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۲۱۲ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۷۵
◉ ابوزرعۃ، تاریخ ابی زرعۃ، ص: ۱/۱۶۲ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۱۱ ◉ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۱۰/۳۱۳
◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۶۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵/۱۷۹ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۲/۲۲۱، ۵/۲۸۵
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۵۰۱ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۷/۷ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۴
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۵/۱۷۹ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۸/۱۶۲ ◉ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۱۵۲
◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳۷ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۴/۱۳۴ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/۳۲
◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۸۵ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۰/۴۶۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۴
◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۱۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۳۳۶ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۸۰
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۷/۴۱۹ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۳۷۸ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۰/۱۹۱
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲/۱۷ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۱۱ ◉ الشعرانی، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۰
◉ عمر عبدالسلام، موسوعۃ علماء المسلمین، ص: ۳/۲۰۷

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۱۱
③ الذہبی، سیر أعلام النبلا، ص: ۸/۳۷۸
④ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۸۶ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۷۸

ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"طاف ابن المبارك ربع الدنيا بالرحلة في طلب الحديث لم يدع اليمن ولا مصر ولا الشام ولا الجزيرة ولا البصرة ولا الكوفة" (۱)

عبداللہ بن المبارک نے طلبِ حدیث کے لیے ایک چوتھائی دنیا میں گھوم پھر کر سفر کیا آپ نے یمن، مصر، شام، جزیرۃ، بصرہ اور کوفہ کی طرف سفر کیا اور ان میں سے کسی علاقہ کو دیکھے بغیر نہیں چھوڑا۔

چنانچہ آپ نے بے شمار اساتذہ سے کسب فیض حاصل کیا، جبکہ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام، شعبہ بن حجاج وغیرہ آپ کے تلامذہ تھے۔

علم وفضل: آپ کو ائمہ حدیث میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا قول ہے:

"ائمة أربعة مالك والثوري و حماد بن زيد وابن المبارك" (۲)

ائمہ حدیث چار ہیں؛ امام مالک، سفیان ثوری، حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"لم يكن في زمان ابن المبارك أطلب للعلم منه" (۳)

عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ علم طلب کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

شعیب بن حربؒ کا بیان ہے:

"ما لقي ابن المبارك مثل نفسه" (۴)

ابن المبارک نے اپنے جیسے کسی آدمی سے ملاقات نہیں کی۔

امام شعبہؒ فرماتے ہیں:

"ما قدم علينا مثل ابن المبارك" (۵)

ہمارے پاس ابن مبارک جیسا کوئی آدمی نہیں آیا۔

ابو اسحاق الفزاری کا قول ہے:

"ابن المبارك امام المسلمين" (۶)

ابن مبارک اہل اسلام کے امام ہیں۔

---

(۱) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۶۴

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵

(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵

(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵

(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵

(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵

اسماعیل بن عیاشؒ فرماتے ہیں:

"ما علیٰ وجه الارض مثل ابن المبارك"①

روئے زمین پر ابن المبارک جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔

ابو اسامہؒ کا قول ہے:

"هو أميرالمؤمنين في الحديث"②

وہ (عبداللہ بن مبارک) امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

علمِ حدیث سے آپ کو خاص شغف تھا۔ اور اسی لگاؤ نے آپ کو حدیث کا امام بنا دیا تھا۔ ابن معین کے بقول آپ کی روایات کی تعداد بیس ہزار ہے③۔

علمِ حدیث کے علاوہ آپ کو مختلف علوم میں دسترس حاصل تھی۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"جمع العلم والفقه و الأدب و النحو وا للغة الزهد و الشعر والفصاحة"④

آپ علم فقہ، ادب ونحو، لغت، زہد اور شاعری، عربی ادب اور فصاحت کے جامع تھے۔

آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جو تاریخ دمشق⑤، تاریخ نیشا پور⑥، حلیۃ الأولیاء⑦ اور تاریخ بغداد میں بالتفصیل مذکور ہیں⑧۔

اخلاق و عادات: تمام اہلِ تذکرہ فرماتے ہیں کہ ابن المبارک زہد و ورع، عبادت اور قیام لیل میں اپنی مثال آپ تھے⑨۔ آپ بے حد مہمان نواز اور سخی واقع ہوئے تھے۔ اس قدر علم و فضل، زہد و تقویٰ اور فیاضی اور سیر چشمی کے باوجود طبیعت میں تواضع و انکساری تھی۔ آپ کی زندگی کا کوئی دن دعوت و تبلیغ اور اقامتِ دین کی جدوجہد اور اصلاحِ احوال اور جہادِ فی سبیل اللہ کی تیاری سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ آپ امراء و سلاطین سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے تمام احباب و اقرباء کو بھی ان کی ملاقات سے روکتے تھے۔ انھی محاسن اور اوصاف کی بناء پر آپ مرجعِ خلائق بن گئے تھے⑩۔

وفات: آپ نے رمضان المبارک ۱۸۱ھ کو ہیت⑪ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی⑫۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۷۶
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۷۶
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۷۶
④ النووی، تہذیب لأ سماء ص: ۱/ ۲۸۵
⑤ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳۷
⑥ الحاکم، تاریخ نیشاپور، ص: ۱۲۸
⑦ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۸/ ۱۶۲
⑧ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/ ۱۵۲
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۳۸۶
⑩ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/ ۱۶ ◉ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۱/ ۱۱۷
⑪ ہیت: انبار، جو بغداد کے مغرب اور کربلا کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں لبِ فرات ایک قصبہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/ ۲۵۷
⑫ النووی، تہذیب لأ سماء ص: ۱/ ۲۸۶

۱۱۔ هشيم بن بشير الواسطي (م۱۸۳ھ)

نام ونسب: آپ کا نام ہشیم بن بشیر اور کنیت ابو معاویہ تھی، بنو سلیم کے غلام تھے اس لیے سلمی کہلاتے ہیں ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۰۶ھ کو بمقام واسط پیدا ہوئے، بعد ازاں بغداد منتقل ہو گئے تھے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ آپ بخارا الاصل تھے ②۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے علماء سے حاصل کی۔ اس کے بعد تشنگیِ علم نے انھیں دور دراز ممالک کے کبار علماء تک پہنچا دیا۔ ان کے والد بشیر بن ابی حازم انھیں طلبِ علم سے روکتے تھے، اور چاہتے تھے کہ ہشیم بھی ان کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے۔ ایک مرتبہ ہشیم بیمار ہو گئے۔ قاضیٔ واسط ابو شیبہ آپ کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے، جب آپ کے والد کو اس غیر متوقع اعزاز کی خبر ملی تو وہ فرطِ مسرت سے بے قابو ہو گئے اور کہنے لگے:

"ابلغ من أمرك أن جاء القاضي إلىٰ منزلي لا أمنعك بعد هذا اليوم من طلب الحديث"③

تمھاری وجہ سے قاضی میرے گھر تشریف لائے، آج کے بعد بھی تمھیں طلبِ حدیث سے منع نہیں کروں گا۔

علم وفضل: ابن قطان فرماتے ہیں: ''میں نے سفیان ثوری اور شعبہ کے بعد ہشیم سے زیادہ حافظہ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''④

ابن مہدی کا قول ہے: ''ہشیم کا مرتبہ حفظ حدیث میں امام ثوری سے بھی زیادہ ہے''⑤۔

ابن مبارک فرماتے ہیں: ''زمانہ نے سب کے حافظہ کو بدل دیا ماسوائے ہشیم کے''⑥

ابراہیم حربی کا قول ہے: "كان حفاظ الحديث أربعة كان هشيم شيخهم"⑦

حفاظِ حدیث چار تھے جن میں ہشیم سب کے استاد تھے۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۱۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۶۲۰ ◉ ابن معین، معرفة الرجال، ص: ۱/۱۳۱
◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۵۶ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۳۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۰۰
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۸/۲۴۲ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۵۹ ◉
◉ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۱/۱۷۴ ◉ الدولابی، الکنیٰ والأسماء، ص: ۲/۱۱۷ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱/۷،۳،۸۷/۲۱۶
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۹/۱۱۵ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۷/۵۸۷ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۷۷
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۷/۲۵۹۵ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۱۸۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۸۵
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۲/۵۵۶ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۳۸
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۹/۲۸۷ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۲۴۸ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۱۱۷
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۲۵۵ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۸۶ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۳/۱۸۹
◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۰۶ ◉ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱/۳۹۳ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۳۲۰
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۵۹ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۴۱۴ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۳۰۳
◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۳۸

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۵۹
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۵۹
③ حافظ ابن کثیر نے آپ کا نام ہاشم بن بشیر بن ابی ہاشم بن ابی حازم ذکر کیا ہے۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ص: ۱۰/۱۹۸
④ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱/۳۹۳
⑤ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۸۶
⑥ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۲۴۹
⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۹۲

آپ کی عدالت وثقاہت کے باوصف بعض حضرات نے آپ پر تدلیس کا الزام لگایا ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

"لا نزاع أنه كان من الحفاظ الثقات إلا أنه كثير التدليس فقد روى عن جماعة لم يسمع منهم"(۱)

بلاشبہ ہشیم کا شمار ثقہ اور قابلِ اعتماد حفاظ حدیث میں ہوتا ہے، مگر وہ تدلیس کرنے کے بہت عادی تھے، ایک ایسی جماعت سے روایت کرتے ہیں، جن سے ان کا سماع ثابت نہیں۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ہشیم جو حدیث لفظ ''أخبرنا'' سے روایت کریں صرف وہی قابلِ حجت ہوگی، اس کے علاوہ نہیں''(۲)۔ امام ذہبی ان کے عملِ تدلیس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہشیم کے نزدیک عن سے تدلیساً روایت جائز تھی۔''(۳)

ہشیم نے واسط میں حدیث کی تدوین وتالیف شروع کی، ان کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا(۴)۔

خطیب بغدادی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ ایک شخص نے رسولِ کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا، تم لوگ کس سے حدیث کا سماع کرتے ہیں۔ تو اس شخص نے جواب دیا کہ ہمیں ہشیم پڑھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"نعم اسمعوا من هشيم فنعم الرجل من هشيم"(۵)

ٹھیک ہے، ہشیم سے سماع کرو، کیونکہ وہ اچھا آدمی ہے۔

ایک دوسری روایت میں معروف الکرخی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک رات خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ہشیم سے فرما رہے تھے:

"يا هشيم جزاك الله تعالىٰ مِنْ أُمتي خيراً"(۶)

اے ہشیم! تمھیں اللہ تعالیٰ میری امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔

اخلاق وعادات: ابو حاتم سے ہشیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''ان کی امانت، صداقت اور صلاحیت کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے(۷)۔ آپ عبادت گزار اور کثرت سے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے(۸)۔

وفات: آپ نے ۷۹ برس کی عمر میں شعبان ۱۸۳ھ کو وفات پائی(۹)۔

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۴۹
(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۱۳
(۳) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۵۸
(۴) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۹۶ مقالہ ہذا
(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۹۳
(۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۹۳
(۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۴۹
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۶۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۸۹
(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۴۹

۱۲۔ جریر بن عبدالحمید (م ۱۸۸ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام جریر بن عبدالحمید اور کنیت ابوعبداللہ ہے، نسب نامہ یہ ہے: جریر بن عبدالحمید بن جریر بن قرط بن ہلال الضبی۔ کوفہ کی طرف نسبت کی وجہ سے کوفی کہلاتے تھے①۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے منصور بن معتمر، حصین بن عبدالرحمٰن، سلیمان بن حرب، سہیل، اعمش اور متعدد دوسرے اہلِ علم سے سماع کیا اور آپ سے علی بن مدینی، اسحاق، یوسف بن موسیٰ، احمد بن حنبل اور دوسرے بہت سے لوگوں نے علمِ حدیث حاصل کیا②۔ آپ آخری عمر میں بغداد چلے آئے اور وہاں لوگوں کو حدیث پڑھائی③۔

امام یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے:

"طلب جرير الحديث خمس سنين فقط"④

جریر نے علم حدیث حاصل کرنے میں صرف پانچ برس صرف کیے۔

علم وفضل: علامہ ذہبیؒ نے بیان کیا ہے کہ جریر بن عبدالحمید کی ثقاہت، حفظ اور وسعتِ معلومات کی وجہ سے محدثین ان کی طرف سفر کرتے تھے⑤۔

ابن سعد کہتے ہیں:

"و كان جرير ثقة كثير العلم تر حلّ إليه"⑥

جریر ثقہ اور کثیر علم والے تھے، ان کی طرف سفر کیا جاتا تھا۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۸۱ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۸۱و۸۲
◉ ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۱۹ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۷۰ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲/۲۱۴
◉ العجلی، الثقات، ص: ۹۶ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۳۸۴ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۲۸۶
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۴۳۱ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۲/۵۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۵۰۵
◉ المسعودی، مروج المذہب، ص: ۲۰۹۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۶/۱۹۰ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۷۳
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳/۳۵۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۵۰ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۹/۹
◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۱۲۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۹۴-۳۹۶ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۱/۷۷
◉ الیافعی، مرأۃ الجنان، ص: ۱/۴۲۰ ◉ الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۱۹۰ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۱۲۷
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۵ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲/۱۲۷ ◉ ابن عماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۳۱۹

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۶ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۳
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۲۷۱
③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۹/۹
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۲۵۰
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۲۷۲
⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۸۱

امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

"جرير ثقة يحتج به" ①

جریر ثقہ اور قابلِ حجت ہیں۔

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے:

"جرير أعلم بمنصور من شريك" ②

جریر شریک کی نسبت منصور (کی احادیث) کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابراہیم بن ہاشم بیان کرتے ہیں:

"كتبت عنه ألفا و خمس مائة حديث" ③

میں نے ان (جریر بن عبدالحمید) سے پندرہ سو احادیث لکھی ہیں۔

علامہ ذہبی نے زنیج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جریر کے پاس کوفہ کے محدثین سے مروی دس ہزار احادیث تھیں ④۔

اخلاق و عادات: آپ بے حد قانع اور صابر واقع ہوئے تھے اور مساوات کے بڑے علمبردار تھے۔

امام سفیان ثوری نے ابن سلامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"عجبا لهذا الرازى عرضت عليه أن أجرى عليه مائة درهم فى الشهر صدقة فقال أ يأخذ المسلمون كلهم مثل هذا قلت لا قال لا حاجة لى فيه" ⑤

اس رازی (جریر بن عبدالحمید) پر تعجب ہے میں نے ایک سو درہم بطور صدقہ جاری کرنے کی رائے ان پر پیش کی تو کہنے لگے: کیا تمام مسلمان اتنی رقم حاصل کرتے ہیں میں نے کہا: نہیں، کہنے لگے مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

ایک دوسری روایت میں امام یحییٰ بن معین نے جریر بن عبدالحمید کا قول نقل کیا ہے، آپ کہتے ہیں:

"عرضت على بالكوفة الفا درهم يعطونى مع القراء فأبيت ثم جئت اليوم أطلب ماعند هم" ⑥

کوفہ میں مجھے دو ہزار درہم دیگر قراء کی طرح مجھے بھی دینا چاہتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا پھر خود ہی ان سے لینے پر مجبور ہوا۔

آپ انتہائی عبادت گزار واقع ہوئے تھے۔ امام ابن مدینیؒ بیان کرتے ہیں:

"كان جرير صاحب ليل ......" ⑦

جریر شب بیدار تھے۔

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا ⑧۔

وفات: آپ ری میں ۱۸۸ھ میں فوت ہوئے ⑨۔

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸
② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸
③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۵/۱
④ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۹۵
⑤ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۹۵
⑥ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۹۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۸/۷
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۵/۲
⑧ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۲ مقالہ ہذا۔
⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷/۲

۱۳۔ سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابومحمد اور نام سفیان بن عیینہ ہے۔ آپ بنی عبداللہ بن رویبۃ کے مولیٰ تھے ①۔ جبکہ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ آپ ضحاک بن مزاحم کے بھائی محمد بن مزاحم العلائی کے مولیٰ تھے ②۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے:

"قيل إنهٗ مولى محمد بن مزاحم العلائي و اختار البخاري الأول" ③

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ محمد بن مزاحم العلائی کے مولیٰ تھے اور امام بخاریؒ نے پہلا قول کو اختیار کیا ہے۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں علم کے حصول میں مصروف ہو گئے تھے۔ پھر اپنے والد کی صحبت میں بائیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ آپ نے عمرو بن دینار، ابن شہاب زہری، زیاد بن علاقہ، ابو اسحاق، اسود بن قیس اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علمِ حدیث حاصل کیا اور آپ سے اعمش، ابن جریج، شعبہ، عبداللہ بن المبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دوسرے بے شمار لوگ مستفید ہوئے ④۔

امام ذہبیؒ کا قول ہے:

"طلب الحديث وهو حدث بل غلام ولقي الكبار و حمل عنهم علماً جماً و أتقن وجوّد وجمع وصنف و عمر دهراً وازدحم الطلبة عليه ......" ⑤

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۴۹۷/۵ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲۱۶/۲ ◉ ابن خیاط، تاریخ، ص: ۳۳۸، ۳۶۸
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۸۴ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۱۴ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۴/۴
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۶ ◉ ابوزرعۃ، تاریخ ابی زرعۃ، ص: ۱۴۵/۱ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱۸۵/۱
◉ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۱۰/۱ ◉ بلاذری، أنساب لأشراف، ص: ۱۸۶ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۲
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۲۵/۴ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۰۳/۶ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۴۹
◉ بن شاہین، تاریخ اسماء الثقات، ص: ۱۵۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۲۷۰/۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۷۴/۹
◉ النووی، تہذیب لأسماء واللغات، ص: ۲۲۴/۱ ◉ ابن خلکان، وفیات لأعیان، ص: ۳۲۶/۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ۳۶۸/۷
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۲/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۲۵/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء ص: ۴۰۰/۸
◉ الذہبی، العبر، ص: ۲۰۸/۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۷۰/۲ ◉ الیافعی، مرأۃ الجنان، ص: ۴۵۹/۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۷/۴ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۴۵ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۵۴/۱
◉ الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۳۱۔ ◉ القنوجی، التاج المکلل، ص: ۴۱

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۶۲/۹ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۹۷/۵
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۲/۲ ③ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۴/۴
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۸۳/۹
⑤ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۵۴/۸

(سفیان بن عیینہ) بچپن میں ہی طلب حدیث میں مشغول ہو گئے اور کبار علماء سے ملاقات کر کے ان سے وافر مقدار میں علم حاصل کیا۔ اور علم میں خوب پختہ اور بہتر ہوئے، بہت سی احادیث جمع کر کے انھیں تصنیف کیا، لمبی عمر پائی اور طلباء کا آپ کے پاس جمگھٹا لگا رہتا تھا۔

علم و فضل: آپ امام، حجت، حافظِ حدیث، وسیع العلم اور جلیل القدر محدث تھے۔ خطیب بغدادیؒ کا بیان ہے:

"كان له فى العلم قدر كبير و محل خطير أدرك نيفا و ثمانين من التابعين" ①

ان (سفیان بن عیینہ) کا علم میں بہت بڑا حصہ اور عظیم الشان مقام تھا۔ آپ کو اسی (۸۰) سے کچھ زائد تابعین کا شرفِ لقاء حاصل ہوا تھا۔

یحییٰ بن آدمؒ کا قول ہے:

"ما رأيت أحداً يختبر الحديث إلا و يخطئ الا سفيان بن عيينة" ②

سفیان بن عیینہؒ کے سوا میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اختبار حدیث کے موقع پر غلطی نہ کرتا ہو۔

امام شافعیؒ کا قول ہے:

"لو لا مالك و سفيان لذهب علم الحجاز" ③

اگر امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہؒ نہ ہوتے تو حجاز سے علمِ حدیث ختم ہو جاتا۔

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا قول ہے:

"كان ابن عيينة من أعلم الناس بحديث أهل الحجاز" ④

ابن عیینہؒ اہلِ حجاز کی احادیث کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔

امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں:

"سمعت البخارى يقول سفيان بن عيينة أحفظ من حماد بن زيد" ⑤

میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ ابن عیینہؒ حماد بن زید سے بڑے حافظِ حدیث ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"ما رأيت أعلم بالسنن منه" ⑥

میں نے ان (سفیان بن عیینہ) سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا⑦۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۷۴
② الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۴۶۴
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۳
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۳
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۳
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۳ ● الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۳
⑦ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۰۵ مقالہ ہذا۔

اعتراض: بعض ائمہ نے سفیان بن عیینہ پر تدلیس کرنے کا اعتراض کیا ہے۔ مثلاً علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

وكان ابن عيينه من المتثبتين في الرجال فلا يروي إلا عن الثقات إلا أنه ابتلي بالتدليس لغيره (۱)

ابن عیینہ رجال کے بارے میں متثبت (مزید ثبوت طلب کرتے) تھے۔ اس لیے آپ صرف ثقہ رواۃ سے روایت نقل کرتے تھے۔ مگر آپ دوسروں کی طرح تدلیس میں مبتلا ہو گئے۔

جواب: علامہ ذہبی کے بیان کے مطابق ابن عیینہ رجال حدیث کے بارے میں بہت سخت واقع ہوئے تھے کہ وہ رجال سے مزید ثبوت طلب کرتے اور یہ کہ آپ صرف ثقات سے روایت کرتے تھے۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ آپ صرف ثقہ رواۃ سے نقل کرتے تھے۔ ثقہ راوی سے تدلیس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی روایت قابلِ قبول ہوگی۔ امام ابن عیینہؒ کی تدلیس بھی اسی نوعیت کی ہے۔

مزید برآں حافظ ابن عبدالبر نے ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ابن عیینہ کی تدلیس کو قبول کیا جائے گا (۲)۔

ابن حبان نے بیان کیا ہے:

"......... فإنه كان يدلس ولا يدلس الا عن ثقة متقن" (۳)

.... سفیان بن عیینہ ثقہ سے تدلیس کرتے تھے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ "ابن عیینہ صرف ثقہ راوی سے تدلیس کرتے ہیں" (۴)۔

ان اقوال کی روشنی میں ابن عیینہ پر تدلیس کا اعتراض کرنا مطلقاً درست نہیں ہے۔

اخلاق و عادات: علم و فضل کے ساتھ آپ سیرت و کردار میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی، نہایت سادہ تھی، صوم وصلوۃ سے ان کو بہت زیادہ شغف تھا، آپ کو ستر (۷۰) مرتبہ حج کرنے کی سعادت میسر آئی تھی، آپ نے کبھی ایوان حکومت کا رخ نہیں کیا اور نہ ان سے کوئی تحفہ ہی وصول کیا (۵)۔

وفات: آپ نے ۱۹۸ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال کیا۔ اور آپ کو حجون قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا (۶)۔

......☆......☆......

(۱) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۱۷۰

(۲) ابن العجمي، التبيين لأسماء المدلسين، ص: ۳۴۷

(۳) ابن حبان، صحیح ابن حبان، ص: ۱/۸۱ (۴) ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۲۲۷

(۵) ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۲/۱۳۱ (۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۴

(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۴

۱۴۔ یحییٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوسعید ہے اور نام یحییٰ بن سعید بن فروخ ہے۔ بنوتمیم سے نسبتِ ولاء کی وجہ سے تمیمی کہلائے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۲۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہشام بن عروۃ، عطاء بن سائب، حسین المعلم، حمید طویل، اعمش اوران کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا۔ اور آپ سے عبدالرحمٰن بن مہدی، عفان، مسدد، احمد وغیرہ نے روایت کی ہے (۲)۔

علم وفضل: آپ بصرہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم اور سید الحفاظ تھے۔ تمام محدثین کرامؒ آپ کے علم وفضل کے بارے میں رطب اللسان ہیں: ابن حبان کا قول ہے:

"کان من سادات أهل زمانه حفظا وورعا وفهما وفضلا ودينا وعلما وهو الذى مهد لأهل العراق رسم الحديث وأمعن فى البحث عن الثقات وترك الضعفاء و منه تعلم أحمد و يحيىٰ و على و سائر علماء نا" (۳)

یحییٰ بن سعید اپنے وقت کے حافظ، متقن، صاحبِ بصیرت، صاحب فضل، صاحب دین اور صاحب علم لوگوں کے سردار تھے۔ آپ ہی نے پہلے پہل اہلِ عراق کے لیے حدیث لکھی، اور ثقہ رواۃ کے بارے میں گہری بحث وتحیص کی اور ضعیف رواۃ سے حدیث نہیں لی اور آپ ہی سے امام احمد (بن حنبل) امام یحییٰ (بن معین) اور امام علی (بن المدینی) اور ہمارے تمام علماء کرام نے علم حاصل کیا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے کہا:

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲۹۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۶۴۵ ◉ ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۱/۵۰۴ ◉ ابن خیاط، تاریخ، ص: ۳۵۰، ۴۶۸ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۲۵ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۸/۲۷۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۱۴ ◉ العجلی، الثقات، ص: ۲/۴۷۲ (رقم ۱۸۰۷) ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۱۴۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۹/۱۵۰ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۲ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۷/۶۱۱ ◉ ابن حبان البستی، ص: مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۶۱ ◉ ابن شاہین، تاریخ أسماء الثقات، ص: ۳۵۲ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۱/۲۲۴ ◉ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ص: ۲/۳۳۸ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۸/۳۷۰ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۱۳۵ ◉ الخطیب، السابق واللاحق، ص: ۳۷۰ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۲/۵۶۱ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳/۳۶۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۵۴ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۰/۹۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۱۲۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۹۸ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۹/۱۷۵ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۳۲۷ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۳/۲۲۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۸۰ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۴۶۰ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۹۲ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۵۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۳۴۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۱۶ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۴۲۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۳۵۵ ◉ السہمی، تاریخ جرجان، ص: ۴۷، ۶۱

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۸ (۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۸ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۱۷

"لا ترى بعينيك مثل يحيىٰ القطان" ①

تم اپنی آنکھوں سے (یحییٰ بن سعید القطان) جیسا کوئی شخص نہیں دیکھو گے۔

بندارؒ کا قول ہے:

"هو إمام أهل زمانه" ②

آپ اپنے اہل زمانہ کے امام ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے:

"ما رأيت أحداً أقل خطأ من يحيىٰ بن سعيد" ③

میں نے یحییٰ سے کم غلطی کرنے والا کوئی محدث نہیں دیکھا۔

ابن سعدؒ نے آپ کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے:

"كان ثقة حجة رفيعا مأموناً" ④

آپ ثقہ، حجت، مامون اور اونچے مرتبہ کے حامل تھے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں:

"أمناء الله على حديث رسول الله ﷺ مالك و شعبة و يحيىٰ القطان" ⑤

امام مالک، شعبہ، اور یحییٰ (بن سعید بن القطان) حدیثِ رسولؐ کے امین ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"يحيىٰ القطان أثبت الناس و ماكتبت عن أحد مثله" ⑥

یحییٰ القطان تمام لوگوں سے زیادہ پختہ ہیں، میں نے آپ جیسے کسی پختہ شخص سے حدیث نہیں لکھی۔

اخلاق و عادات: آپ اپنے اخلاق و کردار اور پرہیز گاری میں اسلام کی زندہ تصویر تھے، آپ کی ہر ادا سے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ باجماعت نماز ادا کرنے کے حد درجہ پابند تھے، کثرت سے تلاوت قرآن کریم کرتے تھے۔ آپ متانت و سنجیدگی اور سادگی و قناعت پسندی کے پیکر تھے ⑦۔

وفات: آپ نے صفر ۱۹۸ھ میں اٹھتر (۷۸) برس کی عمر میں وفات پائی ⑧۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۹۸
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۹۸
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۹۸
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۹۹
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۳۰۰
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۲۸
⑦ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۳/ ۷۷۴ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/ ۱۷۰، ۱۴/ ۱۴۰
⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۲۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۲۰۰ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/ ۱۵۴

تعارفِ خلفاءِ بنو امیہ

۱۔ معاویۃؓ بن ابی سفیانؓ (م ۶۰ ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام معاویہؓ بن ابی سفیانؓ اور کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب پانچویں پشت پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے①۔

ابتدائی حالات: آپ کا خاندان بنو امیہ زمانۂ جاہلیت ہی سے قریش میں معزز و ممتاز تھا۔ آپ کے والد ابو سفیانؓ قریش کے قومی نظام میں علمبرداری کے معزز عہدے پر فائز تھے۔ ابو سفیان آغازِ بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے②۔ حضرت امیر معاویہؓ عام القضیہ کے سال اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور بالآخر اپنے والد ابو سفیان کے ساتھ فتح مکہ کے دن اسلام کو ظاہر کیا③۔

آپ کو عہدِ رسالت میں کوئی نمایاں کارنامہ دکھانے کا موقع نہ مل سکا۔ مگر عہدِ صدیقی میں آپ شام کی فتوحات میں شریک رہے④۔ عہدِ فاروقی میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کے بھائی یزید کی جگہ انھیں دمشق کا گورنر مقرر کیا⑤۔ اور پھر حضرت عثمانؓ نے آپ کو پورے شام کا والی بنا دیا۔ شام کی ولایت کے زمانہ میں آپ نے رومیوں کے مقابلہ میں زبردست فتوحات حاصل کیں⑥۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن خیاط، التاریخ، ص: ۵۸۵ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۰، ۱۳۹ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۱۷

◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۷ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۷/۳۲۶ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۲/۱۰۰۴

◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۲/۲۱۹ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۴۴ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۳۰۵

◉ البلاذری، الأنساب، : ۱/۶۹۰ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۳۳۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۵/۳۲۳

◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸/۳۷۷ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۱۵۲ ◉ الازدی، فتوح الشام، ص: ۲۸۳

◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۱۸۸ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۵۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۴/۵

◉ المرتضی، أمالی، ص: ۱/۲۷۵ ◉ ابن حزم، جمہرۃ الانساب العرب، ص: ۱۱۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۲۰۷

◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۲/۴۸۹ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۰۲ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۲/۶۶

◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۸/۴۳۴ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۸/۲۰۰ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۳/۱۳۸

◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۳۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۱۲ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۴۲

◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۷/۲۲۷ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲/۳۰۳ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۲۵۹

◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۰۷ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۲۶ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۵

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۲۸ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۱۲

② ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۵/۲۲۱ ③ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۵/۲۲۱

④ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۶ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۵/۲۲۱

⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۶ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۱۳

⑥ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۱۳

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین ہوئی ①۔ اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے جو بعد ازاں آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے ②۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لیے دعاء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((أللھم علم معاویة الکتاب و الحساب وقه العذاب)) ③

اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور انھیں عذاب سے محفوظ رکھ۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أللھم اجعله ھادیا مھدیا و اھد به)) ④

اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا۔ اور ان کے ذریعے (لوگوں کو) ہدایت دے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللھم علّم معاویة الکتاب و مکن له فی البلاد و قه العذاب)) ⑤

اے اللہ معاویہؓ کو کتاب (قرآن) کا علم دے دے اور شہروں میں اسے مضبوط کر دے اور عذاب سے بچا لے۔

ایک دفعہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے معاویہؓ تمھارا کون سا حصہ میرے ساتھ لگ رہا ہے تو حضرت معاویہؓ نے جواب دیا میرا پیٹ اور میرا سینہ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللھم املأ ھما علما و حلماً)) ⑥

اے اللہ ان دونوں (پیٹ اور سینہ) کو علم اور بردباری سے بھر دے۔

حبر الأمت حضرت ابن عباسؓ آپ کو فقہاء میں شمار کرتے تھے۔ ابن ملیکہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ أمیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ انھوں نے وتر ایک رکعت پڑھی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ فقیہ ہیں ⑦۔ اس تفقہ کی بناء پر آپ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کے' جو صاحب علم و افتاء تھی ایک رکن تھے۔ البتہ آپ کے فتاویٰ کی تعداد زیادہ نہیں ہے ⑧۔

---

① الدینوری، أخبار الطوال، ص:۱۵٦

② ابن الأثیر، أسد الغابة، ص:۵/۲۰۲

③ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۱۲۷

④ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیانؓ، حدیث نمبر ۳۸۴۲، ص:۸٦۹

⑤ الآجری، کتاب الشریعة، باب ذکر دعاء النبی ﷺ لمعاویة، حدیث نمبر ۱۹۱۹، ص:۱۱؛ الہیثمی، مجمع الزوائد، باب ما جاء معاویة بن ابی سفیان، ص:۹/۳۵٦

⑥ الآجری، کتاب الشریعة، باب ذکر دعاء النبی ﷺ لمعاویة، حدیث نمبر ۱۹۲۰، ص:۹۱۲

⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۷٦۵، ص:٦۳۳

⑧ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۱۳۳

دینی علوم کے علاوہ حضرت معاویہؓ عرب کے مروّجہ علوم میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ آپ کتابت سے پوری طرح آگاہ تھے اور اس وصف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے آپ کو اپنا خاص کاتب مقرر کیا (۱)۔

آپ شعر و شاعری کا بھی خاصا ذوق و شوق رکھتے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ "انسان پر اولاد کی تادیب فرض ہے اور ادب کا بلند مرتبہ شعر ہے اس لئے تم لوگ شعر کو اپنا سب سے بڑا مطمحِ نظر بناؤ اور اسی کی عادت ڈالو" (۲)۔

آپ آتش بیانی اور خطابت میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

علامہ ابن الطقطقی حضرت معاویہؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"كان حكيما فصيحا بليغا" (۳)

معاویہؓ حکیم اور فصیح و بلیغ تھے۔

جاحظ نے آپ کی فصیح و بلیغ تقریر کا ایک نمونہ نقل کیا ہے (۴)۔

ان علوم کے علاوہ حضرت معاویہؓ کے صحیفہ کمال میں سب سے زیادہ نمایاں صلاحیت ان کی فطری تدبیر و سیاست ہے۔ تمام مؤرخین انھیں اپنے زمانہ کا سب سے بڑا مدبر، سیاستدان اور بیدار مغز حکمران تسلیم کرتے تھے۔

ابن الطقطقی لکھتے ہیں:

"معاویہؓ دنیا کے سمجھنے والے، فہیم، علیم اور طاقتور حکمران تھے جو سیاست اور تدبیر میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے" (۵)۔

حضرت عمرؓ جیسے حکمران حضرت معاویہؓ کو "کسرائے عرب" کہتے تھے (۶)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر سردار نہیں پایا۔ کسی نے پوچھا! حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ۔ آپ نے جواب دیا، بخدا یہ لوگ حضرت معاویہؓ سے بہتر تھے لیکن حضرت معاویہؓ میں سرداری ان سے زیادہ تھی" (۷)۔

مصادر سے آپ کی تدبیر و حکمت اور سیاست کے بے شمار نمونے ملتے ہیں (۸)۔

اخلاق و عادات: حضرت معاویہؓ جاہ و جلال اور قوت و اقتدار حاصل ہونے کے باوجود بے حد متحمل مزاج تھے۔

---

(۱) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۲۲/۸
(۲) ابن رشیق، کتاب العمدۃ، ص: ۱۰
(۳) ابن الطقطقی، الفخری فی الآداب السلطانیۃ، ص: ۹۵
(۴) الجاحظ، البیان والتبیین، ص: ۱۷۳/۲
(۵) ابن الطقطقی، الفخری، ص: ۹۵
(۶) ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲۲۲/۵
(۷) ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۲۶۲/۱
(۸) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۱۲/۸

ابن طقطقی کا بیان ہے:

''معاویہؓ حلم کے موقع پر حلم سے اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیتے تھے لیکن ان میں حلم کا پہلو غالب تھا''①۔

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے:

''...... میں حضرت معاویہؓ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے ان سے زیادہ کسی کو بُردبار اور عقل مند عالم نہیں پایا......''②

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''غصہ پی جانے سے زیادہ میرے لیے کوئی شے لذیذ نہیں''③۔ آپ قیامت کے مواخذہ کا تذکرہ سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ اور بے حد روتے دکھائی دیتے۔ یوں لگتا تھا کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے④۔ آپ حق کو قبول کرنے میں دیر نہیں کرتے تھے۔ ابو مریم ازدی کے شکایت کرنے پر آپ نے لوگوں کی حاجت روائی کے لیے ایک شخص مقرر کر دیا⑤۔

آپ حد درجہ فیاض اور سخی تھے، آپ کا ابرِ کرم بلا امتیاز' اپنے اور مخالف' سب پر یکساں برستا تھا۔ کبار صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر کرتے تھے۔ اور صحابہ کی اولاد تک سے فیاضانہ سلوک برتتے تھے⑥۔

وفات: آپ نے ۷۸ سال کی عمر میں رجب ۶۰ھ میں انتقال فرمایا⑦۔

---

① ابن الطقطقی، الفخری، ص: ۱۹۴

② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۹۴

③ الطبری، تاریخ، ص: ۷/۱۲۳

④ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی الریاء والسمعة، حدیث نمبر ۲۳۸۲، ص: ۵۴۳

⑤ ابو داؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فیما یلزم الامام من أمر الرعیة، حدیث نمبر ۲۹۴۸، ص: ۴۲۹

⑥ ابن الطقطقی، الفخری، ص: ۹۵ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابة، ص: ۴/۷۲ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایة، ص: ۸/۱۳۷

⑦ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص: ۵/۲۲۲

۲. عبد اللہؓ بن زبیرؓ (م ۷۳ ھ)

نام ونسب: آپ کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو بکر ہے اور نسب نامہ عبد اللہ بن زبیرؓ بن عوام بن خویلد بن اُسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرّہ القرشی الاسدی ہے ①۔

ابتدائی حالات: آپ مدینہ منورہ میں اھ میں پیدا ہوئے ②۔ تاریخ اسلام میں آپ کی ولادت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ہجرت مدینہ کے بعد عرصہ تک مسلمانوں کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اور یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ مسلمانوں کی انقطاع نسل کے لیے انھوں نے جادو کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ کی ولادت سے ان کے اوہام باطلہ کی تردید ہوگئی اور مسلمان آپ کی ولادت سے بہت خوش ہوئے۔ آپ کی والدہ حضرت اُسماءؓ بنت ابی بکرؓ آپ کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے گود میں لے کر خیر و برکت کی دعا کی اور کھجور چبا کر اس نومولود کے منہ میں ڈالی۔ اس طرح سب سے پہلی چیز جو آپ کے پیٹ میں گئی، وہ آنحضرت ﷺ کا لعابِ دہن تھا ③۔

آپ نے آٹھ برس کی عمر میں بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا ④۔ عہدِ رسالت اور عہدِ صدیقی میں آپ کم سن تھے اس لیے ان دونوں زمانوں کا کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ملتا، البتہ حضرت عمرؓ کے آخری دور میں آپ اپنے والد کے ساتھ جنگِ یرموک میں شریک ہوئے ⑤۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۳۰۶ ◉ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۳/۱۵۸۰۰ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۵۵۸
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۳، ۱۸۹ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱، ۷۸ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۶۶
◉ العجلی، التاریخ، ص: ۲۵۶ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۲/۱۰۰۴ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۲/۲۱۹
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳/۱۳۵۴ ◉ البلاذری، الأنساب، ص: ۱/۶۵۹ ◉ الواسطی، التاریخ، ص: ۵۱، ۸۱
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۵۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۳۰۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵/۵۶
◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۱۲۵ ◉ المسعودی، مروج الذھب، ص: ۱۹۳۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۳۲۹
◉ ابن حزم، جمھرۃ الانساب العرب، ص: ۸۷ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/۷۱ ◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۴/۱۱۲
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۰/۱۳۸ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۶۳ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۲/۷۷
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۴۸ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۳۳۲ ◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵/۱۴۱
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۴۱۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۱۳ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص: ۱۹۷
◉ ابن العماد، شذرات الذھب، ص: ۱/۴۲

① المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۰/۱۳۸ ② ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۴/۷۱
③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود، حدیث نمبر ۵۴۶۹، ص: ۴/۹۷
④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبد اللہؓ بن زبیرؓ، ص: ۳/۵۴۸ ⑤ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۴/۷۱

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جنگ طرابلس میں شریک ہوئے اور اس میں فتح حاصل کی ①۔ اور اس کے بعد ۳۰ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں نمایاں حصہ لیا②۔

۳۵ھ میں جب شورش پسندوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو آپ کی حفاظت کے لیے جو سرفروش نکلے تھے ان میں آپ بھی تھے③۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ مظلوم حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لیے سرگرم ہوئے، اس گروہ کی قیادت حضرت عائشہؓ نے کی تھی④۔ جنگِ جمل میں آپ کو تلواروں اور نیزوں کے چالیس سے زیادہ زخم آئے⑤۔

آپ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن یزید کے ولی عہد بنانے کی آپ نے پرزور مخالفت کی اور ۶۰ھ میں اپنی خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ ۶۲ھ میں دوبارہ بیعت کی دعوت دی۔ تو دولت اسلامیہ کے بیشتر حصوں میں آپ کی بیعت ہو گئی۔ آپ ۷۳ھ تک مسلسل بنوامیہ سے مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر شامیوں نے آپ کو شہید کر دیا⑥۔

علم و فضل: حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اپنے خاندان اور رشتہ داریوں کے لحاظ سے بہت زیادہ شرف و اعزاز کے حامل تھے۔ آپ کے والد حضرت زبیرؓ بن عوام آنحضرت ﷺ کے حواری اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کے نانا تھے، جو پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ کو بارگاہِ نبوت سے ذات النطاقین کا لقب ملا تھا۔ آپ کی خالہ حضرت عائشہؓ اور آپ کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ تھیں، جو آنحضرت ﷺ کی بیوی تھیں اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ آپؓ کی دادی تھی⑦۔ آپؓ قرآن کریم کے بہت بڑے قاری تھے⑧۔

صغر سنی کی وجہ سے اگرچہ آپ کو آنحضرت ﷺ سے کسبِ فیض کا موقع بہت کم ملا۔ اس کے باوجود آپ سے تینتیس (۳۳) روایات منقول ہیں جن میں دو روایات متفق علیہ ہیں۔ اور چھ بخاری اور چھ صحیح مسلم میں ہیں⑨۔

آپ خطبہ کے ذریعے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کی تعلیم دیتے تھے⑩۔ آپ کو جو مسائل معلوم نہ ہوتے ان کے بارے میں اپنے معاصرین سے بلا تکلف پوچھ لیتے تھے⑪۔ آپ متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے⑫۔ اور آپ کا شمار اپنے

---

① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۶۸/۳

② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۸۴/۳

③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۲۳

④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۸۴/۳

⑤ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۷۱/۴

⑥ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۸۶/۴

⑦ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۷۱/۴

⑧ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿ثانی اثنین اذ هما فی الغار﴾ حدیث نمبر ۴۶۶۵، ص: ۸۰۰

⑨ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۱۹۷

⑩ المسلم، الصحیح، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۳۴۵، ص: ۲۴۱

⑪ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۱۴۸/۱

⑫ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبداللہ بن زبیرؓ، ص: ۵۴۹/۳

⑬ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۲۳

عہد کے ممتاز خطباء میں ہوتا تھا⑬۔

اخلاق وعادات: آپ انتہائی عبادات گزار تھے، نماز کو بڑے آرام سے خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے①۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے:

''اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو ابن زبیرؓ کی نماز کی نقل کرو''②۔

آپ کو روزوں اور حج بیت اللہ سے بھی ایسا ہی شغف تھا، مسلسل روزہ رکھتے تھے اور آپ نے آٹھ حج کیے تھے③۔

غرضیکہ کوئی عبادت ایسی نہیں تھی جس میں آپ نے بے مثال نمونہ نہ چھوڑا ہو④۔

آپ زُہد وورع کے مجسم پیکر تھے جس کا اعتراف حضرت ابن عمرؓ نے بھی کیا ہے⑤۔

آپ حد درجہ سخی اور فیاض تھے۔ ازواجِ مطہراتؓ خصوصاً حضرت عائشہؓ کی دل کھول کر مدد کرتے تھے⑥۔

عدل ومساوات آپ کی زندگی کا ایک خاصہ تھا⑦۔ شجاعت اور شہادت آپ کا نمایاں وصف تھا۔ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ داستانِ شجاعت سے عبارت ہے⑧۔

وفات: عبدالملک کے عہد ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف نے آپ کو شہید کیا⑨۔

① ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷۰/۴ ◉ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۲۴۶/۳

② ابن حنبل، المسند، ص: ۳۸۹/۱

③ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبداللہؓ بن زبیرؓ، ص: ۵۴۸/۹ ◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۶۴/۱

④ علی المتقی، کنز العمال، فضائل ابن زبیرؓ

⑤ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبداللہؓ بن زبیرؓ، ص: ۵۲۲/۳

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب الهجرة، حدیث نمبر ۶۰۷۳، ص: ۱۰۶۰

⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۳

⑧ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲۹۳/۳

⑨ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲۹۳/۳

۳. عبدالملک بن مروان (م ۸۶ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عبدالملک بن مروان اور کنیت ابو الولید ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف القرشی الاموی ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۲۶ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور یہیں آپ کی نشوونما ہوئی، جس کی وجہ سے آپ کو فقہائے مدینہ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا پورا موقع ملا' آپ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے زمانۂ خلافت میں اپنے والد مروان بن حکم کی زندگی میں ان کے ولی عہد مقرر ہوئے، مصر اور شام میں سات برس تک حکومت کی جبکہ باقی علاقے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے زیرِ تصرف تھے۔ ۷۳ھ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد بلاشرکتِ غیرے تمام علاقوں پر حکومت کی ②۔

امام سیوطی نے علامہ ذہبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عبدالملک مروان نے حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعیدؓ، حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت بریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاویہؓ سے احادیث سنی ہیں اور ان سے عروہ، خالد بن معدان، رجاء بن حیوہ، زہری، یونس بن میسرہ، ربیعہ بن یزید وغیرہ نے سماع کیا ہے ③۔

علم وفضل: آپ کا شمار فقہائے مدینہ میں ہوتا تھا، ابو الزناد کہتے ہیں: ''اس زمانہ میں فقہاء مدینہ میں چار شخص شمار ہوتے تھے: سعید بن مسیّب، عروۃ بن زبیرؓ، قبیصہ بن ذویب اور عبدالملک بن مروان ④۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا:

سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵/۲۲۳
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۴۰
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵_۴۲۹
◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۴/ ۲۰۷
◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۲۲
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۹۷۳
◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۸۹
◉ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰/۲۵۲
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۲/۹۳
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۰۲
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۲۶
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۶/۴۲۲
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۴۶
◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۳۷۵
◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۳
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۳۱۲
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۵۵
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۶۵
◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۵/۱۱۹
◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۳۸۸
◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۳۰۹
◉ الذہبی، تاریخ اسلام، ص: ۳/۲۷۶
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱/۴۰۲
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۹۵
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۴۲۲
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۹۷
◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۹۲
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۱
◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۱/۱۹۱
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۵۶۳
◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۱۲۸
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۴/۵۱۷
◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۲
◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲/۲۹
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴/۲۴۶
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۷۸
◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵/۵۱۲
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۱۲
◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۰

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۲۷۶
② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۰
③ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۲۷۶
④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۶/۱۹۹

"إنكم معشر أشياخ قريش يوشك أن تنقرضوا فمن نسأل بعد كم فقال إن لمروان ابنا فقيها فسلوه" ①

آپ حضرات قریش تو بوڑھے ہو گئے ہیں ہم آپ کے بعد کن سے مسائل دریافت کریں؟ آپ نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا (عبدالملک) فقیہ ہے، اس سے دریافت کرنا۔

امام نافعؒ کا بیان ہے:

"لقد رأيت المدينة و ما بها شاب أشدّ تشميراً ولا أفقه ولا أنسك ولا أقرأ لكتاب الله من عبدالملك بن مروان" ②

میں نے مدینہ میں عبدالملک بن مروان سے زیادہ کوئی جوان چست و چالاک، عابد اور فقیہ اور کتاب اللہ کو زیادہ پڑھنے والا نہیں دیکھا۔

امام شعبہؒ فرماتے ہیں:

"ما جالست أحداً إلا وجدت لي عليه الفضل إلا عبدالملك بن مروان فإني ما ذاكرته حديثا إلا زادني فيه ولا شعراً إلا زادني فيه" ③

میں جس شخص کے ساتھ بیٹھا ہوں وہی میرے علم وفضل کا قائل ہو گیا مگر عبدالملک بن مروان (کے علم وفضل کا میں خود قائل ہو گیا) کیونکہ میں نے جب اس کے سامنے کوئی حدیث بیان کی تو اس میں انھوں نے ضرور کچھ زیادہ بتلایا اور جب کبھی میں نے ان کے سامنے کوئی شعر پڑھا تو انھوں نے میرے سامنے کئی کئی اشعار پڑھ دیئے)

اخلاق وعادات: عبدالملک بن مروان خلافت سے قبل بہت عبادت گزار تھا۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے لوگ آپ کو 'حمامة المسجد' (مسجد کی کبوتری) کہا کرتے تھے۔

ابن سعدؒ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وكان عابداً ناسكاً قبل الخلافة ......" ④

آپ خلافت سے قبل (مدینہ میں) عابد وزاہد تھے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان عبدالملک بن مروان اور دونو جوان مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور عصر تک برابر پڑھتے رہتے تھے۔ سعید بن مسیب سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر ہم ان تینوں کی طرح نماز

---

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱

② الذہبی، تاریخ الاسلام ص:۳/۲۷۶ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱

③ الذہبی، تاریخ الاسلام ص:۳/۲۷۷ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۲۲۳

پڑھیں تو کوئی مضائقہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ عبادت زیادہ نماز پڑھنے اور کثرت سے روزہ رکھنے کا نام نہیں بلکہ عبادت ذات الٰہی کے متعلق غور وفکر کرنے اور گناہوں سے بچنے کا نام ہے ①۔

آپ امورِ خلافت کے سلسلہ میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ اصمعی فرماتے ہیں کہ کسی نے عبدالملک سے کہا:

"یا أمیر المؤمنین عجل علیك الشیب فقال و کیف لا و أنا أعرض عقلی علی الناس فی کل جمعة" ②

اے امیر المؤمنین! آپ پر بڑھاپا بہت جلد آ گیا ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ کس طرح نہ آتا، میں ہر جمعہ اپنی تمام عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔

آپ کے عادات واخلاق کے بارے میں ابن عائشہ بیان کرتے ہیں: ''عبدالملک کے پاس جب کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں سے آتا تو عبدالملک اس سے کہتا: ''دیکھو مجھے چار باتوں سے معاف رکھنا، ان کے علاوہ جو کچھ کہہ سکتے ہو کہہ ڈالو، ایک تو میرے سامنے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ میرے ہاں جھوٹ کی کوئی قدر نہیں، دوسرا یہ کہ جو کچھ میں پوچھوں محض اسی کا جواب دینا کیونکہ میری توجہ اسی پر لگی ہوئی ہوگی، تیسرا یہ کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی جانتا ہوں، چوتھا یہ کہ مجھے میری رعیت پر برانگیختہ نہ کرنا کیونکہ انھیں میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے'' ③۔

آپ حد درجہ کے بہادر تھے۔ ابراہیمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالملک کو دیکھا کہ اسے ایک رات میں چار مشکلیں پیش آئیں مگر اس کے چہرہ پر ذرا شکن نہیں پڑی ④۔

آپ کو شعر وشاعری سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ آپ شعراء سے اشعار سنتے تھے ⑤۔

وفات: آپ نے شوال ۸۶ھ میں اکسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی ⑥۔

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۷/۳
② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱
③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۷/۳ ◉ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ص: ۷۰/۹
④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱
⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۷/۳ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱
⑥ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ص: ۷۴/۹

۴۔ عمرؒ بن عبد العزیز (م ۱۰۱ھ) *

نام نسب: آپ کا نام عمر بن عبد العزیز اور کنیت ابو حفص ہے۔ نسب نامہ یہ ہے عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اموی ①۔

ابتدائی حالات: آپ قریش کے مشہور خاندان بنوامیہ کے ایک نامور اور ممتاز فرد تھے۔ یزید بن معاویہؓ کے عہد حکومت ۶۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد عبد العزیز کے عہدِ گورنری میں مصر پرورش پائی ②۔ ابتدائی تعلیم مصر میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے مدینہ کا رخ کیا اور مشہور محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی ③۔ ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے، اس زمانہ میں آپ نے مسجدِ نبوی کو عظیم الشان زیب و زینت کے ساتھ از سرِ نو تعمیر کروایا ④۔ مسجدِ نبوی کے علاوہ آپ نے اطرافِ مدینہ میں بہت سی مساجد تعمیر کروائیں ⑤۔ حجاج کی شکایت پر آپ کو معزول کیا گیا ⑥۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ولید کے حکم سے مصعب بن عبد اللہ بن زبیرؓ کو سزا دی جس کے صدمے سے ان کی موت واقع ہوئی۔ اسی کی ندامت سے آپ مستعفی ہو گئے ⑦۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۳۳۰ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۴۳۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۲۰

◉ ابن حبیب، المحبر، ۲۷ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، : ۱۱۷ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۶/۱۷۴

◉ ابن عبد الحکم، السیرہ عمر بن عبد العزیز ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۶۲ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۵۶۸

◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۱۶۔۵۶۱ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۳۰۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۶/۱۲۲

◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۴/۱۹۲ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۷۸ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۵/۲۵۳

◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۰۵ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۴ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲/۱۱۳

◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۷ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱۳/۳۱۹ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۴/۱۱۵

◉ الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۱۸ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۶۹ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/۱۱۴

◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۲۰ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۲/۲۷۵ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۲۰۸

◉ الکتبی، فوات الوفیات، ص: ۲/۱۷۷ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۱۹۲ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۰۳

◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۶/۳۳۱ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۵۹۳ ◉ ابن الحجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۵۹

◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۷۵ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۴۶ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۸۴

◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۱۹

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۷

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۹

③ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۹

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۹

⑤ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۴۷۲

⑥ الطبری، التاریخ، ص: ۲/۱۲۵۲

⑦ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۹

۹۹ھ میں سلیمان بن عبد الملک کے بعد مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے حکومت کو ایک مرتبہ خلافتِ راشدہ کے رنگ میں رنگ دیا اور بے شمار اصلاحات نافذ کیں (۱)۔

انھی خصوصیات کی وجہ محدثین آپ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں (۲)۔

علم و فضل: آپ کا شمار کبار ائمہ میں سے ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

"کان فقیها مجتهداً عارفا بالسنن و کبیر الشأن ثبتاً حجة حافظا قانتا لله...." (۳)

آپ فقیہ، مجتہد، عالم سنن، بڑے مرتبہ والے، پختہ، قابل اعتبار، حافظ حدیث اور اللہ کے فرماں بردار تھے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"آپ کی جلالت، فضیلت، کثرتِ علم، زہد و ورع، عدل، مسلمانوں کے لیے مشفق، حسن سیرت، اللہ کی راہ میں انتھک کوشش کرنے والے سنت اور آثار کے متبع اور خلفاء راشدین کی اقتداء میں سب متفق ہیں" (۴)۔

میمون بن مہران کا بیان ہے:

"امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؒ کی مجلس میں علماء کی وہی حیثیت ہوتی تھی جو استاد کے حلقۂ درس میں تلامذہ کی ہوتی ہے (۵)۔

ابو جعفر باقرؒ کہتے ہیں:

"عمر بن عبد العزیز بنو امیہ کے نجیب انسان ہیں، قیامت کے دن تنہا ایک امت کے قائم مقام اٹھائے جائیں گے (۶)۔

ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں:

"میں جن لوگوں سے بھی ملا ہوں ان میں سے کسی کو عمر بن عبد العزیز سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا" (۶)۔

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۳۴۱ ⊙ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۰۸
⊙ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۷ ⊙ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱/۱۳۰

(۲) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی التفضیل، حدیث نمبر ۴۶۳۱، ص: ۶۵۴

(۳) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵/۱۵۵

(۴) النووی، تہذیب الاسماء ص: ۲/۱۷

(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۹

(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۹

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث کی تدوین اور اس کا تحفظ ہے (۱)۔

آپ کو مناظرہ میں خداداد بصیرت حاصل تھی۔ آپ کے دلائل کے سامنے بے بس ہو کر کئی لوگوں نے اپنے غلط عقائد کو رد کر دیا۔ اس بارے میں غیلان دمشقی کا قصہ بہت معروف ہے (۲)۔

اخلاق و عادات: آپ فطرتاً صالح اور سعید تھے۔ خلافت سے پہلے آپ کی زندگی عیش و تنعم اور شان و شکوہ کی تھی۔ لیکن خلافت کے بعد زندگی یکسر بدل گئی۔ آپ کا دل خشیت الٰہی سے لبریز رہتا اور خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرزہ براندام رہتے تھے (۳)۔ دیانت کا وصف سب سے زیادہ نمایاں تھا، ذاتی کاموں کے لیے بیت المال کی شمع تک نہیں جلاتے تھے (۴)۔ آپ تواضع و مساوات کے پیکر تھے (۵)۔

وفات: آپ کے سبب وفات کے بارے میں دو روایات ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کو زہر دلوایا گیا۔ جس سے آپ کی موت واقع ہوئی۔ آپ نے ۱۰۱ھ میں انتقال فرمایا (۶)۔

---

(۱) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۸
(۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، حدیث نمبر ۳۴، ص: ۲۲
(۳) ابن حنبل، کتاب السنۃ، ص: ۲/۴۲۹
(۴) ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۲۶ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۲۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۳۷۵
(۵) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۷
(۶) ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۶۰
(۷) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۷

۵۔ ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام ہشام بن عبدالملک اور کنیت ابوالولید ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ الأموی الدمشقی۔ والد نے آپ کا نام منصور رکھا کیونکہ اسی سال اس نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا تھا۔ ماں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ہشام تجویز کیا اور اسی نام سے مشہور ہوا①۔

ابتدائی حالات: آپ ۷۱ھ کے بعد پیدا ہوئے، اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے بعد ۱۰۵ھ میں خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ نے تقریباً بیس سال حکومت کی②۔

علم وفضل: ہشام بن عبدالملک کا شمار بنوامیہ کے ان تین ممتاز خلفاء میں سے ہوتا ہے جنھوں نے اپنے تدبر وسیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کردیا③۔

ہشام کی انتظامی قابلیت کے دشمن بھی قائل ہیں۔ عبداللہ بن علی عباسی کا قول ہے: ''میں نے بنوامیہ کے تمام خلفاء کے دفاتر کی جانچ پڑتال کی مگر ہشام کے دفاتر راعی اور رعایا کے حق میں سب سے بہتر پائے''④۔

مدائنی کا قول ہے:

''بنوامیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمالِ حکومت اور دفاترِ حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا⑤۔

خلیفہ ہشام عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے بھی ایک سچا مسلمان تھا۔ ایک دفعہ نمازِ جمعہ میں اپنے کسی بیٹے کو غیر حاضر پایا تو اس کی باز پرس کی اور ایک سال کے لیے سواری استعمال کرنے کی ممانعت کردی⑥۔ نیز جب جعد بن درہم نے عقیدۂ خلقِ قرآن کا اظہار کیا

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۵۶ ◎ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۴۳ ◎ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۳۷ ◎ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۹/۲۶۲ ◎ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۳۴۷ ◎ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵/۹۵ ◎ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵/۳۵۱ ◎ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۲۶۱ ◎ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۵۱ ◎ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۴/۲۳۸ ◎ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۹۶ ◎ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۶۳

① النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۳۸

② النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۳۸

③ ان تین خلفاء میں سے پہلے حضرت معاویہؓ تھے جنھوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ دوسرا عبدالملک تھا جس نے اس کی گرتی ہوئی دیواروں کو دوبارہ تھام لیا۔ تیسرا خود ہشام تھا جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

④ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۵۳

⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵/۹۶

⑥ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۵۲

تو اسے عید الأضحیٰ کے دن قتل کروا دیا۔ اس طرح غیلان بن یونس کو اس کے قدریہ خیالات کی بنا پر قتل کر دیا گیا ①۔

اخلاق و عادات: حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ ہشام بن عبدالملک دور بین، کفایت شعار، تیز فہم اور باتدبیر بادشاہ تھا۔ سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات بھی اس کی نگاہوں سے مخفی نہ تھے، بردباری اور تحمل اس کی امتیازی خصوصیات تھیں ②۔ عیش و عشرت سے لگاؤ نہ تھا، ولی عہدی کے زمانہ میں جو سوتی قبا پہنا کرتے تھے عہدِ خلافت میں بھی وہی قبا استعمال کرتے تھے۔

اخلاق و عادات کے لحاظ سے بھی آپ بہت سادہ مزاج تھے۔ شاہانہ غرور و تکبر آپ کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔ اپنی غلطی کو آپ بے تامل تسلیم کر لیتے تھے ③۔

امام سیوطیؒ نے آپ کی نرم دلی اور حسن سلوک کے کئی ایک واقعات بیان کیے ہیں ④۔

اصمعی کہتے ہیں کہ "میں نے ایک آدمی سے ہشام کو ہم کلام ہوتے ہوئے سنا، ہشام اس شخص سے کہہ رہا تھا:"

"یا هذا ليس لك أن تسمع خليفتك" ⑤

یا فلاں! تجھے یہ لائق نہیں ہے کہ اپنے خلیفہ کو ایسی باتیں سنائے۔

وفات: ربیع الثانی ۱۲۵ھ کو ہشام بن عبدالملک نے رصافہ میں وفات پائی، انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً پچپن برس تھی ⑥۔

① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹٦/۵

② ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳۵۵/۹

③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹٦/۵

④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۷۲

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۷۲

⑥ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳۵٦/۹

عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں معاون و معارض عوامل کا جائزہ

عہدِ بنو امیہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے بہت سے عوامل و اسباب کی نشاندہی ہوتی ہے جن کی وجہ سے علم حدیث کی ترویج و اشاعت متاثر ہوئی، ان میں سے کچھ عوامل ایسے تھے جنھوں نے اس کی ترقی اور نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ عہد بنو امیّہ دراصل اسلامی تاریخ کا ایک زرّیں اور قابلِ ذکر دور تھا، جو حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی مقدس ہستیوں سے منور تھا۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے تربیت یافتہ تھے، ان کے افعال و اقوال میں حضور ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی، ان کے اعمال نبی کریم ﷺ کی پیروی کے ترجمان تھے، انھیں حدیث سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی، انھیں ایک طرف فرامین رسول ﷺ کو دوسروں تک پہنچانے کا اہم دینی فریضہ سونپا گیا تھا اور دوسری طرف انھیں یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں کوئی غلط بات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، چنانچہ انھوں نے طلب حدیث کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کیا اور لوگوں کو حدیثِ رسولؐ سے روشناس کرایا اور اس کی تعلیم اور اشاعت میں مصروف ہوگئے، انھی قدرتی و خارجی عوامل کے سبب علم حدیث کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔

اس دور میں جہاں علمِ حدیث کی ترویج و اشاعت میں چند ایک عوامل و اسباب ممد و معاون رہے، وہاں کچھ عوامل ایسے بھی تھے جن سے علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں خلل واقع ہوا اور علمِ حدیث کی ترقی متاثر ہوئی۔ ان بہت سے کارفرما عوامل میں سب سے بنیادی سبب امت مسلمہ کی فرقہ بندی اور باہم نزاع و افتراق تھا۔ اہلِ اسلام میں اختلاف و افتراق کا ظہور اجتہادی امور سے ہوا جن کی بناء پر کوئی شخص کفر و بدعت کی حد تک نہیں پہنچ سکتا تھا[1]۔ اور نہ ہی ان اختلافات سے مسلمانوں کے شیرازہ کے بکھر جانے اور ان میں فتنہ و فساد پھوٹ پڑنے کا خطرہ تھا۔ عہدِ رسالت سے لے کر حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک تمام مسلمانوں میں کامل یگانگت اور اتفاق و اتحاد پایا جاتا تھا تاہم حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین جو اختلاف رونما ہوا وہ دراصل منافقین کا کیا دھرا تھا پھر حضرت عثمانؓ کے آخری عہد میں آنحضرت ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((و إن أمتي ستفترق على ثنتين و سبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة و هي الجماعة)) [2]

بے شک میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک کے علاوہ تمام فرقے جہنمی ہیں اور وہ جماعت ہے۔

---

[1] مثلاً آنحضرت ﷺ نے قبل از وفات فرمایا تھا: ''میرے پاس قلم دوات لاؤ تاکہ میں تمھیں ایسی تحریر لکھ دوں جس کی بنا پر تم گمراہ نہیں ہوگے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ ﷺ درد سے بے قرار ہیں اس لیے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں، ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ اور آنحضرت ﷺ کے جانشین کے بارے میں بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرامؓ کے مابین نزاع پیدا ہو گیا تھا۔

[2] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، حدیث نمبر ۳۹۹۳، ص: ۵۸۷۴

چنانچہ امت کا شیرازہ بکھر گیا ان میں فکری انتشار کا آغاز ہوا اور وہ کئی فرقوں میں بٹ گئی، یہ فرقے باہم نفرت کرتے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے لگا پھر خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ باہم نبرد آزما ہوئے، فریقین کے اعوان و انصار ان کا ساتھ دینے کے لیے مصر رہے اور پھر بالآخر ۳۷ھ کو واقعۂ تحکیم کے بعد حضرت علیؓ کی جماعت میں انتشار اور پھوٹ پیدا ہوگئی اور امت مختلف فرقوں (خوارج، شیعہ، مرجئہ، حامیانِ بنوامیہ) میں تقسیم ہوگئی۔

رفتہ رفتہ اختلاف و انتشار کی یہ خلیج بڑھتی چلی گئی حتیٰ کہ متاخرین صحابہ کرامؓ کے عہد میں فرقۂ قدریہ کا ظہور ہوا۔ معبد الجہنی پہلا شخص تھا جس نے اس فرقہ کی بنیاد رکھی، اس وقت حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ بن مالک و دیگر صحابہ کرامؓ زندہ تھے جنھوں نے اس عقیدہ کی تردید کی، پھر عہد صحابہؓ کے بعد حسن بصریؒ کے عہد میں بصرہ میں انکار تقدیر کے بارے میں واصل بن عطاء کا فتنہ ظہور پذیر ہوا۔ اس نے حسن بصریؒ سے مناظرہ کیا اور ان کی مجلس سے علیحدہ ہوگیا جس سے معتزلہ فرقہ معرض وجود میں آیا۔ ان فرقوں کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی مسلمانوں میں انتشار و خلفشار رونما ہوا جس نے ان کی دینی و سیاسی وحدت کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ ہر فرقے نے اسلام کو اپنے عقائد و افکار کی عینک سے دیکھنا شروع کیا اور اس کی تشریح و تفسیر اس انداز سے کرنے لگا جو ان کے مخصوص نظریات کے موافق ہوتا، اس طرح یہ فرقے اسی راہ پر گامزن رہے اور امت مسلمہ کے درمیان اختلاف و انتشار پروان چڑھا اور اس طرح علم حدیث کی ترویج و اشاعت کی راہ میں لاتلافی نقصان ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عوامل تھے جن سے علم حدیث کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ اکثر سلاطین نے علم حدیث کی نشر و اشاعت کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ کی بلکہ باہمی تنازعات اور سیاسی چپقلش کی وجہ سے ان کا عہد عدمِ استحکام کا شکار رہا اور پھر اس دور میں مختلف حوادث کے ظہور نے جلتی پر تیل کا کام کیا جبکہ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں دینی علوم کی نشر و اشاعت کا مقدس فریضہ سرکاری سرپرستی میں ادا کیا جاتا تھا' عوام و خواص کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دینی علوم پر عبور و دسترس حاصل کریں، قرآن اور حدیث رسول اللہ ﷺ کا علم اس دور کا سب سے بڑا مقصد تھا لیکن عہد بنوامیہ میں دینی علوم کی نشر و اشاعت اور ان کی سرپرستی کا فریضہ ضمنی اور ثانوی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ ماسوائے چند ایک خلفاء کے اس طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ علاوہ ازیں ممانعتِ کتابتِ حدیث کا عمل علم حدیث کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ ثابت ہوا۔

علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں معاون عوامل و اسباب

علم حدیث کی نشر و اشاعت میں بہت سے عوامل کارفرما تھے جن میں سے درج ذیل عوامل نے بنیادی کردار ادا کیا:

صحابہ کرامؓ کی موجودگی

بنو امیہ کا دور اس حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے ابتدائی ساٹھ ستر برس میں صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ جو مرکزی علاقوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے۔ آخری صحابی حضرت عامرؓ بن واثلہ ہیں جن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے ان پر صحابہؓ کا دور ختم ہوگیا۔ حافظ ابن حجر نے جریر بن حازم کا بیان نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں:

"كنت بمكة سنة عشر و مائة فرأيت جنازة فسألت عنها فقيل ابوالطفيل" ①

میں ۱۱۰ھ میں مکہ میں تھا میں نے ایک جنازہ دیکھا جس کے بارے میں نے پوچھا تو (مجھے) بتایا گیا کہ ابوالطفیلؓ کا جنازہ ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے چونتیس صحابہ کرامؓ کے نام گنوائے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی سے سو سال تک مختلف شہروں اور علاقوں میں زندہ رہے ②۔

صحابہ کرامؓ اشاعت حدیث کے لیے مختلف مفتوحہ ممالک میں پھیل گئے اور لوگوں کو حدیث کی تعلیم دینے میں مصروف ہوگئے۔

حضرت ابو ادریس خولانیؒ کا بیان ہے کہ 'میں حمص کی مسجد میں گیا تو وہاں ایک مجلس میں بیٹھ گیا جس میں بتیس صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے' ③۔

علامہ ذہبیؒ نے بیان کیا ہے کہ ''حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں سکونت پذیر تھے اور جب درس حدیث کے لیے مسجد جاتے تو ان کے ساتھ شائقین علم کا اس قدر ہجوم ہوتا جیسے کسی بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے'' ④۔

امام سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

'كان لجابرؓ بن عبدالله حلقه فی المسجد النبوی یؤ خذعنه العلم' ⑤

جابرؓ بن عبداللہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا اور لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ جب حدیث بیان کرتے تو آپ کے سامنے (کثرت ہجوم کی وجہ سے) لوگوں کی ایک دیوار کھڑی ہو جاتی تھی ⑥۔

ایک اور صحابی کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ حدیث بیان کرتے تو ان کے گرد لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو جاتا تھا کہ ان کو مکان کی چھت پر چڑھ کر حدیث بیان کرنا پڑتی تھی ⑦۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۰/۷
② مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۶۷
③ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲۸/۵
④ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۲۶/۱
⑤ السیوطی، حسن المحاضرۃ، ص: ۷۸/۱
⑥ المسلم، الصحیح، کتاب الصلوٰۃ، باب القرأۃ فی الظهر و العصر، حدیث نمبر ۱۰۲۱، ص: ۱۹۱
⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۵۸/۵

نصر بن عاصم لیثی فرماتے ہیں کہ ''میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا جو نہایت خاموشی سے ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے تھے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت حذیفہؓ بن یمان ہیں'' (۱)۔

غرضیکہ مختلف شہروں اور علاقوں میں صحابہ کرامؓ کی موجودگی اور ان کی مساعی علیہ نے حدیث کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ اور تربیتِ رسول

صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، ان کے افعال و اقوال میں حضور ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی اور انھی کی بدولت دین اسلام کا تسلسل قائم ہوا۔

محدثین کرام نے کتب حدیث میں مرفوع احادیث کے ساتھ صحابہؓ کے اقوال و اعمال پر مشتمل ایک بڑا ذخیرہ بھی روایت کیا ہے۔ صالح بن کیسان (۱۴۰ھ) بیان کرتے ہیں۔

"اجتمعت أنا وابن شهاب ونحن نطلب العلم فاجتمعنا على أن نكتب السنن فكتبنا كل شيئ سمعناه عن النبي ﷺ ثم كتبنا أيضا ما جاء عن أصحابه فقلت لا ليس بسنة و قال بلى هو سنة فكتب و لم أكتب فنجح و ضيعت" (۲)

میں اور ابن شہاب اکٹھے علم حاصل کرتے تھے ہم نے باہمی اتفاق کیا کہ احادیث لکھیں گے چنانچہ ہم نے ہر چیز جو نبی ﷺ کے بارے میں سنی تھی لکھ ڈالی پھر ابن شہاب نے کہا جو آپ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں منقول ہے ہم اسے بھی لکھ لیں گے میں نے کہا نہیں یہ (اقوال صحابہؓ) سنت نہیں، ابن شہاب نے کہا کیوں نہیں وہ بھی سنت ہیں سو انھوں نے انھیں لکھ لیا اور میں نے نہیں لکھا، وہ کامیاب رہے اور میں نے (اس موقع کو) ضائع کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کے انھی اقوال و افعال کے پیش نظر حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"لا يزال الناس صالحين متماسكين ما أتاهم العلم من أصحاب محمد ﷺ ومن أكابرهم فإذا أتاهم من أصاغرهم هلكوا" (۳)

جب تک علم اصحاب رسول اللہ ﷺ اور ان کے بڑوں سے آتا رہے گا لوگ نیک اور عمل پیرا رہیں گے اور جب لوگوں کو علم ان کے اصاغر سے ملنے لگے گا، وہ ہلاک ہوں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول میں اصاغر کی اضافت عام لوگوں کی طرف ہے، اصحاب محمد ﷺ کی طرف نہیں۔ اور عبداللہ بن مبارک کے قول کے مطابق اصاغر سے مراد اہل بدعت ہیں۔ (۴)

ایک اور موقع پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:

"اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد كفيتم" (۵)

تم ہمارے نقش قدم پر چلتے رہو نئی باتیں نہ نکالنا کیونکہ ہماری پیروی تمھارے لیے کافی ہے۔

---

(۱) ابن حنبل، المسند، ص: ۳۸۶/۵ (۲) عبدالرزاق، المصنف، باب نقص الاسلام، حدیث نمبر ۲۰۴۴۶ ص: ۲۵۸/۱۱ (۳) البغوی، شرح السنۃ، ص: ۲۹۶/۱
(۳) عبدالرزاق، المصنف، باب نقص الاسلام، حدیث نمبر ۲۰۴۴۶، ص: ۲۴۶/۱۱ (۴) الشاطبی، الاعتصام، ص: ۵۴/۱
(۵) الشاطبی، الاعتصام، ص: ۵۴/۱

امام اوزاعی، بقیہ بن ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یا بقیة العلم ما جاء عن أصحاب محمد ﷺ وما لم يجئ عن أصحاب محمد ﷺ فليس بعلم" ①

اے بقیہ علم وہی ہے جو اصحاب محمد ﷺ کی طرف سے منقول ہو کر آئے اور جو اصحاب محمد ﷺ سے منقول نہ ہو وہ علم نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ پر حالت احرام میں رنگ دار چادر دیکھی۔ تو فرمایا اے طلحہؓ یہ رنگ دار کپڑا کیوں (پہنا) ہے تو طلحہؓ نے جواب دیا اس رنگ میں خوشبو نہیں ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"إنكم أيها الرهط أئمة يقتدى بكم الناس ...." ②

بے شک تم اے گروہ (صحابہ) ائمہ ہو لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو ایک خاص قسم کے موزے پہنے دیکھے تو آپ نے فرمایا:

"عزمت عليك أن لا نزعتهما فإني أخاف أن ينظر الناس إليك فيقتدون بك" ③

میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم انہیں اتار دو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ تمہیں اس طرح دیکھیں گے تو وہ تمہاری پیروی کرنے لگیں گے۔

حضرت حذیفہؓ بن یمان نے مدائن ④ میں یہودی عورت سے نکاح کر لیا جب حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے ان کی طرف خط لکھا:

"أعزم عليك أن لا تضع كتابي حتى تخلي سبيلها فإني أخاف أن يقتديك المسلمون فيختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن" ⑤

میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط رکھنے سے پہلے تم اس عورت کو فارغ (طلاق) کر دو مجھے ڈر ہے کہ مسلمان تمہاری پیروی کرتے ہوئے اہل ذمہ کی عورتوں کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے پسند کرنے لگیں گے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جب گھر میں نماز پڑھتے تو لمبی نماز پڑھتے، رکوع و سجود طویل کرتے اور جب مسجد میں نماز پڑھتے تو جلدی کرتے تھے، آپ کے بیٹے حضرت مصعب نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

"يا بني إنا أئمة يقتدى بنا" ⑥

اے میرے بیٹے! بے شک ہم ائمہ ہیں، (امت میں) ہماری پیروی کی جاتی رہے گی۔

---

① الکاندھلوی، زکریا، مقدمہ أوجز المسالک، ص: ٦

② المالک، المؤطا، کتاب الحج، باب لبس الثياب المصبغة في الإحرام، حدیث نمبر ١٠، ص: ٢١٧

③ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ١/٣١٥ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص: ٢/٣٦١

④ مدائن: عراق میں سات شہروں کا مجموعہ جو بغداد کے جنوب میں دریائے دجلہ پر واقع تھا، الحموی، معجم البلدان، ص: ٣/٢١٥

⑤ الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ١٥٦

⑥ عبد الرزاق، المصنف، باب تخفیف الامام، حدیث نمبر ٣٧٢٩، ص: ٢/٣٦٧ ◉ الہیثمی، مجمع الزوائد، باب الاقتداء بالسلف، ص: ١/١٨٢

حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو جب حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا تو آپ نے اہلِ کوفہ کو ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"فاقتدوا بهما واسمعوا وقد آثرتكم بعبداللهؓ بن مسعود علىٰ نفسي" ①

تم ان دونوں کی اتباع کرو اور ان کی بات کو سنو، بے شک میں نے عبداللہؓ بن مسعود کو (تمھارے پاس بھیج کر) تمھیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں صحابہ کرامؓ کی مقتداء حیثیت ہمیشہ سے مسلّم رہی اس لیے انھیں محتاط رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا چنانچہ صحابہؓ کے اعمال و اقوال کی اتباع، تابعین و تبع تابعین میں جاری رہی۔ اس طرح جملہ احادیث کی نشر و اشاعت میں صحابہؓ کے اعمال و اقوال نے اہم کردار ادا کیا۔

رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت وعقیدت

صحابہ کرامؓ کی نبی اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت وعقیدت بھی حدیث کی ترویج و اشاعت میں ایک بڑا مؤثر عامل رہا ہے۔ قرآن کریم نے حضور ﷺ کے بارے میں تعلیم دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه و توقروه﴾ ②

تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس (رسول ﷺ) کی تعظیم وتوقیر کرو۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ اسی تعلیم کی بدولت رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز تک پست رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی اس روش کو پسند کرتے ہوئے ان کی مدح وتوصیف کرتے ہوئے انھیں متقین کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ﴾ ③

بے شک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اس عامل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"............قرآن اور آنحضرت ﷺ کی پیغمبرانہ دعوت جو شاعرانہ زبان میں بلکہ فی الحقیقت مولانا حالی مرحوم کی اس بلیغ تعبیر کی صحیح تصویر تھی:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی | عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
ایک آواز میں سوتی بستی جگا دی | نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی ④

اس نے صحابہ کرامؓ کی ذہنی قوتوں اور عملی توانائیوں میں نئی زندگی کی روح بھر کر ان میں ایسی ہلچل پیدا کر دی تھی کہ بقول گاڈ فرے ہگنس (God Frey Huggins)

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۴
② الفتح: ۴۸/۹
③ الحجرات: ۴۹/۳
④ حالی، مسدس حالی، ص: ۱۳۲

''عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد ﷺ کے پیغام نے وہ نشہ آپ ﷺ کے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔اور میں تو کہتا ہوں کہ عیسائی ہی نہیں بلکہ دنیا کو چاہیے کہ یہ یاد رکھے کہ اس نشہ کی نظیر نہ اس سے پہلے دیکھی گئی اور نہ اس کے بعد دیکھی جا سکتی ہے۔'' ①

حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سے ایلچی بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجے گئے تھے۔اس نے واپس جا کر قریش کو صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت کا حال اس طرح بیان کیا:

"ای قوم والله لقد وفدت على الملوك وفدت على قيصر و كسرىٰ والنجاشي والله ما رأيت ملكا قط يعظمه أصحابه ما يعظم أصحاب محمد محمداً والله إن تنخم نخامة إلا وقعت في كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده وإذا أمرهم ابتدروا أمره وإذا توضأ كادوا يقتتلون على وضوء ه وإذا تكلم خفضوا أصواتهم عنده وما يحدقون إليه النظر تعظيما له" ②

اے قوم! بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں، بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔خدا کی قسم وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لیے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کے لیے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرط تعظیم کے سبب انہیں بھرپور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ اس نوعیت کا ہو کہ وضو کے پانی اور لعاب وغیرہ کو نیچے نہ گرنے دیں، تو وہ بھلا آپ ﷺ کے اوامر و نواہی جو شریعت کا حصہ ہیں، کس طرح ان میں کوتاہی برت سکتے تھے، اور جب کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کے محافظ اور مبلغ قرار دیے گئے تھے۔

ابلاغ حدیث کی ذمہ داری کا احساس

آنحضرت ﷺ کو تعلیم امت کی بہت فکر تھی آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إن الناس لكم تبع وإن رجالا ياتونكم من أقطار الأرض يتفققهون في الدين وإذا أتوكم فاستوصوا بهم خيراً" ③

---

① مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص:۱۹

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب البصاق والمخاط و نحوه في الثوب، ص:۴۴ ⊙ ابن ہشام، السیرۃ، ص:۲/۳۱۴

③ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في الإستيصاء بمن يطلب العلم، حدیث نمبر ۲۶۵۰، ص:۶۰۱

لوگ تمھارے پیچھے لگنے والے ہوں گے اور وہ تمھارے پاس دنیا کے اطراف سے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے جب وہ تمھارے پاس آئیں تو انھیں اچھی باتیں بتلانا۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ کے لیے صرف رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال کی صرف اتباع ہی ضروری نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان پر یہ فریضہ بھی عائد تھا کہ وہ اس دین کو دوسروں تک پہنچائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر﴾ ①

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

نیز قول باری تعالیٰ ہے:

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر﴾ ②

تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی اور بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائے اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے۔

انھی آیات کریمہ کی روشنی میں نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تبلیغ اسلام کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((وليبلغ الشاهد الغائب)) ③ (حاضر غائب کو پہنچا دے۔)

نیز: ((ألا ليبلغ الشاهد الغائب)) ④ (آگاہ رہو حاضر غائب کو پہنچا دے۔)

مختلف اطراف سے وقتاً فوقتاً آنے والے وفود کو تعلیم دینے کے بعد آپ ﷺ انھیں حکم فرماتے:

((احفظوهن و أخبروا بهن من ورآءكم ....)) ⑤

ان باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمھارے پیچھے ہیں انھیں اس کی خبر دو۔

آپ ﷺ نے اس شخص کا انجام بھی بتا دیا جو تبلیغِ دین کے فریضہ کو ترک کر ڈالتا ہے اور کتمانِ علم کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((من سئل عن علم علمه ثم كتمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار)) ⑥

جس سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اسے جانتا ہو پھر وہ اسے چھپائے اسے قیامت کے دن آگ کی لگام میں جکڑا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ نے تبلیغ دین کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور انھی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ بعض صحابہؓ سکرات الموت میں بھی حدیث بیان کرنے کا التزام کرتے۔ ان کا یہ مصمم ارادہ حضرت ابوذر غفاریؓ (۳۲ھ) کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

---

① آل عمران: ۳/۱۱۰ ② آل عمران: ۳/۱۰۴

③ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب ليبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب ليبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب أداء الخمس من الإيمان، حدیث نمبر ۵۳، ص: ۱۳

⑥ الترمذی، جامع الترمذی، كتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، حدیث نمبر ۲۶۴۹، ص: ۶۰۱

"لو وضعتم الصمصامة على هذه وأشار إلى قفاه ثم ظننت أنى أنفذ كلمة سمعتها من النبي ﷺ قبل أن تجيزوا عليّ لأنفذتها" ①

اگر تم تلوار اس پر (اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا) رکھ دو پھر مجھے معلوم ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی تھی اور اسے میں بیان کر سکوں گا تو میں اسے ضرور بیان کروں گا پیش تر اس کے کہ تم اسے (تلوار) مجھ پر چلا دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

"إن الناس يقولون أكثر ابو هريرة ولولا أيتان فى كتاب الله ما حدثت حديثا ثم يتلو ② ﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينت والهدى ....﴾ ③

بے شک لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث بیان کرتا ہے اور اگر کتاب اللہ کی دو آیات نہ ہوتیں تو میں کبھی حدیث بیان نہ کرتا پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ آیات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں ......"۔

نبی ﷺ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو یہ توثیق بھی حاصل ہو گئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو دوسروں تک منتقل کریں گے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((تسمعون ويسمع منكم ويسمع من الذين يسمعون منكم)) ④

تم مجھ سے سن رہے ہو، تم سے بھی سنا جائے گا اور جن لوگوں نے تم سے سنا ان سے بھی لوگ سنیں گے۔

وعید کا خوف

موضوع روایات پر آنحضرت ﷺ کی وعید صحابہ کرامؓ کے سامنے تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا تكذبوا عليّ فإنه من كذب عليّ فليلج النار)) ⑤

مجھ پر جھوٹ مت کہو کیونکہ جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ آگ میں داخل ہوگا۔

اسی وعید کے خوف کے پیش نظر صحابہ کرامؓ بہت کم احادیث بیان کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے:

"إنه ليمنعنى أن أحدثكم حديثا كثيرا أن النبي ﷺ قال من تعمد عليّ كذبا فليتبوأ مقعده من النار" ⑥

---

① البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب العلم قبل القول و العمل، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۱۶

② البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۸، ص: ۲۵

③ البقرۃ: ۲/۱۵۹

④ ابو داؤد، السنن، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب اثم من كذب على النبى ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۶، ص: ۲۴

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب اثم من كذب على النبى ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۷، ص: ۲۴

مجھے نبی ﷺ کے فرمان کہ ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے'' نے تمہارے سامنے زیادہ احادیث بیان کرنے سے روک رکھا ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اپنے والد حضرت زبیرؓ بن عوام سے بیان کرتے ہیں:

"إنی لا أسمعك تحدث عن رسول اللهﷺ كما يحدث فلان فلان قال أما إنی لم أفارقه ولكن سمعته يقول من كذب علی فليتبوأ مقعده من النار" ①

میں نے فلاں فلاں کی طرح آپ کو رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا تو حضرت زبیر نے جواب دیا میں تو رسول اللہ ﷺ سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔

بعض صحابہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں:

''میں سال بھر حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی مجلس میں حاضر ہوتا رہا۔ اکثر آپ قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان نہیں کرتے تھے، اگر کبھی قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان کرنے لگتے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا پھر کہتے اس طرح فرمایا، یا اس کی مثل فرمایا، یا اس کے قریب فرمایا..........'' ②

ایک دوسری روایت میں راوی کا بیان ہے کہ حدیث بیان کرنے کے بعد آپ کی کیفیت اس طرح ہو جاتی کہ:

"ارتعد وارتعدت ثيابه تنفغ أوداجه اغرورت عيناه" ③

آپ کانپنے لگتے اور ان کے کپڑوں میں تھرتھری پیدا ہو جاتی، گردن کی رگیں پھول جاتی، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔

اور بعض صحابہؓ تو حدیث بیان کرنے سے قبل حدیث ((من كذب علی متعمداً..........)) پڑھ لیتے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں یہ منقول ہے:

"يبتدأ بحديثه بأن يقول قال رسول اللهﷺ الصادق المصدوق ابو القاسمﷺ من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" ④

اپنی حدیث کی ابتدا کرتے ہوئے فرماتے رسول اللہ ﷺ صادق و مصدوق ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے۔

صحابہ کرامؓ کو ایک طرف یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں غلط بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے اور دوسری طرف دین کو پہنچانے کا جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ صحابہؓ کا یہی حزم و احتیاط حدیث کی ترویج و اشاعت میں ایک مؤثر عامل رہا۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب اثم من كذب علی النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۷، ص: ۲۴

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۰

③ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۴/ ۲۰۸

④ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۴۱۳ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۴/۲۰۳

تابعین و تبع تابعین کی موجودگی

آغوش صحابہؓ میں تعلیم پانے والے عظیم المرتبت تابعین کرام اور تبع تابعین جو تابعین کے حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے ان حضرات نے صحابہؓ کی علمی اور اخلاقی برکتوں کو سارے عالم میں پھیلایا جن کا مشترک اور اہم کارنامہ حفاظت حدیث اور اشاعت حدیث ہے۔ اور عہد بنوامیہ ان مقدس ہستیوں سے عبارت ہے۔ ان کی موجوگی علم حدیث کی ترویج واشاعت میں ایک موثر عامل رہی ہے۔ ①

مختلف بلاد وامصار کا سفر

حضرات صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین نے طلب حدیث اور صحت حدیث کے لیے دور دراز ممالک کا سفر کیا اور اس راہ میں سعی وجہد کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ انھوں نے مشرق ومغرب کو چھان مارا اور جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو اس کے نتیجہ میں حوادث ومسائل میں بھی اضافہ ہوا تو یہ حضرات اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ حدیث کے طلب گاروں میں علمی رحلت کا بڑا چرچا ہوا، جس کی وجہ سے انھوں نے کثرت سے سفر کیے ②۔

حدیث کی ترویج واشاعت کے ذرائع

صحابہ کرامؓ، تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں حدیث کی ترویج واشاعت میں جو ذرائع استعمال کیے گئے ہیں جن میں سے حفظ حدیث، مذاکرہ حدیث، کتابت حدیث اور تعامل حدیث قابل ذکر ہیں جن کی وجہ سے علم حدیث کی حفاظت اور اس کی اشاعت میں نمایاں اثر پڑا ہے جو ایک بنیادی عامل ہے۔ ③

اسلامی فتوحات کی وسعت

عہد رسالت کے بعد صحابہ کرامؓ کی مساعیِ جمیلہ کی بدولت اسلامی حکومت کے دائرہ میں وسعت آئی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وعد الله الذين أمنوا منكم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم فى الأرض كما استخلف الذين من قبلهم﴾ ④

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اعمال صالحہ کیے ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ انھیں زمین کا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔

چنانچہ ۱۷ھ میں عراق اور شام مکمل طور پر فتح کر لیے گئے ⑤۔ ۲۰ھ میں سرزمین مصر کو زیرِ نگیں کیا گیا اور ۲۱ھ میں فارس کا

---

① مزید تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۵۸ ② دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶

③ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۷۰ ④ النور: ۲۴/۵۵

⑤ تفصیل کے لیے دیکھیے، البلاذری، فتوح الشام، ص: ۱۳۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۲۱۵۸

علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا (۱)۔

غرضیکہ جس طرح خلفاء راشدین کے عہد میں بے شمار فتوحات ہوئی ہیں اسی طرح عہد بنوامیہ میں بھی بہت ساری فتوحات ہوئیں۔

ان فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے رہنے والے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسلامی تعلیمات واحکام کو سیکھنے کا مطالبہ کرنے لگے تو خلفاء وحکام نے دینی احکام ومسائل کی تعلیم دینے کے لیے صحابہؓ وتابعین کو ان شہروں میں بھیجا۔ اور کچھ صحابہؓ وتابعین اپنی مرضی سے ان شہروں کو پسند کرکے ان میں سکونت پذیر ہوگئے جہاں انھوں نے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دی۔

✿ علم حدیث کے مراکز

صحابہ کرامؓ وتابعین کے مختلف بلاد وامصار میں چلے جانے سے وہاں کتاب وسنت کی تعلیم کے مدارس کھل گئے جہاں دور دراز علاقوں کے طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کے چشمۂ علم سے اپنی پیاس بجھاتے، اس دور میں مساجد تعلیم گاہ اور دارالحدیث کی حیثیت رکھتی تھیں، صحابہؓ وتابعین مختلف مساجد میں بیٹھ جاتے اور ان کے تلامذہ ان کے گرد حلقہ باندھ کر ان سے استفادہ کرتے اور اسے اپنے سینوں میں جاگزیں کرلیتے تھے۔

عہدِ بنوامیہ میں مختلف بلاد وامصار میں علم حدیث کے جو مراکز تھے وہ درج ذیل تھے:

دارالحدیث مدینہ منورہ: مدینہ منورہ آنحضرت ﷺ کا دارالہجرہ تھا جہاں اکثر شرعی احکام نازل ہوئے، اس وجہ سے آپ ﷺ نے اکثر احادیث یہاں پر ارشاد فرمائی تھیں۔ عہدِ رسالت کے بعد مدینہ منورہ ملت اسلامیہ کا مرکز اور کبار صحابہ کرامؓ کی اقامت گاہ تھا۔ اس اعتبار سے مدینہ کو صحابہؓ کے اولین وطن ہونے کا شرف حاصل تھا جس کو وہ دوسرے مقامات پر فضلیت دیتے تھے اور کسی خاص سیاسی، معاشی یا تعلیمی ضرورت سے قطع نظر وہ مدینہ سے باہر نہیں جاتے تھے (۲)۔

مدینہ میں متعدد صحابہؓ وتابعین ایسے تھے جنھوں نے حدیث وفقہ میں بڑی شہرت حاصل کی، جن میں خلفاء اربعہ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت وغیرہ شامل تھے۔ تابعین میں سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، ابن شہاب الزہری، عبید اللہ بن عتبہ، سالم بن عبداللہ، محمد بن المنکدر، قاسم بن محمد، نافع مولی ابن عمر اور دیگر حفاظ حدیث جو حدیث اور فتویٰ کے مرجع تھے (۳)۔ اور تبع تابعین میں سے عبداللہ بن عمرو بن ابی ذہب، محمد بن عجلان، جعفر الصادق، امام مالک، نافع بن ابی نعیم، سلیمان بن بلال، اسماعیل بن جعفر وغیرہ (۴)۔

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے، البلاذری، فتوح الشام، ص: ۲۲۰ ◉ المقریزی، الخطط، ص: ۱/۲۶۳

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۳۲۸

(۳) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۶/۲۸۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱/۲۱۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۰

(۴) الذہبی، الامصار ذوات الآثار، ص: ۱۴

دار الحدیث مکہ مکرمہ: جب آنحضرت ﷺ نے مکہ معظّمہ کو فتح کیا تو قرآن کریم کی تعلیم اور حلال وحرام کے مسائل سکھانے کے لیے حضرت معاذؓ بن جبل کو وہاں قیام کرنے کا حکم دیا، جن سے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ بصرہ سے مکہ واپس آئے تو وہ بھی یہاں کے رئیس قرار پائے۔ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ کرامؓ یہاں قیام پذیر تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہؓ بن سائب مخزومی، حضرت عتابؓ بن اُسید، حضرت خالد بن اُسید، حضرت حکمؓ بن ابی العاص، حضرت عثمانؓ بن طلحہ وغیرہ ①۔

مکہ کے دار الحدیث میں حضرت ابن عباسؓ کے زیر اثر جن تابعین نے استفادہ کیا ان میں سے مجاہد بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، عطاء بن ابی رباح، وغیرہ اور تبع تابعین میں سے عبداللہ بن ابی نجیح، ابن کثیر المقری، حنظلہ بن ابی سفیان، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج، ابن عیینہ وغیرہ ②۔

دار الحدیث کوفہ: حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں جب عراق فتح ہوا تو کوفہ اسلامی افواج کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس وقت تین سو صحابہ کرامؓ جن میں ستر بدری صحابہؓ بھی شامل تھے کا مسکن کوفہ تھا۔ ان میں سے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت خبابؓ بن ارت، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمان، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ وغیرہ ③۔

کوفہ کے دار الحدیث کی قیادت وسیادت کا سہرا حضرت ابن مسعودؓ کے سر ہے کیونکہ آپ کوفہ میں کثیر العلم تھے اور ان کا زمانۂ قیام بھی دوسرے صحابہ کرامؓ کی نسبت زیادہ تھا اور ان صحابہ کرامؓ سے فیض حاصل کرنے والے بے شمار تابعین تھے جن میں سے حضرت ابن مسعودؓ کے ساٹھ تلامذہ بھی شامل تھے۔ ان حضرات میں سے مسروق بن اجدع ہمدانی، عبیدہ بن عمر سلمانی، اسود بن یزید نخعی، کمیل بن زید نخعی، عامر بن شراحیل الشعبی، سعید بن جبیر الاسدی، ابراهیم نخعی، ابواسحاق السبیعی، عبدالملک بن عمیر وغیرہ اور تبع تابعین میں سے منصور بن المعتمر، سلیمان بن مہران وغیرہ قابل ذکر ہیں ④۔

دار الحدیث بصرہ: جب حضرت عمرؓ کے عہد میں عراق فتح ہوا تو اس وقت بصرہ بھی اسلامی افواج کا ایک بہت بڑا مرکز تھا جہاں پر بے شمار صحابہ کرامؓ سکونت گزیں تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک بصرہ کے سرخیل تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، حضرت ابن عباسؓ جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی جانب سے بصرہ کے والی تھے، حضرت عتبہؓ بن غزوان، حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت ابو برزۃ الاسلمیؓ، حضرت معقلؓ بن یسار، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرۃؓ، حضرت ابوزید الانصاریؓ، حضرت عبداللہؓ بن شخیر، حضرت ابوبکرۃؓ وغیرہ شامل ہیں ⑤۔

---

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۲ ② الذہبی، الأمصار، ذوات الآثار، ص: ۱۸

③ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۹۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/ ۲۱

④ ابن القیم، أعلام الموقعین، ص: ۲۰ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۴۳ ◉ الذہبی، الامصار، ص: ۳۹

⑤ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۲ ◉ الذہبی، الامصار، ص: ۴۳

بصرہ کے دارالحدیث سے فارغ التحصیل ہونے والے بے شمار تابعین تھے جن میں سے حسن بصری جو پانچ سو کے قریب صحابہ کرامؓ سے مل چکے تھے، محمد بن سیرین، ایوب السختیانی، بہز بن حکیم القشیری، یونس بن عبید، خالد بن مہران، عبداللہ بن عون، عاصم بن سلیمان الاحول، قتادہ بن دعامۃ السدوسی، ہشام بن حسان، ابوالشعثاء جابر بن زید، ابو بردۃ ابی موسیٰ، مطرف بن عبداللہ ودیگر تابعین کرام تھے۔ اور تبع تابعین میں سے ابن عون، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید قابل ذکر ہیں ①۔

دارالحدیث شام: ۱۷ھ کو جب شام فتح ہوا تو وہاں کے باشندے کثرت سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، چنانچہ خلفائے راشدین نے بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کو تبلیغ ودعوت کے لیے شام بھیجا۔ ان میں سے حضرت معاذؓ بن جبل تھے جن کو آنحضرت ﷺ نے پہلے یمن بھیجا اور جب مکہ فتح ہوا تو لوگوں کو حلال وحرام کی تعلیم دینے کے لیے وہاں مقرر کیا۔

ملک شام میں بے شمار صحابہ کرامؓ موجود تھے، ولید بن مسلم بیان کرتے ہیں:

''دخلت الشام عشرة آلاف عين رأت رسول الله ﷺ ②''

شام میں رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار صحابہ کرامؓ داخل ہوئے۔

یزید بن ابی سفیانؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف لکھا کہ اہل شام کی تعلیم کے لیے علماء شام بھیجے جائیں ③۔

چنانچہ آپ نے حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت عبادہؓ بن الصامت، حضرت ابوالدرداءؓ کو شام بھیجا جو شام کے مختلف شہروں میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عبادہؓ حمص میں، حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں، اور حضرت معاذؓ ارض فلسطین میں قیام پذیر ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن غنم کو بھی شام بھیج دیا ④۔

عہد بنوامیہ میں بلاد شام میں خصوصاً دمشق میں علم حدیث کی خوب نشرواشاعت ہونے لگی جہاں فقہاء، محدثین، اور قراء حضرات کی خاصی تعداد تھی ⑤۔

صحابہ کرامؓ کے علاوہ کبار تابعین بھی تھے جنھوں نے سرزمین شام میں دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیئے، ان میں سالم بن عبداللہ المحاربی، ابوادریس الخولانی، ابوسلیمان الدارانی، قبیصہ بن ذویب، مکحول بن ابی مسلم، رجاء بن حیوہ اور عمیر بن ھانی الدارانی، اور تبع تابعین میں سے عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی وغیرہ تھے ⑥۔

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۴۷ ◉ الذہبی، الامصار، ص: ۴۴

② البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/۱۶۹

③ محمد کرد، غوطۃ دمشق، : ۱۳۱

④ محمد کرد، غوطۃ دمشق، ص: ۱۳۱

⑤ السخاوی، الاعلان بالتوبیخ، ص: ۱۳۸ ◉ محمد کرد، غوطۃ دمشق، ص: ۱۳۴

⑥ محمد کرد، غوطۃ دمشق، ص: ۱۳۴ ◉ الخولانی، تاریخ داریا، ص: ۲۹ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۴۲

دارالحدیث مصر: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت عمروؓ بن العاص ارضِ مصر داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی بہت زیادہ تعداد تھی جن میں حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبادہؓ بن الصامت، حضرت مسلمہؓ بن مخلد، حضرت مقدادؓ بن اسود تھے جو اسلامی لشکر کے امیر تھے جنھیں حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص کی مدد کے لیے بھیجا تھا①۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب حضرت عمروؓ بن العاص کو شام کا والی مقرر کیا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بھی ہمراہ گئے۔ ان کے علاوہ بکثرت صحابہ کرامؓ نے مصر میں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں کو دینی احکام کی تعلیم دینے میں کوشاں رہے۔ ان میں سے حضرت عقبہؓ بن عامر الجہنی، حضرت خارجہؓ بن حذافہ، حضرت عبداللہؓ بن سعد، حضرت محمیہؓ بن جزء، حضرت عبداللہؓ بن حارث، حضرت ابو بصرہ غفاریؓ، حضرت ابو سعد الخیر، حضرت معاذ بن الجہنی، حضرت معاویہؓ بن خدیج، حضرت زیاد بن الحارث الصدائی وغیرہ شامل تھے②۔

ان صحابہ کرامؓ سے فیض حاصل کرنے والے بہت سے تابعین بھی تھے جن میں یزید بن ابی حبیب، عمر بن الحارث، خیر بن نعیم الحضرمی، عبداللہ بن سلیمان الطّویل، عبدالرحمٰن بن شریح الغافقی، حیوہ بن شریح التجیبی وغیرہ تھے③۔

دارالحدیث مغرب: حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ کو مصر کے امیر، عبداللہ بن سعد کو افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا اور ان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے ایک لشکر بھیجا جس میں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص، حضرت عبداللہؓ بن جعفر، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت ابن زبیرؓ بھی تھے④۔

۳۴ھ کو معاویہ بن خدیج مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو لے کر مغرب کو فتح کرنے کے لیے نکلے۔ بالآخر عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں اسلامی لشکر نے مغرب کو فتح کر لیا⑤۔

فتح کے بعد بہت سارے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت مسعودؓ بن الاسود البلوی، حضرت مسورؓ بن مخرمہ، حضرت مقدادؓ بن اسود، حضرت بلالؓ بن حارث، حضرت جبلہؓ بن عمرو، حضرت سلمہؓ بن الاکوع وغیرہ نے یہاں سکونت اختیار کر لی⑥۔

---

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۳ ◉ حسن ابراہیم، تاریخ الاسلام: ص ۱/ ۲۳۶

② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۳ ◉ ابن عبدالحکم، فتوح مصر، ص: ۲۴۸

③ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۴۱

④ ابو العباس، الإستقصا لأخبار دول المغرب الأقصیٰ، ص: ۱/ ۶۷

⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۶ ◉ ابن عبدالحکم، فتوح مصر و أخبارہا، ص: ۱۹۳

⑥ ابو العباس، الإستقصاء، ص: ۱/ ۷۵ ◉ ابن عبدالحکم، فتوح مصر و أخبارہا، ص: ۳۱۹ ◉ التعیمی، طبقات علماء أفریقة، ص: ۱۶

تابعین کی ایک جماعت بھی افریقہ میں داخل ہوئی جن میں سائب بن عامر، معبد بن عباسؓ، عبدالرحمٰن بن الاسود، عاصم بن عمر بن الخطاب، عبدالملک بن مروان، عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب، سلیمان بن یسار، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ قابل ذکر ہیں①۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اہل افریقہ کی تعلیم کے لیے دس تابعین افریقہ بھیجے تھے جن میں سے حبان بن ابی جبلہ، اسماعیل بن عبید اللہ الاعور، اسماعیل بن عبید، عبدالرحمٰن بن رافع، سعید بن مسعود التجیبی وغیرہ تھے جنھوں نے اسلام کی دعوت وتبلیغ میں نمایاں کردار ادا کیا②۔

- **دارالحدیث یمن:** عہدرسالت میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو یمن کی طرف بھیجا تھا③ جنھوں نے وہاں جاکر دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا جس سے بے شمار تابعین کرامؒ اور تبع تابعین نے فیض حاصل کیا۔ ان میں سے وھب بن منبہ، اور ان کا بھائی ھمام بن منبہ، طاؤس بن کیسان، اور ان کا بیٹا عبد اللہ بن طاؤس، معمر بن راشد، عبدالرزاق بن ھمام وغیرہ تھے④۔
- **دارالحدیث خراسان:** صحابہ کرامؓ میں سے حضرت بریدہؓ بن حصیب الاسلمی، حضرت حکمؓ بن عمرو الغفاری، حضرت ابوبرزہؓ الاسلمی یہاں سکونت پذیر تھے، تابعینؒ میں سے عبداللہ بن بریدۃ، یحییٰ بن یعمر، اور تبع تابعین میں سے حسین بن واقد، ابوحمزۃ السکری، عبداللہ بن مبارک، فضل بن موسیٰ وغیرہ یہاں موجود تھے۔ بعد میں ان علاقوں سے بے شمار محدثین کرام پیدا ہوئے، جنھوں نے علم حدیث کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا⑤۔

---

① التمیمی، طبقات علماء أفریقة، ص:۱۹

② التمیمی، طبقات علماء أفریقة، ص:۱۶

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته، حدیث نمبر ۷۳۷۲، صفحہ نمبر ۱۲۶۸

④ الذہبی، الامصار، ص: ۴۷ ◉ السخاوی، الاعلان بالتوبیخ، ص: ۱۴۰

⑤ الذہبی، الامصار ذوات لآ مصار، ص: ۸۳ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۴

علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں مخل ہونے والے عوامل و اسباب

علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں مخل ہونے والے درج ذیل عوامل ہیں:

ا۔ مختلف فرقوں کا ظہور

امت مسلمہ کی فرقہ بندی اور اس کے باہمی نزاع و افتراق کی وجہ سے علم حدیث کی ترقی متاثر ہوئی، جس کا ظہور واقعۂ تحکیم کے بعد شروع ہوا۔ اس فرقہ بندی کے ابتدائی مرحلہ میں امت مسلمہ چار گروہوں میں تقسیم ہوئی اور یہ عہد بنوامیہ کا آغاز تھا۔ یہ فرقے باہم نبرد آزما ہوئے، کسی نے میدان حرب میں بزور شمشیر فتنہ بپا کیا، تو کسی نے فکری انتشار پیدا کر کے امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا، کسی نے دین اسلام کے نام سے اس میں اپنے خیالات و نظریات کو داخل کر کے اس کی اساس پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی تو کسی نے اسلام کے صحیح تصور کو مسخ کر کے پیش کرنے کی جسارت کی۔ یہ سازگار فضاء دیکھ کر اعداء اسلام نے بھی اسلام کی دل کھول کر بیخ کنی کرنے کی کوششیں کیں، اور اسلام اور مسلم ہونے کا لبادہ اوڑھے ہوئے ان گمراہ کن فرقوں کی حمایت سے اپنے مذموم مقاصد میں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل کی۔ امت کی اس گروہ بندی میں خوارج، شیعہ، مرجئہ، جہمیہ، جبریہ اور معتزلہ قابل ذکر ہیں۔ اسی لیے ان فرقوں کے ظہور، عقائد و نظریات، ان کی شاخوں و القاب اور ان کی سرگرمیوں کو بالاختصار بیان کیا جا رہا ہے۔

ا۔ فرقۂ خوارج *

لغوی و اصطلاحی تعریف

لفظ خوارج خارجی کی جمع ہے۔ صاحب المنجد اس کی تعریف کرتے ہیں:

"الخارجی من خالف السلطان والجماعة و من اعتقد بمذهب الخوارج"(۱)

خارجی وہ شخص ہے جو حکمران اور جماعت کی مخالفت کرے اور خوارج کے مذہب کا عقیدہ رکھے۔

---

* اس فرقہ کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیں:

الجوزجانی، احوال الرجال، ص: ۳۳
◉ الملطی، التنبیه و الرد علی أهواء و البدع
◉ السفراییني، التبصیر فی امور الدین
◉ الرازی، فرق المسلمین والمشرکین
◉ ؟ الخوارج تاریخهم و آراءهم الاعتقادیة
◉ دکتور عمار الطالبی، آراء الخوارج
◉ دکتورنایف، الخوارج فی العصر الأموی نشأتهم
◉ علی یحیی معمر، الإباضیة بین الفرق السلامیة
◉ ایجی، الموقف
◉ علی یحیی معمر، الإباضیة فی موکب التاریخ
◉ الحارثي، العقود الفضة
◉ الورجلانی، الدلیل لأهل العقول
◉ النفوسي، متن النونیة
◉ أباضی، کتاب الأدیان
◉ السالمي، تلقین الصبیان ما یجب علی الإنسان
◉ السالمي، مدارج الکمال فی نظم مختصر الخصال
◉ احمد بن نضر، کتاب الدعائم
◉ دکتور صابر، الإباضیة عقیدة و مذهبا ◉ غالب عواجی، فرق معاصرة

(۱) لویس، المنجد، ص: ۱۷۲

☆ ابن منظور نے خوارج کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"والخوارج والحرورية والخارجية طائفة منهم الزمهم هذا الإسم لخروجهم عن الناس والخوارج قوم من أهل الأهواء لهم مقالة على حدةٍ" ①

خوارج، حروریہ، خارجیہ ایک گروہ کا نام ہے جنھیں یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ انھوں نے لوگوں کے نظریات وعقائد سے بغاوت کی اور خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں۔

☆ القاموس المحیط میں ہے:

"الخوارج من أهل الأهواء لهم مقالة على حدة سموا به لخروجهم على الناس" ②

خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں، عام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی بناء پر ان کا یہ نام پڑا۔

☆ علامہ شہرستانی خوارج کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"كل من خارج على الإمام الحق الذى اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجيا سواء كان الخروج فى أيام الصحابة على 'الائمة الراشدين أ وكان بعد هم على التابعين بإحسان والأئمة فى كل زمان" ③

ہر وہ شخص جو امام برحق کے خلاف بغاوت کرے، جس امام کو مسلمانوں کی جماعت نے متفقہ طور پر منتخب کیا ایسے شخص کو خارجی کہا جائے گا، خواہ یہ بغاوت عہد صحابہؓ میں ائمہ راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد تابعین یا پھر کسی بھی دور کے ائمہ کے خلاف ہو۔

☆ امام نوویؒ خوارج کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خوارج میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنھوں نے حضرت عثمانؓ پر فتنہ برپا کیا اور انھیں شہید کیا اور پھر یہ بھی ممکن ہے ان پر خوارج کا اطلاق حضرت علیؓ سے خروج کرنے کے بعد کیا گیا ہو اور ان دونوں کا آپس میں میل جول ہو گیا ہو جس وجہ سے مسلمان حدیث مارقہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین اور حضرت علیؓ سے خروج کرنے اور انھیں کافر قرار دینے والے حروریہ کے مابین ارتباط کرتے ہیں'' ④

خوارج کا ظہور

اکثر مفسرین ومحدثین اور اصحاب اخبار وسیر کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی خوارج کے ظہور کی خبر دی تھی، اس بارے میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

امام بغوی فرمانِ باری تعالیٰ ﴿و منهم من يلمزك فى الصدقات﴾ ⑤ کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ آیت

---

① ابن منظور، لسان العرب، ص: ۲۵۱/۳
② فیروز آبادی، القاموس المحیط، ص: ۱۸۵/۱
③ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۱۴/۱
④ النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۱۶۴/۷
⑤ التوبہ: ۵۸/۹

کریمہ ذوالخویصرۃ (۱) کے بارے میں اتری۔ اس کے بعد امام بغوی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے (۲)۔

یہی روایت امام مسلم نے ذکر کی ہے لیکن انھوں نے خارجی کا نام ذوالخویصرۃ بتایا ہے (۳)۔

ابن ہشام (۴) اور المبرد (۵) نے بھی اس واقعہ کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

امام ابن جوزی اس خارجی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وھو أول خارجی خارج فی الإسلام" (۶) (وہ پہلا خارجی ہے جس نے اسلام میں خروج کیا)

جنگ صفین کے دوران خوارج نے حضرت علیؓ کو تحکیم پر مجبور کیا، جب حضرت علیؓ نے ان کی بات مان لی تو انھی لوگوں نے بڑی شدّت سے آپؓ کی مخالفت شروع کر دی، خوارج کو حضرت علیؓ پر تین اعتراضات تھے:

۱۔ صلح کرتے وقت انھوں نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لفظ کیوں کٹوایا؟

۲۔ تحکیم کو کیوں پسند کیا؟

۳۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھیوں کو جنگِ جمل کی فتح کے بعد غلام کیوں نہیں بنایا؟ (۷)

چنانچہ خوارج کا باقاعدہ ظہور واقعۂ تحکیم کے بعد ہوا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو سدھارنے کی کافی کوشش کی، مگر بے سود رہی۔

---

(۱) اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی تھا جو قبیلہ تمیم سے تھا اور خوارج کا بانی تھا۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس کا یہی نام بیان کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس نے باغی لوگوں کا پورا ساتھ دیا اور خوارج کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ نہروان میں مارا گیا۔ المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۵۵ ◉ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲/۵۴۵

(۲) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن ذوی الخویصرۃ آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ انصاف کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمھارا برا ہو اگر میں انصاف نہیں کرتا، تو پھر کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا! یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس کے ساتھی ایسے لوگ ہوں گے تم میں سے بعض اپنی نماز کو ان کی نماز اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھیں گے۔ انھوں نے خارجی کا نام ذوالخویصرۃ بتایا ہے۔ البغوی، معالم التنزیل، ص: ۲/۱۰۷
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استتابة المرتدین، باب من ترك قتال الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۳، ص: ۱۱۹۴

(۳) المسلم، الصحیح، کتاب الزکوٰة، باب ذکر الخوارج و صفاتهم، حدیث نمبر ۲۴۵۶، ص: ۴۳۱

(۴) ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۴۹۶ (۵) المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۰۴

(۶) ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ص: ۹۰

(۷) حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کی اجازت سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی، خوارج کی طرف سے عائد کردہ پہلے اعتراض کی بابت حضرت ابن عباسؓ نے معاہدۂ حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح کرانے کے لیے اپنے نام کے ساتھ سے رسول کا لفظ کٹوا دیا تھا۔ دوسرے اعتراض کے ردّ کے لیے حضرت ابن عباسؓ نے درج ذیل آیات قرآنی پیش کیں: ﴿اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو جو تم میں سے عمداً ایسا کرے گا تو اس کا فدیہ اس قسم کا جانور دینا ہے تم میں دو صاحب عدل اس کا فیصلہ کریں گے﴾ سورۃ المائدۃ: ۵/۹۵ اور ﴿اور اگر تمھیں (میاں بیوی) میں تفرقہ کا اندیشہ ہو تو خاوند اور بیوی کے اہل میں سے ایک ایک منصف مقرر کرو﴾ سورۃ النساء: ۴/۳۵۔ تیسرے اعتراض کی بابت فرمایا کہ کیا تم اپنی ماں کو قیدی بنانا چاہتے ہو؟ اگر ایسا کرتے ہو تو تم مسلمان نہیں ہو۔ اگر کہتے ہو کہ وہ تمھاری ماں نہیں ہے، تو پھر بھی تم مسلمان نہیں ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے ان دلائل سے دو ہزار آدمی خوارج سے الگ ہو کر حضرت علیؓ کی طرف لوٹ گئے۔
ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۲/۱۲۷

لا آخر نہروان کی جنگ میں شکست کے بعد ان کا زور کافی حد تک ٹوٹ گیا۔ تاہم وہ فتنہ و فساد میں مسلسل مصروف رہے حتیٰ کہ حضرت علیؓ کی شہادت انھی کے ہاتھوں ہوئی ①۔

عہد بنو امیہ میں خوارج کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں تھی مگر وہ اپنے عقائد پر سختی سے کاربند تھے، حضرت معاویہؓ اپنی مدبرانہ سیاست کے ذریعے مختلف گروہوں کے ساتھ رواداری، نرمی اور محبت سے پیش آتے رہے، تاہم آپ کی مصالحانہ پالیسی خوارج کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوسکی اور یہ ملک میں مسلسل بدامنی پھیلاتے رہے ②۔ عربہ، بیس، بصرہ اور کوفہ میں بپا کی ہوئی خوارج کی فتنہ انگیزیاں اور شورشیں بالآخر قطری کے قتل سے ختم ہوگئیں، جس کی وجہ سے ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کے دور میں خوارج نے سر نہیں اٹھایا ③۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں خوارج نے عراق میں دوبارہ شورش برپا کردی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے والی کوفہ کو خوارج کو نرمی سے سمجھانے کا حکم دیا لیکن خوارج فساد پر اڑے رہے، مجبوراً ان سے جنگ کر کے ان کا قلع قمع کر دیا گیا ④۔

یزید بن عبدالملک کے عہد میں مسلمہ بن عبدالملک نے خوارج کو شکست فاش دی جس سے کافی عرصہ تک ان کے فتنہ سرد رہا ⑤

بنو امیہ کے آخری دور میں خوارج کا فتنہ دب چکا تھا۔ خوارج جہاں شورش برپا کرنے کی کوشش کرتے اسے دبا دیا جاتا۔ بعد ازاں خلافتِ بنو عباس کے مختلف ادوار میں خوارج ظہور پذیر ہوتے رہے اور خلفاء کے لیے مشکلات کا باعث بنتے رہے ⑥۔

خوارج کے مختلف القاب

☆ **الحرورية:** یہ خوارج کا سب سے قدیم لقب ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب انھوں نے حضرت علیؓ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اور حروراء ⑦ نامی بستی میں جمع ہوگئے ⑧۔

جبکہ المبرد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے انھیں اس نام سے پکارا تھا۔ آپ کا قول ہے:

"أنتم الحرورية لإجتماعكم بحروراء" ⑨ (تم حروریہ ہو کیونکہ تم حروریہ (بستی) میں جمع ہوگئے تھے)

لیکن اس نام سے ان کے عقائد کے بارے میں کسی قسم کی نشاندہی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کا یہ نام اس سے قبل جانا پہچانا جاتا

---

① الدینوری، الاخبار الطوال، ص: ۲۲۰ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۱۲۹

② بروکلمان، تاریخ الشعوب الاسلامیۃ، ص: ۱۲۳

③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۹ ◉ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۳۹ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۵۳۶

④ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۳۹ ◉ ابن عبدالحکم، سیرۃ عمر، ص: ۱۳۹

⑤ ابن خلدون، تاریخ، ص: ۳/۳۴۸ ◉ الطبری، تاریخ، ص: ۹/۱۳۷۶

⑥ ابن الحکم، سیرۃ عمر، ص: ۳۷ ◉ ابن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ، ص: ۲/۱۱۸

⑦ حروراء: کوفہ کے قریب ایک بستی ہے جہاں واقعۂ تحکیم کے بعد تمام خوارج جمع ہوگئے تھے اور پھر اسی مقام کی نسبت سے "حروریہ" کہلانے لگے۔

⑧ الیعقوبی، تاریخ، ص: ۲/۱۹۱ ◉ البغدادی، الفَرْق بَیْنَ الْفِرَق، ص: ۶۷

⑨ المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۱۲

تھا۔ اسی لیے حضرت ابوسعید خدریؓ سے حروریہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "لا أدري مـن الحرورية" ① (میں نہیں جانتا حروریہ کون ہیں)۔ لیکن اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی زبان سے حروریہ کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: "أحرورية أنت......" ② (کیا تم حروریہ ہو......؟)

جبکہ ابوالحسین الملطی ③ اور ابوالعباس المقریزی نے ''حروریہ'' کو خوارج کا ایک فرقہ شمار کیا ہے ④۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ حروریہ خوارج کا فرقہ نہیں، بلکہ ان کا ایک نام تھا ⑤۔

☆ **المحکّمة:** خوارج کا یہ نام ان کے شعار کی مناسبت سے رکھا گیا تھا کیونکہ واقعہ تحکیم کے وقت انھوں نے کہا تھا: "لا حكم إلا لله" ⑥ (حکم صرف اللہ کے لیے روا ہے)۔ ان کے ہاں اس (لقب) کے دلائل درج ذیل تھے:

﴿إن الحكم إلا لله......﴾ ⑦ (حکم صرف اللہ کے لیے ہے)

﴿و من لم يحكم بما أنزل الله﴾ ⑧ (اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (قرآن) کے مطابق فیصلہ نہ کرے......)

☆ **المارقة:** یہ نام خوارج کے لیے انتہائی ناپسند اور مبغوض تھا، جبکہ علمائے اسلام خوارج کو اسی نام سے پکارتے ہیں ⑨۔ اس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((سيخرج قوم في آخر الزمان ...... يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية)) ⑩

آخری زمانے میں ایسی قوم آئے گی جو دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

☆ **الشراة:** ابتدا ہی سے خوارج نے اپنا نام شراۃ رکھا، یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فروخت کر ڈالا۔ یہ نام خوارج کے ہاں پسندیدہ اور محبوب تھا ⑪۔ بنوامیہ کے عہد میں خارجی شعراء کی زبان پر یہ نام عام تھا ⑫۔ ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿و من الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله......﴾ ⑬

اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ رضا کے لیے اپنے نفس کو بیچ ڈالتے ہیں۔

☆ **الخوارج:** یہ خوارج کا مشہور نام ہے۔ یہ نام انھیں دوسرے فرقوں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ لقب صفین کے واقعہ سے بھی پہلے

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استتابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۱، ص: ۱۱۹۳

② المسلم، الصحیح، کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض، حدیث نمبر ۷۶۳، ص: ۱۴۹

③ الملطی، التنبيه والرد على أهل الأهواء، ص: ۵۳ ④ المقریزی، الخطط، ص: ۱۷۲

⑤ ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ص: ۱۹

⑥ ابن درید، الاشتقاق، ص: ۱۴۸ ◉ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۱۶ ◉ ابن الاثیر، الکامل: ۳/۳۳۵

⑦ سورۃ الانعام: ۶/۵۷ ⑧ سورۃ المائدۃ: ۵/۴۴ ⑨ الاشعری، مقالات، ص: ۱/۲۰۷

⑩ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استتابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۰، ص: ۱۱۹۳

⑪ الأشعری، مقالات، ص: ۱/۲۰۶ البغدادی، الفرق، ص: ۶۶ ⑫ المبرد، الکامل، ص: ۳/۸۹۱ ⑬ البقرۃ، ۲/۲۰۷

کا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ذی الخویصرۃ کے اعتراض پر ارشاد فرمایا تھا: ((یخرج قوم من أمتی)) [1] (میری امت سے ایک قوم خروج کرے گی)۔

حافظ ابنِ کثیرؒ نے حضرت عثمانؓ پر خروج کرنے اور ان کو شہید کرنے والوں کو خوارج کے نام سے موسوم کیا ہے [2]۔

اس لحاظ سے خارجی ہر اس شخص کو کہیں گے، جو امامِ حق، جس پر امت کا اتفاق ہو چکا ہو، سے بغاوت کرے۔ چاہے خروج عہد صحابہؓ میں خلفاء راشدین پر ہو یا ان کے بعد تابعین بلکہ ہر زمانہ کے ائمہ پر خروج اس میں شامل ہوگا۔ علامہ شہرستانی نے خارجی کی یہی تعریف بیان کی ہے [3]۔

لیکن بقول احمد امین مصری [4] خوارج اس نام کی وجہ تسمیہ وہ نہیں قرار دیتے جو فریق مخالف ان کے لیے قرار دیتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک خارجی سے مراد اللہ کی راہ میں نکلنے والا ہے۔ ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

﴿ومن یخرج من بیته مهاجراً اِلی الله و رسوله......﴾ [5]

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اپنے گھر سے نکلے..........

اس کے علاوہ بھی خوارج کے کچھ اور القاب ہیں، مگر وہ زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ مثلاً النواصب [6]، راسبیہ [7]، الحراریة [8] وغیرہ۔

خوارج کے افکار وعقائد

خوارج میں بعد کے ادوار میں گروہ بندی اور اختلاف رائے کے باوجود ان کے اساسی مسائل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ذیل میں علمائے اسلام اور خوارج کے عقائد کے مابین تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

۱) **ایمان وتوحید:** علمائے اسلام کے نزدیک اسلام اور ایمان میں فرق ہے [9]۔ جبکہ خوارج کے نزدیک اسلام اور ایمان کے مابین کوئی فرق نہیں، دونوں ایک چیز ہیں [10] توحید میں خوارج معتزلہ [11] کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں اور پھر ان کی مختلف تاویل کرتے ہیں [12]۔

---

(۱) المسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، حدیث نمبر ۲۴۶۷، ص: ۴۳۳

(۲) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ص: ۱۸۴/۷

(۳) الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۱۴/۱

(۴) احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۷

(۵) سورۃ النساء: ۱۰۰/۴

(۶) کیونکہ خوارج نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے حضرت علیؓ سے دشمنی کر ڈالی۔ المقریزی، الخطط، ص: ۱۷۲/۲ ◉ الأشعری، مقالات، ص: ۱۶۷/۱

(۷) جب خوارج نے ابن وہب راسبی کو اپنا امیر تسلیم کر لیا تو انھوں نے اپنا نام راسبیہ رکھ لیا۔ المقدسی، البدء والتاریخ، ص: ۱۳۶/۵

(۸) الاشعری، مقالات ص: ۲۰۶/۱

(۹) ابن تیمیہ، الایمان، ص: ۱۵۴ ◉ الأشعری، الابانة، ص: ۷ ◉ الغزالی، فیصل التفرقة، ص: ۵۶

(۱۰) ابن تیمیہ، الایمان، ص: ۲۰۹ ◉ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۹

(۱۱) دیکھیے صفحہ نمبر ۱۶۰

(۱۲) الاشعری، الابانة، ص: ۳۶ ◉ الاشعری، مقالات، ص: ۲۰۳/۱

تھا۔ اسی لیے حضرت ابوسعید خدریؓ سے حروریہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "لا أدري من الحرورية" (۱) (میں نہیں جانتا حروریہ کون ہیں)۔ لیکن اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی زبان سے حروریہ کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: "أحرورية أنت....." (۲) (کیا تم حروریہ ہو......؟)

جبکہ ابوالحسین الملطی (۳) اور ابوالعباس المقریزی نے ''حروریہ'' کو خوارج کا ایک فرقہ شمار کیا ہے (۴)۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ حروریہ خوارج کا فرقہ نہیں، بلکہ ان کا ایک نام تھا (۵)۔

☆ **المحكّمة:** خوارج کا یہ نام ان کے شعار کی مناسبت سے رکھا گیا تھا کیونکہ واقعہ تحکیم کے وقت انھوں نے کہا تھا: "لا حكم إلا لله" (۶) (حکم صرف اللہ کے لیے روا ہے)۔ ان کے ہاں اس (لقب) کے دلائل درج ذیل تھے:

﴿إن الحكم إلا لله......﴾ (۷) (حکم صرف اللہ کے لیے ہے)

﴿و من لم يحكم بما أنزل الله﴾ (۸) (اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (قرآن) کے مطابق فیصلہ نہ کرے......)

☆ **المارقة:** یہ نام خوارج کے لیے انتہائی ناپسند اور مبغوض تھا، جبکہ علمائے اسلام خوارج کو اسی نام سے پکارتے ہیں (۹)۔ اس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((سيخرج قوم في آخر الزمان ...... يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية)) (۱۰)

آخری زمانے میں ایسی قوم آئے گی جو دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

☆ **الشراة:** ابتدا ہی سے خوارج نے اپنا نام شراۃ رکھا، یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فروخت کر ڈالا۔ یہ نام خوارج کے ہاں پسندیدہ اور محبوب تھا (۱۱)۔ بنو امیہ کے عہد میں خارجی شعراء کی زبان پر یہ نام عام تھا (۱۲)۔ ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿و من الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله......﴾ (۱۳)

اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ رضا کے لیے اپنے نفس کو بیچ ڈالتے ہیں۔

☆ **الخوارج:** یہ خوارج کا مشہور نام ہے۔ یہ نام اُنھیں دوسرے فرقوں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ لقب صفین کے واقعہ سے بھی پہلے

---

(۱) البخاري، الجامع الصحيح، كتاب استتابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۱، ص: ۱۱۹۴

(۲) المسلم، الصحيح، كتاب الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض، حدیث نمبر ۷۶۳، ص: ۱۴۹

(۳) الملطي، التنبيه والرد على أهل الأهواء، ص: ۵۳ (۴) المقریزی، الخطط، ص: ۱۷۲

(۵) ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ص: ۱۹

(۶) ابن درید، الاشتقاق، ص: ۱۴۸ ◉ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۱۶ ◉ ابن الاثیر، الکامل: ۳/۳۳۵

(۷) سورۃ الانعام: ۶/۵۷ (۸) سورۃ المائدۃ: ۵/۴۴ (۹) الاشعری، مقالات، ص: ۱/۲۰۷

(۱۰) البخاری، الجامع الصحيح، كتاب استتابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۰، ص: ۱۱۹۴

(۱۱) الأشعری، مقالات، ص: ۱/۲۰۶ البغدادی، الفرق، ص: ۶۶ (۱۲) المبرد، الکامل، ص: ۳/۸۹۱ (۱۳) البقرۃ، ۲/۲۰۷

کا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ذی الخویصرۃ کے اعتراض پر ارشاد فرمایا تھا: ((یخرج قوم من أمتی)) ① (میری امت سے ایک قوم خروج کرے گی)۔

حافظ ابنِ کثیرؒ نے حضرت عثمانؓ پر خروج کرنے اور ان کو شہید کرنے والوں کو خوارج کے نام سے موسوم کیا ہے ②۔

اس لحاظ سے خارجی ہر اس شخص کو کہیں گے، جو امامِ حق، جس پر امت کا اتفاق ہو چکا ہو سے بغاوت کرے۔ چاہے خروج عہد صحابہؓ میں خلفاء راشدین پر ہو یا ان کے بعد تابعین بلکہ ہر زمانہ کے ائمہ پر خروج اس میں شامل ہوگا۔ علامہ شہرستانی نے خارجی کی یہی تعریف بیان کی ہے ③۔

لیکن بقول احمد امین مصری ④ خوارج اس نام کی وجہ تسمیہ وہ نہیں قرار دیتے جو فریق مخالف ان کے لیے قرار دیتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک خارجی سے مراد اللہ کی راہ میں نکلنے والا ہے۔ ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

﴿ومن یخرج من بیته مهاجراً إلى الله و رسوله......﴾ ⑤

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اپنے گھر سے نکلے.........

اس کے علاوہ بھی خوارج کے کچھ اور القاب ہیں، مگر وہ زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ مثلاً النواصب ⑥، راسبیہ ⑦، الحراریة ⑧ وغیرہ۔

خوارج کے افکار و عقائد

خوارج میں بعد کے ادوار میں گروہ بندی اور اختلاف رائے کے باوجود ان کے اساسی مسائل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ذیل میں علمائے اسلام اور خوارج کے عقائد کے مابین تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

۱) **ایمان و توحید:** علمائے اسلام کے نزدیک اسلام اور ایمان میں فرق ہے ⑨۔ جبکہ خوارج کے نزدیک اسلام اور ایمان کے مابین کوئی فرق نہیں، دونوں ایک چیز ہیں ⑩ توحید میں خوارج معتزلہ ⑪ کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں اور پھر ان کی مختلف تاویل کرتے ہیں ⑫۔

---

① المسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، حدیث نمبر ۲۴۶۷، ص: ۴۳۳

② ابن کثیر، البدایة والنهایة، ص: ۱۸۴/۷ ③ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۱۴/۱

④ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۷ ⑤ سورۃ النساء: ۱۰۰/۴

⑥ کیونکہ خوارج نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے حضرت علیؓ سے دشمنی کر ڈالی۔ المقریزی، الخطط، ص: ۱۷۲/۲ ◉ الأشعری، مقالات، ص: ۱۶۷/۱

⑦ جب خوارج نے ابن وہب راسبی کو اپنا امیر تسلیم کر لیا تو انھوں نے اپنا نام راسبیہ رکھ لیا۔ المقدسی، البدء والتاریخ، ص: ۱۳۶/۵

⑧ الاشعری، مقالات ص: ۲۰۶/۱ ⑨ ابن تیمیہ، الایمان، ص: ۱۵۴ ◉ الأشعری، الإبانة، ص: ۷ ◉ الغزالی، فیصل التفرقة، ص: ۵۶

⑩ ابن تیمیہ، الایمان، ص: ۲۰۹ ◉ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۹

⑪ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۶۰

⑫ الاشعری، الآبانة، ص: ۳۶ ◉ الاشعری، مقالات، ص: ۲۰۳/۱

۲۔ **گناہ کبیرہ کا مرتکب:** خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں خواہ یہ گناہ جان بوجھ کر سرزد ہو یا اجتہادی غلطی سے ①۔

۳۔ **خلق قرآن:** اہل سنت کے نزدیک قرآن کریم کلام اللہ اور غیر مخلوق ہے ②۔ خوارج معتزلہ کی طرح خلق قرآن کا نظریہ رکھتے ہیں ③۔

۴۔ **قیاس وتأویل:** خوارج ظواہر قرآنی سے استدلال کرتے ہیں قیاس اور تاویل کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے ④۔

۵۔ **نظریہ امامت:** ابتداً خوارج کے نزدیک لوگوں کے لیے کسی امام کو مقرر کرنا ضروری نہیں تھا، لیکن بعدازاں امام کا مقرر کرنا واجب قرار پایا ⑤۔

خوارج کے فرقے

واقعۂ تحکیم کے بعد خوارج ماسوائے چند فروعی امور کے آپس میں متفق الخیال تھے ⑥۔ لیکن حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے ملاقات کے بعد خوارج میں عقیدہ ورائے کا اختلاف رونما ہو گیا اور یہ چار فرقوں میں تقسیم ہو گئے ⑦۔

۱۔ **ازارقة:** یہ نافع بن ازرق کے پیروکار تھے، یہ فرقہ تمام فرقوں سے زیادہ سخت اور تعداد میں زیادہ تھا۔ اس فرقہ کے سرکردہ رہنماؤں میں نافع بن ازرق، نافع بن عبداللہ اور قطری بن فجاءہ قابل ذکر ہیں، قطری کے بعد اس فرقہ کا جلد خاتمہ ہو گیا ⑧

۲۔ **نجدات:** یہ لوگ نجدہ بن عامر الحنفی کے پیروکار تھے' نجدہ نے نافع بن ازرق کے ہمراہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے ملاقات کی، اور پھر اختلاف رائے کی بناء پر یمامہ کی طرف چلا گیا، وہاں چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک نئی جماعت بنالی۔ اس جماعت کا پہلا سردار ابو طالوت الخارجی تھا، ۶۶ھ میں نجدہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔ اس فرقہ نے بڑا عروج حاصل کیا ⑨۔

۳۔ **صفریه:** جس قدر اس فرقہ کے بانی کے بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے کسی اور فرقہ کے بارے میں نہیں ہوا۔ المبرد

---

① الأشعری، مقالات، ص: ۲۰۴
② الباقلانی، الانصاف، ص: ۶۲ ⊙ الأشعری، مقالات، ص: ۲۰۳
③ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۶۴ ⊙ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۱۶
⑤ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، ص: ۱/۳۰۷
⑥ المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۰۳۱ ⊙ الناشی الأکبر، مسائل الامامۃ، ص: ۶۹
⑦ المبرد، الکامل، ص: ۴/۱۶۷
⑧ المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۵۱ ⊙ الاشعری، مقالات، ص: ۱/۱۷۳ ⊙ الشریشی، مقامات، ص: ۹۲
⑨ الأشعری، مقالات، ص: ۱/۱۷۶ ⊙ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۷۹
⑩ المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۰۲۰
⑪ الأشعری، مقالات، ص: ۱/۱۸۲ ⊙ الایجی، شرح المواقف، ص: ۳/۲۹۱ ⊙ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۷

کے بقول اس کے بانی کا نام ابن صفار ہے (۱۰)۔ اشعری اور ایجی کے نزدیک اس کا بانی زیاد بن اُصفر ہے (۱۱)۔ جبکہ مقریزی نے نعمان بن صفر کو اس کا بانی قرار دیا ہے (۱)۔ اس بارے میں کچھ اور بھی اقوال منقول ہیں (۲)۔

۴۔ **اباضیه:** یہ لوگ عبداللہ بن اباض کے پیرو تھے جو ابتداً نافع بن ازرق کے ساتھ تھا، لیکن بعد میں اختلاف رائے کی بناء پر علیحدہ ہو گئے تھے (۳)۔ یہ فرقہ دوسرے خارجی فرقوں کے مقابلہ میں اعتدال پسند اور اپنے مخالفین کے ساتھ نسبتاً رواداری اور انصاف کرنے پر آمادہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ اب تک مختلف مقامات میں موجود ہیں (۴)۔

ان کے علاوہ بھی خوارج کے چند فرقے ہیں (۵)۔

۲۔ فرقۂ شیعہ *

شیعہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

☆ لفظ شیعہ کے بارے میں مشہور زبان دان علامہ زبیدی رقمطراز ہیں:

"کل قوم اجتمعوا علی أمر فهم شیعة و کل من عاون إنسانا و تحزب له فهو شیعة له و أصله من المشایعة و هی المطاوعة والمتابعة" (۶)

ہر وہ گروہ جو کسی ایک چیز پر متفق ہو جائے اسے شیعہ کہا جائے گا جو بھی کسی دوسرے شخص کی مدد کرے یا اس کے گروہ میں شامل ہو جائے اسے "شیعة له" سے موسوم کریں گے۔ شیعہ مشایعۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی اطاعت گزاری اور اتباع کرنے کے ہیں۔

---

(۱) المقریزی، الخطط، ص: ۱۷۸ (۲) الملطی، التنبیہ والرد، ص: ۵۲

(۳) الطبری، التاریخ، ص: ۵۱۹/۷

(۴) الطبری، التاریخ، ص: ۵۱۹/۷ ◉ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۴/۱

(۵) ابن قتیبۃ، المعارف، ص: ۶۲۲ ◉ الملطی، التنبیہ والرد، ص: ۱۸ ◉ الشہرستانی، الملل والنحل، : ۱۳۵/۱

* اس فرقہ کے بارے میں مفصل دیکھیے:

◉ الکلینی' کتاب الکافی ◉ الطبرسی' فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الأرباب
◉ الخمینی' تحریر الوسیلة ◉ الطوسی' کتاب الغیبة ◉ الخمینی' ولایة الفقیه
◉ الشیرازی' الشعائر الحسینیة ◉ النوبختی' فرق الشیعة ◉ شاه عبدالعزیز، التحفة الإثنی عشریة
◉ السالوس' الفقه الجعفری و اصوله ◉ المقدسی' الرد علی الرافضة ◉ العاملی' المراجعات
◉ الزعبی' الرد علی المراجعات ◉ الغریب' و جاء دور المجوس ◉ الغریب' أمل والمخیمات الفلسطینیة
◉ القندیل، أبرهة الجدید ◉ الأفغانی' سراب فی ایران ◉ الموسوی' التورة البائسة
◉ النجرامی' الشیعة فی المیزان ◉ محمد مال الله' الشیعة و تحریف القرآن ◉ الموسوی' الشیعة و التصحیح
◉ سلیمان حمد العودة' عبدالله بن سبأ و أثره فی إحداث الفتنة فی صدر الاسلام ◉ الهاشمی' عبدالله بن سبا حقیقة لا خیال
◉ دکتور حمدی' السبئیون منهجا و غایة ◉ غالب عواجی' فرق معاصرة
◉ احسان الهی' الشیعة والسنة' الشیعة وأهل البیت' الشیعة والقرآن' الشیعة والتشیع.

(۶) الزبیدی، تاج العروس، ص: ۴۰۵/۵

☆ ابن منظور افریقی لکھتا ہے:

"و أصل الشیعة الفرقة من الناس، وقد غلب هذا الإسم علی من یتوالی علیاً۔ رضوان الله علیهم أجمعین حتی صار لهم إسما خاصا" ①

لفظ شیعہ اصل میں لوگوں کے ایک گروہ کو کہا جاتا ہے لیکن اب زیادہ تر ان کے بارے میں بولا جانے لگا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار ہیں حتیٰ کہ یہ نام ان کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

☆ صاحب قاموس لفظ "شیعہ" کی بحث میں لکھتا ہے:

"شیعة الرجل (بالکسر) اتباعه و انصاره" ②

شیعہ (کسرہ کے ساتھ) کسی شخص کے پیروکار اور مددگار کو کہتے ہیں۔

☆ علامہ راغب اصفہانی لفظ "شیعہ" کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیعہ وہ لوگ ہیں جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں۔ شیعہ کی جمع شیع اور اشیاع آتی ہے، قرآن مجید میں ہے۔

﴿و إن من شیعته لإبراهیم......﴾ ③

اور انھی (حضرت نوح علیہ السلام) کے پیروؤں میں ابراہیم علیہ السلام تھے ④۔

☆ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"إعلم أن الشیعة لغة هم الصحب و الإتباع" ⑤

جان لیجئے لغت کے اعتبار سے شیعہ رفقاء اور پیروکاروں کو کہتے ہیں۔

☆ مولانا وحید الزمان خان لفظ شیعہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اصل میں شیعہ "گروہ "کو کہتے ہیں...... جو شخص کسی کی مدد کرے اور اس کی جماعت میں شریک ہو جائے وہ اس کا شیعہ کہلائے گا''⑥۔

غرض کہ لفظ "شیعہ "لغت میں گروہ، پیروکار، محب، مددگار کے معنی میں ہے۔ اور قرآن کریم میں متعدد جگہ پر انھی معانی میں استعمال ہوا ہے ⑦۔

☆ علامہ شہرستانی شیعہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الشیعة هم الذین شایعوا علیا علیه السلام علی الخصوص و قالوا بإمامته نصا و وصیة، إماجلیا أو خفیا واعتقدوا أن الإمامة لا تخرج من أولاده......" ⑧

---

① ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۸۸/۸
② الفیروز آبادی، القاموس المحیط، ص: ۴۷/۳
③ سورة الصفت: ۸۳/۳۷
④ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ص: ۵۶۳/۱
⑤ ابن خلدون، مقدمة، ص: ۱۹۴
⑥ وحید الزمان، لغات الحدیث، ۱۶۲/۲
⑦ دیکھیے، فواد عبد الباقی، المعجم المفہرس، ص: ۵۰۶
⑧ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۴۴/۱

شیعہ وہ لوگ ہیں جو خاص طور پر حضرت علیؓ کے پیروکار ہیں' اور وہ حضرت علیؓ کی امامت کو نص اور وصیت کے ساتھ واضح یا پوشیدہ ثابت کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ امامت ان کی اولاد سے نہیں نکل سکتی۔

☆ ابنِ اثیرؒ لکھتے ہیں:

"الشيعة قد غلب هذا الإسم على كل من يزعم أنه تتولى عليا و أهل بيته حتى صارلهم إسماخاصاً ①

شیعہ کا نام زیادہ تر ہر اس شخص پر بولا جانے لگا جو حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار ہیں یہاں تک کہ یہ نام ان کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

☆ علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

"ويطلق في عرف الفقهاء والمتكلمين من الخلف والسلف على اتباع علي و بنيه رضى الله عنه " ②

اگلے اور پچھلے فقہاء اور اہل کلام کی اصطلاح میں اس لفظ (شیعہ) کا اطلاق حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے پیروکاروں پر ہوتا ہے۔

ائمہ شیعہ اور مصنفین شیعہ کی نظر میں لفظ شیعہ کا مفہوم:

ا۔ مشہور شیعہ امام نوبختی ③ شیعہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''شیعہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی جماعت کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ عہدِ رسالت میں اسے شیعہ علیؓ کہا جاتا تھا بعد ازاں صرف شیعہ کہا جانے لگا۔ یہ حضرت علیؓ کی امامت کے قائل ہیں ....'' ④

۲۔ محسن امین نے اپنی کتاب میں شیعہ کا مفہوم بیان کیا ہے:

''شیعہ اس گروہ کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے خاندان کو بہت عزیز رکھتا ہے اور ان کی پیروی کرتا ہے'' ⑤۔

۳۔ مصنف مغنیہ کے نزدیک ''شیعہ'' کا مفہوم:

''شیعہ وہ ہیں جو حضرت علیؓ سے ان کے پیروکاروں سے' ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے ماننے والوں سے محبت کریں'' ⑥

۴۔ شیعہ مصنف محمد حسین آل کاشف الغطاء رقمطراز ہے:

'' یہ لفظ (شیعہ) حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ کے متبعین پر اور ان کے ماننے والوں پر اس کثرت سے بولا جانے لگا کہ ان کا نام بن گیا'' ⑦

---

① ابن الأثیر، النہایۃ فی غریب الحدیث، ص:۲/۵۱۹ ② ابن خلدون، مقدمہ، ص:۱۹۶

③ آپ کا نام ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں، ان کا شمار شیعہ کے بڑے اور معتمد علماء میں ہوتا ہے۔

④ نوبختی، فرق الشیعۃ، ص:۳۹ ⑤ محسن امین، أعیان الشیعۃ، ص:۱/۱۱

⑥ مغنیہ، الشیعۃ فی المیزان، ص:۱۷ ⑦ محمد حسین، أصل الشیعة و أصولها، ص:۴

۵۔ ایک اور شیعہ عالم سید امیر محمد کاظمی شیعہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''شیعہ اپنے اصلی اور لغوی معنی کے اعتبار سے کسی شخص کے متبعین اور معاونین کو کہا جاتا ہے لیکن زیادہ تر یہ لفظ حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار حضرات پر بولا جاتا ہے''(۱)۔

شیعہ کا ظہور

شیعہ مذہب فرقہ ہائے اسلامی میں سے قدیم ترین فرقہ ہے۔ اس کا ظہور وشیوع خلافت عثمانی کے آخری دور میں ہوا۔ مصریوں کی ایک جماعت نے جب حضرت عثمانؓ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور ان کی اطاعت سے منکر ہو گئے، اس گروہ کے دیگر افراد جو اطراف واکناف خصوصاً کوفہ، بصرہ اور عراق میں پھیلے ہوئے تھے' مدینہ جمع ہو گئے اور اس فتنہ انگیز پروگرام' جو انھوں نے سالوں سے بنا رکھا تھا' پر علی الاعلان عمل کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کی خلافت قائم ہوئی، اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن سبا(۲) تھا جو اصلاً یہودی تھا، اسے یہودیوں کی پرانی عداوت نکالنے کا موقع مل گیا۔ یہ بڑا ذہین طبع اور سازشی دماغ رکھتا تھا، چونکہ یہودی مذہب پر قائم رہ کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس نے امتِ مسلمہ میں افتراق وانتشار کے بیج بوئے' شہادت عثمانؓ کے بعد جب شورش ماند پڑی تو اس نے اجتماعی ہنگامہ سے ہٹ کر افراد پر توجہ دینی شروع کی اور ہر فتنہ پرداز کی استعداد کے مطابق اس کے دل میں گمراہی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے اس نے خاندانِ نبوی کے ساتھ خلوص و محبت کا حربہ اختیار کیا جس سے اس کا لوگوں میں اعتماد بڑھا، اس کے بعد اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کے وصی تھے، لیکن صحابہؓ نے مکر اور اقتدار کی خاطر اس وصیت کو ضائع کر دیا، اس کی اس وسوسہ اندازی سے حضرت علیؓ کی فوج میں ان چیزوں کا تذکرہ اور خلفاء پر طعن و دشنام کا سلسلہ شروع ہو گیا، مناظرہ بازی اور جھگڑوں کا بازار گرم ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے برسرِ منبر اپنے خطبوں میں اس جماعت سے اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار فرمایا اور بعض سرگرم لوگوں کو دھمکایا اور سزا کا خوف دلایا۔ جب ابن سبا نے دیکھا کہ مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا بیج بارآور ہو گیا ہے تو اگلے قدم پر اپنے مخصوص تلامذہ کو نہایت رازداری کے ساتھ بتایا کہ حضرت علیؓ میں کچھ خواصِ الوہیت ہیں جو لباسِ بشریت میں جلوہ گر ہیں، چنانچہ یہ نازیبا کلام بھی راز نہ رہا اور حضرت علیؓ کے سمع مبارک تک بھی پہنچا۔ آپ نے فرمایا اگر تم نے ان خرافات سے توبہ نہ کی تو میں تم سب کو آگ میں جلا ڈالوں گا۔ سب نے اس عقیدہ سے

(۱) سید امیر محمد، الشیعة فی عقائد هم و احكامهم، ص:۱۶

(۲) **عبداللہ بن سبا:** ابن سبا یمن کے شہر صنعاء کا رہنے والا ایک یہودی تھا جو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمان ہوا پھر اس نے اسلامی مملکت کے مختلف شہروں میں گھوم کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ حجاز سے اس نے ابتدا کی پھر بصرہ کوفہ دشام گیا لیکن وہاں کوئی بھی اس کی بات ماننے کو تیار نہ ہوا۔ اہل شام نے اسے ملک سے نکال دیا۔ وہاں سے وہ مصر پہنچا۔ یہاں اس نے لوگوں سے کہا مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے اور وہ بھی جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ لوٹ آئیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إن الذی فرض علیك القران لرادّك إلی معاد﴾ (سورہ القصص:۸۵) جس اللہ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ آپ ﷺ کو دوبارہ پہلی جگہ معاد پر پہنچا دے گا۔ اس نے کہا حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے واپسی کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یوں اس نے لوگوں میں رجعت (واپسی) کے عقیدے کو فروغ دیا اور بات آگے بڑھاتے ہوئے ان سے کہا کہ ایک ہزار نبی آئے، ہر نبی کا ایک خلیفہ تھا اور حضرت علیؓ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء ہیں۔ جس نے بھی رسول ﷺ کے اس خلیفہ پر ظلم کیا اور امت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے اسے ناحق لیا تھا اس لیے ان کے والیوں کی مخالفت کرو اور ان کا امر ونہی کا حکم ماننے سے انکار کر دو۔ دیکھیے: الطبری، تاریخ الطبری، ص:۳۴۰/۴؛ (حوادث سنۃ ۳۵ھ)۔

ابن بدران، تہذیب تاریخ ابن عساکر، ص:۷/۴۳۱ ⊛ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۲۸۹ ⊛ الطوسی، رجال الطوسی، ص:۵۱ ⊛ الملطی، التنبیہ فی الدین، ص:۱۰۸

توبہ کی اور ابن سبا مدائن ① کی طرف جلا وطن کر دیا گیا جہاں وہ غلط و گمراہ عقائد کی تعلیم واشاعت سے باز نہ آیا، بالآخر اس ملعون کے پھیلائے ہوئے غلط عقائد لوگوں میں خوب مشہور ہوئے، اس وسوسہ کو قبول کرنے اور نہ کرنے کی بناء پر پیروکار چار فرقوں میں تقسیم ہو گئے ②۔

ان فرقوں میں سے تبرائی فرقہ دوسرے تمام فرقوں سے قوت اور تعداد میں بڑھ گیا کیونکہ پے در پے ایسے واقعات رونما ہوتے چلے گئے جو ان کے عقیدہ کے ممد ثابت ہوئے ③۔ غرض کہ انھی لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے مسلمانوں میں خانہ جنگی کا دروازہ کھولا پھر حضرت علیؓ کے عہد میں آپ کے ساتھ ہو کر اختلافات کی آگ بھڑکائی۔ اہل بیت اور غیر اہل بیت کا سوال پیدا کر کے مسلمانوں کے اتحاد و یک جہتی کا خاتمہ کیا اور جمل اور صفین جیسے واقعات پیش آئے اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقابلہ کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور پھر حضرت علیؓ کی مخالفت کے باوجود آپ کو تحکیم جیسی پُر فریب تجویز قبول کرنے پر مجبور کیا پھر خود ہی اس کے خلاف محاذ قائم کر کے خوارج کے نام سے الگ ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ کے خلاف محاذِ جنگ قائم کر لیا غرض کہ کسی موقع پر بھی انھوں نے حضرت علیؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور نہ ہی آپ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا حتیٰ کہ آپ کو خارجیوں نے شہید کر دیا ④۔

عبدالملک کے دور میں توّابین ⑤ اور پھر مختار ثقفی ⑥ نے انتقامِ حسینؓ کے نام سے خروج کیا ⑦۔ اور بنوامیہ کے بقیہ دور میں بھی یہ لوگ وقتاً فوقتاً فتنہ برپا کرتے رہے۔

---

① مدائن: یہ شہر عرب کے شمال مشرقی گوشہ میں واقع ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۲۳/۳

② پہلا فرقہ ان مخلص جانثاروں کا ہے جنھوں نے صحابہ کرامؓ، ازواج مطہراتؓ کی حق شناسی اور ظاہر و باطن کی پاسداری کا پورا حق ادا کیا اور وہ حضرت علیؓ کے ساتھ قدم بقدم رہے، ان کو شیعان أولی یا شیعان مخلصین کہتے ہیں۔ یہ حضرات گندے اور گمراہ عقائد سے محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے خطبوں میں ان لوگوں کی مدح فرمائی اور ان کے رویہ کو سراہا۔

دوسرا فرقہ تفضیلی شیعوں کا تھا جو حضرت علیؓ کو تمام صحابہ کرامؓ سے افضل قرار دیتے تھے۔ یہ ابن سبا کے ادنیٰ شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت علیؓ نے انھیں برا بھلا کہا اور فرمایا اگر میں نے یہ سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے افتراء کی شرعی حد اسّی (۸۰) کوڑے ماروں گا۔ تیسرا فرقہ تبرائی شیعوں کا تھا۔ یہ لوگ عقیدۂ صحابہ کرامؓ کو ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے اور کہتے تھے۔ حضرت علیؓ کا حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے ساتھ تنازعہ ان لوگوں کے مذہب کے لیے مؤید اور ان کے خیال کے لیے محرک بن گیا۔ حضرت علیؓ عام خطبوں میں ان لوگوں سے اپنی کھلی بیزاری کا اظہار فرماتے تھے۔

چوتھا فرقہ غالی شیعوں کا تھا جو حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل تھا۔ یہ لوگ ابن سبا کے خاص الخاص شاگردوں اور رازداروں کا گروہ تھا۔ مؤخر الذکر تین فرقے بیک وقت وجود میں آئے اور ان تینوں کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ شاہ عبدالعزیز، تحفہ اثناء عشریہ، ص: ۲۸

③ تفصیل کے لیے دیکھئے، شاہ عبدالعزیز، تحفہ اثناء عشریہ، ص: ۲۸

④ الطبری، التاریخ، ص: ۳۴۵۸/۱

⑤ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کو اپنی بدعہدی پر سخت ندامت ہوئی، انھوں نے طے کیا کہ اس گناہ کا کفارہ یہی ہو سکتا ہے کہ قاتلین حسینؓ کو قتل کر دیا جائے یا اس کوشش میں اپنی جانوں کو قربان کر دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے سلمان بن صرد کی رہنمائی میں اس تحریک کو منظم کیا، ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۳۵/۴

⑥ اس کا نام کیسان تھا، روافضہ کا ایک فرقہ اسی کے نام سے منسوب تھا۔ یہ شخص جھوٹا اور دھوکا باز تھا، اس نے بہت سے من گھڑت عقائد بنا رکھے تھے۔ مصعب کے لشکر نے اسے ۶۷ھ میں قتل کیا۔ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۷۴/۱

⑦ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۴۶

۳۔ فرقۂ مرجۂ *

مرجۂ کی لغوی واصطلاحی تعریف

☆ مرجۂ ارجاء سے اسم فاعل (مشتق) ہے جو دو معنی پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ **بمعنی تاخیر:** جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قالوا أرجه و أخاه﴾ ① (موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دو) اور فرمان باری تعالیٰ ﴿و آخرون مرجون لأمر الله﴾ ② (اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنھیں اللہ کا فیصلہ آنے تک مؤخر کر دیا گیا ہے)۔

اس معنی کی رو سے اس فرقہ پر مرجۂ کا اطلاق درست ہے کیونکہ وہ عمل کو نیت اور قصد سے مؤخر سمجھتے ہیں ③۔

۲۔ **بمعنی امید دلانا:** جیسے فرمان باری تعالیٰ ﴿قالوا يا صالح قد كنت فينا مرجوًّا قبل هذا﴾ ④

(انھوں نے کہا اے صالح اس سے پہلے ہم لوگ تم سے اچھی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے)

اس معنی کے لحاظ سے ظاہر ہے کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں جیسے کفر کے ہوتے ہوئے اطاعت اور نیکی کا کوئی فائدہ نہیں ⑤۔

بعض کے نزدیک ''ارجاء'' کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب کبائر پر دنیا میں حکم نہ لگایا جائے، اس کے جنتی اور جہنمی ہونے کے فیصلہ کو آخرت پر چھوڑ دیا جائے۔ اس صورت میں مرجۂ اور وعیدیہ دو مقابل فرقے ہوں گے ⑥۔

اس بارے میں ایک چوتھا قول بھی ہے کہ ارجاء سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے مرتبہ یا خلافت کو چوتھے درجہ تک مؤخر رکھا جائے۔ اس طرح مرجۂ اور شیعہ دونوں ایک دوسرے کے متقابل فرقے قرار پائیں گے ⑦۔

مرجۂ کا ظہور

جب امت مسلمہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی ایک طرف شیعہ تھے جنھوں نے حب اہلِ بیت میں بے حد مبالغہ آمیزی سے کام لے کر صحابہ کرامؓ پر یورش کر دی۔ دوسری جانب خوارج نے جمہور مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ادھر بنو امیہ مسلمانوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان حالات میں صحابہؓ کی ایک جماعت ⑧ نے کسی فریق کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا

---

* اس فرقہ کے بارے میں دیکھیے: ابن تیمیہ، مجمع الفتاوی، جلد نمبر ۷ ◉ ابن تیمیہ، کتاب الإیمان ◉ الأشعری، مقالات الإسلامیین ◉ ابن حزم، الفصل فی الملل والأھواء ◉ البغدادی، الفرق بین الفرق ◉ سفر حوالی، ظاهرة الإرجاء فی الفكر الإسلامی ◉ هادی طالبی، طوائف المرجئة ◉ ابن ابی العز، شرح العقیدة الطحاویہ

① الأعراف: ۷/۱۱۱ ② التوبہ: ۹/۱۰۶

③ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۲/۷۴۶ ④ ھود: ۱۱/۶۲

⑤ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۷ ◉ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۲/۷۴۶

⑥ محمد محی الدین، حاشیہ مقالات الإسلامیین، ص: ۱/۲۱۳ ⑦ محمد محی الدین، حاشیہ مقالات الإسلامیین، ص: ۱/۲۱۳

⑧ ان صحابہؓ میں سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابو بکرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمرانؓ بن حصین وغیرہ تھے۔

اور ان مختلف گروہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا نہ وہ کسی سیاسی جھمیلے میں پڑے نہ ہی بنو امیہ کو موردِ طعن بنایا۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کیا کہ جس میں آپ ﷺ نے فتنوں سے دور رہنے کا حکم دیا تھا①۔

ابتدا میں بعض اعتبار سے یہی حضرات مرجئہ مراد لیے جاتے تھے جو سلامتی کو پسند کرتے تھے اور سیاسی و دینی امور خصوصاً اخروی احکام مثلاً ایمان، کفر، جنت، جہنم اور صحابہؓ کے مابین ہونے والے حوادث کے بارے میں بحث و مباحثہ اور اختلافات سے دور بھاگتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب خوارج اور شیعہ کا ظہور ہوا تو مرجئہ فرقہ تدریجی اعتبار سے ترقی کرنے لگا②۔

بعد ازاں جب مرتکب کبائر کے مسئلہ میں شدید جدل و مناظرہ کا آغاز ہوا اور خوارج نے اس کی تکفیر کا دعویٰ کیا تو مرجئہ نے مرتکبِ کبیرہ شخص پر حکم نہیں لگایا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس طرح کے دوسرے مسائل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تو ان کے جانشینوں کو لوگوں نے مرجئہ کا لقب دیا۔

اس فرقہ کے نظریات کی وجہ سے حقائق ایمان و نیکی و پاکبازی کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے اخلاق باختہ اور مفسد لوگ اس مذہب کو اپنانے لگے اور اسے اپنی شہوت رانی کا آلہ کار بنایا۔ ایسے مفسدہ پرداز لوگوں کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ انھوں نے اس مذہب کو اپنی معصیت کاری کا ذریعہ قرار دے لیا اور اپنی اغراضِ فاسدہ اور عزائم خبیثہ پر پردہ ڈالنے لگے③۔

سب سے پہلے ارجاء کا ذکر کرنے کے بارے میں علماء کی رائے ہے کہ حسن بن محمد بن حنفیہ وہ پہلا شخص تھا جس نے مدینہ میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے بارے میں ارجاء کا ذکر کیا۔ جب لوگوں نے ان کے بارے میں بات چیت کی تو آپ خاموش رہے پھر آپ نے کہا:

"قد سمعت مقالتكم و لم أرشيئا أمثل من أن يرجأ علی و عثمان و طلحة والزبير فلا يتولوا ولا يتبرأ منهم"④

میں نے تمھاری بات سن لی ہے میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے معاملہ کو مؤخر کر دوں، نہ انھیں ولی بناؤ اور نہ اُن سے برأت کا اظہار کرو۔

لیکن بعد ازاں آپ نے اپنے اس قول پر افسوس کیا اور تمنا کرتے شاید کہ اس قول سے پہلے مجھے موت آجاتی اور آپ کے والد محمد بن حنفیہ نے آپ کی اس قول کی بناء پر سرزنش کی، چنانچہ آپ کا یہ مقولہ لوگوں کے مابین منتشر ہوا جسے چند لوگوں نے تسلیم کر لیا⑤۔

---

① آپ ﷺ نے فرمایا: ''بہت بڑے فتنوں کا دور دورہ ہوگا، ان میں بیٹھ رہنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا بھاگنے والے سے بہتر ہوگا...... المسلم، الصحیح، کتاب الفتن، باب نزول الفتن، حدیث نمبر ۷۲۵۰، ص: ۱۲۴۹

② غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۲/۲؛ یہاں پر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ان لوگوں کا مشہور فرقہ مرجئہ، جس کا ظہور بعد ازاں ہوا اور جس کے خاص عقائد تھے، سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

③ ابو زہرہ، حیات ابی حنیفہ، ص: ۲۴۲

④ سفر الحوالی، ظاهرة الإرجاء، ص: ۲۴۳

⑤ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۴/۲

بعض حضرات کے نزدیک غلو کے طور پر سب سے پہلے ارجاء کا ذکر ذر بن عبداللہ الہمدانی (1) نے کیا۔ اس وقت کے علماء سنت نے اس کی مذمت بھی بیان کی ہے (2)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے حماد بن ابی سلیمان (3) کو ارجاء کا سب سے پہلا قائل قرار دیا ہے (4)۔ اس بارے میں مزید اقوال بھی ہیں (5)۔

مرجئہ کے فرقے

علامہ اشعری نے فرقہ مرجئہ کے بارہ فرقے شمار کیے ہیں (6)۔ جبکہ امام بغدادی نے انھیں پانچ فرقوں میں تقسیم کیا ہے (7)۔

امام شہرستانی نے فرقہ مرجئہ کی درج ذیل چار اصناف بیان کی ہیں:

۱۔ مرجئة الخوارج ۲۔ مرجئة القدرية

۳۔ مرجئة الجبرية ۴۔ مرجئه خالصه

مؤخر الذکر قسم کو آگے چھ فرقوں میں تقسیم کیا ہے (8)۔

مرجئہ کے افکار و عقائد

مرجئہ کے افکار و عقائد درج ذیل ہیں:

☆ ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں، ایمان اور عمل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے، زبان سے کفر کا اعلان کرنے، بتوں کی پرستش' یہودیت' نصرانیت کا عقیدہ رکھنے اور صلیب کی پوجا کرنے سے بھی ایمان جوں کا توں رہتا ہے۔ بعض مرجئہ یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ نے خنزیر کھانا حرام کر دیا۔ ہے لیکن مجھے اتنا معلوم نہیں کہ خنزیر یہ بکری ہے یا کچھ اور تو وہ مؤمن ہی رہے گا (9)۔

☆ علاوہ ازیں مرجئہ کفر اور معاصی کی تحدید' کفار اور گنہگار مسلمان کا ہمیشہ جہنم میں رہنا' اہل کبار کی توبہ کی قبولیت وغیرہ کے بارے میں باہم مختلف الخیال ہیں (10)۔

---

(1) ذر بن عبداللہ بن زرارہ مرہبی ہمدانی کوفی اہل کوفہ کے عبادت گزار اور قصہ گو تھے۔ حجاج بن یوسف نے اسے ۸۰ھ میں قتل کیا۔ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۱۸

(2) غالب عواجی، فرق معاصرۃ، ص: ۲/۷۵۵

(3) کوفہ کے مشہور فقیہ اور سخی تھے جن کی مرجئہ کی طرف نسبت کی جاتی تھی، خلق قرآن کے قائل نہیں تھے، آپ ۱۲۰ھ کو فوت ہوئے، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۶
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۵۷

(4) ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، ص: ۷/۲۹۷، ۳۱۱ (5) دیکھیے غالب عواجی، فرق معاصرۃ، ص: ۲/۷۵۵

(6) تفصیل کے لیے دیکھئے الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۱/۲۱۳

(7) وہ پانچ فرقے یہ ہیں: یونسیه، غسانیه، ثبانیه، ثومنیه، مریسیة، الفرق، دیکھئے البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۲۳

(8) یونسیة، عبید یة، غسانیة، ثبانیة، تومنیه، صالحة، الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۷

(9) الاشعری، مقالات الإسلامیین، ص: ۱/۲۲۴

(10) الاشعری، مقالات الإسلامیین، ص: ۱/۲۲۴

۴۔ فرقہ جہمیہ *

جہمیہ کا ظہور

فرقہ جہمیہ کا نقطۂ آغاز معلوم کرنا بہت مشکل ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ بنو امیہ کے اوائل میں اس فرقہ کی بنیاد پڑ چکی تھی اور آخری دور میں اس نے باقاعدہ ایک مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ شیخ ابوزہرہ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے (۱)۔ اس بارے میں انھوں نے کتاب ''المنیۃ والأمل'' سے دو حضرات (حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصری) کے خطوط سے استدلال کیا ہے جن میں انھوں نے اہل شام اور اہل بصرہ کے جبریہ کو نظریہ جبر سے منع کیا تھا (۲)۔

شیخ ابوزہرہ نے اس فرقہ کے اولین بانی کے بارے میں چند ایک اقوال نقل کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ بعض حضرات کے نزدیک اس فرقہ کے اولین بانی بعض یہود تھے۔ انھوں نے یہ مذہب مسلمانوں کو سکھایا جن سے ان کی نشر و اشاعت ہوئی۔

۲۔ کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس نظریہ کا موجد جعد بن درہم (۳) تھا، جس نے شام کے ایک یہودی سے یہ عقیدہ اخذ کیا اور اہل بصرہ میں اسے پھیلایا پھر اس سے جہم بن صفوان (۴) نے سیکھا۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جعد نے یہ نظریہ بیان بن سمعان سے اور اس نے طالوت بن اعصم (۵) یہودی سے اخذ کیا (۶)۔

شیخ ابوزہرہؒ مذکورہ بالا اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ یہودی ذہن کی پیداوار ہے اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں اس کا آغاز ہو چکا تھا کیونکہ طالوت نامی یہودی آپ ﷺ کا ہم زمانہ تھا اور عہد صحابہؓ تک بقید حیات رہا، لیکن بایں ہمہ ہم قطعی طور سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس عقیدہ کی تخم کاری یہود کے ذریعے عمل میں آئی کیونکہ قبل ازیں یہ نظریات اہلِ فارس میں موجود تھے لہٰذا انھی مباحث میں سے ایک ہوگا جو زرتشی اور مانوی وغیرہ فرقوں میں عام طور سے رائج تھے......'' (۷)۔

---

* اس فرقہ کو جبریہ بھی کہتے ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے:
- ابن تیمیہ، بیان تلبیس الجہمیۃ
- ابن تیمیہ، فتاویٰ شیخ الاسلام
- ابن تیمیہ، درتعارض العقل والنقل
- ابن القیم، مختصر الصواعق المرسل
- ابن القیم، اجتماع الجیوش الاسلامیۃ
- ابوزہرۃ، تاریخ المذاہب الاسلامیہ
- شیخ عبدالرحمن، فتح المجید
- شیخ سلیمان بن عبداللہ، تیسیر العزیز الحمید
- جمال الدین القاسمی، تاریخ الجہمیۃ والمعتزلۃ
- الداری، الرد علی الجہمیۃ
- ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ جز ۷
- ابن تیمیہ، الایمان
- ابن ابی العز، شرح العقیدہ الطحاویہ

(۱) ابوزہرہ، حیاۃ ابی حنیفہ، ص: ۲۴۶ (۲) مہدی احمد، المنیۃ والأمل، ص: ۴۷

(۳) جعد بن درہم: اصل میں خراسان سے تھا اور دمشق میں سکونت اختیار کی۔ اس نے خلق قرآن اور دوسری بدعات بیان بن سمعان سے لیں۔ خالد بن عبداللہ القسری نے اسے ۱۲۴ھ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر قتل کروا دیا۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۵۲

(۴) جہم بن صفوان: اس کی کنیت ابومحرز تھی، موالی بنی راسب سے تھا۔ خراسان میں ظاہر ہوا اور اس مذہب کی دعوت دینے لگا۔ بعد ازاں حارث بن سریج سے جا ملا، بالآخر سلم بن احوز نے عہد بنو امیہ کے آخری زمانہ میں اسے قتل کیا، اس کے اتباع نہاوند میں موجود تھے۔ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۱/۳۳۸

(۵) بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ طالوت، لبید بن اعصم یہودی 'جس نے آنحضرت ﷺ پر جادو کیا تھا' کا بھانجہ تھا۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ، ص: ۱/۴۲۵

(۶) ابن تیمیہ، الفتویٰ الحمویۃ الکبریٰ، ص: ۲۴ (۷) ابوزہرۃ، حیاۃ امام ابی حنیفہ، ص: ۲۴۷

جہمیہ کے درجات

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ نے جہمیہ کو تین درجات میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے درجہ میں وہ غالی قسم کے جہمیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی نفی کرتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں وہ لوگ ہیں جو اسمائے باری تعالیٰ کا تو اقرار کرتے ہیں لیکن صفات کی نفی کرتے ہیں۔ جبکہ تیسرے درجہ میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات کا اقرار کرتے ہیں لیکن وہ ان میں خبریہ اور غیر خبریہ کا فرق کرتے ہیں اور غیر خبریہ اسماء و صفات کی تاویل کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ صرف ان خبریہ صفات کو مانتے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوتا ہے اور جن کا تذکرہ احادیث میں ہوتا ہے' ان کو تسلیم نہیں کرتے ہیں......"[1]

جہمیہ کے افکار و عقائد

۱۔ اس مذہب کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ انسان سے افعال کی نفی کر کے انھیں ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا جائے کیونکہ انسان میں استطاعت نہیں پائی جاتی۔ وہ تو اپنے افعال میں مجبور محض ہے۔ نہ اس میں قدرت پائی جاتی ہے نہ ارادہ اور نہ ہی اختیار۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات کا انکار۔

۳۔ آخرت کے بہت سے امور مثلاً پل صراط' میزان' رؤیت باری تعالیٰ، عذاب قبر وغیرہ کا انکار۔

۴۔ ایمان صرف معرفت کا اور کفر صرف جہل کا نام ہے۔

۵۔ جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور کلام دونوں حادث یعنی مخلوق ہیں[2]۔

۵۔ فرقہ معتزلہ *

معتزلہ کی وجہ تسمیہ اور اس کا ظہور

دراصل اس فرقہ کا لیڈر واصل بن عطاء[2] تھا جس نے مرتکب کبیرہ کے مسئلہ پر اختلاف کیا اور حسن بصری کے حلقۂ درس

---

(۱) ابن تیمیہ، التسعینیۃ، ص: ۷۲ (۲) الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۷۲/۱ ◉ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۱۹۴ ◉ غالب عواجی، فرق معاصرۃ، ص: ۸۰۰/۲

* اس فرقہ کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھئے:

جمال الدين قاسمی، تاريخ الجهمية والمعتزلة ◉ ابو لبابه حسين / عبدالمجيد النجار ◉ المعتزلة بين الفكر والعمل

◉ يوسف كمال، العصريون معتزلة اليوم ◉ الشيخ فالح، التحفة المهدية شرح الرسالة القدميرية

◉ ابن تيميه، درء تعارض العقل والنقل ◉ ابو الحسن الأشعرى، مقالات الإسلاميين ◉ البغدادى، الفرق بين الفرق

◉ ابن حزم، الفصل في الملل والأهواء ◉ ابو الحسن الأشعرى الإبانة ◉ ابن منده، كتاب الإيمان

◉ ابو زهرة، تاريخ المذاهب الإسلاميه ◉ قاضى عبدالجبار، شرح الأصول الخمسة

◉ محمد طاهر النيفر، أهم الفرق الإسلاميه ◉ الملطى، التنبيه والرّد ◉ ابن تيميه، منهاج السنة،

◉ الأسفراييني، التبصير في أمور الدين ◉ على حسين، المعتزلة وأصولهم الخمسة وموقف اهل السنة منها

(۲) واصل بن عطاء جو غزال (سوت کاتنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ وہ بہت بڑا ادیب اور کلامی مجادلات کا موجد تھا۔ اس کی بے شمار تصانیف ہیں۔ ۱۳۱ھ کو فوت ہوا۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۱۷۱/۲ ◉ المرتضی، امالی، ص: ۱۱۳/۱

سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، اس بناء پر اس کے پیروکار کو معتزلہ کہا جانے لگا①۔ اکثر و بیشتر علماء② نے یہی وجہ تسمیہ بیان کی ہے البتہ شیخ ابوزہرہؒ نے بعض مستشرقین کی اس بارے میں رائے نقل کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ فرقہ "معتزلہ" اس لیے کہلایا، کہ یہ لوگ بڑے متقی، پارسا اور دنیاوی لذات سے کنارہ کش رہتے تھے۔ چنانچہ لفظ "معتزلہ" اس امر کا آئینہ دار ہے کہ جن لوگوں کو یہ نام دیا گیا وہ عابد و زاہد قسم کے لوگ تھے....."③

مستشرقین کی یہ رائے بالکل بے وزن ہے جس کے وہ منفرد قائل ہیں، علمائے سابقین نے اس بارے میں اپنی ایسی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ دراصل مستشرقین معتزلہ کی مدح میں اس لیے رطب اللسان رہے ہیں کہ معتزلہ ہی نے سب سے پہلے اسلامی عقائد میں شک و شبہ پیدا کرنے کا راستہ ہموار کیا ہے۔ اور یہ بات دشمنانِ اسلام کو مطلوب ہے۔ اس بارے میں علامہ ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں:

"علماء اليهود يقرؤن كتب شيوخ المعتزلة و يستحسنون طريقتهم" ④

علمائے یہود شیوخ معتزلہ کی کتب پڑھتے ہیں اور ان کے مسلک کو مستحسن قرار دیتے ہیں۔

معتزلہ کے ظہور کے بارے میں محققین مختلف روایات نقل کرتے ہیں۔ اس بارے میں درج ذیل اقوال زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ علماء کا ایک بڑا گروہ اس فرقہ کے ظہور کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ رأس المعتزلہ واصل بن عطاء تھے۔ یہ حسن بصری کے حلقۂ درس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ سوال زور وشور سے اٹھا اور اس نے اذہان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ہے یا نہیں؟ ایک شخص حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دور حاضر میں کچھ لوگ (خوارج) یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کبائر کا مرتکب کافر ہے..... اس ضمن میں آپ کا فیصلہ کیا ہے؟ حسن بصریؒ سوچنے لگے، قبل اس کے کہ وہ ان کو جواب دیتے، واصل بولا "میرا خیال ہے کہ کبائر کا مرتکب نہ تو پورا مؤمن ہے اور نہ کافر، پھر ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر حسن بصری کے تلامذہ کے سامنے اپنے عقیدہ کی وضاحت کرنے لگا۔ یہ سن کر حسن بصریؒ نے کہا "إعتـزل عنا" (ہم سے الگ ہو جاؤ)، بنابریں ان کو معتزلہ کہا جانے لگا⑤۔

۲۔ ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جب حضرت حسنؓ، امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے تو اصحابِ علیؓ کی ایک جماعت سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو گئی اور اس کی سرگرمیاں صرف عقائد تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ اس بارے میں ابوالحسن الطرائفی رقمطراز ہیں:

"انھوں نے اپنا نام معتزلہ رکھا اس لیے کہ جب حضرت حسنؓ بن علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کی اور خلافت

---

① ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۱۷۰/۲ ● احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۸۸

② الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۸ ● شیخ جمال الدین، تاریخ الجہمیۃ، ص: ۵۶

③ ابوزہرہ، حیات ابی حنیفہ، ص: ۲۳۸

④ ابن ابی العز الحنفی، شرح عقیدہ الطحاویہ، ص: ۴۵۲

⑤ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۴/۵

انھیں تفویض کر دی تو ان لوگوں نے حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں سے کنارہ کشی کر لی بلکہ سب سے الگ ہو گئے یہ لوگ اصحاب علیؓ تھے اب ان کی سرگرمیوں کا مرکز گھر رہ گیا یا مسجد، یہ لوگ کہا کرتے تھے ہمیں صرف علم اور عبادت سے سروکار ہے'' ①

۳۔ اس بارے میں ایک تیسرا قول بھی ہے جس کی تائید شیخ محمد طاہر النیفر نے کی ہے' ان کا کہنا ہے کہ اعتزال کا یہ عمل حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں ہوا، جس وقت حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین اختلافات برپا ہو چکے تھے تو صحابہؓ کی ایک جماعت نے ان سے علیحدگی اختیار کی انھوں نے کسی کا ساتھ نہیں دیا②۔

درج بالا اقوال میں سے اول الذکر قول کو اہلِ علم نے راجح قرار دیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر کتب ادیان وفرق میں یہی قول مذکور ہے۔

معتزلہ کے القاب وفرق

معتزلہ کے کچھ نام ایسے تھے جو ان کے نزدیک پسندیدہ نہیں تھے مثلاً جهمية، قدريه، ثنويه و مجوسيه، و عيديه، معطله وغیرہ اور بعض نام ان کے نزدیک محبوب تھے مثلاً معتزله ، اهل العدل والتوحيد، اهل حق، فرقه ناجيه، منزهون الله وغیرہ③۔

علامہ شہرستانی نے معتزلہ کے درج ذیل بارہ فرقے بیان کیے ہیں:

واصله، هذيليه، نظاميه، حابطيه، بشريه، معمريه، مرواريه، ثماميه، هشاميه، جاحظيه، خاطيه، جبائيه ④

علامہ بغدادیؒ نے مزید دس فرقوں کا اضافہ کیا ہے⑤۔

معتزلہ کے افکار ونظریات

معتزلہ نے اپنے عقائد اور نظریات کو پانچ امور میں محدود کیا ہے۔ جنھیں وہ اصولِ خمسہ کا نام دیتے ہیں۔ وہ اصول خمسہ یہ ہیں:

۱) توحید
۲) عدل
۳) وعدہ ووعید
۴) کفر واسلام کے مابین منزل کا اقرار

---

① الطرائفی، أهل الأهواء والبدع، ص: ٦٦
② شیخ محمد طاہر، أهم الفرق الاسلامیہ، ص: ۳۳ ◉ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۸۲۲/۲
③ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۸۲۳/۲
④ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۴۰/۱
⑤ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۱۱۲

۵) امر بالمعروف والنھی عن المنکر

ابوالحسین خیاط معتزلہ کے اصولِ خمسہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوئی شخص جب تک ذیل کے اصول خمسہ کا معتقد نہ ہو معتزلہ کہلانے کا حق دار نہیں ہوسکتا، یعنی توحید، عدل، وعدو وعید، کفر واسلام کی درمیانی منزل کا اقرار، امر بالمعروف اور النھی عن المنکر، جس شخص میں یہ اصول خمسہ پوری طرح موجود ہوں گے وہ معتزلی کہلانے کا مستحق ہو گا کیونکہ مسلک اعتزال کے یہ اصول جامع ہیں۔ جو شخص ان سے انحراف کرے گا وہ معتزلی نہیں سمجھا جائے گا اور نہ معتزلہ پر اس کے قول وفعل کی ذمہ داری عائد ہوگی'' ①۔

۱۔ **توحید:** معتزلہ کے ہاں اصولِ توحید ان کے عقائد کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ ابو الحسن اشعری توحید کے بارے میں معتزلہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اجمعت المعتزلة علیٰ أن الله واحد لیس کمثله شيئ و هوالسمیع البصیر و لیس بجسم ولا شبح ولا جثة و لا صورة ولالحم ولادم ولا شخص ولا جوهر ولا عرض ...... ولا شریك له في ملکه و لا وزیر له في سلطانه ...... ②

معتزلہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کی کوئی شبیہ ونظیر نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے وہ نہ جسم رکھتا ہے اور نہ شکل، نہ اس کا جثہ ہے نہ صورت، خون بھی نہیں گوشت بھی نہیں، نہ جوہر ہے نہ عرض...... اس کی بادشاہی اور اس کی سلطنت میں نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی وزیر۔

معتزلہ اس قاعدہ کی بناء پر قیامت کے دن رؤیت باری تعالیٰ کو محال سمجھتے تھے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی جسمانیت اور جہت لازم آتی ہے اور یہ کہ صفات ذات سے غیر نہیں ہیں ورنہ تعددِ قدماء لازم آئے گا ③۔

۲۔ **عدل:** مشہور مؤرخ مسعودی ''عدل'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو نہیں چاہتا نہ بندوں کے افعال کو پیدا کرتا ہے، لوگ اللہ تعالیٰ کے امر کو بجالاتے ہیں اور اس کے منہیات سے رک جاتے ہیں تو یہ اس قدرت کے باعث جو اللہ نے اُن میں ودیعت کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی حکم دیتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے اور اس بات سے منع کرتا ہے جسے وہ برا سمجھتا ہے...... ④

شیخ ابوزہرہ معتزلہ کے اصول عدل کے بارے میں لکھتے ہیں:

''قانونِ عدل سے معتزلہ دراصل جھمیہ کے اس نظریہ کی تردید کرنا چاہتے تھے کہ بندہ اپنے فعل میں مختار نہیں لہٰذا اس کو ذمہ قرار دینا ظلم ہے کیونکہ اس کا کوئی مطلب نہیں کہ ایک شخص کو کسی بات کا حکم دیا جائے اور پھر آمر ہی اس کی مخالفت پر مجبور کرے اور نہ کسی فعل سے روکنے کا کچھ مطلب ہے جب کہ منع کنندہ خود اس کو اس فعل کے

---

① ابوالحسین، الإنتصار والرد، ص:۱۲۶
② لأشعری، مقالات، ص:۱/۲۳۵
③ لأشعری، مقالات، ص:۱/۲۳۸
④ المسعودی، مروج الذھب، ص:۲/۱۹۰

ارتکاب کے لیے جبر کرے" ①۔

۳۔ **وعدہ و وعید:** قاضی عبدالجبار معتزلی اس اصول کی وضاحت یوں کرتا ہے:

"......و أما علوم الوعد والوعيد فهو أنه يعلم أن الله وعد المطيعين بالثواب و توعد العصاة بالعقاب و أنه يفعل ما وعد به و توعد عليه لامحالة ولا يجوز عليه الخلف والكذب......" ②

وعدہ اور وعید کے علم کا مطلب یہ ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں کو ثواب اور اپنے نافرمان بندوں کو سزا دینے کا وعدہ کیا ہے لہٰذا اللہ وعد اور وعید لامحالہ کر گزرے گا جس سے پیچھے رہنا اور کذب بیانی سے کام لینا جائز نہیں۔

اس اصول کی بنا پر ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کے مرتکب کی بغیر توبہ مغفرت نہیں ہوگی اور قیامت کے دن اہلِ کبائر کی شفاعت بھی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وعید پر عمل نہیں ہو سکے گا اور وعید کا ناقابل عمل ٹھہرنا کذبِ بیانی تصور ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے ③۔

۴۔ **اسلام اور کفر میں درمیانہ درجہ:** معتزلہ کے اس نظریہ کی توجیہہ کرتے ہوئے علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:

"ووجه تقريره أنه قال أن الإيمان عبارة عن خصال خير إذا اجتمعت سمي المرء مؤمنا وهو اسم مدح والفاسق لم يستجمع خصال الخير ولا استحق اسم المدح فلا يسمى مؤمنا و ليس هو بكافر مطلق أيضا لأن الشهادة و سائر أعمال الخير موجودة فيه لا وجه لإنكارها ......" ④

اس کی تقریر کی توجیہہ یہ ہے کہ اس کے بقول ایمان عبارت ہے خصال خیر سے، جب کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ مؤمن ہے اور مؤمن ایک توصیفی نام ہے چونکہ فاسق میں خصال خیر بھی جمع نہیں ہوتے لہٰذا وہ توصیفی نام کا مستحق نہیں۔ پس اسے مؤمن بھی نہیں کہا جائے گا مگر اسے علی الاطلاق کافر بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ کلمۂ شہادت کا قائل ہے اور دوسرے اعمال خیر بھی اس میں موجود ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا......

۵۔ **امر بالمعروف اور النھی عن المنکر:** معتزلہ کے نزدیک امر بالمعروف اور النھی عن المنکر مومنوں پر واجب ہے۔ صورتحال کے مطابق تقریر و تحریر سے یا سیف و سنان سے اس فریضہ کو انجام دینا چاہیے تاکہ دعوت اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت عام ہو سکے ⑤۔ اگرچہ اہل سنت کے نزدیک بھی امر بالمعروف اور النھی عن المنکر واجب ہے لیکن ان کے اور معتزلہ کے نزدیک تغییر منکر کا طریقہ مختلف ہے۔ وہ یہ کہ برائی کو اچھے طریقہ سے دور کرنے کی کوشش کی جائے پھر زبان سے پھر ہاتھ سے پھر تلوار سے اور

---

① ابوزہرہ، حیات الامام ابی حنیفہ، ص: ۲۶۱
② قاضی عبدالجبار، شرح الاصول الخمسۃ، ص: ۱۳۵
③ ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص: ۳۵۶
④ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۴۲/۱
⑤ قاضی عبدالجبار، شرح الاصول الخمسۃ، ص: ۱۴۱

یہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ مزید برآں جابر سلطان کے خلاف بغاوت واجب ہے۔ اپنے مخالفین چاہے وہ کفار ہوں یا اصحاب کبائر مسلمان ان کے خلاف اسلحہ اٹھانا جائز ہے[1]۔

معتزلہ اور اموی حکومت

شیخ ابوزہرہ عہدِ بنوامیہ میں معتزلہ کے بارے میں تبصرہ یوں کرتے ہیں:

''معتزلہ کا ظہور عہدِ بنوامیہ میں ہوا، امویوں کی طرف سے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اس لیے کہ معتزلہ نے بھی نہ شرانگیزی سے کام لیا نہ حرب و پیکار کا اعلان کیا بلکہ یہ ایک فکری گروہ تھا اس کی تمام سرگرمیاں نظر وفکر تک محدود تھیں...... سیاست سے نہایت واجبی سا تعلق تھا، ان کی دلیل و حجت کی دنیا نطق و بیان تک محدود تھیں، تیغ وسنان کو اس سے کوئی واسطہ نہ تھا، ان کے اسلحہ دلائل تھے نہ کہ شمشیر برآں......''[2]

مسعودی کے بیان کے مطابق: ''یزید بن عبدالملک معتزلی عقائد رکھتا تھا اور معتزلہ کے اصول پنجگانہ کو تسلیم کرتا تھا''[3]

۲۔ مختلف حوادث کا ظہور

عہد بنوامیہ میں داخلی اور خارجی کئی ایک حوادث رونما ہوئے جن سے حدیث کی ترویج واشاعت متاثر ہوئی۔ چنانچہ درج ذیل واقعات وحوادث نے اس سلسلہ میں کلیدی کردار انجام دیا۔

(ا) داخلی حوادث

☆ **واقعۂ کربلا:** تاریخِ اسلام میں جنگِ جمل پہلا افسوسناک حادثہ فاجعہ پیش آیا جس میں مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائی۔ اس سے قبل ان کی شمشیریں فرق باطل کے لیے برق سوزاں تھیں۔ اس جنگ سے مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس کے بعد جنگ صفین واقع ہوئی جس سے اسلامی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے، اس کے بعد قبائلی اور جاہلی تعصبات نے دلوں میں پھر جگہ پکڑ لی جس کا نتیجہ سانحۂ کربلا کی شکل میں رونما ہوا۔ یہ المناک حادثہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو یزید بن معاویہؒ کے عہد حکومت میں پیش آیا[4]۔

☆ **واقعۂ حرّہ:** واقعۂ کربلا کی وجہ سے تمام عالم اسلام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حجاز میں اس کا زبردست ردعمل ہوا، اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے نکال دیا اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔ یزید بن معاویہؒ نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں شامی فوج مدینہ روانہ کی جس میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ اہل مدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شامی فوج غالب رہی۔ مدینہ منورہ تین دن تک مسلسل شامیوں کے ہاتھوں لٹتا رہا۔ یہ واقعہ بھی یزید کے

---

[1] غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۲/۸۵۰

[2] ابوزہرہ، حیات امام ابی حنیفہ، ص: ۲۶۳

[3] المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۶۲

[4] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۶۳

دورِ حکومت یعنی ۶۲ھ میں پیش آیا①۔

☆ **معرکہ مرج راہط:** محرم ۶۵ھ میں مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیرؓ کے داعی ضحاک بن قیس کی فوجوں کے درمیان بیس دن تک ہولناک لڑائی ہوئی جس میں ضحاک کو شکست ہوئی اور شام پر مروان کا قبضہ ہو گیا②۔

☆ **محاصرہ مکہ:** جمادی الاوّل ۷۲ھ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو مکہ کے محاصرہ کے لیے بھیجا، چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کیا اور شہر پر خوفناک سنگ باری کی، رسد کے تمام راستے مسدود کر دیئے اور بالآخر حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو شہید کر دیا③۔

مذکورہ بالا حوادث کے علاوہ دوسرے خلفاء کے عہد میں اور بھی بہت سے حوادث رونما ہوئے۔ خصوصاً بنوامیہ کے آخری فرمانروا مروان بن محمد بن مروان کے عہد میں حکومت بنوامیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور جگہ جگہ بغاوتیں اور شورشیں رونما ہو رہی تھیں④۔

(ب) خارجی حوادث:

عہد بنوامیہ کے ابتدائی عہد (۴۱ھ تا ۸۶ھ) میں خلفشار کی وجہ سے زیادہ تر فتوحات حاصل نہ ہو سکیں۔ حضرت معاویہؓ، یزید بن معاویہؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، عبدالملک بن مروان کا عہد داخلی حوادث سے پُر تھا۔ ان ادوار میں باہمی اختلافات کی گھنگھور گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں لیکن ولید بن عبدالملک کے عہد میں بالخصوص اور بعد کے ادوار میں بالعموم مسلمانوں کے ہاتھوں بے شمار فتوحات ہوئیں، ولید کے زمانہ کی فتوحات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عہد حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کے بعد تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس دور میں قتیبہ بن مسلم، محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر جیسے جلیل القدر فاتحینِ عظام کے زیر نگرانی مجاہدینِ کرام کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے چین سے اسپین تک کے علاقہ کو روند ڈالا۔ ولید کے عہد میں ہندوستان، ترکستان اور اندلس میں بے شمار فتوحات ہوئیں⑤۔

چنانچہ خلفاء، امرا بنوامیہ داخلی شورشوں کو فرو کرنے اور دوسری غیر مسلم اقوام سے معرکہ آرائیوں میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے رہے، انھی مصروفیات کی وجہ سے وہ حدیث کی نشر واشاعت کا کماحقہ حق ادا نہ کر سکے۔ ماسوائے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے جنھوں نے خلافت پر سرفراز ہوتے ہی اس طرف توجہ دی۔

۳۔ سیاسی عدم استحکام اور خلفاء کی عدم دلچسپی

مذکورہ بالا عوامل سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ عہد بنوامیہ سیاسی طور پر عدم استحکام کا شکار رہا۔ مذہبی فرقوں کے فکری نظریات کی جنگ اور بعض کا عملی طور سے حکومت وقت سے برسرِ پیکار رہنا، خلفاء کا داخلی و خارجی سازشوں کا تدارک کرنے میں مشغول ہونا، اور اکثر خلفاء کی اس میدان میں عدم دلچسپی یہ وہ مظاہر وعوامل تھے جن کی وجہ سے یہ دور غیر مستحکم رہا اور نتیجتاً حدیث کی نشر واشاعت نہ ہو سکی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حدیث کی نشر واشاعت اور ترویج، حکومتی سطح پر تدوین کے حوالے سے ہے وگرنہ عملی صورت میں اس کی نشر و

---

① ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۲۰۲

② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۷۵

③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۷۵

④ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۰/۲۴

⑤ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۵

اشاعت ہو رہی تھی، لوگ اس پر پوری طرح سے عمل پیرا تھے، خلفاء اپنے خطبات اور تقاریر میں اس کی خوب تشہیر کرتے تھے، نیز اس عہد کے قضاۃ اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، مساجد و مدارس میں اس کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی①۔

۴۔ کتابت حدیث کی ممانعت:

آنحضرت ﷺ نے ابتدا میں کتابت حدیث کی ممانعت کر دی تھی②۔ بعد ازاں نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرما دی تھی③ بلکہ ضرورت کے مطابق انھیں لکھوایا بھی تھا④۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور آپ ﷺ کے بعد احادیث مبارکہ کا بے شمار ذخیرہ لکھا جا چکا تھا⑤۔ ان متعارض احادیث کے مابین توافق و تطابق پیدا کرنے کے لیے علماء نے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں جو کہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث موقوف⑥ ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں، امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے⑦۔

---

① ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۳/۳

② حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((لا تكتبوا عني و من كتب عني غير القرآن فليمحه......)) مجھ سے مت لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے، اسے مٹا دے۔ المسلم، الصحیح، كتاب الزهد، باب التثبت في الحديث، حدیث نمبر ۷۵۰۹، ص: ۱۲۹۷، نیز حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے ((كنا قعودا نكتب ما نسمع من النبي ﷺ فخرج علينا فقال ما هذا تكتبون فقال ما نسمع منك فقال أكتاب مع كتاب الله امحضوا كتاب الله و أخلصوه فقال فجمعنا ما كتبنا في صعيد واحد ثم أحرقناه)) جو کچھ بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اسے بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا لکھ رہے ہو؛ ہم نے کہا وہی جو کچھ آپؐ سے سنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی جا رہی ہے۔ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کرو، اسے خالص رکھو، پس ہم نے جو کچھ لکھا تھا اسے ایک جگہ جمع کیا اور جلا دیا)، الھیثمی، مجمع الزوائد، ص: ۱۵۲/۱۔ اسی مفہوم میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: ((جهدنا بالنبي ﷺ أن يأذن لنا في الكتاب فأبى و في رواية استأذنا النبي ﷺ في الكتابة فلم يأذن لنا)) ہم نے نبی کریم ﷺ سے بڑی کوشش کی کہ وہ ہمیں لکھنے کی اجازت دیں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور دوسری روایت میں ہے ہم نے نبی ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴/۵
◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۲

③ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓو بن العاص کو حدیث لکھنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ((أكتب فوالذي نفسي بيده ما خرج منه إلا حق)) لکھو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (میری زبان سے) حق ہی نکلتا ہے۔ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص في كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۴، ص: ۱۳۶/۱
حضرت رافع بن خدیج نے آپ ﷺ سے لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((أكتبوا و لا حرج)) لکھ لو، لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۲◉ الامیر الحسنی، توضیح الافکار، ص: ۳۵۳/۲۔

④ آپ ﷺ سے مروی ہے: ((أنه كتب كتاب الصدقات والديات والفرائض و السنن لعمرو بن حزم وغيره)) کہ آپ ﷺ حضرت عمرو بن حزم وغیرہ کے لیے کتاب الصدقات، دیات، فرائض و سنن لکھوا کر انھیں دی۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۵/۱

⑤ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۹۹

⑥ **موقوف:** اصول حدیث کی اصطلاح میں ایسے قول، فعل یا تقریر کو جس کی نسبت صحابی کی طرف کی گئی ہو موقوف کیا جاتا ہے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۴۶
◉ محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۱۲۹

⑦ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۱۸/۱ ◉ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ص: ۱۲۸ ◉ الأمیر الحسنی، توضیح الافکار، ص: ۳۵۳/۲
◉ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۷ ◉ محمد محفوظ، منہج ذوی النظر، ص: ۱۴۲

۲۔ آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے اس لیے منع کیا تھا کہ حفظِ حدیث پر زور دینا مقصود تھا۔ کتابتِ حدیث اور ترک حفظ آنحضرت ﷺ کو ناپسند تھا۔ یہ رائے ابنِ حبان کی ہے (۱)۔

۳۔ رسم الخط کے جاننے اور نہ جاننے پر اجازت وممانعت (کتابت حدیث) کا دارومدار تھا۔ یعنی جو صحابہ کرامؓ رسم الخط سے پوری طرح آگاہ تھے جس طرح حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ تھے۔ انھیں رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کی اجازت دے دی تھی لیکن جو اس علم سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے تھے اور ان کی تحریر کردہ باتوں میں شبہ اور غلطی کا احتمال تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں کتابت حدیث کی ممانعت فرمادی تھی۔ یہ رائے علامہ جزائری نے ابن قتیبہ سے نقل کی ہے (۲)۔

۴۔ قرنِ اول میں کتابت حدیث کی ممانعت اس لیے تھی کہ کہیں کتاب اللہ سے کسی دوسری چیز کی مشابہت نہ ہو یا قرآن کے سوا کسی اور شئے میں انہماک پیدا نہ ہو، اس سے مقصود قرآن اور غیر قرآن کے مابین فرق کرنا تھا لیکن جب صحابہ کرامؓ پر قرآن وحدیث کا فرق واضح ہوگیا تو آپ ﷺ نے ان کو کتابت حدیث کی اجازت دے دی۔ یہ رائے علامہ رامہرمزی، خطیب بغدادی اور ابن حجر کی ہے (۳)۔ سید ابوبکر غزنویؒ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے (۴)۔

۵۔ ابتدا میں کتابت حدیث سے منع کیا گیا تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ رائے ابن قتیبہ کی ہے، شیخ احمد محمد شاکر نے اسی کو ترجیح دی ہے (۵)۔

۶۔ ممانعت عام تھی اور لکھنے کی اجازت مخصوص تھی، یعنی آپ ﷺ نے عوام کو منع کیا اور چند مخصوص لوگوں کو اجازت دے دی تھی، یہ رائے ڈاکٹر صبحی صالح کی ہے (۶)۔

۷۔ کتابت حدیث کی ممانعت ان لوگوں کے لیے تھی جو حفظ پر اعتماد کر سکتے تھے۔ اور اجازت ان کے لیے جو حفظ پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔ ابن قتیبہ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے (۷)۔

۸۔ بعض حضرات نے اسباب کتابت کی قلت کو کتابت حدیث کی ممانعت کا سبب بتایا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے یہ رائے نقل کی ہے: (۸)

مذکورہ بالا آراء میں سے چند ایک کے سوا بقیہ آراء کتابت حدیث کے بارے میں درست کہی جاسکتی ہیں البتہ پہلی رائے اس لیے درست نہیں ٹھہرتی کہ یہ حدیث متصل سند کے ساتھ امام مسلم نے روایت کی ہے لہٰذا اس روایت کو موقوف قرار دینا درست نہیں۔ (۹)

---

(۱) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۷ — (۲) الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۹

(۳) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۸۶ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۸ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۱۲۸

(۴) ابوبکر غزنوی، کتابت حدیث عہد نبوی میں، ص: ۲۲

(۵) ابن قتیبہ، تأویل مختلف الحدیث، ص: ۳۶۵ ◉ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ص: ۱۱۲

(۶) صُبحی صالح، علوم الحدیث، ص: ۲۳ — (۷) ابن قتیبہ، مختلف تاویل الحدیث، ص: ۳۶۵

(۸) المودودی، منصب رسالت، ص: ۳۳۰ — (۹) المسلم، الصحیح، کتاب الزهد، باب التثبت فی الحدیث، حدیث نمبر ۷۵۱۰، ص: ۱۲۹۷

اس طرح مؤخر الذکر رائے بھی محل نظر ہے۔ڈاکٹر صبحی صالح نے بدلائل اس رائے کو غلط قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ عہد رسالت میں کتابت حدیث کی کمی کا سبب وسائل کتابت کا فقدان نہیں تھا اور یہ کہ اس دور میں لکھنے پڑھنے والے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔ اگر چہ ابتدا میں عربوں کے ہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے اس قلت کو دور کرنے کا انتظام کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کو یہ ذمہ داری دی تھی کہ وہ مدینہ کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انھیں آزاد کر دیا جائے گا۔ اس طرح مدینہ میں کاتبین کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی مساجد کو مدارس میں تبدیل کر دیا۔ ایک اندازے کے مطابق عہد رسالت میں مدینہ کی نو مساجد کو مدرسہ کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی' اور پھر آنحضرت ﷺ کے تعمیلِ ارشاد میں پندرہ سو اشخاص کے نام لکھے گئے۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا درست نہیں کہ اسباب کتابت کی قلت تھی جس کے باعث آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا①۔

غرضیکہ آخری رائے یہی قرار پائی کہ کتابت حدیث ایک جائز امر ہے، اس لیے عہد رسالت کے بعد حضرات صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین نے احادیث کے مختلف ہائے مجموعہ تیار کیے②۔

اس کے باوصف بعض صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت ابوبکرؓ③، حضرت عمرؓ④، حضرت عبداللہؓ بن مسعود⑤، حضرت علیؓ⑥، حضرت زیدؓ بن ثابت⑦، حضرت ابو ہریرہؓ⑧، حضرت ابن عباسؓ⑨، حضرت ابو سعید خدریؓ⑩، حضرت ابن عمرؓ⑪، اور حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ⑫ وغیرہ سے کتابت حدیث کی ممانعت یا ان کے ذخیرہ احادیث کو جلانا مروی ہے۔اس طرح تابعین میں سے عبیدہ بن عمرو السلمانی، ابراہیم بن یزید تیمی، جابر بن زید، ابراہیم نخعی، عامر بن شراحیل شعبی وغیرہ سے کتابت حدیث کی ممانعت ثابت ہے⑬۔

ان روایات کے پیش نظر بعض حضرات نے حدیث کی کتابت کو صحیح قرار نہیں دیا لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت حدیث کی ترویج میں کسی حد تک مخل رہی۔

---

① ضحی صالح، علوم الحدیث، ص ۱۸ ◉ ضحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص:۶
② تفصیل کے لیے دیکھیے ص نمبر: ۱۹۹ ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳
④ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۷ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳/۲۰۶
⑤ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یرکتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۴۶۹، ص:۱/۱۳۳
⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۶ ⑦ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۶۵
⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۱۹۹ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۹
⑨ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۴۲
⑩ دیکھیے صفحہ نمبر ۵۲ ⑪ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۹ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۴۴
⑫ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۸۰
⑬ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۸۰ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یرکتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۴۶۲، ۴۶۵، ۴۸۲، ص:۱/۱۳۲

حدیث کی ترویج واشاعت کے ذرائع

رب کائنات نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کی بعثت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری دین (اسلام) اور آخری کتاب (قرآن کریم) دے کر تمام عالم کے لیے ھادی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اس کتاب کی حیثیت کامل مکمل دستورِ حیات کی ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور اس کی تفسیر وتشریح کے لیے آنحضرت ﷺ کو قرآن کا مفسر اور شارح قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿و أنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم﴾ (1)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) اتارا تا کہ آپ لوگوں کو کھول کھول کے بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے تئیس سالہ عہد کا ایک ایک لمحہ اس فریضہ کی انجام دہی میں صرف ہوا اور آپ ﷺ اپنے اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کے ذریعے قرآن کریم کی تفسیر فرماتے رہے۔ اس لیے قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جملہ اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کو پیش نظر رکھا جائے جو احادیث کے نام سے موسوم ہیں اور جن کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا مشکل ہے بلکہ قرآن کریم کا ایک معتد بہ حصہ ایسا ہے جو احادیث کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں۔

احادیثِ رسول کی اس ضرورت و اہمیت اور عظمت و رفعت کے پیشِ نظر آغازِ اسلام سے ہی صحابہ کرامؓ نے انھیں پوری محنت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کے ساتھ ساتھ ان کی نشر و اشاعت کے لیے کلیدی اور لائقِ حوالہ خدمات سرانجام دی ہیں۔

شمعِ رسالت کے ان پروانوں نے آنحضرت ﷺ کی نجی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سیاسی معاملات تک کو محفوظ کیا اور اس راہ میں ایسی خدمات سرانجام دیں جن کی دنیا کے دیگر مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اس بارے میں علامہ ابن حزم رقمطراز ہیں:

”اقوام عالم میں سے کسی کو اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے اقوال صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے یہ شرف صرف ملتِ اسلامیہ کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے ایک ایک کلمہ کو صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کیا، آج روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریقہ پر پیش کر سکے۔ اس کے برعکس حاملین اسلام نے اپنے رسول ﷺ کی سیرت کا ایک ایک گوشہ پوری صحت و اتصال کے ساتھ محفوظ کیا ہے“ (2)

چنانچہ صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعین و تبع تابعین نے حفاظت حدیث اور اس کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی زندگیاں صرف

---

(1) النحل: ۱۶/۴۴

(2) ابن حزم، جوامع السیر ۃ، ص: ۷

رڈالیں اور اس کے لیے درج ذیل ذرائع کو استعمال کیا ہے:

۱۔ حفظ حدیث ۲۔ مذاکرہ حدیث

۳۔ کتابتِ حدیث ۴۔ تعامل

۱۔ حفظِ حدیث

ریث کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت کا یہ ایک بنیادی اور ابتدائی ذریعہ تھا۔ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطاء کیا ۔ جس کی بدولت وہ اشعار، خطبات اور ضرب الامثال وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں زبانی یاد کر لیتے تھے، انھیں صرف اپنے ہی نہیں، ۔ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے ازبر تھے ①۔ بعض اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یا دیکھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے۔

حضرت جعفرؓ بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں:

میں ایک مرتبہ عبید اللہؓ بن عدی بن خیار کے ساتھ حضرت وحشیؓ سے ملنے گیا۔ حضرت عبید اللہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں تو حضرت وحشیؓ نے کہا میں آپ کو پہچانتا تو نہیں البتہ مجھے اتنا یاد ہے کہ آج سے سالہا سال پہلے میں ایک دن عدی بن خیار نامی ایک شخص کے پاس گیا تھا۔ اس دن عدی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، میں اس بچہ کو چادر میں لپیٹ کر اس کی مرضعہ (رضاعی ماں) کے پاس لے گیا، بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا۔ صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے تمھارے پاؤں اس بچہ کے پاؤں کے ساتھ بہت مشابہ ہیں ②۔

اس ملکہ کی بدولت اہل عرب اس وقت کے متداول فنون کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ ذوالرمہ م ۱۷۷ھ) جو آخری مخضرم شاعر ہے، کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس بات کو چھپاتا رہا کہ وہ فن کتابت سے آشنا ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں لوگ اسے ناپسند نہ کرنے لگیں ③۔

چنانچہ کتابت کی طرف عدم رجحان اور حافظہ پر اعتماد کی بدولت اہل عرب حفظ پر زور دیتے تھے۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا اس وقت لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور بہت کم ایسے لوگ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔ ابنِ سعد نے صرف نو آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو اس وقت لکھنا پڑھنا جانتے تھے ④۔ جبکہ علامہ بلاذری نے سترہ آدمیوں کا ذکر کیا ہے ⑤۔ عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ میں احادیث یاد کرنے کا رواج عام تھا۔ اکثر صحابہ کرامؓ احادیث سن کر یاد کر لیتے تھے اور جنھیں احادیث یاد نہ رہتیں وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کرتے تو آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔ اس بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ صحیح بخاری میں منقول ہے ⑥۔

---

① الآلوسی، بلوغ الأرب، ص: ۳/۳۸
② مناظر گیلانی، تاریخ تدوین حدیث، ص: ۴۸
③ الاصفہانی، الأغانی، ص: ۱۶/۱۳۱
④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۲۲
⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۵۶
⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۹، ص: ۲۵

آنحضرت ﷺ بھی حفظ اور سمجھانے کی غرض سے ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے (۱)۔ آپ ﷺ وفد عبدالقیس کو تعلیم دینے کے بعد الوداع کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"احفظوه و أخبروه من وراءكم" (۲)

اسے یاد کرلو، اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی خبر دو۔

مزید برآں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"و ليبلغ الشاهد الغائب" (۳)

اور جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ باتیں) ان لوگوں تک پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے آپس میں باریاں مقرر کرلی تھیں (۴)۔

عہدِ رسالت میں صحابہ کرامؓ کا حدیث حفظ کرنے کی بہت سی روایات منقول ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"كنا قعوداً مع النبي ﷺ فعسى أن تكون ستين رجلا فيحدثنا الحديث ثم يريد الحاجة فنراجعه بيننا فنقوم كأنما زرع في قلوبنا" (۵)

ہم نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے اس مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد تقریباً ساٹھ ہوتی تو آپ ﷺ حدیث بیان کرتے اور پھر مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں ان احادیث کا دور کرتے اور جب ہم اٹھتے تو گویا کہ وہ احادیث ہمارے دلوں پر نقش ہوگئی ہوتیں۔

۲۔ ابن بریدہ بیان کرتے ہیں:

''معاویہؓ حمص کے بیت الخلاء سے نکلے اور اپنے غلام سے کہا کہ میرے کپڑے دو۔ کپڑے پہن کر حمص کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی نماز کے بعد دیکھا کہ چند لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا تم کس لیے یہاں بیٹھے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے نماز فرض ادا کرلی ہے۔ پھر ایک واعظ نے ہمیں وعظ کیا۔ اس کے بعد ہم سنتِ رسولؐ کو یاد کررہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، نبی ﷺ نے ان سے پوچھا، تمھیں

(۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا ليفهم عنه، حدیث نمبر ۹۴، ص: ۲۲

(۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحريض النبي ﷺ وفد عبدالقيس، حدیث نمبر ۸۷، ص: ۲۰

(۳) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳

(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب في العلم، حدیث نمبر ۲۰، ص: ۲۱

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۶/۸

کس چیز نے یہاں بٹھایا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم فرض نماز ادا کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو یاد کر رہے ہیں"①۔

۳۔ حضرت براءؓ بن عازب نے آنحضرت ﷺ سے دعا یاد کر کے آپ ﷺ کو سنائی تو آپ ﷺ نے ان کی اصلاح کی②۔

۴۔ حضرت ابو شریح عدویؓ نے آنحضرت ﷺ کا خطبہ زبانی یاد کیا اور عمروؓ بن سعید کو سنایا③۔ حضرات صحابہ کرامؓ احادیث محفوظ کرنے کے لیے حافظہ پر ہی اعتماد کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو نہ صرف زبانی نقل و روایت کی کھلی اجازت تھی، بلکہ آپ ﷺ نے زبانی روایت کرنے کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے۔

بہت ساری روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی احادیث کو زبانی یاد کرے اور پھر دوسروں تک ان کو پہنچائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"نضر اللّٰہ امرءاً سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلّغه"④

اللہ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور اسے یاد رکھا اور دوسروں تک اس کو پہنچا دیا۔

نیز آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"نضر اللّٰہ امرء سمع مقالتی فوعاها و حفظها و بلّغها"⑤

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔

اس دعا کے اولین مخاطب حضرات صحابہؓ تھے۔ جنھوں نے آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو یاد رکھتے ہوئے ان کی حفاظت فرمائی اور امت تک اس سرمایہ کو پوری صحت و اتقان کے ساتھ پہنچایا۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قید تحریر میں لانے کی نسبت اسے زبانی حفظ کرنے کو ترجیح دی۔

صحابہ کرامؓ کے بعد حضرات تابعین میں حفظ کی بے حد اہمیت رہی۔ ان کے ہاں حفظ کی قوت اور اس کی کمزوری خصوصی دلچسپی کا باعث رہی ہے۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں یہ جملہ ان کی زبان پر رہا: "العلم فی الصدور لا فی الکتب"⑥ (علم فی الحقیقت وہی ہے جو انسان کے سینہ میں محفوظ ہو نہ کہ کتب میں مرقوم ہو)۔

---

① الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، باب إن الله......الخ، ص: ۹۴/۱

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب فضل من مات علی الوضوء، حدیث نمبر ۲۴۷، ص: ۴۵

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ۲۳

④ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵

⑤ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الحدیث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر ۲۶۵۸، ص: ۶۰۳

⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۸/۱

نیز امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

كان هذا العلم شيئاً شريفا إذا كان من أفواه الرجال يتلاقونه و يذاكرون فلما صار في الكتب ذهب نوره وصار الىٰ غير أهله"[1]

اس علم (حدیث) کی بڑی قدر و منزلت تھی، جب اسے براہ راست اساتذہ سے حاصل کیا جاتا تھا پھر (پختگی کے لیے) اس کا اعادہ کیا جاتا تھا۔ جب سے علم قید تحریر میں آنے لگا اس کی رونق ماند پڑ گئی اور ایسے لوگ بھی اسے حاصل کرنے لگے جو اس کے اہل نہیں تھے۔

کتب رجال میں اُن رواۃ حدیث کا تذکرہ ملتا ہے جو اپنے عمدہ حافظہ کی وجہ سے مشہور و معروف تھے۔ ان میں سے عامر بن شراحیل (۱۰۹ھ)، امام زہری (۱۲۴ھ)، اعمش (م۱۴۸ھ)، سعید بن ابی عروبہ (۱۵۶ھ)، عبداللہ بن مبارک (۱۹۷ھ)، عبدالرحمٰن بن مہدی (۱۹۸ھ) قابل ذکر ہیں[2]۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان حضرات کو اپنے دعویٰ کی صحت کے لیے امتحان کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے مثلاً سعید بن مسیب (م۹۳ھ) نے قتادہ کا امتحان لیا[3]۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک (م۱۲۵ھ) نے امام زہریؒ کے حافظہ کا امتحان لیا[4]۔

غرضیکہ حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظت کے لیے صحابہؓ و تابعینؒ اور ان کے بعد کے ادوار میں حفظ پر اعتماد کیا جاتا رہا۔ کتابت اگرچہ علم کی حفاظت کا ایسا ذریعہ ہے جس نے انسانوں کو بہت سی کمزوریوں خصوصاً ضعف حافظہ کا علاج کر دیا ہے لیکن کتابت کے ارتقاء تک حفظ ہی مؤثر ذریعہ تھا۔

۲۔ مذاکرۂ حدیث

حفظ اگرچہ انسان کا انفرادی وصف ہے جس کا تعلق انسان کی صلاحیت سے ہے تاہم اس کا استحکام اجتماعی عمل سے ہی ممکن ہے۔ یہی اجتماعی عمل مذاکرہ ہے کیونکہ بار بار دہرانے سے نہ صرف حفظ کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس سے حافظہ کی کمزوری کا سد باب بھی کیا جا سکتا ہے۔

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۶۸

② الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۱۳۳ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۱/۴۱۰◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۶۶

③ الاصفہانی، حلیۃ الاولیاء، ص:۲/۳۳۳

④ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۶۴۰

احادیث کو دہرانے کی اس مشق کی اہمیت کا اندازہ ابوعبداللہ جعفر بن محمد کے اس قول سے ہوتا ہے:

"القلوب ترب والعلم غرسها و المذاکرة ماء ها فإذا انقطع عن الترب ماء ها جف غرسها" ①

دل مٹی کی مانند ہیں، علم اس کی کھیتی اور مذاکرہ اس کا پانی ہے۔ زمین کو اگر پانی نہ ملے تو اس پر سبزہ اور روئیدگی ختم ہو جاتی ہے۔

اور مذاکرہ حدیث کا یہ عمل عہدِ رسالت میں بھی موجود تھا۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں:

"کنا نکون عندالنبی ﷺ فنسمع منه الحدیث فإذا قمنا تذاکرناه فیما بیننا حتی نحفظه" ②

ہم نبی کریم ﷺ کے پاس ہوتے تو آپ ﷺ سے حدیث سنتے، جب اٹھتے تو ایک دوسرے سے دہراتے یہاں تک کہ وہ ہمیں یاد ہو جاتی تھی۔

نیز ابونضر کا قول ہے: ''اصحاب رسول ﷺ جب بھی جمع ہوتے احادیث کا اعادہ کرتے تھے'' ③۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

"إنی لأجزئ اللیل ثلاثة اجزاء فثلث أنام و ثلث أقوم و ثلث أتذکر أحادیث رسول الله ﷺ" ④

میں رات کے تین حصے کرتا ہوں: ایک میں سوتا ہوں اور ایک میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک میں احادیثِ رسول ﷺ یاد کرتا ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو آپس میں مذاکرہ کرتے ہوئے صبح ہو گئی ⑤۔

حضرت علیؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے:

"تذاکروا هذا الحدیث و تزاوروا فإنکم إن لم تفعلوا یدرس" ⑥

حدیث کو دہرایا کرو اور ایک دوسرے سے ملتے رہو، اگر ایسا نہ کرو گے تو علم ضائع ہو جائے گا۔

---

① الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲/ ۲۷۸
② الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱/ ۲۳۶
③ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱/ ۲۳۶
④ الخطیب، الفقیه والمتفقه، ص: ۲/ ۱۲۸
⑤ الخطیب، الفقیه والمتفقه، ص: ۲/ ۱۲۸
⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرة العلم، حدیث نمبر ۶۲۶، ص: ۱۵۸ ◎ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/ ۱۰۱

حضرت ابوسعید خدریؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے:

"تذاكروا الحديث فإن الحديث يهيج الحديث" (۱)

حدیث کا مذاکرہ کیا کرو کیونکہ مذاکرہ حدیث کے جوش مارنے کا سبب بنتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے:

"ردوا الحديث واستذكروه......" (۲)

حدیث کو دہراؤ اور اس کا مذاکرہ کیا کرو۔

نیز آپ کا قول ہے:

"إذا سمعتم منا حديثاً فتذاكروه بينكم" (۳)

جب تم ہم سے حدیث سنو تو آپس میں مذاکرہ کر لیا کرو۔

حضرات تابعین بھی اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کی تلقین کیا کرتے تھے۔ علقمہ (م۶۲ھ)، ابو العالیہ (م۹۰ھ)، اور عروہ بن زبیرؒ (م۹۳ھ) اپنے تلامذہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تذاكروا الحديث فان ذكره حياته" (۴)

حدیث کو دہرایا کرو کیونکہ اس میں اس کی بقا ہے۔

امام زہری فرماتے ہیں:

"آفة العلم النسيان و ترك المذاكرة" (۵)

علم کی مصیبت بھول جانا اور ترکِ مذاکرہ ہے۔

حضرات تابعین و تبع تابعین نہ صرف اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کا مشورہ دیتے تھے بلکہ خود بھی آپس میں مذاکرہ کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح (م۱۱۶ھ) فرماتے ہیں:

"كنا نأتي جابرؓ بن عبدالله فإذا خرجنا من عنده تذاكرنا فكان ابو الزبير أحفظنا لحديثه" (۶)

---

(۱) الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۵۹۷، ص: ۱/۱۵۵

(۲) الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۰۱، ص: ۱/۱۵۵

(۳) الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۰۷، ص: ۱/۱۵۶

(۴) الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۰۲، ۶۰۳، ص: ۱/۱۵۶ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۴۵

(۵) الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۲۱، ص: ۱۵۸ ◉ البیہقی، المدخل، ص: ۲۹۳

(۶) الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۱۵، ص: ۱۵۷

ہم جابرؓ بن عبداللہ سے احادیث سن کر آتے تو مل کر یاد کرتے اور ابوالزبیر (محمد بن مسلمہ) ہم سب سے زیادہ احادیث کو یاد رکھنے والے تھے۔

اسماعیل بن رجاء فرماتے ہیں:

"کنا نجمع الصبیان فنحد ثھم" ①

ہم بچوں کو جمع کر کے احادیث کا اعادہ کرتے تھے۔

سلیمان بن مہران کا بیان ہے:

"کان اسماعیل بن رجاء یجمع صبیان الکتاب یحدثھم یتحفظ بذاك" ②

اسماعیل بن رجاء مکتب کے بچوں کو جمع کر کے حفظ کے لیے انھیں حدیث سناتے۔

ابونضرہ کہتے ہیں:

"کنا عند عمرانؓ بن حصین نتذاکر العلم" ③

ہم عمرانؓ بن حصین کے پاس علم کا مذاکرہ کرتے تھے۔

اسماعیل بن ابی خالد بیان کرتے ہیں: "شعبی، ابوالضحیٰ، ابراہیم اور ہمارے اصحاب مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا اعادہ کرتے تھے" ④۔

امام زہریؒ کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب وہ اپنے استاد عروہ بن زبیرؓ اور دیگر شیوخ سے احادیث سن کر آتے تو اپنی باندی کو جگاتے اور اس کے سامنے احادیث کا اعادہ کرتے۔ باندی کہتی رہ جاتی کہ میرا اس سے کیا تعلق (یعنی عدمِ دلچسپی کا اظہار کرتی) لیکن امام زہریؒ جب تک اس مجلس میں سنی ہوئی تمام احادیث دہرا نہ لیتے خاموش نہیں ہوتے تھے ⑤۔

لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) بیان کرتے ہیں:

"تذاکر ابن شھاب لیلۃ بعد العشاء حدیثاً وھو جالس متوضأ قال فما زال ذلك مجلسه حتی أصبح" ⑥

ایک رات عشاء کے بعد ابن شہاب باوضو مجلس میں بیٹھے رہے اور صبح تک حدیث کے مذاکرہ میں مشغول رہے۔

---

① ابوخیثمہ، کتاب العلم، ص: ۱۲۶

② الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۰۵، ص: ۱۵۶

③ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص: ۲/۱۹۴

④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۴۴

⑤ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲/۲۶۸

⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۱۲، حدیث نمبر ۱۵۷

عبداللہ بن شداد نے ابن ابی لیلیٰ کے ساتھ احادیث کا مذاکرہ کیا تو عبداللہ کو کچھ ایسی احادیث بھی یاد آ گئیں جو انھیں بھولی ہوئی تھیں اور وہ خوش ہو کر بولے:

"یرحمك الله كم من حديث أحييته في صدري كان قد مات" ①

اللہ تمھیں (ابن ابی لیلیٰ) خوش رکھے، تم نے کئی ایسی احادیث مجھے یاد دلا دی ہیں جو مجھے بھولی ہوئی تھیں۔

امام علی بن مدینی کا قول ہے:

''چھ اشخاص یعنی ابن معین، ابن مہدی، وکیع بن جراح، ابن عیینہ، ابو داؤد، عبدالرزاق کو یہ مجالسِ مذاکرہ اس قدر عزیز تھیں کہ جب وہ اس میں مشغول ہو جاتے تو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے'' ②

نیز ان کا قول ہے:

''وکیع بن جراح اور عبدالرحمٰن بن مہدی مسجد حرام میں مذاکرۂ حدیث میں ایسے مشغول ہوئے کہ فجر کی اذان ہوگئی'' ③۔

حدیثِ نبوی کے یہ دلدادہ جب تک احادیث اچھی طرح از بر نہ کر لیتے، کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

معاذ بن معاذ (م۱۹۲ھ) کہتے ہیں کہ ہم ابن عون کے گھر آئے، تو شعبہ باہر آئے ہم نے ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انھوں نے یہ کہہ کر بات کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ ابن عون سے سنی ہوئی احادیث کو یاد کرنے میں مشغول ہیں ④۔

مذاکرۂ حدیث کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے مذاکرۂ حدیث پر زور دیا ہے اور ایسی مجالس کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی ہے جن میں احادیث کا اعادہ و مذاکرہ کیا جائے۔ کیونکہ اس عمل سے حافظہ قوی ہوتا ہے اور علم میں رسوخ پیدا ہوتا ہے۔

مذاکرۂ حدیث کی یہ مجالس ان کے ہاں حافظہ میں پختگی کے ساتھ ساتھ حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت کا قابلِ اعتماد ذریعہ بن گئیں۔

---

① الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرة العلم، حدیث نمبر ۶۱۰، ص: ۱۵۷

② الخطیب، الجامع الاخلاق الراوی، ص: ۲/۲۷۴

③ الخطیب، الجامع الاخلاق الراوی، ص: ۲/۲۷۴

④ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۲/۲۷۴

۳۔ کتابتِ حدیث

عرب قبل از اسلام کتابت جانتے تھے اور اہم تاریخی واقعات کو پتھروں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں، چمڑے کے ٹکڑوں، باریک چھلکوں وغیرہ پر لکھا کرتے تھے۔ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت کے آثار تیسری صدی عیسوی سے ملتے ہیں۔ اور یہ آثار جزیرہ عرب کے شمالی اطراف میں پائے جاتے ہیں ①۔

کتابت کے حوالہ سے مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رقمطراز ہیں:

''......عرب باشندوں کی اکثریت یقیناً لکھنے پڑھنے کے فن سے آشنا نہ تھی لیکن ہر شہر میں ایسے لوگ ضرور پائے جاتے تھے جو اس فن سے پوری طرح آشنا تھے، لکھنے پڑھنے کا کام انجام دیتے تھے اور اس طرح مجموعی طور پر عرب میں ایک اچھی خاصی تعداد لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی موجود تھی۔ نہ صرف مرد بلکہ بعض عورتیں بھی ایام جاہلیت میں ایسی پائی جاتی تھیں جو نوشت وخواند سے بخوبی واقف تھیں۔ شرفاء ہی نہیں بلکہ غلاموں میں بھی اس فن سے آشنا افراد موجود تھے۔ عیسائیوں کے گرجے عرب میں جہاں کہیں تھے ہر ایک میں مختلف مذہبی کتابوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے'' ②۔

عرب کے ممتاز شعراء نے اپنے منتخب قصائد لکھ کر بیت اللہ کے اندر آویزاں کر رکھے تھے ③۔

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے ④۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت کچھ لوگ پہلے ہی سے لکھنا جانتے تھے۔ تاہم آپ ﷺ نے قرأتِ قرآن اور فنِ کتابت کو عام کرنے کے لیے اصحاب صفّہ کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبادۃؓ بن صامت ⑤ کو ان کو قرآن پڑھانے اور لکھنا پڑھنا سکھانے کے لیے مامور فرمایا ⑥۔

---

① ناصر الدین، مصادر الشعر، ص:۴۴ ◉ محمد محترم، حفاظت وحجیت حدیث، ص: ۱۳۹

② محمد محترم، حفاظت وحجیت حدیث، ص: ۱۳۷

③ الزیات، تاریخ الادب العربی، ص:۲۱

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، حدیث نمبر۲، ص:۱

⑤ آپ انصاری صحابی ہیں، قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں، آپ کی کنیت ابو الولید ہے۔ پہلا وفد جو مدینہ سے مکہ آیا اس میں آپ شامل تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ غزوۂ بدر، بیعت رضوان اور خلافت صدیقی وفاروقی کی بعض جنگوں میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں فلسطین کے قاضی بھی رہے۔ آپ کا شمار فضلائے صحابہؓ میں سے ہوتا ہے۔ شام میں ۳۴ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۷/۳

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۱۵/۵

اس طرح آپ ﷺ نے عبداللہ بن سعید بن العاصؓ کو، جو فن کتابت کے ماہر سمجھے جاتے تھے، حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا سکھائیں (۱)۔

آپ ﷺ نے شفاء بنت عبداللہ (۲) کو حکم دیا کہ وہ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ کو لکھنا سکھائیں (۳)۔ اور جنگ بدر کے ان قیدیوں کے بارے میں، جو فدیہ دے کر رہائی حاصل نہ کر سکتے تھے، آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو قیدی دس مسلمان بچوں کو فنِ کتابت سکھا دے گا اس کو رہائی دے دی جائے گی (۴)۔

ان دلائل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت کو عام کرنے کے لیے کس قدر اہتمام کیا۔ آپ ﷺ کا کتابت کو فروغ دینے کا سبب یہ تھا کہ خود قرآن کریم نے لکھنے پڑھنے کی اہمیت بیان کی ہے۔ چنانچہ پہلی وحی میں لکھنے پڑھنے کی ترغیب دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إقراء باسم ربك الذى خلق ......﴾ (۵)

اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا ہے......

اور مالی لین دین کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يا أيها الذين أمنوا إذا تداينتم بدين إلىٰ أجل مسمّى فاكتبوه......﴾ (۶)

اے ایمان والو: جب تم کسی مدتِ معینہ کے لیے ایک دوسرے کو قرض دو تو اسے لکھ لیا کرو......۔

انھی قرآنی احکام اور آنحضرت ﷺ کے فن کتابت کے لیے خصوصی اہتمام کی بدولت صحابہ کرامؓ میں کتابت سے لگاؤ اور شغف پیدا ہو گیا۔

مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے پڑھنے لکھنے کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرما لیا اور ان کے لیے ایک دن مخصوص کر دیا (۷)۔ کتابت کی اس قدر اہمیت کے پیشِ نظر صحابہ کرامؓ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ کتابتِ حدیث کا بھی پورا پورا اہتمام کرتے تھے۔

---

(۱) ابن الأثیر، أسد الغابة، ص:۳/۱۷۵

(۲) آپ صحابیہ ہیں، قریش کے خاندان عدی سے تعلق تھا، ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں تو آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ آپ کے گھر تشریف لے جاتے تو آپ آنحضرت ﷺ کے لیے علیحدہ بچھونا بچھاتی، آپ جھاڑ پھونک اور لکھنے پڑھنے میں بہت ماہر تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں ان کے ساتھ خاص رعایتیں کیں، وفات کا سن معلوم نہیں۔ ابن حجر، الاصابة، ص:۸/۱۲۰ ◉ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص:۵/۴۸۶

(۳) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب الطب، باب ما جاء فى الرقى، حدیث نمبر ۳۸۸۷، ص:۵۵۲

(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۲۲ ◉ السہیلی، روض الأنف، ص:۲/۹۲

(۵) العلق:۹۶/۱ (۶) البقرہ:۲/۲۸۲

(۷) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء، يوما، حدیث نمبر ۱۰۱، ص:۲۳

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:

"كنا قعودا نكتب ما نسمع من النبی ﷺ" ①

ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے اور جو کچھ آپ ﷺ سے سنتے لکھتے جاتے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ نقل کرتے ہیں:

"بينما نحن حول رسول الله ﷺ نكتب" ②

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے لکھ رہے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو کتابتِ حدیث کی خصوصی اجازت آنحضرت ﷺ نے مرحمت فرمائی تھی۔ آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

((يا رسول الله ﷺ إني أريد أن أروى من حديثك فأردت أن أستعين بكتاب يدى مع قلبى إن رأيت ذلك فقال رسول الله ﷺ إن كان حديثى ثم استعن بيدك مع قلبك)) ③

یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ کی احادیث روایت کروں، میرا ارادہ ہے کہ دل کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لوں، اگر آپ یہ پسند فرمائیں تو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میری حدیث ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بھی مدد لو (یعنی لکھ لیا کرو)۔

اس اجازت کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کتابتِ حدیث میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنتے اسے قلمبند کر لیتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"كنت أكتب كل شيئ أسمعه من رسول الله ﷺ أريد حفظه" ④

میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا یاد کرنے کے لیے اسے لکھ لیتا تھا۔

کتابتِ حدیث کی اجازت صرف حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کو دربارِ رسالت سے اس کی اجازت ملی تھی۔

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۱۶۵

② ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۱۶۵

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۵، ص: ۱۳۶

④ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۴، ص: ۱۳۶

حضرت رافعؓ بن خدیج ① بیان کرتے ہیں:

"قلنا يا رسول الله ﷺ إنا نسمع منك أشياء أفنكتبها قال أكتبوا و لا حرج" ②

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں کیا انھیں لکھ لیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لکھ لیا کرو، کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک انصاری نے آنحضرت ﷺ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی اور آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((استعن بيمينك و أومأ بيده الخط)) ③

اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھا کرو) آپ ﷺ نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا:

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، تو ایک یمنی شخص ابوشاہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ مجھے لکھ دیجئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا: ((أكتبوا لأبي شاه)) ④ (یہ خطبہ) ابوشاہ کے لیے قلمبند کر دو)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قيدوا العلم بالكتاب)) ⑤

علم (حدیث) کو لکھ کر محفوظ کر لو۔

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قيدوا العلم ، قلت وما تقييده قال كتابته)) ⑥

علم کو قید کر لو، میں نے پوچھا اس کا قید کرنا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے لکھنا ہے۔

ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ ہیں بیان کیا جاتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حاضر تھی، اور میں بھی ان میں تھا، اور میں سب سے چھوٹا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔ جب مجلس برخاست ہوئی

---

① انصاری صحابی ہیں، قبیلہ اوس سے تعلق تھا، ابوعبداللہ کنیت تھی، ہجرت کے وقت اسلام قبول کیا، اس وقت آپ صغیر السن تھے۔ غزوہ بدر میں چودہ برس کے تھے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے آپ کو شرکت کی اجازت نہیں دی، چنانچہ اگلے سال انھیں اجازت دی۔ آپ غزوۂ خندق اور اکثر معرکوں میں شریک رہے۔ جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ۸۶ برس کی عمر میں ۷۴ھ کو وفات پائی۔ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۲/۳۵۴

② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۹

③ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء في الرخصة فيه، حدیث نمبر ۲۶۶۶، ص: ۶۰۵

④ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في الرخصة فيه، حدیث نمبر ۲۶۶۷، ص: ۶۰۵

⑤ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۸ ⊙ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۶

⑥ الحاکم، المستدرک، ص: ۱/۱۰۶ ⊙ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۸

تو میں نے صحابہؓ سے کہا کہ آپ نے حضور ﷺ کے ارشاد کو سنا۔ پھر آپ لوگ حدیث بیان کرنے کی جرأت کیسے کرتے ہیں صحابہ کرامؓ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اے بھتیجے! ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے''①۔

ابن سعدؒ کا بیان ہے:

''نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ نے بھی آپ ﷺ سے احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ ﷺ نے انھیں اجازت دی تھی''②۔

بارگاہِ نبوی سے کتابتِ حدیث کی خصوصی اجازت حاصل کرنے والوں میں ان متذکرہ بالا صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالکؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ، حضرت سعدؓ بن عبادہؓ، حضرت سمرۃؓ بن جندب اور حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ تمام وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے عہدِ رسالت میں اپنے اپنے مستقل صحیفے تیار کر لیے تھے③۔

ان شواہد سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت کو عام کرنے کے لیے کس قدر اہتمام فرمایا اور حضرت صحابہؓ نے حفظ اور مذاکرہ کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ کر لیا تھا۔

عہدِ رسالت کے بعد عہد صحابہؓ میں بھی کتابتِ حدیث کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت عمرؓ بن خطاب فرمایا کرتے تھے:

"قیدوا العلم بالکتابة" ④

علم کو لکھ کر محفوظ کر لیا کرو۔

حضرت علیؓ طلب علم اور کتابت علم کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا:

"من یشتری منی علماً بدرهم" ⑤ (کون ہے جو مجھ سے ایک درہم کے عوض علم خرید لے۔)

مطلب یہ کہ ایک درہم کا کاغذ خرید کر اس میں روایات لکھ لے۔ ایک دوسری روایت میں آپ سے منقول ہے:

"من یشتری صحیفة بدرهم یکتب فیها العلم" ⑥

ایک درہم کا صحیفہ کون خرید لے گا جس میں علم لکھا ہوا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے اپنے بھتیجے عروۃ بن زبیرؓ سے کہا:

''بیٹے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو۔ پھر دوبارہ اسی حدیث کو لکھتے ہو۔ عروہؓ نے جواب دیا

① الہیثمی، مجمع الزوائد، ص: ۱۸۲/۲
② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/ ۳۳۱
③ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۹۹
④ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۸ ◎ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/ ۷۲
⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۰
⑥ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱/ ۵۱

میں آپ سے حدیث سنتا ہوں پھر دوبارہ اسی حدیث کو دوسری سند سے سنتا ہوں، تو لکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تم کو دونوں روایات کے مفہوم میں فرق محسوس ہوتا ہے؟ عروہؓ نے جواب دیا: نہیں! حضرت عائشہؓ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں"①

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں فرائضِ صدقہ لکھ کر دیئے تھے اور یہ فرائضِ صدقہ آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے تھے②۔

حضرت انسؓ اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے:

"یا بني قیدوا العلم بالکتاب" ③

اے بیٹو! علم (حدیث) کو قلم بند کرلیا کرو۔

نیز حضرت انسؓ اپنے شاگردوں کو احادیث قلمبند کرواتے تھے لیکن جب ان کی تعداد بڑھ جاتی تو آپ اپنی کتب کا مجموعہ لاکر ان کے سامنے رکھ دیتے اور کہتے:

"ھذہ أحادیث سمعتھا و کتبتھا عن رسول اللہ وعرضتھا علیه" ④

یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھی تھیں اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کی تھیں۔

حضرت حسنؓ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تعلموا تعلموا فإنکم صغار قوم الیوم تکونون کبارھم غدا فمن لم یحفظ منکم فلیکتب" ⑤

تم پڑھو اور خوب پڑھو۔ آج تم قوم کے چھوٹے لوگوں میں سے ہو۔ کل قوم کے بڑوں میں شمار ہو گے، تم میں جو زبانی یاد نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ اپنے پاس لکھ لیا کرے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے:

"قیدوا ھذا العلم بالکتاب" ⑥

• علم کو قلم بند کرلیا کرو۔

صحابہ کرامؓ کے کتابت حدیث کی ترغیب دینے کی وجہ سے ان کے تلامذہ (یعنی تابعین) اور پھر ان کے تلامذہ (یعنی تبع تابعین) نے حدیث کے بہت سے مجموعے لکھ کر محفوظ کر لیے تھے۔

احادیث کی حفاظت کا یہ تیسرا اہم ذریعہ تھا۔

---

① الخطیب، الکفایۃ، ص: ۸۸ ② ابن حنبل، المسند، ص: ۲۳۷/۱

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۱، ص: ۱۳۷/۱ ⊙ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۶

④ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۹۵

⑤ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۹۵ ⊙ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۱۱، ص: ۱۴۰/۱

⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم: حدیث نمبر ۴۹۸، ص: ۱۳۸/۱

۴۔ تعامل

تعامل سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک ہر دور میں کسی کام کو ایسے بڑے گروہ نے کیا ہو جن کا عادتاً کسی جھوٹے یا غلط کام پر اکٹھا ہونا محال ہو۔ جیسے وضو میں مسواک کی مثال، یہ سنت ہے اور اسے سنت سمجھنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت ہے ①۔

تواتر عملی (یعنی تعامل) کے بارے میں مولانا عبدالغفار حسن رقمطراز ہیں:

''ایسے عملی مسائل پر مشتمل احادیث جو امت میں شروع سے اب تک بغیر کسی اختلاف کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہوتی رہی ہیں مثلاً اذان اور اقامت کے کلمات' صبح کی دو رکعتیں' مغرب کی تین رکعتیں اور عصر کی چار رکعتیں' رکوع و سجود کی تعداد اور اس قسم کے بیسیوں وہ امور ہیں جو حدیث کی مستند کتابوں میں درج ہیں اور ان کی تائید میں پوری امت کا تعامل بغیر کسی شائبہ اختلاف کے موجود ہے۔ سنت و حدیث کا یہ وہ سرمایہ ہے جس کا یقینی پہلو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی طرح محکم اور مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے کاتبوں اور حافظوں کی تعداد اگر ہر دور میں لاکھوں رہی ہوگی تو نمازیوں کی اور روزہ رکھنے والوں کی گنتی کروڑوں سے کم نہ ہو گی۔ تواتر اور راویوں کی ان گنت تعداد کے لحاظ سے حدیث کا یہ سرمایہ قرآن ہی کی طرح یقینی ہے۔ اس کا انکار خود قرآن کے انکار کے ہم معنی ہے''②۔

حفاظتِ حدیث اور اس کی ترویج کا چوتھا طریقہ جو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا وہ تعامل تھا۔ حضرات صحابہؓ نے احادیث کو صرف زبانی یا تحریری طور پر محفوظ کرنے کو کافی نہ سمجھا بلکہ انھوں نے ان پر مکمل عمل کر کے اسے یاد رکھا۔ صحابہ کرامؓ بعض اوقات اپنے تلامذہ تابعین کو کوئی کام کر کے دکھاتے اور فرماتے: ''هكذا رأيت رسول الله ﷺ يفعل ......'' ③ (میں رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی عبادات یعنی نماز و روزہ' زکوۃ و حج وغیرہ اور معاملات یعنی اٹھنے' بیٹھنے' چلنے' پھرنے' کھانے پینے' سونے جاگنے' پہننے اور طرز گفتگو اور خلق کی پوری پوری نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ ذریعہ نہایت ہی قابل اعتماد ہے۔ کیونکہ معلومات میں بھولنے اور لکھنے میں غلطی کا اندیشہ ہوتا ہے، مگر معمولات میں نہیں ہوتا۔ غرض کہ صحابہ کرامؓ کا طرز حیات بھی اشاعت حدیث کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ جو احادیث شریعت کی عملی مشق تھی، جس کے ذریعے آنے والی نسلوں میں سنتِ نبوی منتقل ہوئی، اور آج امت ان ہی اصولوں پر کار بند ہے جن پر آنحضرت ﷺ عمل پیرا تھے۔

---

① شبیر احمد عثمانیؒ، مقدمہ فتح الملہم، ص:۱۲ ② عبدالغفار حسن، حدیث ظنی کا مفہوم، ص:۱۱

③ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبی ﷺ حدیث نمبر ۱۱۵، ص:۲۷

نیز کتاب الصلوٰۃ، باب إذا کانوا ثلاثة کیف یقومون حدیث نمبر ۶۱۳، ص:۱۰۰۰

طلبِ حدیث کے لیے محدثین کا مختلف بلاد و امصار کا سفر

❁ رحلات علمیہ قبل از اسلام:

قبل از اسلام مختلف اغراض و مقاصد کے لیے دور دراز ممالک، علاقوں اور شہروں کا سفر کیا جاتا تھا۔ مثلاً طلب علم، علوم وفنون کا حصول، دین حنیف کی تلاش اور کفر وشرک اور بتوں کی عبادت سے راہ فرار اختیار کرنے کی غرض سے ①۔

اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ ہے جو دینِ حنیف کی تلاش میں شام کی طرف نکلے ②۔

❁ رحلات علمیہ عہد رسالت میں:

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صحابہ کرامؓ مختلف اغراض مثلاً دین و دنیا کے بارے میں شرعی احکام اور تعلیم حاصل کرنے، آپ کی وصیت، خطبہ یا حدیث کو یاد اور محفوظ کرنے اور بعض حوادث اور مشاکل وغیرہ کا حل کروانے کے لیے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اور شرفِ لقاء حاصل کرتے تھے۔ اور بعض اوقات قبائل اور وفود متذکرہ اغراض کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے ③۔

---

① امام بخاریؒ نے قول باری تعالیٰ ﴿هل أتبعك على أن تعلمني﴾ الکہف: ۶۶/۱۸ (حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ) کیا میں آپ کے ساتھ چلوں، تاکہ آپ مجھے تعلیم دیں) کی تفسیر میں ''باب ما ذكر في ذهاب موسىٰ (عليه السلام) في البحر إلى الخضر عليهما السلام ''ذکر کیا ہے جس کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر علم بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سفر کا سبب یہ تھا کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے وعظ ونصیحت کر رہے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اس دور کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو انھوں نے کہا میں، تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی انھیں خبر دی کہ دونوں سمندروں (بحر فارس اور بحر روم) کے ملنے کی جگہ پر میرا ایک بندہ رہتا ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اس بندے خضر علیہ السلام سے ملنے کا اشتیاق ہوا (اس سفر میں ان دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کے بعد جو کچھ ہوا قرآن کریم نے ان باتوں کو سورۃ الکہف، آیت نمبر ۶۰ تا ۸۲ میں تفصیلاً بیان کیا ہے)۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما ذكر في ذهاب موسىٰ في البحر، حدیث نمبر ۷۴، ص: ۱۷

② وہاں ان کی ملاقات ایک یہودی سے ہوئی اور اس سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہا شاید میں تمھارا دین اپنا لوں تو اس یہودی نے کہا تم اس وقت ہمارے دین میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم اللہ کا غضب اپنے حصہ کے مطابق حاصل نہ کر سکو تو زید کہنے لگے میں اللہ کے غضب سے بچنے کے لیے ہی بھاگا ہوں تو اس یہودی نے جواب دیا میرے علم کے مطابق یہ دین حنیف ہی ہوسکتا ہے۔ زید نے کہا دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا دین ابراہیم ہے جو یہودی اور عیسائی نہیں تھے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکلے اور ایک عیسائی عالم سے جا ملے، اس نے بھی اسی طرح کہا۔ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو، حدیث نمبر ۳۸۲۷، ص: ۶۴۲

③ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: ((نهينا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شيئ فكان يعجبنا أن يجئ الرجل من أهل البادية العاقل فيسأله و نحن نسمع))۔ ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روکا گیا تھا، ہم یہ پسند کرتے تھے کہ دیہات سے کوئی عقلمند شخص آئے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرے اور ہم سنیں۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً دور دراز علاقوں سے لوگ آتے اور سوال کرتے۔ المسلم، الصحیح، كتاب الإيمان، باب بيان الصلوٰت، حدیث نمبر ۱۰۲، ص: ۲۷

صحیح مسلم میں ہے: ((إن رجلا من الأعراب أتى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله أنشدك الله إلا قضيت لي بكتاب الله فقال الخصم الآخر وهو أفقه منه نعم فاقض بيننا بكتاب الله و ائذن لي فقال رسول الله ﷺ قل))

بقیہ اگلے صفحہ پر ......

(ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں، دوسرے شخص نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کہا جی ہاں ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور مجھے بات کرنے کی اجازت بھی دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بات کرو)...... المسلم، الصحیح، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنیٰ، حدیث نمبر ۴۴۳۵، ص: ۷۵۳

اسی طرح ایک اور اعرابی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر کہتا ہے:

((یا رسول الله إن امراتی ولدت غلاما أسود)) اے اللہ کے رسول ﷺ! میری عورت نے سیاہ لڑکا جنا ہے۔ المسلم، الصحیح، کتاب اللعان، حدیث نمبر ۳۷۶۸، ص: ۶۵۲

ایک اور شخص، جس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا، کے بارے میں حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

((بینما نحن جلوس مع النبیﷺ فی المسجد دخل رجل علیٰ جمل فأناخه فی المسجد ثم عقله ثم قال لهم أیکم محمد و النبیﷺ متکئ بین ظهرانیهم فقلنا هذا الرجل الأبیض المتکئ فقال له الرجل ابن عبد المطلب فقال له النبیﷺ قد أجبتك فقال الرجل للنبیﷺ إنی سائلك فمشدّد علیك فی المسألة فلا تجد علیّ فی نفسك فقال سل عما بدا لك ......))

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص اونٹ پر سوار ہوئے داخل ہوا، اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا اور اسے باندھ دیا پھر صحابہؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا تم میں سے محمد (ﷺ) کون ہیں؟ نبی ﷺ سامنے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، ہم نے کہا یہ سفید آدمی جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں، چنانچہ اس شخص نے کہا عبدالمطلب کے بیٹے؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا میں نے تمھیں جواب دے دیا ہے، اس شخص نے نبی ﷺ سے کہا میں آپ سے شدت سے سوال کرنے لگا ہوں اس لیے برا نہ منایئے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا تم سوال کرو.......... البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث، حدیث نمبر ۶۳، ص: ۱۵

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' میں ''باب الرحلة فی المسألة النازلة و تعلیم أهله'' کے نام سے باب قائم کیا ہے، اس کے تحت آپ عقبہ بن الحارث کی حدیث لائے ہیں۔

((أنه تزوج ابنة لأبی إهاب بن عزیز فأتته امرأة فقالت إنی قد أرضعت عقبة والتی تزوّج بها فقال لها عقبة ما أعلم أنك أرضعتنی ولا أخبرتنی فرکب إلی رسول اللهﷺ بالمدینة فسأله فقال رسول اللهﷺ کیف وقد قیل ففارقها عقبة ونکحت زوجا غیره۔))

انھوں نے ابو اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی۔ ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے اسے اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اسے کہا کہ مجھے علم نہیں کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے، اور نہ ہی تم نے مجھے خبر دی ہے۔ چنانچہ عقبہؓ سفر کر کے مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اب تم دونوں کیسے اکٹھے رہ سکتے ہو، حالانکہ تمھارے بارے میں یہ کہا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کروا دی، اور اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی کر لی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الرحلة فی المسألة النازلة، حدیث نمبر ۸۸، ص: ۲۰، امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں ''تناوب فی العلم'' کے عنوان سے باب قائم کیا ہے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کی حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ((کنت أنا و جار لی من الأنصار فی بنی امیة بن زید وهی من عوالی المدینة و کنا نتناوب النزول علی رسول اللهﷺ ینزل یوماً و أنزل یوما فإذا نزلت جئته بخبر ذلك الیوم من الوحی وغیره وإذا نزل فعل مثل ذلك ...))

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں امیہ بن زید والوں کی بستی میں رہتے تھے جو مدینہ کے عوالی کی بستیوں میں سے ہے، ہم دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے ایک دن میں حاضری دیتا جس دن میں حاضر ہوتا اس دن کے حالات اور خبریں وحی وغیرہ کی ان کو سناتا اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص: ۲۰-۲۱

اسی طرح اہل نجد میں سے ایک شخص نے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام کے بارے میں سوال کیے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإیمان، باب الزکاة من الاسلام، حدیث نمبر ۴۶، ص: ۱۱

انفرادی اشخاص کے علاوہ وفد کی صورت میں بھی بہت سے لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور دینی احکام و مسائل دریافت کیے۔ ان وفود میں وفد عبدالقیس تھا جو آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے:

((یا رسول اللهﷺ إنا لا نستطیع أن نأتیك إلا فی شهر الحرام و بیننا و بینك هذا الحیّ من کفار مضر فمرنا بأمر فصل نخبر به من وراء نا وندخل به الجنة......))

رحلات علمیہ عہدِ بنوامیہ میں:

عہدِ رسالت کے بعد اسلامی فتوحات کی وجہ سے صحابہ کرامؓ مختلف علاقوں اور شہروں میں پھیل چکے تھے۔ اور اس طرح حدیث رسولؐ کا علم بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

چنانچہ اس دور میں اگر کسی صحابی نے کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں سنی تو وہ دور دراز کا سفر کر کے دوسرے صحابی کے پاس پہنچتا اور حدیث کی سماعت کر لیتا تھا۔ یا پھر اگر کتاب اللہ یا کسی حدیث میں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو تب بھی وہ اس کے حل کے لیے سفر کی مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں:

"لو أعيتني آية من كتاب الله فلم أجد أحداً يفتحها عليّ إلا رجل ببرك الغماد لرحلت إليه" ①

اگر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سمجھنا میرے لیے مشکل ہوتا اور مجھے اس کا حل نکالنے کے لیے اگر کوئی شخص برک الغماد میں ملتا تو میں یقیناً اس کی طرف وہاں جاتا۔

اور جب سے فتنہ کا آغاز ہوا اور اس کے نتیجہ میں امت میں گروہ بندی کا سلسلہ شروع ہوا تو فرقِ باطلہ نے نہ صرف احادیث وضع کیں بلکہ انھیں بکثرت بیان کرنے لگے۔ چنانچہ علمائے امت نے صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنے کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کیا حتیٰ کہ انھوں نے ایک ایک حرف کی درستگی کے لیے سفر کی صعوبات برداشت کیں اور صرف حدیث سننے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی توثیق کرنے کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور صحابہ کرامؓ سے براہ راست احادیث سنیں۔

ابو العالیہ کا قول ہے:

"كنا نسمع الرواية عن أصحاب رسول الله ﷺ بالبصرة فلم نرض حتى ركبنا إلىٰ المدينة فسمعناها من أفواههم" ②

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ....

(اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے پاس صرف شہر حرام میں ہی آسکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر ہے، ہمیں مکمل حکم کے بارے میں بتائیں تاکہ ہم اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو اس کی خبر دیں اور اس وجہ سے ہم جنت میں داخل ہوسکیں)۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإیمان، باب أداء الخمس من الایمان، حدیث نمبر ۵۳، ص: ۱۲

حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی ہے جو مجوسیت کو چھوڑ کر دینِ حق کی طلب میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مختلف رہبان (Priests) سے پوچھتے ہوئے بالآخر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۴۱/۵ ◉ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ص: ۲۱۴/۱

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ملنے اور مسائل اخذ کرنے کے لیے سفر کیے لیکن انھیں شرف لقاء نہ ہوسکا۔ اور آپ ﷺ تک پہنچ ہی نہیں سکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ ان لوگوں میں زید بن وہب الجہنی ہیں۔ ان کا بیان ہے: "خرجت و أنا أريد رسول الله ﷺ فبلغتني و فاته في الطريق" میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی غرض سے نکلا لیکن مجھے راستہ میں ان کی وفات کی خبر پہنچی۔ ابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ص: ۵۴۴/۲

اسی طرح ابو عبداللہ الصنابحی رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کی غرض سے نکلے جب مدینہ پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں، چنانچہ انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۵/۳

① الخطیب، الرحلۃ فی طلب حدیث، ص: ۱۹۵

② الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۴۰۳

ہم بصرہ میں ایک روایت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے سنتے تھے مگر ہم صرف اسی پر راضی نہیں ہوتے تھے جب تک کہ سوار ہو کر مدینہ پہنچ کر خود ان صحابہؓ سے زبانی اس روایت کو سن نہ لیتے۔

اس دور کے حوالے سے حضرات صحابہؓ، تابعین، اور تبع تابعین کے علمی اسفار کی بے شمار روایات مصادر سے ملتی ہیں۔

☆ حضرت جابرؓ بن عبداللہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے، انھیں معلوم ہوا کہ شام میں عبداللہؓ بن اُنیس کے پاس رسول اللہ ﷺ سے مروی ایک حدیث ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوا کس کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک ماہ کی طویل مسافت کے بعد آپ شام پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں:

((بلغني حديث عن رجل من أصحاب النبي ﷺ فابتعت بعيرا فشددت عليه رحلي ثم سرت إليه شهراً حتى قدمت الشام فإذا عبداللهؓ بن أنيس الأنصاري فأتيت منزله وأرسلت إليه أن جابراً على الباب فرجع إليّ الرسول فقال جابرؓ بن عبدالله فقلت نعم فخرج إليّ فاعتنقته و اعتنقني قال قلت حديث بلغني عنك سمعته من رسول الله ﷺ في المظالم لم أسمعه أنا منه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ......))①

نبی ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک شخص کے واسطے سے مجھے ایک حدیث پہنچی، چنانچہ میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوہ کس کر ایک ماہ تک سفر کرتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچا اور عبداللہؓ بن انیس کے گھر آیا اور ایک شخص کو ان کی طرف بھیجا کہ جابرؓ دروازے پر کھڑا ہے۔ چنانچہ وہ قاصد واپس آ کر پوچھتا ہے کہ آپ جابرؓ بن عبداللہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر عبداللہؓ بن انیس باہر نکلے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ مجھے آپ کے واسطے سے ایک حدیث پہنچی ہے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مظالم (انسانی حقوق) کے بارے میں سنی تھی اور میں اسے نہیں سن سکا۔ عبداللہؓ بن انیس نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے ....

☆ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو ایک حدیث میں کچھ شک پیدا ہوا، اس شک کو دور کرنے کی غرض سے آپ نے مدینہ سے مصر تک کا سفر کیا اور حضرت عقبہؓ بن عامر کے پاس تشریف لا کر فرماتے ہیں:

((حديث سمعته من رسول الله ﷺ في ستر المسلم لم يبق أحد سمعه غيري و غيرك قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من ستر مؤمنا علىٰ خزية ستر الله عليه يوم القيامة ......))②

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم تعلیقا ص:۱۸ ☸ ابن حنبل، المسند، ۴/۵۵۱ ☸ البخاری، الأدب المفرد، ص:۱۵۸۱ ☸ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص:۱۲۴

② ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ ص۱۲۳ ☸ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۵۶ ☸ الحمیدی، المسند، حدیث نمبر:۳۸۴، ص:۱/۸۹ ☸ الخطیب، الاسماء المبہمۃ، ص:۲۳۳

مسلمانوں کی عیب پوشی کے متعلق میں نے ایک حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، اب اس حدیث کے سننے والوں میں میرے اور تمھارے سوا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ حضرت عقبہؓ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی مؤمن کی رسوائی پر چشم پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب سے چشم پوشی کرے گا۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حدیث سنتے ہی اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے (مصر میں) اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا تھا۔

☆ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ ایک حدیث کی سماعت کے لیے مصر گئے ①۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے حدیث کے ایک حرف کی تصحیح کے لیے سفر کیا②۔

سنن الدارمی میں ایک صحابیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایک حدیث کی سماعت کے لیے فضالہ بن عبداللہ کے پاس مصر گئے۔ تو انھوں نے خوش آمدید کہا۔ اس صحابی نے کہا، کہ میں تمھاری ملاقات کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میں نے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔ مجھے امید ہے کہ اس بارے میں تمھیں علم ہو گا③۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ''اگر مجھے کسی صحابیؓ کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اسے نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث یاد ہے۔ اب اگر میں چاہتا تو انھیں پیغام بھجوا کر بلا لیتا اور وہ مجھے آ کر حدیث سناتا۔ مگر میں خود ان کی طرف جاتا اور ان کے دروازے پر سو جاتا۔ حتیٰ کہ وہ گھر سے باہر آ کر مجھے حدیث سناتے''④۔

✿ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے سفر

☆ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں:

"إن كنت لأسير الليالي والأيام في طلب الحديث الواحد" ⑤

میں ایک حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں مسلسل چلتا رہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول یوں منقول ہے:

"إن كنت لأسير ثلاثا في الحديث الواحد" ⑥

میں ایک حدیث کی خاطر تین دن تک سفر کرتا تھا۔

---

① الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱/ ۱۸ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۵۷

◉ لیکن راجح یہ ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے شام کی طرف سفر کیا جس طرح سابقہ روایت میں مذکور ہے۔

② الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۵۷

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب الرحلۃ، حدیث نمبر ۵۷۱، ص: ۱/ ۱۳۸ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب العلم، ص: ۱۵۲،۵۷

④ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۲

⑤ الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ۴۰۲ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳

⑥ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ۲۸

☆ علی بن صالحؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں امام شعبیؒ نے ہمیں ایک حدیث ① سنائی پھر مجھے کہا:

"خذها بغير شيئ فلقد كان الرجل يرحل فى أدنى منها إلىٰ المدينة" ②

''اس حدیث کو مفت لے لو، کبھی زمانہ تھا جب ایک شخص صرف ایک حدیث کی خاطر مدینہ کی طرف کوچ کیا کرتا تھا۔''

☆ حسن بصریؒ نے ایک مسئلہ کو جاننے کے لیے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"رحلت إلىٰ كعبؓ بن عجرة من البصرة إلىٰ الكوفة فقلت ما كان فداؤك حين إصابك الأذى قال شاة" ③

میں نے کعبؓ بن عجرة کی ملاقات کے لیے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا۔ میں نے (عجرۃ) سے پوچھا بیماری کے موقع پر تم نے کس چیز کا فدیہ دیا تو انھوں نے کہا ایک بکری۔

☆ ابو قلابہؒ کا قول ہے:

"أقمت فى المدينة ثلاثا مالى بها حاجة إلا قدم قدوم رجل بلغنى عنه حديث فبلغنى أنه يقدم فأقمت حتى قدم فحدثنى به" ④

میں نے مدینہ منورہ میں تین دن تک اس لیے قیام کیا کہ مجھے ایک شخص یہاں آنے کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث روایت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص آیا، آپ نے اس سے حدیث کے بارے میں پوچھا۔

☆ امام مکحولؒ کا قول ہے:

"أعتقت بمصر فلم أدع بها علما إلا حويته فيما أرى ثم أتيت العراق فلم أدع بها علماً إلا حويت عليه فيما أرى ثم أتيت المدينة فكذلك ثم أتيت الشام فغربلتها" ⑤

مجھے مصر میں غلامی سے نجات ملی، اپنے خیال کے مطابق میں نے جلد ہی وہاں کا سارا علم سیکھ لیا۔ پھر عراق اور اس کے بعد مدینہ منورہ آیا تو اپنے خیال کے مطابق ان دونوں جگہوں کا پورا پورا علم بھی حاصل کر لیا پھر میں شام آیا تو یہاں کا چپہ چپہ چھان مارا۔

☆ عبیداللہ بن عدی بن خیار بیان کرتے ہیں:

"بلغنى حديث عن علىؓ خفت إن مات ألا أجده عند غيره فرحلت حتى قدمت العراق فسألته عن الحديث فحدثنى" ⑥

مجھے ایک حدیث حضرت علیؓ کے واسطے سے پہنچی، چنانچہ اس خوف سے کہ آپ کی وفات کے بعد میں اس حدیث کو کسی دوسرے شخص کے

---

① حدیث یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی ملکیت کوئی لونڈی ہو اور وہ اچھی طرح سے اسے تعلیم و تربیت دے کر آزاد کر دے اور پھر اس سے نکاح کر لے تو اسے دو اجر ملیں گے اور جو غلام اپنے آقا اور اپنے رب دونوں کے حقوق سے عہدہ برآء ہو اسے دو اجر ملیں گے''۔

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تعليم الرجل أمة و أهله، حدیث نمبر ۹۷، ص: ۲۲

◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳

③ الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۴۰۲

④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۸

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸

⑥ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۱

پاس نہ پا سکوں، میں نے سفر کیا حتیٰ کہ میں عراق آیا اور آپ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے مجھے حدیث بیان کی۔

☆ ابو عثمان فرماتے ہیں:

"بلغني عن ابي هريرةؓ حديث .... فحججت ذلك العام و لم أكن أريد الحج إلا للقائه في هذا الحديث فأتيت أبا هريرةؓ فقلت يا أبا هريرةؓ بلغني عنك حديث فحججت العام و لم أكن أريد الحج إلا لألقاك.............." (1)

مجھے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث پہنچی، چنانچہ میں نے اس سال حج کیا۔ حالانکہ میرا ارادہ حج کرنے کا نہیں تھا، صرف ان سے ملاقات کرنا تھی، تاکہ میں اس حدیث کے بارے میں پوچھ سکوں، چنانچہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آیا، میں نے کہا مجھے آپ سے مروی ایک حدیث ملی ہے۔ اس لیے میں نے اس سال حج کیا، حالانکہ ماسوائے آپ کی ملاقات کے میرا حج کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

☆ عبداللہ بن الدیلمی ارض فلسطین میں تھے۔ انھیں علم ہوا کہ حضرت عمروؓ بن العاص کے پاس ایک حدیث ہے، چنانچہ اس حدیث کے بارے میں پوچھنے کے لیے انھوں نے فلسطین سے طائف تک سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"بلغني حديث عن عبدالله بن عمروؓ بن العاص فركبت إليه إلىٰ الطائف أسأله عنه" (2)

مجھے حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے مروی ایک حدیث پہنچی چنانچہ اس بارے میں ان سے پوچھنے کے لیے میں نے ان کے پاس طائف کا سفر کیا۔

☆ سعید بن جبیرؒ کا قول ہے:

"آية اختلف فيها أهل الكوفة فرحلت فيها إلىٰ ابن عباسؓ فسألته عنها فقال نزلت هذه الاية ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم﴾ (3) في آخر ما نزل ما نسخها شيئ" (4)

اہل کوفہ نے آیت کریمہ ﴿ومن يقتل مؤمنا......﴾ کے بارے میں اختلاف کیا۔ چنانچہ میں رخت سفر باندھ کر حضرت ابن عباسؓ کے پاس پہنچا۔ اور اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ آیت ﴿ومن يقتل مؤمنا........﴾ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کو کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔

☆ ابو معشر کوفی کو علم ہوا کہ ابان بن ابی عیاش کے پاس ایک حدیث ہے۔ چنانچہ وہ حدیث کی سماعت کے لیے کوفہ سے بصرہ آئے اور ابان بن ابی عیاش سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

"خرجت من الكوفة إليك إلىٰ البصرة في حديث بلغني عنك قال فحدثته به" (5)

---

(1) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۲ (2) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۵

(3) النساء: ۴/۹۳

(4) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب التفسير، باب، حدیث نمبر ۴۵۹۰، ص: ۷۸۴
المسلم، الصحیح، كتاب التفسر، باب في تفسير آيات متفرقة، حدیث نمبر ۷۵۴۱، ص: ۱۳۰۷ (5) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۹

(5) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۴۸

مجھے خبر پہنچی ہے کہ تمھارے پاس ایک حدیث ہے۔ اس حدیث کو لینے کے لیے میں کوفہ سے تمھارے پاس بصرہ آیا ہوں، ابان کہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کو یہ حدیث بیان کر دی۔

☆ بسر بن عبداللہ الحضرمی فرماتے ہیں:

"إن كنت لأركب إلىٰ المصر من الأمصار فى الحديث الواحد لأسمعه" ①

میں صرف ایک حدیث کی سماعت کے لیے دور دراز کے شہروں کا سفر کرتا اور جا کر وہ حدیث سنتا۔

☆ عامر بن شراحیل شعبی نے مکہ مکرمہ کی طرف صرف تین احادیث کی خاطر اس امید سے سفر کیا کہ وہاں پر کسی صحابی سے ملاقات ہو جائے گی اور ان سے ان (احادیث) کے بارے میں سوال کر سکوں گا②۔

نیز آپ کا قول ہے:

"لو أن رجلا سافرٌ من أقصى الشام إلىٰ أقصى اليمن ليسمع كلمة حكمة ما رأيت أن سفره ضاع" ③

اگر کسی شخص نے شام کے اطراف سے یمن کے کنارے تک صرف ایک حکمت (حدیث) کا کلمہ سننے کے لیے سفر کیا میرا نہیں خیال کہ اس کا سفر ضائع ہو گیا۔

☆ یہ بھی مروی ہے کہ مسروق نے ایک حرف (کی اصلاح) کے لیے سفر کیا④۔

مسروق بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے۔ اس لیے امام شعبی کا بیان ہے:

"ما علمت أن أحداً من الناس كان أطلب لعلم فى أفق من الأفاق من مسروق" ⑤

میں مسروق سے زیادہ دنیا بھر میں گھوم پھر کر علم حاصل کرنے والا کسی کو نہیں جانتا ہوں۔

☆ کثیر بن قیس کا بیان ہے:

"كنت جالساً عند ابى الدرداءؓ فى مسجد دمشق فأتاه رجل فقال يا أبا الدرداءؓ أتيتك من المدينة مدينة رسول الله ﷺ لحديث بلغنى أنك تحدث به عن النبى ﷺ ...." ⑥

میں حضرت ابو درداءؓ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابو درداءؓ! میں مدینۂ رسول ﷺ سے ایک حدیث کی غرض سے آیا ہوں۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث کو نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

☆ شعبہ بن حجاج بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے ایک حدیث سنی جسے وہ عبداللہ بن عطاء سے روایت کرتے ہیں اور وہ

---

① الدارمی، سنن الدارمی، باب الرحلۃ، حدیث نمبر ۵۶۳، ص: ۱/ ۱۳۹ ● الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۹۳
خطیب نے 'بسر' کی بجائے 'بشر' کا نام لیا ہے۔ جو بسر کی تصحیح ہے۔ اصل میں 'بسر' ہی نام ہے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۴۳۸
● ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳

② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱/ ۱۱۳ ③ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱/ ۱۱۳

④ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱/ ۱۱۳ ⑤ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱/ ۱۱۳ ● الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۹

⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ۱/ ۱۲ ● ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء، حدیث نمبر ۲۲۳، ص: ۳۴

عقبہؓ بن عامر سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ: ''جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، جنت کے جس دروازے سے چاہے، وہ داخل ہو جائے''۔ شعبہ نے ابو اسحاق سے دریافت کیا کہ آپ نے عبداللہ بن عطاء سے سنا ہے جو کہ عقبہؓ بن عامر سے حدیث بیان کرتے ہیں تو ابو اسحاق نے جواب دیا میں نے عبداللہ بن عطاء سے سنا ہے۔ شعبہ نے کہا کیا عبداللہ نے عقبہؓ بن عامر سے سنا ہے؟ ابو اسحاق نے کہا خاموش رہیے۔ شعبہ نے کہا میں خاموش نہیں رہوں گا۔ اس وقت مسعر بن کدام مجلس میں موجود تھے۔ شعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اے شعبہ! عبداللہ بن عطاء مکہ میں زندہ ہیں۔ چنانچہ شعبہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور عبداللہ بن عطاء سے ملاقات کر کے پوچھا کہ اسے وضوء کے بارے میں حدیث کس نے روایت کی ہے؟ عبداللہ بن عطاء نے کہا عقبہ بن عامر نے۔ شعبہ نے عبداللہ بن عطاء سے قسم اٹھوائی کہ کیا تم نے ان سے سنا ہے؟ عبداللہ بن عطاء نے جواب دیا جی نہیں، مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے۔ شعبہؒ سعد بن ابراہیم سے ملاقات کرنے کے لیے مدینہ چلے گئے اور وہاں جا کر ان سے پوچھا تو سعد نے جواب دیا یہ حدیث تمھارے علاقے سے نکلی ہے۔ مجھے یہ حدیث زیاد بن مخراق نے بیان کی ہے۔ شعبہ بصرہ کی طرف چل پڑے اور وہاں زیاد بن مخراق سے ملاقات کی جس کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا اور کپڑے بوسیدہ اور بال گھنے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا مجھے شہر بن حوشب نے ابو ریحانہ سے بیان کیا ہے۔ شعبہ نے کہا، یہ حدیث پہلے چڑھی اور نیچے اتری، انھوں نے اسے گرا کر رکھ دیا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے (۱)۔

☆ ہشیم بن بشیر کا قول ہے:

"کنت أکون بأحد المصرین فیبلغنی أن بالمصر الآخر حدیثا فأرحل فیه حتی أسمعه وأرجع" (۲)

میں دو شہروں (کوفہ و بصرہ) میں سے کسی ایک میں ہوتا ہوں۔ اور مجھے یہ خبر پہنچتی ہے کہ دوسرے شہر میں (کسی شخص کے پاس) حدیث ہے چنانچہ میں اس شہر کی طرف سفر کرتا ہوں اور وہ حدیث سن کر واپس لوٹ آتا ہوں۔

☆ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ابن المبارک نے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے مرو کا سفر کیا۔ ان کا قول ہے:

"ما وضعت رحلی من مرو إلا لهذا الحدیث" (۳)

میں نے مرو (شہر کا نام) سے اس حدیث کے لیے سفر شروع کیا تھا۔

☆ مزید برآں ابن شہاب زہری نے شام کی طرف سفر کیا اور وہاں عطاء بن یزید، ابن محیریز، ابن حیوۃ وغیرہ سے ملاقات کی (۴)۔

☆ یحییٰ بن ابی کثیر نے صحابہؓ کی اولاد سے ملنے کے لیے مدینہ کا سفر کیا۔ اور محمد بن سیرین نے عبیدۃ، علقمہ اور ابن ابی لیلیٰ سے ملاقات کے لیے کوفہ کا سفر کیا۔ اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر کی ملاقات کرنے کے لیے یمامہ کا سفر کیا۔ اسی طرح سفیان الثوری نے یمن کا سفر کیا (۵)۔

---

(۱) ابن حبان، معرفۃ المجروحین من المحدثین، ص: ۱/۹۷ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۶۴

(۲) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۵۵

(۳) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۵۵

(۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۱

(۵) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۱

علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں خلفاء بنواُمیہ کا کردار

عہد بنوامیہ کے نوے سالہ (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) دور خلافت میں صحابہؓ و تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے علم حدیث میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔ انھوں نے مختلف ذرائع سے حدیث کی ترویج و اشاعت کی' احادیث نبویہ کو زبانی اور لکھ کر محفوظ کیا، اس کے لیے علمی مجالس منعقد کیں اور مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا، اس راہ میں مالی و بدنی ہر قسم کی قربانی دی، تاہم اس حوالے سے خلفاء بنوامیہ کا کردار کسی خاص منظم و باقاعدہ طریقہ سے نہیں ہے۔ البتہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز اس عہد کے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے علم حدیث کی سرکاری سطح پر تدوین کروائی اور پھر ان کے بعد علم حدیث کی نشر و اشاعت میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا اور بہت سارے ذخیرہ ہائے احادیث تحریری صورت میں مدون ہو گئے تھے ①۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد سے قبل بھی خلفاء بنوامیہ نے اپنے اپنے عہد میں علم حدیث کی اشاعت اور ترویج کے لیے کیا کوششیں کیں؟ ان کا ایک طائرانہ جائزہ لینا یہاں مقصود ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سارے عہد میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے انفرادی طور پر کام ہوتا رہا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ خلفاء دیگر حکومتی اقدامات و اصلاحات کی طرح دینی علوم و فنون کی سرپرستی فرماتے تھے' حلقۂ درس و تدریس منعقد ہوتے رہتے جس میں دور دراز سے علم کی پیاس بجھانے کے لیے طلاب علم شریک ہوتے تھے' لیکن یہاں صرف ان امور و خدمات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو علم حدیث کے لیے مدد و معاون تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خلفاء بنوامیہ نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں، مصادر سے ان خلفاء کی اس بارے میں چند ایک مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ اس عہد کے اولین بانی تھے۔ آپ کو کاتب وحی ہونے کا شرف حاصل تھا جس سے ان کی علم دوستی اور اس سے لگاؤ کا پہلو واضح ہوتا ہے۔

امام سیوطی نے نقل کیا ہے: ''معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ سے ایک سو تریسٹھ احادیث روایت کی ہیں'' ②

آپ وقتاً فوقتاً اپنے امراء کے نام احادیث کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرنے کا حکم جاری کرتے تھے اور بعض اوقات مختلف صحابہ کرامؓ سے خاص مسائل و احکام کے بارے میں احادیث لکھ کر ارسال کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی طرف لکھا:

"أن اكتب إلى بشيئ سمعته من النبي ﷺ فكتب إليه......" ③

نبی ﷺ کی جو احادیث آپ نے سنی ہیں ان میں سے کچھ مجھے لکھ بھیجو چنانچہ انھوں (مغیرہؓ) نے آپ کی طرف احادیث لکھیں۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے آزاد کردہ غلام ورّاد جو آپ کے کاتب بھی تھے بیان کرتے ہیں کہ جب میں حضرت معاویہؓ کی ملاقات کے لیے ان کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ جو مرویات مغیرہؓ بن شعبہ نے ارسال کی ہیں ان کی پیروی کی جائے ④۔

---

① تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱۰ ② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۹۳

③ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الزكاة، باب قول الله عزو جل ﴿لا يسئلون الناس إلحافا﴾ حدیث نمبر ۱۴۷۷، ص: ۲۴۰

④ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث: ۱۵

امام شعبہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپؓ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ان میں سے بعض (احادیث) مجھے لکھ بھیجو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے آپ کو احادیث لکھ بھیجیں ①۔

اس طرح حضرت معاویہؓ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ نے مناقبِ عثمانؓ پر احادیث لکھ کر ارسال کیں ②۔

مروان نے حضرت اسیدؓ بن حضیر جو یمامہ کے گورنر تھے ان کی طرف خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ حضرت معاویہؓ نے حکم بھیجا ہے کہ جس شخص کی کوئی چیز چوری ہوگئی ہو اور جب وہ چوری پکڑی لی جائے تو اس کی قیمت کا وہ حقدار ہوگا...... ③

خلیفۂ وقت حضرت امیر معاویہؓ کے حکومتی سطح پر احادیث کے مطابق فیصلے کروانے اور اس پر عمل کرنے کے احکامات اور بعض مسائل کے بارے میں احادیث طلب کرنے کے اقدامات نے علم حدیث کی نشر و اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ مزید برآں حضرت معاویہؓ کی نگرانی میں حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کی مساعیٔ جمیلہ سے علمِ حدیث کے احیاء و بقاء کا بہت بڑا کام مکمل ہوا ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ دوسرے صحابی تھے، جنھوں نے سیاسی امور میں دلچسپی لی جن کی عمر کا بیشتر وقت اسی میں صرف ہوا۔ البتہ عبدالملک بن مروان کے دور میں جب سیاسی استقرار ہوا تو انھوں نے عربی کو بطور دفتری زبان قرار دیا اور عربی رسم الخط کی اصلاح کی، عربی زبان کی اس خدمت کی وجہ سے مقامی لوگوں نے عربی زبان سیکھی جس کا اثر یہ ہوا کہ شمالی افریقہ کے لوگوں کی بھی زبان عربی ہوگئی، فارسی زبان کی ترقی وقتی طور پر رک گئی اور یوں عجمی، عربی دان بن گئے۔ دوسرے اسلامی علوم کے ساتھ علمِ حدیث کی بھی خوب نشر و اشاعت ہوئی ④۔ علاوہ ازیں عبدالملک کا شمار فقہاء مدینہ میں سے ہوتا تھا ⑤۔ حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو آپ سے مسائل دریافت کرنے کا حکم دیا تھا ⑥۔ نیز کبار تابعین آپ کے علم و فضل کے معترف تھے ⑦۔ انھی خصائص و امتیازات کی بدولت قرآن و حدیث کی تعلیم اور ان علوم کے فروغ کے لیے انھوں نے ذاتی توجہ و انہماک کا مظاہرہ کیا چنانچہ آپ کے اس کے عہد میں مسجد حرام علم کے شائقین کے لیے مرجع خلائق بنی ہوئی تھی اور ان حلقات علمیہ کے شیوخ میں بڑے بڑے نامور محدث تدریس حدیث میں مشغول رہے ⑧۔

ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک نے اپنے پیشرو حکمرانوں کی طرح علوم کی سرپرستی جاری رکھی۔ عربی گرائمر کی ترویج و ترقی کے لیے بھی سرگرمی سے کام کیا۔ ولید بن عبدالملک اہل علم کا مربی اور قدر دان تھا۔ اس نے علماء و فقہاء کے وظائف مقرر کیے، مختلف مساجد تعمیر کروائیں، رفاہ عامہ کے بے شمار کام کیے۔ انھی اصلاحات اور کارناموں کی وجہ سے علماء و فقہاء نے اس سازگار ماحول میں علم حدیث کی خوب خدمت کی۔ عہد سلیمان کی انھی خیرات و برکات کی بدولت لوگ اسے "مفتاح الخیر" (بھلائی کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے ⑨۔

---

① الحمیدی، مسند الحمیدی، ص:۱/۱۲۹
② ابن حنبل، المسند، ص:۶/۸۷
③ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۲۲۶
④ ابن الاثیر، الکامل، ص:۶/۱۹۹
⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱
⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۲۷۶
⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۰
⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱
⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۷۲

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرات صحابہؓ وتابعین اور تبع تابعین نے علم حدیث کی نشر واشاعت کے لیے جس قدر خدمات سرانجام دی ہیں اس میں کسی نہ کسی طرح خلفاء بنوامیہ کا عمل دخل تھا جنھوں نے حالات وضرورت کے پیش نظر اس طرف بھرپور توجہ دی ہے۔ چونکہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں حالات وواقعات کی سنگینی کی بدولت تدوین حدیث کی ضرورت ایک ناگزیر امر بن چکا تھا جس کی وجہ سے اس کی تدوین کا عمل شروع ہوگیا تھا۔ وگرنہ اس سے قبل بھی علم حدیث کی ترویج بوجوہ ہوتی رہی تھی۔

صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مجموعہ ہائے احادیث

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حدیث لکھنے کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ آپ ﷺ انھیں اس کی ترغیب دیا کرتے تھے (۱)۔ انھی ہدایات کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ نہایت اہتمام سے احادیث لکھا کرتے تھے، اور متعدد صحابہؓ نے تو آپ ﷺ کی زندگی ہی میں صحائف تیار کر لیے تھے (۲)۔

عہد رسالت کے بعد بالخصوص عہد بنو امیہ میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین نے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قید کتابت میں لا کر مختلف مجموعہ ہائے حدیث تیار کر لیے تھے۔

ادوات حدیث:

صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین نے جو مجموعہ ہائے احادیث تحریری طور پر تیار کیے تھے، مصادر میں ان کے بارے میں مختلف الفاظ کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے چند اہم ادواتِ حدیث درج ذیل ہیں:

کتاب، صحیفہ، نسخہ، دفتر، قرطاس، طومار، جزء، کراسہ، رسالہ، لوح، مجلّہ، صک، رق، رقعہ۔

(1) کتاب (Book)

اصطلاحی مفہوم میں لفظ "کتاب" درج ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(i) رسالہ یا خط: قرآن کریم میں لفظ کتاب، خط کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا (۳) کے واقعہ میں حضرت سلیمانؑ نے کہا:

﴿إذهب بكتابي هذا فألقه ....﴾ (۴)

میرا یہ خط لے کر جاؤ اور ان کے سامنے ڈال دو۔

ملکہ سبأ نے خط پڑھنے کے بعد کہا:

﴿يأيها الملؤا إني ألقي إلي كتب كريم﴾ (۵)

اے سردارانِ قوم! میری طرف ایک اہم خط آیا ہے (۶)۔

---

(۱) کتابت حدیث کے بارے میں دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۰ (۲) دیکھیے صفحہ نمبر ۲۰۹

(۳) سبأ: صنعاء کے مشرق میں یمن کا ایک شہر جواب "مآرب" کہلاتا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۱۰۷

(۴) النمل: ۲۷/۲۸ (۵) النمل: ۲۷/۲۹

(۶) خط کی درج ذیل دو اقسام ہیں:

ا) **شخصی خط:** عہد رسالت میں شخصی خطوط کی بے شمار امثلہ ہیں۔ مثلاً

ا۔ وہ خط جو آپ ﷺ نے سہیل بن عمرو کی طرف بھیجا (الازرقی، اخبار مکہ، ص: ۲/۴۰)۔

۲۔ آپ ﷺ کا ابی بصیر کی طرف خط جس میں آپ ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ میں واپس آنے کی اجازت دی تھی (الازرقی، اخبار مکہ، ص: ۲/۴۰)

(ii) کتابچہ (Booklet): لفظ کتاب کا دوسرا اطلاق کتابچہ پر ہوتا ہے۔ مثلاً

ا۔ ۱۰ھ میں جب یمن کا علاقہ نجران فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو اس کا گورنر بنا کر بھیجا اور انھیں حضرت ابی بن کعب سے ایک کتاب (کتابچہ) لکھوا کر دی[1]۔

(iii) کتاب (Book): لفظ کتاب کا تیسرا اطلاق کتاب پر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ کتاب کا متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔ اکثر و بیشتر اپنے اصلی معنی میں استعمال ہوا ہے[2]۔ صحابہؓ و تابعین کے ذخیرۂ احادیث میں بھی لفظ کتاب اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے[3]۔

گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ۳۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا وہ خط جس میں انھوں نے قریش کو نبی ﷺ کے مکہ پر حملہ کرنے کی اطلاع دی تھی (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الفتح، حدیث نمبر ۴۲۷۴، ص: ۷۲۳)۔

۴۔ بجیر بن زہیر کا اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط جو میں انھوں نے اطلاع دی کہ محمد ﷺ تمھیں تمھاری ہجو گوئی کی بناء پر قتل کریں گے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۷)

۵۔ قبیلہ غسانہ کے رئیس کا حضرت کعبؓ بن مالک کی طرف خط (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۸)

ب) **تبلیغی و تعلیمی خط:** آنحضرت ﷺ نے مدنی دور میں وقتاً فوقتاً تبلیغی و تعلیمی خطوط لکھوا کر مختلف قبائل اور سربراہان مملکت کے نام ارسال کیے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ نے دنیا کے چھ مشہور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط لکھے اور ان پر اپنی مہر بطور دستخط ثبت فرمائی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۹)۔

ا۔ جن میں سے قیصر و کسریٰ کے نام خطوط تھے (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما یذکر فی المناولة، حدیث نمبر ۶۴، ص: ۱۵، ۱۶)۔

۲۔ نجاشی شاہ حبشہ کے نام آپ ﷺ نے دو خط لکھے تھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۹)۔

۳۔ اسی طرح مقوقس حاکم اسکندریہ حارث بن شمر غسانی، ہودة بن علی الحنفی کے نام خطوط ارسال کیے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۹)۔

مصادر میں ان تمام خطوط کے تذکرے میں لفظ ''کتاب'' استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کتاب رسالہ یا خط کے معنی میں مستعمل ہے۔

---

[1] الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۳/ ۲۰۹

۲۔ حضرت انسؓ بن مالک کے پاس حضرت ابوبکر الصدیق کی املاء کردہ کتاب تھی جو احکام صدقہ پر مشتمل تھی (النسائی، سنن نسائی، کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة الغنم، حدیث نمبر ۲۴۵۷، ص: ۳۳۹ ◉ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰة، باب فی زکوٰة السائمة، حدیث نمبر ۱۵۶۷، ص: ۲۳۰)۔

۳۔ ثمامہ بن عبداللہ بن انس کے پاس ایک کتاب تھی جو انھوں نے اپنے دادا انس بن مالک سے نقل کی تھی جسے حضرت انسؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کی تھی (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰة، باب العرض فی الزکوٰة، حدیث نمبر ۱۴۴۸، ص: ۲۳۴)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ بن ابی طالب کی کتاب تھی (المسلم، مقدمة الصحیح، حدیث نمبر ۲۲، ص: ۱۰)

ان امثلہ میں کتاب، کتابچہ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ ان میں چند امثلہ مخصوص مسائل مثلاً زکوٰۃ، جزیہ، جہاد وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ دوسرے قوانین و احکام ان میں درج نہیں تھے لہٰذا لامحالہ یہاں کتاب اپنے اصل معنی میں نہیں ہے۔

[2] فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس، ص: ۵۱۷

[3] ا۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس بہت سی کتب تھیں (الخطیب، الکفایہ، ص: ۸۴ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳/ ۲۳۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۲۱۶ ◉ ابن القیم، زاد المعاد، ص: ۳/ ۶۱)

۲۔ بشیر بن نہیک نے حضرت ابو ہریرۃؓ کی مرویات ایک کتاب میں لکھی تھیں (الداری، سنن داری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۴، ص: ۱/ ۱۳۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۲۲۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم)۔

۳۔ **عبیدة بن قیس** (م ۷۲ھ) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/ ۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۵، ۱۶۱)، **ابو قلابہ** (م ۱۰۴ھ) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۱۳۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۱) **شعبہ بن الحجاج** (م ۱۶۰ھ) کے ضخیم مخطوطات جنھیں بعد میں کتابی شکل دے دی گئی تھی (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۶۲)

ظاہر بات ہے کہ ان امثلہ میں لفظ کتاب رسالہ یا پمفلٹ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اپنے اصلی معنیٰ میں ہے یعنی کتاب۔

(2) صحیفہ (Manuscript)

صحیفہ کی جمع صحائف اور صحف ہے۔ ہر وہ چیز جس پر کچھ لکھا گیا ہو، صحیفہ کہلاتا ہے اس مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں ①۔ یہ لفظ قرآن کریم میں کئی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے ②۔

عہد رسالت میں صحیفه المتلمس ③ کا تذکرہ ملتا ہے ④۔

---

① ابن قتیبہ، الشعر والشعراء، ص: ۱/۱۵۲ ◉ ناصر الدین الاسد، مصادر الشعر الجاہلی، ص: ۷۰، ۱۱۳

② مثلاً ☆ نامۂ اعمال: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں نامۂ اعمال کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿و إذا الصحف نشرت﴾ (سورۃ التکویر: ۸۱/۱۰) (اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے)

☆ خط، مکتوب، کتاب: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں خط، مکتوب یا کتاب کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بل یرید کل امرئ منهم أن یؤتی صحفا منشرة﴾ (سورۃ المدثر: ۷۴/۵۲) (بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی کتب دی جائیں)۔

☆ ورق: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں ورق کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فی صحف مکرمة﴾ (سورۃ عبس: ۸۰/۱۳) (یہ قرآن کریم) قابل ادب (باعزت) اوراق میں لکھا ہوا ہے)

☆ قرآن: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں خود قرآن کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

قول باری تعالیٰ ہے: ﴿رسول من الله یتلوا صحفا مطهرة﴾ (سورۃ البینۃ: ۹۸/۲) (اللہ کے رسول (محمد ﷺ) جو پاک کلام (قرآن کریم) پڑھتے ہیں)

☆ سابقہ کتب سماویہ: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں گذشتہ انبیائے کرام کے مقدس صحائف اور کتب کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور دو مرتبہ الصحف الاولی کے نام سے سابقہ کتب سماویہ کے۔

قول باری تعالیٰ ہے: ﴿أولم تأتهم بینة ما فی الصحف الاولی﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۲۰/۱۳۳) (کیا آپ ﷺ کی (نبوت سے متعلق) دلائل جو گذشتہ آسمانی کتب میں پائے جاتے ہیں انھیں نہیں پہنچے ہیں)۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إن هذا لفی الصحف الأولی﴾ (سورۃ الاعلیٰ: ۸۷/۱۸) (بیشک یہ بات گذشتہ صحائف میں موجود تھی)۔

اور دو مرتبہ صحف موسیٰؑ و ابراہیمؑ کے نام سے آیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أم لم ینبأ بما صحف موسیٰ وإبراهیم الذی وفی﴾ (سورۃ النجم: ۵۳/۳۶) (کیا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰؑ کے صحف میں ہے اور اس ابراہیمؑ کے صحیفہ میں ہے جس نے (اپنے رب کے ساتھ) وفا کی)

قول باری تعالیٰ ہے: ﴿صحف ابراہیم وموسیٰ﴾ (سورۃ الاعلیٰ: ۸۷/۱۹) (یعنی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحائف میں)

③ **صحیفة المتلمس:** عربی ادب میں ایک تلمیح یا ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوا ہے۔ متلمس ایک شاعر کا نام تھا، اس نے عمرو بن ہند بادشاہ کی ہجو کی، بادشاہ نے ایک خط اپنے عامل کے نام لکھ کر لفافے میں بند کر کے اس کو دیا، اور اسے فلاں عامل کے پاس لے جانے کو کہا، کہ وہ اسے انعام دے گا، جبکہ بادشاہ نے اس خط میں اسے قتل کر ڈالنے کا حکم تحریر کیا تھا۔ متلمس کو راستے میں شک گزرا، اس نے خط کو کھول کر دیکھا، اس نے تحریر پڑھنے کے بعد اس خط کو پھاڑ دیا، تب سے یہ مثل عرب میں مشہور ہے۔

◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۶۴۹

④ حضرت سہلؓ ابن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کا انھوں نے سوال کیا تھا انھیں دے دیا اور حضرت معاویہؓ کو حکم دیا کہ جس چیز کا ان دونوں نے سوال کیا ہے ان کے لیے لکھ دیں۔ اقرع نے اسے لے کر اپنی پگڑی میں باندھ لیا مگر عیینہ نے آپ ﷺ سے کہا: "یا محمد أترانی حاملا إلی قومی کتابا لا أدری ما فیه کصحیفة المتلمس..........."

(ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰة، باب ما یعطی من الصدقه، حدیث نمبر ۱۶۲۹، ص: ۲۴۲) (اے محمد ﷺ! میں اپنی قوم کی طرف جو خط لے کر جا رہا ہوں مجھے نہیں معلوم اس میں کیا ہے؟ کہیں یہ متلمس کے صحیفہ کی طرح تو نہیں ہے......)

مزید برآں مصادر میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کے صحیفہ ①، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے الصحیفہ الصادقہ ②، حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے صحیفہ ③ اور صحیفہ عمرو بن حزم کا تذکرہ ملتا ہے ④۔ نیز صحابہؓ و تابعین کے عہد میں بھی بے شمار صحائف کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً ہمام بن منبہ کا الصحیفة الصحیحة ⑤، حسن بصری کا صحیفہ ⑥۔

* صحیفہ کے اطلاقات

سیاق وسباق کے اعتبار سے لفظ 'صحیفه' درج ذیل مختلف معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۱۔ ورق یا رسالہ ⑦

۲۔ چند اوراق ⑧

۳۔ نوٹ بک، ڈائری، مسودہ ⑨

---

① اس صحیفہ کا تذکرہ صحیح بخاری میں نو مقامات پر ملتا ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث نمبر ۱۱۱، ص: ۲۴ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۰/۶

② ابن الاثیر، اسد الغابة، ص: ۲۳۳/۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۳/۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۶/۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۷/۱ ◉ ابن حجر، تلخیص الحبیر، ص: ۱۷/۴ ◉ النسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوٰة، باب زکوة الغنم، حدیث نمبر ۲۴۵۷، ص: ۳۳۹

⑤ البخاری، الکنی والاسماء، ص: ۳۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۱ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۰۲/۷۔

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۷ ◉ الدارمی، السنن ص: ۱۲۱/۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۴/۱

⑦ ۱۔ قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے جو بائیکاٹ کیا تھا، اس بائیکاٹ کی دستاویز کو انھوں نے ایک صحیفہ میں لکھا تھا (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲۳۰ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۸/۱ ◉ ابن القیم، زاد المعاد، ص: ۴۶/۲ ◉ المبارکفوری، الرحیق المختوم، ص: ۱۵۸)۔

۲۔ ابن سعد نے ایک صحیفہ کا ذکر کیا ہے جس میں صرف ایک حدیث (حدیث یہ تھی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مـن "سن سنة حسنة فله أجرها......" ابن ماجہ، السنن، کتاب السنة، باب من سن سنة، حدیث نمبر ۲۰۳، ص: ۳۱) تھی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷/۵)۔

۳۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جس نے لکڑی میں سوراخ کر کے اس میں ہزار درہم اور ایک صحیفہ رکھ کر اپنے مدین (قرض خواہ) کی طرف ارسال کیے (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الکفالة، باب الکفالة فی القرض، حدیث نمبر ۲۲۹۰، ص: ۳۶۵)

⑧ ۱۔ قریش مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین حدیبیہ کے مقام جو صلح ہوئی تھی اس کی دفعات ایک صحیفہ میں لکھی گئی تھی (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۳۴۲/۱، ۴۹۷ ◉ الواقدی، المغازی، ص: ۳۸۸)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد یہود کے ساتھ جو معاہدہ (میثاق مدینہ) کیا تھا، اس کی دفعات ایک صحیفہ میں لکھی گئی تھیں (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۵۰۳/۱)

۳۔ آپ ﷺ نے جب حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت علاء الحضرمیؓ کو جب ہجر کے مجوسیوں کے پاس بھیجا تو انھیں ایک صحیفہ دیا جس میں زکوٰۃ وعشر کے احکام تھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۳/۱)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل اور مالکؓ بن مرارة کو جب اہل یمن کی طرف بھیجا انھیں ایک صحیفہ میں زکوٰۃ اور دوسرے احکام سے متعلق ہدایات لکھ کر دی تھیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۴/۱)۔

ان تمام امثلہ میں "صحیفه" "چند اوراق" کے معنی میں ہے۔

⑨ ۱۔ سعید بن جبیر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے، اور ان کے سامنے اپنے صحیفہ (یعنی نوٹ بک) میں لکھتے، جب وہ ختم ہو جاتا تو اپنے جوتے اور ہتھیلی پر لکھ لیتے، پھر گھر جا کر اس کی نقل کر لیتے (الدارمی، سنن دارمی، بـاب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۰۱، ص: ۱۳۹/۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۹/۶)

۲۔ ابن شہاب زہری کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مختلف علماء کے حلقہ درس حدیث میں شریک ہوتے تو ان کے پاس تختیاں اور نوٹ بک ہوتی تھی جو کچھ آپ سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۹/۱)

۳۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حجرؓ بن عدی نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ روشندان سے صحیفہ لاؤ، چنانچہ غلام نے انھیں صحیفہ لا کر دیا جس سے انھوں نے ایک حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی تھی پڑھ کر سنائی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۴/۶)

۴۔ وسیع و عریض مخطوطات، کتاب ①

۵۔ قرآن کریم ②

(3) نسخہ (Prescription)

محدثین کے نزدیک "نسخہ" کی اصطلاح کتاب پر بولی جاتی ہے۔ خواہ کتاب چھوٹی ہو یا بڑی۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"إن علماء الحديث كان لديهم نسخ شهيرة كل منها تحتوى على أحاديث" ③

علماء حدیث کے پاس مشہور نسخے تھے ان سے ہر ایک نسخہ میں بہت سی احادیث تھیں۔

مثلاً خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری (م ۱۳۷ھ) ④، سہیل بن ابی صالح (م ۱۳۸ھ) ⑤، ابان بن تغلب الکوفی (م ۱۴۱ھ) ⑥، ابراہیم بن ابی یحییٰ الاسلمی (م ۱۸۴ھ) ⑦ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس بہت سے نسخے تھے۔

ان روایات میں نسخ سے مراد کتب یا صحیفہ ہے جو کوئی محدث اپنی یادداشت کے لیے تحریر کرتا تھا۔ محدثین کا اصل اعتماد انھی نسخوں اور صحیفوں پر ہوتا تھا۔

---

① صحیفہ سے مراد وہ وسیع و عریض مخطوطات بھی ہیں جن میں قرآن و حدیث یا کوئی دوسرا مواد لکھا جاتا تھا۔

۱۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے اسلام لانے کے واقعہ میں مذکور ہے کہ جب آپ اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی کے گھر داخل ہوئے تو وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے اور یہ قرآن کریم ایک صحیفہ میں لکھا ہوا تھا (ابن الجوزی، تاریخ عمرؓ، ص:۶)۔

۲۔ صحیفہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک ہزار احادیث تھیں (ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص:۳/۲۳۳)۔ صحیفہ ہمام بن منبہ میں ڈیڑھ سو کے قریب احادیث تھیں (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۱۶)۔

۳۔ حضرت ابوسعیدؓ خدری جو کتابت کے قائل نہیں تھے، انھوں نے ایک بار اپنے تلامذہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "لا نكتبكم شيئاً أتجعلونه مصاحف تقرأونها......" (الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۶ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۶۴) ہم تمھیں کوئی چیز نہیں لکھوائیں گے، کیا تم پڑھنے کے لیے مصاحف بنانا چاہتے ہو؟...... آپ کے اس قول میں مصاحف، "کتاب" کے معنی میں ہے۔

۴۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں ایک باب مقرر کیا ہے: "باب كراهية كتابة العلم وتقييده في الصحف" (ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۶۳) (علم کو لکھنے اور اسے کتاب میں تحریر کرنے کی کراہت کے بارے میں باب)۔ یہاں صحف سے مراد کتاب ہے۔

② ۱۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کے بارے میں مروی ہے آپ فرماتے ہیں۔ "نسخت الصحف في المصاحف......" (البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الجهاد، باب قول الله عزوجل ﴿من المؤمنين رجال صدقوا ما عهدوا الله عليه......﴾، حدیث نمبر ۲۸۰۷، ص: ۴۶۵) (میں نے صحف (قرآن) کو مصاحف میں نقل کیا)

۲۔ حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ کے پاس صحف (قرآن کریم) تھا (البخاری، الجامع الصحیح، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۶، ص: ۸۹۴)۔

۳۔ حضرت عثمانؓ نے اُمّ المؤمنین حفصہؓ کو حکم دیا کہ جو تمھارے پاس صحف ہیں وہ مجھے ارسال کرو چنانچہ حضرت حفصہؓ نے اسے حضرت عثمان کی طرف بھیجا (البخاری، الجامع الصحیح، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۷، ص: ۸۹۴)۔

③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۴۴

⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۲۴۳ ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۴۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۹۳

⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۷۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۵۹

مصادر سے مختلف اقسام کے درج ذیل نسخ کا تذکرہ ملتا ہے[1]۔

لیکن ان نسخوں کے حجم (volume) کے بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

بعض اوقات "نسخہ"، صحیفہ کے معنی میں، یعنی اس کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے[2]۔

(4) دفتر (Register)

لفظ دفتر فارسی کلمہ ہے جو عربی میں استعمال ہوا ہے۔ جبکہ الصولی نے بیان کیا ہے کہ دفتر عربی زبان سے مشتق ہوا ہے[3]۔

جبکہ ابن درید کہتے ہیں:

"لا يعرف لكلمة مصدراً لإشتقاقها"[4] (مشتق کی بناء پر اس کلمہ کا مصدر معروف نہیں)

مصادر سے لفظ "دفتر" کے مختلف اطلاقات ملتے ہیں[5]۔

---

① ۱۔ نسخ: مثلاً نسخۂ عقبہ بن ابی الحسناء (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۵/۳)، نسخہ ابراہیم بن ہدبہ (الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۹)
نسخہ مطرف بن عبدالرحمٰن (الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۶۸/۱)

۲۔ نسخ کبیرۃ: مثلاً نسخۂ سمرۃؓ بن جندب (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۹۸/۴) نسخۂ علی بن یزید (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۶/۷) نسخۂ عبدالحمید بن ابی اویس (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۸۷/۱)۔

۳۔ نسخ موضوعہ: مثلاً نسخۂ بشر بن حسین الاصفہانی (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱۶/۱)، نسخۂ عبید بن قاسم (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۱/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳/۷) نسخۂ محمد بن عبدالرحمٰن البیلمانی (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۴/۹)۔

۴۔ نسخ صالحہ: مثلاً نسخۂ ابن وہب (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۹/۱)۔

۵۔ نسخ مشہورہ: مثلاً نسخۂ ہمام بن منبہ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۵/۱)۔

۶۔ نسخ طویلہ: مثلاً نسخۂ معروف بن حسان (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۴۳/۴)۔

۷۔ نسخ مستقیمہ: مثلاً نسخۂ عبداللہ بن خراش (ابن حبان، الثقات، ص: ۶۲۳)۔

② مثلاً ۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مجموعہ حدیث کو نسخہ (ابوعبید، الأموال، ص: ۹۳ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱، ۳۸۹) اور صحیفہ دونوں سے موصوف کیا گیا ہے (ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۱/۵)۔

۲۔ صحیفہ ہمام بن منبہ (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۶/۱) کو نسخہ ہمام کے نام سے بھی موصوف کیا گیا ہے (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۵/۱)۔

۳۔ ابن وہب کے مجموعہ حدیث کو صحیفہ اور نسخہ دونوں سے موصوف کیا گیا ہے (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۵/۹، ۳۱۵۔ ۲۳۳/۱۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ نسخہ، کتاب اور صحیفہ دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

③ الصولی، أدب الکتاب، ص: ۱۰۸ ④ ابن درید، جمہرۃ اللغۃ، ص: ۳۷

⑤ "دفتر" کے مختلف اطلاقات درج ذیل ہیں۔

۱۔ رجسٹر، قدیم دستاویزات

۱۔ امام زہریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے حکم سے احادیث کی تدوین کی اور انھیں دفاتر میں لکھ کر مختلف صوبوں کی طرف بھیجا (ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۶/۱)۔

۲۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ امام زہری کچھ لوگوں کے ہمراہ حجاج بن یوسف کے ساتھ حج کے ارادے سے جا رہے تھے، راستہ میں حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''تم سب چاند کی طرف دیکھو کیونکہ میری نگاہ کمزور ہے'' چنانچہ اس دوران نوفل بن مساحق نے کہا کہ کیا تمھیں اس (نگاہ کی کمزوری) کی وجہ معلوم ہے؟ پھر کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومتی دفاتر کی قرأت نے حجاج کی نگاہ ضعیف کر دی ہے (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۴۰)۔ کیونکہ حجاج ٹیکس کے دفاتر بڑی توجہ سے خود پڑھا کرتا تھا (البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۹۸ ◉ الجہشیاری، الوزراء، ص: ۳۸ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۲۵۵/۴)۔

(5) قرطاس (Seperate Sheet)

قرطاس کا معنی ورق یا ایک قسم کا پودا جس کی چھال کو قدماء مصر کتابت کے لیے استعمال کرتے تھے ①۔

قرآن کریم میں قرطاس کا لفظ مفرد (قرطاس) اور جمع (قراطیس) دونوں استعمال ہوئے ہیں ②۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۴....

۳۔ ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ کیسان نے علم حدیث چار طرق سے لکھا ہے کہ وہ اپنی عقل میں غیر منقول علم یاد کرتا ہے۔ پھر وہ علم جسے اس نے حافظہ میں محفوظ نہیں کیا، اسے الواح (تختیوں) میں لکھتا ہے، پھر تختیوں سے دفتر میں منتقل کرتا ہے پھر دفتر سے علم پڑھتا ہے (السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۹۲)۔

۲۔ کتاب

۱۔ مکحول الشامی نے عبیداللہ بن عبید کو ایک دفتر (کتاب) دی، جو احادیث احکام پر مشتمل تھی اور انھوں نے اس دفتر سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی (الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۵۸)۔ اسی طرح ہشام بن عروۃ نے یحییٰ بن زبیر کو احادیث نقل کرنے کے لیے ایک دفتر (کتاب) دی تھی۔ (الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۶۰)

۲۔ عمرو بن العلاء (۱۵۴ھ) کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اتنی مقدار میں دفاتر (کتب) تھی جو ان کے کمرے کی چھت تک پہنچی تھی (الجاحظ، کتاب الحیوان، ص: ۱/۶۰ ⦿ الحموی، معجم الادباء، ص: ۴/۲۱۷)۔

۳۔ ابن المقفع (۱۴۲ھ) نے "کلیله و دمنه" کے أصول میں لفظ دفتر اور کتاب دونوں ذکر کیے ہیں (ابن الندیم، الفہرست، ص: ۱۱۸ ⦿ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۹۱/۸ ⦿ الجاحظ، رسائل الجاحظ، ص: ۱۲۴)۔ علاوہ ازیں شعراء نے بھی دفتر سے کتاب مراد لیا ہے۔

ابوالحسن الفارسی الفقیہ کہتے ہیں:

أنست إلى التفرد طول عمری — فمالی فی البرية من أنيس
جعلت محادثتی و نديم نفسی — وأنسی دفتری بدل الجليس (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۴۴)

(میں عرصۂ دراز تک تنہائی کی طرف مانوس رہا، مخلوق میں میرا کوئی دوست نہیں تھا۔ میں اپنے نفس کو اپنا دوست بنا کر اس سے ہم کلام ہوا، چنانچہ دوست کی جگہ میں اپنی کتاب سے مانوس ہوا)

۳۔ رسالہ، کتابچہ

۱۔ حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب "السیر الکبیر" ساٹھ دفاتر میں لکھ کر خلیفہ منصور کی خدمت میں پیش کی گئی (حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۲/۱۰۱۴)۔

۲۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق امام زہری کے دفاتر کو لاد کر کے ولید ثانی کے مکتبہ میں لایا گیا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۱۳۶)۔

۳۔ عبدالحکم بن عمرو کے مکتبہ میں ہر قسم کے موضوع سے متعلق دفاتر تھے (الاصفہانی، الاغانی، ص: ۴/۵۲)۔ اسی طرح معاویہؓ کے مکتبہ میں قبل از اسلام کی تاریخ اور شعر کا ایک دفتر تھا (المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۴۰)۔

① ناصر الدین أسد، مصادر الشعر الجاہلی، ص: ۹۱

② ۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولو نزلنا عليك كتباً فی قرطاس فلمسوه بأيديهم ......﴾ (سورۃ الأنعام: ۶/۷) (اور اگر ہم آپ پر کاغذ پر لکھی ہوئی کوئی کتاب نازل کرتے جسے وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھوتے)

۲۔ اور قول باری تعالیٰ: ﴿قل من أنزل الكتب الذی جاء به موسیٰ نوراً وهدی للناس تجعلونه قراطيس تبدونها وتخفون كثيراً ......﴾ (سورۃ الانعام: ۶/۹۱) (آپ کہہ دیجئے کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی؟ جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت کا ذریعہ تھی، تم نے اس کے کچھ اوراق بنا رکھے ہیں جنھیں ظاہر کرتے ہو اور اس کا زیادہ حصہ چھپاتے ہو)

صدرِ اسلام میں قرآن اور حدیث قرطاس (کاغذ) پر لکھے جاتے تھے(۱)۔

"قرطاس" کتاب کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے(۲)۔

(6) طومار (Register)

قرطاس اور رجسٹر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت شمعونَ الانصاریؓ کے بارے میں منقول ہے:

"وهو أول من طوى الطومار وكتب فيه مدرجا مقلوباً"(۳)

آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بڑے بڑے رجسٹر مکمل کیے اور اس میں مدرج اور مقلوب احادیث لکھیں۔

(7) جز یا اجزاء (Volumes)

ادب حدیث میں لفظ "جزء" حصہ، قسم، گروہ وغیرہ کے لیے استعمال ہوا ہے(۴)۔

نبی کریم ﷺ نے بھی لفظ جزء کو حصہ، قسم کے معنی میں استعمال کیا ہے(۵)۔

چنانچہ لفظ جزء یا اجزاء سے احادیث کا مجموعہ مراد ہے(۶)۔

محدثین نے لفظ جزء کے مذکورہ معنی کا اعتبار کرتے ہوئے انھوں نے اپنی کتب کو اس (جزء، اجزاء) سے موسوم کیا(۷)۔

---

(۱) ابن ابی داؤد سجستانیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن کریم کو قراطیس میں جمع کیا تھا (السجستانی، المصاحف، ص: ۹)۔
حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ قراطیس پر لکھی ہوئی احادیث پائیں، اور ان سے غزوہ قسطنطنیہ سے متعلق احادیث ہیں (ابن عبدالحکم، فتوح مصر، ص: ۲۵٦ ◉ ابن حنبل، المسند، حدیث نمبر ٦٦۴۵، ص: ۱۰/۱۷۲)
بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید نے اہل سوریا کے لیے معافی نامہ کا وثیقہ قراطیس پر لکھا تھا (البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۸)

(۲) مثلاً مقولہ ہے: "بئس مستودع العلم القراطيس" (السجستانی، المصاحف، ص: ۹ ◉ البلاذری، انساب الأشراف، ص: ۱/۲۲) (کتب کی طرف منتقل علم کرنا بہت بُرا ہے)

(۳) ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۲/۱۵٦

(۴) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ قول باری تعالیٰ ﴿الذين جعلوا القرآن عضين﴾ (سورۃ الحجر: ۱۵/۹۱) (جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "هم أهل الكتاب جزؤه أجزاء فآمنوا ببعضه وكفروا ببعضه" (ابوداؤد، سنن ابی داؤد، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة، حدیث نمبر ۱٦۳۰، ص: ۲۴۲) (ان سے مراد اہل کتاب ہیں جنھوں نے اپنی کتاب کو کئی حصوں اور اجزاء میں تقسیم کر دیا بعض اجزاء کے ساتھ وہ ایمان لے آئے اور بعض کا انکار کر دیا)۔

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((قرأت جزءا من القرآن)) (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قول عز وجل ﴿الذين جعلوا القران عضين......﴾ حدیث نمبر ۴۷۰۵، ص: ۸۱۲) (میں نے قرآن کا ایک جزء (حصہ) پڑھا ہے)۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ((فجزأها ثمانية أجزاء......)) (ابوداؤد، سنن ابی داؤد، كتاب شهر رمضان، باب تحزيب القرآن، حدیث نمبر ۱۳۹۲، ص: ۲۰۸) (اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف کو آٹھ اجزاء میں تقسیم کیا ہے)

(٦) مثلاً ابن جریج کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سے دس سے کچھ زائد اجزاء کی (مقدار میں) ان سے روایت کرنے کی اجازت لی تھی (الرازی، علل الحدیث، ص: ۱/۳۳)۔

(۷) مثلاً علامہ الواقدی کی کتاب "المغازی" کا مخطوطہ جو ایک سو چھیانوے اوراق پر مشتمل تھا، اور کئی اجزاء پر تقسیم کیا گیا تھا وہ جزء کے نام سے مشہور و معروف ہے (الواقدی، مقدمۃ المغازی، ص: ۵)
اسی طرح امام دار قطنی کا اصلی مخطوطہ جس کا نام علل الحدیث ہے وہ جزء کے نام سے معروف ہے (الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۵۳)

مصادر سے جزء یا اجزاء کے حجم کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے البتہ کتاب کا حصہ، رجسٹر یا کاپی یا ایک عریض (چوڑا) ورق پر اس کا اطلاق ہوا ہے[1]۔

بعدازاں جزء سے مختلف معانی مراد لیے گئے ہیں[2]۔

(8) کراسة (Diary/Notebook)

کراسة کی جمع کراسات اور کراریس آتی ہے۔ جو درج ذیل میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ کتاب کا جزء[3]

۲۔ پمفلٹ[4]

۳۔ کاپی، یادداشت[5]

(9) رسالة (Letter)

لفظ رسالہ کسی خاص موضوع، خط اور کتاب کے معنی میں مستعمل ہے۔ زید بن جندب کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک رسالہ تھا جس میں صرف فرائض (میراث) کے بارے میں احادیث تھیں[6]۔

حضرت سمرةؓ بن جندب نے احادیث کا ایک رسالہ اپنے بیٹوں کے لیے تالیف کیا تھا۔

---

① اس معنی کا اطلاق اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ سفیان بن سعید ثوری کے بارے میں منقول ہے کہ "انھوں نے ایک ہزار اجزاء کو پھاڑ کر ہوا میں اڑا دیا" (الحموی، معجم الادباء، ص: ۳۸۹/۵)۔

② ۱۔ جزء سے مراد وہ کتابچہ ہے جس میں کسی ایک راوی کی احادیث جمع کر دی گئی ہوں جیسے جزء حدیث ابی بکرؓ و جزء حدیث عمرؓ۔

۲۔ یا کسی خاص حدیث کی اسانید پر بحث کی گئی ہو جیسے حافظ ابن رجب کی اختيار الأولىٰ فى حديث اختصام الملاء الأعلىٰ۔

۳۔ یا کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے امام بخاری کی جزء خلف الإمام اور جزء رفع اليدين فى الصلاة۔

۴۔ یا احادیث سے متعلق فوائد جمع کیے گئے ہوں جیسے الوحدانيات الثنيات (الاعظمی، معجم، ص: ۱۴ ◉ سہیل حسن، معجم، ص: ۲۰)

③ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج ابان بن ابی عیاش (م ۱۳۸ھ) کے کراسة (کتاب) حدیث کو آپ کے پاس لائے اور ان سے حدیث روایت کرنے کی اجازت چاہی جس کی آپ نے انھیں اجازت دے دی (الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۰)۔

④ خلیفہ بن موسیٰ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں غالب بن عبیداللہ کے پاس آیا انھوں نے مجھے املاء کروائی "حدثنی مکحول"، کہ اچانک انھیں قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ باہر چلے گئے، چنانچہ میں نے کراسة میں دیکھا، اس میں حدثنى ابان عن أنس، و أبان عن فلان چنانچہ میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور ان سے حدیث لکھنی چھوڑ دی (المسلم، مقدمة الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۳۱، ص: ۱۳)۔

⑤ ضحاک بن مزاحم سے مروی ہے: "لا تتخذوا للأحاديث كراريس ككراريس المصحف (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۹، ۴۷) (قرآن کریم کی طرح احادیث کے لیے کاپیاں نہ بناؤ)۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ بہز کا کراسة احادیث میں بہت سی احادیث تھیں جسے عبداللہ بن جعفر نے ان سے نقل کیا (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۴/۵)۔

ان امثلہ میں لفظ کراسة اپنے معانی میں دلالت کرتا ہے۔

⑥ البیہقی، سنن البیہقی، ص: ۲۲۸/۶۔

ابن سیرین فرماتے ہیں:

"في رسالة سمرة إلى بنيه علم كثير" ①

سمرہؓ نے اپنے بیٹوں کی طرف جو رسالہ بھیجا تھا اس میں علم کثیر پایا جاتا ہے۔

اور یہ رسالۃ ان کے بیٹے سلمان کے پاس تھا②۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خاصا بڑا تھا کیونکہ حافظ ابن حجر نے متعدد مقامات سے اسے نسخہ کبیرۃ کہا ہے③۔

(10) لوح' الواح (Slides)

قرآن کریم میں لفظ لوح مفرد اور جمع دونوں استعمال ہوئے ہیں مفرد کا استعمال صرف لوح محفوظ کے لیے ہے④۔اور جمع کا استعمال تختیوں کے لیے ہوا ہے⑤۔

حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ تختیوں پر لکھا کرتے تھے⑥۔

امام زہری کے بارے میں علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ وہ دروس میں تختیاں اور کاغذ لے کر حاضر ہوتے تھے⑦۔

(11) رقعہ (Letter)

رقعہ، ورق اور پیوند (کپڑے کا ٹکڑا) وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس اسود بن شیبان کی احادیث ایک رقعہ پر لکھی ہوئی تھیں⑧۔

عثمان بن صالح⑨ اور محمد بن یحییٰ الذھلوی کا مجموعہ احادیث اسی رقعہ پر تحریر تھیں⑩۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۶ ◉ ابن عبدالبر: الاستیعاب، ص: ۱۰۶۳

② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، كتاب الصلوة، باب اتخاذ المساجد، حدیث نمبر ۴۵۶، ص: ۷۷

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۹۶، ۴/۱۹۸، ۴/۲۳۶

④ البروج: ۸۵/۲۲

⑤ ﴿وكتبنا له في الألواح﴾ (الاعراف: ۷/۱۴۵) (اور ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کے لیے تختیوں میں لکھ دیا)۔

﴿وألقى الألواح﴾ (الاعراف: ۷/۱۵۰) (اور انھوں (موسیٰ علیہ السلام) نے تختیوں کو پٹخ دیا)۔

﴿ولما سكت عن موسى الغضب أخذ الألواح﴾ (الاعراف: ۷/۱۵۴) (اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ دور ہوا تو تختیوں کو اٹھا لیا)۔

﴿وحملنه على ذات ألواح ودسر﴾ (القمر: ۵۴/۱۳) (اور ہم نے انھیں (نوح علیہ السلام) کو تختوں اور کیلوں سے بنی ایک کشتی پر سوار کیا)۔

پہلی تین آیات کریمہ میں الواح تختیوں کے معنی میں استعمال ہوا جو گزشتہ زمانہ میں لکھائی کے کام آتی تھیں۔ جبکہ مؤخر الذکر "الواح" سے مراد وہ تختے ہیں جو کشتی بنانے کے کام آتے تھے۔ عہد رسالت اور بعد کے ادوار میں بھی الواح لکھنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۱۲۳ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۹۷

⑧ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۳/۱۱۲ ⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۶۸

⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۶۸

(12) مجلّہ (Magazine)

مجلہ، رسالہ اور میگزین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا مجموعہ احادیث ''مجلّات'' کے نام سے معروف تھا①۔

(13) صک (Document)

صک، وثیقہ، دستاویز، چارٹر وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا مجموعہ احادیث "صکوک" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے②۔

صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کے بارے میں مذکورہ بالا ادوات کتابت کا تذکرہ مصادر سے ملتا ہے۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ نے اپنے مقالہ میں تقریباً ۵۲ صحابہ کرامؓ اور ۹۹ تابعین، ۲۵۲ صغار تابعین اور تبع تابعین کا ذکر کیا ہے جن کے پاس نوشتہ حدیث موجود تھا یا ان کے تلامذہ نے ان سے احادیث لکھیں③۔

راقم الحروف نے اس مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے صحابہؓ، تابعین و تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا مکمل تعارف کروایا ہے۔ لیکن ان کی ترتیب وطریقہ کار میں درج ذیل تبدیلیاں زیر عمل لائی گئی ہیں:

۱۔ صرف ان صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف کروایا ہے جو عہدِ بنو اُمیہ میں موجود تھے۔

۲۔ تابعین کو تبع تابعین سے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین تینوں کے مجموعہ حدیث کو علیحدہ علیحدہ مباحث میں سے تحریر کیا گیا ہے۔

۴۔ اعلام کی ترتیب سن وفات کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ اور ایک جیسی سن وفات ہونے کی صورت میں حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۵۔ تابعین اور تبع تابعین کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اساتذہ وتلامذہ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ کچھ مزید اعلام کو ذکر کیا ہے۔

۷۔ اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔

۸۔ بعض مقامات پر مصطفیٰ اعظمی اور دوسرے علماء کا کلام نقل کیا ہے۔

۹۔ مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے اصل مصادر کی طرف رسائی حاصل کی گئی ہے۔

---

① الخطیب، الکفایہ، ص: ۹۵

② الخطیب، الکفایہ، ص: ۹۶

③ کیمرج یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے لیے پیش کردہ مقالہ Studies in Early Hadith Literature

صحابہ کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

۱. حضرت اسماءؓ بنت عمیس الخثعمیة (م ۴۱ ھ)

کبار صحابہ کرامؓ نے حضرت اسماءؓ بنت عمیس الخثعمیة سے احادیث روایت کی ہیں[۱]۔ ان کے لکھے ہوئے مجموعہ حدیث کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اس میں بڑی تعداد میں نبی کریم ﷺ کی احادیث جمع کی تھیں[۲]

۲۔ حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ (م ۴۴ ھ)

حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ حدیث کی کتابت کو جائز نہیں قرار دیتے تھے[۳]۔ بلکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے ابو بردہ کی کتاب کو مٹا ڈالا تھا[۴]۔ ڈاکٹر امتیاز اس بارے میں لکھتے ہیں:

"ممکن ہے کہ کتابتِ حدیث کی کراہت اس وجہ سے ہو کہ شاید خود لکھنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں[۵] "

لیکن حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے آخری عمر میں کتابت سیکھ لی تھی[۶]۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف کچھ احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں[۷]۔

۳۔ حضرت زیدؓ بن ثابت (م ۴۵ ھ)

حضرت زیدؓ بن ثابت کا شمار فقہاء صحابہ کرامؓ میں سے ہوتا ہے[۸]۔ آپ کاتبِ وحی اور میراث وتشریعی مسائل وغیرہ کے مسلّمہ عالم تھے[۹]۔ آپ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ آپ نے احادیث لکھیں اور آنحضرت ﷺ کو یہود کی کتب پڑھ کر سنایا کرتے تھے[۱۰]۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ حدیث کی کتابت کی اجازت نہیں دیتے تھے[۱۱]۔

---

[۱] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۳۹۸
[۲] الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/ ۱۱۴
[۳] الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۹
[۴] الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۰ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم ص: ۱/ ۶۶
◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب: من لم یرکتابة الحدیث، حدیث نمبر ۴۷۳، ص: ۱/ ۱۳۳
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴/ ۸۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۸۱
[۵] امتیاز احمد، دلائل التوثیق، ص: ۵۱۹
[۶] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴/ ۸۳
[۷] ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۳۹۶، ۴۱۴ ◉ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الطہارة، باب الارتیاد للبول، ص: ۱/ ۹۳
[۸] الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۲۱۲ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۰
[۹] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/ ۱۱۵ ◉ الدہلوی، ازالة الخلفاء، ص: ۱/ ۱۵۔
[۱۰] ابن الاثیر، جامع الاصول، حدیث نمبر ۵۸۶۴، ص: ۸/ ۳۰
[۱۱] الشیبانی، کتاب الاثار، ص: ۲۱۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۵۵۸ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/ ۲۹ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۵

اس قول کی بنیاد درج ذیل روایات پر ہے۔

۱۔ حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں حاضر تھا جس میں نبی کریم ﷺ نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا تھا①۔

۲۔ حضرت زیدؓ بن ثابت نے مروان بن حکم سے مطالبہ کیا تھا کہ ان احادیث کو مٹادیا جائے جنھیں ان کی اجازت کے بغیر لکھا گیا تھا②۔

اول الذکر روایت صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے، اس لیے کہ اس کے راوی عبدالمطلب بن حطب کی حضرت زیدؓ بن ثابت سے ملاقات ثابت نہیں③۔ دوسری روایت کے بارے میں امام شعبیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت زیدؓ بن ثابت نے جو روایات مروان کو سنائی تھیں وہ احادیث نہیں تھیں بلکہ ان کی ذاتی رائے تھی کیونکہ حضرت زیدؓ بن ثابتؓ نے مروان سے کہا تھا: "أغدرا یا مروان إنما أقول برأي" ④ (اے مروان! یہ کیا دھوکہ ہے، میں نے تو اپنی رائے کا اظہار کیا تھا)۔مزید برآں حضرت زیدؓ بن ثابت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کی روایات لکھی جا رہی ہیں، اس لیے آپ نے احادیث کو اپنی آراء کے ساتھ پیش کیا کیونکہ آپ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کی معرفت بھی رکھتے تھے⑤۔اس لیے جب مروان بن حکم کے کاتب نے آپ کی باتیں لکھ لیں تو یہ فطری امر تھا کہ آپ ان سے خلاصی چاہتے جس طرح شعبی کی دوسری روایت میں آپ اس امر کا اظہار کر رہے ہیں۔"لعلّ کل شيئ حدثتکم به لیس کما حدثتکم" ⑥ (ممکن ہے کہ میں نے تمھیں جو احادیث بیان کی ہیں، وہ اس طرح نہ ہوں جس طرح میں نے نقل کی ہیں)۔

لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ حضرت زیدؓ بن ثابت کتابتِ حدیث کے قائل نہیں تھے بلکہ آپ نے احادیث لکھیں⑦، اور فرائض میں ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی⑧۔آپ کی یہ کتاب 'الفرائض' **المعجم الکبیر** ⑨ اور السنن الکبریٰ میں موجود ہے⑩۔ آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔آپ کے ایک شاگرد ''کثیر بن افلح'' اس امر کی شہادت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کنا نکتب عند زیدؓ بن ثابت'' ⑪ (ہم زیدؓ بن ثابت کے سامنے لکھا کرتے تھے)۔**ابو قلابہ** ⑫ **کثیر بن الصلت** ⑬ اور کثیر بن افلح کے پاس آپ سے مروی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑭۔

---

① الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۵

② واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو بلایا اور کچھ لوگوں کو آپ کی باتیں لکھنے کے لیے پردے کے پیچھے بٹھا دیا، چنانچہ مروان حضرت زیدؓ بن ثابت سے سوال کرنے لگا اور آپ جواب دیتے رہے اور وہ لوگ لکھتے رہے۔اچانک حضرت زیدؓ بن ثابت کو اس کا علم ہو گیا اور آپ نے مروان کو مخاطب ہو کر کہا: ''آپ نے میری باتیں میری اجازت کے بغیر کیوں لکھی ہیں انھیں مٹا دیا جائے۔الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۲/۳۱۳
◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ۴۸۰، باب نمبر ۴۲، ص:۱/۱۰۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۷۹

③ العینی، عمدۃ القاری، ص:۱/۵۷۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۷۹

④ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۲/۳۱۳، ۳۱۴ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲/۱۱۷

⑤ الشیبانی، کتاب الآثار، ص۲۱۲ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص:۱۰

⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۸

⑦ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۴/۹۳

⑧ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۲/۳۱۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۱۴۸ ◉ ابن عساکر، التاریخ، ص:۵/۴۴۸

⑨ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۳/۶۱ ⑩ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص:۶/۲۶۷ ⑪ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۲

⑫ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۰۸ ⑬ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۶ ⑭ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۲

۴۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ (م۴۶ھ)

حضرت محمدؓ بن مسلمہ صحابیِ رسول ﷺ ہیں①۔ آپ نے عہدِ ابوبکرؓ② اور عہدِ عمرؓ③ میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی احادیث کی صحت کی شہادت دی۔ آپ کے پاس احادیثِ نبویہ پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جو کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی تلوار کی نیام سے ملا تھا④۔

۵۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ (م ۵۰ھ)

حضرت حسنؓ بن علیؓ ان لوگوں کو جو احادیث حفظ نہیں کر سکتے تھے، لکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ محمد بن ابان کہتے ہیں: حسنؓ بن علیؓ نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو کہا: ''تم علم حاصل کرو! آج تم قوم کے نونہال ہو، کل اس کے بزرگ بنو گے، تم میں سے جو حفظ نہیں کر سکتا، وہ لکھ لیا کرے''⑤۔ آپ کے پاس اپنے والد حضرت علیؓ کے فتاویٰ ایک صحیفہ میں لکھے ہوئے موجود تھے⑥۔

ڈاکٹر اعظمی کہتے ہیں:

''ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس صحیفہ میں احادیث تھیں یا صرف حضرت علیؓ کے فتاویٰ تھے''⑦۔

عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ سے ''خیار بیع'' کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول پوچھا تو انھوں نے ایک بڑا صندوق منگوایا، اس سے ایک زرد رنگ کا صحیفہ نکالا، جس میں ''خیار بیع'' کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول درج تھا⑧۔

۶۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ (م۵۰ھ)

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی جو احادیث آپ نے سنی ہیں، وہ مجھے لکھ بھیجو، چنانچہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے اپنے کاتب ورّاد کو کچھ احادیث اِملا کروائیں اور حضرت معاویہؓ کی طرف ارسال کر

---

① ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۳۳۱/۴

② جب حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے متوفی کے ترکہ میں ماں کے حصہ کے بارے میں حدیث بیان کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حدیث پر ایک گواہ طلب کیا چنانچہ محمدؓ بن مسلمہ نے اس کی شہادت دی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱

③ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے جنین کے قتل کی دیت کے بارے میں حدیث بیان کی تو حضرت عمرؓ نے اس کی شہادت طلب کی محمدؓ بن مسلمہ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی بیان کردہ حدیث پر گواہی دی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات' باب جنین المرأۃ' حدیث نمبر ۶۹۰۶، ص: ۱۱۹۰ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب القسامۃ' باب دیۃ الجنین' حدیث نمبر ۴۳۹۷، ص: ۷۴۶ ◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الدیات' باب دیۃ الجنین' حدیث نمبر ۴۵۷۰، ص ۶۴۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸/۱

④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۶ ◉ ابن حنبل، العلل، ص: ۳۱۷/۲

⑤ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۲۹

⑥ ابن حنبل، العلل، ص: ۳۴۶/۱

⑦ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱۰۷

⑧ ابن حنبل، العلل، ص: ۳۴۶/۱ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۰۵/۲

⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ' حدیث نمبر ۸۴۴، ص: ۱۳۷

⑩ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۴۴/۴

دیں"⑨۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی یہ تمام مرویات مسند احمد میں موجود ہیں⑩۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ایک بڑے حافظ حدیث تھے، ان کی شہرت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت معاویہؓ نے انھیں اپنے مجموعہ (احادیث) سے احادیث نقل کر کے ارسال کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے آزاد کردہ غلام ورّاد جو کہ آپ کے کاتب بھی تھے، بیان کرتے ہیں "جب مَیں حضرت معاویہؓ کی ملاقات کے لیے ان کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ جو مرویات حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے ارسال کی ہیں ان کی پیروی کی جائے"①۔

۷۔ حضرت حجرؓ بن عدی (م ۵۱ھ)

حضرت حجرؓ بن عدی اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی احادیث مبارکہ کو بڑے اہتمام سے روایت کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے متبعین میں سے تھے②۔ اور آپ نے حضرت علیؓ سے بہت سی احادیث مبارکہ جمع کی تھیں، یہ تمام احادیث آپ نے ایک صحیفہ میں محفوظ کر لی تھیں③۔

۸۔ حضرت عمروؓ بن حزم الأنصاری (م ۵۱ھ)

۱۰ھ میں جب یمن کا علاقہ نجران④ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمروؓ بن حزم کو اس کا عامل مقرر کیا اور ایک رسالہ حضرت ابیؓ بن کعب سے لکھوا کر انھیں دیا۔ جس میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت، جزیہ کے احکام، نسلی تفاخر کی ممانعت، دیت، تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کے بارے میں ہدایات درج تھیں⑤۔ اس رسالہ کے مندرجات مختلف کتب حدیث اور کتب سیرت میں موجود ہیں⑥۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کتاب کا مکمل متن نقل کیا ہے⑦۔ اس رسالہ کو کتاب کہنا زیادہ مناسب ہے، اس بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں:

"عمروؓ بن حزم نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ۲۱ دیگر فرامین نبوی بھی فراہم کیے جو نبی

---

① الحاکم، معرفة علوم الحديث، ص: ۱۵

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۵۲

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۵۲

④ نجران: جزیرہ عرب میں یمن سے متصل شمال میں ایک علاقہ ہے۔ یہ علاقہ ۱۰ھ میں فتح ہوا۔ یہ شہر نجران بن زیدان کی طرف منسوب تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص ۳/۲۱۲

⑤ الخطیب، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۵ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۷۲
◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱/۱۷۲۸ ◉ الخطیب، التاریخ، ص: ۸/۲۲۸
◉ المقریزی، امتاع الأسماع، ص/۵۰۱ ◉ ابوعبید، کتاب الأموال، ص: ۳۵۸
◉ الشافعی، الأم، ص: ۶/۱۰۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۲۴

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۱۳۳
◉ النسائی، سنن النسائی، کتاب القسامة والقود والديات، ذكر حديث عمرو بن حزم في العقول، ص: ۶۶۹
◉ المالک، المؤطا، کتاب العقول، باب ذکر العقول ص: ۲/۲۸۶ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۵۹۴

⑦ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص: ۱۰۵

عادیا' بنی عریض کے یہودیوں' تمیم داری' قبائل جہینہ و جزام وطئی وثقیف وغیرہ کے نام سے موسومہ تھے اور ان سب کی ایک کتاب تالیف کی جو عہدِ نبویؐ کے سیاسی دستاویزوں یا سرکاری پروانوں کا اولین مجموعہ خیال کیا جا سکتا ہے''①۔

عطاءؒ بن ابی رباح کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے یہ کتاب پڑھی تھی②۔

حضرت عمروؓ بن حزم نے رسول اللہ ﷺ کے خطوط بھی جمع کیے تھے۔ خطوط کے اس مجموعہ کو آپ کے بیٹے (محمد بن عمروؒ) نے بھی آپ سے روایت کیا ہے۔ یہی خطوط ابن طولون کی کتاب ''اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین'' کے ساتھ بھی شائع ہو چکے ہیں③۔

۹۔ أم المؤمنین حضرت میمونہؓ بنت الحارث الھلالیہ (م ۵۱ ھ)

اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ بنت الحارث الھلالیہ کے شاگرد اور آزاد کردہ غلام عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار نے آپؓ سے احادیث لکھی ہیں عمر بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار کی کتاب میں پڑھا ہے۔ عطاءؒ بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت میمونہؓ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا ''کیا ہر نماز کے لیے موزوں پر مسح کرنا چاہیے اور انھیں اتارنا نہیں چاہیے؟ تو رسول اللہ ﷺ اثبات میں جواب دیا''④۔

۱۰۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ (م ۵۲ ھ)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اپنے بھتیجے کو کچھ احادیث لکھ کر بھیجی تھیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک راوی (یحیٰ بن جابر الطائی) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے بھتیجے نے میری طرف خط لکھا کہ ابو ایوب انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنی ہیں''⑤۔ ایوب بن خالد بن ایوب نے اپنے دادا حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ایک سو بارہ احادیث روایت کی ہیں⑥۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی فرماتے ہیں:

''غالب گمان یہ ہے کہ یہ ایک ''صحیفہ'' تھا لیکن صحیفہ قلمبند کرنے والے کا نام ہمیں معلوم نہیں''⑦

---

① محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۵۳

② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۱/۵۸

③ ابن طولون، اعلام السائلین، ص:۴۸

④ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۳۳۳

⑤ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۴۱۳

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۴۲۳

⑦ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱/۹۲

اس بارے میں ڈاکٹر امتیاز رقمطراز ہیں:

"یمکن أیضا أن تکون من عمله و ربما وصلت إلیٰ حفیده بعد موته"①

ممکن ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یہ صحیفہ خود تیار کرلیا ہو جو ان کی وفات کے بعد ان کے پوتے (ایوب بن خالد) کے پاس پہنچ گیا ہو۔

۱۱۔ حضرت نفیعؓ بن الحارث ابو بکرۃ (م ۵۳ھ)

حضرت نفیعؓ بن الحارث ابوبکرۃ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انھوں نے ایک سو بتیس احادیث نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہیں②۔ صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن، جو کہ بجستان کے گورنر تھے، کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کی ہیں③۔

۱۲۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی (م ۵۴ھ)

حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک سو سے زائد احادیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں جن میں اکثر و بیشتر صحاح ستہ اور المسانید وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہیں اور ان سے صحابہؓ و تابعین نے روایات اخذ کی ہیں④۔

مسند احمد کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی⑤۔ روایت اس طرح ہے کہ ابو اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ جریرؓ بن عبداللہ آرمینیا⑥ کی طرف بھیجے گئے لشکر میں تھے۔ وہاں انھیں سخت بے سروسامانی اور بھوک نے آن لیا تو حضرت جریرؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف خط لکھا:

(('إنی سمعت رسول الله ﷺ یقول: من لم یرحم الناس لا یرحمه الله عزوجل قال فأرسل إلیه))⑦

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔ کہتے ہیں انھوں (حضرت معاویہؓ) نے انھیں (ضروریات زندگی) ارسال کیں۔

---

① امتیاز، دلائل التوثیق المبکر، ص: ۵۲۳

② النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/ ۱۹۸

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب هل یقضی القاضی أو یفتی وهو غضبان، حدیث نمبر ۷۱۵۸، ص: ۱۲۳۱

◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب القضاء، باب القاضی یقضی و هو غضبان، حدیث نمبر ۳۵۸۹، ص: ۵۱۵

④ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/ ۱۴۷۔

⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۳۶۱

⑥ آرمینیا روم کے خوبصورت اور حسین شہروں میں سے ہے۔ جس کی خوبصورتی 'آب وہوا ضرب المثل ہے۔ اسے آرمینیا اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بأرمینیة بن لنطا بن اومر بن یافث بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے آئے اور یہاں سکونت اختیار کی، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/ ۱۹۱ ◉ الیعقوبی، البلدان، ص: ۲۰۸

⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۳۶۱

۱۳۔ حضرت کعبؓ بن عمرو (م ۵۵ھ) کا صحیفہ حدیث

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو الیسر کعبؓ بن عمرو کے پاس بہت سے اوراق کے خطی نسخے تھے جنھیں انھوں نے پیپر کلپ کے ساتھ محفوظ کیا ہوا تھا لیکن ان خطی نسخوں کے موضوعات کیا تھے اس بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا①۔ تاہم اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے اور حدیث میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اور علماء حدیث آپ کے پاس حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے②۔ ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عبیدہ بن الولید اور ان کے والد ولید بن عبیدہ جیسے محدثین نے آپ سے استفادہ کیا تھا③۔

۱۴۔ حضرت شدّادؓ بن اوس الأنصاری (م ۵۸ھ)

حضرت شدادؓ بن اوس الانصاری نے بعض حضرات کو احادیث لکھوائی تھیں۔ عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت شدادؓ بن اوس نے کوئی بات کی تو ہم ہنس پڑے..... ہم نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ جونہی آپ کوئی بات کہتے ہیں، ہم ہنسے بغیر نہیں رہتے۔ حضرت شدادؓ نے کہا میں تمھیں ایک حدیث زادِ راہ کے طور پر بیان کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ ہمیں سفر وحضر میں اس حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ہمیں یہ حدیث لکھوائی اور ہم نے اسے لکھ لیا۔ "اللھم انی أسئلك ....."④ (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں........)۔

۱۵۔ حضرت شمغون الأزدیؓ ابو ریحانہ (م ۵۸ھ)

حضرت شمغون الازدیؓ ابو ریحانہ کا شمار مجوزین کتابت حدیث میں سے ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کے پاس حدیث کا ایک صحیفہ تھا"⑤۔ آپ اہل دمشق کے بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ پہلے شخص تھے جنھوں نے بڑے بڑے رجسٹر لکھے اور اس میں مدرج اور مقلوب احادیث لکھی۔ بنی سعد کے مولیٰ "عروۃ الاعمی" کہتے ہیں کہ ابو ریحانہ (حضرت شمغونؓ) جب سمندر پر سوار ہوتے تھے تو آپ کے پاس بڑے بڑے صحیفے ہوتے تھے⑥۔

---

① ابن القیسرانی، کتاب الجمع، ص: ۳۳۰

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۵۷ ⦿ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۹۵

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۱۶ ⦿ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۴/ ۲۲۱

④ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/ ۳۳۱

⑤ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۲/ ۱۵۶

⑥ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۲/ ۱۵۳

۱۶۔ اُم المئومنین حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ (م ۵۸ ھ)

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ بڑی عالمہ و فاضلہ تھیں۔ کبار صحابہ کرامؓ ان سے فرائض، فقہ وغیرہ کے پیچیدہ مسائل پوچھا کرتے تھے (۱)۔ آپ لکھنا پڑھنا، علمِ قرأت اور کتابت جانتی تھیں (۲)۔ مصادر سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انھوں نے کوئی مجموعہ حدیث تحریر کیا تھا یا نہیں؟ تاہم اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپؓ وقتاً فوقتاً لوگوں کی فرمائش پر انھیں احادیث لکھ کر بھیجتی تھیں (۳)۔ البتہ حضرت عائشہؓ کے تلامذہ خصوصاً عروۃ بن زبیرؓ (۴)، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (۵)، قاسم بن محمد (۶) وغیرہ نے آپ کی تمام احادیث عہدِ صحابہ ہی میں لکھ لی تھیں۔ انھی تلامذہ کے بارے میں سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عائشہؓ کی روایات کا علم سب سے زیادہ انھی ہی کو تھا'' (۷)۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: "میں نے حضرت عائشہؓ کی مجلس اختیار کی، میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو آیات کا شانِ نزول جاننے والا نہیں دیکھا، فرائض، سنت اور شعر کا آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پایا۔ ایام عرب اور انساب کا آپ سے بڑا راوی نہیں دیکھا، قضاء اور طب کا بھی آپ سے بڑھ کر کوئی ماہر نہیں ملا (۸)"۔

آپ کے علم کے بارے میں امام ذہبیؒ نے کیا عمدہ بات کہی ہے:

"لا أعلم في أمة محمدﷺ بل ولا في النساء مطلقاً امرأة أعلم منها......" (۹)

میں نے امت محمدیہﷺ میں، بلکہ تمام جہانوں کی عورتوں میں آپؓ سے بڑھ کر علم والی عورت نہیں دیکھی......''

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

زیاد بن ابی سفیانؓ نے امورِ حج کے بارے میں کچھ سوالات لکھ کر آپ کو بھیجے جن کا جواب آپ نے لکھ کر بھیجا تھا (۱۰)۔

عروۃ بن زبیرؓ: ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن زبیرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ مجھے "حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے بیٹے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری احادیث لکھتے ہو، پھر واپس جا کر دوبارہ لکھتے ہو۔ میں نے آپ سے کہا جب میں آپ سے کوئی چیز سنتا ہوں تو پھر کسی اور کے سامنے بیان کر کے دوبارہ سن لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تمھیں معانی میں کوئی اختلاف نظر آتا ہے؟ تو میں نے کہا! نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا پھر لکھنے میں کوئی حرج نہیں" (۱۱)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۴۳۵۔

(۲) المالک، المؤطا، کتاب صلاۃ الجماعۃ، باب الصلاۃ الوسطی، حدیث نمبر ۲۵، ص: ۸۸ ◉ ابن حنبل المسند، ص: ۲/ ۸۷

(۳) المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدي الى الحرم، حدیث نمبر ۳۲۰۵، ص: ۵۵۵ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۸۷
◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۹

(۴) آپ حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھانجے تھے، انھوں نے اپنی خالہ کی مرویات کو ان کی زندگی میں ہی لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، نیز آپ نے غزوہ بدر کا مفصل تذکرہ لکھ کر عبدالملک بن مروان کو ارسال کیا، الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵

(۵) حضرت عائشہؓ نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۰۶

(۶) آپ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے جو بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی تھی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۱۸۲، ۸/ ۳۴

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۱۸۲، ۸/ ۳۳۴ (۸) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/ ۱۰۱ (۹) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/ ۱۰۱

(۱۰) المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدي الى الحرم لمن لا يريد الذهاب بنفسه، حدیث نمبر ۳۲۰۵ ص: ۵۵۵

(۱۱) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵

معاویہؓ بن ابی سفیانؓ: امام شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس میں سے کچھ لکھ کر بھیجیں۔ چنانچہ آپ نے انھیں احادیث لکھ کر بھیجیں①۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ نے مناقب عثمانؓ پر احادیث لکھ کر ارسال کیں②۔

۱۷۔ حضرت ابوھریرۃؓ (م ۵۸ ھ)

حضرت ابو ہریرۃؓ بہت بڑے امامِ مجتہد اور حافظ حدیث تھے۔ انھیں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہے③۔ حضرت ابو ہریرۃؓ کے احادیث مدون کرنے کے بارے میں مصادر سے دو قسم کی روایات ملتی ہیں:

ا۔ وہ روایات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے حدیث کو مدوّن نہیں کیا۔

۱) صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرۃؓ کا قول مذکور ہے آپ فرماتے ہیں:

"ما من أصحاب النبی ﷺ أحد أكثر حديثاً عنه منی إلاّ ما كان من عبداللہؓ بن عمروؓ فإنه كان يكتب و لا أكتب".④

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے آپ ﷺ کی احادیث مجھ سے زیادہ کسی کے پاس نہیں ماسوائے عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے، اس لیے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔⑤

---

① الحمیدی، مسند الحمیدی ص:۱/۱۲۹ ② ابن حنبل، المسند، ص:۶/۸۷

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۶۵

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث نمبر ۱۱۳، ص:۲۴ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۳، ص:۱/۱۰۳ ◉ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی رخصة کتابة العلم، حدیث نمبر ۲۶۶۸، ص:۶۰۵

⑤ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کا ذخیرہ احادیث حضرت ابو ہریرۃؓ کے ذخیرہ احادیث سے کس طرح زیادہ تھا، جبکہ حضرت ابو ہریرۃؓ کے مقابلے میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کی روایات بہت کم ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرۃؓ کی کل مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے جبکہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کی مرویات کی تعداد صرف ۷۰۰ ہے۔
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں "کہ کسی کے پاس زائد علم یا ضخیم کتاب کے ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کو اپنے علوم دوسروں تک پہنچانے کے مواقع بھی اتنے ہی زیادہ ملے ہوں؟ ایسے علماء ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں کہ علوم کے بحرِ زخار ہونے کے باوجود ان کو اپنے علوم دوسروں تک پہنچانے کے اتنے مواقع فراہم نہیں ہوتے، جتنے ان سے کم علم رکھنے والوں کو میسر آجاتے ہیں۔
ایک عالم اگر کسی مرکزی مقام پر ہو اور اس کا مشغلہ ہی شب و روز تدریس و تبلیغ کا ہو تو شاگردوں کے ذریعے اس کے علوم کا پورا ذخیرہ دوسروں تک پھیلتا اور منتقل ہوتا رہا ہے۔ لیکن دوسرا عالم اگرچہ اس سے زیادہ علوم رکھتا ہو لیکن وہ کسی مرکزی مقام پر نہ ہو یا اسے دوسرے مشاغل بھی رہتے ہوں تو اس سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ اتنی کثرت سے دوسروں تک نہیں پہنچ پاتے۔
یہاں بالکل یہی صورت پیش آئی کہ حضرت ابو ہریرۃؓ مدینہ منورہ میں تھے جو اس وقت علومِ نبوت کا سب سے بڑا سرچشمہ تھا، طالبانِ علم سب سے پہلے اسی کا رخ کرتے تھے، اور حضرت ابو ہریرۃؓ کا یہ حال تھا کہ مدینہ میں ان کا کوئی خاندان تھا، نہ رشتہ داریاں، نہ گھریلو ذمہ داریاں۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد شب و روز تدریس و تبلیغ میں روایت حدیث ہی کو اپنا مشغلہ بنا لیا تھا، چنانچہ جن حضرات نے ان سے حدیثیں روایت کیں ان کی تعداد آٹھ سو بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا ان کی روایت کردہ حدیثیں اطراف عالم میں پھیلتی چلی گئیں، برخلاف حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کے کہ ان کا قیام مصر و شام وغیرہ میں اپنے والدِ ماجد حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ رہا جو مصر کے گورنر ہونے کے باعث نظم حکومت اور جہاد وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، اپنے والد ماجد کے ساتھ ان کو جنگ صفین میں بھی شریک ہونا پڑا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان کو اپنی مکتوبِ احادیث پھیلانے کے ایسے مواقع فراہم نہ ہو سکے جو حضرت ابو ہریرۃؓ کو حاصل تھے، اس لیے ان کی تحریر کردہ حدیثیں ہم تک پوری نہیں پہنچ سکیں"۔ مفتی محمد رفیع، کتابت حدیث، ص:۴۷

ب) ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

"لم ندوّن الأحاديث و لم نملها۔" ①

ہم نہ تو احادیث لکھا کرتے تھے اور نہ ہی اس کی املا کرایا کرتے تھے۔

ج) ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: "لا نکتم و لا نکتب" ② (نہ ہم چھپاتے ہیں اور نہ ہی ہم (احادیث) لکھتے ہیں)۔

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ احادیث نہیں لکھا کرتے تھے۔

۲۔ دوسری روایات وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے احادیث لکھی تھیں۔

ا) حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ "ابو ہریرہؓ کے ایک شاگرد حسن بن عمرو کا قول ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو انھوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا تو میں نے عرض کیا یہ حدیث تو میں نے آپ ہی سے سنی ہے تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا: "إن كنت سمعته مني فهو مكتوب عندي" (اگر تم نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی)۔ حسن بن عمرو کہتے ہیں اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی کتب دکھائیں چنانچہ وہ حدیث انھیں مل گئی تو کہنے لگے: "قد أخبرتك إني إن كنت حدثتك به فهو مكتوب عندي" ③ (میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اگر یہ حدیث میں نے بیان کی ہے تو میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہوگی)، ابن عبدالبر نے اس روایت پر اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف ہے کہ عبداللہؓ بن عمرو لکھا کرتے تھے اور ابو ہریرہؓ نہیں لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک سند کے لحاظ سے نہ لکھنے والی حدیث زیادہ بہتر ہے ④۔

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں:

"ہمارے نزدیک ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ حیات رسول ﷺ میں ہی احادیث لکھا کرتے تھے اور اس وقت ابو ہریرہؓ نہیں لکھتے تھے۔ لیکن بعد میں ابو ہریرہؓ نے احادیث لکھ کر محفوظ کر لی ہوں گی۔ کیونکہ شاید انھوں نے یہ سمجھا ہو کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ حافظہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے" ⑤

ب) ایک دوسری روایت میں خود حضرت ابو ہریرہؓ کے مطابق ان کے پاس پانچ اجولہ ⑥ کے قریب لکھی ہوئی احادیث تھیں ⑦

---

① ابوخیثمہ، کتاب العلم، ص: ۱۱/۱
② الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۲
③ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۸۴/۱
④ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۴/۱
⑤ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۹۷
⑥ اجولہ کا معنی کوشش بسیار کے نہیں مل سکا۔
⑦ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۸۱/۱

ج) حافظ ابن حجر نے ابن وہب کا قول بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھے اپنی لکھی ہوئی کتب دکھائیں (۱)۔

د) حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک دوسرے شاگرد جن کا نام بشیر بن نہیک ہے انھوں نے بھی آپ کی مرویات لکھی تھیں۔

ان کا بیان ہے:

"كنت أكتب ما أسمع من أبي هريرة فلما أردت أن أفارقه أتيته بكتابه فقرأت عليه وقلت له هذا ما سمعت منك قال نعم" (۲)۔

میں جو احادیث ابو ہریرہؓ سے سنتا تھا اسے لکھ لیتا تھا جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو میں ان کے پاس ان کی کتاب لایا اور انھیں پڑھ کر سنائی اور ان سے پوچھا یہ سب وہی احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں تو انھوں نے فرمایا جی ہاں۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں: ''اس روایت کی سند پر بھی بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے۔ لیکن بشیر بن نہیک نے واقعی حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث لکھی ہیں اور اپنے لیے ایک مجموعہ تیار کیا، پھر انھیں آگے بیان کرنے کے لیے ابو ہریرہؓ سے اجازت بھی لی۔ یہ بات کئی طرق سے ثابت ہے'' (۳)۔

و) ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ کی مرویات کا ایک مکمل نسخہ عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز بن مروان گورنر مصر کے پاس بھی تھا کیونکہ انھوں نے ایک مرتبہ کثیر بن مرہ کو لکھا۔

"أن يكتب إليه بما سمع من أصحاب رسول الله ﷺ من أحاديثهم إلا حديث أبي هريرة فإنه عندنا" (۴)۔

تم نے رسول ﷺ کے صحابہؓ سے جو احادیث سنی ہیں وہ میرے پاس لکھ کر بھیج دو ما سوائے ابو ہریرہؓ کی حدیث کے کہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔

ہ) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک مشہور شاگرد ہمام بن منبہ ہیں جنھوں نے آپ سے تقریباً ڈیڑھ سو احادیث لکھی ہیں جس کا نام انھوں نے ''الصحيفة الصحيحة'' رکھا (۵)۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس احادیث کی بہت سی کتب محفوظ تھیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں میں ان کے تمام مرویات لکھ لی گئی تھیں۔ مزید برآں یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی میں ہی ان کے تلامذہ نے ان کی احادیث کے نسخے تیار کر لیے تھے۔

---

(۱) ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۱۸۴

(۲) الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص في كتابة العلم، نمبر ۴۳، ص: ۱/۱۰۵ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲۲۳

(۳) الاعظمی، دراسات، ص: ۹۷ (۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۴۸

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۶۴

احادیث کی تدوین کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی مذکورہ بالا متضاد روایات کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں:

"حضرت ابو ہریرۃؓ نہ صرف پڑھے لکھے تھے بلکہ انھیں علمی ذوق شروع ہی سے رہا۔ حیرت نہ ہو کہ یمن کے متمدن اور ترقی یافتہ علاقے سے آ رہے تھے' جہاں سبا و معین کا تمدن شہر روما کے قیام سے ہزاروں برس پہلے اوج عروج کو پہنچ چکا تھا اور جس کی روایتیں یہودی اور عیسائی حکومتوں کے زمانے میں بھی مسلسل چلی آتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہی قرآن' حدیث اور عام مشاہدات بارگاہ نبوی ہر چیز کو لکھنے لگے تو خلط مبحث کر جانے کے خوف سے رسول اکرم ﷺ نے ان کو شروع میں قرآن کے سوا دوسری چیزیں لکھنے سے منع کر دیا۔ جس پر انھوں نے اپنے ذخیرۂ (جو غالبًا اونٹ' بکری کی شانے کی ہڈیوں، وغیرہ پر مشتمل تھا) جلا ڈالا لیکن بعد میں جب قرآن کو اچھی طرح حفظ کر لیا تو یہ ممانعت باقی نہ رہی"①۔

ان روایات کے مابین ایک دوسری تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ کی زندگی کو دو ادوار میں تقسیم کر دی جائے:

ابتدائی زندگی: ابتدا میں حضرت ابو ہریرۃؓ کا حافظہ بہت زیادہ قوی تھا اور جب آپ کو اپنے حافظے کے بارے میں کمزوری محسوس ہوئی تو آپ نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی②۔ اس دعا کے بعد حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں:

"فأصبحت لا أسقط حرفا مما حدثني"③ (پھر میری یہ کیفیت ہوگئی کہ آپ ﷺ نے جو کچھ بیان کیا مجھ سے اس سے ایک حرف ضائع نہ ہوا)۔

چنانچہ اس دور میں حضرت ابو ہریرۃؓ تمام حدیث کو اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتے اور لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ کے اس پختہ حافظے کی وجہ سے مروان بن حکم نے آپ کا امتحان لیا تھا④۔

یہ بھی ممکن ہے حضرت ابو ہریرۃؓ نے حضرت عمرؓ کے خوف سے احادیث نہ لکھی ہوں کیونکہ حضرت عمرؓ نے احادیث لکھنے پر سزا مقرر کر رکھی تھی⑤۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ ختم ہو گیا تو آپ نے باقاعدہ حدیث پر توجہ دی اور علم کی مجالس قائم کیں⑥۔

---

① محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۶۸

② ابن حجر، تہذیب التہذیب ص ۱۱/۲۶۶ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۲۲۶ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/۴۳۲ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۳۷۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۳

③ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۱/۳۸۱ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/۴۳۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۳

④ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم نے ان کا امتحان اس طرح لیا کہ ایک دن انھیں بلایا ادھر ادھر کی باتوں کے بعد احادیث پوچھنی شروع کیں، پردے کے پیچھے ایک کاتب بٹھا دیا تھا، جو حضرت ابو ہریرۃؓ کی بیان کردہ احادیث خفیہ طور پر لکھتا جاتا تھا۔ کاتب کا بیان ہے کہ "مروان پوچھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا، اس طرح بہت سی احادیث ہوگئیں۔ پھر مروان نے سال بھر خاموش رہنے کے بعد انھیں دوبارہ بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھا دیا، وہ پوچھتا گیا اور میں پچھلے سال کی تحریر کو دیکھتا گیا، انھوں نے نہ ایک حرف زیادہ کیا نہ ایک حرف کم"۔ البخاری، کتاب الکنٰی، ص: ۳۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۱ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷/۲۰۲

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۶۶

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۲۷۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۱ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/۴۳۳

آخری دور: زندگی کے آخری ایام میں جب حضرت ابو ہریرۃ ؓ کا حافظہ کچھ کمزور پڑ گیا تو آپ نے احادیث لکھنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ آپ نے اپنی تمام روایات خود لکھ کر یا دوسروں سے لکھوا کر محفوظ کر لیں۔ یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ حضرت ابو ہریرۃ ؓ کا شمار ان صحابہ کرامؓ میں سے ہوتا ہے جو حدیث کی کتابت کو جائز قرار دیتے تھے، اسی لیے آپ کے تلامذہ نے نہ صرف احادیث کے ذخیرے کو جمع کیا بلکہ جمع کرنے کے بعد نظر ثانی کے لیے حضرت ابو ہریرۃؓ کے سامنے پیش کر کے آپ سے اس کی موافقت حاصل کر لیتے تھے ①۔ یہی وجہ ہے مدینہ منورہ میں حدیث کے بڑے بڑے حلقے قائم ہوتے جن میں بے شمار علم کے مشتاق حاضر ہو کر علم کی پیاس بجھاتے اور یہ وہی تلامذہ تھے جنھوں نے بعد میں حضرت ابو ہریرۃؓ کے علمی حلقے سے استفادہ کر کے احادیث کے ذخائر کو مدون کیا②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

ابو صالح السمان: آپ کے پاس ابو ہریرۃؓ کی طرف سے ایک نسخہ تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں: بخاری نے سہیل بن صالح کی روایت ترک کر دی ہے، کیونکہ یہ اپنے باپ سے ''سماع صحیفہ'' کے بارے میں مشکوک ہے۔ امام مسلمؒ نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ یہ کبھی اپنے بھائی ''عن أخیه عن أبیه سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور کبھی ''عن الأعمش عن أبیه سے روایت کرتے ہیں۔ اگر ان کی ''سماع صحیفہ'' کے بارے میں حقیقت ہوتی تو وہ سب کا سب اپنے باپ سے ہی روایت کرتے۔ مگر وہ کئی اشخاص سے روایت کرتے ہیں③۔

ابن حجر فرماتے ہیں: ''وہ حضرات جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور بخاری ان کی روایات بیان کرنے میں منفرد ہیں، ان کی احادیث کثرت سے تخریج نہیں ہوئیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے پاس کوئی بڑا نسخہ تھا، جس کو وہ تمام کا تمام یا اکثر بیان کرتے۔ مگر وہ عکرمة عن ابن عباسؓ کے سلسلہ سے بیان ہوا ہے بخلاف امام مسلم کے کہ انھوں نے ان کے نسخے کا اکثر و بیشتر حصہ روایت کیا ہے۔ جیسے ''ابو زبیر عن جابر '' کا نسخہ اور ''سهیل عن أبیه'' کا نسخہ④۔ ان تمام روایات سے اس بات پر استدلال ہوتا ہے کہ ابو صالح کے پاس ابو ہریرۃؓ سے سنا ہوا ایک صحیفہ موجود تھا۔

اعمش نے ابو صالح سے ایک ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ جن کو انھوں نے ابو ہریرۃ ؓ سے سنا تھا⑤۔ اعمش کہتے ہیں کہ ابراہیم (م ۹۶ھ) حدیث کے زرگر تھے۔ میں ان کے پاس حدیث لے کر آتا تو جو احادیث ابو صالح عن ابی هريرةؓ کے طریق سے مروی ہوتیں، وہ انھیں لکھ لیتے⑥۔

بشیر بن نہیک: بشیر کہتے ہیں میں نے ابو ہریرۃ ؓ سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جب میں ان سے الوداع ہونے لگا میں نے کہا: اے ابو ہریرۃؓ! میں نے آپ سے کتاب لکھی ہے کیا میں آپ سے روایت کروں؟ تو انھوں نے کہا: ہاں مجھ سے روایت کرو⑦۔

---

① ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۲۰۹/۴ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۳۴/۲

② ابن حنبل، المسند، ص: ۲۷۵/۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۱/۱ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۳۴/۲

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۴/۱ ④ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲۳/۱

⑤ ابن الجعد، المسند، ص: ۸۰ ⑥ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۴۰/۱

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۳/۷ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، ص: ۱۳۶/۱

سعید المقبری: ابن عجلان کہتے ہیں کہ سعید مقبری ابو ہریرہؓ سے براہ راست روایت کرتے تھے اور اپنے باپ کے واسطے سے بھی ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے تھے اور کبھی "عن رجل عن أبي هريرة" سے بھی روایت کرتے تھے' چونکہ اس آدمی کا نام ان کے ذہن میں خلط ملط ہو گیا تھا' اس لیے وہ براہ راست ابو ہریرہؓ سے بیان کر دیتے تھے ①۔ ابن حبان نے اس قصے پر یہ کہہ کر تعلیق لگائی ہے کہ یہ کوئی سقم نہیں جس سے کوئی راوی کمزور ہو جائے۔ کیونکہ تمام صحیفہ فی نفسہٖ صحیح ہے ②۔

عبدالعزیز بن مروان: عبدالعزیز نے کثیر بن مرۃ الحضرمی کو خط لکھا کہ تم نے اصحاب رسول ﷺ سے جو احادیث سنی ہیں' وہ لکھ کر بھیجو مگر ابو ہریرہؓ کی احادیث مت بھیجنا کیونکہ وہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہیں ③۔

عبداللہ بن ہرمز: انھوں نے ابو ہریرہؓ کی بعض روایات تمیم جیشانی کی طرف لکھ کر بھیجیں ④۔

عبیداللہ بن موھب القرشی: عبیداللہ کے بیٹے یحییٰ اپنے باپ کے واسطے سے ابو ہریرہؓ کا ایک نسخہ بیان کرتے تھے۔ نسخے کا اکثر حصہ ٹھیک نہیں تھا۔ انھوں نے اپنا صحیفہ یحییٰ القطان کو دیا تھا مگر وہ اس سے روایت نہیں کرتے تھے ⑤۔

عقبۃ بن ابی الحسناء: امام ذہبی نے ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

"حدثنا فرقد بن الحجاج سمعتُ عقبة بن ابى الحسناء سمعت أبا هريرة يقول...... قلت وهذه نسخة حسنة وقعت لي و غالب أحاديثها محفوظة......" ⑥

''ہمیں فرقد بن حجاج نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے عقبۃ بن ابی الحسناء سے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا...... پھر میں نے کہا یہ حسنہ کا نسخہ جو مجھے ملا ہے۔ اور اس کی اکثر احادیث محفوظ ہیں''۔

محمد بن سیرین: علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میرے پاس محمد بن سیرین کے خاندان کا ایک آدمی آیا' اس کے پاس محمد بن سیرین کا وہ نسخہ تھا جو انھوں نے ابو ہریرہؓ سے لکھا تھا۔ اس نسخہ کی ابتداء میں یہ درج تھا:

"هذا ما حدثنا أبو هريرة' قال أبو القاسم كذا وقال أبوا القاسم كذا"۔

یہ وہ حدیث ہے جو ہمیں حضرت ابو ہریرۃ نے بیان کی ہے ابو القاسم نے یوں فرمایا اور ابو القاسم نے یوں فرمایا۔

یہ نسخہ ایک پرانے ورق پر تھا جو یحییٰ بن سیرین کے پاس تھا کیونکہ وہ اپنے پاس کوئی کتاب رکھنا پسند نہیں کرتے تھے اور حدیث کے بالکل نیچے یہ لکھتے تھے "هذا حديث أبي هريرة" اور دونوں فقروں کے درمیان فاصلہ رکھتے تھے' پھر کہتے: کہ ابو ہریرہؓ نے اس طرح کہا۔ علی بن المدینی کہتے ہیں: ''ہر دسویں حدیث کے بعد اس کے اردگرد نقطے تھے'' ⑦۔

مروان بن حکم: مروان کا کاتب ابو الزعیزعہ کہتا ہے کہ مروان نے ابو ہریرہؓ کو بلایا اور ان سے احادیث پوچھنے لگا اور مجھے

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۸ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۸
③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۴۴۸ ④ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/ ۵۳۱
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۲۵۳ ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/ ۲۰۴
⑦ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/ ۱۴ ⑧ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۳/ ۱۷۳

ایک پردے کے پیچھے بٹھا دیا۔ میں بھی ابو ہریرۃؓ کی احادیث لکھتا رہا۔ جب ایک سال گذر گیا تو اس نے ابو ہریرۃؓ کو پھر بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھا کر ان احادیث کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ ابو ہریرۃؓ نے ان احادیث پر نہ زیادتی کی اور نہ کمی کی' نہ کسی کو آگے کیا اور نہ پیچھے کیا (۱)۔

ھمام بن منبہ: آپ کے پاس حضرت ابو ہریرۃؓ کا ایک صحیفہ تھا۔ حافظ ابن حجر نے المیوتی کی احمد سے روایت نقل کی ہے کہ ہمام غزوات میں حصہ لیا کرتے تھے اور اپنے بھائی وہب سے کتب خریدا کرتے تھے۔ انھوں نے حضرت ابو ہریرۃؓ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور تقریباً ایک سو چالیس احادیث سنی، جو ایک اسناد رکھتی ہیں۔ معمر نے ان کا زمانہ پایا، جب کہ یہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی بھنویں ان کی آنکھوں پر گر گئی تھیں، ہمام نے ان کو یہ احادیث پڑھ کر سنانا شروع کیں لیکن جب تھک گئے، تو معمر نے رسالہ ہاتھ میں لے لیا اور باقی خود پڑھ کر سنایا.....'' (۲)۔ اس صحیفہ کی تمام احادیث مسند احمد' الجامع الصحیح، صحیح مسلم' اور جامع الترمذی میں پائی جاتی ہیں (۳)۔

۱۸۔ حضرت سمرةؓ بن جندب (م ۵۹ ھ)

حضرت سمرةؓ بن جندب نے حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام "نسخہ (۴)" رکھا۔ یہ مجموعہ "صحیفہ" (۵)، "رسالہ (۶)"' اور کتاب کے نام سے بھی معروف و مشہور ہے (۷)۔

حدیث کا یہ مجموعہ ان کے بیٹے سلمان بن سمرةؓ کو وراثت میں ملا، اس کی ایک نقل حسن بصری کے پاس بھی تھی جس سے یہ دونوں حضرات احادیث روایت کیا کرتے تھے (۸)۔ ابن سیرین نے اس کتاب کی تعریف کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"في رسالة سمرة إلىٰ بنيه علم كثير" (۹)

''سمرہؓ نے اپنے بیٹوں کے لیے جو رسالہ لکھا اس میں بہت علم پایا جاتا ہے''۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ''کہ سلیمان نے اپنے باپ کے حوالے سے ایک بڑا رسالہ (نسخہ کبیرہ) روایت کیا ہے'' (۱۰)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے اپنے باپ سے ایک لکھا ہوا نسخہ حاصل کیا ہے (۱۱)۔

---

(۱) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/۴۳۱

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۶۷، ۱/۵۷۴

(۳) محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۹۱

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۹۸

(۵) گولڈ زیہر، دراسات اسلامیہ ص: ۲/۲۳

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۶

(۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۱۵

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص ۷/۱۱۵

◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲/۲۶۸

(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۹۸

◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۲/۷۹

◉ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۵۹

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۶

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۹۸، ۲/۲۶۹

(۱۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴/۲۳۶

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

حسن بصریؒ: حسن بصریؒ نے آپ سے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے ①۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حسن بصریؒ نے سمرۃؓ سے سنا ہے یا نہیں لیکن اس بات میں اختلاف نہیں کہ حسن بصریؒ حضرت سمرۃؓ سے ایک کتاب یا صحیفہ روایت کرتے ہیں۔ ان کے صحیفہ کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں:

"فی أحادیث سمرة التی یرویها الحسن عنه سمعنا أنها من کتاب" ②

حضرت سمرۃؓ کی وہ احادیث جو حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں ہم نے سنا ہے وہ ایک کتاب سے ہیں۔

ابن عون کہتے ہیں: ''میں نے حسنؒ کے پاس حضرت سمرۃ ؓ کی کتاب دیکھی اور میں نے اس کو آپ کے سامنے پڑھا بھی ہے ③۔ امام نسائی کہتے ہیں حسن بصریؒ، حضرت سمرۃ ؓ کی کتاب سے روایت کرتے ہیں نیز حسنؒ نے حضرت سمرۃ ؓ سے صرف عقیقہ کی روایت سنی ہے ④۔ طبرانی کی ''معجم الکبیر'' میں اس کتاب کا ایک حصہ محفوظ ہے ⑤۔

سلمان بن سمرۃ: آپ کی طرف حضرت سمرۃؓ نے ایک رسالہ لکھا۔ سنن ابی داؤد اور دوسری کتب حدیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ حبیب روایت کرتے ہیں:

"عن سلمان بن سمرة عن ابیه سمرة انه کتب إلی ابنه أما بعد فإن رسول اللهﷺ کان یأمرنا" ⑥

سلمان بن سمرۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بیٹے کی طرف لکھا۔ اما بعد! بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے......

یہ بھی مروی ہے کہ کہ مروان بن جعفر بن سعد بن سمرۃ کے پاس سمرۃؓ کی احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں ⑦۔

۱۹۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص (م ۶۳ ھ)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بہت بڑے امام 'حبر'، عابد اور زاہد صحابی رسول تھے ⑧۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہ کرامؓ بیٹھے تھے، میں سب سے کم عمر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من

---

① ابن حجر، تہذیب تہذیب، ص: ۲/۲۶۹ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۱۵ ③ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۶۹

④ ابن حنبل، العلل، ص: ۱/۱۴۷ ⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۲۲

④ النسائی، سنن النسائی، کتاب العقیقه، باب عن الغلام شاتان، حدیث نمبر ۴۲۲۶، ص: ۵۸۹

⑤ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۳/۲۰۸ ⑥ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، حدیث نمبر ۴۵۶، ص: ۷۷

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۱۵ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۷

⑧ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۵۳

النار "[1] (جس آدمی نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے)۔ جب صحابہؓ باہر نکلے تو میں نے کہا: اس حدیث کے سننے کے بعد بھی تم لوگ احادیث بیان کرتے ہو۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ ہنس پڑے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! جو کچھ ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، وہ سب ایک کتاب میں محفوظ ہے[2]۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں:

''آپ کی کتابت بھی بہت اچھی تھی۔ گویا کہ آپ کو اس واقعہ کی وجہ سے حدیث لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور آپ نے احادیثِ رسول ﷺ لکھنا شروع کر دیں[3]۔

آپ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں: ''میں نبی کریم ﷺ سے جو چیز بھی سنتا اسے لکھ لیتا تھا تا کہ وہ محفوظ ہو جائے۔ قریش نے مجھے منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی غصہ میں ہوتے ہیں اور کبھی خوش ہوتے ہیں۔ تم ان کی ہر چیز کیوں لکھتے ہو؟ چنانچہ میں نے کتابتِ حدیث چھوڑ دی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا''۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"أكتب فوالذی نفسی بيده ماخرج منه إلا حق"......[4]

''تم لکھو، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میرے منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا''۔

حضرت ابو ہریرہؓ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اصحاب رسول ﷺ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں۔ البتہ عبداللہؓ بن عمروؓ کے پاس تھیں کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا''[5]

عبداللہؓ بن عمرو نے جس صحیفہ میں یہ احادیث قلمبند کی تھیں، اس کا نام ''الصحيفه الصادقة'' تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

"الصادقة صحيفة كتبتها من رسول الله ﷺ و قال هی صادقة" [6]

صادقہ ایک صحیفہ ہے جسے میں نے نبی ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور اس کا نام ''صادقہ'' ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

هذه الصادقة فيها ما سمعته من رسول الله ﷺ و ليس بينی و بينه أحد [7]

''یہ صادقہ ہے میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی نہیں تھا۔

---

[1] یہ حدیث متواتر لفظی کے قبیل سے ہے۔ جسے ستر سے زائد صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۱۰، ص: ۲۴

[2] الہیثمی، مجمع الزوائد، ص: ۱/۱۵۱

[3] الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱۲۲

[4] ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۱۲ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۴، ص: ۱/۱۳۶

[5] الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص ۳/۵۸ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۳، ص: ۱/۱۳۶

[6] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص ۲/۱۲۵ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی كتابه العلم، حدیث نمبر ۴۹۶، ص: ۱/۱۳۸ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص ۳/۸۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۴ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۵۶

[7] ابن حنبل، المسند، ص ۹/۲۴۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص ۳/۱۲۵، ۴/۹، ۷/۱۸۹ ◉ ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۲۳۴

آپ کو یہ صحیفہ بہت عزیز تھا' آپ فرماتے ہیں:

ما يرغبني في الحياة إلّا خصلتان الصادقة والوهظ فأماالصادقة فصيحفة كتبتها من رسول الله ﷺ و أما الوهظ فأرض تصدق بها عمروؓ بن العاصؓ كان يقوم عليها۔ ①

دو چیزوں کی وجہ سے مجھے زندگی عزیز ہے۔ ایک تو صحیفہ صادقہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھا ہے اور دوسری الوھظ نامی زمین جو مجھے عمروؓ بن العاص نے عطا کی ہے۔

معمر نے ہمام سے اور انھوں نے ابو ہریرہؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص نے اپنے پاس جمع کردہ ذخیرہ حدیث کا نام ''الصحيفة الصادقة'' رکھا ہے۔ کہتے ہیں اس میں ایک ہزار احادیث تھیں ②۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو کا بیان ہے:

''حفظت عن النبي ﷺ ألف مثل'' ③ (میں نے نبی ﷺ سے ایک ہزار مثل یاد کی ہیں)۔ ممکن ہے کہ مثل سے مراد آپ کی حدیث ہی ہو۔ جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ صحیفہ ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھا۔

تاہم ڈاکٹر محمد حمید اللہ مذکورہ بالا قول کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''یہاں غالباً سادہ ضرب المثلین مراد نہیں ہیں۔ اس حوالے میں کتاب یا صحیفہ صادقہ کا بھی صراحت سے ذکر نہیں ہے'' ④۔

یہ صحیفہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا ⑤۔ امام مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت عبداللہؓ بن عمرو کے پاس آیا۔ میں نے ان کے بستر کے نیچے سے ایک صحیفہ اٹھانا چاہا۔ لیکن انھوں نے مجھے اٹھانے سے منع کر دیا۔ میں نے پوچھا' آپ مجھے کس چیز سے منع کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا:

''هذه الصادقة ماسمعت من رسول الله ﷺ ليس بيني وبينه أحد إذا سلمت لي هذه وكتاب الله والوهظ فلا أبالي على ماكانت عليه الدنيا'' ⑥

یہ (صحیفہ) ''صادقہ'' ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان اور کوئی نہیں تھا۔ جب تک یہ (صحیفہ) اور اللہ کی کتاب اور ''الوھظ'' کی زمین میرے پاس محفوظ ہے، مجھے دنیا کی کسی چیز کی پروا نہیں۔

عبداللہؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں: کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس ہر چیز لکھا کرتے تھے''۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ عبداللہؓ بن عمروؓ سے سعد بن عفیر نے روایت کی ہے ⑦۔

---

① الدارمی، سنن داری، باب من رخص في كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۶، ص: ۱/۱۳۸ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۶

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۸ ③ ابن الاثیر، أسد الغابة، ص: ۳/۲۳۳

④ محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۵۰ ⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النُّبلاء، ص: ۳/۵۸

⑥ ابن الاثیر، أسد الغابة، ص: ۳/۲۳۳ ◉ الخطیب، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۶ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص ۳۶۷

أسد الغابة میں "الوهظ" ظاء معجمہ کے ساتھ ہے اور جامع بیان العلم، میں "الوهط" طاء مہملہ کے ساتھ ہے۔ نیز اس روایت میں یہ تفصیل بھی ہے کہ "وھظ'' ایک زمین تھی جو حضرت عمروؓ بن العاص نے فی سبیل اللہ وقف کر دی تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ اس کا انتظام کرتے تھے۔ جبکہ امام الذہبی نے ''الوھط'' کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دس لاکھ درہم کا طائف میں ایک باغ تھا جو ان کے والد حضرت عمروؓ بن العاص ان کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۹

◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۵۸

⑦ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۸

ابو راشد حبرانی کہتے ہیں: میں عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے پاس آیا تو میں نے ان سے کہا کہ ہمیں حدیثِ رسول اللہ ﷺ بیان کریں تو انھوں نے ہمارے سامنے ایک "صحیح" رکھ دیا اور کہا، کہ یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا ہے، میں نے اس میں دیکھا، تو اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے صبح اور شام کے لیے کوئی وظیفہ سکھائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یا أبا بکرؓ قل أللھم فاطر السموات......)) [١] (اے ابو بکرؓ! کہو اے اللہ آسمانوں کو پیدا کرنے والا......)

تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے فتاویٰ بھی جمع کیے تھے [٢]۔ عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہؓ بن عمروؓ کی کتاب میں حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ پایا: ''إذا عبث المعتوہ بامرأتہ أمر ولیہ أن یطلق'' [٣] (جب کوئی بیوقوف آدمی اپنی بیوی سے فضول لڑائی جھگڑے کرے، تو اس کا ولی اس کو طلاق دینے کا حکم دے)۔

درج ذیل روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے پاس احادیث نبویہ ؐ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔

ا) ابو قبیل کہتے ہیں: ہم عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ آپ نے ایک صندوق منگوایا جس پر حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اس میں سے کتاب نکالی اور اس سے پڑھ کر کہا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہرقل کا شہر پہلے فتح ہوگا'' [٤]

ب) بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ "أدعیہ ماثورہ" بھی لکھا کرتے تھے اور انھیں بچوں کی گردن میں تعویذ بنا کر لٹکایا کرتے تھے [٥]۔

ج) عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ: ''ہم عبداللہؓ بن عمروؓ کے پاس بیٹھے تھے کہنے لگے کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں، جو رسول اللہ ﷺ سکھایا کرتے تھے؟ پھر انھوں نے ہمارے سامنے ایک کاغذ نکالا۔ اس میں لکھا تھا:
''اللھم فاطر السموات......'' [٦] (اے اللہ آسمانوں کو پیدا کرنے والے......)

د) آپ سریانی زبان بھی جانتے تھے۔ شریک بن خلیفہ کہتے ہیں:

"رأیت عبداللہ بن عمرو یقرأ بالسریانیة" [٧]

''میں نے عبداللہؓ بن عمروؓ کو سریانی زبان میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''۔

ہ) آپ کو اہلِ کتاب کی بہت ساری کتب بھی ملی تھیں۔ جنھیں آپ پڑھا کرتے تھے۔ گویا ''تقابلِ ادیان'' کا مطالعہ کرتے تھے اور ان کتب سے معلومات بھی روایت کیا کرتے تھے [٨]۔

---

[١] ابن حنبل، المسند، ص: ۱۹۶/۲
[٢] الدارقطنی، سنن دارالقطنی، ص: ۶۵/۴
[٣] الدارقطنی، سنن دارالقطنی، ص: ۶۵/۴
[٤] ابن حنبل، المسند، ص: ۱۷۶/۲
[٥] البخاری، کتاب خلق افعال العباد، حدیث نمبر ۵۷
[٦] ابن حمید، المسند، ص: ۴۱
[٧] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۹۵/۷
[٨] الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱

و) حدیث کے صحائف کے علاوہ آپ نے مغازی پر بھی کتاب لکھی تھی ①۔ ظاہر ہے اس (مغازی) میں بھی احادیث رسول ﷺ کا ایک وافر حصہ موجود ہے۔

ی) نیز آپ اپنے شاگردوں کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔ ابوسبرۃ کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد رسول اللہ ﷺ کے حوض کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ جب اس نے ابو برزہؓ، البراء بن عازب اور عائذؓ بن عمرو اور ایک دوسرے شخص سے معلوم کیا تو ان سب کو جھٹلانے لگا۔ ابوسبرۃ نے کہا: اچھا میں آپ کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس میں اس مسئلہ کی تسلی وتشفی ہو جائے گی۔ تمھارے باپ نے مجھے کچھ مال دے کر حضرت معاویہؓ کی طرف بھیجا تھا۔ تو مجھے وہاں عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص ملے انھوں نے جو کچھ نبی کریم ﷺ سے سنا تھا مجھے لکھوایا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا، نہ کوئی حرف زیادہ کیا اور نہ ہی کم۔ ''عبید اللہ نے کہا: حوض کے بارے میں اس سے زیادہ صحیح حدیث میں نے نہیں سنی۔ چنانچہ اس نے اس کی تصدیق کی۔ اور ''صحیفہ'' کو لے کر اپنے پاس رکھ لیا'' ②

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

ابوسبرۃ: ③

شعیب بن محمد بن عبداللہؓ بن عمروؓ: علی بن المدینی عمرو بن شعیب کے بارے میں لکھتے ہیں ''جو کچھ ان سے ایوب اور ابن جریج روایت کریں وہ سب کا صحیح ہے اور اگر ''عمرو عن أبیہ عن جدہ'' سے روایت کریں تو وہ اس کتاب سے ہے جو انھیں ملی تھی اور وہ ضعیف ہے'' ④۔ جبکہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ عمرو ثقہ راوی ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔ لہٰذا جو کتاب ''عن أبیہ عن جدہ'' ہے وہ بھی صحیح ہے ⑤۔ امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کو محض اس لیے ضعیف قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دادا (محمد بن عبداللہؓ) کے صحیفہ سے روایات بیان کرتے تھے ⑥۔

شفی بن ماتع: آپ کے پاس بھی عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑦

عبدالرحمٰن (۲): ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں ''یہ معلوم نہیں کہ یہ عبدالرحمٰن بن سلمی ہیں یا کوئی اور شخص'' ⑧۔

عبدالرحمٰن بن سلمۃ الجمحی: آپ کہتے ہیں: میں نے عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص سے احادیث سنی ہیں اور انھیں لکھ بھی لیا ہے۔ جب میں نے حفظ کر لیں تو انھیں مٹا دیا۔ ⑨

عبداللہؓ بن عمرو کے کاتب ⑩

عبداللہ بن رباح الانصاری ⑪

---

① الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۳/۱۷۶ ② ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۱۶۲ ③ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۱۶۲
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۲۶۵ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۲۶۶
⑥ الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھۃ البیع والشراء، حدیث نمبر ۳۲۲، ص: ۸۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۶۶
⑦ المقریزی، الخطط، ص: ۲/۲۳۳ ⑧ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲/۲۱۶ ⑨ الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۲۵
⑩ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۶۳ ⑪ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۱۸۳

۲۰. حضرت اسیدؓ بن حضیر الأنصاری (م ۶۴ ھ)

حضرت اسیدؓ بن حضیر الانصاری نے احادیث نبویہ لکھیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کے قضایا بھی لکھے اور انھیں مروان کی طرف بھیجا①۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت اسیدؓ بن حضیر یمامہ② کے گورنر تھے۔ مروان نے ان کی طرف خط لکھا کہ حضرت معاویہؓ نے حکم بھیجا ہے کہ جس آدمی کی کوئی چیز چوری ہوگئی ہو اور جب وہ چوری پکڑ لی جائے تو اس کی قیمت کا وہ حقدار ہوگا۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر کہتے ہیں کہ میں نے مروان کی طرف لکھا: نبی کریم ﷺ نے یہی فیصلہ دیا تھا اور یہی فیصلہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے بھی دیا تھا③۔

۲۱. ضحاکؓ بن سفیان الکلابی (م ۶۴ھ)

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی طرف لکھا:

((أن ورّث امرأة أشيم الضبابي من ديته)) ④

تم اشیم الضبابی کی عورت کو اس کی دیت میں سے ورثہ دو۔

یہی حدیث ضحاکؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو بھی لکھی۔ سعیدؓ بن مسیب کہتے تھے کہ: "دیت ورثاء کے لیے ہے۔ خاوند کی دیت میں سے بیوی کو کچھ نہیں ملے گا"۔ یہاں تک کہ ضحاکؓ بن سفیان نے انھیں نبی ﷺ کی یہ حدیث لکھ کر بھیجی:

((أن النبي ﷺ ورث امراة أشيم الضبابي من دية زوجها)) ⑤

بے شک نبی ﷺ نے اشیم ضبابی کی عورت کو اس کی خاوند کی دیت کا وارث بنایا۔

۲۲. حضرت ضحاکؓ بن قیس الکلابی (م ۶۴ ھ)

حضرت ضحاکؓ نے ایک رسالہ قیسؓ بن الہیثم کی طرف لکھا اور اس میں بعض احادیث تحریر کیں۔ حسن کہتے ہیں: ضحاکؓ بن قیس نے یزید بن معاویہؓ کی وفات کے وقت قیسؓ بن الہیثم کو خط لکھا:

---

① ابن حنبل، المسند، ص:۲/۱۹۲

② یمامہ: جزیرہ عرب کے وسط میں ایک وسیع علاقہ ہے، پہلے اس شہر کا نام جو تھا۔ جس کی رہائشی ایک لڑکی زرقاء الیمامۃ تھی، اس کی وفات کے بعد یہ شہر اسی کے نام سے منسوب ہوگیا، الحموی، معجم البلدان، ص:۴/۲۳۶۔

③ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۲۲۶

④ ابن باجی، المنتقى الحديث، ص:۹۶۶ ◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فى المرأة ترث من دية زوجها، حدیث:۲۹۲۷، ص:۴۲۶
◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب الميراث من الدية، حدیث:۲۶۴۲، ص:۳۸۱
◉ مالک، المؤطا، کتاب العقول، باب ما جا فى ميراث العقل والتغليظ فيه، حدیث نمبر ۹، ص:۲۹۸ ◉ الشافعی، الرسالہ، ص:۴۲۶

⑤ ابن الأثير، أسد الغابة، ص:۳/۳۷

((سلام عليك أما بعد فإني سمعت رسول الله ﷺ......)) ①

السلام علیکم اما بعد بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے.............

حضرت نعمانؓ بن بشیر نے ضحاکؒ بن قیس الکلابی کی طرف ایک خط تحریر کیا جس میں احادیثِ نبویہ لکھی ہوئی تھیں ②۔

۲۳. حضرت نعمانؓ بن بشیر (م ۶۵ھ)

آپ کے پاس احادیث رسول ﷺ لکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے قیسؒ بن الہیثم کو خط لکھا جس میں احادیثِ نبویہؐ بھی موجود تھیں ③۔ اسی طرح آپ نے ایک خط ضحاکؒ بن قیس الکلابی کو بھی لکھا، جس میں احادیث لکھی ہوئی تھیں ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ قیس بن الہیثم ⑤ ۲۔ ضحاک بن قیس ⑥

۳۔ حبیب بن سالم ⑦ ۴۔ قتادۃ ⑧

۲۴. حضرت زیدؓ بن ارقم (م ۶۶ھ)

آپ کا شمار مجوزین کتابت حدیث میں سے ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی تھی ⑨۔

نضر بن انسؒ بیان کرتے ہیں کہ حرّہ کے زمانے میں حضرت انسؓ بن مالک کی اولاد اور خاندان ہلاک ہوگیا، تو آپ نے ان کی طرف تعزیت کرتے ہوئے لکھا:

"أللهم اغفر للأنصار ولأبناء الأنصار" ⑩

اے اللہ! انصار اور ان کے بیٹوں کی بخشش فرما۔

۲۵. حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (م ۶۸ھ)

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے اپنی وفات کے بعد اتنی زیادہ تالیفات چھوڑیں کہ انھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے ایک اونٹ پر لادا جاتا تھا ⑪۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں صحابیؓ کے

---

① امام احمدؒ بن حنبل نے اپنی "مسند" میں ضحاکؒ کی یہی ایک حدیث نقل کی ہے۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۴۵۳

② ابن ابی خیثمه، التاریخ ص: ۱۴۴ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۴۸

④ ابن ابی خیثمہ، التاریخ ص: ۱۴۴ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۴۸

⑥ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۱۴۴ ⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۷۳

⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۷۶ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۹۴

⑩ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۷۰-۲۷۴ ◎ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب في فضل الأنصار و قريش، حدیث نمبر ۳۹۰۲، ص: ۸۷۹

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۲۱۶

پاس حدیث ہے، تو میں اس کے دروازے پر آتا، اگر وہ سو رہے ہوتے تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر وہیں لیٹ جاتا، ہوائیں گرد و غبار اٹھا کر میرے اوپر ڈالتیں، جب وہ صحابی تشریف لاتے، مجھے کہتے: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد! آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔ آپ مجھے پیغام بھیج دیتے میں خود ہی آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔ میں کہتا نہیں آپ کے پاس آنے کا حق میرا ہے کہ میں آپ سے حدیث کے بارے میں پوچھ سکوں (۱)۔

آپ کسی ایک شخص سے حدیث سن کر مطمئن نہیں ہوتے تھے، جب تک کہ تیس اشخاص سے اس کے بارے میں سوال نہ کر لیں۔ آپ خود بیان کرتے ہیں:

"إني كنت لأسأل عن الأمر الواحد ثلاثين من أصحاب النبي ﷺ" (۲)

میں کسی ایک حدیث کے بارے میں نبی ﷺ کے تیس صحابہ سے سوال کرتا تھا۔

رافعؓ بن خدیجؓ کی زوجہ سلمیٰؓ بیان کرتی ہیں:

"رأيت عبداللهؓ بن عباسؓ يأتي إلىٰ زوجي ابي رافع حاملاً معه ألواحاً خشبية ليكتب أحاديث خاصة بأفعال النبي ﷺ" (۳)

میں نے عبداللہؓ بن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ میرے خاوند ابو رافع کے پاس لکڑی کی تختیاں اٹھائے ہوئے آتے اور ان سے نبی ﷺ کے افعال سے متعلقہ احادیث کو لکھتے۔

عبداللہؓ بن عباسؓ کی عادت یہ تھی کہ نماز پڑھنے کے بعد آپ کے غلام آپ کے ساتھ بیٹھ جاتے، جب قرآن کی کسی آیت کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا تو اسے دہراتے اور نوٹ کر لیتے پھر بعد میں اس کے بارے میں پوچھ لیتے تھے (۴)۔

آپ کی جلالتِ علمی کا تذکرہ موسیٰ بن عقبہ نے یوں کیا ہے:

"وضع عندنا كريب مولىٰ ابن عباسؓ حمل بعير أو عدل بعير من كتب ابن عباسؓ......" (۵)

ابن عباسؓ کے مولیٰ کریب نے ہمارے سامنے ابن عباسؓ کی اتنی کتب رکھیں جو ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھیں۔

ہذیل کہتے ہیں کہ اہلِ کوفہ نے مجھے کچھ مسائل دیئے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ان کا حال پوچھوں، چنانچہ میرے صحیفہ میں جتنے سوالات تھے ان سب کا جواب عبداللہؓ بن عباسؓ نے دیا (۶)۔

---

(۱) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۳۰/۳ ⊙ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۳۳۱/۱
(۲) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۳۱/۳ (۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۳/۲
(۳) الفسوی، التاریخ، ص: ۱۷۲/۲ (۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۹/۶
(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۹/۶

امام ترمذیؒ نے ابن عباسؓ کے مولیٰ اور ان کے شاگرد عکرمہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے، ان کے پاس آپ (یعنی عبداللہؓ بن عباسؓ) کی تحریرات تھیں، اور وہ آپ کی کتب کو نقل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ابن عباسؓ ان کو پڑھ کر املاء کرواتے گئے ①۔

حضرت سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ''ابن عباسؓ جو املاء کراتے تھے اسے وہ لکھتے جاتے اگر درس کے دوران کاغذ ختم ہو جاتا تو وہ اپنے لباس، ہتھیلی حتیٰ کہ اپنی چپل پر بھی لکھ لیتے پھر گھر جا کر اسے نقل کر لیتے'' ②۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپ کے بیٹے علی بن عبداللہؒ کو جب اپنے والد عبداللہؓ بن عباسؓ کی کتب میں سے کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو وہ کریب کو لکھ بھیجتے کہ میری طرف فلاں کتاب ارسال کرو، چنانچہ کریب مطلوبہ کتاب کو لکھ کر علی بن عبداللہؒ کی طرف بھیج دیتے ③۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے یہی بیٹے علی بن عبداللہؒ اپنے والد کی کتب کے وارث بنے۔

آپ کبھی کبھار اپنے شاگردوں کے لیے خود لکھا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگرد ابن ابی ملیکہ کے لیے حضرت علیؓ کے قضایا لکھے ④۔

طاؤس بن کیسان کا بیان ہے کہ: ''عبداللہؓ بن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ بن ابی طالب کا وہ نسخہ بھی تھا جو کہ قضاء کے احکام پر مشتمل تھا جسے آپ اپنے کسی شاگرد کو املاء کروایا کرتے تھے ⑤۔

جہاں تک اپنے شاگردوں کو احادیث لکھ کر دینے کا تعلق ہے تو اس کی بے شمار امثلہ ہیں ⑥۔ آپ لوگوں کو اپنی کتب بھی پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ کی نظر کمزور ہوگئی تھی تو کسی آدمی کو بلاتے اور وہ آپ کی کتب سے پڑھ کر سناتا ⑦۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں:

ابن ابی ملیکہ: آپ بیان فرماتے ہیں:

"كتبت إلى ابن عباسؓ فكتب إليّ أن النبيﷺ قضى......" ⑧

میں نے ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا تو انھوں نے مجھے لکھا کہ نبی ﷺ نے فیصلہ دیا......

---

① الترمذی، کتاب العلل، ص: ۸۹۶

② الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۰۱، ص: ۱/۱۳۹ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۲۶

③ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۳۶ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۲۶ ⊙ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱/۱۱۴

④ المسلم، مقدمة الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۱۰

⑤ المسلم، مقدمة الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۲، ص: ۱۰

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۲۲۴، ۲۴۸، ۲۴۹ ⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۳

⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۲۴۳، ۳۵۱

الحکم بن مقسم: آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے صرف چار احادیث سنی ہیں اور باقی تمام ان کی کتاب سے روایت کی ہیں (۱)۔

سعید بن جبیر: آپ کہتے ہیں: میں ابن عباسؓ کے پاس اپنی تختیوں پر احادیث لکھتا تھا۔ جب وہ بھر جاتیں تو پھر اپنے جوتے پر لکھتا تھا (۲)۔

علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ: آپ کے پاس بھی ابن عباسؓ کی احادیث لکھی تھیں (۳)۔

عکرمہ: آپ نے نزول قرآن کے بارے میں ابن عباسؓ کی لکھی ہوئی تفسیر بیان کی ہے (۴)۔

عمرو بن دینار: آپ فرماتے ہیں میں عبداللہؓ بن عباس کے پاس بیٹھتا نہیں تھا (۵)۔ میں کھڑے کھڑے آپ کی احادیث لکھا کرتا تھا (۶)۔

کریب: علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب میں حدیث لکھنے کا ارادہ کرتا تو کریب کو لکھتا کہ مجھے فلاں فلاں صحیفہ بھیج دو۔ وہ اس کے کئی نسخے تیار کرتا اور ایک مجھے بھیج دیتا (۷)۔

مجاہد: ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں، میں نے مجاہد کو دیکھا کہ وہ ابن عباسؓ سے قرآن کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کی تختیاں بھی ہوتی تھیں۔ ابن عباسؓ اسے کہتے "اسے لکھتے رہو" حتیٰ کہ وہ ساری تفسیر لکھ لیتے (۸)۔

نجدۃ الحروری: یزید بن ہرمز کہتے ہیں کہ نجدہ نے ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا جس میں چند مسائل تھے۔ جب ابن عباسؓ نے خط پڑھا میں دیکھ رہا تھا آپ نے اس خط کا جواب لکھا (۹)۔

۲۶. حضرت براءؓ بن عازب (م ۷۲ھ)

حضرت براءؓ بن عازب اپنے شاگردوں کو احادیث کی املاء کروایا کرتے تھے۔

وکیع کہتے ہیں:

"میرے والد عبداللہ بن حنش سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے براءؓ بن عازب کے تلامذہ کو دیکھا کہ وہ آپ کے سامنے سرکنڈوں سے اپنی ہتھیلیوں پر احادیث لکھ رہے تھے" (۱۰)۔

امام حاکم نیشا پوری جب ۳۴۵ھ کو کوفہ گئے تو انھوں نے وہ جگہ دیکھی جہاں براءؓ بن عازب درس و تدریس کی مجالس قائم کیا کرتے تھے (۱۱)۔

---

(۱) السخاوی، فتح المغیث، ص:۲/۱۳۸ (۲) ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص:۱/۵۰

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۲۱۶ (۴) ابن الندیم، الفہرست، ص:۵۷

(۵) ممکن ہے کہ شاگردوں کے ہجوم کی وجہ سے آپ ایسا کرتے ہوں۔

(۶) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۵ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص:۷۸

(۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۲۱۶ (۸) ابن الندیم، الفہرست، ص:۳۳

(۹) ابن حجر، الاصابة، ص:۲/۲۳۳ ◉ ابن باجی، المنتقی الحدیث، حدیث نمبر ۱۰۸۶، ص:۹۶۶ ◉ ابوعبید، الاموال، ص:۳۳۳
◉ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۲۴، ۲۴۸، ۲۹۴، ۳۰۸ ◉ الحمیدی، مسند، ص:۱/۲۴۴ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۵/۱۵۹
◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۱/۵۱۷

(۱۰) الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۰۳، ص:۱/۱۲۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۵ ◉ ابن ابی خیثمہ، کتاب العلم، ص:۱۴۴

(۱۱) الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص:۱۹۱

۲۷. حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ)

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اپنے قاضی عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ کی طرف لکھے گئے ایک خط میں نبی ﷺ کی ایک حدیث لکھی ①۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ کا بیان ہے:

"كتب أهل الكوفة إلى ابن الزبيرؓ في الجد فقال أما الذي قال رسول الله ﷺ "لو كنت متخذاً من هذه الأمة لأ تخذته" أنزله أبا يعني أبا بكر" ②

اہل کوفہ نے حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ کی طرف دادا کے بارے خط لکھا تو حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ نے کہا وہ جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو اس امت سے دوست بناتا تو میں انھیں (ابوبکرؓ) بناتا، انھیں "اَب" کے قائمقام ٹھہرایا یعنی ابوبکرؓ۔

۲۸. حضرت ابو سعید خدریؓ (م ۷۴ھ)

حضرت ابو سعید خدریؓ کے شاگرد آپ سے کتابت حدیث کی ممانعت بیان کرتے ہیں ③۔ ابو سعید خدریؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تكتبوا عني و من كتب عني غير القرآن فليمحه......)) ④

مجھ سے قرآن کے علاوہ مت لکھو جس نے مجھ سے قرآنؐ کے علاوہ لکھا ہے وہ اسے مٹا ڈالے۔

لیکن ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے احادیث اپنے لیے لکھی تھیں کیونکہ خطیب بغدادیؒ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ما كنا نكتب شيئا غير القرآن و التشهد" ⑤

ہم قرآن اور تشہد کے علاوہ کوئی چیز نہیں لکھا کرتے تھے۔

اس قول سے ایک واضح اشارہ ملتا ہے کہ آپ قرآن کے علاوہ احادیث بھی لکھا کرتے تھے کیونکہ تشہد بذات خود حدیث ہے جو حدیث کی کتب میں موجود ہے ⑥۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں:

'اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ نے کچھ احادیث حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف لکھی تھیں' ⑦

---

① ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۴

② البخاری، الصحیح، كتاب فضائل أصحاب النبيﷺ، باب قول النبي ﷺ لو كنت متخذاً خليلاً، حدیث نمبر ۳۶۵۸، ص: ۶۱۴

③ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۶

④ المسلم، الصحيح، كتاب الزهد، باب التثبت في الحديث و حكم كتابة العلم، حدیث نمبر ۷۵۰۱، ص: ۱۲۹۷

⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۳

⑥ البخاری، الجامع الصحيح، كتاب الأذان، باب التشهد في الآخرة، حدیث نمبر ۸۳۱، ص: ۱۳۵

◉ المسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة، حدیث نمبر ۹۰، ص: ۱۷۱

⑦ الاعظمی، دراسات، ص: ۹۵

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت ابن عباسؓ سے لین دین کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا ہاتھوں ہاتھ ہونی چاہیے (یعنی نقد)، میں نے کہا اچھا تو عبداللہؓ بن عباس نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعد میں ابوسعید خدریؓ سے ملا اور آپ کو ابن عباسؓ کی بات بتائی کہ میں ابن عباسؓ سے ملا اور ان سے "صَـــرف" (لین دین) کے بارے میں پوچھا، تو آپؓ نے فرمایا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، تو ابوسعیدؓ خدری کہنے لگے کہ آپ نے ایسا ہی کہا، میں ان کی طرف لکھوں گا کہ وہ آپ کو ایسا فتویٰ نہ دیں''①۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف جو کچھ بھی لکھا وہ حدیث ہی تھا۔

۲۹. حضرت جابرؓ بن سمرة (م ۷۴ھ)

مسند احمد اور صحیح مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ بن سمرۃ نے احادیث لکھیں، اور انھیں عامر بن سعد کی طرف ارسال کیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے بیٹے عامر بن سعد کہتے ہیں: ''میں نے جابرؓ بن سمرۃ کی طرف اپنے غلام نافع کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ جو کچھ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ مجھے بھی بتائیں تو انھوں نے میری طرف یہ حدیث لکھ کر بھیجی''۔

((سمعت رسول الله ﷺ يوم جمعة عشية رجم الأسلمي فقال لايزال الدين قائما حتى تقوم الساعة......))②

جس جمعہ کی شام کو (ماعز) اسلمیؓ کو رجم کیا گیا اس دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے......

۳۰. حضرت رافعؓ بن خدیج (م ۷۴ھ)

آپ کے پاس چمڑے پر احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ نافع بن جبیر کہتے ہیں ایک بار مروان نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور اس میں مکہ اور اس کی حرمت کا ذکر کیا تو حضرت رافعؓ بن خدیج نے بہ آواز بلند کہا: ''اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور وہ ہمارے پاس خولانی چمڑے میں لکھا ہوا موجود ہے③۔ اشارہ بنوامیہ کے ''محاصرۂ مدینہ'' کی طرف ہے۔

۳۱. حضرت عبداللہؓ بن عتبہ (م ۷۴ھ)

حضرت عبداللہؓ بن عتبہ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا④۔ آپ کی لکھی ہوئی احادیث میں سے وہ احادیث بھی تھیں،

---

① ابن حنبل، المسند، ص: ۶۰/۳

② ابن حنبل، المسند، ص: ۸۹/۵۔ المسلم، الصحیح، کتاب الامارة، باب الناس تبع لقریش، حدیث نمبر ۴۷۱۱، ص: ۸۱۷
◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۵ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۳/۱ ◉ ابن ابی خیثمہ، کتاب العلم، ص: ۱۱

③ ابن حنبل، المسند، ۱۴۱/۴ ◉ حمید اللہ، الوثائق السیاسیة، ص: ۴۷/۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۲/۵

جنھیں عمر بن عبداللہ بن الارقم نے حضرت سبیعہؓ بنت الحارث سے پوچھ کر آپ کی طرف ارسال کیا تھا (۱)۔

عمرو بن عتبہ نے حضرت سبیعہؓ بنت الحارث کی طرف لکھا تمھارے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فیصلہ کیا تھا، چنانچہ حضرت سبیعہؓ بنت الحارث نے ان کی طرف لکھا (۲)۔ اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے آپ کی طرف بعض احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں (۳)۔

۳۲۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب (م ۷۴ ھ)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب نے اگرچہ ابتدا میں اپنے والد حضرت عمرؓ بن خطاب کے منع کرنے پر حدیث لکھنا ترک کر دی تھی۔ تاہم آخری زندگی میں آپ اس ممانعت سے دستبردار ہو گئے تھے (۴)۔ اور احادیث لکھ کر انھیں رسائل میں جمع کرتے تھے (۵)

ابراہیم الصائغ کہتے ہیں: "حضرت عمرؓ کی حدیث میں بے شمار کتب تھیں جنھیں وہ دیکھا کرتے تھے" (۶)۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عبداللہؓ بن عمرؓ کا اپنی کتب سے شغف کا یہ حال بیان کیا گیا ہے:

"انه كان لا يخرج من بيته غدوة حتى ينظر فى كتبه" (۷)

آپ صبح کو اپنے گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک آپ اپنی کتب پر نظر نہ ڈال لیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے پوتے عبدالحمید بن عبداللہؓ کے پاس ان کی لکھی ہوئی ایک تحریر تھی جس میں حضرت عمرؓ بن خطاب کی زمین وقف کرنے کا بیان تھا (۸)۔

یحییٰ بن سعید انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پوتے عبدالحمید نے اس تحریر کی ایک نقل مجھے دی جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما كتب عبدالله بن عمرؓ" (۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ تحریر ہے جسے عبداللہؓ بن عمرؓ نے لکھا ہے۔

---

(۱) عبید اللہ بن عبداللہؓ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد یعنی عبداللہؓ بن عتبہ نے عمر بن عبداللہ کی طرف لکھا کہ وہ حضرت سبیعہؓ بنت الحارث کی حدیث کے بارے میں مطلع کریں جس میں مطلقہ حاملہ عورت کی عدت کا بیان ہے چنانچہ عمر بن عبداللہ نے حدیث سبیعہؓ بنت الحارث آپ کی طرف لکھ کر ارسال کی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، بابٌ حدیث نمبر ۳۹۹۱، ص: ۶۷۴۔
◉ المسلم، الصحيح، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، حدیث نمبر ۳۷۲۲، ص: ۶۴۴

(۲) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب الطلاق، باب الحامل المتوفى عنها زوجها، حدیث نمبر ۲۰۲۸، ص: ۲۹۰

(۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۴۰۴ (۴) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۶

(۵) ابن حنبل، المسند، ص: ۲/ ۴۵، ۹۰ (۶) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳/ ۱۶۰

(۷) المقدسی، الأداب الشرعيه، ص: ۱۲۵

(۸) واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کو خیبر کی ایک عمدہ زمین ملی جس کے بارے میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ اور اس کے بعد اسے وقف کر دیا۔ المسلم، الصحیح، کتاب الوصیۃ باب الوقف، حدیث نمبر ۴۲۲۴، ص: ۷۱۶ ◉ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب الاحباس، باب كيف يكتب الحبس، حدیث نمبر ۱۸، ص: ۴/ ۱۹۳

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۱۱۸

آپ کے پاس حضرت عمرؓ بن خطاب کی کتاب ''الصدقۃ'' کا نسخہ بھی تھا اور فی الحقیقت یہ نسخہ ''صدقات نبوی'' کے نسخوں میں سے ایک تھا۔ لیث کہتے ہیں کہ ''نافع نے کہا کہ میں نے یہ نسخہ عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاس کئی بار پیش کیا①۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاس ذخیرۂ احادیث تحریری صورت میں موجود تھا۔

سلیمان بن موسیٰ کا بیان ہے:

"انه رأى نافعاً مولىٰ ابن عمرؓ يملي عليه و يكتب بين يديه" ②

انھوں نے ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع کو دیکھا کہ ابن عمرؓ انھیں املا کروا رہے تھے اور وہ آپ کے سامنے لکھ رہے تھے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

جمیل بن زیاد الطائی: آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو دیکھا تھا اور ان کی وفات کے وقت مدینہ گئے اور وہاں سے آپ کی احادیث جمع کیں③۔

سعیدؒ بن جبیر: آپ فرماتے ہیں: میں عبداللہؓ بن عمرؓ اور عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف آیا جایا کرتا تھا۔ میں دونوں سے احادیث سنتا اور پالان کے وسط میں لکھ لیتا۔ پھر سواری سے اتر کر کاغذ میں لکھ لیتا تھا④۔

عبدالعزیزؒ بن مروان: عبداللہؓ بن عمرؓ نے انھیں کچھ احادیث لکھ کر بھیجی تھیں⑤۔

عبدالملک بن مروان: عبداللہؓ بن عمرؓ نے ان کے عہدہ سنبھالنے پر ان کو بھی احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں⑥۔

عبیداللہ بن عمر: آپ کے پاس بھی اپنے بھائی کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑦۔

عمر بن عبیداللہ: آپ فارس کے گورنر تھے۔ آپ نے حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے خط لکھا۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے انھیں لکھا:

((ان رسول الله ﷺ كان إذا خرج……)) ⑧

بے شک رسول اللہ ﷺ جب نکلتے تو……………

نافع مولی ابن عمرؓ: مسند احمد میں حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ محرم (احرام والے شخص) کو قمیص نہیں پہننی چاہیے اور نہ ایسا کپڑا جس میں ورس (خوشبو) لگی ہو۔ ابن عون⑨ کہتے ہیں کہ یہ نافع کی کتاب میں موجود ہے⑩۔

---

① ابوعبید، الأموال، ص: ۳۹۳

② الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة، العلم، حدیث نمبر ۵۰۷، ص: ۱/۱۳۹

③ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/۲۱۴

④ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۳

⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۱۵۲

⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۷۹

⑦ الخطیب، الفقیه والمتفقه، ص: ۱۴۳

⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۴۵

⑨ ابن عون، نافع کے شاگرد ہیں۔

⑩ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۲۹

امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ واقدیؒ نے علماء کی ایک جماعت سے بیان کیا ہے کہ نافع کی کتاب جو انھوں نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ ایک صحیفہ تھی اور ہم نے اسے پڑھا①۔

عبیداللہ بن معمر: حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے شام میں اپنے اس دوست کو بھی احادیث ارسال کیں۔ جنھوں نے خط لکھ کر پوچھا تھا: ''ہم شام میں ٹھہر چکے ہیں، ہمیں دشمن کا بھی کوئی خطرہ نہیں، ہم پر سات برس بیت چکے ہیں، ہمارے بچے بھی ہو گئے ہیں، ہم نماز کتنی پڑھا کریں؟ آپ نے جواب میں لکھا تم دو رکعات نماز پڑھا کرو'' یعنی قصر کیا کرو②۔

۳۳. حضرت جابرؓ بن عبداللہ (۷۸ھ)

آپ کے پاس احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا③، جس میں ایک ہزار سے زائد احادیث تھیں④۔

اس صحیفہ کے بارے میں مشہور محدث حضرت قتادہ فرماتے ہیں:

"لأنا لصحيفة جابرؓ أحفظ مني لسورة البقرة" ⑤

مجھے سورۃ بقرۃ سے زیادہ ''صحیفہ جابرؓ'' یاد ہے۔

امام احمد بن حنبل حضرت قتادۃ کی قوت حافظہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "صحیفہ جابرؓ ان کے سامنے ایک مرتبہ پڑھا گیا تو انھیں یاد ہو گیا⑥"۔

اس صحیفہ کے علاوہ بھی آپ کا حج کے بارے میں ایک مختصر رسالہ تھا۔ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"وله منسك صغير في الحج أخرجه مسلم" ⑦

حج کے احکام کے بارے میں آپ کا ایک چھوٹا سا (رسالہ) ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں اس رسالہ کا مکمل متن موجود ہے⑧۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ حدیث کی کتابت کرتے تھے۔ ربیع بن سعد فرماتے ہیں:

"رأيت جابر يكتب عند ابن سابط في ألواح" ⑨

میں نے حضرت جابرؓ کو ابن سابط کے پاس تختیوں پر حدیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۱/۵
② ابن حجر، الاصابة، ص: ۴۳۳/۲ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۹/۲
③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۴۴/۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۴ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۵۰۶
④ عبدالرزاق، المصنف، باب الذنوب، حدیث نمبر ۲۰۲۷۷، ص: ۱۸۳/۱۱ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱۴۲/۱
⑤ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱۸۲/۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۳/۸۔
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۵/۷
⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶/۱
⑧ المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر ۲۹۵۰، ص ۵۱۳
⑨ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے تلامذہ میں سے معمر بن راشد نے بھی صحیفہ جابرؓ سے روایات نقل کی ہیں (۱)۔ لیکن ان احادیث کا موضوع مسائل حج کے بارے میں نہیں ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیفہ جابرؓ اس مختصر رسالہ کے علاوہ ہے، جو آپ نے حج کے بارے میں تالیف کیا تھا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

ابوسفیانؒ: وکیع کہتے ہیں میں نے شعبہؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابوسفیان حضرت جابرؓ سے جو روایات بیان کرتے ہیں، وہ ایک صحیفہ سے ہیں (۲)۔ ابوسفیان کی حضرت جابرؓ سے سماعت کو امام بخاریؒ نے پختہ قرار دیا ہے (۳)۔

الجعد بن دینار ابوعثمان: امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ قتادہ، ابوبشر اور جعد ابوعثمانؒ سلیمان بن قیس کی کتاب روایت کرتے ہیں یعنی جو انھوں نے حضرت جابرؓ سے لکھی تھی (۴)۔

حسن بصریؒ: ابوحاتم کہتے ہیں: حسن بصری حضرت جابرؓ سے کتاب روایت کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے حضرت جابرؓ کو پایا تھا (۵)۔

سلیمان بن قیس الیشکری: سلیمانؒ بن حرب کہتے ہیں کہ سلیمان الیشکریؒ ایک سال مکہ میں ٹھہرے اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے پاس رہے۔ ان سے ایک صحیفہ لکھا۔ آپ بہت جلد فوت ہو گئے تھے لیکن صحیفہ آپ کی اولاد کے پاس موجود رہا (۶)۔ ہمام بن یحییٰ کہتے ہیں کہ سلیمان الیشکریؒ کی والدہ نے سلیمان کا نسخہ پیش کیا۔ وہ ثابت، قتادہ، ابوبشر، حسن اور مطرف کے سامنے پڑھا گیا۔ ان سب نے اس کو مکمل روایت کیا ہے لیکن ثابت نے اس سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۷)۔

عامر شعبی: ابوحاتم کہتے ہیں سلیمان الیشکریؒ نے حضرت جابرؓ کی مجلس اختیار کی۔ آپ سے احادیث سنیں اور ان کو ایک صحیفہ میں لکھا۔ جب ان کی وفات ہوئی تو یہ صحیفہ ان کی بیوی کے پاس موجود تھا اور یہی صحیفہ ابوالزبیرؒ، ابوسفیانؒ اور الشعبیؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت قتادہؒ نے بھی اسے روایت کیا ہے (۸)۔

عبداللہؒ بن عقیل: آپ کہتے ہیں: میں محمد بن علی ابوجعفر اور محمد بن الحنفیہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہم ان سے سنن رسول اللہ ﷺ اور صلاۃ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں احادیث پوچھا کرتے تھے۔ ہم وہ احادیث لکھ لیتے تھے اور آپ سے علم حدیث سیکھتے بھی تھے (۹)۔

---

(۱) عبدالرزاق، المصنف، باب الذنوب، حدیث نمبر ۲۰۲۷۷، ص: ۱۱/۱۸۳

(۲) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۵ (۳) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۴۲

(۴) البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۳ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۸

(۶) ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۳۳۲ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵

(۷) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۴ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵

(۹) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۴

عطاء بن ابی رباحؒ: آپ کے پاس حضرت جابرؓ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (1)۔

قتادہؒ: آپ کے پاس بھی (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) حضرت جابرؓ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں (2)۔

مجاہد: ابن سعد کہتے ہیں کہ علمائے حدیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد حضرت جابرؓ کے صحیفہ سے روایات بیان کرتے تھے (3)۔

مطرفؒ: (4)

محمد بن الحنفیہ: (5)

محمدؒ بن علی ابوجعفر: (6)

محمدؒ بن مسلم ابوالزبیر: امام لیث فرماتے ہیں میں ابوالزبیر کے پاس آیا تو اس نے مجھے دو کتابیں دیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیا یہ تمام آپ نے حضرت جابرؓ سے سنی ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ اس میں کچھ احادیث وہ ہیں جو میں نے حضرت جابرؓ سے سنی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان سے نہیں سنی۔ تو انھوں نے دونوں قسم کی احادیث کا واضح فرق کر کے بتایا (7)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ امام لیثؒ ابوالزبیرؒ کے پاس آئے۔ انھوں نے کچھ کتب نکال کر دکھائیں۔ لیث نے پوچھا کیا یہ سب آپ نے جابرؓ سے سنی ہیں؟ انھوں نے کہا دوسروں سے بھی سنی ہیں۔ لیث نے کہا مجھے جابرؓ والی احادیث بتائیں تو انھوں نے ایک صحیفہ نکال کر دیا (8)۔

وہب بن منبہ: ان سے آپ کا بیٹا معقل ایک صحیفہ روایت کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن معین انھیں ثقہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آدمی سچا تھا اور جو صحیفہ وہ وہب سے حضرت جابرؓ کا روایت کرتا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ انھیں کہیں سے کوئی کتاب ملی تھی کیونکہ وہب کا حضرت جابرؓ سے سماع نہیں ہے (9)۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ ''ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ بیان کیا ہے کہ وہب کا سماع حضرت جابرؓ سے ثابت ہے'' (10)۔

۳۴. حضرت ابو امامہ' صدیؓ بن عجلان (۸۱ھ)

حضرت ابو امامہؓ صدیؓ بن عجلان کتابتِ حدیث کی اجازت دیا کرتے تھے۔ حسن بن جابر نے آپ سے علم (حدیث) کی کتابت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا: ''لا بأس بذلك'' (11) (اسے لکھنے میں کوئی حرج نہیں)۔

قاسم شامی نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (12)۔

---

(1) ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۳۲۶ ◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام، حدیث نمبر ۲۲۳۶، ص: ۳۵۶
(2) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۵۳ (3) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ص: ۵/۳۴۴ (4) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۴
(5) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۱۱۳ (6) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۱۱۳
(7) ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۲۱ (8) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۲
(9) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۱۶ (10) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۱۶
(11) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۳۲ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۳، ص: ۱/۱۳۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۹۸
(12) عبد الرزاق، المصنف، کتاب الطهارة، باب ما يذهب الوضوء من الخطايا، حدیث نمبر ۱۵۲، ص: ۱/۵۰

۳۵۔ حضرت واثلہؓ بن الأسقع (م ۸۳ھ)

مصادر میں آپ کے مجموعہ حدیث کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا، تاہم آپ اپنے تلامذہ کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔

معروف الخیاط کہتے ہیں:

"رأيت واثلة بن الأسقع يملي عليهم الأحاديث" ①

میں نے نے حضرت واثلہؓ بن الاسقع کو دیکھا وہ اپنے شاگردوں کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔

۳۶۔ حضرت عبداللہؓ بن أوفی (م ۸۷ھ)

آپ رسول کریم ﷺ کے ساتھ بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے، کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابیؓ رسول ہیں ②۔

ابوالنضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبید اللہ حروریۃ (خوارج) ③ کے مقابلے میں لڑنے کے لیے نکلے تو حضرت عبداللہؓ بن اوفی نے ان کی طرف حدیث لکھ کر بھیجی۔ جسے میں نے پڑھ کر سنایا" ④۔

اسماعیل بن ابی خالد نے حضرت ابن ابی اوفی کی طرف سے احادیث تحریری صورت میں حاصل کیں ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

سالم بن ابی امیہ التیمی: آپ نے عبداللہؓ بن ابی اوفی سے ایک کتاب روایت کی ہے ⑥۔ اور یہی سالمؒ عبداللہؓ بن اوفی کے کاتب بھی تھے ⑦۔

سالم بن ابی امیہ کا ایک ساتھی: ابو حیان کہتے ہیں: مدینہ منورہ میں مَیں نے ایک شیخ سے سنا کہ عبداللہؓ بن اوفی نے عبید اللہ کی طرف خط لکھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب حروریۃ (خوارج) سے جنگ لڑی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے کاتب سے جو میرا دوست تھا، کہا کہ یہ مجھے بھی لکھ دیں تو اس نے ایسے ہی کیا۔

"ان رسول الله ﷺ كان يقول......" ⑧

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.........

عمر بن عبید اللہ: عبداللہؓ بن ابی اوفی نے ان کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کیں ⑨۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ترجمہ نمبر ۸۶۵۸، ص: ۴/۱۴۵ ◎ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳/۳۵۹
◎ السمعانی، ادب الاملاء والاستملاء، ص: ۱۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۵۱

③ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الجهاد والسير، بابٌ لا تمنوا لقاء العدوّ، حدیث نمبر ۳۰۲۴، ص: ۴۹۷

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۳۱۔ ۵/۱۵۱ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۵۱

⑥ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۶/۴۵ ⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۳۵۳

⑧ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۶ ⑨ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۶

۳۷. حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی (م ۹۱ھ)

آپ مدینہ منورہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے (۱)۔ جید علماء نے آپ کی روایات نقل کی ہیں، جن میں امام ابن شہاب زہری (۲)، آپ کا بیٹا عباس بن سہلؒ اور ابو حازم بن دینار بھی شامل ہیں (۳)۔ آپ کی مرویات کا ایک مجموعہ سلمہ بن دینار نے جمع کیا۔ جن سے بعد ازاں ابو حازم بن دینار نے روایات نقل کیں (۴)۔

۳۸. حضرت سائبؓ بن یزید (م ۹۲ھ)

آپ کے شاگرد یحییٰ بن سعید نے آپ کی احادیث لکھ کر ابن لہیعہ کی طرف ارسال کیں۔ لہیعہ کہتے ہیں کہ "یحییٰ بن سعید نے میری طرف خط لکھا کہ انھوں نے سائبؓ بن یزید سے احادیث لکھی ہیں" (۵)۔

۳۹. حضرت انسؓ بن مالکؓ (م ۹۳ھ)

حضرت انسؓ بن مالک دس برس کی عمر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تھے، اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی دس برس تک خدمت کی (۶)۔ آپ بچپن ہی سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ کے لیے احادیث رسول جمع کرنے کے لیے یہ بہت اچھا موقع تھا (۷)۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے پاس ذخیرۂ احادیث کتابی صورت میں موجود تھا۔ چنانچہ محدثین کی ایک جماعت نے معبد بن ہلال سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ہم انسؓ بن مالک سے اصرار کرتے تو آپ ہمارے لیے ایک چوغہ نکالتے اور فرماتے کہ یہ وہ احادیث ہیں، جنھیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، اور آپ کے سامنے پیش کیا ہے (۸)۔

ایک دن آپ نے حضرت عتبانؓ بن مالک کے گھر حدیث بیان تو عتبانؓ بن مالک نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ اس حدیث کو لکھ لو، چنانچہ ان کے بیٹے نے حدیث لکھ لی (۹)۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام میں کچھ لوگوں نے آپ سے احادیث روایت کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک کتاب

---

(۱) ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۱۶ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۲۵

(۲) الطبری، التاریخ، ص: ۲/۸۵۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۹۸ ◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۲/۹۵ ◉ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۲/۸۸

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۵۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳۳

(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۲۸۲

(۵) ابوعبید، الاموال، ص: ۳۹۳

(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۲ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۳۷ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۱/۷۱ ◉ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب لانسؓ بن مالک، حدیث نمبر ۳۸۳۳، ص: ۸۶۷

(۷) ابن الاثیر، اسد الغابۃ ص: ۱/۱۲۸ ◉ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۲

(۸) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر انس بن مالک، ص: ۳/۵۷۳

(۹) الخطیب، تقیید العلم، ص ۹۵

نکالتے ہوئے فرمایا:

"هذه الكتب التي كتبت فيها ما سمعته من النبي ﷺ و قد أعطيت لهم كل هذه الكتب لدراستها والتمعن فيها......" (۱)

یہ وہ کتب ہیں جنھیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور جسے میں نے اپنے تلامذہ کو پڑھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کے لیے دی ہیں۔

آپ کو احادیث جمع کرنے اور لکھنے کا اتنا شغف تھا کہ آپ نہ صرف آنحضرت ﷺ سے سن کر احادیث لکھ لیتے تھے بلکہ بالواسطہ احادیث بھی شوق سے لکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے: ''حضرت انس نے محمود بن ربیع سے ایک حدیث سنی تو بہت خوش ہوئے فرماتے ہیں: '' فأعجبني هذا الحديث فقلت لابني أكتبه فكتبه''(۲) (اس حدیث سے مجھے بہت خوشی ہوئی، چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کو اسے لکھنے کا حکم دیا اور اس نے لکھ لیا)۔

آپ اپنے شاگردوں کو احادیث املاء کی کروایا کرتے تھے اور وہ آپ کی مجلس میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''قيدوا العلم بالكتاب''(۳)

علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

نیز آپ اپنے بیٹوں کو بھی احادیث لکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يا بني قيدوا هذا العلم"(۴)

اے میرے بیٹو! اس علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

خالد بن خداش بغدادی (۵) کہتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں حضرت انسؓ سے رخصت ہونے لگا تو میں نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا:

"عليك بتقوى الله في السر والعلانية والنصح لكل مسلم وكتابة العلم من عند أهله"(۶)

ظاہر اور باطن میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آؤ اور اہلِ علم سے علم حاصل کر کے اسے لکھ لو۔

---

(۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۲۵۹ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۴ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۵

(۲) المسلم، الصحیح، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، حدیث نمبر ۱۴۹، ص: ۳۸

(۳) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۸ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

(۴) الداری، سنن الداری، باب من رخص في كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۱، ص: ۱۰۵/۱ ◉ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۹۶
◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۸ ◉ الجاحظ، البيان والتبيين، ص: ۳۲/۲

(۵) آپ حضرت انسؓ بن مالک کے شاگرد ہیں۔ (۶) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

ابن سنانؒ کہتے ہیں کہ ''ہم اہل انبار نے ایک وفد بنایا اور واسط میں حجاج بن یوسف سے ملے، تا کہ اس کے گورنر ابن الرفیل کے ظلم کی شکایات بیان کریں۔ میں اس کے دفتر میں داخل ہوا تو ایک شیخ کو دیکھا کہ لوگ اس کے اردگرد بیٹھے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ انسؓ بن مالک ہیں'' (1)۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ ''التہذیب'' کے مصنف نے دوسو اشخاص کا ذکر کیا ہے، جنھوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے (2)۔

اور تقریباً ۱۵۰ھ کے بعد تک حضرت انسؓ کے ثقہ اصحاب موجود رہے اور ایک سونوے (۱۹۰ھ) تک آپؓ کے ضعیف اصحاب زندہ رہے۔ اس کے بعد ایسے لوگ باقی تھے جن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی احادیث ترک کر دی جائیں گی جیسے ابراہیم بن ہدبہ اور دینار ابو مکیس' خراش بن عبداللہ اور موسیٰ الطویل یہ حضرات دوسو ہجری کے بعد کچھ مدت زندہ رہے مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا (3)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

انسؒ بن سیرین: آپ فرماتے ہیں: مجھے انسؓ بن مالک نے بلوایا۔ میں نے کچھ دیر کر دی، انھوں نے پھر پیغام بھجوایا تو میں ان کے پاس آیا انھوں نے کہا میرا یقین ہے کہ اگر میں تمھیں حکم دوں کہ تم اس پتھر کو صرف میری رضا کی خاطر چبا ڈالو، تو تم ضرور ایسا کرو گے۔ میں نے تمھارے لیے اپنا ایک خاص عمل پسند کیا ہے۔ تم اسے ناپسند کر رہے ہو' میں تمھارے لیے حضرت عمرؓ کی سنت لکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: مجھے لکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے لکھ دیا (4)۔

ثمامہ بن عبید اللہ بن انس: آپ کے پاس حضرت انسؓ کی کتاب ''الصدقات'' تھی (5)۔

حمید الطّویل: الجماز نے خالد بن الحارث سے حدیث لکھنا چاہی، چنانچہ وہ حمید کی کتاب جو انھوں نے حضرت انسؓ سے لکھی تھی سے لکھواتے تھے (6)۔

سلیمان التیمیؒ: احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں: کہ یحییٰ بن سعید التیمی کی تعریف کیا کرتے تھے، کیونکہ ان کے پاس حضرت انسؓ کی چودہ احادیث لکھی ہوئی تھیں' لیکن یحییٰ بن سعید ان کے حالات بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تیمی کا نسخہ ضائع ہو گیا ہے (7)۔

عبدالملک بن عمیر: ان کے پاس بھی حضرت انسؓ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (8)۔

---

(1) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۹/۸ (2) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۶۶/۳

(3) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۶۵/۳ (4) ابو عبید، الاموال، ص: ۵۳۲

(5) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۱

(6) السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۹۰ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۲۳ ◉ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۱۷

(7) ابن الجعد، المسند، ص: ۱۵۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲/۴

(8) ابن حبان، الثقات، ص: ۳۳۸

کثیرؒ بن سلیم الراوی: جبارۃؒ بن مغلس الحمانی' کثیرؒ بن سلیم کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں جو انھوں نے حضرت انسؓ سے لکھا تھا①۔

دیگر تلامذہ: واسط میں آپ کے تلامذہ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں②۔

حضرت انسؓ سے مروی غیر ثقہ نسخے:

ابان بن ابی عیاش: ان کے پاس حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا③۔

ابراہیم بن ہدبہ: حاکم کہتے ہیں کہ جعفر بن ابان الہاشمی روایت کرتے ہیں: ہم سے ابو ہدبہ' ابراہیم بن ہدبہ حضرت انسؓ سے ایک نسخہ روایت کرتے ہیں اور یہ نسخہ ہمارے پاس اسی سند سے مروی ہے④۔

خالد بن عبید البصری: ابن حبان نے ''کتاب الضعفاء'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ سے ایک موضوع نسخہ مروی ہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں⑤۔

خراشؒ بن عبداللہ: حضرت انسؓ بن مالک کے خادم تھے۔ ان کے پاس بھی حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا⑥۔

دینارؒ بن عبداللہ الاہوازی: آپ کے پاس حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا⑦۔

زبیر بن عدی: آپ ثقہ راوی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایات بیان کرتے ہیں' لیکن انھی سے بشر بن الحسین ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں:

"یروی بشر بن الحسین عن الزبیر نسخة موضوعة شبیها بمائة و خمسین حدیثا ⑧

زبیر بشر بن الحسین سے ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں۔ اس نسخہ میں تقریباً ایک سو پچاس احادیث تھیں۔

عبداللہؒ بن دینار: ان کے پاس حضرت انسؓ کا ایک بڑا نسخہ تھا⑨۔

العلاءؒ بن زید: ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ: ''انھوں نے حضرت انسؓ سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے''⑩۔

موسیٰؒ بن عبداللہ الطویل: ان کے پاس ایک موضوع نسخہ تھا⑪۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۵۷ ② الخطیب، تاریخ بغدادی، ص: ۸/ ۲۵۹

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۹۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/ ۲۴ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/ ۱۰ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۹

④ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۹۔ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۱۰۵

⑥ الحمیدی، جذوة المقتبس، ص: ۳۱ ◉ ابن خیر، فهرس، ص: ۱۶۲

⑦ ابن خیر، فهرس، ص: ۱۶۱

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/ ۳۱۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۳۵۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۱۹۱ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۱۹۳

⑨ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۰ ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/ ۹۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/ ۱۸۳

⑪ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۰

تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

۱. شراحیل بن شرحبیل (م ۵۹ ھ)

آپ نے حضرت شدادؓ بن اوس، حضرت ثوبانؓ، حضرت عبادہؓ بن الصامت اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ شام کے شہر صنعاء (۲) کے رہنے والے تھے۔ دمشق میں لوگوں نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں وفات پائی (۳)۔

۲. کردوس بن عباس الثعلبی (م ۶۰ ھ)

آپ نے حضرت حذیفہؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار مخضرم (۴) تابعین میں سے ہوتا ہے (۵)۔ آپ صاحبِ کتب تھے۔

حافظ ابن حجر نے ابو وائل کا قول نقل کیا ہے:

"کان کردوس یقراء الکتب" (۶)

کردوس کتب پڑھا کرتے تھے۔

ابن عون کا بیان ہے:

"کان قاص الجماعۃ" (۷)

آپ لوگوں کو واقعات سنایا کرتے تھے۔

۳. محمد بن عمروؒ بن حزم (م ۶۳ھ)

آپ کا شمار ممتاز علماء کرام میں سے ہوتا ہے اور الفقیہ اور المتعلّم کے لقب سے موصوف ہیں (۸)۔ آپ نے اپنے والد عمروؓ بن حزم، حضرت عمرؓ، حضرت عمروؓ بن العاص اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ (۹)

آپ کے پاس مقتولین کی دیت کے بارے میں ایک کتاب "کتاب فی العقول" تھی (۱۰)۔ ممکن ہے یہ وہی کتاب ہو، جو آنحضرت ﷺ نے ان کے والد حضرت عمروؓ بن حزم (جب انھیں نجران کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا) کو حضرت ابیؓ بن کعب سے لکھوا کر دی تھی (۱۱)۔ اس کتاب میں عام نصائح کے علاوہ طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت، جزیہ کے احکام، نسلی قومی نظریہ کی ممانعت، دیت، تعلیمِ قرآن اور طرزِ حکمرانی کے متعلق ہدایات درج تھیں (۱۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۱۹ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۱۲/ ۴۰۸

(۲) شام کا ایک شہر ہے، جو سوادِ دمشق کا ایک قصبہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۱/ ۳۰۵

(۳) ابن حبان، الثقات، ص:۲۲۱ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۱۲/ ۴۰۸

(۴) یعنی آپ نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا تھا۔ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۴۳۱

(۶) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳/۱۷۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۴۳۲

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۴۳۲ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۷۰

(۹) النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۸۹ (۱۰) النسائی، سنن النسائی، کتاب القسامہ، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۷، ص:۶۶۸

(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۱/ ۲۶۷

(۱۲) ابن ہشام، السیرۃ، ص:۹۶۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/ ۷۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۲/ ۷۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۱/ ۷۲۷

۴. مسروق بن الأجدع (م ۶۳ ھ)

آپ نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ بن جبل اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار ممتاز فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ حدیث کے حصول کے لیے کثرت سے سفر کیا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کو ابو السفر کی کنیت سے پکارا جانے لگا(۱)۔

حافظ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ ''ایک مرتبہ مسروق نے علقمہ کو لکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی عادات کریمہ کے بارے میں بعض احادیث لکھ بھیجو''۔ چونکہ علقمہ حدیث کی کتابت کے قائل نہیں تھے اس لیے انھوں نے ان کی طرف یہ لکھا:

"ألم تعط علما بأن الكتابة مكروهة"

تمھیں معلوم نہیں ہے کہ (حدیث کی) کتابت مکروہ ہے۔

چنانچہ مسروق نے جواب دیا کہ میں انھیں یاد کرنے کے بعد مٹا ڈالوں گا(۲)۔

اس روایت سے اگرچہ بعض علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسروق ان لوگوں میں سے تھے جو حدیث کو یاد کرنے کی غرض سے لکھا کرتے تھے اور یاد کرنے کے بعد اسے مٹا ڈالتے تھے(۳)۔ تاہم مذکورہ بالا روایت سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صرف حدیث یاد کرنے کے لیے لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسروق مراسلہ اور مکاتبہ (Correspondence) کی صورت میں احادیث جمع کیا کرتے تھے۔ روایت اس طرح ہے کہ حضرت مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سبیعہ الاسلمیہؓ کی طرف لکھا کہ تمھارے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ کیا وہ ہمیں لکھ بھیجیں۔ چنانچہ سبیعہ الاسلمیہؓ نے ان کی طرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث لکھ بھیجی(۴)۔

۵. حارث بن عبداللہ الأعور (م ۶۵ ھ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت زیدؓ بن ثابت اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے(۵)۔ ابن ابی حاتم نے ابوبکر عیاش کا قول بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں(۶)۔ بلا شبہ ان کتب میں سے حدیث کا مجموعہ بھی ہوگا۔ علاوہ ازیں آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی صحبت میں کچھ مدت رہے۔ انھوں نے انھیں ایک تحریری مجموعہ حدیث دیا تھا جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں علم کثیر تھا(۷)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التهذیب، ص:۱۰/۱۰۹ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص:۱/۴۹ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۹۴ ◉ ابونعیم، حلیة الأولیاء، ص:۲/۹۵

(۲) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۶۶ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۵۸

(۳) الخطیب، تقیید العلم، ص:۵۸

(۴) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب الحامل المتوفی عنها زوجها، حدیث نمبر ۲۰۲۸، ص:۲۹۰ ◉ الخطیب، الكفاية، ص:۴۸۱

(۵) ابن حجر، تہذیب التهذیب، ص:۲/۱۴۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۷۸

(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۷۸

(۷) ولی الدین الکاتب، الاکمال فی أسماء الرجال، ص:۵۹۱

علباء بن احمر کا بیان ہے: ''ایک مرتبہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کون ایک درہم کے بدلے علم خریدے گا۔ چنانچہ حارث الأعور نے ایک صحیفہ ایک درہم کا خرید لیا۔ پھر اسے آپ کی خدمت میں لے آئے۔ چنانچہ انھوں نے آپ سے علم کثیر لکھا①۔ آپ اپنے تلامذہ کو احادیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ عبدالاعلیٰ② اور ابواسحاق السبیعی نے حدیث کا ایک مجموعہ ان سے لکھ کر جمع کیا تھا③۔

٦. سُلیم بن قیس الهلالی (م٦٨ هـ)

آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے متبعین میں سے تھے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے بعض احادیث ایک کتاب میں جمع کی تھیں④۔ بعد ازاں آپ نے یہ کتاب ابان بن عیاش کو دے دی جنھوں نے اس سے احادیث لکھی تھیں۔

ابن الندیم کا بیان ہے: ''عہد بنو امیہ میں سلیم پر بہت سختی کی گئی چنانچہ انھوں نے ابان بن عیاش کے گھر پناہ لے لی، بعد میں جب آپ مرض الموت میں تھے آپ نے اپنی کتاب ابان بن عیاش کو دے دی''⑤۔

محمد رشید رضا کے بیان کے مطابق سلیم بن قیس کی یہ کتاب محمد سید نصیر حسین الموسوی⑥ کی لائبریری میں موجود ہے⑦۔

٧. عبیدة بن عمرو السلمانی (م ٧٢هـ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایات کی ہے⑧۔ آپ کے پاس حدیث کی کتب موجود تھیں جنھیں آپ نے اپنی وفات سے قبل اس خوف سے جلا ڈالا تھا کہ کہیں وفات کے بعد یہ کتب ایسے لوگوں کے ہاتھ نہ آجائیں' جو اس میں تحریف کر ڈالیں⑨۔ ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ ''آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنی کتب کے بارے میں وصیت فرمائی کہ انھیں جلا ڈالا جائے یا انھیں مٹا دیا جائے''⑩۔

آپ کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ کتابتِ حدیث کے قائل نہیں تھے اور اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنے ایک شاگرد ابراہیم النخعی کو اپنی کتب کو محفوظ کرنے سے روک دیا تھا⑪۔ لیکن ایک دوسری روایت میں محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ''میں عبیدہ کے پاس اطراف حدیث لے کر جاتا اور آپ سے ان کے بارے میں پوچھتا تھا⑫۔

---

① ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/١١٦ ② الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ٣/٢٦
③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ١/٤٣٥ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٨/٦٥ ④ ابن الندیم، الفہرست، ص: ٣٠٧
⑤ ابن الندیم، الفہرست، ص: ٣٠٧ ⑥ جو کہ لکھنؤ (ہندوستان) میں شیعہ کے امام تھے۔
⑦ محمد رشید رضا، مجلہ المنار، ص: ١٠/٧٥٠ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٧/٨٤
⑨ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ٤٦٥، ص: ١/١٣٢ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/٦٣
◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ٦١ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ١/٦٧
⑩ الخطیب، تقیید العلم، ص: ٦٢ ⑪ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ٤٥٩، ص: ١/١٣٢
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/٦٣ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ٤٥
⑫ ابن المدینی، العلل، ص: ١/٣٨٧

اگر اس روایت کو مذکورہ بالا روایات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ان دونوں روایات کا تعارض باقی نہیں رہتا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ابتدا میں آپ کتابت حدیث کے قائل تھے اسی لیے آپ نے بہت سی حدیث کی کتب بھی لکھی تھیں تاہم جب آپ کو ان کتب کے غلط استعمال ہونے کا خدشہ ہوا تو آپ نے انھیں جلا ڈالا یا انھیں جلا ڈالنے اور مٹانے کا حکم دے دیا تھا اور شاید اسی وجہ سے آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی بیان کرتے ہیں۔ ''عبیدہ کا قرأتِ کتب اور اس کی کتابت سے کراہت کرنا ایک عارضی امر تھا۔ کیونکہ آپ کے پاس حدیث کی کتب آپ کی وفات تک باقی رہی تھیں۔ آپ کے تلامذہ اطراف حدیث کے بارے میں آپ سے سوال کیا کرتے تھے۔ جبکہ بعض تلامذہ آپ کے پاس حدیث لکھا بھی کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے اپنی کتب کو لکھنے سے منع فرما دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے، کہ ابراہیم، عبیدہ کی آراء لکھتے ہوں، جسے عبیدہ نے مستحسن نہ سمجھا اور انھیں لکھنے سے روک دیا ہو''①۔

۸. محمد بن علیؓ بن ابی طالب، ابن الحنفیة (م ۷۳ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عمارؓ، حضرت معاویہؓ، اور دوسرے صحابہؓ سے روایت کی ہے ②۔

آپ کے پاس ایک ''صحیفہ'' تھا جس سے آپ کے شاگرد عبدالاعلیٰ بن عامر الثعلبی نقل کر کے احادیث لکھا کرتے تھے③۔

اس لیے احمد بن مہدی کا قول ہے: ''ہر وہ حدیث جسے عبدالاعلیٰ، محمد بن الحنفیہ سے نقل کرتے ہیں دراصل وہ کتاب ہے جو آپ نے ان سے حاصل کی تھی۔ آپ نے ان سے ہرگز سنا نہیں ہے ④۔

آپ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے حدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے اور ان کی احادیث لکھا کرتے تھے ⑤۔

۹. عمرو بن میمون الأودی (م ۷۴ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت علیؓ بن ابی طالب وغیرہ سے احادیث نقل کی ہیں ⑥۔

آپ کی نقل شدہ بعض احادیث بعد ازاں حدیث کی کتب میں محفوظ کر لی گئیں ⑦۔

---

① الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/۱۵۷

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۵۴

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۷۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۹۴

④ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۹۴

⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۴

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۸۰ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۴/۱۵۰ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۳۴

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۱

۱۰. حمران بن ابان، مولیٰ عثمانؓ بن عفان (م ۷۵ ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے آپ کو "عین التمر" (۲) میں قید کیا تھا۔ جب آپ بصرہ پہنچے تو اہل بصرہ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (۳)۔

۱۱. سلیمان بن قیس الیشکری (م ۷۵ ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ابوسعید الخدریؓ، حضرت ابوسعد الازدیؓ اور دوسرے صحابہؓ سے روایت کی ہے (۴)۔

آپ تدوینِ حدیث کے قائل تھے (۵)۔ آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایات کا ایک صحیفہ تحریر کیا تھا (۶)۔

حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ: ''ابوالزبیر' ابوسفیان اور شعبی جیسے ائمہ حدیث جو حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے براہ راست شاگرد ہیں انھوں نے جتنی احادیث حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کی ہیں ان میں سے اکثر احادیث اسی صحیفہ سے ہیں (۷)۔

ابو بشر کا بیان ہے کہ: ''میں نے ابوسفیان سے کہا کہ تم سلیمان الیشکری کی طرح احادیث کیوں نہیں بیان کرتے ہو؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا: ''سلیمان الیشکری احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا'' (۸)۔

آپ کی احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ کتابی صورت میں آپ کی والدہ کے پاس تھا جسے وہ ثابت' قتادہ' ابو بشر اور حسن کے پاس لائیں، جس سے ثابتؒ نے ایک حدیث نقل کی جبکہ باقی حضرات نے پوری کتاب نقل کی تھی (۹)۔

۱۲. کثیر بن مرّۃ الحضری (۷۵ھ)

آپ نے حضرت معاذؓ بن جبل' حضرت عمرؓ بن الخطاب اور عبادۃؓ بن الصامت وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔

عبدالعزیز بن مروان نے ایک مرتبہ ان کی طرف لکھا کہ: ''تم نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے جو احادیث سنی ہیں میرے پاس لکھ بھیجو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث کے علاوہ کیونکہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں'' (۱۱)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۴

(۲) **عین التمر**: عراق میں انبار کے قریب ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۱۵

(۳) ابن حبان، الثقات، ص: ۱۷۱ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۴

(۵) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۸

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۳۶
◉ الترمذی جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی أرض المشترك یرد بعضهم بیع نصیبه؛ حدیث نمبر ۱۳۱۲، ص: ۳۱۸

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵ (۸) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۸

(۹) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۵۰۶ (۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۵۷

(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۴۸

۱۳. عبدالرحمن بن غنم الاشعری (م ۷۸ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ اہل شام کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ شام کے (اکثر تابعین میں) آپ کی فقہ رائج تھی①۔

میسرۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ محمد کا قول ہے کہ میں نے میسرہ کی کتاب میں پڑھا:

"عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذؓ قال: قال رسول الله ﷺ......"②

عبدالرحمٰن بن غنم حضرت معاذؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......

۱۴. عبدالرحمن بن عبداللہؓ بن مسعود (م ۷۹ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت علیؓ، حضرت اشعثؓ بن قیس اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے③۔ آپ اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی احادیث لکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے والد کو علم ہوا کہ عبدالرحمٰن ان کی احادیث تحریر کرتے ہیں تو انھوں نے تحریر شدہ احادیث طلب کیں اور انھیں تلف کر دیا④۔ لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہؓ نے ان احادیث کو ایک صحیفہ میں محفوظ کر لیا تھا⑤۔ یعقوب بن سفیان الفسوی نے بیان کیا ہے کہ "ایک مرتبہ آپ کے بیٹے معن بن عبدالرحمٰن اپنے باپ عبدالرحمٰن کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک کتاب لائے جس میں احادیث اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی فقہ تھی"⑥۔

۱۵. بشیر بن نہیك (م ۸۰ ھ)

آپ نے حضرت بشیرؓ بن الخصاصیہ اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کی ہے⑦۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید، ابومجلز، عبدالملک بن عبید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار حضرت ابو ہریرۃؓ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت ابو ہریرۃؓ کی مرویات لکھا کرتے تھے۔ آپ کا بیان ہے: "میں جو احادیث ابو ہریرۃؓ سے سنتا انھیں لکھ لیتا تھا۔ جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کتاب لے کر ان کے پاس آیا اور انھیں پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا یہ تمام وہی احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنی تھیں تو انھوں نے جواب دیا جی ہاں"⑧۔

اس سے معلوم ہوا کہ بشیر بن نہیک نے نہ صرف حضرت ابو ہریرۃؓ سے احادیث لکھیں، بلکہ انھیں سنائیں۔ اور آپ سے ان کی توثیق حاصل کر لی تھی۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۵۰
② الرامهرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۵
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۱۵
④ الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۹
⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۹
⑥ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۱۱۸
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۴۷۰
⑧ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۴، ص:۱/۱۳۸
◎ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۲۲۳ ◎ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۲

۱۶. عبدالرحمن بن عائذ الأزدی (م ۸۰ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔

عبدالرحمٰن بن عائذ کے پاس بہت سی کتبِ حدیث تھیں جو اہلِ حمص کے ہاں بہت مقبول ہوئیں۔ بقیہ نے ثور بن یزید سے روایت کیا ہے کہ اہلِ حمص کے پاس آپ کی کتب تھیں اور وہ اس میں مندرج احکام پر مکمل اعتماد کرتے تھے (۲)۔ جب آپ ہشام کے عہد میں عراق گئے تو اہلِ عراق، کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے آپ سے احادیث اخذ کر کے انھیں تحریر کیا تھا (۳)۔ ارطاۃ بن المنذر کا بیان ہے کہ: ''فوج کے کچھ افراد نے عبدالرحمٰن بن عائذ الازدی کی کتب کو ترازو میں باہم تقسیم کیا'' (۴)۔

۱۷. عبید اللہ بن ابی رافع (م ۸۰ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت ابو رافعؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے کاتب تھے (۵)۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین ہونے والی لڑائی (جنگ صفین) کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی تھی (۶)۔ امام طبرانی نے اپنی کتاب "المعجم الکبیر" میں آپ کی اس کتاب کے چند ایک اقتباس نقل کیے ہیں (۷)۔

۱۸. مغیث بن سمّی الأوزاعی (م ۸۳ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت ابو مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔

آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ملاقات تقریباً ایک ہزار صحابہ کرامؓ سے ہوئی ہے (۸)۔

الغلابی نے ابن معین سے نقل کیا ہے:

"کان صاحبِ کتب" (۹)

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔

۱۹. یحییٰ بن الجزار العرنی (م ۸۰ھ)

آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت ابیؓ بن کعب اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔ حکم بن عتیبہ کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں (۱۱)۔ حسن بن عمارہ کا بیان ہے کہ: ''حکم بن عتیبہ نے یحییٰ سے نقل کردہ اپنی احادیث جو ایک کتاب میں تھیں مجھے دیں، جنھیں میں نے حفظ کر لیا تھا'' (۱۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۰۴
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۶/ ۲۰۴
(۳) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۸۶۷
(۴) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۱۱۸
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۱۱
(۶) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۰۲
(۷) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱/ ۱۰۹، ۲۱۵، ۲۲۷، ۲۸۲
(۸) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۱۴
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۲۵۵
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۱۹۱
(۱۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/ ۳۴۸
(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۳۰۵

۲۰. اُم الدرداء جهيمة بنت يحيىٰ الدمشقيه (م ۸۱ھ)

آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔

سلیمان بن زیتون نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"كتبت لى أم الدرداء فى ألواحى" ②

اُم الدرداء نے مجھے میری تختیوں پر احادیث لکھ کر دیں۔

۲۱. عامر بن عبداللہؓ بن مسعود (م ۸۱ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ③۔

آپ نے بعض احادیث اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی فقہ لکھ کر یحییٰ بن ابی کثیر کی طرف ارسال کی تھیں ④۔

۲۲. سعید بن فیروز الطائی (م۸۲ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑤۔

آپ کے پاس حدیث کا مجموعہ کتابی صورت میں موجود تھا ⑥۔

۲۳. شقيق بن سلمة الأسدى ابو وائل (م ۸۲ھ)

آپ نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا لیکن شرف لقا (یعنی ملاقات) نہ حاصل ہو سکا۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت معاذؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ⑦۔ سعید بن مسروق ثوری نے آپ سے احادیث لکھی تھیں، جو بعد ازاں سفیان ثوری کی طرف پہنچیں، جبکہ آپ بصرہ میں چھپے ہوئے تھے۔ چنانچہ محدثین کرام آپ کے پاس آتے تو آپ کہا کرتے تھے اے یحییٰ تم ابو وائل جو کہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں' ہونا چاہتے ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟ کوفہ جاؤ، اور میری کتب لے آؤ میں تمھیں احادیث بیان کروں گا ⑧۔

ڈاکٹر اعظمی کہتے ہیں: ''سفیان ثوری کی ابو وائل سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ ان کے والد سعید بن مسروق، شقیق (ابو وائل) کے تلامذہ میں سے تھے۔ لہٰذا غالب گمان یہی ہے کہ یہ کتاب سعید کی تھی'' ⑨۔

۲۴. معاذة بنت عبدالله العدوية (م ۸۳ ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۴۵۶
② ابوزرعہ، التاریخ، ص:۳۱
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۷۵
④ الطبرانی، معجم الطبرانی الکبیر، ص:۵/۹۷
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۷۳
⑥ ابوعبید، کتاب الاموال، ص:۱۱
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۶۱
⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۶۰
⑨ الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱/۱۵۰

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے مجموعۂ حدیث کا ایک نسخہ ان کے شاگرد یزید الرشك کے پاس محفوظ تھا۔ اور اسی مجموعہ سے شعبہ نے احادیث نقل کی تھیں جب وہ ان سے ملنے ان کے گھر گئے تھے [1]۔

۲۵. عبدالله بن رباح الأنصاری (م۹۰ھ)

آپ نے حضرت ابی ؓ بن کعب، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت ابو ہریرۃ ؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے احادیث نقل کی ہیں اور آپ سے ثابت البنانی، عاصم الاحول اور ابوعمران نے احادیث روایت کی ہیں [2]۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ: ''عبدالملک بن حبیب الازدی نے ان سے احادیث مدوّن کی تھیں [3]۔''

انھوں نے ابوعمران الجونی کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی تھی [4]۔

۲۶. ابو العالیة الریاحی رفیع بن مهران البصری (م۹۳ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے [5]۔

آپ اپنے تلامذہ کو کتابتِ حدیث کی تلقین کیا کرتے تھے۔

ابو خلدۃ کا بیان ہے کہ ''ابو العالیہ الریاحی میرے پڑوس میں رہتے تھے آپ کہا کرتے تھے حدیث کے بارے میں مجھ سے سوال کیا کرو اور میری احادیث لکھ لیا کرو قبل اس کے کہ جب تم انھیں تلاش کرو تو تمھیں میرے علاوہ کسی اور کے پاس نہ ملیں'' [6]۔

عبدالصمد بن عبدالوارث کا قول ہے کہ ''ابوخلدۃ نے ہمیں بتایا ہے کہ میں نے ابوالعالیہ سے بعض کتب، مانگیں تو ابوالعالیہ نے کہا، میں نے کچھ نہیں لکھا۔ اگر میں کچھ لکھتا تو تیری عزت کرتے ہوئے میں اپنی لکھی ہوئی کتب تمھیں دے دیتا۔ میں نے صرف تین چیزیں تشہد ابواب الطلاق اور مناسک الحج لکھی ہیں'' [7]۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوالعالیہ کے پاس فقہی ابواب پر مرتب کتبِ حدیث موجود تھیں۔

۲۷. جابر بن زید الأزدی (م ۹۳ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے [8]۔

آپ حدیث اور فقہ میں خاطر خواہ معرفت رکھتے تھے۔ آپ حدیث کے علاوہ کسی دوسری رائے کو لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے [9]۔

---

① الخطیب، الکفایۃ، ص:۲۲۹ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۵۴ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۰۷

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۸۹

④ المسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن، حدیث نمبر ۶۷۷۶، ص:۱۱۶۱ ⑤ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۱۹۲

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۶۱ ⑥ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۲

⑦ ابن حنبل، العلل، ص:۳/۲۴۱ ⑧ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، :۱۸۹

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۸

⑨ الخطیب، تقیید العلم، ص:۲۰ ⑩ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۲/۳۱ ⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۳۱

حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ جابر بن زید الازدی؛ عبدالرحمٰن بن سابط سے تختیوں پر احادیث لکھا کرتے تھے①۔ نیز آپ کے تلامذہ آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے②۔

۲۸. سعید بن المسیّب (م ۹۳ ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت حکیمؓ بن حزام اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے③۔ مدینہ منورہ میں ان کی مجالس حدیث منعقد ہوتیں④۔ آپ حدیث کو بڑے اہتمام سے جمع کرتے تھے اور صرف ایک حدیث کی خاطر آپ نے کئی کئی دن کا سفر کیا⑤۔ آپ کتابت حدیث کے قائل نہیں تھے⑥۔ تاہم ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے عبدالرحمٰن بن حرملہ (م ۱۴۵ھ) کو اپنی مرویات لکھنے کی اجازت دے رکھی تھی⑦۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آخری عمر میں کتابت حدیث کی اجازت دے دی تھی۔ ایک اور روایت سے اس امر کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ اس روایت کو علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ: ''حسن بصری کو جب تشریعی مسائل کے حل میں کوئی دشواری پیش آتی تو وہ سعید بن مسیّب سے خط و کتابت کے ذریعے حل کر لیتے تھے''⑧۔

۲۹. عروۃ بن زبیرؒ (م ۹۴ ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت اسامہؓ بن زید، حضرت حکیمؓ بن حزام، حضرت ابو ہریرۃؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے⑨۔ آپ کا شمار مدینہ کے فقہاء میں سے ہوتا ہے⑩۔ آپ کے پاس کثیر تعداد میں ذخیرۂ حدیث تحریری صورت میں موجود تھا⑪۔ آپ کی اکثر و بیشتر مرویات حضرت عائشہؓ کی روایات پر مشتمل تھیں⑫۔

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۲ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۹

② ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۳۱

③ ولی الدین الکاتب، الاکمال فی اسماء الرجال، ص:۵۹۸ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۲۲۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۸۴

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۹۶

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۸۹ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۹۴
◉ ابن الصلاح، معرفۃ علوم الحدیث ص:۸ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۲۲۰

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۵ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۲/۱۴۴ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۵، ۲۰، ۴۸

⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۵۵۶

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۵۲

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۶۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۱۸۰

⑩ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۳۳۱ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۶۴ ◉ ولی الدین الکاتب، الاکمال فی اسماء الرجال، ص:۶۱۱

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۳۳ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۳۳۲

⑫ الخطیب، الکفایۃ، ص:۲۰۵ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۳۳۲
◉ ولی الدین الکاتب، الاکمال فی اسماء الرجال، ص:۱۱ ◉ مولانا محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۵۵

ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن زبیرؒ سے روایت کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے مجھ (عروۃ بن زبیرؒ) سے کہا، اے بیٹے! مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری احادیث لکھنے کے بعد واپس جا کر دوبارہ لکھتے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ میں آپ سے کچھ احادیث سننے کے بعد واپس جا کر دوسروں سے احادیث سنتا ہوں۔ تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کیا تم نے کبھی معنی میں اختلاف پایا؟ میں نے کہا۔ جی نہیں! تو آپ فرمانے لگیں، یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے ①۔ بدقسمتی سے حدیث کی یہ کتب واقعہ حرہ کے دوران تلف ہو گئیں ②۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے خود ان کتب کو جلا دیا تھا۔ بعد میں پچھتایا کرتے تھے کہ ''کاش میں اپنے خاندان اور مال و اسباب کو ان کتب کی حفاظت پر قربان کر دیتا'' ③۔ اس واقعہ کے بارے میں مصادر سے یہ صراحت نہیں ملتی کہ انھوں نے کن اسباب کی بناء پر اپنی کتب جلائی تھیں۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ لڑائی کے دوران ان کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ جیسا کہ دوسرے صحابہؓ و تابعین سے منقول ہے، کہ انھوں نے اسی خوف کے پیش نظر اپنی کتب جلا ڈالی تھیں۔

علاوہ ازیں آپ کی سیرتِ نبویہ پر ایک کتاب تھی جس کا تذکرہ مختلف مصادر میں ملتا ہے ④۔

درج ذیل تلامذہ نے آپ سے اس کتاب کو روایت کیا ہے:

۱۔ ابو الاسود ⑤ ۲۔ الزہری ⑥

۳۔ ہشام بن عروۃ ⑦ ۴۔ یحییٰ بن عروۃ ⑧

آپ اپنے تلامذہ کو درس حدیث بھی دیا کرتے تھے ⑨۔

امام زہری کا بیان ہے:

"كان عروة يتألف الناس على حديثه" ⑩

عروۃ لوگوں کو اپنی حدیث پر اکٹھا کرتے تھے۔

① الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۲۰۵

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۳/۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۳/۷

③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۳/۵ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۵/۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۳/۷ ◉ محمد حمید اللہ، مقدمہ الصحیفہ الصحیحہ، ص: ۵۵

④ تفصیل کے لیے دیکھیے الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۵۹

⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲۰/۲ ◉ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۱، ۸۳، ۹۶ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۸۹/۱۔۹۳۔۹۹۔۹۵

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲۳/۴۔۳۲۶، ۳۲۸۔۳۳۱
◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب المغازي، باب حديث الإفك، حدیث نمبر ۴۱۴۱، ص: ۷۰۱
◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الأحكام بابٌ من قضى له بحق أخيه، حدیث نمبر ۷۱۸۱، ۷۱۸۲، ص: ۱۲۳۶۔۱۲۳۷

⑦ الطبری، التاریخ، ص: ۱۵۲۹/۱، ۱۵۳۳، ۱۵۳۹، ۵۵۱ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۲۴۳/۱۰۔۲۴۴

⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۱۲/۶ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۱۸۰/۱، ۱۲۲۴، ۱۲۳۸۴، ۱۲۸۸۔۱۲۳۶

⑨ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۷۸/۲

⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ؟/۶۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۷۹/۳

مزید برآں آپ اپنے تلامذہ کو املا کروایا کرتے اور املا کے بعد ان کی تحریر کردہ احادیث دیکھا کرتے تھے (۱)۔ ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن الزبیرؒ سے بیان کرتے ہیں کہ: ''عروۃ مجھ سے پوچھا کرتے تھے کیا تم نے لکھ لیا ہے؟ تو میں جواب دیتا جی ہاں، پھر آپ فرماتے کیا تم نے اپنی کتب اصلاح کے لیے پیش کی ہیں، میں نے کہا! نہیں، تو آپ نے کہا تم نے لکھا ہی نہیں ہے'' (۲)۔ ایک دوسری روایت میں ہشام بیان کرتے ہیں کہ: ''میرے والد ہمیں احادیث پیش کرتے تھے جس طرح ہم کتاب پیش کرتے ہیں'' (۳)۔

آپ کے اصحاب میں سے درج ذیل کے پاس آپ کی مرویات تحریری صورت میں موجود تھیں۔

عبدالملک بن مروان: مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے عروۃ بن زبیرؓ سے چند اشیاء کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے رسالہ لکھا جس کا جواب عروۃ بن الزبیر نے تحریری طور پر دیا (۴)۔

ہبیرۃ زہری کا بیان ہے: ''میں عروۃ بن زبیرؓ کے ہاں گیا تو آپ ہبیرۃ جو عبدالملک بن مروان کے ساتھی کی طرف لکھ رہے تھے جس نے ان سے قول باری تعالیٰ ﴿یاأیھاالذین أمنو إذا جاء کم المؤمنات......﴾ (۵) کے بارے میں سوال کیا تھا (۶)۔

ہشام بن عروۃ: عبادۃ بن حمزۃ بن عبداللہؓ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ ''میں نے ہشام بن عروۃ سے اس کے والد کی صحیح احادیث طلب کیں تو انھوں نے ایک رجسٹر نکال کر کہا، کہ اس میں میرے والد کی صحیح احادیث ہیں، جنھیں میں نے ان کے سامنے پیش کر کے اسے جان لیا ہے کہ اسے لے لو۔ اور لوگوں کی طرح یہ مت کہنا کہ اسے میں پہلے لوگوں پر پیش کر کے دیکھ لوں (۷)۔

عمر بن عبدالعزیز: عروۃ بن زبیرؓ نے مسائل و احکام کے بارے میں کچھ مرویات حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ارسال کی تھیں (۸)۔

۳۰. سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عدیؓ بن حاتم، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن مغفل اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۹)۔ آپ کے پاس مجموعہ حدیث تھا جسے آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (۱۰) اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے نقل کیا تھا (۱۱)۔ آپ کاپی، تختی، کھجور کے پتے، اونٹ کے کجاوے کی لکڑی حتیٰ کہ اپنی ہتھیلی اور جوتے پر حدیث تحریر کر لیتے تھے (۱۲)۔

امام داری اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن جبیر کو املاء کروایا کرتے تھے، جسے آپ لکھتے جاتے۔

---

(۱) السمعانی، ادب املاء، ص: ۷۸ ◉ الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/۱۵۸
(۲) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۳۷
(۳) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۹۸
(۴) ابن حنبل، المسند، ص: ۶/۲۱۲
(۵) الممتحنۃ: ۶۰/۹
(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸/۶
(۷) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۶۳
(۸) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۲/۲۴
(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۱
(۱۰) الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۴۹۹، ص: ۱/۱۳۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۷۹ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۲،۴۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۸۰ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۳،۴۴ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۶۶
(۱۲) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۲،۴۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۷۹ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۶۶، ۷۳

بعض دفعہ درس کے دوران کاغذ ختم ہو جاتا، تو آپ اپنے لباس، ہتھیلی حتی کہ اپنے جوتے پر بھی لکھ لیتے۔ اور گھر جا کر اسے نقل کر لیتے تھے①۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سعید بن جبیرؒ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی مرویات کو اونٹ کی سواری کے دوران لکھا کرتے تھے②۔

حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے: ''بعض اوقات سفر کے دوران میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے کوئی حدیث سنتا تو اسے اپنے اونٹ کے کجاوے پر لکھ لیتا پھر بعد میں اسے کاغذ پر اتار لیتا''③۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر حدیث لکھنے کو کس قدر ترجیح دیتے تھے۔ اور آپ کے پاس ذخیرۂ حدیث تحریری شکل میں موجود تھا۔

۳۱. عبدالرحمن بن ملّ، ابو عثمان النهدی (م۹۵ھ)

آپ نے نبی کریم ﷺ کے عہد میں اسلام قبول کیا لیکن شرف لقاء نہ ہو سکا۔ آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے④۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا، جسے آپ کے شاگرد سلیمان التیمی نے اپنے پاس محفوظ کیا ہوا تھا۔

سلیمان التیمی کا بیان ہے کہ ''ابوتمیمہ نے ہمیں ابوعثمان النہدی سے ایک حدیث بیان کی تو میرے دل میں اس کے بارے میں شک پیدا ہوا تو میں نے کہا آپ نے اس طرح حدیث بیان کی ہے جبکہ میں نے ابوعثمان سے اس طرح حدیث نہیں سنی تو میں نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو دیکھا تو اس میں اسی طرح یہ حدیث موجود تھی جس طرح میں نے ان (ابوتمیمہ) سے سنی تھی''⑤۔

۳۲. ابراهیم بن یزید النخعی (۹۶ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ حدیث اور فقہ کے مسلمہ امام تھے⑥۔ آپ حدیث لکھنے والوں کی زیادہ حوصلہ افزائی نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا قول ہے: ''انسان جو لکھتا ہے اسی پر اعتماد کرتا ہے''⑦۔ شاید اسی وجہ سے آپ

---

① الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة الحدیث، حدیث نمبر ۴۹۹، ص: ۱/۱۲۸ ◎ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۷۹
② الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۳
③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۵، ص: ۱/۱۲۷
◎ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۲ ◎ الرامھرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۷۷
④ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۴/۲۷۸ ◎ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۹۹ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۲۷۷
⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب وضع الصبی علی الفخذ حدیث نمبر ۶۰۰۳، ص: ۱۰۵۰
◎ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب الذکر اسامة بن زید، حدیث نمبر ۳۷۳۵، ص: ۶۲۹
◎ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۲۱۰
⑥ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۶۹ ◎ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۱۰۴ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۷۷
⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۸۹ ◎ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۲

کتابت حدیث کو مکروہ خیال کرتے تھے۔ ورنہ آپ نے اور آپ کے تلامذہ نے احادیث تحریر کی ہیں۔

سنن نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس مجموعہ حدیث تھا۔ کیونکہ قتادہ اور دوسرے حضرات نے رضاعت کے چند مسائل کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنے کا مطالبہ کیا تو انھوں نے اپنی رائے لکھ کر ان کی طرف ارسال کی اور آپ کی رائے حدیثِ رسولؐ اور اقوال صحابہؓ و تابعین پر مشتمل تھی ①۔

آپ کے تلامذہ بھی آپ کے درسِ حدیث میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ جامع بن شداد بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے حماد کو دیکھا کہ وہ ابراہیم کے پاس احادیث لکھا کرتے تھے'' ②۔

۳۳. سالم بن ابی جعد (م۹۷ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت انسؓ بن مالک وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ان کی اولاد، منصور اور اعمش نے روایت کی ہے ③۔

منصور کا بیان ہے کہ ''میں نے ابراہیم نخعی سے پوچھا کیا بات ہے؟ سالم بن ابی جعد کی احادیث آپ کی احادیث سے زیادہ ہیں تو ابراہیم نخعی نے کہا اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے ④۔

ایک دوسری روایت میں ابن حبان کا قول ہے کہ ''جب محمد ابن ابی کبشہ (م۱۰۰ھ) کوفہ آئے تو العجلی اور سالم بن ابی الجعد نے ان سے احادیث لکھیں'' ⑤۔

۳۴. عمرة بنت عبدالرحمن بن سعد الأنصارية (م ۹۸ھ)

آپ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ، اُم ہشامؓ بنت حارثہ، اُم حبیبہؓ، حمنہؓ بنت جحش سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے بیٹے ابوالرجال، اور آپ کے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن اور بھتیجے یحییٰ بن عبداللہ وغیرہ نے روایت کی ہے ⑥۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بچپن ہی سے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی تھی ⑦۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب حدیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو ابوبکر بن محمد بن عمروؓ بن حزم ⑧ کو حکم دیا۔

---

① النسائی، سنن النسائی، كتاب النكاح، باب القدر الذی يحرم الرضاعة، حدیث نمبر ۳۳۱۳، ص: ۴۵۷
◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۸

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۳۲

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۳۲ ◉ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص: ۵۹۹ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۵۶

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۹۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۸ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵

⑤ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص: ۳۷۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۴۳۸ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۶

⑧ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۱۷۴، مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ:
''ابوبکر بن محمد عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کے بھانجے تھے۔ گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۶۱

أن يكتب له من العلم من عندِ عمرة بنت عبدالرحمن والقاسم بن محمد①

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس سے علم لکھ کر میرے پاس بھیجو۔

قرونِ اُولیٰ میں "علم" کا لفظ احادیثِ نبویہ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابن سعد نے عطاء بن ابی رباح کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ابن جریج کا بیان ہے:

"كان عطاء إذا حدّث بشيئ قلت عِلمٌ أو رأى فإن كان أثراً قال علم و إن كان رأيا قال رأى" ②

عطاء جب کوئی بات بیان کرتے تو میں پوچھتا کہ یہ علم ہے یا کوئی رائے؟ اگر حدیث ہوتی تو وہ کہتے علم ہے اور اگر رائے ہوتی تو کہتے رائے ہے۔

بعض مصادر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کو یوں نقل کیا گیا ہے:

"أكتب إليّ بما ثبت عندك من الحديث عن رسول الله ﷺ و بحديث عمرة"...... ③

آپ کے پاس موجود حدیث رسول اللہ ﷺ اور عمرۃ کی روایت کردہ احادیث مجھے لکھ بھیجو۔

چنانچہ ابوبکر بن محمد نے آپ کی طرف احادیث لکھ بھیجیں۔

۳۵۔ حسن بن محمد بن الحنفية (م۹۹ھ)

آپ نے حضرت سلمہؓ بن الاکوع اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے عمرو بن دینار اور امام زہری نے روایت کی ہے④۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس عقائد پر مشتمل احادیث کا ایک کتابچہ تھا⑤۔

۳۶۔ عبداللہ بن ابی قتادة الأنصاری (م۹۹ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت ابوقتادۃ الانصاریؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کی ہے⑥۔ یحیٰی نے عبداللہ بن ابی قتادہ کی روایت کردہ احادیث لکھیں اور وہ احادیث ہشام کی طرف ارسال کر دیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ہشام بیان کرتے ہیں کہ: ''یحیٰی نے میری طرف عبداللہ بن ابی قتادۃ' جو کہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' کی احادیث لکھ کر میری طرف ارسال کی تھیں''⑦۔

① الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸/۳۵۳

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸/۳۳۵

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۷، ص: ۱/ ۱۳۷
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۱۳۴_۸/۳۵۳ ◉ ابن سلام، الاموال، ص: ۵۷۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۵
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۰۵ ◉ محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین، ص: ۳۲۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۱

④ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۱۶۰ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۲

⑤ صبحی صالح، مباحث فی علوم السنۃ، ص: ۸۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۶۰

⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۳۱۰

۳۷. عبداللہ بن محمد بن علی ابو ہاشم (م۹۹ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن الحنفیہ اور ایک انصاری صحابی سے روایت کی ہے(۱)۔ آپ کے پاس حدیث نبویہ پر مشتمل ایک مجموعہ تھا(۲)۔ بعدازاں یہی نسخہ محمد بن علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ کی ملکیت میں آ گیا(۳)۔

۳۸. حبان بن جزء السلمی (م۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو امیہ، عبدالکریم بن ابی مخارق' اور عبداللہ بن عثمان وغیرہ نے روایت کی ہے(۴)۔ آپ کا مجموعہ حدیث "نسخہ" کے نام سے معروف ہے جو مطرف بن عبدالرحمٰن کے پاس تحریری شکل میں موجود تھا(۵)۔

۳۹. شهر بن حوشب الأشعری (م۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے(۶)۔ آپ کے پاس حدیث کا مجموعہ تھا جس کا کچھ حصہ ہشام بن حسان کے ساتھ خاص تھا(۷)۔ آپ کے شاگرد عبدالحمید بن بہرام نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے(۸)۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے: ''عبدالحمید بن بہرام، شہر بن حوشب کی احادیث کو قرآن کی سورتوں کی طرح یاد کرتے تھے اور وہ ستر طویل احادیث تھیں''(۹)۔

۴۰. طاؤس بن کیسان (م۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا(۱۰)۔

آپ صاحب کتاب تھے۔ ابن جریج کا بیان ہے:

''مجھے طاؤس کے بیٹے نے خبر دی جو کہ اپنے باپ (طاؤس بن کیسان) سے نقل کرتے ہیں۔ طاؤس نے کہا میرے والد کے پاس ایک کتاب تھی جس میں دیت کا ذکر تھا جس کی رسول اللہ ﷺ کو وحی ہوئی''(۱۱)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۶/۶
(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۴۱/۵
(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۴۱/۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۶/۶ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۲۷
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۷۱/۲
(۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲۶۸/۱
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۶۹/۴
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۴/۱۱
(۸) الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۱۸۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۹/۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۵۹/۱۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۷۱/۴
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۷۱/۴
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۵
(۱۱) دارالقطنی، سنن الدارقطنی، ۹۵/۳

آپ اپنے تلامذہ کو حدیث کی املاء کروایا کرتے تھے ①۔

لیث بن ابی سلیم کے پاس آپ کی مرویات جمع تھیں۔ موسیٰ بن داؤد کا قول ہے:

"حدثني أمة الله مولاة طاؤس قالت رأيت ليث بن ابی سليم يكتب عند طاؤس في ألواح كبار و هو يملي عليه" ②

مجھے طاؤس کی باندی اُمۃ اللہ نے خبر دی ہے کہ میں نے لیث بن ابی سلیم کو دیکھا کہ وہ طاؤس کے سامنے بڑی بڑی تختیوں پر لکھ رہے تھے اور طاؤس انھیں املاء کروا رہے تھے۔

۴۱۔ عبداللہ بن ہرمز (م۱۰۰ھ)

آپ نے سعید بن عبید اور محمد بن عبید سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے حاتم بن اسماعیل، محمد بن عجلان وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ آپ کا شمار مشہور ناقلینِ حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے تحریری صورت میں احادیث کا مجموعہ تمیم جیشانی کی طرف ارسال کیا تھا ④۔

۴۲۔ لاحق بن حمید' ابو مجلز (م۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑤۔

آپ صاحب کتاب تھے۔ امام یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

"أول ما طلبت الحديث وقع في يدي كتاب فيه مرسلات عن ابی مجلز......" ⑥

ابتدا میں جب میں علم حدیث حاصل کر رہا تھا میرے ہاتھ میں ابومجلز سے روایت کردہ مرویات کی کتاب ''مرسلات'' آ گئی تھی۔

۴۳۔ محمد بن ابی کبشہ (م۱۰۰ھ)

آپ نے اپنے والد عمروؓ بن سعید (ابی کبشہ) 'جو صحابیؓ تھے' سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن اوسط بجلی نے روایت کی ہے ⑦۔ ابن حبان کا قول ہے کہ محمد بن ابی کبشہ جب کوفہ آئے تو آپ سے فتیاۃ البجلی اور سالم بن ابی الجعد نے احادیث لکھیں ⑧۔

---

① ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۵۸

② ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۵۸ ◉ ابن الجعد، المسند، ص:۶۵ ◉ ابن حنبل، العلل، ص:۱/۲۶۰

③ المزی، تہذیب الکمال، ص:۱۰/۶۰۱

④ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۵۳۱

⑤ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۷۰

⑥ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۴۳

⑦ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۴۳

⑧ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص:۳۷۵

۴۴. ممطور الحبشی 'ابو سلام (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ، حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابو مالک الاشعریؓ وغیرہ سے روایت کی ہے(۱)۔

''ابن سعد نے اہل شام کے طبقہ اولیٰ کے تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے''(۲)۔ یحیٰی بن ابی کثیر کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ حرب بن شداد کا بیان ہے کہ یحیٰی بن ابی کثیر نے مجھ سے کہا:

کل شیئ عن ابی سلام فإنما ھو کتاب" (۳)

ابوسلام سے مروی ہر شئے دراصل وہ کتاب سے ہے۔

۴۵. ھند بنت الحارث الفراسیہ (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے امام زہریؒ نے روایت کی ہے (۴)۔ امام زہریؒ کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں۔ جعفر بن ربیعہ کہتے ہیں، کہ ابن شہاب نے ان کی طرف لکھا:

"حدثتنی ھند بنت الحارث الفراسیة "...... (۵)

مجھے ہند بنت الحارث فراسیہ نے حدیث بیان کی ہے۔

۴۶. ذکوان، ابو صالح السمّان (م ۱۰۱ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے(۶)۔ آپ کا شمار کتابتِ حدیث کے قائلین میں سے ہوتا ہے۔ آپ اپنے تلامذہ کو املاء کروایا کرتے تھے۔ جنھوں نے آپ سے تحریری صورت میں احادیث اخذ کی تھیں(۷)۔

درج ذیل حضرات کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

اَعمش: اَعمش کہتے ہیں میں نے ابو صالح (ذکوان) سے ایک ہزار احادیث لکھی ہیں(۸)۔ اَعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم حدیث کے ناقد تھے میں ان کے پاس ابو صالح کی حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کردہ احادیث لایا جو میرے پاس لکھی ہوئی تھیں تو آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث سے بعض اشیاء کو ترک کر دیتے تھے(۹)۔

سہل بن ابی صالح: ابن الجوزی کا بیان ہے کہ امام بخاریؒ نے سہل بن ابی صالح کی روایات کو ترک کر دیا کیونکہ ان کا اپنے والد (ابوصالح) سے سماع میں کلام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے ان کے صحیفہ کو ترک کیا ہے(۱۰)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۶/۱۰
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۶/۱۰
(۳) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۵۸/۳
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۵۷/۱۲
(۵) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب مکث الامام فی مصلاہ بعد الصلاۃ، حدیث نمبر ۸۵۰، ص: ۱۳۷
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۹/۳
(۷) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۷۵
(۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۳/۱، ۱۴۵
(۹) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۴۳/۲
(۸) ابن الجعد، الی، ص: ۸۰
(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۳/۱
(۹) ابن المدینی، العلل، ص: ۱۴۰/۱
(۱۰) ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۴/۱

ابن حجر کا بیان ہے کہ امام بخاریؒ جن متکلم فیہ رواۃ کے ساتھ منفرد ہیں آپ نے ان کی اکثر احادیث کو نہیں لیا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کے پاس حدیث کا بڑا نسخہ تھا۔ جبکہ امام مسلمؒ نے اس کے برعکس ان نسخوں کی اکثر احادیث کی تخریج کی ہے۔ مثلاً ابوزبیر کی حضرت جابرؓ سے روایت' سہل کی اپنے باپ (ابوصالح) سے مروی روایات ①۔

۴۷۔ مقسم بن بجرة (م ۱۰۱ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے ②۔ الحکم اور عثمان الشاہد کے پاس ان کی احادیث تحریری شکل میں تھیں۔ امام شعبہ کہا کرتے تھے:

"أحاديث الحكم عن مقسم كتاب إلا خمسة أحاديث" ③

پانچ احادیث کے علاوہ حکم کی مقسم سے مروی روایات ایک کتاب ہے۔

معمر کا بیان ہے:

أخبرني عثمان الجزري عن مقسم قال كتبت عنه صحيفتين في المغازي فاستعارهما مني رجل فذهب بهما ④

مجھے عثمان جزری نے مقسم کے بارے میں بتایا کہ میں نے اُن سے دو صحیفے مغازی کے بارے میں لکھے ہیں جن کو ایک شخص نے مجھ سے عاریۃً لیا اور پھر واپس نہیں کیے۔

۴۸۔ مجاهد بن جبر المكی (م ۱۰۲ھ)

آپ نے حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آپ مشہور مفسرِ قرآن تھے ⑤۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کتابت کے قائل نہیں تھے ⑥۔ تاہم دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھ کر تختیوں پر لکھا کرتے تھے ⑦۔

آپ سے ابن ابی نجیح ⑧، ابن جریج ⑨، ابن عیینہ ⑩، الحکم بن عتیبہ ⑪، القاسم بن ابی بزۃ ⑫، لیث بن ابی سلیم ⑬، اور

---

① ابن حجر، ھدی الساری، ص: ۲۳/۱ ◉ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۴۲
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۸/۱۰
③ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۰ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳۱/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۴/۲۔ ۲۸۹/۱۰
④ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۱۹/۱ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۳۹/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ۸۷/۱
⑥ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۵ ⑦ الطبری، تفسیر الطبری، ص: ۹۰/۱
⑧ ابن حبان، الثقات، ص: ۶۸۵،۵۰۶ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۴۶ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۱۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۴/۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۰۳/۲، ۵۱/۴
⑨ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۵،۵۰۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۴/۶ ⑩ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۵
⑪ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳۳۰/۱ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۴۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۴۳۴/۳
⑫ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۴۶
⑬ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۵ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۴۶

میاح بن سریع نے احادیث لکھی تھیں ①۔ آپ کے پاس حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی کتب کا مجموعہ بھی تھا جن سے آپ اپنے تلامذہ کو املاء کرایا کرتے تھے ②۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کتابتِ حدیث کے قائل تھے۔ البتہ ممانعت کی روایات کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان اوراق سے لکھنے سے منع کیا تھا جس پر قران لکھا گیا ہو، تاکہ التباس کا خطرہ باقی نہ رہے۔

۴۹. حبیب بن سالم الانصاری (م۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ آپ حضرت نعمانؓ بن بشیر (م۶۴ھ) کے آزاد کردہ غلام اوران کے کاتب تھے ③۔ آپ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر سے کچھ احادیث لکھ کران کے بیٹے یزید بن نعمانؓ کی طرف ارسال کر دیں ④۔ اسی طرح آپ نے کچھ احادیث قتادہ کی طرف ارسال کی تھیں ⑤۔

۵۰. خالد بن معدان القلاعی (۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کی ستر سے زائد صحابہ کرامؓ سے ملاقات ثابت ہے ⑦۔ آپ کے پاس ذخیرۂ حدیث پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تھی، جس کو بند کرنے کے لیے بٹن لگے ہوئے تھے ⑧۔ حدیث کا یہ مجموعہ ''النسخہ'' کے نام سے معروف تھا جس کی ایک نقل ان کے شاگرد بشیر بن سعد (م۱۶۰ھ) کے پاس تھی ⑨۔ جنھوں نے یہ کتاب بقیہ بن الولید (م ۱۹۶ھ) کو دے دی تھی ⑩۔ بقیہ بن الولید' خالد بن معدان کے اس مجموعہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں ''بشیر نے مجھے خالد بن معدان کا مصحف دیا تھا۔ جوقرآن کی طرح تحریری صورت میں تھا۔ اوراس کے بہت سے کاج اور بٹن تھے ⑪۔ اس کے علاوہ بجیر بن سعید ⑫ اور جمیع بن ثوب السلمی کے پاس بھی خالد بن معدان کا ''نسخہ'' تھا ⑬۔

---

① ابن حبان، المجروحین، ص:۲۲۰
② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:: ۳۴۴/۵
③ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص:۵۹۲
④ ابن حنبل، العلل، ص:۲۷۳/۴
⑤ ابن حنبل، العلل، ص:۲۷۶/۴
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱۸/۳
⑦ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص:۵۹۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۸۷/۱
⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۸۷/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱۹/۳ ◉ السجستانی، کتاب المصاحف، ص:۱۳۴
⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۶۶/۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴۱۲/۱
⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۶۲/۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۹۱/۱ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۲۱۸/۵
⑪ السجستانی، کتاب المصاحف، ص:۱۳۴
⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۸۱
⑬ ابن عدی، الکامل، ص:۲۲۴/۱

۵۱ . عامر بن شرحیل (م ۱۰۳ ھ)

آپ نے حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت جریرؓ بن عبداللہ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کوفہ کے مشہور محدث اور فقیہ تھے آپ کا شمار اولین جامعین حدیث میں سے ہوتا ہے (۱)۔

آپ کو یہ اولیت بھی حاصل ہے۔ کہ آپ نے حدیث کو موضوعاتی اعتبار سے مرتب کیا۔ مثلاً آپ نے طلاق سے متعلقہ احادیث کو ''کتاب الطلاق'' کے اندر جمع کر دیا۔ آپ اس کتاب (کتاب الطلاق) کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"هذا فصل كبير عن الطلاق" (۲) (یہ طلاق کے بارے میں ایک بڑی فصل ہے)

مصادر سے آپ کی بہت سی کتب مثلاً کتاب الجراحات (۳)، کتاب الفرائض (۴)، کتاب المغازی (۵)، کتاب فی الصدقات (۶) کا علم ہوتا ہے۔

امام شعبی کے تلمیذ خاص ابوحصین عثمان بن عاصم (م ۱۲۸ھ) کا بیان ہے کہ ''شعبی کی وفات کے بعد کتاب الفرائض اور کتاب الجراحات کے علاوہ کوئی اور کتاب موجود نہیں تھی'' (۷)۔ مزید برآں آپ کے پاس شرعی قضایا پر مشتمل ایک مجموعۂ حدیث بھی تھا جو کہ عاصم الأحول کے پاس محفوظ تھا۔ انھوں نے اسے نقل کرنے کی آپ سے اجازت حاصل کر لی تھی (۸)۔

بعض حضرات نے آپ کے قول:

"ما كتبت سوداء في بيضاء ولاسمعت من رجل حديثاً فأردت أن يعيده عليّ" (۹)

میں نے سفید کاغذ پر کبھی سیاہ حرف نہیں لکھا اور جب کسی شخص سے حدیث سن لیتا تو اسے دہرانے کا نہیں کہتا۔

سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ حدیث لکھنے کے قائل نہیں تھے حالانکہ اس قول سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں صرف آپ کے اعلیٰ حافظہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ سارا علم سینہ میں محفوظ کر لیتے اور تحریر سے مدد نہیں لیتے تھے۔ نیز آپ اپنے شاگردوں کو حکم دیتے کہ جو کچھ تم مجھ سے سنتے ہو اسے لکھ لیا کرو (۱۰)۔ آپ انھیں احادیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے (۱۱)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۹ ◉ ولی الدین الکاتب، الإکمال، ص: ۶۱۹

(۲) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۴ ◉ الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۷۸

(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۳۲ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۷۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۶/۴۱

◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۳۲ (۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۰

(۶) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۴۰ (۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۷۴، ۲۲۴ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۳۲

(۸) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۶

(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۲۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، کتاب العلم، ص: ۱۱۶ ◉ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۷۲

◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۲۹

(۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۷۴ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۰

◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۲۷

(۱۱) ابوخیثمہ، کتاب العلم، ص: ۱۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۰

نیز آپ کے اقوال:

۱۔ "ان الکتاب ھو سجل المعرفة"①

کتاب معلومات کا رجسٹر ہوتا ہے۔

اور ۲۔ "إن أعظم الرواة ھوالدفتر"②

کتاب سب سے بڑا راوی ہے۔

سے کتابتِ حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے بھی واضح آپ کا یہ قول ہے ''نہ لکھنے کی وجہ سے مجھے اتنا علم بھول گیا ہے، کہ اگر کسی کو یاد ہوتا تو وہ عالم بن جاتا''③۔

۵۲. عطاء بن یسار (م۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت ابو ایوبؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے④۔ آپ اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ مدینہ منورہ کے مشہور اور جلیل القدر محدث اور سینہ میں علم کا خزانہ محفوظ رکھنے والے فقیہ تھے⑤۔ آپ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی۔ اس کتاب کے بارے میں عمر بن اسحاق بن یسار کا قول ہے:

"قرأت فی کتاب لعطاء بن یسار......"⑥

میں نے عطاء بن یسار کی کتاب میں پڑھا۔

۵۳. ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (م ۱۰۴ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے⑦۔ آپ کتابتِ حدیث کے قائل تھے۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس کے درس میں حاضر ہو کر حدیث لکھا کرتے تھے⑧۔ آپ نہ صرف حدیث خود لکھا کرتے تھے بلکہ دوسروں کو املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: ''میں نے ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن کو دیکھا کہ آپ ایک کاتب بچے کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر لے جاتے اور اسے حدیث کی املاء کرواتے، چنانچہ وہ آپ کی احادیث لکھا کرتا تھا''⑨۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۱۷۴ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

③ گولڈ زیہر، دراسات اسلامیہ، ص:۲/۱۸۵

④ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص:۶۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۲۱۷

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۲۱۷

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۳۳۳ ◉ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص:۲۹۶

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۶۲

⑧ المسلم، الصحیح، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث نمبر ۳۷۰۱، ص:۶۴۰
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۸/۲۰۰ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۴۱۳

⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱/۲۱۸

۵۴. ابو قلابہ عبداللہ بن زید (م ۱۰۴ھ)

آپ نے حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت ثابتؓ بن ضحاک اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے (۱)۔

آپ کتابتِ حدیث کے قائل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

"الكتاب أحب إلي من النسيان" (۲)

نسیان کے خوف سے میں نے لکھنے کو ترجیح دی ہے۔

آپ کے پاس بڑی تعداد میں حدیث کی کتب تھیں جن سے آپ کے تلامذہ نے احادیث نقل کی تھیں (۳)۔ جریر بن حازم جو آپ کے تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ: "میں نے ابو قلابہ کے مجموعہ احادیث کو پڑھا ہے" (۴)۔ آپ کا تحریر کردہ مجموعۂ احادیث اس قدر بڑا تھا کہ ایک اونٹ پر لادا جا سکتا ہے (۵)۔ آپ نے وفات سے قبل اپنی کتب ایوب سختیانی (م ۱۳۱ھ) کو دینے کی وصیت فرمائی تھی (۶)۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی وصیت پر عملدرآمد کیا گیا (۷)۔

ابن علیہ کہتے ہیں ایوب نے بتایا کہ ابو قلابہ اپنی کتب مجھے دینے کی وصیت کر گئے تھے، چنانچہ میں شام سے انھیں لایا اور ان کے کرایہ پر بہت دراہم صرف کیے (۸)۔ ایک دوسری روایت میں ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کتب کا کرایہ دس درہم سے زائد دیا ہے (۹)۔ بعد ازاں ایوب سختیانی ان (کتب کی) روایات اور وہ روایات جو انھوں نے ابو قلابہ سے بلا واسطہ سماعت کی تھیں کے مابین مقارنہ (comparison) کر کے روایت کیا کرتے تھے (۱۰)۔ یہی کتب بعد میں ایوب سختیانی کے شاگرد حماد بن زید کے ہاتھ آ گئی تھیں۔

حماد بن زید کا بیان ہے: "ایوب نے میری طرف ابو قلابہ کی کتب بھیجیں جس میں حضرت عمرؓ کی اپنے عامل کی طرف کتاب بھی تھی" (۱۱)۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حماد بن زید کہتے ہیں کہ: "میں جریر بن حازم کے ہاں حاضر ہوا تو آپ ایوب کے سامنے ابو قلابہ کی کتب پڑھ رہے تھے۔ ایوب کہنے لگے کہ کچھ احادیث میں نے ابو قلابہ سے سنیں ہیں اور کچھ نہیں سنیں" (۱۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۲۶ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۴۴۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۴

(۲) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۲ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۹۱، ۱۳۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۵۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص/۱/۹۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۲/۲۸۲؛ ۵/۳۵۵ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۷۶

(۴) الخطیب، الکفایہ، ص:۲۷۶ (۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۹۱، ۱۳۵۔ ۷/۱۷ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۳

(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۲ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص۵۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۵۵ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۳۵

(۷) ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۹۱۔ ۱۳۵۔ ۷/۱۷ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۳

(۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۸

(۹) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۴

(۱۰) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۹، ۵۰۴ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۵۵

(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷/۱۹ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، ص:۱/۴۵، ۱۳۶، ۲۵۲۔ ۷/۲۲۳، ۲۳۶، ۳۱۱، ۳۳۴

(۱۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب ذات الجنب، حدیث نمبر ۵۷۱۹، ص:۱۰۱۱ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۹۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۰۸ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۷۲ ◉ الخطیب الکفایہ، ص:۲۵۷

مزید برآں آپ کی کتب قتادہ کے پاس بھی تھیں۔ ایوب کہتے ہیں: ''قتادہ نے ابو قلابہ سے کچھ نہیں سنا بلکہ کہیں سے ان کے ہاتھ ابو قلابہ کی کتب آ گئیں تھیں'' ①۔ یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس بھی آپ کی کتب تھیں۔ کسی نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا یحییٰ نے ابو قلابہ سے سنا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ معلوم نہیں کہ کس چیز نے انھیں سماعت کرنے سے روکا ہے۔ میں نے کہا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابو قلابہ کی کتب ان کے ہاتھ لگ گئی ہیں ②۔

۵۵. ابان بن عثمان (م ۱۰۵ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت اسامہؓ بن زید اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ فقہ، حدیث اور مغازی کے ممتاز عالم تھے ③۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے بارے میں بعض احادیث ایک کتاب میں مدوّن کی تھیں اور اس کتاب کی ایک نقل مغیرۃ بن عبدالرحمٰن کے پاس تھی ④۔ ابان بن عثمان اپنے بیٹوں سے مطالبہ کیا کرتے تھے کہ ''تم مغازی کی تعلیم حاصل کرو'' ⑤۔

۵۶. ضحاك بن مزاحم (م۱۰۵ھ)

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی ⑦۔ آپ کتابت کی اجازت دے دیا کرتے تھے ⑧۔ ضحاک بن مزاحم قرآن اور حدیث کے مشہور و معروف عالم تھے۔ آپ کے پاس قرآن کریم کی تفسیر کی کتب تھیں ⑨۔ سفیان ثوریؒ ان کتب کی عزت اور توقیر کیا کرتے تھے ⑩۔

---

① الخولانی، تاریخ داریا، ص:۶۲

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۷۰

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص۱/۹۷ ◉ النووی، تہذیب الاسماء واللغات، ص:۱/۹۷

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۵۶ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص:۷۶

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۵۶ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص:۷۶

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۱۰ ◉ الحموی، معجم الادباء، ص:۴/۲۷۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۴۵۳

⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۳۵۲

⑧ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۸۵ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۹۴

⑨ لازماً ان کتب تفسیر میں احادیث نبویہؐ بھی ہوں گی۔ کیونکہ اس وقت قرآن کی تفسیر زیادہ تر حدیث پر مشتمل ہوتی تھی۔
ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۱۰، ۷/۵۵، ۶۰◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۹، ۴۷، ۱۰۰ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۳/۱۶۵
◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۱/۳۱۹ ◉ الدولابی، الکنیٰ والاسماء، ص:۱/۱۴۹ ◉ السجستانی، المصاحف، ص:۱۳۴

⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۵۵ ◉ الدولابی، الکنیٰ والاسماء، ص:۱/۱۴۹ ◉ الخطیب: تاریخ بغداد، ص:۱۳/۱۶۵

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے: ''ان کے پاس احادیث پر مشتمل ایک کتاب (کتاب المناسک) تھی جس کی آپ حسین بن عقیل کو املاء کروایا کرتے تھے'' ①۔ خطیب بغدادی نے ضحاک بن مزاحم کا یہ قول نقل کیا ہے:

"لا تتخذوا للأحاديث كراريس ككراريس المصحف" ②

قرآن کریم کی طرح احادیث کے لیے کاپیاں نہ بناؤ۔

آپ کا یہ قول قطعی طور پر کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اس لیے کہ آپ سے ثابت ہے۔ کہ آپ احادیث لکھا کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو اس کی املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ اس میں صرف قرآن کی طرح حدیث کی کاپیاں بنانے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ فعل قرآن کے مقام ومرتبہ کے خلاف ہے۔

۵۷. عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ (م ۱۰۵ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عقبہؓ بن عامر اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے ③۔

آپ کے پاس احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں۔ جس کا اشارہ اس واقعہ سے ملتا ہے:

''ایک مرتبہ عکرمہ صنعاء گئے اور وہاں عبداللہ بن الأسوار الیمانی کے پاس ٹھہرے تو ان کے بیٹے عمرو بن عبداللہ نے حضرت عکرمہ کی کتب نقل کرلیں۔ اور بعد ازاں عکرمہ سے سوال کرنے لگے۔ حضرت عکرمہ کو معلوم ہوگیا کہ انھوں نے ان کی کتب سے نقل کیا ہے'' ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی کتب موجود تھیں۔

۱۔ **ایوب سختیانی:** حماد بن زید کا قول ہے: ''میں نے ایوب سے سنا آپ سے عکرمہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیسے ہیں؟ تو ایوب نے جواب دیا کہ اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتے تو میں ہرگز ان سے احادیث نہ لکھتا'' ⑤۔

۲۔ **جابر بن زید:** عمرو کہتے ہیں: ''مجھے جابر بن زید نے ایک صحیفہ دیا جس میں مسائل تھے اور ان کے بارے میں عکرمہ سے سوال کرنے کو کہا، مَیں کچھ تامل کرنے لگا، تو جابر نے اس صحیفہ کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ اور کہا یہ عکرمہ مولی ابن عباسؓ ہیں، جو تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں'' ⑥۔

۳۔ **حسین بن قیس:** آپ کے پاس عکرمہ کی حدیث پر مشتمل ایک ''نسخہ'' تھا۔ جس کا اکثر حصہ مقلوب تھا ⑦۔

۴۔ **سلمۃ بن وہرام:** آپ نے عکرمہ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے ⑧۔

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۲
② الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۹، ۴۷
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۷
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۷/۲۷۱
⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۹۵
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۶۱
⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۹
⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۹۳
⑦ ابن حبان، المجروحین، ص: ۸۳
⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۹۳

۵۔ **عبدالملک بن عبدالعزیز:** یحییٰ بن ابی ایوب مصری کہتے ہیں ''مجھ سے ابن جریج نے پوچھا: ''کیا تم نے عکرمہ سے کچھ لکھا ہے؟ تو میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے تم سے دو ثلث (تہائی) علم فوت ہو گیا ہے'' (۱)۔

۶۔ **عثمان بن غیاث:** علی بن المدینی کہتے ہیں ''میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن غیاث کے پاس عکرمہ کی کتب ہیں'' (۲)۔

۷۔ **عمرو بن عبداللہ بن الأسوار الیمانی** (۳)

۸۔ **اہل یمن و اہل مشرق اور دوسرے بلاد و امصار کے علماء:** یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ''عکرمہ مختلف علاقوں میں گھومے پھرے۔ آپ بصرہ آئے وہاں کے لوگوں نے آپ سے سماع کیا پھر آپ کوفہ گئے وہاں کے لوگوں نے بھی آپ سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ یمن گئے۔ وہاں کے بہت سے لوگوں نے آپ سے احادیث لکھیں۔ مغرب اور مشرق بھی گئے اور وہاں بھی لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا'' (۴)۔

۵۸. ابو مجلز بن حمید السدوسی (م۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت جندبؓ بن عبداللہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت حفصہؓ اور حضرت ابو موسیٰ الأشعری وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں (۵)۔ آپ بصرہ کے مشہور محدث تھے۔ آپ کا شمار ثقہ رواۃ میں سے ہوتا ہے۔ آپ کے مجموعۂ حدیث میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل احادیث جمع تھیں (۶)۔

۵۹. سالم بن عبداللہؓ بن عمرؓ (م ۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت رافعؓ بن خدیج سے روایت کی ہے (۷)۔

آپ کے پاس ''کتاب الصدقہ'' (۸) کا ایک نسخہ تھا۔ جس کے بارے میں مشہور محدث ابن شہاب زہری فرماتے ہیں: ''یہ رسول اللہ ﷺ کی اس کتاب کا نسخہ ہے جو آپ ﷺ نے صدقہ کے بارے میں لکھوائی تھی اور یہ نسخہ بعد ازاں حضرت عمرؓ بن خطاب کی اولاد کے پاس رہا اور سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ نے اس (نسخہ) کو مجھے پڑھایا۔ چنانچہ میں نے اسے بعینہٖ حفظ کر لیا تھا۔ نیز عمر بن عبدالعزیز نے اس نسخہ کی نقل عبداللہ بن عبداللہؓ اور سالم بن عبداللہؓ سے حاصل کی تھی۔ میرے پاس یہ وہی نسخہ ہے'' (۹)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۶۶
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۴۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۵۱
(۳) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۹۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۶۱
(۴) الطبری، الذیل، ص: ۳/۲۴۸۵
(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۵۷ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۷۰
(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۵۷ ◉ النووی، تہذیب الاسماء واللغات، ص: ۱/۷۰
(۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۲
(۸) کتاب الصدقہ جو آنحضرت ﷺ نے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عمال کے پاس بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی۔ مگر بھیجنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں تاحیات اس کے مطابق عمل کیا۔ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، حدیث نمبر ۱۵۶۸، ص: ۲۳۱ ◉ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی زکوٰۃ الإبل والنعم، حدیث نمبر ۶۲۱، ص: ۱۶۰
◉ النسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب زکاۃ الابل، حدیث نمبر ۲۴۴۹، ص: ۳۳۷، باب زکوٰۃ الغنم، حدیث نمبر ۲۴۵۷، ص: ۳۳۹
(۹) ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی زکوٰۃ السائمۃ، حدیث نمبر ۱۵۷۰، ص: ۲۳۱

امام زہریؒ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہؓ کے پاس ''کتاب الصدقہ'' محفوظ نہیں اور عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس نسخہ کی ایک نقل سالم بن عبداللہؓ سے حاصل کی تھی لیکن ایک دوسری روایت جسے جلال الدین السیوطی نے بیان کیا ہے کہ سالم بن عبداللہؓ ہی نے اس کتاب کا ایک نسخہ لکھ کر عمرؒ بن عبدالعزیز کی طرف ارسال کیا تھا ①۔

۶۰۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ (م ۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت فاطمہؓ بنت قیس اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے ②۔ آپ کے پاس حضرت عائشہؓ کی مرویات پر مشتمل ایک مجموعہ حدیث تھا۔ اس لیے ابن عیینہ فرمایا کرتے تھے: ''حضرت عائشہؓ کی احادیث کا علم ان کے شاگردوں میں سے سب سے زیادہ عروہ، عمرۃ، اور قاسم بن محمد کے پاس تھا'' ③۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) نے جب احادیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو آپ نے ابوبکر بن محمد بن عمروؓ بن حزم کو لکھا:

"أن يكتب له من العلم من عند عمرة بنت عبدالرحمن و القاسم بن محمد" ④

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس سے علم (احادیث) لکھ کر مجھے لکھ بھیجو۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ اور قاسم دونوں ہی کو روایات لکھ کر بھیجنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے پاس علم کا سب سے بڑا سرمایہ حضرت عائشہؓ ہی کی مرویات تھیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ: ''آپ حرف بحرف حدیث لکھا کرتے تھے'' ⑤۔ آپ نے کچھ احادیث خالد بن ابی عمران کو بھی املاء کروائی تھیں ⑥۔ طلحہ بن عبدالملک الایلی نے بھی حدیث کا ایک نسخہ ان کی زیرنگرانی جمع کیا تھا۔ اور آپ نے املاء کے دوران اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ کتابت کی نگرانی کریں ⑦۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی مذکورہ روایت سے یہ بھی ضمناً اشارہ ملتا ہے کہ ابوبکر بن محمد نے بھی قاسم بن محمد کی احادیث مدوّن کر لی ہوں گی کیونکہ اس وقت قاسم بن محمد کی کتب مفقود ہو چکی تھیں۔

۶۱۔ سلیمان بن یسار (م ۱۰۷ھ)

آپ نے حضرت میمونہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور مدینہ منورہ کے ممتاز محدث تھے ⑨۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث پر مشتمل ایک کتاب تھی جس سے بکیر نقل کیا کرتے تھے ⑩۔ پھر بعدازاں یہی کتاب مکرمہ بن بکیر کے پاس رہی ⑪۔

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۱ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۹۱ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۸/۳۳۵
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۸۲، ۲۰۱، ص: ۸/۳۳۴
④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۶/۳۳۷ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۳۹
⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۳۴۵ ⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۶۳
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۲۸ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۸۹
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۴۵۳ ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۸۱ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۱۰/۷۰
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۱۰/۷۰

۶۲. حسنؒ بن یسار بصری (م ۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت مغیرۃؓ بن شعبہ سے علم حدیث حاصل کیا ①۔ آپ اپنے وقت کے مشہور محدث اور عالم تھے۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں ②۔ ان کتب میں سے قرآن کریم کی تفسیر ③ کتاب الاخلاص ④ اور ''الصّحیفہ'' وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے ⑤۔

حمید اس صحیفہ کے حجم کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"کان علم الحسن في صحيفة مثل هذه وعقد بالإبهامين والسبابتين" ⑥

حسن کا علم ایک صحیفہ میں تھا اس کا حجم اس طرح تھا پھر انھوں نے اپنی دو انگلیوں اور دو انگوٹھوں کو بند کیا۔

ابن جریر طبری کا بیان ہے: ''حسن بصری احادیث کے خطی نسخوں سے بڑے وسیع پیمانے پر کام لیتے تھے'' ⑦۔

آپ کو جب مسائل کے حل میں مشکل درپیش ہوتی تو آپ حضرت سعید بن المسیّب سے مشورہ کیا کرتے تھے ⑧۔

ابو حاتم کا قول ہے: ''حسن، جابرؓ بن عبداللہ کی کتاب سے روایت کرتے ہیں باوجود اس بات کے آپ کی حضرت جابرؓ سے ملاقات ثابت ہے'' ⑨۔ آپ کے تلامذہ کے پاس آپ کی احادیث تحریری شکل میں موجود تھیں۔ جنھیں وہ آپ سے پڑھا کرتے تھے ⑩۔ ان میں سے سہل بن حصین الباہلی ⑪، حمید بن ابی حمید الطّویل ⑫، معاویہ بن عبدالکریم الثقفی ⑬، خالد العبد ⑭، ہشام بن حسان الازدی ⑮، حوشب بن عقیل ⑯، حفص بن سفیان المنقری ⑰، حسین ابوسفیان بن حسین الواسطی ⑱، ہشام بن زیاد ⑲ اور یونس بن عبید ⑳ قابل ذکر ہیں۔ مزید برآں آپ اپنے تلامذہ کو اپنی کتب ㉑ یا بعض صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت سمرۃؓ بن جندب ㉒، حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی کتب سے املاء کروایا کرتے تھے ㉓۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۶۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۶۸

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶۔۱۲۷ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۴ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

③ اس تفسیر کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے کسی شاگرد کو اس کی املاء کروائی تھی؛ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۴

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۱۳۸ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص:۵۰۶

⑥ جو کہ پانچ یا چھ انچ بنتا ہے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶ ⑦ الطبری، التاریخ، ص:۳/۲۴۸۸ ⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۴۷

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۶۷۔۴/۲۰۲

⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۲۶۔ص:۳۴۹ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۱ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۴۹ ⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۲۷

⑫ حسن بصری نے انھی کو اپنی کتاب نقل کرنے کے لیے دی تھی؛ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۲۶، ۷/۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۸۱۰

⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۱۴ ⑭ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۶۴ ◉ البخاری، تاریخ الصغیر، ص:۱۸۱ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۱۲

⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۵ ◉ البخاری، تاریخ الصغیر، ص:۱۸۱

⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۷ ⑰ البخاری، تاریخ الصغیر، ص:۱/۳۸۰ ⑱ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۵۸

⑲ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۵۸ ⑳ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۵ ㉑ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶

㉒ النسائی، سنن النسائی، کتاب العقیقة باب عن الغلام شاتان، حدیث نمبر ۴۲۲۶، ص:۵۸۹ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ: ص:۷/۱۱۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۱۹۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲/۲۶۸ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۶۹

㉓ الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۶ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص:۷/۱۱۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص۲/۲۶۷ ◉ الترمذی، جامع الترمذی: کتاب البیوع، ما جاء فی أرض المشترك یرید بعضهم بیع بعض نصیبه، حدیث نمبر ۱۳۱۲، ص:۳۱۸

۶۳. طلحة بن نفع القرشي ابو سفيان (۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہؓ بن عباس اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ ابوخیثمہ نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے۔ ان کا قول ہے:

"حديث ابی سفيان عن جابر إنما هي صحيفة" ②

ابوسفیان کی حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے نقل کردہ روایات صحیفہ جابر سے ہی ہیں۔

اعمش نے طلحہ بن نافع سے ایک صحیفہ نقل کیا ہے جس میں تقریباً ایک سو (۱۰۰) احادیث ہیں ③۔

۶۴. عبدالعزيز بن سعيد بن سعد (م ۱۱۰ھ)

آپ کے والد سعیدؓ بن سعد صحابی تھے۔ آپ نے اپنے والد سے روایت کی ہے ④۔ عبدالغفور بن عبدالعزیز الواسطی نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے ⑤۔

۶۵. عون بن عبدالله (م۱۱۰ھ)

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ ''عون کا حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے سماع ثابت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی صحابہ کرامؓ سے روایات مرسل ہیں ⑥۔ الرامہرمزی نے بیان کیا ہے کہ عون بن عبداللہ نے یعقوب الأشج کے لیے تشہد لکھا تھا ⑦۔

۶۶. محمد بن سيرين (م۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ سے کتابت حدیث کی ممانعت ⑨ اور جواز ⑩ دونوں کے بارے میں روایات منقول ہیں۔ ان دو طرح کی متضاد روایات کے بارے میں ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی رقمطراز ہیں:

''یہ بہت مشکل امر ہے کہ ہم ان دونوں قسم کی روایات کے بارے میں توافق پیدا کریں۔ زیادہ راجح بات یہی ہے کہ جن اشخاص نے آپ سے کراہت کتابتِ حدیث نقل کیا ہے انھوں نے کامل کلام نقل نہیں کیا۔ ابن عون بیان

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶/۵
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶/۵ ◎ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۴۲/۲
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴۷۵/۲ ④ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۶
⑤ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۶ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۲/۲
⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۸ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۴/۹
⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۵۶/۱، ۲۵۵ ◎ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۵ ◎ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۸ ◎ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۵/۳
⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۳ ◎ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۴۱/۷ ◎ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶

کرتے ہیں کہ: ''میں نے ابن سیرین سے کہا تمھارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کہیں سے کوئی کتاب حاصل کر کے اسے پڑھے یا اس سے دیکھ کر حدیث بیان کرے تو آپ نے جواب دیا جب تک وہ کسی ثقہ راوی سے سن نہ لے وہ اسے بیان نہیں کرسکتا ہے'' (۱)۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ شاید کراہت کتابت کا یہی راز ہے اور یہ صرف ابن سیرین کا مذہب نہیں ہے بلکہ دوسرے بہت سارے محدثین مثلاً وکیع وغیرہ کا یہی مذہب ہے کیونکہ بعض علماء دوسروں کی کتب کو دیکھ لیتے یا پھر دوسرے کے مناقشہ وغیرہ کو سن لیتے جس کے نتیجہ میں بعض احادیث یاد ہو جاتیں۔ پھر وہ انھیں بیان کرنا شروع کر دیتے۔ ان سے سننے والے حضرات یہ خیال کر لیتے کہ ان اصحاب نے ان سے براہ راست سنا ہے (۲)۔

مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سیرین مذکورہ خرابی کی بناء پر کتابتِ حدیث کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے خود حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کو ایک کتاب میں جمع کیا تھا۔ علی بن المدینی، ابن سیرین کی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: ''محمد بن سیرین کی اولاد میں سے کسی نے آپ کی کتاب میرے پاس لائی جس کی ابتدا میں تھا:

" هذا ما حدثنا ابو هريرةؓ قال ابو القاسم كذا و قال ابو القاسم كذا"

ابو ہریرۃ نے ہمیں اس طرح حدیث بیان کی ہے کہ ابوالقاسم ﷺ نے یوں فرمایا۔

اور یہ کتاب ایک باریک اور پرانے کاغذ پر تھی جو کہ یحییٰ بن سیرین کے پاس تھی کیونکہ محمد بن سیرین اپنے پاس کتاب رکھنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حدیث نبوی کے اختتام پر لکھا ہوتا تھا ''ھذا ''۔ حدیث ابی ہریرۃؓ اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ ہوتا تھا (۳)۔ آپ اپنے تلامذہ کو املا بھی کروایا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے: ''ابن سیرین نے ہشام بن حسان کو احادیث املا کروائی تھیں (۴)۔ اوزاعی (۵)، سالم بن عبداللہ (۶)، ہشام بن حسان (۷)، یحییٰ بن سیرین کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۸)۔

۶۷. یزید بن سفیان ابو المہزم (۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے عباد بن منصور، حسین المعلم، حبیب المعلم، شعبہ اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے (۹)۔ شعبہ بن حجاج جو آپ کے تلامذہ میں سے تھے نے آپ سے ایک سو (۱۰۰) احادیث نقل کی ہیں (۱۰)۔

---

(۱) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۵۳ (۲) الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱/۲۰۱

(۳) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۱۵ ◉ السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۷۳

(۴) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۲۹۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶

(۵) ابن حبان، الثقات، ص:۵۱۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۶/۲۴۰

(۶) ابن عدی، الکامل، ص:۲/۳۰

(۷) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۸ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۲۹۷

(۸) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۴ ◉ السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۷۳

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۴۹ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۴۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۲۶۹

۶۸. رجاء بن حیوة (۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت ابوسعید خدریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے مجموعہ حدیث کے بارے میں علم درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

> ''ایک مرتبہ ہشام نے مجھ سے کچھ احادیث طلب کیں تو میں نے جواب دیا کہ اگر میں تحریری صورت میں احادیث جمع نہ کرتا تو اب تک میں انھیں بھول چکا ہوتا'' ②

۶۹. قاسم بن عبدالرحمن الشامی (م ۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ حضرت تمیم الداریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ③۔ آپ کا شمار دمشق کے ممتاز فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ ائمہ نقادِ حدیث نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے ④۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک بڑا نسخہ تھا۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں: ''بشر بن نمیر القشیری نے قاسم سے ایک بڑا ''نسخہ'' روایت کیا ہے ⑤۔ اسی طرح علی بن یزید الالھانی نے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے ⑥۔ ابوعبدالملک ⑦ اور جعفر بن الزبیر کے پاس بھی آپ سے منقول شدہ نسخہ تھا ⑧۔

۷۰. عبداللہ بن بشر الکاتب (م ۱۱۳ھ)

آپ نے حضرت عروہؓ بن الجعد البارقی، ابوزرعة بن عمرو وغیرہ سے روایت کی ہے ⑨۔ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے ''آپ کے پاس لکھی ہوئی احادیث کا ایک مجموعہ تھا جس کی ایک نقل ان کے شاگرد شعبہ کے پاس بھی تھی'' ⑩۔

۷۱. مکحول بن ابو مسلم الشامی ابو عبد اللہ (م ۱۱۳ھ)

آپ نے حضرت عبادہؓ بن الصامت، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عائشہؓ حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑪۔ آپ کا شمار شام کے ممتاز محدثین کرام میں سے ہوتا ہے۔ علمِ حدیث کی تلاش میں مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

> "لقد طفت حول العالم بحثا عن العلم" ⑫

علم کی تلاش میں، مَیں نے دنیا کے گرد چکر لگائے۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۶۵ ◎ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۱۹۰ ◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۱

② الداری، سنن الداری، ص: ۱/۱۲۵ ◎ الخطیب: تقیید العلم، ص: ۱۰۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۲۲ ④ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۵۴

⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۲۶ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۹۶

⑦ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۴/۲۹۳ ⑧ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۳/۲۹۷

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ص: ۵/۱۶۱ ⑩ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۳۱

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۸۹-۲۹۰

⑫ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۴۰۷ ◎ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۱۱۴ ◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۲

آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث موجود تھیں۔ مثلاً کتاب الحج (۱)، کتاب السنۃ، کتاب الفقہ (۲)۔

آپ کے تلامذہ میں رکی بن عبداللہ الشامی (۳)، عبدالعزیز بن ابی السائب (۴)، عبید اللہ بن عبید الکلاعی (۵)، العلاء بن الحارث (۶)، عمرو بن ابی الولید (۷)، العلاء بن کثیر کے پاس آپ کی احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں (۸)۔ بعد ازاں آپ کے اکثر تلامذہ نے ان احادیث کو کتابی شکل میں جمع کیا۔ بعض نے حدیث کے نسخے تیار کر کے دوسروں کو اس سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی (۹)۔

۷۲. عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) کا صحیفہ حدیث

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ کے پاس احادیث کا ایک صحیفہ تھا جو آپ کے بعد آپ کے بیٹے یعقوب بن عطاء کی ملکیت میں تھا۔ یعقوب اس صحیفہ کی محتویات کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ: ''اس صحیفہ میں وہ احادیث ہیں جنھیں میرے والد نے نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ سے سنا تھا (۱۱)۔ آپ کے پاس وہ احادیث بھی تھیں جو آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے سنی تھیں (۱۲)۔ آپ نے بعض احادیث اپنے بیٹے کو لکھوائی بھی تھیں (۱۳)۔

آپ اپنے تلامذہ کو کتابت حدیث کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جس کے پاس کاغذ نہ ہوتا سے کاغذ دے دیتے اور جسے لکھنا نہ آتا اسے خود لکھ دیا کرتے تھے (۱۴)۔ آپ نے ایک حدیث حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے سنی اور اسے یزید بن ابی حبیب کی طرف لکھ بھیجی (۱۵)۔ آپ کے بعض تلامذہ جن میں سے معاویہ بن عبدالکریم الثقفی (۱۶)، قیس بن سعد (۱۷)، زکریا بن اسحاق المکی (۱۸)، حوشب بن عقیل (۱۹)، ہشام بن حسان (۲۰)، یعقوب بن عطاء (۲۱)، ابن جریج وغیرہ نے آپ کی مرویات کے مجموعے تحریری طور پر تیار کیے تھے (۲۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/ ۱۷۸ (۲) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۷، ۳۱۸ (۳) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰۲
(۴) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۵۸ (۵) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۶۵
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/ ۱۷۸ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۰۴ (۷) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۷
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/ ۱۹۱ (۹) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۶۵ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۱۹۹
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۲۹ (۱۲) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۰
(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۲۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۵۹۳
(۱۴) الدارمی، سنن الدارمی، ص: ۱/ ۱۲۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷۱
(۱۵) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام، حدیث نمبر ۲۲۳۶، ص: ۳۵۶
◉ المسلم، الصحیح، کتاب المساقات و المزارعۃ، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ، حدیث نمبر ۴۰۴۹، ص: ۶۹۰
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۲۱۴ (۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۲۴۴، ۷/ ۲۴۴
(۱۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۲۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۹۔ ۱/ ۵۹۳
(۱۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۳۷ (۲۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۳۷ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۲۷۴
(۲۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۲۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۹۔ ۱/ ۵۹۳
(۲۲) ابن رجب، علل الترمذی، ص: ۲/ ۲۳۸

۷۳. محمد بن علي بن الحسين الباقر (م۱۱۴ھ)

آپ نے حضرت سمرۃؓ بن جندب، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ: ''ان کے پاس حدیث کی بہت سی کتب تھیں جو بعد میں ان کے بیٹے جعفر بن محمد کے پاس رہیں'' (۲)۔ ابن جریج کے پاس بھی آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں'' (۳)۔

۷۴. وهب بن منبه (م۱۱۴ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ، عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت انسؓ بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے (۴)۔ مصادر میں آپ کی مختلف کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔ کتاب القدر (۵)، کتاب المغازی' (طبرانی کی المعجم الکبیر میں تقریباً چار صفحات میں اس کے اقتباس موجود ہیں) (۶) کتاب قصص الانبیاء (۷)، قصص الاخیار (۸)۔ ان کتب کے عناوین سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتب حدیث کے بارے میں ہی تھیں۔ حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ: ''وہب بن منبہ کے بھائی ہمام بن منبہ آپ کی کتب خریدا کرتے تھے'' (۹)۔

۷۵. الحكم بن عتيبه (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ارقم، حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں ایک مجموعہ حدیث تھا جسے آپ نے زبانی اور تحریری طور پر بعض حضرات سے نقل کیا تھا (۱۱)۔ ان حضرات میں مقسم بن بجرۃ (م۱۰۱ھ) (۱۲)، مجاہد بن جبر (م۱۰۲ھ) (۱۳)، یحییٰ بن یزید العرنی (م۸۰ھ) قابل ذکر ہیں (۱۴)۔ آپ نے اپنی تحریری کتب حدیث کا مجموعہ حسن بن عمارہ کو دیا تھا (۱۵)۔ ابونعیم نے بیان کیا ہے: ''شعبہ بن حجاج نے اپنی نادر احادیث کا مجموعہ حکم بن عتیبہ سے حاصل کیا تھا (۱۶)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۵۰ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۰۴
(۳) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۰۳
(۴) النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۱۴۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۱۶۶ ◉ الزرکلی، الاعلام، ص:۹/۱۵۰
(۵) حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۳۲ (۶) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۱/۱۷۴، ۱۷۶ ◉ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص۲/۱۱۴۶
(۷) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص:۲/۱۳۲۸ (۸) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص:۲/۱۳۲۸
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۷ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۳۲
(۱۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۳۴۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۱۰
(۱۲) ابن حجر تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۳۴، ۱۰/۲۸۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳۰
(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۳۴ (۱۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۳۴۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۰۵
(۱۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۳۴۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۱۰
(۱۶) ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۷/۱۵۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۵۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۱۹۳

۷۶. سلیمان بن موسیٰ الأشدق (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت واثلہؓ بن الاسقع، حضرت ابو امامہؓ اور طاؤس، زہری سے روایت کی ہے ①۔ حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ الاشدق کے پاس احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا ②۔ لیکن اس صحیفہ کے حجم کے بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ آپ حضرت واثلہؓ بن الأسقع سے احادیث نقل کیا کرتے تھے ③۔

۷۷. شعبه بن دینار الهاشمی (م ۱۱۵ھ)

آپ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے ان سے روایت کی ہے ④۔

یعقوب بن سفیان الفسوی کا بیان ہے: "كان عنده كتاب" ⑤

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

بشیر بن عمر کا بیان ہے ''میں نے مالک بن انس سے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام شعبہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ قاری نہیں ہیں، چنانچہ میں ان کے پاس گیا تاکہ ان سے پوچھا جائے جب شعبہ نے دیکھا کہ میں ان کے پاس سوال کرنے کی غرض سے گیا ہوں تو انھوں نے کہا مجھ سے مت سوال کرو، میری کتاب دیکھو جو کچھ اس میں ہے وہی میں نے ان سے (ابن عباسؓ) روایت کی ہے'' ⑥۔

۷۸. عبدالله بن بریدة الأسلمی (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت سمرۃؓ بن جندب، حضرت عمرانؓ بن حصین اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ یزید بن المہلب کی طرف سے مرو (خراسان) کے قاضی تھے ⑦۔ آپ کے پاس حدیث پر مشتمل ایک نسخہ تھا جو حسین بن واقد المروزی (م ۱۵۹ھ) کی ملکیت میں تھا ⑧۔ اسی نسخہ سے ابو رجاء مطر بن طہمان نے بعض احادیث تحریری صورت میں حاصل کی تھیں ⑨۔ حسین المعلم اور مطر الورّاق کے پاس بھی آپ کی تحریر کردہ روایات تھیں ⑩۔

۷۹. عثمان بن حاضر الحمیری (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑪۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۲۶
② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۲۲۵
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴/۲۲۶
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۴۶
⑤ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۷۵
⑥ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۷۵
⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۹۲
⑧ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۲۵
⑨ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۵۸
⑪ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۳۶
⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۰۹

ابن حبان کا قول ہے:

"قدم مكة و حدثهم بها فكتب عنه أهل الحجاز" ①

آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہاں آپ نے احادیث بیان کیں اور اہل حجاز نے آپ کی مرویات لکھیں۔

۸۰. ابوبکر بن محمد بن عمروؓ بن حزم الأنصاری (م۱۱۷ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن عمروؓ بن حزمؒ اپنی خالہ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن اور حضرت خالدؓ بنت انس (جو صحابیہ ہیں) سے روایت کی ہے ②۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو آپ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو کو حکم دیا:

"أن يكتب له من العلم من عند عمرة بنت عبد الرحمن و القاسم بن محمد......" ③

آپ کے پاس جو احادیث ہیں اور جو احادیث عمرۃ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس ہیں ان کو لکھ کر میرے پاس بھیجو......

چنانچہ انھوں نے یہ تمام احادیث لکھ کر آپ کو ارسال کیں۔

۸۱. عبد الرحمن بن سابط (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے روایت کی ہے ④۔ آپ کے پاس ایک مجموعۂ حدیث تھا۔ جس سے جابر بن زید (م۹۳ھ) احادیث نقل کیا کرتے تھے ⑤۔

۸۲. عبدالرحمن بن هرمز الأعرج (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابن عباسؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم اور مشاہیر رواۃ حدیث کے معلّم تھے ⑦۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا جس کی تدوین آپ کے تلامذہ نے کی تھی ⑧۔ جن میں امام زہریؒ (م ۱۲۴ھ) ⑨، یزید بن ابی حبیب (م ۱۲۸ھ) ⑩، عکرمہ بن عمار (م ۱۰۹ھ) ⑪، ابوالزناد ⑫، عکرمہ ⑬ اور نافع القاری قابل ذکر ہیں ⑭۔ آپ اپنے تلامذہ کی لکھی ہوئی احادیث کو مراجعہ کے لیے طلب فرماتے اور ان کی تصحیح کرتے تھے ⑮۔

---

① ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۲۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۳۸

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸/ ۳۵۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۳۳۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۲/ ۳۹

◉ الدارمی سنن الدارمی، باب من رخص في كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۸، ص: ۱/ ۱۲۶

④ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۶/ ۱۸۰ ⑤ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶/ ۱۸۰

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۹۰ ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۲۰۹ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/ ۳۰۵

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۲۰۹ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۹ ⑨ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/ ۲۰۹ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۹

⑩ الخطیب، الکفایہ، ص ۳۵۵ ⑪ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۷۳

⑫ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۷۷ ◉ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۵۶ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۱۶

⑬ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/ ۲۰۹ ⑭ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/ ۲۰۹ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۲۲۴

۸۳۔ عکرمہ بن خالد بن العاص (م ۱۱۷ھ)

آپ نے اپنے والد خالد بن العاص، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے[1]۔

ابن سعد کا قول ہے:

كان ثقة وله احاديث[2]

آپ ثقہ اور صاحب احادیث تھے۔

حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ "ابن جریج آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے"[3]۔

۸۴۔ قتادة بن دعامة السدوسی (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبد اللہؓ بن سرجس، حضرت ابو الطفیلؓ وغیرہ سے روایت کی ہے[4]۔ آپ کتابت کی ترغیب دیا کرتے تھے' ابو ہلال بیان کرتے ہیں قتادہ سے پوچھ گیا: "اے ابو الخطاب جو کچھ ہم سنتے ہیں اسے لکھ لیا کریں تو آپ نے جواب کیا دیا تمھیں کوئی لکھنے سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے لکھا ہے۔ پھر آپ نے پڑھا:

﴿ فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسی﴾[5]،[6]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث تھیں:

۱۔ ابو عوانہ[7] ۲۔ ابو ہلال الراسبی[8]
۳۔ الاوزاعی[9] ۴۔ جریر[10]
۵۔ حارث بن الجارود[11] ۶۔ حجاج بن حجاج[12]
۷۔ حماد بن الجعد[13] ۸۔ حماد بن سلمہ[14]
۹۔ سلام بن مسکین[15] ۱۰۔ سعید بن ابی عروبہ[16]

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۷/۲۵۹ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۵۹
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۳۸ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۵۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۷
⑤ سورۃ طہ: ۲۰/۵۲ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۷/۲
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۱۹ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲/۲۲۰ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۱۶
⑧ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/ ۷۸ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲
⑨ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۲۲۳ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب حجة من قال لایجهر بالبسملة، حدیث نمبر ۸۹۲، ص: ۱۶۹
⑩ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۳۴ ⑪ الازدی، تاریخ الموصل، ص: ۱۷۷ ⑫ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۵/۱۵۷
⑬ ابن حبان، المجروحین، ص: ۶۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۳۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۵
⑭ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۶۱ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۹۶
⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۱۹
⑯ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۶۵ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۲۵ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۱۶

۱۱۔ سعید بن بشیر ①　　　۱۲۔ شعبہ ②
۱۳۔ شیبان ③　　　۱۴۔ معمر ④
۱۵۔ ہشام ⑤　　　۱۶۔ ہمام بن یحییٰ ⑥

۸۵. علی بن عبد اللہؒ بن عباسؓ (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کی ہے ⑦۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

"کانت کتبه فی تابوت" ⑧

آپ کی کتب ایک صندوق میں تھیں۔

۸۶. میمون بن مہران (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے ⑨۔ ابن عدی بیان کرتے ہیں: "جعفر بن برقان کے پاس ایک نسخہ تھا جسے آپ میمون بن مہران اور زہریؒ سے روایت کیا کرتے تھے" ⑩۔

۸۷. نافع مولی ابن عمرؓ (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑪۔ آپ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں حجت ہیں۔ آپ کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑫۔ نافع اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے۔

ابن جریج کہتے ہیں:

"أملی علی نافع فی الواحی" ⑬

نافع مجھے تختیوں میں املاء کروایا کرتے تھے۔

---

① ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۴　② ابن الجعد، المسند، ۱۱۸ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۶۴
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۱۶۸　④ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۴ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۲۲۵
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۰/ ۱۹۷، ۱/ ۱۵۶ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱/ ۲۰۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/ ۵۷
◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/ ۱۲۷، ۳۰۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۹۰، ص: ۲۲۰
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب إذا كان البائع بالخيار هل يجوز البيع، حدیث نمبر ۲۱۱۴، ص: ۳۳۹
◉ الزیلعی، نصب الرایۃ ص: ۳/ ۸۲ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۳۳
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۳۵۸　⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۳۵۸
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۳۵۸ ◉ ابو عوانہ، المسند، ص: ۲/ ۳۴۰
⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۹۰　⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۱۳
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۴۱۲
⑫ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/ ۲۹ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/ ۱۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/ ۴۰۶
⑬ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۱۱۵ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۵۰

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ: ''انھوں نے نافع مولی ابن عمرؓ کو دیکھا کہ ابن عمرؓ املاء کروا رہے تھے اور آپ ان کے سامنے لکھ رہے تھے (۲)''۔ بعض اوقات نافع اپنے تلامذہ کی کتب تصحیح کے لیے طلب فرماتے اور اصلاح کر کے واپس کر دیا کرتے تھے (۳)۔ آپ کے تلامذہ آپ سے احادیث بھی پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ان کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کر دیتے (۴)۔

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں آپ کو کوئی حدیث یاد نہ ہو تو آپ سائل کی طرف لکھ دیتے کہ اس بارے میں، میں نے ابن عمرؓ سے کچھ نہیں سنا ایک مرتبہ ایوب نے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے نافع کی طرف لکھا تو آپ نے ان کی طرف لکھا:

" إني لم أسمع من عبدالله فيها شيئا " (۵)

(اس مسئلہ کے بارے میں میں نے عبداللہؓ (بن عمرؓ) سے کچھ نہیں سنا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابن جریج (۶)
۲۔ ایوب السختیانی (۷)
۳۔ جویریۃ بن اسماء (۸)
۴۔ خالد بن زیاد (۹)
۵۔ خالد بن ابی عمران (۱۰)
۶۔ شعیب بن ابی حمزۃ (۱۱)
۷۔ صخر (۱۲)
۸۔ عبدالعزیز بن ابی داود (۱۳)
۹۔ عبداللہؓ بن عمرؓ (۱۴)
۱۰۔ عبداللہ بن عون (۱۵)
۱۱۔ عبیداللہ بن عمر العمری (۱۶)
۱۲۔ لیث بن سعد (۱۷)

---

(۱) السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۷۸ (۲) السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۷۸

(۳) ابن الجعد، المسند، ص: ۱۳۹ ◉ ابن حنبل، المسند، ۳۲/۲

◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقاً، حدیث نمبر ۲۵۴۱، ص: ۴۱۰

(۴) الفسوی، التاریخ، ص: ۲۱۷/۲

(۵) الفسوی، التاریخ، ص: ۲۲۰/۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۷۶ ◉ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۱۳

◉ الخطیب، الکفایہ ص: ۳۰۲ ◉ الرازی الجرح والتعدیل، ص: ۳۵۷/۲ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۱۴۰/۳

(۷) ابن الجعد، مسند، ص: ۱۳۹ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۱۷/۲ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۸ ◉ الخطیب، الکفایہ ص: ۳۴۲

(۸) ابن حبان، الثقات، ص: ۴۵۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۹۰/۳

(۹) ابن حبان، الثقات، ص: ۴۵۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۹۰/۳

(۱۰) الحاکم، المستدرک، ص: ۱۱۷/۱ (۱۱) الخطیب، الکفایہ ص: ۲۱۳ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۶۷ (۱۲) الفسوی، التاریخ، ص: ۱۴۱/۳

(۱۳) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۶۶ (۱۴) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۱۵۰/۳

(۱۵) ابوعبید، الأموال، ص: ۱۹ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۱/۲، ۳۲ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲/۳ ◉ البلاذری، الانساب، ص: ۳۴۲/۱

◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقا فوهب و باع و جامع و فدى و سبى الذرية: حدیث نمبر ۲۵۴۱، ص: ۴۱۰

◉ المسلم، الصحیح، کتاب الجهاد، باب تحليل الغنائم لهذه الأمة خاصة، حدیث نمبر ۴۵۶۲، ص: ۷۴۲ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۹/۲

(۱۶) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۹۰ ◉ الخطیب، الکفایہ ص: ۲۶۷

(۱۷) الخطیب، الکفایہ ص: ۲۷۹

۱۳۔ مالک بن انس ①　　　۱۴۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن فلیح ②

۱۵۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ③　　　۱۶۔ موسیٰ بن عقبہ ④

۸۸. ابو رجاء مطر بن طھمان (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا لیکن آپ کا انؓ سے سماع ثابت نہیں۔ آپ نے عکرمہ، حمید بن ہلال، شہر بن حوشب وغیرہ سے روایت کی ہے⑤۔

آپ نے ابوقلابہ ابن سیرین، حسن بصری، شعبہ، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ سے احادیث لکھی تھیں⑥۔ اس کے علاوہ آپ نے بعض احادیث عبداللہ بن بریدالاسلمی سے لکھی تھیں⑦۔

۸۹. حبیب بن ابی ثابت (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے⑧۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس صرف ایک حدیث صندوق میں محفوظ تھی۔

آپ خود فرماتے ہیں:

''ماعندی کتاب فی الأرض الاحدیث و احد فی تابوتی'' ⑨

میرے پاس روئے زمین میں کوئی کتاب نہیں صرف ایک حدیث موجود ہے جو میرے صندوق میں ہے۔

۹۰. حماد بن ابی سلیمان (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک' زید بن وہب' سعید بن مسیّب' عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل بن حماد اور عاصم الاحول' شعبہ' سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے⑩۔ آپ کوفہ کے ممتاز فقہاء میں سے تھے⑪۔ آپ نے ابراہیم نخعی سے احادیث سماعت کیں اور ان کی روایات کو ایک رجسٹر پر لکھا⑫۔

---

① ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۹۰
② ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۹۰
③ الطبرانی، المعجم الأوسط، ص:۱/۴
④ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۰۴ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۲۲۳/۶ ◉ الخطیب، الکفایہ ص:۲۶۷
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۵۷/۶
⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲۸۷/۶ ◉ الدولابی، کتاب الکنی والاسماء ص:۱۷۳/۲ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۸۳/۲ ◉ الطبری، التاریخ ص:۲۵۰۲/۳
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۵۷/۶
⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴۵۱/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۷۸/۲
⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۲۳/۶
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۷/۳
⑪ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱۵۳/۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۵۹۵/۱
⑫ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۳۲/۶ ◉ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص:۵۹۱

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے: ”حماد بن ابی سلیمان نے ایک کتاب جو زکوۃ کے مسائل کے بارے میں تھی۔ ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے حاصل کی تھی اور اس کتاب کی حفاظت ثمامہ کے خاندان نے ہی حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے کی تھی (۱)۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کتاب کو حضرت انسؓ بن مالک کی طرف بھیجا تھا جب آپ بحرین کے والی تھے (۲)۔

امام ابوحنیفہ ان کے تلامذہ میں سے تھے (۳)۔ جنھوں نے آپ سے بہت سی احادیث لکھیں (۴)۔ مزید برآں شعبہ (۵) اور محمد بن جابر یمانی نے بھی آپ احادیث اخذ کیں (۶)۔

۹۱. ابراهيم بن جرير بن عبدالله البجلي (م ۱۲۰ هـ)

آپ نے اپنے والد جریرؓ بن عبداللہ سے روایت کی ہے جو صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ابوزرعہ بن عمرو، قیس بن حازم سے روایت کی ہے (۷)۔ آپ کے بارے میں ابن حبان کا بیان ہے:

"كتب عنه شريك" (۸)

ان (ابراہیم) سے شریک نے احادیث لکھی ہیں۔

۹۲. بكير بن عبدالله الأشج (م ۱۲۰ هـ)

آپ نے حضرت ابوامامہؓ بن سہل، جو صحابی رسول ﷺ ہیں سے روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے محمود بن لبید، سعید بن المسیب اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۹)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں:

لیث بن سعد: ابو ولید طیالسی کا کہنا ہے: ”لیث بن سعد کا بکیر بن الاشج سے روایت کرنا بطریق مناولہ ہے“ (۱۰)۔

مخرمۃ بن بکیر: آپ کے پاس اپنے والد کی کتاب تھی جس سے وہ روایت کیا کرتے تھے، ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں (۱۱)۔

---

(۱) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۷

(۲) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الزكاة، باب العرض في الزكاة، حدیث نمبر ۱۴۴۸، ص: ۲۳۴
◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب الزكوة، باب في زكاة السائمة، حدیث نمبر ۱۵۶۷، ص: ۲۳۰
◉ النسائی، سنن النسائی، كتاب الزكوة، باب زكاة الإبل، حدیث نمبر ۲۴۴۹، ص: ۳۳۷
◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب الزكاة، باب إذا أخذ المصدق سناً دون أو فوق سن، حدیث نمبر ۱۸۰۰، ص: ۲۵۷

(۳) الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۲/۱۵۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳/۳۲۳

(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۴۵۰ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۲/۱۵۳

(۵) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۱۹۳ (۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۴۵۰

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۱۲ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۴

(۸) ابن حبان، الثقات، ص: ۱۳۳ (۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۴۹۲

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۴۶۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۴۲۳

(۱۱) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۹۱ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۳۱۸ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۱۴۵ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۶۰۹
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۶۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۰/۷۰ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۱۰

ابن مدینی کے کلام سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے کچھ نہ کچھ سنا ہے (۱)۔

۹۳. ثویر بن ابی فاختہ (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے اپنے والد (ابو فاختہ)، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، اور حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت کی ہے (۲)۔ اسرائیل (۳) اور عبیدہ بن حمید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۴)۔

۹۴. جمیل بن زید الطائی (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت کعب بن زید یا زید بن کعب سے روایت کی ہے (۵)۔ آپ مدینہ منورہ گئے اور وہاں آپ نے حضرت ابن عمرؓ کی احادیث لکھیں حالانکہ آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں (۶)۔ صرف انھیں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا تھا (۷)۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں: ''میں نے جمیل بن زید سے پوچھا کیا یہ روایات حضرت ابن عمرؓ کی مرویات سے ہیں۔ کہنے لگے میں نے انھیں حضرت ابن عمرؓ سے نہیں سنا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم مدینہ جاؤ گے تو ابن عمرؓ کی احادیث لکھ لینا۔ چنانچہ جب میں مدینہ گیا تو میں نے ان احادیث کو لکھ لیا'' (۸)۔

۹۵. جواب بن عبیداللہ التیمی (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے یزیدؓ بن شریک التیمی، حارث بن سعید التیمی، معرور بن سعید الاسدی سے روایت کی ہے اور آپ سے امام ابوحنیفہ، ابواسحاق الشیباقی، مسعودی وغیرہ نے روایت کی ہے (۹)۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں:

"قدمت الری وعليها الزبير بن عدی قاضيا فكتبت عنه خمسين حديث ثم مررت بجر جان وبها جواب التيمی فلم أكتب عنه ثم كتبت عن رجل عنه" (۱۰)

میں رے گیا وہاں زبیر بن عدی قاضی تھا، میں نے ان سے پچاس احادیث لکھیں، پھر میں جرجان گیا جہاں جواب التیمی تھے، میں نے ان سے احادیث نہیں لکھیں، پھر میں نے ایک شخص کے واسطے سے ان کی احادیث لکھیں۔

---

(۱) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۸۱
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۳۶
(۳) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۹۸
(۴) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۸۴
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۱۱۴
(۶) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۲۱۵ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۶۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۲۳ ◉ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص:۷۳
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۱۱۴
(۸) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۲۷
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۲۱
(۱۰) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۸۰،۱/۵۳۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۴۶

۹۶. سماك بن الوليد (م ۱۲۰ هـ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، مالک بن مرثد اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے①۔ ابن حبان کا کہنا ہے "سماک اہل یمامہ کے ثقہ لوگوں میں سے تھے۔ آپ بصرہ گئے اور وہاں آپ نے احادیث بیان کیں اور اہل عراق نے ان احادیث کو آپ سے لکھا"②۔

۹۷. عاصم بن عمر بن قتادة (م ۱۲۰ هـ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت رمیثہؓ، حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے۔ آپ "صاحب السیر والمغازی" سے مشہور ہیں③۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انھیں حکم دیا کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو غزوات النبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب بیان کریں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا④۔

۹۸. محمد بن زياد القرشي (م ۱۲۰ هـ)

آپ نے حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے⑤۔

امام حاکم بیان کرتے ہیں:

"ابراهيم بن طهمان روى عنه نسخة"⑥

ابراہیم بن طہمان نے ان (محمد بن زیاد) سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے۔

۹۹. يزيد بن ابان الرقاشي (م ۱۲۰ هـ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، غنیم بن قیس، حسن بصری اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ آپ کے پاس حضرت انسؓ بن مالک کی احادیث لکھی ہوئی تھیں جنھیں عمر بن عبدالعزیز نے آپ سے سن کر لکھ لیا تھا⑦۔

آپ بیان کرتے ہیں: "ایک مرتبہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کیساتھ حج کیا تو میں نے انھیں انسؓ بن مالک کی احادیث بیان کیں جنھیں انھوں نے آپ لکھ لیا اور کہنے لگے اگر میرے پاس کچھ مال ہوتا تو تجھے دیتا لیکن میں دیوان میں سے تمھارے لیے کچھ مقرر کروں گا چنانچہ انھوں نے آپ کے لیے چار سو درہم مقرر کیے"⑧۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۵
② ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۲۳
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۵/۵۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۶۶
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۵/۵۴
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۹/۱۶۹
⑥ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳۰۹
⑧ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵

۱۰۰. یعلی بن عطاء العامری (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت اوسؓ بن ابی اُوس، عمرو بن الشرید اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

شعبہ کا کہنا ہے: ''میں یعلی بن عطاء کے پاس گیا تو آپ مجھے کہنے لگے میری احادیث لے کر جانا۔ میں نے کہا جب تک کہ میں انھیں زبانی یاد نہ کرلوں، آپ سے نہیں لوں گا'' ②۔ آپ سے ہشیم نے احادیث لکھیں ہیں ③۔

۱۰۱. سلمة بن کهیل (م ۱۲۱ھ)

آپ نے حضرت ابو جیفہؓ، حضرت جندبؓ بن عبداللہ، حضرت ابن ابی اوفیٰؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ④۔

حماد بن سلمۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ سفیان الثوری نے حماد بن سلمہ سے کہا: ''آپ نے سلمۃ بن کہیل سے احادیث لکھی ہیں جو عقلمند اور دانا تھے تو حماد نے کہا جی ہاں'' ⑤۔

۱۰۲. سماك بن حرب الکوفی (م ۱۲۳ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن سمرة، حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی' جو "السماکیة" کے نام سے معروف تھی۔

محمد بن سوار کا کہنا ہے: ''میں حماد بن سلمۃ کے پاس آیا اور ان سے "السماکیة" یعنی سماک بن حرب کا مجموعۂ حدیث لکھا ⑦۔

---

① الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۳۷۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۵۵/۴

② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۶۱

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۹۵/۶

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۵۵/۴

⑤ ابن المدینی، العلل، ص:۳۴۴/۱ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲۴۳/۲

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲۳۴/۴

⑦ ابن الجعد، مسند، ص:۴۳۹

۱۰۳. محمد بن مسلم بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت محمودؓ بن ربیع اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کی مغازی، علم الانساب اور حدیث میں کتب تھیں (۲)۔

کتاب ''المغازی'' کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے:

"إنّ أفضل الكتب عن المغازی هو کتاب موسىٰ عن الزهری" (۳)

مغازی کے بارے میں سب سے افضل کتاب موسیٰ (بن عقبہ) کی کتاب ہے جسے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں۔

آپ علم الانساب کے مسلّمہ عالم تھے (۴)۔ لیکن آپ کا نمایاں کام حدیث میں تھا۔ اور اپنی عمر کے ابتدائی حصہ (یعنی بیس برس کی عمر) میں آپ نے اس کی طرف توجہ دی (۵)۔ آپ کے پاس تین سو احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ بھی تھا (۶)۔

آپ کتابتِ حدیث کے قائلین میں سے تھے، جو کچھ سنتے اسے لکھ لیتے تھے (۷)۔ اگر بعض اوقات لکھنے کے لیے کاغذ یا قلم دستیاب نہ ہوتا تو اپنے اساتذہ سے (کاغذ و قلم) عاریۃً لے کر حدیث کی کتابت کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات کاغذ کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں اپنے جوتے پر لکھ لیتے تھے (۸)۔

ابو زناد کہتے ہیں: ''ہم زہری کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اس لیے آپ جو کچھ سنتے لکھ لیتے تھے'' (۹)۔ ابو زناد کا بیان ہے:

"كنا نكتب فی الحلال و الحرام و كان الزهری يكتب فی كل شيئ" (۱۰)

ہم صرف حلال و حرام اشیاء کے بارے میں لکھتے تھے جبکہ زہری ہر چیز کے بارے میں لکھا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ آپ احادیث نبویہ کے ساتھ آثارِ صحابہؓ بھی لکھتے تھے (۱۱)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۵

(۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۸ ◉ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۷

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۶۲

(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۵ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/۱۴۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۱۳۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/۱۳۸

(۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۸۷

(۷) ابن عبد البر جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۳ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۴۲

(۸) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۹

(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۱۰۵

(۱۰) ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۳

(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص ۲/۱۳۵ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۱/۳۴۴ ◉ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۶ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۶

اس لیے صالح بن کیسان جو آپ کے معاصر تھے اپنی آخری عمر میں کہا کرتے تھے:

"لقد كتب الزهري و لم أكتب و لهذا فقد نجح و ضيّعت" ①

زہریؒ نے جو کچھ لکھا وہ میں نہ لکھ سکا، وہ کامیاب ہو گئے اور میں نے بہت کچھ کھو دیا۔

آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور انھیں یہ تعلیم بھی دیتے تھے کہ وہ علمی مجالس میں کاغذ اور روشنائی لے کر بیٹھا کریں ②۔ اور بعض اوقات انھیں املاء کروایا کرتے تھے۔

سعید بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے امام زہری سے درخواست کی کہ آپ میرے لڑکے کو کچھ احادیث لکھوا دیں چنانچہ آپ نے اس کو چار سو احادیث لکھوا دیں...... ③

آپ کبھی بطریق مکاتبہ (یعنی حدیث لکھ کر اپنے تلامذہ کو ارسال کرنا) ④ اور کبھی بطریق مناولہ (یعنی اپنی کتاب اپنے تلامذہ کو دینا) کے ذریعہ حدیث روایت کرنے کی اجازت دیتے ⑤

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ آل ابی عتیق ⑥
۲۔ ابراہیم بن الولید الاموی ⑦
۳۔ اسحاق بن راشد الجزری ⑧
۴۔ اسماعیل بن رافع بن عویمر ⑨
۵۔ ایوب السختیانی ⑩
۶۔ ایوب بن موسیٰ ⑪
۷۔ جعفر بن برقان الکلابی ⑫
۸۔ جعفر بن ربیعہ ⑬

---

① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۱۳۵ ◎ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ص:۱۱/۳۴۴ ◎ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۶ ◎ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۶

② السمعانی، ادب الاملاء، ص:۱۵۵ ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۵

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الآذان، باب مكث الامام فى مصلاه بعد السلام، حدیث نمبر ۸۵۰، ص:۱۳۷
◎ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب النكاح، باب فى الولى، حدیث نمبر ۲۰۸۴، ص:۳۰۲
◎ مسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب تحريم الربيبة وأخت المرأة، حدیث نمبر ۳۵۸۸، ص:۶۱۶ ◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۶۱
◎ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۳۵۷ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۶۵ ◎ الخطیب، الکفایہ، ص:۴۵۷

⑤ الخطیب، الکفایہ، ص:۴۵۸ ◎ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۴۹ ⑥ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۱/۱۲۶

⑦ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۶۶ ◎ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۲۲

⑧ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۴/۱۹۸ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۳۱ ◎ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص:۴

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۹۶ ⑩ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۲۲

⑪ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب ذكر أسامة بن زيد، حدیث نمبر ۳۷۳۳، ص:۶۲۹

⑫ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۱۳

⑬ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب مكث الامام فى مصلاه بعدالسلام حدیث نمبر ۸۵۰، ص:۱۳۷
◎ ابوداؤد، سنن ابی داوٗد، کتاب النكاح، باب فى الولى، حدیث نمبر ۲۰۸۴، ص:۳۰۲

۹۔ حارث بن الجارود (۱)

۱۰۔ حمید بن قیس المکی (۲)

۱۱۔ ربیعہ الرائی (۳)

۱۲۔ رزیق بن حکیم (۴)

۱۳۔ زیاد بن سعد (۵)

۱۴۔ سفیان بن حسین الواسطی (۶)

۱۵۔ سفیان بن سعید الثوری (۷)

۱۶۔ سفیان بن عیینہ (۸)

۱۷۔ سلیمان بن کثیر العبدی (۹)

۱۸۔ سلیمان بن موسیٰ الاسدی (۱۰)

۱۹۔ شعیب بن ابی حمزہ (۱۱)

۲۰۔ صالح بن ابی الاخضر (۱۲)

۲۱۔ عباس بن الحسن (۱۳)

۲۲۔ عبدالرحمٰن بن خالد (۱۴)

۲۳۔ عبدالرحمٰن بن عمر الاوزاعی (۱۵)

۲۴۔ عبدالرحمٰن بن نمر الیحصبی (۱۶)

۲۵۔ عبدالرحمٰن بن یزید الدمشقی (۱۷)

۲۶۔ عبدالرزاق بن عمر الدمشقی (۱۸)

۲۷۔ عبدالعزیز بن جریج (۱۹)

۲۸۔ عبیداللہ بن ابی زیاد (۲۰)

۲۹۔ عبیداللہ بن عمر (۲۱)

۳۰۔ عقیل بن خالد الایلی (۲۲)

۳۱۔ لیث بن سعد (۲۳)

۳۲۔ مالک بن انس (۲۴)

---

(۱) لأزدی، تاریخ الموصل، ص: ۱۷۴ (۲) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۳۷

(۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۸۷ (۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری و المدن، حدیث نمبر ۸۹۳، ص: ۱۴۳

(۵) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۹ (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۱۰۸ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۲۰

(۷) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/ ۱۴۹

(۸) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱۸ ◉ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۱۲۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۳۹

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۴/ ۲۱۶ (۱۰) ابن حبان، الثقات، ص: ۴۷۹ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۴۸

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۴/ ۳۵۱، ۲/ ۴۴۳

(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۴/ ۳۸۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص ۲/ ۳۹۴ ◉ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۳۲

(۱۳) ابن حبان، الثقات، ص: ۱/ ۵۷ (۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۶/ ۱۶۵

(۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۶/ ۲۴۰ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۶۲، ۱۵۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص ۲/ ۲۶۶ ◉ ابن رجب، شرح العلل، ص: ۱۰۱

(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۸۷ (۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۹۵ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۱۴۴

(۱۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۳۹ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۲۷۵ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۵۳

(۱۹) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۱۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/ ۳۵۷ ◉ ابن الجعد، مسند، ص: ۱۹۴ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۳۹

(۲۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۱۷۵ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳/ ۸

(۲۱) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۳۰۸ ◉ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص: ۱/ ۱۴۴ ◉ الترمذی، العلل، ص: ۲/ ۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۶

(۲۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص ۳/ ۴۳ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۴۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۲۸۹، ۷/ ۲۵۶

◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب إذا تتابع فی شرب الخمر، حدیث نمبر ۴۴۸۸، ص: ۶۳۳

(۲۳) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۳۰۸ (۲۴) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۳۰۸

۳۳۔ محمد بن اسحاق ①
۳۴۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب ②
۳۵۔ محمد بن عبدالعزیز ③
۳۶۔ محمد بن عبداللہ ④
۳۷۔ محمد بن الولید الزبیدی ⑤
۳۸۔ مسلمہ بن عمرو القاضی ⑥
۳۹۔ معاویۃ بن یحییٰ الصدفی ⑦
۴۰۔ معمر بن راشد ⑧
۴۱۔ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی ⑨
۴۲۔ موسیٰ بن عقبہ ⑩
۴۳۔ ہشیم بن بشیر ⑪
۴۴۔ ولید بن محمد الموقری ⑫
۴۵۔ ہشام بن عبدالملک ⑬
۴۶۔ یحییٰ بن اُمیہ ⑭
۴۷۔ یزید بن ابی حبیب ⑮
۴۸۔ یزید بن یزید ⑯
۴۹۔ یونس بن یزید ⑰
۵۰۔ شام کے محدثین ⑱

---

① ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/ ۲۹۷

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/ ۳۰۷ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۲۵ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۲/ ۷
◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲/ ۲۰۹

③ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۴/ ۴۲

④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۶۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۶۰، ۳/ ۷۵ ◉ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۱۶۶

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۱۶ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۰۱ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۶۹

⑥ الطبرانی، المعجم الأوسط، ص: ۱/ ۴

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۲۲۰ ◉ البخاری، الضعفاء الصغیر، ص: ۳۳

⑧ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۳۰۵ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۲۶۴، ۳۰۸ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۸۸ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۰۵

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۳۶۰

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۳۶۱

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۶۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۱ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۴/ ۳۰۸

⑫ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۱۵

⑬ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۲۱۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۱۰

⑭ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۴/ ۳۶۵

⑮ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۱۹۳ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب تحریم الزبیبة و أخت المرأة، حدیث نمبر ۳۵۸۸، ص: ۶۱۶
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/ ۲۷ ◉ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص: ۱۲۷

⑯ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۲۶۳ ◉ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۵۸

⑰ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۲۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۴۵۰، ۷/ ۲۵۶، ۴/ ۳۰۷ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۵
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۱۳۰، ۲/ ۸۳

⑱ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۱۲۳

۱۰۴. ابراهيم بن عبد الاعلىٰ الجعفی (م ۱۲۵ھ)

آپ نے اپنے والد عبدالاعلی الجعفیؒ سے روایت کی ہے جو صحابی ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے سعید بن غفلہ، طارق بن زیاد اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔۔اور ان سے اسرائیل، سفیان نے الثوری وغیرہ روایت کی ہے ①۔

امام شعبہؒ نے ایک مرتبہ اسرائیل کو لکھا:

"أكتب لي بحديث ابراهيم بن عبد الأعلىٰ بخطك قال فبعثت إليه بها" ②

اپنے ہاتھ سے ابراہیم بن عبدالاعلی کی احادیث مجھے لکھ بھیجو، چنانچہ ان (اسرائیل) کا کہنا ہے کہ میں نے احادیث کو ان کی طرف ارسال کیا۔

ابو حاتم کا قول ہے:

"صالح يكتب حديثه" ③

آپ قابل اعتبار ہیں۔ آپ کی احادیث لکھی جاسکتی ہیں۔

۱۰۵. أسود بن قيس البجلی (۱۲۵ھ)

آپ نے ثعلبہؓ بن عباد اور حضرت جندبؓ بن عبداللہ البجلی سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن عیینہ اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ④۔عبیدۃ بن حمید کے پاس اسود بن قیس کا "نسخہ" موجود تھا۔

امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے: ''میں اور یحییٰ بن معین، عبیدۃ بن حمید کے پاس گئے تو انھوں نے ابو الزعراء، ثوریہ، اری، مخارق اور أسود بن قیس کے نسخہ سے ہمیں احادیث املاء کروائیں'' ⑤۔

۱۰۶. ثابت بن عجلان (م ۱۲۵ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابو امامہ، ابن مسیّب اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑥۔

بقیہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں ⑦۔

۱۰۷. زيد بن رفيع (م ۱۲۵ ھ)

آپ نے ابو عبیدۃ بن عبداللہؓ بن مسعود سے روایت کی ہے ⑧۔

حماد بن عمرو نصیبی اور عبدالحمید بن یوسف کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۳۷

② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۱۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۳۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۳۷

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۴۱

⑤ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۸۴

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۰

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۵۵

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۰۳

⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۱۵۴ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۹۸

۱۰۸. صالح بن نبهان مولی التوامة (م ۱۲۵ ھ)

آپ نے حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔

احمد بن خازم المعافری آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کرتے ہیں (۲)۔

۱۰۹. سعد بن ابراهیم بن عبدالرحمن (م ۱۲۶ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ، حضرت عبد اللہؓ بن جعفر اور حضرت ابو امامہؓ بن سہل سے روایت کی ہے (۳)۔ ابن حبان کا کہنا ہے سعد واسط آئے۔ جہاں ان سے سفیان ثوری اور اہلِ عراق نے احادیث لکھیں (۴)۔ سفیان الثوری اور شعبہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۵)۔

۱۱۰. عمرو بن دینار المکی (م ۱۲۶ ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن الزبیرؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۶)۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کتابت حدیث کو مکروہ سمجھتے تھے (۷)۔ اس ممانعت کی وجہ بتاتے ہوئے ڈاکٹر الاعظمی بیان کرتے ہیں:

"ویبدو أن سبب منعه الکتابة راجع إلی أن بعض الطلبة کتبوا أراءه الفقهیة فلم یوافق علیه" (۸)

اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ممانعتِ کتابت کا سبب یہ ہے کہ آپ کے بعض تلامذہ نے آپ کی فقہی آراء لکھ لیں جس پر آپ نے موافقت نہیں کی تھی۔

ابن عیینہ (۹)، ابو عمرو بن العلاء (۱۰)، ایوب (۱۱)، حماد بن زید (۱۲)، الولید بن الولید (۱۳) اور عمرو بن دینار کے بھتیجے کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۴)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۴۰۵ — (۲) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۱۷

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۶۴ — (۴) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶

(۵) ابن الجعد، المسند، ص:۱۹۱ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۲۸ — (۷) الخطیب، تقیید العلم د، ص:۴۷

(۸) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱/۱۹۲

(۹) الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۴۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۲۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۲ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۶۰، ۲۳۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص۵/۳۵۳ ◉ ابن جعد، المسند، ص:۲۱۳

(۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص۷/۴۲

(۱۱) ابو زرعہ، التاریخ، ص:۲/۷، ۹۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۴۲ ◉ ابن المدینی، العلل ص:۱/۲۰؛

(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۴۲

(۱۳) ابن حبان، المجروحین، ص:۲۳۷ — (۱۴) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۳۳

۱۱۱. محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبیر القرشی (م ۱۲۶ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس حضرت جابرؓ سے مروی دو کتب تھیں لیکن ان میں تمام احادیث حضرت جابرؓ سے مروی نہیں تھیں بلکہ ان میں سے سنی ہوئی اور نہ سنی ہوئی روایات کے مابین آپ امتیاز کیا کرتے تھے (۲)۔ آپ کے تمام تلامذہ نے آپ کی مرویات لکھ لی تھیں۔

ابن عدی بیان کرتے ہیں:

"لا أعلم أحداً من الثقات تخلف عن ابی الزبیر إلا وقد كتب عنه" (۳)

ابوالزبیر کے پیچھے رہنے والے تمام ثقات رواۃ نے آپ کی احادیث لکھ لی تھیں۔

ابن جریج (۴)، زہیر (۵)، عبدالملک بن ابی سلیمان (۶)، لیث بن سعد (۷)، ہشیم (۸)، نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۹)۔

۱۱۲. ثابت بن اسلم البنائی (م ۱۲۷ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمر، حضرت عبداللہؓ بن مغفل، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ کا بیان ہے:

"صحبت أنساً أربعين سنة" (۱۱)

مجھے چالیس برس حضرت انسؓ کی صحبت نصیب ہوئی۔

ابن عدی کا قول ہے: ''ثقہ ائمہ نے آپ سے احادیث لکھی ہیں'' (۱۲)۔

حماد بن سلمۃ (۱۳) اور جعفر بن سلیمان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۴)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۰
(۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۸
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۲
(۴) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۹
(۵) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۸
(۶) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۵
(۷) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۲
(۸) الرازی تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۵۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۷۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۱
(۹) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۱
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳
(۱۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۹۶ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص ۸۶
(۱۳) ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۱/۲۳ ◉ المقدسی، شروط الائمۃ الخمسۃ، ص: ۴۷
(۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۹۶

۱۱۳. حیبی بن ھانی ،ابو قبیل (م ۱۲۷ ھ)

آپ نے حضرت عبادہؓ بن الصامت، حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے①۔ آپ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت کا زمانہ پایا تھا اور جنادۃ بن امیہ کے ساتھ ''رودس''② کے غزوۃ میں شریک ہوئے③۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ ''میری وہ کتاب جو ابن لہیعۃ کے طریق سے ابوقبیل سے مروی تھی گم ہوگئی پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک دوکان دار کے پاس ہے، چنانچہ میں نے اسے چند پیسوں یا دانوں میں خرید لیا''④۔

۱۱۴. عبد الکریم بن ابی المخارق (م ۱۲۷ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک' حضرت عمروؓ بن سعید بن العاص اور طاوس بن کیسان سے روایت کی ہے⑤۔

علی بن عبداللہ بن راشد آپ سے ایک کتاب روایت کرتے ہیں⑥۔

۱۱۵. عمرو بن عبداللہ ابو اسحاق السبیعی (م ۱۲۷ ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ارقم، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ، حضرت براءؓ بن عازب وغیرہ سے روایت کی ہے⑦۔

اسرائیل بن ابی اسحاق⑧، یونس بن ابی اسحاق⑨، اعمش⑩، شعبہ⑪، عبد الغفار بن القاسم⑫، عبد الکریم بن دینار⑬، نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑭۔

۱۱۶. جابر بن یزید الجعفی (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت ابو الطفیل عکرمۃ' عطاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے شعبۃ' سفیان ثوری' اسرائیل اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے⑮۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ مشہور محدث زہیر کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں⑯۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ص ۳/۷۳

② رودس: اسکندریہ کی جانب روم میں ایک جزیرے کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان ،ص:۳/۱۱۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ص ۳/۷۳

④ الرازی، الجرح والتعدیل ،ص:۳/۱۵۴

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ص ۶/۳۷۶

⑥ الخطیب ،الکفایہ ،ص:۳۲۱۔ ◉ ابن ابی خیثمہ ،التاریخ ،ص:۳/۳۹

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ص ۸/۶۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ،ص:۱/۱۰۲

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ص ۱/۲۶۲ ◉ الفسوی، التاریخ ،ص:۳/۴۹

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ص:۱۱/۴۳۳

⑩ ابن المدینی، العلل ،ص:۱/۱۰۴، ۳۶۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل ،ص:۳۷ ◉ الخطیب ،تقیید العلم ،ص:۱۱۲

⑪ الخطیب ،الکفایہ ،ص:۲۲۰

⑫ الطبرانی، المعجم الکبیر ،ص:۵/۲۶۱

⑬ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث ،ص:۱۶۵

⑭ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث ،ص:۱۶۴

⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب ،ص:۲/۴۸

⑯ ابن حجر' تہذیب التہذیب ،ص:۲/۵۰

۱۱۷. عثمان بن عاصم الأسدی، ابو حصین (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن سمرہؓ، حضرت ابن الزبیرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک "نسخہ" تھا۔

ابو سعید الاشج کہتے ہیں: ''جریر بن عبدالحمید جب مکہ آئے تو چار ہزار تلامذہ آپ کے سامنے جمع ہو گئے۔ میں نے ابو بکر بن عیاش سے کہا یہ اتنی بڑی مجلس ہے کہ میں نے کوفہ میں اتنی بڑی مجلس کبھی نہیں دیکھی؟ مجھے کہنے لگے کل میں اپنے اساتذہ میں سے ایسے شخص کو نکالوں گا جس پر دو شخص بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے چنانچہ انھوں نے اگلے دن ابو حصین کا "نسخہ" نکالا (۲)۔

۱۱۸. منصور بن زاذان (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابو العالیۃ، عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے (۳)۔ ہشیم کا قول ہے:

"كنا نكتب عن منصور بن زاذان بعد العشاء الآخرة" (۴)

ہم عشاء کے بعد منصور بن زاذان سے (احادیث) لکھا کرتے تھے۔

۱۱۹. یزید بن ابی حبیب (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن حارث زبیدی، حضرت ابو الطفیلؓ، اسلم بن یزید اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۵)۔

آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں منقول ہے:

"كتب الأحاديث حتى عن أصحابه" (۶)

آپ نے احادیث لکھیں حتی کہ اپنے اصحاب وتلامذہ سے بھی احادیث لکھ لیتے تھے۔

۱۲۰. خالد بن ابی عمران التجیبی (م ۱۲۹ھ)

آپ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت عبداللہؓ بن حارث زبیدی، سالم بن عبداللہؓ بن عمرؓ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے روایت کی (۷)۔ آپ نے لیث بن سعد (۸)، اور یحییٰ بن سعید کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کیں (۹)۔ ابن مدینی نے بغیر نام لیے ایک مجہول شخص کا ذکر کیا جس کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۰)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۶/۷ — الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۲۰

(۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۳۱/۱

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۶/۱۰

(۴) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۱۵

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۸/۱۱

(۶) الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۸۲ — ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۴۲

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۰/۳

(۸) الطبری، الذیل، ص: ۲۴۷/۳/۳

(۹) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۸

(۱۰) ابن المدینی، العلل، ص: ۲۳۲/۱

۱۲۱. رقبہ بن مصقلة العبدی الکوفی (م ۱۲۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، یزید بن مریم اور ابواسحاق سے روایت کی ہے (۱)۔

امام حاکم (۲) اور امام رازی نے بیان کیا ہے: ''ابوحمزہ سکری نے آپ سے ایک "نسخہ" نقل کیا ہے'' (۳)۔

۱۲۲. سلیمان بن ابی سلیمان' ابو اسحاق الشیبانی (م ۱۲۹ ھ)

آپ نے زر بن حبیش (م ۸۲ ھ) اور حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی، اشعث بن ابی الشعثاء سے روایت کی ہے (۴)۔

خطیب بغدادی نے ابن حنبل کا قول نقل کیا ہے:

"کان ابو معاویة الضریر إذا حدثنا بالشئ الذی یریٰ أنه لم یحفظه یقول فی کتابنا أو فی کتابی عن ابی اسحاق الشیبانی........ (۵)

ابو معاویہ الضریر جب ہمیں کوئی حدیث بیان کرتے جو آپ کو یاد نہ ہوتی تو کہا کرتے تھے یہ حدیث ہماری کتاب یا میری کتاب میں ہے جسے میں نے ابواسحاق الشیبانی سے نقل کیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں جسے ان کے شاگرد ابو معاویہ ضریر نے نقل کیا تھا۔

۱۲۳. ابراھیم بن مسلم الھجری (۱۳۰ھ)

آپ نے عبداللہؓ بن ابی اوفی (م ۸۶ ھ) اور ابوالأحوص اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۶)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ سفیان بن عیینہ کا کہنا ہے: ''میں ابراہیم ہجری کے پاس آیا تو انھوں نے اپنی عام کتب مجھے دیں تو میں نے شیخ پر ترس کھاتے ہوئے اس کی کتب کی اصلاح و درستگی کی (۷)۔

۱۲۴. عبدالعزیز بن صھیب البنانی (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابونضرہ عبدی، محمد بن زیاد جمحی اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۸)۔

مبارک بن حکیم نے آپ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے (۹)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۸۶
(۲) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴
(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۱۳۰، ۲۱۶، ۳/ ۲۸۵
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۱۹۸
(۵) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۸
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۱۶۴
(۷) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۴۷ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/ ۲۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۱۶۵
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۳۴۱
(۹) ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳/ ۴۳۰

۱۲۵. عبداللہ بن ذکوان القرشی ابو الزناد (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو امامہؓ بن سہل اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ آپ فقیہ اور صاحب کتاب تھے ②۔ آپ نے کتاب الفرائض ③ اور کتاب الفقہاء السبعۃ تالیف کی تھیں ④۔

درج ذیل اشخاص کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔	سفیان ثوری ⑤	۲۔	شعیب بن ابی حمزۃ ⑥
۳۔	عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ⑦	۴۔	مالک بن انس ⑧
۵۔	مغیرۃ بن عبدالرحمٰن الحزامی ⑨	۶۔	ورقاء ⑩

۱۲۶. محمد بن المنکدر (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ایوبؓ سے روایت کی ہے ⑪۔

سعید بن محمد ⑫، صدقہ بن عبداللہ السمین ⑬، اور نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑭۔

۱۲۷. مخارق بن خلیفہ (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت طارقؓ بن شہاب (م ۸۳ھ) سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید، اسرائیل، ابن حی وغیرہ نے روایت کی ہے ⑮۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"ذھبت أنا و یحیی بن معین إلی عبیدۃ بن حمید فأملی علینا من نسخۃ ابوالزعراء وثویر أری و مخارق والأسود بن قیس" ⑯

میں اور یحییٰ بن معین عبیدۃ بن حمید کے پاس گئے۔ انھوں نے ہمیں ابو الزعراء، ثویر، اری، مخارق اور اسود بن قیس کے "نسخہ" سے احادیث املاء کروائیں۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۰۳

② ابن حبان، الثقات، ص: ۵۰۷ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۵ ◉ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۱۷۳ ◉ البناء، الفتح الربانی، ص: ۴/۲۲۹

③ سعید، السنن، ص: ۳/۱، ۲، ۱۲ ④ الخطیب، التاریخ، ص: ۱۰/۲۳۰ ⑤ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۴

⑥ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۶۸ ⑦ الخطیب، التاریخ، ص: ۱۰/۲۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۷۲ ◉ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۱۷۳

⑧ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰۹ ⑨ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۶۶

⑩ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۶۶ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۴/۲۲۳، ۲/۱۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۱۴ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۵۴

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۷۳ ⑫ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰۹ ⑬ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۲۴

⑭ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۶۷ ⑯ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۸۴

۱۲۸. النهاس بن قهم القيسى (م ۱۳۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک' شداد بن عامر' عبداللہ بن عبید' عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔ امام یحییٰ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

"كتبت عنه" ②

میں نے (النہاس) سے (احادیث) لکھی ہیں۔

۱۲۹. یحییٰ بن ابی کثیر الیمامی (م ۱۳۰ ھ)

یحییٰ بن ابی کثیر کا شمار مشہور ائمۃ ثقات اور بکثرت روایات بیان کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا ہے لیکن آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں ہے ③۔

آپ کے پاس بہت سے صحائف تھے۔ امام یحییٰ القطان کا قول ہے: ''آپ کی مرسل روایات ہوا کی مانند ہیں''۔ آپ بہت زیادہ ارسال ④ اور تدلیس کرتے تھے اور اکثر صحیفوں سے روایات بیان کرتے تھے'' ⑤۔

آپ نے بہت سی احادیث لکھ کر اپنے اصحاب کی طرف ارسال کیں ⑥۔ آپ احادیث لکھنے کے بعد ان کے (اصل نسخہ کے ساتھ) مقابلہ کی اہمیت کو جانتے تھے۔ آپ کا قول ہے:

''جو شخص احادیث لکھ کر مقابلہ نہیں کرتا، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بیت الخلاء میں داخل ہوا لیکن استنجا نہیں کیا'' ⑦۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں۔

الاوزاعی: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن ابی کثیر کے ساتھ نشست کی۔ آپ سے تیرہ یا چودہ کتب لکھیں جو سب کی سب جل گئیں ⑧۔

ایوب بن عتبہ: ابو حاتم الرازی کا قول ہے: ''آپ کی یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کردہ کتب صحیح ہیں'' ⑨۔ سلیمان بن شعبہ کا قول ہے: ''ایوب لوگوں میں سب سے زیادہ یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں اور سب سے زیادہ صحیح کتاب انھی سے روایت کی گئی ہے'' ⑩۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۷۸ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۷۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۹۱

③ ابن حجر: ہدی الساری ۲/۲۲۳

④ ارسال سے مراد یہ ہے کہ راوی سند کا آخری حصہ یعنی تابعی سے اوپر کا راوی ساقط کرے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۵۲

⑤ ابن حجر، ہدی الساری، ص:۲/۲۲۳

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۳۰۹ ◉ المسلم، الصحیح، كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها، حدیث نمبر ۳۴۴۰، ص:۵۹۲

⑦ السمعانی، ادب الاملاء، ص:۷۸

⑧ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۱۷۸ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص:۱/۱۵ ◉ الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل ص:۱۸۶ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۳ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۴۱

⑨ الرازی، الجرح والتعدیل ص:۱/۲۵۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۴۰۹

⑩ الرازی، الجرح والتعدیل؛ ص:۱/۲۵۳

خلیل بن قرۃ: آپ یحییٰ بن ابی کثیر سے اور وہ ابو سلمۃ اور وہ ابو ہریرہؓ سے ایک طویل نسخہ روایت کرتے ہیں۔ جس کی احادیث مقلوب (۱) ہیں (۲)۔

دہشم بن قران الیمامی: عبد اللہ بن حنبل کا قول ہے: ''یحییٰ کی احادیث میں کوئی حرج نہیں پھر یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ایک کتاب نکالی اور ان کی احادیث کو لکھنا چھوڑ دیا'' (۳)۔

شیبان بن عبد الرحمٰن النحوی: عبد اللہ بن حنبل کا قول ہے: ''شیبان' یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرنے میں اوزاعی سے بہتر ہیں اور ان کے پاس ایک صحیح کتاب ہے'' (۴)۔

علی بن مبارک الہنائی: آپ کے پاس یحییٰ بن ابی کثیر کی بعض کتب موجود تھیں کچھ انھوں نے خود سنی تھیں اور کچھ ان پر پیش کی گئی تھیں (۵)۔

معاویۃ بن سلام: امام عجلی کا قول ہے: ''یحییٰ بن ابی کثیر نے آپ کو ایک کتاب دی لیکن آپ نے نہ اس کو پڑھا اور نہ ہی سنا'' (۶)۔

معمر: معمر کا قول ہے: ''میں یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس احادیث لکھا کرتا تھا'' (۷)۔

ہشام الدستوائی: آپ کے پاس یحییٰ بن ابی کثیر کی کتب تھیں (۸)۔ ڈاکٹر مصطفیٰ رقمطراز ہیں:

> ''آپ کے پاس یحی بن ابی کثیر کی بعض کتب تھیں بعض تو انھوں نے خود لکھی تھیں اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید ہشام کی لکھی ہوئی تھیں'' (۹)۔

۱۳۰۔ یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالك (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت واثلۃؓ بن الاسقع سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ دمشق کے فقیہ اور مفتی تھے۔ آپ سے کثیر مسائل منقول ہیں (۱۱)۔ آپ صاحبِ کتب تھے (۱۲)۔ آپ کے بیٹے نے ان سے "کتاب المسائل" روایت کی ہے (۱۳)۔

---

(۱) اصول حدیث کی اصطلاح میں حدیث کی سند، متن میں تقدیم یا تاخیر کے ذریعے ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دینا مقلوب کہلاتا ہے۔
ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۱۰۱

(۲) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/ ۹۷

(۳) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص ۱/ ۱۰۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۷/ ۷۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۳/ ۲۱۳

(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/ ۲۵۶

(۵) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۱۸۹ ◉ الفسوی، التاریخ، ص ۳/ ۳۱۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۲۰۳ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۲۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۳۷۶ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲/ ۱۹۷ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۳۴ ◉ یعقوب بن شیبہ، المسند، ص: ۶۰

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۲۰۹

(۷) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/ ۲۶۹ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۵۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۱۰

(۸) ابن حنبل، المسند، ص: ۱/ ۲۲۵، ۵/ ۳۰۹ ◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب حتی یقوم الناس إذا رأوا الامام، حدیث نمبر ۶۳۷، ص: ۱۰۵ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتها، حدیث نمبر ۳۷، ص: ۵۹۲۔

(۹) الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/ ۳۲۲

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۳۴۵

(۱۱) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۰۹

(۱۲) ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۱۵۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۳۴۶

(۱۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۰۹

۱۳۱. زبیر بن عدی (م ۱۳۱ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابووائل اور مصعب بن سعد سے روایت کی ہے①۔ آپ کے پاس ایک ''نسخہ'' تھا جسے بشر بن حسین الاصفہانی نے آپ سے روایت کیا ہے②۔ علاوہ ازیں سفیان ثوری نے بھی آپ سے پچاس احادیث قلمبند کی تھیں③۔

۱۳۲. محمد بن جحادة الکوفی (م ۱۳۱ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، زیاد، عطاءؒ بن ابی رباح اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے④۔

حسن بن علی⑤ اور عبدالوارث کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑥۔

۱۳۳. ھمام بن منبه (م ۱۳۱ ھ)

آپ نے حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے⑦۔

آپ نے حضرت ابوہریرۃؓ کی مرویات⑧ کو ایک ''صحیفہ'' میں جمع کیا ہے⑨ جو ''الصحیفة الصحیحة'' یا صحیفہ ہمام بن منبہ سے معروف ہے⑩۔ مسند احمد میں "باب ابوھریرةؓ" کی ایک خاص فصل میں یہ صحیفہ بلا حذف واضافہ موجود ہے⑪۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں بھی یہ روایات موجود ہیں⑫۔ آپ کے بارے میں ہے کہ آپ اپنے بھائی وہب بن منبہ سے کتب خریدا کرتے تھے⑬۔ معمر بن راشد اور عبدالرزاق بن ہمام کے پاس بھی آپ کی مرویات موجود تھیں⑭۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۱۷ ◉ ابن حبان، الثقات، ص:۱۹۳

② الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۵۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۹۱ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۱/۳۱۶ ◉ ابن حبان، الثقات، ص:۱۹۳

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۸۰ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۹۲

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۶۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۶۵

⑥ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۴۴ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۷، ۱/۵۷۴

⑧ مرویات ابوہریرۃؓ کی تعداد ڈیڑھ سو احادیث کے قریب ہے۔

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۵

⑩ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے اس کے دو پرانے قلمی نسخے دمشق (شام) اور برلن (جرمنی) کے کتب خانہ سے حاصل کر کے ۱۳۷۵ھ (بمطابق ۱۹۵۶ء) میں اسے اپنے فاضلانہ مقدمہ اور تحقیق وترجمہ کے ساتھ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام کے ساتھ شائع کیا جس کے بعد متعدد بار یہ صحیفہ شائع ہو چکا ہے۔

⑪ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۳۱۲۔۳۱۸

⑫ حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۷۹

⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۳۵۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۷

⑭ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۱ ◉ حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۵۰

۱۳۴. ابراهيم بن ميسرة (م ۱۳۲ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت وہبؓ بن عبداللہ بن قارب، طاؤس، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے[۱]۔

سفیان بن عیینہ آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے[۲]۔

۱۳۵. عمار بن معاوية الدهنى (م ۱۳۳ ھ)

آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن شداد اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے[۳]۔

عبیدۃ بن حمید کے پاس آپ کی کتاب تھی[۴]۔

۱۳۶. عمارة بن جوين' ابوهارون (م ۱۳۴ ھ)

آپ نے حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے[۵]۔ آپ کے پاس ایک "صحیفہ" تھا[۶]۔

۱۳۷. سلمة بن دينار ابوحازم الأشجعى (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی، حضرت ابوامامہؓ بن سہل، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے[۷]۔

آپ نے بہت سی کتب لکھی تھیں، آپ کی وفات کے بعد یہ کتب آپ کے بیٹے کے پاس تھیں[۸]۔

۱۳۸. عبدالله بن ابى بكرؓ بن حزم الأنصارى (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے اپنے والد ابوبکرؓ بن حزم الانصاری، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عروۃ بن زبیرؓ، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے[۹]۔ آپ نے مغازی پر ایک کتاب تصنیف کی تھی[۱۰]۔ ابن الندیم نے اس کتاب کی نسبت عبدالملک بن محمد بن ابی بکر کی طرف کی ہے[۱۱]۔ آپ نے ابن جریج کی طرف کچھ احادیث لکھ کر ارسال بھی کیں[۱۲]۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۷۲ ② الحمیدی، مسند، ص: ۲/۴۱۶

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۱۶ ◉ ابن خطیب الدہشۃ، تحفۃ ذوی الارب، ص: ۱۵۶

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۱۲۲ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۱۲

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۱۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص ۳/۳۶۳ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳/۱۷۳

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۴۳

⑧ البخاری، الضعفاء الصغیر، ص: ۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۰۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل ص: ۱/۱۹۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۵/۱۶۴ ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۳۰۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۶/۳۸۸

⑪ ابن الندیم، الفہرست، ص ۲۲۶ ⑫ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۵۶ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص ۳/۱۹۶

۱۳۹. عبیداللہ بن ابی جعفر المصری (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن حارث بن جزء زبیدی کو دیکھا تھا۔ آپ نے حمزہ بن عبداللہ، محمد بن جعفر ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔ لیث بن سعد بیان کرتے ہیں:

"أن عبيدالله بن ابی جعفر كتب لی كتبا فحد ثتها عنه و لم أعرضها عليه" ②

عبیداللہ بن ابی جعفر نے میرے لیے کچھ کتب (احادیث) لکھیں جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں لیکن ان (احادیث) کو پرکھنے کے لیے آپ پر پیش نہیں کیا۔

۱۴۰. عطاء بن ابی مسلم الخراسانی (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ حضرت ابو ہریرۃ وغیرہ سے مرسل روایت کی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے آپ کا صرف حضرت انسؓ سے سماع ثابت ہے اور آپ سے سعید بن مسیّب، عبداللہ بن بریدہ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ نے روایت کی ہے ③۔ آپ نے قرآن کی تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی تھی ④۔ ابن جریج کے پاس آپ کی یہ کتاب موجود تھی ⑤۔

۱۴۱. محمد بن سوقه الغنوی (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر، عبداللہ بن دینار اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ حسین بن حفص کا بیان ہے ایک مرتبہ سفیان الثوری نے کہا:

"أخرج إليكم كتاب خير رجل بالكوفة فقلنا يخرج إلينا كتاب منصور فأخرج إلينا كتاب محمد بن سوقه" ⑦

میں تمھیں کوفہ کے بہترین شخص کی کتاب دکھاؤں گا۔ ہم نے سوچا شاید ہمیں منصور کی کتاب دکھائیں گے مگر انھوں نے محمد بن سوقہ کی کتاب نکال کر ہمیں دکھائی۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۷/۵
② الرازی، الجرح التعدیل ص: ۳/۱۹۳
③ ابن عدی، الکامل ص: ۲/۳۲۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۱۲
④ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ص: ۴۵۳
⑤ ابن ابی خیثمہ، التاریخ ص: ۳/۴۰ ◉ الترمذی، العلل ص: ۲/۲۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ ص: ۳۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱/۳۴۸
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۰۹
⑦ الرازی، الجرح والتعدیل ص: ۳/۲۸۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۰۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل ص: ۳/۲۸۱

۱۴۲. حصين بن عبدالرحمن السلمي (م ۱۳٦ ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن سمرۃ عمارۃ بن رویبہ زید بن وہب سے روایت کی ہے (۱)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابن ادریس (۲)
۲۔ علی بن عاصم (۳)
۳۔ نوح بن ابی مرتم (۴)
۴۔ ہشیم (۵)
۵۔ بعض مزید تلامذہ (۶)

۱۴۴. ربيعة بن فروخ التيمي (م ۱۳٦ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سائب بن یزید، محمد بن یحیٰی وغیرہ سے روایت کی ہے (۷)۔ آپ نے ایک روایت لیث بن سعد کی طرف لکھ کر ارسال کی (۸)۔ لیث بن سعد (۹)، مالک بن انس (۱۰) اور سلیمان بن بلال کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۱)۔

۱۴۳. زيد بن أسلم مولى ابن عمرؓ (م ۱۳٦ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۱۲)۔ آپ نے تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی تھی (۱۳)۔ آپ کے بیٹے (عبدالرحمٰن بن زید) آپ سے "کتاب التفسير" روایت کرتے ہیں (۱۴)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جسے آپ سے سعید بن ابی ایوب نے روایت کیا ہے (۱۵)۔

۱۴۵. عطاء بن السائب (م ۱۳٦ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، اپنے والد سائب بن مالک اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے (۱۶)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

"كتابه غير صالح" (۱۷)

اس کی کتاب قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

ابن علیہ نے آپ سے صرف ایک تختی لکھی ہے (۱۸)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۸۲
(۲) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷
(۳) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۷۵
(۴) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴
(۵) الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۷۴
(۶) الباجی، رجال البخاری، ص: ۴۸
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۵۸
(۸) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب صلاة السفر، باب الجمع بين الصلاتين، حدیث نمبر ۱۲۱۷، ص: ۱۸۱
(۹) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب صلاة السفر، باب الجمع بين الصلاتين، حدیث نمبر ۱۲۱۷، ص: ۱۸۱
(۱۰) الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ؟
(۱۱) لأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ؟
(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۳/۳۹۵
(۱۳) الذہبی، تذکرہ الحفاظ ص: ۱/۱۳۳ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۳
(۱۴) ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۲/۱۰۳
(۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۸
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۷/۲۰۳
(۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۷/۲۰۵
(۱۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/۲۳۵

۱۴۶. خصیف بن عبد الرحمن الجزری (م ۱۳۷ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبدالملک بن جریج وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ صاحب کتاب تھے۔

امام ابن عدی کا قول ہے:

''خصیف کے پاس بہت سے نسخے اور احادیث ہیں اور جب خصیف سے ثقہ راوی حدیث بیان کرے تو ان کی حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں'' ②۔

۱۴۷. ابان بن عیاش (م ۱۳۸ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر، خلید بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے ③۔

حماد بن زید نے سلم علوی سے روایت کیا ہے، ان کا کہنا ہے:

"رأیت أبان بن ابی عیاش یکتب عن انسؓ بن مالك فی سبورجة یعنی الواحاً" ④

میں نے ابان بن عیاش کو دیکھا کہ وہ حضرت انسؓ بن مالک سے تختیوں پر لکھا کرتے تھے۔

اس لیے سلم، حماد کو نصیحت کیا کرتے تھے۔

"علیك بأبان" ⑤

ابان کی مجلس اختیار کرو۔

ابراہیم بن طہمان ⑥، ابوعوانہ ⑦، حمزۃ الزیات ⑧، عبدالملک بن عبدالعزیز ⑨، علی بن مسہر ⑩، غالب بن عبیداللہ ⑪، معمر بن راشد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑫۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۴۳/۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۴۴/۳ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۲۹/۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۹۷/۱

④ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۴/۲ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۰/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۹

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳۷/۱، ۲۴/۲ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۰/۱

⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳۸/۱ ⑦ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۹۵/۱

⑧ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۲/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۰۰/۱

⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۰ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۰۰/۱ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۲/۱

⑪ المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الاسناد من الدین، حدیث نمبر ۶۱ ص: ۱۳

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۰۱/۱

۱۴۸. داؤد بن ابی ھند (م ۱۳۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عکرمہ، شعبی، ابو العالیہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، مسلمۃ بن علقمہ وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس کتب تھیں۔

امام ابن حبان کا قول ہے: ''اہل بصرہ کے بہترین مضبوط حافظہ رکھنے والے محدثین میں آپ کا شمار ہوتا ہے مگر جب آپ اپنے حفظ سے روایت کریں تو وہم کا شکار ہو جاتے ہیں (۲)۔ اور آپ کی ایک کتاب "تفسیر" میں بھی ہے (۳)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ عدی بن عبدالرحمٰن الطائی (۴)　　　۲۔ الانصاری (۵)

۱۴۹. العلاء بن عبدالرحمن الحرقی (م ۱۳۹ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک، ابو السائب، کعب بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے (۶)۔

ابن قتیبہ، امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ امام مالک کہتے ہیں:

"كانت عندالعلاء صحيفة يحدث بما فيها...." (۷)

علاء کے پاس ایک صحیفہ تھا جس سے آپ حدیث بیان کرتے تھے۔

ابن عدی کا قول ہے:

"للعلاء نسخ يرويها عنه الثقات وما أرى به بأساً" (۸)

علاء کے پاس چند ایک نسخے ہیں جسے ثقہ رواۃ روایت کیا کرتے تھے، (جس کو روایت کرنے میں) میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یوسف بن عبدالرحمٰن المدنی نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے (۹)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۰۴

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۰۴ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۵۵

(۳) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۳

(۴) ابن حبان، الثقات، ص: ۵۷۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳

(۵) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۸/۱۸۶

(۷) ابن قتیبۃ، المعارف، ص: ۴۹۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۸/۱۸۷

(۸) ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۲۷۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۸/۱۸۷

(۹) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۱۰۴، ۳۶۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۱۳

۱۵۰. اسماعیل بن سمیع الحنفی (م ۱۴۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، مالک بن عمیر الحنفی اور ابورزین اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے①۔

جریر بن عبدالحمید نے آپ سے احادیث لکھی تھیں②۔

۱۵۱. زیاد بن ابی زیاد (م ۱۴۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حسن بصری اور ابن سیرین سے روایت کی ہے③۔ محمد بن خالد④ اور یزید بن ہارون نے آپ سے ایک "نسخہ" نقل کیا ہے⑤۔

۱۵۲. عبد اللہ بن ابی لبید (م ۱۴۰ ھ)

آپ نے حضرت براءؓ بن عازب، حضرت ابوجحیفہ السوائی، ابوسعید وغیرہ سے روایت کی ہے⑥۔

ابن حبان کا قول ہے:

"قدم الكوفة فكتب عنه أهلها الثوری وغيره"⑦

آپ کوفہ تشریف لے گئے جہاں اہل کوفہ نے آپ سے احادیث لکھیں جن میں سفیان ثوری بھی تھے۔

۱۵۳. عمارة بن غزیہ (م ۱۴۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، اپنے والد غزیہ بن حارث' عباس بن سہل اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے⑧۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس کا نسخہ ابن لہیعہ اور عثمان بن صالح کے پاس تھا⑨۔

عثمان بن صالح کا قول ہے:

"ماكتبت كتاب عمارة بن غزية إلا من أصل ابن لهيعة بعد احتراق داره"⑩

میں نے عمارۃ بن غزیہ کی کتاب ان کے گھر جل جانے کے بعد ابن لہیعہ کے اصل سے لکھی۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۵ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص:۲/۹۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۰۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۶۸

④ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶۶ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶۶

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۷۲ ⑦ ابن حبان، الثقات، ص:۲۴۴

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۴۲۲ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۱۳۸

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۷۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۴۷۶

⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۴۷۶

۱۵۴. عمران بن ابی قدامة (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے[۱]۔

یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے:

"کتبت عنه ورمیت به"[۲]

میں نے ان (عمران بن ابی قدامہ) سے (احادیث) لکھیں اور پھر انھیں ضائع کر دیا۔

۱۵۵. یونس بن عبید العبدی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے ابراہیم التیمی، ثابت البنانی، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے آپ کا بیٹا عبداللہ، شعبہ، ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے[۳]۔

ابن سعد کا قول ہے کہ "یونس ثقه اور مکثر فی الحدیث (کثرت سے حدیث بیان کرنے والے) تھے۔ اور میں نے کبھی ان کی احادیث کو نہیں دیکھا"[۴]۔ اور آپ کے بارے میں حماد بن زید نے یہ قول نقل کیا ہے: "ہم نے ان احادیث کا قصد کیا جن میں لوگوں کی اصلاح کا پہلو موجود تھا ہم نے انھیں لکھ لیا اور جن (احادیث) میں ہماری اصلاح نہیں تھی ہم نے انھیں لکھنا چھوڑ دیا[۵]۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

سالم بن نوح: آپ کا قول ہے کہ مجھ سے یونس اور جریری کی کتاب گم ہوگئی جو چالیس سال بعد مجھے ملی[۶]۔

یزید بن زریع: آپ کا قول ہے کہ میں نے یونس کی روایات بیان کی ہیں۔ ان سے زیادہ روایت کرنے میں مجھے کوئی رکاوٹ نہیں لیکن میں ان کی صرف تین قسم کی روایات لکھتا ہوں۔ جب آپ "سمعت" یا "سألت" یا "حدثنا الحسن" کے الفاظ استعمال کریں[۷]۔

اسماعیل: عبداللہ بن حنبل کا قول ہے کہ "اسماعیل کے پاس یونس بن عبید کی روایت کردہ تقریباً نوسو احادیث تھیں[۸]۔

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی فرماتے ہیں "انھوں نے کتابت کی تصریح نہیں کی اور نہ ہی کتاب کا نام ذکر کیا ہے"[۹]۔

۱۵۶. خالد بن مهران الحذائی (م ۱۴۱ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عبداللہ بن شقیق، ابوعثمان مہدی، عبدالرحمٰن بن ابی بکرة اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے حماد بن الثوری اور علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے[۱۰]۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/ ۲۱
② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/ ۲۱
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۴۴۲
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۴۴۲
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۴۴۳
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۴۴۳ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/ ۳۱ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/ ۱۱۳
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۴۴۵
⑧ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۳۷۹
⑨ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱/ ۳۲۵
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۱۲۰ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۳۰

آپ کا بیان ہے:

"ما كتبت حديثاً قط إلا حديثا طويلاً فإذا حفظته محوته" (1)

میں نے ایک طویل حدیث کے سوا کبھی حدیث نہیں لکھی جسے میں نے حفظ کر کے مٹا ڈالا تھا۔

۱۵۷. سعد بن الأنصاری (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سائب بن یزید، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے (2)۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔

ابن حبان کا قول ہے:

"کان یخطئ إذا حدث من حفظه" (3)

جب آپ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتے تو غلطی کر جاتے تھے۔

۱۵۸. عبداللہ بن محمد بن عقیل (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے (4)۔

عبیداللہ بن عمرو رقی کے پاس آپ کی احادیث کثیر تعداد میں موجود تھیں (5)۔

۱۵۹. موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ کا زمانہ پایا تھا۔ آپ نے اُم خالدؓ سے جو صحابیہ ہیں سے روایت کی۔ اس کے علاوہ آپ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے (6)۔ مغازی میں آپ کی ایک کتاب ہے (7)۔ اس کتاب کے بارے میں امام مالک کہا کرتے تھے:

"عليكم بمغازی موسیٰ بن عقبة فإنه ثقة" (8)

موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کی طرف مراجعہ کیا کرو کیونکہ وہ معتبر کتاب ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ (9) اور محمد بن فلیح نے آپ کی کتاب "المغازی" کو آپ سے روایت کیا ہے (10)۔

ابن لہیعہ (11)، ابراہیم بن طہمان (12)، اسماعیل بن ابراہیم (13)، فضیل بن سلیمان (14)، یوسف بن خالد (15) اور فلیح بن خالد کے پاس آپ کی احادیث موجود تھیں (16)۔

---

(1) ابن الجعد، مسند، ص: ۱۴۹ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۶۴۳

(2) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۷۰ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶

(3) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶

(4) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۳

(5) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۲۹

(6) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۳

(7) ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۳

(8) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۰/۳۶۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۵۴

(9) سخاو، مخطوطہ برلن

(10) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱/۸۲، ۸۹

(11) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۱۸۵

(12) ابن طہمان، نسخہ، ص: ۲۵۰

(13) سخاو، مخطوطہ برلن

(14) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۷۵

(15) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۷۵

(16) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱/۸۲، ۸۹، ۹۵ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۶۴

۱۶۰. عاصم بن سلیمان الأحول (م ۱۴۲ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہؓ بن سرجس، عمرو بن سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔

جریر ② اور سفیان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ③۔

۱۶۱. حُمید بن ابی حمید الطویل (م ۱۴۳ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، عبداللہ بن شقیق، حسن بصری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ④۔ آپ بصرہ کے عالم تھے۔ آپ کے پاس ایک صحیفہ تھا جسے آپ نے حسن بصریؒ کے مخطوط حدیث سے نقل کیا تھا ⑤۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ سے احادیث نقل کی تھیں ⑥۔ مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعید نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ⑦۔

۱۶۲. سلیمان بن طرخان البصری (م ۱۴۳ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، طاؤس بن کیسان اور اسحاق السبیعی سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ یحییٰ بن سعید آپ کی کتب کی بہت تعریف کیا کرتے تھے ⑨۔ آپ اپنے تلامذہ کو احادیثِ نبویہؐ لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

آپ کے بیٹے معتمر بن سلیمان کا بیان ہے: ''جب میں کوفہ میں تھا تو میرے والد نے مجھے لکھا:

"أن اشتر الصحف و أكتب العلم فإن المال يذهب والعلم يبقىٰ" ⑩

صحائف خریدو اور علم (احادیث) کو لکھ لیا کرو کیونکہ مال جانے والا ہے اور علم ہی باقی رہے گا۔

آپ کے بیٹے معتمر بن سلیمان ⑪ اور ھوذۃ بن خلیفہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑫۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۴۳

② ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۹۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۳۱ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۳۶

③ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۱۱۱ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۳۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲۰۲

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۲۶، ۲/۲۰ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۳/۳۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۶۱۰

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۲۱۲ ◉ ابن قتیبۃ، المعارف، ص:۲۳۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۳/۲۴۸۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۷

⑦ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۱۸۲ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۰۲

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۰۲ ⑩ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

⑪ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۵۸ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵ ⑫ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۸۰

۱۶۳. اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ (م ۱۴۴ ھ)

آپ کی ملاقات حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے ہوئی۔آپ نے ابوالزناد' عمرو بن شعیب' زہری' نافع وغیرہ سے روایت کی ہے[۱]۔لیث بن سعد نے آپ سے ایک ''طویل نسخہ'' روایت کیا ہے[۲]۔

۱۶۴. جعد بن عبدالرحمن بن أوس (م ۱۴۴ ھ)

آپ نے حضرت سائبؓ بن یزید (م ۹۱ھ)، عائشہ بنت سعد، یزید بن خصیفہ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے[۳]۔
آپ صاحبِ کتاب تھے۔یحییٰ بن سعید قطان کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی[۴]۔

۱۶۵. سعید بن ایاس الجریری (م ۱۴۴ ھ)

آپ نے حضرت ابوطفیلؓ، ابوعثمان نہدی' عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ سے روایت کی ہے[۵]۔ابن ابی عدی[۶]، ابن علیہ[۷] اور سالم بن نوح نے آپ کی احادیث لکھی تھیں[۸]۔

۱۶۶ .عبداللہ بن شبرمہ (م۱۴۴ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابوطفیلؓ، عبداللہ بن شداد وغیرہ سے روایت کی ہے[۹]۔خطیب بغدادی کے بیان کے مطابق آپ صاحبِ کتاب تھے[۱۰]۔

۱۶۷. یحییٰ بن سعید الأنصاری (م ۱۴۴ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک' حضرت عبداللہ بن عامر' محمد بن ابی امامہ وغیرہ سے روایت کی ہے[۱۱]۔ابتدا میں آپ کے پاس کتب نہیں تھیں[۱۲]۔لیکن بعد ازاں آپ نے احادیث لکھیں اور انھیں اپنے اصحاب کی طرف ارسال کر دیا۔

ابوالاسود کا قول ہے:

''وکل شیئ حدث بہ ابن لھیعہ عن یحییٰ فإنما ھو کتاب کتب بہ إلیہ''[۱۳]

ہر وہ حدیث جو ابن لہیعہ نے یحییٰ سے بیان کی ہے دراصل وہ اس کتاب سے ہے جو انھوں نے ان کی طرف لکھی تھی۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۹۱
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۹۲
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۸۰
④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۲۰۸
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۶
⑥ الباجی، التعدیل والتجریح ص:۱۴۶
⑦ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۵۴
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۳/۴۴۳ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۲/۱۱۳ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۳۶
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۵۰
⑩ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۶
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۲۳
⑫ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۱۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۲۲
⑬ ابوعبید، الاموال، ص:۳۹۳، ۳۹۵

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں موجود تھیں:

۱۔ ابن عیینہ (۱)
۲۔ ابن لہیعۃ (۲)
۳۔ اسماعیل بن عیاش (۳)
۴۔ اسماعیل بن قیس (۴)
۵۔ جریر بن حازم (۵)
۶۔ جعفر بن محمد (۶)
۷۔ حماد بن زید (۷)
۸۔ ربیعہ (۸)
۹۔ عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی (۹)
۱۰۔ لیث بن سعد (۱۰)
۱۱۔ یزید بن عبداللہ (۱۱)

۱۶۸. اسماعیل بن مسلمہ المکی (م ۱۴۵ ھ)

آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ، عامر بن واثلہؓ، حسن بصری، الحکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے الاعمش، ابن المبارک، الاوزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۲)۔ محمد بن عبداللہ الانصاری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۳)۔

۱۶۹. عبد الملک بن ابی سلیمان العرزمی (م ۱۴۵ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے (۱۴)۔ عبیداللہ عنبری نے آپ سے احادیث لکھیں ہیں (۱۵)۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے آپ سے ایک بڑا جزء روایت کیا ہے (۱۶)۔

---

(۱) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۰ (۲) ابوعبید، الاموال، ص:۳۹۳، ۳۹۵
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۲۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۹۲ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۲۹؛
(۴) البخاری، الضعفاء الصغیر، ص:۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۹۳ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۰۷
(۵) الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۱۱ (۶) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۱۳
(۷) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۷۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۳۸؛ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۴۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۷
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۲۲
(۹) الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۱۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۹۳ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۲/۶۸۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۴۵۰
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۵۷ (۱۱) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۸۹
(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۳۱ (۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۳۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۳۴
(۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۹۶ (۱۵) الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۱/۲۷۱
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۹۸

۱۷۰. اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی (م ۱۴۶ ھ)

آپ نے حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ، اور حضرت عمروؓ بن حریث وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔

امام العجلی کا قول ہے:

"له نحو خمس مائة حديث" (۲)

آپ سے پانچ سو کے قریب مروی ہیں۔

اسماعیل بن عیاش (۳)، وکیع (۴) اور یحییٰ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۵)۔

۱۷۱. ھشام بن عروۃ (م ۱۴۶ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کے والد (عروۃ بن زبیرؒ) آپ کو کتابت اور لکھنے کے بعد پیش کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے (۶)۔ آپ اپنے تلامذہ کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک حدیث لیث بن سعد کی طرف لکھ کر ارسال کی (۷)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابن جریج (۸)
۲۔ جعفر بن ربیعۃ (۹)
۳۔ خالد بن حارث (۱۰)
۴۔ عبیدہ بن قاسم (۱۱)
۵۔ لیث بن سعد (۱۲)
۶۔ معمر (۱۳)
۷۔ نوح بن ابی مریم (۱۴)
۸۔ یحییٰ (۱۵)
۹۔ یحییٰ بن زبیر (۱۶)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۹۱ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۲۴

(۳) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۸۳ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۴۰

(۵) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۱۸ (۶) السمعانی، ادب الاملاء، ص:۷۸ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۵۳

(۷) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، حدیث نمبر:۳۲۶۸، ص:۵۴۵
◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو، حدیث نمبر:۳۸۲۸، ص:۶۴۲ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۴۴

(۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۳۶۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۶۳ ◉ الترمذی، العلل، ص:۲/۲۳۹
◉ ابن قتیبۃ، المعارف، ص:۴۸۸ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۰

(۹) الترمذی، العلل، ص:۲/۲۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۴۳ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۸۵

(۱۱) ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۲۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۴۳

(۱۲) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، حدیث نمبر:۳۲۶۸، ص:۵۴۵
◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو، حدیث نمبر:۳۸۲۸، ص:۶۴۲ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۴۴

(۱۳) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶ (۱۴) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۴

(۱۵) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۴۳ (۱۶) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۱

۱۷۲. سلیمان بن مھران الأعمش (م ۱۴۷ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، اور عکرمۃ سے روایت کی ہے①۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی②۔ آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔ نیز آپ کے شیخ ابراہیم نخعی (۹۶ ھ) نے آپ سے احادیث لکھی تھیں③۔ آپ اپنے تلامذہ کو حدیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابوبکر بن عیاش⑤ ۲۔ سفیان الثوری⑥
۳۔ ابوعوانہ⑦ ۴۔ اسحاق بن راشد⑧
۵۔ جریر بن عبدالحمید⑨ ۶۔ حفص بن غیاث⑩
۷۔ خالد بن عبداللہ⑪ ۸۔ عبداللہ بن ادریس⑫
۹۔ معمر بن راشد⑬ ۱۰۔ نوح بن ابی مریم⑭
۱۱۔ ہشیم⑮ ۱۲۔ وکیع⑯

۱۷۳. محمد بن عجلان المدینی (م ۱۴۸ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سلمان بن ابی حازم الاشجعی، ابراہیم بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے⑰۔

یحییٰ کا کہنا ہے میں نے ۱۴۴ھ میں ابن عجلان سے ملاقات کی اور ان سے احادیث لکھیں⑱۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۲۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۳۰
② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۳۹ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۷۰ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۱
③ ابن الجعد، المسند، ص:۸۰ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۴۰
④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۱۷ ⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۱ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۱۷
⑥ الحاکم، المدخل، ص:۳۶ ⑦ ابن رجب، شرح الترمذی، ص:۶۳
⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۳۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۱ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۷۰
⑨ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۶۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۰۶ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۵
◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۷۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۰
⑩ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۷۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۱۶
⑪ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۱۴۷ ⑫ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۷
⑬ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۷۶ ⑭ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۴
⑮ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۵۴ ⑯ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۳/۴۶۸
⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۴۱ ⑱ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۱۹۶

۱۷۴. عمران بن حدیر (م ۱۴۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ آپ نے ابومجلزؒ ابوقلابہؒ ابوعثمان نہدی سے روایت کی ہے(۱)
آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ علی بن مدینی کا قول ہے:

''میں نے عثمان بن عمر سے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم سے روح بن عبادۃ نے عمران بن حدیر کی کتاب لی تھی تو عثمان کہنے لگے واللہ میں نے روح سے عمران بن حدیر کی کتاب عاریۃً لی تھی''(۲)۔

۱۷۵. کهمس بن الحسن (م ۱۴۹ ھ)

آپ نے حضرت ابوطفیلؓ عبداللہ بن بریدۃ' عبداللہ بن شقیق سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے عون' قطان اور ابن مبارک نے روایت کی ہے(۳)۔ آپ صاحب کتاب تھے(۴)۔ معتمر بن سلیمان کے پاس آپ کی کتاب تھی(۵)۔

۱۷۶. ابو حنیفه، نعمان بن ثابت (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا(۶)۔ آپ نے عطاء بن ابی رباح' عاصمہ بن ابی النجو' علقمہ بن مرثد' حماد بن ابی سلیمان سے روایت کی ہے(۷)۔ آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔

ابراہیم بن طہمان بیان کرتے ہیں:

''میں مدینہ آیا اور وہاں سے میں نے احادیث لکھیں پھر کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کے گھر حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ مجھے کہنے لگے تم نے وہاں کن لوگوں سے احادیث لکھی ہیں، چنانچہ میں نے ان حضرات کے نام لیے۔ پھر کہنے لگے کیا کیا آپ نے مالک بن انس سے کچھ لکھا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا جو کچھ تم نے ان سے لکھا ہے وہ میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ میں انھیں (احادیث کو) لے آیا۔ تو آپ نے کاغذ اور روشنائی منگوائی۔ میں آپ کو املاء کرواتا رہا اور آپ لکھتے رہے۔''(۸)

ابن معین کا قول ہے:

"كان ابو حنيفة ثقة لا يحدث با لحديث إلا بما يحفظه و لا يحدث بما لايحفظ"(۹)

ابوحنیفہ ثقہ ہیں، آپ صرف زبانی یاد کی ہوئی حدیث بیان کرتے تھے اور جو حدیث آپ کو یاد نہ ہو اسے بیان نہیں کرتے تھے۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۱۲۵
(۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۴۰۵
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۴۵۰
(۴) ابن حنبل، العلل والمعرفۃ الرجال، ص:۱/۱۵۸
(۵) ابن حنبل، العلل والمعرفۃ الرجال، ص:۱/۱۵۸
(۶) الذہبی، العبر، ص:۱/۲۱۴
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۴۹
(۸) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۴۹

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ عبداللہ بن مبارک (۱) ۲۔ ابو یوسف (۲) ۳۔ محمد بن حسن الشیبانی (۳)

۱۷۶. عبد الله بن عون البصری (م ۱۵۱ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے ثمامہ بن عبداللہ انس بن سیرین، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے (۴)۔

عثمان بن ابی شیبہ کا قول ہے:

"ثقة صحيح الكتاب" (۵)

آپ ثقہ ہیں اور آپ کی کتاب صحیح ہے۔

آپ نے نافع مولی ابن عمرؓ کو بعض احادیث کے بارے میں جاننے کے لیے خط لکھا، چنانچہ نافع نے تحریری طور پر اس کا جواب دیا (۶)۔ اسماعیل (۷)، خالد بن الحارث (۸)، سلیم بن اخضر (۹)، معاذ بن معاذ (۱۰)، ہوذۃ بن خلیفہ (۱۱)، یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۲)۔

۱۷۷. محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک اور سعید بن مسیّب کو دیکھا تھا، آپ نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۱۳)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب احادیث تھیں، ابراہیم بن سعد کے پاس آپ سے احکام کے بارے میں مروی احادیث کی تعداد ستر ہزار تھی، اور مغازی کی تعداد اس کے علاوہ تھی (۱۴)۔ بہت سے اصحاب کے پاس آپ کا مجموعۂ حدیث موجود تھا (۱۵)۔

۱۷۸. عبدالرحمن بن زیاد الأفریقی (م ۱۵۶ ھ)

آپ نے ابو عبدالرحمٰن الحبلیؒ، عبدالرحمٰن بن رافع، زیاد بن نعیم وغیرہ سے روایت کی ہے (۱۶)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

امام ابوداؤد سجستانی بیان کرتے ہیں میں نے احمد بن صالح سے پوچھا:

"يحتج بحديث الأفريقي قال نعم قلت صحيح الكتاب قال نعم" (۱۷)

کیا افریقی کی حدیث قابل حجت ہیں۔ کہنے لگے جی ہاں، میں نے کہا ان کی کتاب صحیح ہے۔ کہنے لگے جی ہاں"۔

---

(۱) ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۵۸
(۲) ابو یوسف، آثار ابی یوسف والرد علی سیر الاوزاعی، ص: ۲۱۲
(۳) الشیبانی، الآثار، ص: ۱۴۷
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۴۷
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۴۹
(۶) البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳/۳
(۷) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۷۹
(۸) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص: ۲۴۸
(۹) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۷۲
(۱۰) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص: ۲۴۸
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۸۰
(۱۲) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص: ۲۴۸
(۱۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۲۳۳
(۱۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۲۹
(۱۵) الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۳۰۳
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۷۵
(۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۷۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۱۵

یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے:

"قد كتبت عنه كتابا بالكوفة" ①

میں نے ان (عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی) سے کوفہ میں ایک کتاب لکھی تھی۔

۱۷۹. یونس بن ابی اسحاق السبیعی (م ۱۵۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعریؓ، سعید بن محمد وغیرہ سے روایت کی ہے ②۔
ابن ابی حاتم اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس کتب تھیں ③۔

۱۸۰. ارطاۃ بن المنذر (م ۱۶۲ ھ)

آپ کی حضرت ابو امامۃ باہلیؓ سے ملاقات ہوئی آپ نے ابو عامر عبداللہ بن عامر الالہانی' عبدالرحمٰن بن غنم' مجاہد و دیگر حضرات سے روایت کی ہے ④۔ آپ کے پاس ایک "نسخة" تھا۔ ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ جراح بن ملیح البھرانی کے پاس اَرطاۃ بن منذر کا ایک "نسخہ" تھا جس میں تقریباً بیس احادیث تھیں ⑤۔

۱۸۱. حریر بن عثمان بن جبر الرحبی (م ۱۶۳ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن بسر صحابی رسول ﷺ سے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے حبیب بن عبید' خالد بن معدان' راشد بن معمر سے روایت کی ہے ⑥۔ علی بن عیاش کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

علی بن عیاش کا بیان ہے:

"جمعنا حديثه فى دفتر نحو مائتى حديث فأتيناه به فجعل يتعجب من كثرته" ⑦

ہم نے دو سو کے قریب ان کی احادیث ایک رجسٹر میں جمع کیں جنھیں ہم آپ کے پاس لائے۔ آپ کو ان (احادیث) کی کثرت سے تعجب ہوا۔

۱۸۲. نجیح بن عبدالرحمن السندی' ابو معشر (م ۱۷۰ ھ)

آپ نے حضرت ابو امامہؓ بن سہل کو دیکھا تھا۔ آپ نے سعید بن المسیب' نافع اور محمد بن کعب القرظی وغیرہ سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ صاحب کتب تھے۔ آپ نے درج ذیل کتب لکھی تھیں:

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۱۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۲۳۴
② ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۱۱/۴۳۳
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۲۴۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۱۱/۴۳۳
④ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۱/۹۸ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۲۳
⑥ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۲/۲۳۷ ⑦ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۲/۲۳۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۲۶۶
⑧ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۱۰/۴۲۱

۱۔ **کتاب المغازی:** ابن سعد کا قول ہے: ''حسین بن محمد نے ابو معشر سے مغازی روایت کی ہے''①۔ اس کتاب کو حجاج② اور محمد بن نجیح نے بھی روایت کیا ہے③۔

۲۔ **کتاب التاریخ:** خلیل کا بیان ہے کہ: ''ابو معشر کا علم حدیث اور علم تاریخ میں ایک مقام ہے۔ ان کی تاریخ کو ائمہ نے حجت تسلیم کیا ہے اور حدیث میں انھیں ضعیف قرار دیا ہے④۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ''کتاب المغازی'' اور ''کتاب التاریخ'' دونوں ایک ہی کتاب ہیں۔ یا کسی نے اس کا نام مغازی رکھ دیا اور بعض نے اسے تاریخ سے موسوم کیا۔

ابن الندیم نے ان کی تالیفات میں صرف مغازی ذکر کی ہے⑤۔

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں:

''میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ دو کتابیں ہیں کیونکہ ہم طبقات ابن سعد⑥ میں آپ ﷺ صحابہ کے مغازی کے بارے میں اس (مغازی) کے نقول پاتے ہیں جبکہ متاخر تاریخی نقول دوسری کتب مثلاً ازدی کی تاریخ موصل⑦ میں بھی پاتے ہیں⑧۔

---

① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷۹/۶

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۸۸/۹

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۸۸/۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ۳۷۶/۸

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲۲/۱۰

⑤ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۹۳

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱/۲

⑦ الأزدی، تاریخ الموصل، ص: ۲۲۹۔۲۳۲

⑧ مصطفیٰ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۳۱۵/۱

تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث

۱. قیس بن سعد ابو عبد الملك (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے عطاء، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر اور دیگر تابعین سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر بن حازم، رباح بن ابی معروف، ہشام بن حسان اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے [۱]۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس میں آپ نے احادیث جمع کر رکھی تھیں۔ یہی کتاب بعدازاں حماد بن سلمۃ (۱۶۷ھ) کے پاس تھی۔ امام ابوداؤد کا قول ہے:

"لم يكن لحماد بن سلمة كتاب غير كتاب قيس بن سعد" [۲]

حماد بن سلمۃ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں تھی۔

حجاج الاعور نے آپ سے یہ کتاب عاریتاً لی تھی [۳]۔ مکہ کے راستہ میں یہ کتاب ضائع ہوگئی، چنانچہ آپ نے اپنے حافظہ سے اسے لکھا [۴]۔ عقبہ بن عبد اللہ الأصم کے پاس بھی آپ کی یہ کتاب موجود تھی۔ حسین کا قول ہے:

"نظرت في كتاب عقبة الأصم فاذ أحاديثه هذه التي يحدث بها عن عطاء انما هي كتابه عن قيس بن سعد بن عطاء [۵]

میں نے عقبہ الأصم کی کتاب کو دیکھا تو اس کی احادیث جنہیں وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ دراصل (عقبہ کی حدیث کی یہ کتاب) قیس بن سعد بن عطاء کی کتاب ہے۔

۲. زید بن علی بن حسینؓ (م ۱۲۲ھ)

آپ نے اپنے والد علی بن حسینؒ اپنے بھائی ابوجعفر الباقر اور ابان بن عثمان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے دونوں بیٹے حسین وعیسیٰ اور جعفر بن محمدؒ زہری وغیرہ نے روایت کی ہے [۶]۔

امام عمرو بن خالد القرشی نے آپ سے احادیث کا ایک "نسخہ" روایت کیا ہے [۷]۔

---

① الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰
◎ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۹۹
◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۹۷
◎ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۳۹۷
◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۵

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۵۹۲

③ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص: ۳/۲۷۴

④ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص: ۳/۴۴

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۴۴

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۲۶

⑦ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۱۹

۳. بکر بن وائل بن داؤد(م ۱۳۰ھ)

آپ نے نافع، زہری، عبداللہ بن دینار اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے والد وائل بن داؤد، شعبہ، ابن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے①۔ آپ کے والد نے آپ سے ایک صحیفہ بیان کیا ہے۔ امام ابن المدینی فرماتے ہیں:

"وائل بن داؤد لم یسمع من ابنه إنما كانت له صحیفة فی بیته"②

وائل بن داؤد کا اپنے بیٹے سے سماع ثابت نہیں بلکہ ان کے پاس گھر میں ایک صحیفہ تھا (جس سے انھوں نے بیان کیا)۔

۴. حفص بن سلیمان التمیمی(م ۱۳۰ھ)

آپ نے حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے معمر بن راشد نے روایت کی ہے۔③

آپ کے پاس کتب تھیں۔ یہ کتب اشعث بن عبدالملک حمرانی نے پڑھی تھیں④۔

۵. عبداللہ بن القاسم ابو عبیدۃ (م ۱۳۰ھ)

آپ نے سعید بن المسیب، عبدالرحمٰن بن ابزیٰ، کثیر بن ابی کثیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبداللہ بن شوذب نے روایت کی ہے⑤۔ معتمر کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

یحییٰ کا قول ہے "معتمر نے ایک کتاب نکالی اور ہمیں پڑھ کر سنائی یعنی ابوعبیدۃ کی احادیث"⑥۔

۶. عمرو بن عمرو ابو الزعراء (م ۱۳۰ھ)

آپ نے عوف بن مالک، عکرمہ، عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوری، ابن عیینہ، عبیدۃ بن حمید و دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑦۔ عبیدۃ بن حمید کے پاس آپ کا ایک نسخہ تھا۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"جب ہمیں جریر کی موت کی خبر پہنچی تو میں اور یحییٰ بن معین، عبیدۃ بن حمید کے پاس گئے۔ انھوں نے ہمیں ابوالزعراء کے "نسخہ" سے احادیث لکھوائیں⑧۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۴۸۸
② الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۳
③ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۷۴
④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۵
⑤ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۷۸
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۵۹
⑥ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۳/۲۶۶
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۸۲
⑧ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۸۴

۷. ابراهيم بن ميمون الصائغ (م۱۳۱ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح' ابو اسحاق' ابو الزبیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے داؤد بن ابی فرات' حسان بن ابراہیم الکرمانی' ابو حمزہ السکری وغیرہ نے روایت کی ہے(۱)۔ آپ صاحب کتاب تھے(۲)۔ اور السکن کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی(۳)۔

۸. حجاج بن الحجاج الباهلی (م۱۳۱ھ)

آپ نے انس بن سیرین' قتادۃ' یونس بن عبید وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابراہیم بن طہمان' یزید بن زریع' قزعۃ بن سوید اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے(۴)۔ ابراہیم بن طہمان نے آپ سے ایک بڑا نسخہ حدیث روایت کیا ہے(۵)۔

۹. ایوب بن موسیٰ بن عمرو (م۱۳۱ھ)

آپ نے نافع' مکحول' حمید بن نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید' شعبہ' لیث وغیرہ نے روایت کی ہے(۶)۔ عبیداللہ بن عمر کا قول ہے کہ ''میں نے ایوب بن موسیٰ سے ایک کتاب لی اور انھیں بتایا کہ اس کو امام زہری' عطاء اور مکحول پر پیش کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے اسی پر لوگوں کو پایا ہے کہ مسلمان کی دیت رسول ﷺ کے زمانے میں.....''(۷)۔

۱۰. سالم بن عجلان الأفطس (م۱۳۲ھ)

آپ نے سعید بن جبیر' زہری' نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عمرو بن مرّۃ' اسرائیل' ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے(۸)۔ آپ صاحبِ تفسیر تھے۔ علماء آپ کی تفسیر کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے(۹)۔

۱۱. عبدالله بن عثمان بن خُثیم (م۱۳۲ھ)

آپ نے سعید بن جبیر' شہر بن حوشب' مجاہد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' ابن جریج اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے(۱۰)۔ یحییٰ بن سُلیم القرشی الطائفی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۷۲ (۲) السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۷۸ (۳) السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۷۸

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۹۹ (۵) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۴ (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۰۰

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۴۱۲ (۷) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۴۲۳ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۴۱

(۹) الأزدی، تاریخ الموصل، ص:۱۲۱ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۱۴ (۱۰) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۱۳۶

امام احمد بن حنبل کا قول ہے: ''یحییٰ بن سلیم نے حدیث ابن خثیم کو یاد کرلیا، ہم نے انھیں کہا ہمیں اپنی کتاب دیجیے تو کہنے لگے مصحف رہن میں رکھ دیں تو ہم نے کہا ہمارے پاس مصحف کہاں ہے؟ ہم تو مسافر ہیں''①۔

۱۲۔ عمر بن ابی سلمة بن عبدالرحمن (م۱۳۲ھ)

آپ نے اپنے والد ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، اسحاق بن یحییٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سعد بن ابراہیم، مسعر، ہشیم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابوعوانہ③ ۲۔ ہشیم 4

۳۔ واسط کے رہنے والے طلبہ حدیث نے بھی آپ کی احادیث لکھیں⑤۔

۱۳۔ غیلان بن جامع المحاربی (م۱۳۲ھ)

آپ نے ابو وائل شقیق بن سلمۃ، ابو اسحٰق السبیعی، اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یعلی بن الحارث، شعبہ، ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑥۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔

امام وکیع کا قول ہے: ''معلی الطحان نے غیلان بن جامع کی کتاب نکالی''⑦۔

۱۴۔ محمد بن ابی بکر الأنصاری (م۱۳۲ھ)

آپ نے اپنے باپ ابو بکر بن محمد بن عمرو، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن، عباد بن تمیم الانصاری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبدالمالک بن زید، ابوبکر بن نافع نے روایت کی ہے⑧۔

موسیٰ بن عیسیٰ نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا: ''وہ ابن ابی بکر سے رسول اللہ ﷺ کے اجداد کی تاریخ لکھیں''⑨

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲۲۶/۱۱ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۴۸۰/۲

② ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴۵۶/۷ ③ ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۴

④ ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۴ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۳

⑤ ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۴ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۳ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲۵۲/۸

⑦ ابن المدینی، العلل، ص:۳۴۲/۱ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸۰/۹ ⑨ الطبری، التاریخ، ص:۱۰۸۶/۱

۱۵. منصور بن معتمر (م۱۳۲ھ)

آپ نے ابو وائل، زید بن وہب، ابراہیم نخعی، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب، حصین بن عبد الرحمٰن، اعمش وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ زہیر کا کہنا ہے:

''میں منصور کے ہاں گیا وہاں عبیدہ بن حمید اور آپ کے اصحاب ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہ کتاب ہے، جس میں آٹھ سو احادیث ہیں، جو ہم نے منصور سے سنی ہیں (۲)۔

مزید برآں جریر بن عبد الحمید (۳)، سعید بن مسلمۃ (۴)، شعبہ (۵)، عبیدۃ بن حمید (۶)، ورقاء بن عمر الیشکری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں موجود تھیں (۷)۔

۱۶. مطرف بن طریف الحارثی (م۱۴۳ھ)

آپ نے شعبی، ابو اسحاق السبیعی، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو عوانہ، ہشیم، ابو جعفر رازی و دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (۸)۔ امام عجلی کا قول ہے:

"صالح الكتاب، ثقة" (۹) (آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے۔ اور آپ ثقہ ہیں)۔

۱۷. ابوبكر بن عبدالرحمن بن المسوربن مخرمة (م۱۳۵ھ)

آپ نے محمد بن جبیر، ابان بن عثمان سے روایت کی ہے اور آپ سے العلاء بن کثیر المصری نے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ عبد اللہ بن جعفر زہری کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ ان کا بیان ہے:

"وجدت فى كتاب ابى بكر بن عبد الرحمن بن المسورة بن مخرمة" (۱۱)

میں نے ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن المسور بن مخرمۃ کی کتاب میں احادیث پائیں۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۱۵ (۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۶۱

(۳) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۶۱ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۸۳ (۵) الفسوی، التاریخ: ۲/۳۱۲ (۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۶۷

(۷) ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۴۳۸، ۲/۴۶۱، ۴۹۸، ۴/۶۰

ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب إقامة الصلوٰة، باب ماجاء فيمن شك فى صلاة، حدیث نمبر ۱۲۱۱، ص: ۱۷۰

ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۶۱ (۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۳۲ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۱۷۳

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۱۷۳ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳۲ (۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۳۹

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں: ''احادیث زیادہ تر مکہ مکرمہ کی تاریخ وغیرہ کے متعلق ہیں۔①۔

۱۸. اسماعیل بن سالم ابو یحییٰ الأ سدی (م۱۳۵ھ)

آپ نے شعبی، حبیب بن ابی ثابت، وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے یحییٰ، علام بن المسیب، ھشیم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے②۔ امام شعبہ نے آپ کی کتب دیکھی تھیں③۔

۱۹. داؤد بن الحصین الأموی (م۱۳۵ھ)

آپ نے اپنے والد حصین، عکرمہ، نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن ابی اسحٰق، محمد بن عبید اللہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے④۔ مشہور محدث ابراہیم بن ابی یحییٰ کے پاس داؤد بن الحصین الاموی کی روایات کا ایک بڑا نسخہ تھا⑤۔

۲۰. سلم بن ابی الذیال البصری (م۱۳۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ابن سیرین، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے معتمر بن سلیمان، اسماعیل بن علیہ و اسماعیل بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے⑥۔ معتمر بن سلیمان کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں⑦۔

۲۱. عبد اللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمن (م۱۳۵ھ)

آپ نے اپنے دادا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور اپنے باپ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن، شعبہ بن جبیر سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے⑧۔ زید بن علی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میری ملاقات زید بن علی سے ہوئی چنانچہ میں نے انھیں کچھ احادیث سنائی جنھیں انھوں نے چھوٹی تختیوں پر لکھ لیا⑨۔

۲۲. اشعث بن سوار الکندی (م۱۳۶ھ)

آپ نے حسن بصری، شعبی، عکرمہ، وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، ہشیم اور دیگر اصحاب نے

---

① الاعظمی، دارسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/ ۲۲۷ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۳۰۱
③ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۶/ ۲۱۴ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۳۰۲
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۱۸۱ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۳۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۱۲۹
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۱۲۹ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۳۵۲ ⑨ ابن حنبل، العلل، ص: ۹۷

روایت کی ہے (۱)۔ جریر بن عبدالحمید (۲) حفص بن غیاث (۳) اور شریک کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۴)۔

۲۳. مغیرۃ بن مقسم الضبی (م۱۳۶ھ)

آپ نے ابراہیم نخعی، شعبی، عامر الشعبی اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے سلیمان التیمی، شعبہ، سفیان ثوری، ابراہیم بن طہمان وغیرہ نے روایت کی ہے (۵) آپ صاحبِ کتب تھے۔ ابن الندیم کا قول ہے: "ان کی کتب میں سے "کتاب الفرائض" بھی ہے (۶)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **ابن فضیل اور دیگر محدثین:** ابن فضیل فرماتے ہیں کہ وہ تدلیس کرتے تھے اس لیے ہم ان سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اِلا یہ کہ جب وہ حدثنا ابراھیم کہیں (ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے۔) (۷)

۲۔ **جریر:** امام ابن المدینی کا قول ہے: "جریر کی مغیرۃ اور ان کی ابراہیم سے تقریباً ایک سو احادیث کا سماع ثابت ہے" (۸)۔

۳۔ **سلیمان:** معتمر بن سلیمان کا بیان ہے: "میرے باپ مجھے مغیرۃ کی احادیث لکھنے کی ترغیب دیتے تھے اور آپ کے پاس ان کی ایک کتاب تھی" (۹)۔

۲۴. عاصم بن کلیب الکوفی (م۱۳۷ھ)

آپ نے اپنے والد کلیب بن شہاب' ابو بردۃ بن ابی موسیٰ' عبد الرحمٰن بن الاسود وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن عون' شعبہ' قاسم بن مالک اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (۱۰)۔ جن محدثین نے آپ کی احادیث لکھیں ان میں عبداللہ بن ادریس بھی ہیں (۱۱)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۵۲

(۲) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۹۰، ۱/۱۹۵ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۳۶ ◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۳۱

(۳) ابن معین، التاریخ ابن معین، ص:۸۲

(۴) البیہقی، السنن الکبری، ص:۵/۳۲۸

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۶۹

(۶) ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۶

(۷) ابن الجعد، مسند، ص:۶۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۶۹

(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۷۰

(۹) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۴/۲۲۸ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۱۵۸

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۵۵

(۱۱) ابن حنبل، المسند، ص:۱/۴۱۸؛ ◉ البخاری، جزء رفع الیدین، ص:۹

۲۵. سهیل بن ابی صالح (م۱۳۸ھ)

آپ نے اپنے والد ابو صالح، سعید بن میتب، حارث بن مخلد الانصاری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ربیعہ، اعمش، یحییٰ بن سعید اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (۱)۔ عبدالعزیز بن المختار (۲)، مالک بن انس (۳) اور وہیب بن خالد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۴)۔

۲۶. یزید بن الهادالليثی (م۱۳۹ھ)

آپ نے زہری، ابو حازم بن دینار، سہیل بن ابی صالح، وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید الانصاری، ابراہیم بن سعید، مالک اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (۵)۔ آپ صاحب "نسخہ" تھے جو ابراہیم بن حرمۃ الانصاری کے پاس تھا (۶)۔

۲۷. جعفر بن ميمون التميمی (م۱۴۰ھ)

آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ابو تمیمہ، ابو العالیہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن ابی عروبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (۷)۔ آپ صاحب کتاب تھے۔

امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس کتاب تھی جن سے ابن ابی عدی نے احادیث روایت کی ہیں (۸)۔

۲۸. خالد بن ابی نوف السجستانی (م۱۴۰ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، نعمان، ضحاک بن مزاحم اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مطرف بن طریف، یونس بن ابی اسحاق وغیرہ نے روایت کی ہے (۹)۔ اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث لکھی تھیں۔

ابن حبان فرماتے ہیں "خالد خراسان گئے، وہاں آپ نے ایک عرصہ گزارا اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث کو لکھا ہے" (۱۰)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۶۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۲۴۳ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۶۷

(۲) الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱/۲۶۵ (۳) ابن ابی خیثمہ، تاریخ ابن ابی خیثمہ، ص:۳/۱۴۱ (۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۹

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۳۹ (۶) ابن حجر، لسان المیزان، ص:۱/۶۹ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۰۸

(۸) ابن حنبل، العلل، ص:۳/۹۰ (۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲۳ (۱۰) ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص:۱۹۸

۲۸. داؤد بن شابور (م ۱۴۰ھ)

آپ نے مجاہد، عمرو بن شعیب' عطاء اور دیگر حضرات سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ' ابن عیینہ داؤد بن عبد الرحمٰن وغیرہ نے روایت کی ہے①۔ شعبہ نے آپ سے احادیث لکھی ہیں②۔

۲۹. زید بن سلام ممطور الحبشی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے عدی بن ارطاۃ' عبد اللہ بن فروخ' عبد اللہ بن زید اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویۃ بن سلام' یحییٰ بن ابی کثیر' الحضرمی بن لاحق وغیرہ نے روایت کی ہے③۔ معاویۃ بن سلام اور یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں④۔

۳۰. عبدالقدوس بن حبیب الشامی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے مجاہد، نافع، شعبی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حیوۃ بن شریح' سعید بن ابی ایوب' ابراہیم بن طہمان وغیرہ نے روایت کی ہے⑤۔ حدیث کی قرأت میں تصحیف کی اور پھر مصحف کی روایت کی ہے⑥۔

۳۱. عبدللہ بن الحسین، ابو حریز (م ۱۴۰ھ)

آپ نے شعبی' ابو اسحاق السبیعی' ابراہیم النخعی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے فضیل بن میسرۃ' سعید بن ابی عروبہ' عثمان بن مطر الشیبانی اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑦۔

اہل بصرہ اور اہل زرنج اور فضیل بن میسرۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑧۔

۳۲. محمد بن سالم الهمدانی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے عطاء' شعبی' ابو اسحاق السبیعی اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' حسن بن صالح' زیاد

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۸۷ ② الواسطی، تاریخ واسط، ص:۱۶۲ ③ ابن حجر' تہذیب التہذیب' ص:۳/۴۱۵

④ ابوزرعۃ، التاریخ ابی زرعۃ، ص:۵۲ ◉ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص:۳/۱٦۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۱۵

◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۴۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۳۰۳

⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۲٦ ◉ البخاری' التاریخ الکبیر' ص:٦/۱۲۰ ⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۲۷

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۱۸۷ ⑧ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۱۴۴ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۱۹۳؛ ۳۹۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۰۰

بن عبد اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں: ''آپ کی طرف ''کتاب الفرائض'' منسوب کی جاتی ہے اور آپ کی روایات میں ضعف واضح ہے'' (۲)۔ امام حفص بن غیاث' ابوسہل محمد بن سالم کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ان کے بھائی کی کتب ہیں (۳)۔

۳۳۔ محمد بن عبدالرحمن البیلمانی (م۱۴۰ھ)

آپ نے اپنے والد عبدالرحمٰن البیلمانی اور اپنے والد کے ماموں سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید بن بشیر' عبید اللہ بن عباس' محمد بن الحارث وغیرہ نے روایت کی ہے (۴)۔ امام حاکم کا قول ہے۔ ''آپ نے اپنے باپ کے واسطے سے عبداللہؓ بن عمرؓ سے معضل احادیث روایت کی ہیں'' (۵)۔ امام ابن حبان کا بیان ہے۔ ''آپ نے اپنے باپ سے ایک ''نسخہ حدیث'' روایت کیا جو تقریباً دوسو احادیث پر مشتمل تھا۔ تمام احادیث موضوع ہیں جو قابل حجت نہیں ہیں'' (۶)۔ سفیان ثوری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۷)۔

۳۴۔ أبان بن تغلب الکوفی (م۱۴۱ھ)

آپ نے ابواسحٰق السبیعی' حکم بن عیینہ' فضیل بن الفقیمی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ' شعبہ' حماد بن زید وغیرہ نے روایت کی ہے (۸)۔ ابن عدی کا بیان ہے: ''له نسخ''۔ (۹) (ان (أبان بن تغلب) کے پاس بہت سے نسخے ہیں)۔

۳۵۔ بهز بن حکیم القشیری (م۱۴۱ھ)

آپ نے اپنے والد حکیم بن معاویہ' خلاد بن زرارۃ بن اوفی اور ہشام بن عروۃ سے روایت کی ہے اور ان سے سلیمان التیمی' ابن عون اور جریر بن حازم وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۰)۔ امام ذہبی کا قول ہے: "له نسخة عن أبيه عن جده" (۱۱) (ان (بہز بن حکیم) کے پاس اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کردہ ایک ''نسخہ'' تھا)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۱۷۶

(۲) ابن عدی، الکامل، ص:۳/۵۲ ◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۷۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۱۷۷

(۳) ابن عدی، الکامل، ص:۳/۲۵۱ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۸۱ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۲۹۳

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۲۹۴ (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۲۹۴ (۷) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۱۱

(۸) الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۱۳ (۹) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۴۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۹۳

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۴۹۸ (۱۱) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۴۲

الأنصاری ① اور مکی بن ابراہیم البلخی کے پاس آپ کی مرویات تھیں ②۔

۳۶۔ عقیل بن خالد الایلی (م ۱۴۱ھ)

آپ نے اپنے والد خالد، اپنے چچا زیاد، نافع مولیٰ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم، بھتیجے سلامۃ بن روح اور مفضل بن فضالۃ نے روایت کی ہے ③۔ آپ صاحب کتاب تھے ④۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے:

"لم یکن بالحافظ کان صاحب کتاب" ⑤

آپ حافظ حدیث نہیں تھے بلکہ آپ صاحبِ کتاب تھے۔

آپ کی کتب آپ کے بھتیجے سلامۃ کے پاس تھیں ⑥۔

۳۷۔ اشعث بن عبدالملك ابوهانی البصری (م ۱۴۲ھ)

آپ نے محمد بن سیرین اور خالد الحذاء سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبہ، ہشیم اور خالد بن الحارث نے روایت کی ہے ⑦۔ آپ کے پاس کتاب تھی۔ وہیب کا بیان ہے:

"سألت ختن أشعث الحمرانی هل له كتب ؟ قال لا فتركته و خفت ألا یكون یحفظ حدیثه و تلك المسائل قال فلما مات أشعث أخبرنی ختنه قال قد وجدنا له كتاباً" ⑧

میں نے اشعث الحمرانی کے داماد سے پوچھا کیا اشعث کی کتب ہیں تو انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ چنانچہ میں نے اس خوف سے کہ آپ کو حدیث اور مسائل یاد نہ ہوں انھیں چھوڑ دیا۔ جب اشعث فوت ہوئے تو ان کے داماد نے مجھے بتایا ہمیں ان کی کتاب ملی ہے۔

الأنصاری ⑨، محمد بن میسرۃ ابوسلمۃ ⑩، اور ہوذۃ بن خلیفہ کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں ⑪۔

۳۸۔ عمرو بن عبید التمیمی (م ۱۴۲ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے مرسل روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو داؤد الطیالسی اور عبد الصمد بن

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۳/۶ ② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۶/۷
④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۰۱/۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۹/۳ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۰۱/۶
⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۰۱/۲ ⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۰۱/۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۹/۳
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۷/۱ ⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۷۵/۱ ⑨ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۳۲/۱
⑩ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۳/۹ ⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۷

عبدالوارث نے روایت کی ہے①۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

"كتبت عنه كتابا كثيراً ثم وهبت كتابي لإبن أخي عمرو بن عبيد" ②

میں نے ان سے بہت زیادہ لکھا پھر میں نے اپنی کتاب عمرو بن عبید کے بھتیجے کو دے دی۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں: ''شاید کتاباً کبیراً (بڑی کتاب) کے الفاظ صواب ہوں''③۔

۳۹۔ لیث بن ابی سلیم (م۱۴۳ھ)

آپ نے طاؤس' مجاہد اور عطاء سے روایت کی ہے۔ آپ سے سفیان ثوری' حسن بن صالح اور شیبان بن عبدالرحمٰن نے روایت کی ہے④۔ موسیٰ بن داؤد کا بیان ہے:

"حدثتني أمة الله مولاة طاؤس قالت رأيت ليث بن ابي سليم يكتب عند طاؤس في ألواح كبار وهو يملي عليه"⑤

مجھے طاؤس کی باندی اُمۃ اللہ نے خبر دی ہے کہ میں نے لیث بن ابی سلیم کو دیکھا کہ وہ طاؤس کے سامنے بڑی بڑی تختیوں پر لکھ رہے تھے اور آپ انھیں املاء کروا رہے تھے۔

حماد بن الجعد البصری⑥ اور عبداللہ بن ادریس کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑦۔

۴۰۔ عبداللہ بن شوذب الخراسانی (م۱۴۴ھ)

آپ نے ثابت البنانی' حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ضمرۃ بن ربیعہ' ابواسحٰق الفزاری اور ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے⑧۔ ابن حنبل کا قول ہے:

"ابن شوذب من أهل بلخ نزل البصرة وسمع بها الحديث و تفقه و كتب"⑨

ابن شوذب اہل بلخ میں سے ہیں۔ بصرہ میں قیام کیا اور وہیں حدیث کا سماع کیا اور فقیہ بنے اور احادیث لکھیں۔

۴۱۔ مجالد بن سعید (م۱۴۴ھ)

آپ نے شعبی' قیس بن ابی حازم اور ابی الوادان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل' اسماعیل بن ابی

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۷۵

② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۲۷

③ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱/۲۹۶ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۴۶۵

⑤ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱/۲۶۰ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۶۵ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۵۱

⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۳۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۵

⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۵۵ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۵۵

خالد اور جریر بن حازم نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس ''کتاب السیرۃ'' تھی (۲)۔

اسماعیل بن مجالد (۳) سفیان بن عیینہ (۴) اور وہب بن جریر کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۵)۔

۴۱۔ محمد بن عمرو اللیثی (م ۱۴۴ھ)

آپ نے اپنے والد ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن اور عبیدۃ بن سفیان سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ، شعبہ اور ثوری وغیرہ نے روایت کی (۶)۔ ابن عدی کا قول ہے:

"له حديث صالح و قد حدث عنه جماعة من الثقاتِ كل واحد ينفرد عنه بنسخة" (۷)

آپ کی حدیث صالح ہے، ثقہ رواۃ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث بیان کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس اپنا اپنا علیحدہ نسخہ تھا۔

آپ اپنے تلامذہ کو (احادیث) لکھنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے: ''محمد بن عمرو نے کہا بخدا میں تمھیں اس وقت حدیث بیان نہیں کروں گا، جب تک کہ تم اسے لکھ نہ لو، مجھے ڈر ہے کہ تم حدیث بیان کرنے میں کہیں غلطی نہ کرنے لگ جاؤ۔ (۸)۔ ابن ابی عدی (۹) حماد بن الجعد البصری (۱۰) اور یزید بن زریع کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۱)۔

۴۳۔ عبدالرحمن بن حرملة (۱۴۵ھ)

آپ نے سعید بن المسیب، حنظلۃ بن علی الاسلمی اور عمرو بن شعیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، اوزاعی اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۲)۔ آپ کا بیان ہے:

"كنت سيئ الحفظ فسألت سعيد بن المسيّب فرخص لي في الكتاب" (۱۳)

میرا حافظہ اچھا نہیں تھا، چنانچہ میں نے سعید بن المسیّب سے پوچھا تو انھوں نے مجھے لکھنے کی اجازت دی۔

آپ کے پاس کتاب تھی (۱۴)۔ آپ کی یہ کتاب یحییٰ بن سعید کے پاس تھی (۱۵)۔

۴۴۔ عبید اللہ بن عمر بن حفص العمری (م ۱۴۵ ھ)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۹ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۰ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۲۷

(۴) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۲۳۳ (۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۶۱ (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۷۵

(۷) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۸۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۹/۳۷۶

(۸) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۸ ◉ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۰۲

(۹) النسائی، سنن النسائی، كتاب الطهارة، باب الفرق بين دم الحيض والإستحاضة، حدیث نمبر ۲۱۷، ص: ۲۹

(۱۰) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۳۴ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۸۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۵

(۱۱) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۲/۴۶۰ (۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۶۱۰

(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۶۱ (۱۴) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۱۶۱ (۱۵) الدولابی، الکنی والاسماء، ص: ۱/۱۹۰

آپ نے اُمِ خالدؒ اپنے والد عمر اور اپنے ماموں خبیب بن عبد الرحمٰن سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بھائی عبداللہؒ حمید الطّویل اور ایوب سختیانی نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں (۲)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱) حاتم بن اسماعیل (۳)
۲) عبداللہ بن الجراح (۴)
۳) عبداللہ بن عمر (۵)
۴) عقبہ بن خالد (۶)
۵) قاسم بن عبداللہ بن العمری (۷)
۶) نوح بن ابی مریم (۸)
۷) یحییٰ بن سعید القطان (۹)

۴۵. عمر بن محمد بن زید (م ۱۴۵ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن زیدؒ دادا زید اور والد کے چچا سالم سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بھائی عاصمؒ شعبہ اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۰)۔ اہلِ عراق نے آپ سے احادیث لکھی ہیں (۱۱)۔

۴۶. فضیل بن میسرة الازدی (م ۱۴۵ھ)

آپ نے شعبی، طاؤس اور ابی حریز سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبہؒ سعید بن ابی عروبۃ اور یزید بن زریع نے روایت کی ہے (۱۲)۔ معتمر کے پاس آپ کی کتاب تھی (۱۳)۔

۴۷. عوف بن ابی جمیله (م ۱۴۶ھ)

آپ نے ابو العالیہؒ ابو رجاء اور ابوعثمان النہدی سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۴)۔ بغداد (۱۵) ہشیم (۱۶) اور ھوذہ کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۷)۔

۴۸. محمد بن سائب الکلبی (م ۱۴۶ھ)

آپ نے اپنے بھائیوں سفیانؒ سلمہ اور ابی صالح بازام وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے ہشامؒ سفیان

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰/۷ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۵
(۳) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵ (۳) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۵
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۱۰/۳ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۳۴۴ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۶۸ (۷) ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۳
(۸) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴ (۹) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۰۴/۱
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۵/۷ (۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۶/۷ (۱۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۳۵۳/۱
(۱۳) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۸۰/۷ (۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۰/۸ (۱۵) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۵۸
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۷/۸ (۱۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۰۵/۳

ثوری اور حماد بن سلمۃ وغیرہ نے روایت کی ہے①۔ آپ کے پاس قرآن کریم کی تفسیر کی ایک کتاب تھی②۔

اس تفسیر کے بارے میں مروان بن محمد کا قول ہے:

"تفسیر الكلبی باطل"③

کلبی کی تفسیر باطل ہے۔

۴۹. محمد بن الولید الزبیدی (م ۱۴۶ھ)

آپ نے زہری، سعید المقبری اور عبدالرحمٰن بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے الاوزاعی، شعیب ابن ابی حمزہ اور آپ کے بھائی ابوبکر بن الولید نے روایت کی ہے④۔ آپ صاحب کتب تھے۔

عبداللہ بن سالم⑤ اور محمد بن حرب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑥۔

۵۰. زکریا بن ابی زائدۃ (م ۱۴۷ھ)

آپ نے ابی اسحاق السبیعی، عامر السبیعی اور فراس وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے یحییٰ، سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے⑦۔ آپ صاحب کتاب تھے⑧۔ یحییٰ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں⑨۔

۵۱. جعفر بن محمد بن علی بن الحسین (م ۱۴۸ھ)

آپ اپنے والد محمد بن علی، محمد بن المنکدر اور عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید الانصاری اور یزید بن الہاد نے روایت کی⑩۔ ابن عدی کا قول ہے۔

"ولجعفر أحاديث ونسخ و هو من ثقات الناس"⑪

جعفر صاحب احادیث اور صاحب نسخ ہیں اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔

عبداللہ بن سلمۃ الأفطس⑫ اور یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑬۔

۵۲. عبداللہ بن یزید المخزومی (م ۱۴۸ھ)

آپ نے عروۃ بن زبیر، زید ابی عیاش اور عبدالرحمٰن بن ثوبان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن ابی کثیر، مالک

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۷۸ ② ابن الندیم، الفہرست، ص: ۹۵ ③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۷۱
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۵۰۲ ⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۸ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۸۸
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۲۹ ⑧ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۵۳ ⑨ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۵۳
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۱۰۳ ⑪ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب الکمال، ص: ۵۴
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۱۰۳ ⑪ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۱۰ ⑫ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۶۹
⑬ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۶۹

اور اسماعیل بن امیہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ نے بہت سی کتب جمع کی تھیں۔ ابن حبان کا قول ہے:

"عبداللہ بن يزيد مولى الأسود بن سفيان من متقنى أهل المدينة، ممن عنىٰ بالجمع والكتبة" (۲)

عبداللہ بن یزید، اسود بن سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اہل مدینہ کے پرہیزگار لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، جنھوں نے جمع و تالیف کی طرف توجہ دی۔

۵۳. محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (م ۱۴۸ ھ)

آپ نے اپنے بھائی عیسیٰ اور بھتیجے عبداللہ اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عمران' شعبہ اور ثوری نے روایت کی ہے (۳)۔ آپ نے "مصنف" کے نام پر ایک کتاب تالیف کی تھی (۴)۔ ابن سعد کا قول ہے:

" عيسى بن المختار سمع مصنف محمد بن عبدالرحمن بن ابى ليلى " (۵)

عیسیٰ بن المختار نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی مصنف کا سماع کیا ہے۔

ابن عدی کا قول ہے:

"لابن ابى ليلىٰ حديث كثير و نسخ" (۶)

ابن ابی لیلی (محمد بن عبدالرحمٰن) کی کثیر حدیث اور نسخے ہیں۔

۵۴. هشام بن حسان القردوسی (م ۱۴۸ ھ)

آپ نے حمید بن ہلال' حسن بصری اور محمد سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عکرمۃ بن عمار' سعید بن ابی عروبہ اور شعبہ نے روایت کی ہے (۷)۔ امام ترمذی کا قول ہے:

"لإنا وجدنا غير واحد من الأئمة تكلفوا من التصنيف مالم يسبقوا اليه منهم هشام بن حسان" (۸)

ہم نے بہت سے ایسے ائمہ پائے ہیں جنھوں نے تصنیف و تالیف میں صعوبت اٹھائی ان سے کسی نے بھی سبقت نہیں کی ان میں سے ہشام بن حسان ہیں۔

درج ذیل علماء کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱) ابو جزی القصاب (۹)　　۲) ابوعوانۃ (۱۰)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۸۲/۶　(۲) ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۳۷　(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۳۰۱/۹
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۲۲۹/۸　(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۲۶۴/۶　(۶) ابن عدی، الکامل ص: ۶۶/۳
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۳۴/۱۱　(۸) الذہبی، میزان الاعتدال ص: ۲۹۸/۴　(۹) ابن حبان، المجروحین ص: ۱۱۵
(۱۰) ابن حبان، المجروحین ص: ۱۱۵

۳) اسماعیل بن علیۃ (۱) ۔ ۴) روح بن عبادۃ (۲)
۵) سلام بن مطیع (۳) ۔ ۶) عثمان بن عمر (۴)
۷) ہارون بن ابی عیسیٰ (۵) ۔ ۸) یزید بن زریع (۶)

۵۵. عمرو بن الحارث الأنصاری (م ۱۴۹ ھ)

آپ نے اپنے والد الحارث، سالم ابی النضر اور زہری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مجاہد بن جبیر، صالح بن کیسان اور قتادہ نے روایت کی ہے (۷)۔ آپ صاحبِ کتاب تھے (۸)۔ ابن وہب کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ حویطی نے ابن وہب سے کہا:

"تحمل معك كتاب يونس و عمرو بن الحارث لننظر فيهما فلما قدم قال للحويطي يا قرشي قد حملت كتاب يونس و كتاب عمرو" (۹)

تم اپنے ساتھ یونس اور عمرو بن الحارث کی کتاب اٹھا لاؤ تا کہ ہم ان دونوں کو دیکھ سکیں جب (ابن وہب) آئے تو حویطی سے کہا اے قرشی میں یونس اور عمرو کی کتاب اپنے ساتھ لایا ہوں۔

علی بن المدینی کے پاس بھی آپ کی کتاب تھی۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن وہب نے کہا:

"هات كتاب عمرو بن الحارث حتى أقراءه عليك..." (۱۰)

عمرو بن الحارث کی کتاب لاؤ تا کہ میں اسے تجھے پڑھ کر سناؤں۔

علاوہ ازیں ابن مہدی نے ابن وہب سے عمرو بن الحارث کی احادیث لکھی تھیں (۱۱)۔

۵۶. احمد بن حازم المصری (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور آپ سے بہت سے علماء نے روایت کی ہے (۱۲)۔

امام ذہبی کا قول ہے: "آپ سے ابن لہیعۃ اور واقدی نے درست روایات نقل کی ہیں اور آپ کا ایک مشہور نسخہ ہے۔ جسے ہم نے سنا ہے" (۱۳)۔

۵۷. ایوب بن خوط (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے قتادۃ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ اور لیث بن ابی سلیم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے الحسین ابی واقد، محمد بن مصعب

(۱) ابن حبان، المجروحین، ص:۱۱۵ (۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۴۰۴ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۰۹ (۳) ابن حبان، المجروحین، ص:۱۱۵
(۴) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۰۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۴۰۴ (۵) ابن حبان، المجروحین، ص:۱۱۵ (۶) ابن حبان، المجروحین، ص:۱۱۵
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۱۴ (۸) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۵۲ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۰۶ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۱۵۲
(۹) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۵۲ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۰۶ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۱۵۲ (۱۰) الخطیب، الکفایہ، ص:۱۵۲
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۱۵ (۱۲) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۳۶ (۱۳) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۳۶

اور حفص بن عبدالرحمٰن وغیرہ نے روایت کی ہے (1)۔ آپ صاحب کتاب تھے (2)۔ حسین بن واقد کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (3)۔

۵۸. جعفربن برقان الکلابی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے یزید بن الاصم' زہری اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے حصین بن نمیر الہمدانی' مسلم بن سعید اور سلیمان التیمی نے روایت کی ہے (4)۔ مسکین بن بکیر کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (5)۔

۵۹. حسن بن دینا رابو سعید التمیمی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے ابن سیرین' حسن بصری' اور حمید بن ہلال وغیرہ نے روایت کی ہے اور آپ سے شیبان نحوی' حماد بن زید اور ثوری نے روایت کی ہے (6)۔ آپ کے بارے میں عبداللہ بن المبارک کا قول ہے:

"وہ قدریہ جیسی رائے رکھتے تھے اور اپنی کتب اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں جاتے اور انھیں سامنے رکھ کر احادیث بیان کرتے اور انھیں احادیث زبانی یاد نہیں تھیں (7)۔

۶۰. حسین بن قیس ابو علی الرحبی (م۱۵۰ھ)

آپ نے عکرمہ، عطاء بن رباح اور علباء بن احمر سے روایت کی ہے اور آپ سے حصین بن نمیر الہمدانی' مسلم بن سعید اور سلیمان التیمی نے روایت کی ہے (8)۔ آپ صاحب کتاب تھے (9)۔ علی بن عاصم کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی (10)۔

۶۱. حفص بن غیلان الهمدانی (م۱۵۰ھ)

آپ نے مکحول سلمان بن موسیٰ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے ہشام بن الخاز' عمر بن ابی سلمہ اور ولید بن مسلم نے روایت کی ہے (11)۔ ابن عدی کا بیان ہے:

"آپ کے پاس کثیر احادیث تھیں۔ آپ کے تلامذہ آپ سے ایک نسخہ روایت کرتے تھے۔" (12)

۶۲. حوشب بن عقیل العبدی (م۱۵۰ھ)

آپ نے حسن بصری' قتادہ اور اپنے والد عقیل سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع' ابن مہدی اور ابو داؤد نے روایت کی

---

(1) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۴۰۲ (2) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱/۴۰۲ (3) ابن حبان، الثقات، ص: ۴۳۸
(4) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۸۶ (5) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۱۳ (6) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۷۵
(7) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۴۸۹ (8) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۶۴ (9) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۷۰
(10) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۷۰ (11) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۴ ◉ ابن حجر، تہذیب، ص: ۲/۴۱۸ (12) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۷۳

ہے ①۔آپ صاحبِ کتب تھے ②۔سلیمان التیمی ③ اور ہشام بن حسان کے پاس آپ کی مرویات جمع تھیں ④۔

۶۳. زیاد بن سعد الخرسانی (م۱۵۰ھ)

آپ نے زہری، ثابت بن عیاض اور ابی الزناد سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک، ابن جریج اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے ⑤۔آپ صاحبِ کتب تھے ⑥۔عبدالرزاق کا قول ہے:

"شهدت زمعة يعرض كتب زياد على معمر". ⑦

میں نے زمعہ کو دیکھا کہ وہ زیاد کی کتب معمر کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

"كان لا يأخذ الحديث إلا إملاء." ⑧

آپ صرف لکھی ہوئی حدیث ہی قبول کرتے تھے۔

۶۴. عاصم بن رجاء بن حیوة الکندی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے اپنے والد رجاء بن حیوۃ، قاسم بن عبدالرحمٰن اور داؤد بن جمیل سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش، عثمان بن فائد اور وکیع نے روایت کی ہے ⑨۔ابن حبان کا قول ہے:

"قدم العراق فكتب عنه العراقيون" ⑩

آپ عراق آئے اور اہل عراق نے آپ سے (احادیث) لکھیں۔

۶۵. عبد اللہ بن زیاد المخزومی (م۱۵۰ھ)

آپ نے مجاہد بن جبیر، زہری اور زید بن اسلم سے روایت کی ہے اور آپ سے روح بن قاسم، عبدالرزاق اور عبداللہ بن وہب نے روایت کی ہے ⑪۔ آپ صاحبِ کتب تھے ⑫۔سعید بن عبدالعزیز کا قول ہے:

"قدم عليهم ابن سمعان فأخرج إليهم كتبه.................." ⑬

ابن سمعان ان کے پاس گئے اور انھوں نے اپنی کتب نکالیں۔......

ولید بن مسلم نے آپ کی احادیث لکھی تھیں ⑭۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۶۵
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۷
③ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۰۱
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۷
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۶۹
⑥ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۱۷
⑦ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۱۷
⑧ الدولابی، الکنی والاسماء، ص:۱/۷
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۴۱
⑩ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۸۳
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۱۹
⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۴۵۶
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۲۰
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۶۱
⑬ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۴۵۸
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۶۱
⑭ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۴۲۳

۶۲۔ عبد الملك بن عبد العزيز' ابن جريج (م۱۵۰ھ)

آپ نے میمون بن مہران' اپنے والد عبدالعزیز اور عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں عبدالعزیز و محمد، اوزاعی اور لیث وغیرہ نے روایت کی ہے [1]۔ آپ کا قول ہے:

"فلزمت عطاء سبع عشرة سنة" [2]

میں نے سترہ برس عطاء کو (علم کے لیے) لازم پکڑا۔

آپ نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں [3]۔ انھی کتب کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے:

"كنا نسمي كتب ابن جريج كتب الأمانة"۔ [4]

ہم ابن جریج کی کتب کو امانت کی کتب کہا کرتے تھے۔

آپ ابو جعفر کے پاس گئے اور انھیں کہا:

"إني قد جمعت حديث جدك عبدالله بن عباس وما جمعه أحد جمعي"۔ [5]

میں نے تمھارے دادا عبداللہ بن عباس کی احادیث جمع کی ہیں۔یقیناً کسی نے میری طرح انھیں (احادیث کو) جمع نہیں کیا ہے۔

بلکہ آپ نے سب سے پہلے کتب تصنیف کی ہیں [6]۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں [7]:

۱) کتاب السنن
۲) کتاب الحج [8]
۳) کتاب التفسیر [9]
۴) کتاب الجامع [10]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

(۱) ابن لہیعۃ [11]
(۲) ابن المبارک [12]
(۳) حجاج بن محمد الأعور [13]
(۴) خالد بن نزار الأیلی [14]

ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۴۰۵ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۲/۳۰۰ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۱
الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۰ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۱/۳۴۴،۳/۲۳۹
ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۳/۲۳۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۴
ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۲/۳۱۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۰
الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۶/۳۲۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۶۱۱ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۲/۳۱۱
ابن الندیم، الفہرست، ص:۱/۳۱۴ ⑧ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۸
ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۳۷ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۲۳۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۰۵
ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۴۴ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص:۲/۱۷۱ ⑪ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۹
الرازی، تقدمۃ الجرح و التعدیل، ص:۶۳ ⑬ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۴۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۲۳۷
الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۰ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۷۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۹۷

(۵) روح بن عبادة (۱) (۶) سعید بن سالم (۲)

(۷) سفیان ثوری (۳) (۸) سلیمان بن مجالد (۴)

(۹) صدقة بن عبداللہ (۵) (۱۰) عبداللہ بن الحارث المخزومی (۶)

(۱۱) عبدالمجید بن عبدالعزیز (۷) (۱۲) مسلم بن خالد (۸)

(۱۳) معاذ بن معاذ (۹) (۱۴) نوح بن ابی مریم (۱۰)

(۱۵) ہشام بن یوسف (۱۱) (۱۶) ہوذہ بن خلیفہ (۱۲)

(۱۷) یحییٰ بن سعید القطان (۱۳)

۶۷. عتبہ بن حمید الضبی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے عکرمہ، عبادة بن نسی اور خالد الحذاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عبدالرحمٰن بن زیاد، اسماعیل بن عباس اور ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۴)۔ احمدؒ بن حنبل بیان کرتے ہیں: ''آپ اہلِ بصرہ میں سے تھے، اور انھوں نے بہت سی احادیث لکھی ہیں (۱۵)۔

۶۸. عثمان بن الأسود المکی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے سعید بن جبیر، سالم بن عبداللہ اور ابن ابی ملیکة وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوری، عبداللہ بن ادریس اور صدقة بن خالد وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۶)۔ آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا جس پر احادیث مبارکہ لکھی ہوئی تھیں اور اس سے آپ اپنے تلامذہ کو املاء کروایا کرتے تھے (۱۷)۔

---

(۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۴۹۸ (۲) الشافعی، الرسالة، ص: ۷ (۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۱/ ۳۴۷

(۴) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۳۴۹ (۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/ ۳۱۰ (۶) الشافعی، الرسالة، ص: ۷

(۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۶۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۹۷ ◉ الحاکم، المستدرک، ص: ۲/ ۱۶۹

◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۲۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/ ۶۴۹ ◉ الشافعی، الرسالة، ص: ۷

(۸) الشافعی، الرسالة، ص: ۷ (۹) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/ ۳۷۰ (۱۰) الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۴

(۱۱) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/ ۱۱۹ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۵۶ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۴ ◉ الحاکم، المدخل، ص: ۳۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۵۷

(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۸۰ (۱۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۳۸ (۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۹۶

(۱۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۳۷۰ (۱۶) الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۱۹ ◉ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۱۰۷

(۱۷) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۰۰

۶۹. عطاف بن خالد (م ۱۵۰ ھ)

آپ سے مریم، ابو قتیبہ نے روایت کی ہے(۱)۔

آپ صاحبِ کتاب تھے۔ امام احمد حنبل فرماتے ہیں:

"ھو صحیح الکتاب"(۲)

آپ کی کتاب صحیح ہے۔

مخلد بن مالک کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں(۳)۔

۷۰. محمد بن میسرة ابو مسلمة البصری (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے قتادة، عمرو بن دینار، زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور حماد بن یزید نے روایت کی ہے(۴)۔ ابراہیم بن طہمان ان سے ایک طویل نسخہ نقل کیا ہے جس میں تقریباً ایک سو احادیث تھیں(۵)۔

معاذ بن معاذ(۶) اور یحییٰ بن سعید کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھی(۷)۔

۷۱. معاویہ بن یحییٰ الدمشقی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے مکحول، ابن شہاب زہری اور یونس بن میسرہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ولید بن موسیٰ، محمد بن شعیب اور محمد بن الحسن نے روایت کی ہے(۸)۔ ابن حبان بیان کرتے ہیں: ''آپ کتب خریدا کرتے اور پھر ان سے احادیث بیان کیا کرتے تھے''(۹)۔ اسحاق رازی(۱۰) شعیب(۱۱) ہقل بن زیاد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں(۱۲)۔

۷۲. مقاتل بن سلیمان الأزدی الخراسانی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے نافع، ابن شہاب زہری اور ضحاک سے روایت کی ہے اور آپ سے رقبہ بن الوحید، سعد بن الصلت اور اسماعیل بن عیاش وغیرہ نے روایت کی ہے(۱۳)۔ آپ کے پاس تفسیر کی کتاب تھی۔ ہذیل بن حبیب نے آپ کی اسی کتاب (تفسیر) سے روایت کی ہے(۱۴)۔ محمود بن آدم بیان کرتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں وکیع کی مجلس میں حاضر تھا جہاں مقاتل کی کتاب (تفسیر) کے بارے میں پوچھا

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۲۳ (۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۳۳۶

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۷۷ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۳۳۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۶۹

(۴) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳

(۵) الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳

(۶) الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳

(۷) الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۱۹

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۱۳۸ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۰

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۰ (۱۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۸۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۱۹

(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۸۴ (۱۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۴/۷۸

گیا تو آپ نے کہا کہ اس کا اعتبار نہ کرو میں نے سوال کیا تو میں اس کا کیا کروں؟ تو آپ نے کہا اسے دفن کر دیں''①۔

۷۳. میمون بن موسیٰ البصری (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے حسن بصری، اپنے والد (یعنی موسیٰ البصری) اور خالد الجدی سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے موسیٰ، حماد بن سلمۃ اور وکیع نے روایت کی ہے②۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ ابو الولید الطیالسی کا قول ہے: ''میمون نے ہمیں ایک کتاب دکھائی اور کہنے لگے کہ اگر تم چاہو تو میں تمھیں اس کتاب سے حدیث بیان کرتا ہوں''③۔

۷۴. ھارون بن سعد العجلی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے ابی حازم الاشجعی، ابی اسحق السبیعی اور ابی الضحیٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے شعبہ، ثوری، شریک وغیرہ نے روایت کی ہے④۔ ابن ابی حاتم بیان کا ہے کہ ''ایک مرتبہ آپ ابراہیم بن عبداللہ بن الحسن کے ساتھ نکلے، جب ابراہیم کو شکست ہوئی تو آپ ''واسط'' چلے آئے اور اہل واسط نے آپ سے احادیث لکھیں⑤۔

۷۵. واسط بنِ الحارث بن حوشب (م۱۵۰ھ)

آپ نے قتادہ، عطاء، نافع اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے⑥۔ ابن حبان کا قول ہے: "ان (واسط) سے عبداللہ بن خراش بن حوشب نے ایک ''مستقیم نسخہ'' روایت کیا ہے جو حدیثِ اثبات کے مشابہ ہے"⑦

۷۶. یوسف بن صھیب الکوفی (م۱۵۰ھ)

آپ نے شعبی، ابن بریدہ اور حبیب بن یسار اور تابعین کی جماعت سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر، معتمر اور عبداللہ نے روایت کی ہے⑧۔ احمد بن حنبل کا قول ہے: ''یوسف بن صہیب کی احادیث مصعب بن سلام پر منقلب ہوں گی، چنانچہ انھوں نے ان (احادیث) کو زبرقان السراج سے روایت کرنا شروع کر دیا⑨۔

۷۷. حنظلہ بن ابی سفیان الجمحی (م ۱۵۱ ھ)

آپ نے سالم بن عبداللہ، طاؤس اور عکرمۃ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ثوری، حماد اور ابن المبارک وغیرہ نے روایت

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۳۵۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۳۹۲ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۳۹۳
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶
⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۹۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۱۴۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/:
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ؟ ⑦ ابن حبان، الثقات، ص:۶۲۳
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۴۱۵ ⑨ ابن حنبل، العلل، ومعرفۃ الرجال ص:۱۶۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۶۱

کی ہے①۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے: ''کان عند حنظله کتاب''②(حنظلہ کے پاس کتاب تھی)۔

۷۸. هشام بن سنبر الدستوائی (م ۱۵۲ ھ)

آپ نے قتادۃ' یونس الاسکاف اور ابی الزبیر سے روایت کی ہے۔ اور ان سے آپ کے بیٹوں عبد اللہ' معاذ اور اس کے علاوہ شعبہ نے روایت کی ہے③۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **اسماعیل بن علیہ:** امام احمد بن حنبل نے ابن علیہ کی کتاب جو انھوں نے ہشام سے روایت کی تھی عمدہ قرار دی ہے④۔

۲۔ **عبدالوهاب بن عطاء الخفاف:** عبد الوہاب نے جب ہشام الدستوائی کی احادیث بیان کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی کتاب یحییٰ بن سعید کو دیکھنے کے لیے دے دی تھی⑤۔

۳۔ **معاذ بن ہشام الدستوائی:** معاذ بن ہشام نے ایک مرتبہ اپنے باپ (ہشام بن سنبر) کی کتب نکالیں اور کہنے لگے یہ احادیث میں نے ان سے سنی ہیں اور یہ نہیں سنی⑥۔

۷۹. واصل بن عبدالرحمن ابو حرة (م۱۵۲ھ)

آپ نے عکرمۃ' حسن اور ابن سیرین سے روایت کی ہے، اور آپ سے حماد بن سلمۃ' ہشیم اور ابن مہدی نے روایت کی ہے⑦۔ علی بن المدینی نے بیان کیا ہے:

"كتب عنه يحيىٰ بن سعيد القطان أحاديث يسيرة"⑧

ان (واصل بن عبدالرحمٰن) سے یحییٰ بن سعید القطان نے تھوڑی سی احادیث لکھی ہیں۔

۸۰. اسامه بن زيد الليثي (م۱۵۳ ھ)

آپ نے زہری' نافع' اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید القطان' ابن مبارک اور ثوری نے روایت کی ہے⑨۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ حافظ ابن حجر نے ابن حبان کا قول نقل کیا ہے:

"مستقيم الأمر صحيح الكتاب"⑩

آپ درست معاملہ اور صحیح کتاب والے ہیں۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۱/۳

② ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۴۰/۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۴۱/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۱/۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۷/۱۰ ④ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۷/۱ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۸۱/۲

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۷/۱۰ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۳/۱۱ ⑧ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۵۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۸/۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۸/۱

یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات محفوظ تھیں

ابن وھب (۴) عثمان بن عمر (۵)، یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات محفوظ تھیں (۶)۔

۸۱. حسن بن عمارة ابو محمد الكوفی (م ۱۵۳ ھ)

آپ نے یزید بن ابی مریم' حبیب بن ابی ثابت' ابن ابی ملیکہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔اور آپ سے سفیان ثوری' سفیان ابن عیینہ' عبد الحمید بن عبد الرحمٰن وغیرہ نے روایت کی ہے (۴)۔مصعب بن سلام (۵)، وکیع (۱) اور ایک مجہول شخص کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۷)۔

۸۲. شقيق بن ابراهيم البلخی (م ۱۵۳ ھ)

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

"له كتاب فی الزهد" (۸)

ان کی زہد کے بارے میں ایک کتاب ہے۔

۸۳. عبد الرحمن بن يزيد الأزدی (م۱۵۳ھ)

آپ نے مکحول' زہری اور عطیۃ بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے ان کے فرزند عبد اللہ' صدقہ بن المبارک اور عمر بن عبد الوحید نے روایت کی (۹)۔امام بخاری نے ولید کا قول نقل کیا ہے:

"كان عند عبد الرحمن كتاب سمعه وكتاب آخر لم يسمعه" (۱۰)

عبد الرحمٰن کے پاس ایک کتاب تھی جس کا آپ نے سماع کیا تھا اور ایک دوسری کتاب تھی جس کا آپ نے سماع نہیں کیا تھا۔

۸۴. عمر بن ذر الهمدانی (م۱۵۳ھ)

آپ نے سعید بن جبیر' اپنے والد ذر اور ابی وائل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابان بن ثعلب' ابو حنیفہ اور ابن عیینہ سے روایت کی ہے (۱۱)۔معروف بن حسان نے آپ سے ایک طویل نسخہ روایت کیا ہے (۱۲)۔سفیان بن سعید ثوری نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (۱۳)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/ ۲۰۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/ ۱۴۳

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ص:۲/ ۲۲۸ (۳) ابن حبان، الثقات، ص:۷/ ۴۰

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/ ۳۰۴ (۵) ابن حنبل، العلل، ومعرفۃ الرجال، ص:۱۶۳ (۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/ ۵۱۵

(۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/ ۵۱۴ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص:۱۱ (۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/ ۱۸۸

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/ ۱۹۷ (۱۰) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/ ۳۶۵ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۷۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/ ۵۹۹

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/ ۴۴۴ (۱۲) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/ ۱۴۳ (۱۳) ابن الجعد، مسند، ص:۲۳۳

۸۵. معمر بن راشد الأزدی (م ۱۵۳ ھ)

آپ نے ثابت البنانی قتادۃ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے استاد یحییٰ بن ابی کثیر اور ابو اسحٰق' ایوب نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ نے احادیث لکھیں اور کتب تصنیف کیں۔ ابن الندیم کا قول ہے:

"وله من الكتب كتاب المغازی" (۲)

آپ کی کتب میں سے کتاب المغازی ہے۔

اسی طرح آپ کی کتاب ''التفسیر'' (۳) اور ''الجامع'' کے نام سے مشہور ہے (۴)۔

درج ذیل حضرات کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ **عبداللہ بن المبارک** (۵)

۲۔ رباح: عبدالرزاق کا قول ہے: ''مجھے رباح نے بتایا کہ انھوں نے معمر کی کتاب، جو ابوبکر سے مروی ہے، میں پایا (۶)۔

۳۔ **عبدالرزاق**: آپ کا قول ہے کہ: ''میں نے معمر سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں (۷)۔

۴۔ **مطرف بن مازن** (۸)

۵۔ **ہشام بن یوسف** (۹)

۶۔ **یحییٰ بن الیمان**: معمر نے بیان کیا ہے: ''ایک مرتبہ میں یحییٰ بن الیمان کے ہاں ان سے احادیث سننے کی غرض سے گیا، میں نے انھیں احادیث بیان کرنا شروع کر دیں۔ جب میں واپس جانے لگا تو مجھے کہنے لگے میرے لیے فلاں فلاں حدیث لکھو۔ میں نے کہا اے ابونصر آپ حدیث کی کتابت کو مکروہ نہیں جانتے ہیں؟ کہنے لگے انھیں لکھ لو اگر تم نے انھیں لکھا نہیں گویا تم نے انھیں ضائع کر دیا یا تم نے غلطی کی ہے (۱۰)۔

۸۶. ثور بن یزید الکلاعی الکندی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے مکحول' رجا اور عطاء سے روایت کی ہے، اور آپ سے صفوان بن عیسیٰ الخربی، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے (۱۱)۔ آپ کے پاس احادیث لکھی ہوئی تھیں جنھیں سفیان ثوری (۱۲)، اہل عراق (۱۳)، اور یحییٰ بن سعید القطان نے لکھی تھیں (۱۴)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۵۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۴۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص۴/۲۵۶

(۲) ابن الندیم، الفہرست، ص:۹۴ (۳) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۷۷، ۳ (۴) الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص:۴۱ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص:۱۲۹

(۵) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۷۷، ۳ (۶) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۲۵۳ (۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۵۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۱

(۸) ابن حبان المجروحین، ص:۲۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۳۱۴ (۹) ابن حبان المجروحین، ص:۲۴ ◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۸۸

(۱۰) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵ (۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۵ (۱۲) ابن حبان، الثقات، ص:۲۰ ◉ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ص:۱۴۲

(۱۳) ابن حبان، الثقات، ص:۴۲۰ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۸۱ (۱۴) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۹۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۳

۸۷۔ سالم بن عبداللہ الخیاط البصری (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے حسن بصری، عطاء، ابن ابی ملیکۃ اور دوسرے اصحاب سے روایت سے کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، زہیر بن محمد اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے (۱)۔ زہیر بن محمد الخراسانی (۲) اور الولید نے آپ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے (۳)۔

۸۸۔ سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے قتادہ، نضر بن انس اور حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش شعبہ اور عبدالاعلیٰ نے روایت کی ہے (۴)۔

مسند احمد اور دوسری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قتادہ سے احادیث لکھیں اور آپ کے پاس قتادہ سے منقول شدہ کتب حدیث تھیں (۵)۔ آپ کے بارے میں منقول ہے:

"هو أول من صنف الأبواب بالبصرة" (۶)

بصرہ میں آپ نے سب سے پہلے ابواب تصنیف کیے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں "وله مصنفات كثيرة" (۷)

اور ان (سعید بن ابی عروبہ) کی بہت سی تصنیفات ہیں۔

سعید بن ابی عروبہ کی بہت زیادہ کتب تھیں جن میں سے تفسیر القرآن (۸)، کتاب السنن (۹)، کتاب المناسک (۱۰)، کتاب النکاح (۱۱)، کتاب الطلاق قابل ذکر ہیں (۱۲)۔ آپ اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے (۱۳)۔ اور عبدالوہاب آپ کی املاء لکھا کرتے تھے (۱۴)۔ ابراہیم بن صدقہ (۱۵)، اسماعیل بن ابراہیم (۱۶)، ابن ابی عدی (۱۷)، روح بن عبادۃ (۱۸)، صدقہ بن عبداللہ السمین (۱۹)، عبدالاعلیٰ الشامی (۲۰)، عبدالوھاب بن عطاء الخفاف (۲۱)، عمر بن حماد بن سعید (۲۲)، عمران القصیر (۲۳)، غندر (۲۴)، مسلم بن ابراہیم (۲۵) اور مغیرہ بن موسیٰ البصری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں تھیں (۲۶)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۳/۴۳۹ (۲) ابن عدی، الکامل، ص:۲/۳۰ (۳) ابن عدی، الکامل، ص:۲/۳۰ (۴) ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۴/۶۵

(۵) ابن عدی، الکامل، ص:۲/۳۰ (۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۷ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۴۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۵۱

(۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۵۱ (۸) ابن حنبل، العلل، ومعرفۃ الرجال، ص:۱۶۶ (۹) ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۷

(۱۰) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۵۱ (۱۱) ابن حجر، فتح الباری، ص:۹/۴۶۴ (۱۲) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۹۲ (۱۳) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۴۱۲

(۱۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۲۲ (۱۵) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۹۲ (۱۶) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۴۱۲ (۱۷) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۴۱۲

(۱۸) ابن حنبل، المسند، ص:۵/۱۰ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱۲۶

(۱۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۴۲۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۳۱۰ (۲۰) ابن عدی، الکامل، ص:۲/۴۹

(۲۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۷۶ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۴۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۲۲ ◉ احمد بن حنبل، المسند، ص:۳/۲۳۲

(۲۲) ابن حبان، المجروحین، ص:۱۵۳ (۲۳) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۴۴ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۱۳

(۲۴) ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۴/۶۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۴۸ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۲/۴۸

(۲۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۵۲ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲/۴۸

(۲۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۶۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۲۳۰

۸۹. صفوان بن عمرو الضبی الصغیر (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے علی بن عیاش، بشیر بن شعیب اور عبد الوہاب سے روایت کی ہے اور آپ سے نسائی، محمد بن عبد اللہ اور مکحول نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

"ایک دفعہ نعیم بن حماد نے بقیہ بن الولید سے صفوان کی کتاب طلب کی۔ تو بقیہ نے کہا یہ لیجئے! صفوان کی کتاب (۲)"

۹۰. عمر بن ابراھیم العبدی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے قتادہ، مطر الوراق اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ان کے بیٹے خلیل اور عباد بن عوام، عبد الصمد بن عبد الوارث نے روایت کی ہے (۳)۔

عبد الصمد کا قول ہے: "عمر بن ابراہیم نے ایک مرتبہ ہمارے سامنے تختی پر لکھی ہوئی ایک کتاب نکالی (۴)"۔

۹۱. قرة بن خالد السدوسی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے محمد بن سیرین، حمید بن حلال اور حسن سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، یحییٰ بن سعید اور ابن مہدی نے روایت کی ہے (۵)۔ امام حاکم نے بیان کیا ہے کہ: ''علی ابو نصر کے پاس قرة بن خالد السدوسی سے روایت کردہ ایک کتاب تھی (۶)۔

امام شعبہ کا قول ہے:

"أنظروا عمن تكتبون، أكتبوا عن قرة بن خالد و سليمان بن المغيرة" (۷)

جن لوگوں سے تم احادیث لکھتے ہو انھیں دیکھ بھال لیا کرو۔ تم قرة بن خالد اور سلیمان بن المغیرۃ سے احادیث لکھا کرو۔

۹۲. کثیر بن عبداللہ المدنی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے اپنے والد عبد اللہ، محمد بن کعب اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید، ابو اویس اور عبد اللہ بن وہب نے روایت کی ہے (۸)۔ ابن حبان نے بیان کیا ہے:

"روى عن أبيه عن جده بنسخة موضوعة لايحل ذكرها فى الكتب" (۹)

آپ نے اپنے باپ اور دادا سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کا کتب میں ذکر کرنا جائز نہیں۔

امام حاکم کا قول ہے کہ: ''آپ نے اپنے باپ اور انھوں نے ان کے دادا سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس میں منکر روایات

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۴۲۹
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۴۷۵
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۲۵
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۲۶
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۷۱
(۶) الحاکم، المستدرک ص: ۱/۱۶۱
(۷) ابن حبان، المجروحین، ص: ۲۷
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۴۲۱
(۹) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۹۱

ہیں"①۔امام مالک کا بیان ہے: "کثیر بن عبداللہ المزنی نے میری طرف اپنے باپ دادا سے روایت کردہ ایک حدیث لکھ کر بھیجی"②

ان مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس حدیث کا ایک نسخہ تھا اگرچہ وہ اس درجے کا نہیں تھا جسے بغیر کسی تحقیق کے بیان کیا جائے۔

۹۳. محمد بن عبید اللہ العزرمی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے عطاء نافع اور مکحول سے روایت کی ہے، اور آپ سے خود آپ کے بیٹے عبد الرحمٰن، شعبہ، ثوری نے روایت کی ہے③۔ ابن سعد ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کان قد سمع سماعا کثیرا و کتب و دفن کتبه فلما کان بعد ذلك حدث وقد ذهبت کتبه فضعف الناس حدیثه لهذا المعنی"④

انھوں (محمد بن عبید اللہ) نے علم حدیث کا سماع بہت زیادہ کیا اور (احادیث) لکھی اور آپ نے اپنی کتب دفن کر دی۔اس کے بعد جب آپ حدیث بیان کرتے تو لوگ آپ کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے (کیونکہ آپ کے پاس کتب نہ تھیں)۔

آپ کے بیٹے اور بھتیجے نے ان سے ایک نسخہ روایت کیا ہے⑤۔

۹۴. مسعر بن کدام (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے ابو بکر بن عمارۃ' عطاء اور عبد الجبار بن وائل سے روایت کی ہے اور ان سے اسحٰق' سلیمان التیمی' شعبہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے⑥۔آپ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی جو درج ذیل اصحاب کے پاس تھی:

۱۔**ابو نعیم**: ابن نفیل الحرانی کہتے ہیں کہ "ابو قتادہ نے مجھے ابو نعیم کی کتاب دی' جسے انھوں نے مسعر سے روایت کیا۔"⑦

۲۔**حفص بن غیاث**: ابن ابی حاتم، محمد بن عبد العزیز الدینوری سے روایت کرتے ہیں:

"کتب عن ابی أحادیث عمر بن حفص بن غیاث عن أبیه عن مسعر...."⑧

انھوں نے میرے والد سے عمر بن حفص بن غیاث کی احادیث لکھیں۔ جسے انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے مسعر سے روایت کیا ہے۔

۳۔ **محمد بن بشیر**: آپ کا قول ہے: "کان عند مسعر نحو ألف حدیث فکتبتها سوی عشرة"⑨

مسعر کے پاس تقریباً ایک ہزار احادیث تھیں دس احادیث کے علاوہ جنھیں میں نے لکھ لیا تھا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۴۵۳ ② الخطیب، الکفایہ، ص:۳۴۳ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۲۳
④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۵۵ ● ابن حبان، المجروحین، ص:۱۹۸ ● ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۳۷
● الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۶۳۶ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۲۳
⑤ ابن عدی، الکامل، ص:۳/۲۸ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۱۳ ⑦ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۱۹۲
⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۸ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۶۹

۴۔ **محمد بن عبید**: ابن المدینی کا قول ہے:

"أعطانا محمد بن عبيد كتابه عن مسعر فنسخناه"(۱)

محمد بن عبید نے ہمیں اپنی کتاب جسے انھوں نے مسعر سے روایت کیا ہے۔ جسے ہم نے لکھ لیا۔

۵۔ **قاسم بن غصن**: ابن عدی نے بیان کیا ہے:

"روى عنه بنسخة مستقيمة"(۲)

انھوں (قاسم) نے مسعر سے ایک مستقیم نسخہ روایت کیا ہے۔

۹۵. ابن ابی ذئب محمد عبد الرحمن (م ۱۵۸ ھ)

آپ نے مغیرہ، حارث بن عبد الرحمٰن اور عبد اللہ بن سائب سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، معمر اور سعد بن ابراہیم نے روایت کی ہے(۳)۔ ابن الندیم نے آپ کی بہت سی کتب گنوائی ہیں:

"له من الكتب كتاب السنن ويحتوى على الفقه مثل صلاة وطهارة وصيام وزكاة ومناسك وغير ذلك"(۴)

آپ کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے کتاب السنن ہے جو فقہ پر مشتمل ہے مثلاً نماز، طہارت، روزے، زکوۃ، حج وغیرہ۔

خطیب بغدادی نے آپ کی ایک کتاب "الموطا" بھی بیان کی ہے(۵)۔ ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں: "لیکن یہ واضح نہیں کیا کہ یہ "الموطا" وہی "کتاب السنن" ہے جس کا تذکرہ ابن الندیم نے کیا ہے، یا کوئی دوسری کتاب ہے"(۶)۔ تاہم حمیدی نے بھی ابن ابی ذئب کی "موطا" کا تذکرہ کیا ہے(۷)۔ جبکہ علامہ الذہبی کا بیان ہے:

"كان يحفظ حديثه ولم يكن له كتاب"(۸)

آپ کو اپنی احادیث یاد تھیں آپ کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ روح بن عبادۃ(۹)
۲۔ عبد اللہ بن سلمۃ الافطس(۱۰)
۳۔ عبد اللہ بن نافع(۱۱)
۴۔ عبد الوہاب بن الخفاف(۱۲)
۵۔ لیث بن سعد(۱۳)
۶۔ یحییٰ بن سعید(۱۴)

---

(۱) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۶۹
(۲) ابن عدی، الکامل، ص:۳/۴
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۰۶
(۴) ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۵
(۵) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص۱۸۸أ
(۶) الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱/۳۰۶
(۷) الحمیدی، جذوۃ المقتبس، ص:۳۴۴
(۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۳
(۹) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۴۰۴
(۱۰) ابن ابی حاتم، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۴۸
(۱۱) ابو داؤد، سنن ابی داؤد، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، حدیث نمبر۲۰۴۲، ص:۲۹۵
(۱۲) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۰۹
(۱۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۸۶؛
(۱۴) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۴۸
◉ ابن الجعد، المسند، ص:۳۷۶

۹۶. الأوزاعی عبد الرحمان بن عمرو (م ۱۵۸ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، قاسم بن مخیمرۃ، یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ بہت سی کتب کے مؤلف تھے ②، عبد الرزاق بیان کرتے ہیں:

"صنف الأوزاعی حین قدم علی یحییٰ بن ابی کثیر کتبه" ③

اوزاعی جب یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس آئے تو آپ نے بہت سی کتب تصنیف کیں۔

ولید بن مسلم کا قول ہے:

"کان الأوزاعی یعطی کتبه اذا کان فیها لحن لمن یصلحها" ④

اوزاعی اپنی کتب کی غلطیاں درست کروانے کے لیے دیا کرتے تھے۔

ابو مسہر، عباس بن الولید سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

"لقد حرصت علی جمع علم الأوزاعی، حتی کتبت عن اسماعیل بن سماعة ثلاثة عشر کتاباً حتی لقیت أباك فوجدت عنده علما لمن یکن عند القوم" ⑤

مجھے اوزاعی کے علم کو جمع کرنے کی حرص ہوئی۔ میں نے اسماعیل بن سماعۃ سے تیرہ کتب لکھیں یہاں تک کہ میری ملاقات تمھارے باپ (یعنی اوزاعی) سے ہوئی۔ میں نے ان کے پاس اتنا زیادہ علم پایا جتنا ایک جماعت کے پاس بھی نہیں تھا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابو حفص التنیسی ⑥
۲۔ اسماعیل بن عبد اللہ بن سماعۃ ⑦
۳۔ صدقۃ بن عبد اللہ بن السمین ⑧
۴۔ ابو اسحاق الفزاری ⑨
۵۔ عمر بن عبد الواحد ⑩
۶۔ عمرو بن ہاشم البیروتی ⑪
۷۔ محمد بن کثیر المصیصی ⑫
۸۔ الولید بن یزید ⑬
۹۔ الولید بن مسلم الدمشقی ⑭
۱۰۔ ایک مجہول شخص ⑮

---

① الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۴۸ ② الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۵۵ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۷ ◉ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۱۷
③ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۹ ④ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۵۵ ⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۲۹ ⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۹۷، ۳۲۴
⑦ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۲۹ ◉ الحاکم، المدخل، ص: ۳۴ ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/ ۳۱۰ ⑨ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۷۸
⑩ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۱۲۲ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۱۵۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۴۷۹
⑪ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۲۶۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/ ۲۹۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/ ۱۱۲
⑫ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۶۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/ ۱۹
⑬ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۰۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/ ۱۵۱ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۰۵، ۳/ ۲۹، ۴/ ۱۸
⑭ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۱۷ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۴۲

۹۷. حیوۃ بن شریح (م ۱۵۸ ھ)

آپ نے ربیعہ بن یزید' عقبہ بن مسلمہ' یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک' ابن وہب' ابوعاصم وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ خلف بن تمیم کا بیان ہے:

''میں حیوۃ بن شریح کے پاس آیا اور ان سے سوال کیا، تو انھوں نے ایک کتاب نکالی اور کہا جاؤ! اس سے نقل کرو اور مجھ سے روایت کرو۔ میں نے کہا: ہم تو سماع کے بغیر روایت قبول نہیں کرتے۔ کہنے لگے تمھارے علاوہ بھی ہم ایسا ہی کرتے ہیں، اگر چاہو تو روایت کر لو یا پھر چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے ان سے روایت کرنی چھوڑ دی'' (۲)۔

حافظ ابن حجر نے سعید بن ابی مریم کا قول نقل کیا ہے:

"كان حيوة بن شريح أوصى بكتبه الى وصى......" (۳)

حیوۃ بن شریح نے ایک وصی کو اپنی کتب کی وصیت کی تھی۔

۹۸. زفر بن هذیل (م ۱۵۸ ھ)

آپ نے حجاج بن أرطاۃ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابونعیم' حسان بن ابراہیم' اکثم بن محمد نے روایت کی ہے (۴)۔ آپ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں (۵)۔ امام حاکم کے قول کے مطابق شدّاد بن حکیم بلخی اور محمد بن مزاحم مروزی کے پاس آپ کا ''نسخہ'' تھا (۶)۔

۹۹. عبید اللہ بن ابی الزناد الشامی (م۱۵۸ ھ)

آپ نے امام زہری سے بہت زیادہ علم حاصل کیا (۷)۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں:

"حمل عنه الكتب ولده ابومنيع يوسف و حفيده حجاج بن ابی منيع قال حجاج أنا كنت أحمل إليه الكتب من البيت فيقرأها على الناس" (۸)

آپ کے بیٹے ابومنیع یوسف اور پوتے حجاج بن ابی منیع کے پاس آپ کی کتب تھیں۔ حجاج کا کہنا ہے کہ میں آپ کے گھر سے کتب لے جاتا اور لوگوں کو پڑھ کر سناتا تھا۔

۱۰۰. کثیر بن زید الأسلمی (م۱۵۸ھ)

آپ نے عمر بن عبدالعزیز' ربیع بن عبدالرحمٰن اور سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن انس' سلیمان بن

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۷۰
(۲) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۱۵
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۳۷۵
(۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۸
(۵) النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/ ۱۹۷
(۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/ ۷۱
(۷) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴
(۸) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/ ۲۳۶
الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/ ۲۳۶

بلال اور حماد بن زید نے روایت کی ہے①۔ ابن عدی کا قول ہے:

"تروی عنه نسخ و لم أر به بأساً"②

آپ سے بہت سے نسخے مروی ہیں، جنھیں روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰۱. حسین بن واقد المروزی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے عبداللہ بن بریدة، ثابت البنانی اور ثمامہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، فضل بن موسیٰ اور زید بن الحباب نے روایت کی ہے③۔ ابن الندیم نے بیان کیا ہے: ''له كتاب التفسير''④ آپ کی تفسیر کی کتاب ہے۔

ابن حجر نے ان کی ایک اور کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' کا تذکرہ کیا ہے⑤۔

۱۰۲. عکرمہ بن عمار العجلی (۱۵۹ھ)

آپ نے ہرماس بن زیاد، ایاس بن سلمہ اور سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبہ، سفیان ثوری اور وکیع نے روایت کی ہے⑥۔ ابن حبان اور الفسوی نے بیان کیا ہے:

"كان ثقيل الكتاب"⑦

آپ کی بہت بوجھل کتاب (یعنی بڑی کتاب) تھی۔

بشر بن السری⑧، سفیان الثوری⑨، اور فضل بن الربیع کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑩۔

۱۰۳. یونس بن یزید الایلی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے اپنے بھائی ابی علی اور نافع، ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر، عمرو بن الحارث اور اوزاعی نے روایت کی ہے⑪۔ حافظ ابن حجر اور ابن ابی حاتم نے ابن المبارک کا قول بیان کیا ہے:

"كان ابن المبارك يقول" كتابه صحيح"⑫

ابن مبارک کہا کرتے تھے آپ کی کتاب صحیح ہے۔

ابن المبارک⑬، شبیب بن سعید التمیمی⑭ اور عنبسة بن خالد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑮۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۴۱۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۴۱۴ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۷۴

④ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۴ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۷۳ ⑥ ابن حجر، تہذیب، ص: ۷/۲۶۱

⑦ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۵۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۲۴۲

⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/ ۲۵۸ ◉ السمعانی، أدب الاملاء، ص: ۱۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۳۲

⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/ ۲۵۸ ◉ الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۷

⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/ ۲۵۸ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۵۲

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۵۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۲۴۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۳

⑬ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۳ ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳۰۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۵۹

⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۱۵۴

۱۰۴. أبان بن یزید العطاء (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے عمرو بن دینار، قتادۃ، یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک، قطان اور مسلم بن ابراہیم نے روایت کی ہے①۔ الفسوی نے بیان کیا ہے:

"اجتمع جماعة عند موسیٰ بن اسماعیل، وزاحم بعضهم بعضاً ومع کل واحدمنهم أحادیث من أحادیث أبان العطاء"②

موسیٰ بن اسمٰعیل کے پاس ایک جماعت جمع تھی اور بہت بھیڑ تھی۔ ان میں سے ہر ایک پاس ابان العطاء کی احادیث تھیں۔

۱۰۵. ابراهیم بن ذی حمایة (م۱۶۰ھ)

آپ صاحبِ نسخہ تھے۔ ابن عدی نے بیان کیا ہے:

"الجراح بن ملیح البهرانی کان عنده نسخة لإبراهیم بن ذی حمایة"③

جراح بن ملیح البہرانی کے پاس ابراہیم بن ذی حمایۃ کا ایک ''نسخہ'' تھا۔

۱۰۶. اسرائیل بن یونس السبیعی (م۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصری، ابی حازم اور محمد بن سیرین نے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن عیینہ اور حسن بن علی نے روایت کی ہے④۔ خطیب بغدادی اور ابن حجر نے بیان کیا ہے:

"کان یحفظ أحادیث جده ابی اسحاق کأنها سورة من القرآن"⑤

آپ کو اپنے دادا ابواسحاق کی احادیث قرآن کریم کی سورتوں کی طرح یاد تھیں۔

آپ کے دادا ابواسحاق آپ کو اپنی احادیث املاء بھی کروایا کرتے تھے⑥۔ آپ کے دادا کو آپ کی کثرت کتب کی شکایت کی گئی۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے:

"ماترك لنا اسرائیل کوة ولا سفطًا الا دحسها کتباً"⑦

اسرائیل نہ ہمارے لیے نہ تو کوئی ٹوکری اور نہ ہی روشن دان چھوڑا مگر انھیں کتب سے بھر ڈالا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۰۱
② الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۸۱
③ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۲۳
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۲۶۲
⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۲۶۲
⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۳۳۰
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۲۶۲
⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۲

ابن حنبل کا قول ہے:

"اسرائیل أحب إلَیّ من یونس فی ابی اسحاق لأنه صاحب کتاب"①

ابو اسحاق کی اولاد میں سے اسرائیل میرے نزدیک یونس سے زیادہ پسندیدہ ہیں کیونکہ وہ صاحب کتاب ہیں۔

حجین بن المثنیٰ ② اور یحییٰ بن آدم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ③۔

۱۰۷. ایوب بن عتبه الیمامی (م۱۶۰ھ)

آپ نے یحییٰ بن ابی کثیر، عطاء اور قیس بن طلق سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤدؒ اسود بن عامر اور محمد بن الحسن نے روایت کی ہے④۔ سلیمان بن الاشعث کا بیان ہے:

"ایوب بن عتبة کان صحیح الکتاب..."⑤

ایوب بن عتبہ کے پاس صحیح کتاب تھی۔

ابو حاتم کہتے ہیں:

"...قدم بغداد و لم یکن معه کتبهٔ، فکان یحدث من حفظه علی التوهم فیغلط، و أما کتبه فی الاصل فهی صحیحة"⑥

آپ بغداد تشریف لائے اور آپ کے پاس اپنی کتب نہیں تھیں آپ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ جس میں وہم کی بناء پر غلطی سرزد ہو جاتی تھی اور اصل میں آپ کی کتب صحیح تھیں۔

۱۰۸. بحر بن کنیز الباهلی (م۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصری قتادہ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوریؒ کنانہ اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے⑦۔ حارث بن مسلم ⑧، عمر بن سہیل ⑨، محمد بن مصعب القرقسانی⑩ اور یزید بن زریع کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑪۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۲۳ ◉ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ص:۱/۲۶۲

② الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۲۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۱۰

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۲۱ ◉ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ص:۱/۲۶۲

④ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ص:۱/۴۰۸

⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۴

⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۲۵۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۷/۳ ◉ ابن حجر، تهذیب التهذیب، نفس:۱/۴۰۹

⑦ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ص:۱/۴۱۸

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۹۸

⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۹۸

⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۹۸

⑪ الخزرجی، خلاصة تهذیب، ص:۳۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۹۸

۱۰۹. بحیر بن سعد السحولی الحمصی (م۱٦۰ھ)

آپ نے خالد بن معدان اور مکحول سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش' بقیہ بن الولید اور ثور بن یزید نے روایت کی ہے ①۔ بقیہ کا کہنا ہے:

"لما قرأت على شعبة أحاديث بحير بن سعد قال يا أبا أحمد لو لم أسمعها منك لطرت" ②

جب میں نے بحیر بن سعد کی احادیث شعبہ کے سامنے پڑھیں تو کہنے لگے اے ابواحمد اگر میں تم سے یہ احادیث نہ سنتا تو ....

نیز ان کا قول ہے:

" استهداني شعبة بن الحجاج أحاديث بحير بن سعد فبعثت بها إليه فمات شعبة و لم تصل إليه " ③

شعبہ بن الحجاج نے مجھ سے بحیر بن سعد کی احادیث ھدیۃً طلب فرمائیں چنانچہ میں نے ان کی طرف یہ احادیث ارسال کیں لیکن شعبہ کی موت تک یہ احادیث ان تک نہ پہنچ سکیں۔

۱۱۰. دائود بن نصیر الطائی (۱٦۰ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' اسماعیل بن ابی خالد اور حمید الطویل سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن ادریس' ابن عیینہ اور وکیع نے روایت کی ہے ④۔ آپ کے پاس کتب تھیں جنھیں بعد میں آپ نے دفن کر دیا۔

امام ابوداؤد کا قول ہے:

" دفن داؤد الطائی کتبه" ⑤

داؤد الطائی نے اپنی کتب دفن کر ڈالی تھیں۔

نیز ابن حبان کا قول ہے:

" دفن داؤد کتبه و لزم العبادة" ⑥

داؤد نے اپنی کتب دفن کر ڈالیں اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔

۱۱۱. ربیع بن صبیح السعدی ابوبکر البصری (م۱٦۰ھ)

آپ نے حسن بصری' حمید الطویل اور یزید الرقاشی سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' ابن مبارک اور ابن سدی نے روایت کی ہے ⑦۔ آپ نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں۔ رامہرمزی کا قول ہے:

① الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص:۴٦
② ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱٦۸
③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۳۳۲
④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۱۲
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۰۳
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۰۳
⑥ ابن حبان، الثقات، ص:٦/۲۵۴
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۴۷

"إنه أول من صنف بالبصرة"① (انھوں (ربیع) نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں)۔

۱۱۲. زائدہ بن قدامۃ ابو الصلت الثقفی (م۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصریؒ اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویہ بن عمر الازدی نے روایت کی ہے②۔

ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"زائدہ بن قدامۃ ثقة.....وكان عرض حديثه على سفيان الثورى"③

زائدہ بن قدامۃ ثقہ ہیں.........انھوں نے اپنی احادیث سفیان ثوری پر پیش کیں۔

سفیان ثوری کتابت حدیث میں آپ کی راہنمائی کیا کرتے تھے④۔

ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

۱۔ کتاب السنن
۲۔ کتاب القراءات
۳۔ کتاب التفسیر
۴۔ کتاب الزہد
۵۔ کتاب المناقب⑤

معاویۃ بن عمرو الازدی نے زائدہ کی کتب وتصنیفات روایت کی ہیں⑥۔

۱۱۳. سعید بن عبداللہ بن جریج (م۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، عزرہ بن ثابت اور حوشب بن عقیل نے روایت کی ہے⑦۔آپ کے پاس ایک کتاب تھی جو آپ نے حوشب بن عقیل کی طرف ارسال کر دی تھی⑧۔

۱۱۴. سلیمان بن قرم التیمی (م۱۶۰ھ)

آپ نے عطاء، اعمش اور سماک سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوری، ابو الجواب اور حسین بن محمد نے روایت کی ہے⑨۔

آپ کے پاس کتب تھیں۔امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"سليمان من أصحاب الكتب"⑩

سلیمان صاحب کتب تھے۔

---

① الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۷۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۴۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۴۸

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۰۷ ③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۶۱۳ ④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۸

⑤ ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۶ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۸۲ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۵۱

⑧ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۰۱ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۱۳ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۱۳

۱۱۵. شعبة بن الحجاج الأزدی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے ابان بن ثعلب' ابراہیم بن عامر اور ابراہیم بن محمد سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب' اعمش اور سعید بن ابراہیم نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس منصور بن المعتمر کی کتاب تھی (۲)۔ نیز آپ یعلیٰ بن عطاء سے حدیث لکھا کرتے تھے (۳)۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

"كان شعبة يحفظ لم يكتب إلا شيأ قليلاً" (۴)

شعبہ حفظ کیا کرتے تھے، بہت کم لکھا کرتے تھے۔

اس قول کے بارے میں ڈاکٹر الاعظمی تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"و يحمل هذا الكلام علىٰ أن كتاباته كانت قليلة بالنسبة لما كان متعارفاً عليه فی أيام الإمام أحمد" (۵)

یہ کلام (امام احمد بن حنبل کا) اس پر محمول کیا جائے گا کہ امام احمد کے وقت جو کتابت متعارف تھی اس کے مقابلہ میں ان (شعبہ) کی کتابت قلیل تھی۔

نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد کا مذکورہ قول آپ کی قوت حافظہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ اکثر احادیث زبانی ہی یاد کر لیتے اور انھیں لکھنے کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ بہر حال اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے احادیث لکھیں اور آپ کے پاس ذخیرہ حدیث تحریری صورت میں موجود تھا۔ جسے بعد درج ذیل حضرات نے آپ سے نقل کیا:

۱۔ ابن بزیع (۶)
۲۔ ابو داؤد الطیالسی (۷)
۳۔ ابو الولید الطیالسی (۸)
۴۔ آدم بن ابی ایاس (۹)
۵۔ اسماعیل (۱۰)
۶۔ بقیة بن الولید الحمصی (۱۱)
۷۔ بہز بن اسد (۱۲)
۸۔ حجاج بن محمد المصیصی الأعور (۱۳)
۹۔ حسین بن الولید النیسابوری (۱۴)
۱۰۔ خالد بن الحارث البصری (۱۵)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۴۵ (۲) ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص:۲/۳۰۴ (۳) ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص:۲/۱۳۸
(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۵۹ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۳۸ (۵) الاعظمی' دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۲۶۸
(۶) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۲۲ (۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۲۰۴
(۸) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۵۳ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۸۳ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۴۱
(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۲۶۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۹۶ (۱۰) الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۱/۲۴۲
(۱۱) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۸۸ (۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۴۹۷ (۱۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۲۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۰۶
(۱۴) الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص:۱۶۵ (۱۵) الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۳۴۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۲۵

۱۱۔	خارجہ بن مصعب ①	۱۲۔	داؤد بن ابراہیم ②
۱۳۔	سعد بن ابراہیم ③	۱۴۔	عباد بن عباد ④
۱۵۔	عبدالرحمٰن بن مہدی ⑤	۱۶۔	عبداللہ بن عثمان ⑥
۱۷۔	علی بن الجعد ⑦	۱۸۔	علی النسائی ⑧
۱۹۔	عمر بن مرزوق الباہلی ⑨	۲۰۔	غندر ⑩
۲۱۔	قراد بن ابی نوح ⑪	۲۲۔	مالک بن سلیمان الہروی ⑫
۲۳۔	محمد بن ابی شیبۃ ⑬	۲۴۔	معاذ ⑭
۲۵۔	ہاشم بن القاسم ⑮	۲۶۔	وہیب ⑯
۲۷۔	یحییٰ بن سعید القطان ⑰		

۱۱۶. صخر بن جویریه (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافع' ابی رجاء اور عائشہ بنت سعید سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب السختیانی' ابوعمر بن العلاء اور حماد بن زید نے روایت کی ہے ⑱۔ آپ صاحبِ کتب تھے۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

---

① ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۵۴ ② الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۰۷

③ ابن الجعد، المسند، ص:۹۲ ◉ الواسطی، تاریخ واسط، ص:۸۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۶۰

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۰۲ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶

⑥ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۶۴ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۶۴

⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۳۶۳، ۹/۲۵۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۹۶ ◉ ابن الجعد، المسند، ص:۱۹۳

⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۲۶۸ ⑨ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۶۴

⑩ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۵۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۹۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۵۰۲

◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۵۷ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۲۱۸ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۸۵

◉ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۳۷۸۔۵/۱۴۰۔۲/۱۲۶

⑪ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۶۴ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۶۴ ⑫ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵

⑬ الطبرانی، المعجم الصغیر، ص:۱/۱۰۳

⑭ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۴۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۲۵

⑮ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۶۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۴/۶۵ ⑯ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۴۲

⑰ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۸ ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۴۱۰

"ذهب كتاب صخر فبعث إليه من المدينة" (۱)

صخر کی کتاب ضائع ہوگئی تو مدینہ منورہ سے آپ کو کتاب بھیجی گئی تھی۔

نیز غندر کے پاس آپ کی کتاب کا ایک نسخہ تھا (۲)۔

۱۱۷. عاصم بن محمد العمری (م ۱۶۰ھ)

آپ نے محمد بن کعب القرظی، اپنے والد محمد العمری اور زید سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو اسحٰق الفزاری، ابن عیینہ اور یزید بن ہارون نے روایت کی ہے (۳)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

" عند سعد بن ابراهيم شيئ لم يسمعه يعقوب كتاب عاصم بن محمد العمرى" (۴)

سعد بن ابراہیم کے پاس عاصم بن محمد العمری کی کتاب تھی جس کا سماع یعقوب نے نہیں کیا تھا۔

۱۱۸. عبدالأعلیٰ بن ابی المساور (م ۱۶۰ھ)

آپ نے ابو بردۃ الاشعری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۵)۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے:

"قدم ابو مسعود الجرار و هو عبدالأعلىٰ فنزل فى المخرم فكتبوا عنه و لم ندركه نحن" (۶)

ابو مسعود الجرار یعنی عبدالاعلیٰ نے مخرم میں قیام کیا اور وہاں کے لوگوں نے آپ سے (احادیث) لکھیں اور ہماری ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔

ابن مہدی کا قول ہے:

"حديث سفيان أحاديث اسرائيل عن عبدالأعلىٰ عن ابن الحنفية قال كانت من كتاب قلت يعنى أنها ليست بسماع" (۷)

سفیان نے اسرائیل کی احادیث بطریق عبدالاعلیٰ کے واسطہ سے بطریق ابن الحنفیۃ کتاب سے بیان کیں۔ میرا قول ہے کہ آپ نے یہ (احادیث) اسرائیل سے سنی نہیں تھیں۔

---

(۱) ابن الجعد، المسند، ص: ۴۰۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۴۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۴۱۱

(۲) ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۴۴ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۵۷

(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۲۴ (۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۶۹

(۶) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۷۱ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۲۷

۱۱۹. عبدالجبار بن الورد المخزومی (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح' ابن ابی ملیکہ اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع' عبد الاعلیٰ اور حسن ربیع نے روایت کی ہے①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے:

"كان عند عبيد بن ابى قرّة كتا ب عن عبدالجبار بن الورد"②

عبید بن ابی قرّۃ کے پاس عبدالجبار بن الورد سے مروی ایک کتاب تھی۔

۱۲۰. عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی (م۱۶۰ ھ)

آپ نے قاسم بن عبدالرحمٰن' ابی اسحٰق السبیعی اور ابی اسحٰق الشیبانی سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری اور ابن عیینہ شعبہ اور جعفر بن عون سے روایت کی ہے③۔ آپ اپنے دور میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے اور آپ کے پاس کتب تھیں④ جنھیں بعد میں درج ذیل حضرات نے نقل کیا:

۱۔ ابوداؤد⑤
۲۔ ابوقتیبۃ⑥
۳۔ بشر بن مفضل⑦
۴۔ خالد بن الحارث⑧
۵۔ شعبۃ⑨
۶۔ عثمان بن عمر⑩
۷۔ معاذ بن معاذ⑪

آپ اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے⑫۔

۱۲۱. عبدالرزاق بن عمر الثقفی (م۱۶۰ھ)

آپ نے زہری' ربیعہ اور اسماعیل بن ابی مہاجر سے روایت کی ہے اور آپ سے اسحٰق بن عقیل' صخرۃ بن ربیعہ اور محمد بن

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۰۵ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۹۷
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۱۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۵۷۵
④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۴۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۰ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۲۱۹۔
⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۲۸۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۲۲۴
⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۲۱۹ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۲۲۴
◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۲/۱۴۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۵۷۵
⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۲۸۱ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۲۸۱ ⑨ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۴۵
⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۲۸۱ ⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۲۱۹ ◉ ابن الجعد، المسند، ص:۲۵۰
⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۲۱۹ ◉ ابن الجعد، المسند، ص:۲۵۰

المبارک نے روایت کی ہے[1]۔ آپ کے پاس کتب تھیں۔

عقیلی کا قول ہے:

"ذهبت كتبه فخلط واضطرب "[2]

ان (عبدالرزاق) کی کتب ضائع ہونے کی وجہ سے انھیں اختلاط اور اضطراب ہونے لگا تھا۔

امام ابوداؤد کا بیان ہے:

"سرقت كتبه و كانت في خرج "[3]

ان کی کتب چوری ہوئیں جو کہ "تھیلی" میں تھیں۔

۱۲۲. عبدالعزیز بن الحصین (م ۱۶۰ھ)

آپ نے زہریؒ سے روایت کی ہے اور آپ سے خالد بن مخلد نے روایت کی ہے[4]۔

خالد بن مخلد الکوفی نے آپ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے[5]۔

۱۲۳. عثمان بن مقسم البری (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، قتادۃ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن مخلد نے روایت کی ہے[6]۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی[7]۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

"إنه صنّف و جمع "[8]

(انھوں نے احادیث جمع اور تصنیف کیں)۔

عبداللہ بن مخلد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں تھیں جنھوں نے بعدازاں انھیں تلف کر دیا[9]۔

۱۲۴. عمر بن قیس المکی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، قتادہ اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے اوزاعی ابن عیینہ اور ابن وہب نے روایت کی ہے[10]۔

خالد بن نزار نے آپ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے[11]۔

۱۲۵. عیسٰی بن ابی عیسٰی ابو جعفر التمیمی (م ۱۶۰ھ)

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۹/۶
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۰/۶
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۰/۶
④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۲۷/۲
⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۱۶/۱
⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۸/۳
⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۷/۳
⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۶/۳
⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۷/۳
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۰/۷
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۲/۷

آپ نے عطاء بن ابی رباح، قتادۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے یونس بن عبید اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے①۔ آپ کا قول ہے:

"لم أكتب عن الزهری لأنه كان يخضب بالسواد"②

میں نے زہری سے احادیث نہیں لکھیں کیونکہ وہ سیاہی کا خضاب لگاتے تھے۔

ابوالنضر ہاشم بن القاسم نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ امام یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا:

"أين كتب ابو النضر هاشم بن القاسم عن ابی جعفر الرازی قال كتب عنه ببغداد قدم عليهم للحج فسمع منه ابو النضر"③

ابو النضر هاشم بن القاسم نے ابوجعفر الرازی سے کہاں احادیث لکھیں تو انھوں نے کہا بغداد میں۔ ان سے (احادیث) لکھیں پھر آپ حج کے لیے گئے تو وہاں پر ابوالنضر نے ان سے سماع بھی کر لیا۔

۱۲۶۔ محمد بن راشد المکحولی (م۱۶۰ھ)

آپ نے مکحول شامی اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے④۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

"كان عند الوليد بن مسلم كتاب عن محمد بن راشد"⑤

ولید بن مسلم کے پاس محمد بن راشد کی کتاب تھی۔

۱۲۷۔ حسن بن ابی جعفر (م۱۶۱ھ)

آپ نے نافع، ابی الزبیر اور محمد بن جحادہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤد الطیاسی، ابن مہدی اور یزید بن زریع نے روایت کی ہے⑥۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے آپ سے احادیث نقل کی تھیں۔ ابوبکر بن الاسود کا بیان ہے:

"كنت أسمع الأصناف من خالي عبدالرحمن بن مهدى وكان في أصول كتابه (قوم) قدترك حديثهم منهم الحسن بن ابی جعفر و عباد بن صهيب وجماعة نحو هؤلاء ثم أتيته بعد ذلك بأشهر فأخرج إلىّ كتاب الديات فحدثني عن الحسن بن ابی جعفر فقلت له أليس كنت ضربت على حديثه؟"⑦

① الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۳۸۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/ ۵۷ ③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/ ۱۴۴

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/ ۱۶۰ ⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/ ۲۲۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/ ۲۶۰

◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/ ۴۸۳ ⑦ ابن حبان، المجروحین، ص:۸۱

میں اپنے خالو عبدالرحمٰن بن مہدی سے مختلف قسم کی احادیث سنا کرتا تھا اور آپ کی کتاب میں ایسے لوگوں کی احادیث بھی تھیں جن کی احادیث کو ترک کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے حسن بن ابی جعفر، عباد بن صہیب اور اس طرح کی ایک جماعت تھی۔ چند ماہ بعد میں آپ کے پاس دوبارہ گیا تو انھوں نے مجھے کتاب الدیات دکھائی اور حسن بن ابی جعفر سے حدیث بیان کی تو میں نے کہا کیا آپ نے ان کی حدیث ترک نہیں کر ڈالی تھی؟

ڈاکٹر الاعظمی نے ابوبکر بن الاسود کے مذکورہ بالا قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

"ویبدو أن ابن مهدی لم یجد سببا لإسقاط عدالته فبدأیحدث عنه مرّة ثانیة"[1]

ظاہر ہوتا ہے کہ ابن مہدی کو ان (حسن بن ابی جعفر) کی عدالت کے ساقط ہونے کا کوئی سبب نہیں ملا چنانچہ انھوں نے دوبارہ آپ سے احادیث بیان کرنی شروع کر دیں۔

۱۲۸. سفیان بن سعید الثوری (م ۱۶۱ھ)

آپ نے اپنے والد سعید بن مسروق، زبید بن حارث، حبیب بن ابی ثابت وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وہب وغیرہ نے روایت کی ہے[2]۔ آپ کی والدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دی[3]۔ عکرمۃ بن عمار الیمامی نے آپ کو احادیث کی املاء کروائی جسے آپ نے قلمبند کر لیا تھا[4]۔ آپ لکھنے کے بعد مراجعہ کر لیا کرتے تھے[5]۔ اور بغیر مراجعہ کے کسی سوال کا جواب نہیں دیتے تھے[6]۔ آپ حدیث کو بہت احتیاط سے بیان کرتے تھے[7]۔ آپ نے بے شمار کتب جمع کر لی تھیں[8]۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

۱۔ الجامع الکبیر ۲۔ الجامع الصغیر ۳۔ الفرائض
۴۔ کتاب رسالۃ ۵۔ کتاب فی التفسیر[9]

آپ اپنے تلامذہ کی کتب کی تصحیح اور اصلاح بھی کرتے تھے[10]۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ عبیداللہ بن عبدالرحمٰن الاشجعی[11] ۲۔ ابن ابی عثمان[12]

---

① الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۲۴۰ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۰۶ ③ السہمی، تاریخ جرجان، ص: ۴۴۹
④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۲۵۸ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۷۹
⑤ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۶۴
⑥ ابن الجعد، المسند، ص: ۲۴۸ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۶۱
⑦ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۵ ⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۸۰ ◉ ابن الجعد، مسند، ص: ۲۴۵
⑨ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۶۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۶۵، ۱۴/۱۲۲ ⑩ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۲۴۱
⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۷۲ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۱۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۱۱
◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۲۴۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۳۱۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۵
⑫ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۲۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۸۹

۳۔ ابومہران ①
۴۔ ابونعیم ②
۵۔ حسین بن الولید النیسابوری ③
۶۔ خلف بن تمیم ④
۷۔ ربیع بن یحیٰی ⑤
۸۔ زائدہ ⑥
۹۔ عبدالرحمٰن بن مہدی ⑦
۱۰۔ عبدالرزاق الصنعانی ⑧
۱۱۔ عبدالعزیز بن ابی عثمان ⑨
۱۲۔ عبداللہ بن عمرو الموصلی ⑩
۱۳۔ عبداللہ بن المبارک ⑪
۱۴۔ عبداللہ بن الولید ⑫
۱۵۔ عتاب بن أعین ⑬
۱۶۔ غسان بن عبید الازدی ⑭
۱۷۔ الفریابی ⑮
۱۸۔ قبیصۃ ⑯
۱۹۔ محمد بن عبداللہ بن الزبیر ⑰
۲۰۔ معافی بن عمران ⑱
۲۱۔ مصعب بن ماہان المروزی ⑲
۲۲۔ موسیٰ بن مسعود ⑳
۲۳۔ نوح بن میمون ㉑
۲۴۔ ہشام بن یوسف الصنعانی ㉒
۲۵۔ ہیاج بن بسطام الھروی ㉓
۲۶۔ وکیع بن الجراح ㉔
۲۷۔ ولید بن عقبہ الشیبانی ㉕
۲۸۔ یحیٰی بن سعید القطان ㉖
۲۹۔ یحیٰی بن یمان ㉗

---

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵؛ ② الفسوی، التاریخ، ص:۲/۴۱ ③ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵؛
④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۷۷،۶۳۲ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص:۷۰ ◉ الیحصبی، الالماع، ص:۱۳۶؛
⑤ الخطیب، الکفایۃ، ص:۲۴۱ ⑥ ابن الجعد، مسند، ص:۲۴۶ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۸۰
⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۵۹ ⑧ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۴۳
⑨ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۲۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۳۸۹
⑩ الازدی، تاریخ الموصل، ص:۳۰۶
⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۵۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۱۱۳
⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۵۲۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۷۰ ◉ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص:۱/۷۹
⑬ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۲/۲۱۷ ⑭ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۳۲۷ ⑮ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۲۰
⑯ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۲۰
⑰ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۵/۴۰۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۵۹۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۲۵۵
⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۰۰ ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۶۴ ⑳ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۶۴
㉑ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۱۶
㉒ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۷۱ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۴۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۷۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۵۷
㉓ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵ ㉔ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۳۱ ㉕ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۶۶
㉖ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۴۶،۸۰ ◉ ابن الجعد، مسند، ص:۲۴۵ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۵۴ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۵۹
㉗ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۶۵،۱۴/۱۲۲

۱۲۹. ابوبکر بن عبد الله بن ابی سبرة (م۱۶۲ھ)

آپ نے زید بن اسلم، صفوان بن سلیم، عطاء اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے عبد الرزاق، سلیمان بن محمد بن سبرة وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ ابن جریج کے پاس آپ کی احادیث لکھیں ہوئی تھیں۔ محمد بن عمر کا قول ہے:

"حدثنی ابوبکر بن عبد الله بن ابی سبرة قال قال ابن جریج أکتب لی أحادیث السنن قال فکتب له ألف حدیث ثم بعثت بها إلیه ما قرأها علی ولا قرأتها علیه قال محمد بن عمر فسمعت ابن جریج بعد ذلك یحدث یقول حدثنا ابوبکر بن ابی سبرة فی أحادیث کثیرة" ②

مجھے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ نے بیان کیا کہ ابن جریج نے کہا میرے لیے سنن سے متعلق احادیث لکھ دیں ابوبکر نے کہا چنانچہ میں نے ان کے لیے ایک ہزار احادیث لکھیں پھر میں نے انھیں ان کی طرف ارسال کیا ابن جریج نے نہ ہی ان (احادیث) کو مجھے پڑھ کر سنائی اور نہ ہی میں نے ان (احادیث) کو انھیں پڑھ کر سنائی محمد بن عمر نے کہا اس کے بعد میں نے ابن جریج سے سنا وہ بہت سی احادیث ابوبکر بن ابی سبرۃ سے بیان کرنے لگے۔

۱۳۰. حبیب بن ابی حبیب الحرمی (م۱۶۲ھ)

آپ نے قتادۃ، عمرو بن ہرم، حسن بصری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد بن حبیب اور ابن مہدی، یزید بن ہارون وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ داؤد بن شبیب ④ اور یحیٰی بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھیں ہوئی تھیں ⑤۔

۱۳۱. زهیر بن محمد التمیمی (م۱۶۲ھ)

آپ نے زید بن اسلم، شریک بن ابی نمر، عاصم الاحول وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابوداؤد الطیالسی، روح بن عبادۃ، ابو عامر العقدی وغیرہ نے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ امام ابو حاتم کا بیان ہے:

"فما حدث من کتبه فهو صالح وما حدث من حفظه ففیه أغالیط" ⑦

انھوں (زہیر) نے جو اپنی کتب سے حدیث بیان کی وہ قابلِ اعتبار ہیں اور جو انھوں نے اپنے حفظ سے حدیث بیان کی تو اس میں اغلاط (غلطیاں) ہیں۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۷

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۳۶۱ ◉ ابن قتیبۃ، المعارف، ص:۴۸۹ ◉ الدولابی، الکنٰی والأسماء، ص:۱/۱۲۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۸۰ ④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۹۹

⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۵۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۹۹ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۴۸

⑦ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۹۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۴۹ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۵۹

۱۳۲. شعیب بن ابی حمزۃ (م۱۶۲ھ)

آپ نے نافع، ابن منکدر، زہری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے بشر بن شعیب اور بقیہ بن ولید، ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے①۔ امام ذہبی کا بیان ہے:

"کان ملیح الضبط أنیق الخط کتب للخلیفة هشام شیأ کثیراً بإملاء الزهری علیه "②

آپ بہت قوی حافظہ اور پسندیدہ تحریر والے تھے آپ نے خلیفہ ہشام کے لیے امام زہری سے بڑی تعداد میں احادیث لکھیں۔

عبداللہ کا قول ہے:

"سالت ابی عن شعیب بن ابی حمزة کیف سماعه من الزهری قلت ألیس عرض ؟قال لاحدیثه یشبه حدیث الإملا"③

میں نے اپنے والد سے شعیب بن ابی حمزہ کے بارے میں پوچھا کہ ان کا زہری سے سماع کیسا ہے؟ کیا عرض (شیخ کو حفظ سے یا کتاب سے پڑھ کر حدیث سنانا) کے طریقہ سے نہیں ہے۔ کہنے لگے نہیں! انھیں احادیث املاء کے ذریعے حاصل ہوئیں۔

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں جنھیں امام احمد بن حنبل نے دیکھا اور انھیں پسند کیا۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

"نظرت فی کتب شعیب أخرجها إلیٰ ابنه فإذابها من الحسن والصحة والشکل ونحو هذا "④

میں نے شعیب کی کتب دیکھیں جو انھوں نے اپنے بیٹے کی طرف ارسال کی تھیں۔ بڑی خوش خط اور جلی حروف میں لکھی ہوئی تھیں۔

علی بن عیاش کا قول ہے:

"شعیب بن ابی حمزة کان من خیار الناس کان ضنینًا بالحدیث وکان یعد نا بالمجلس فنقیم نقتضیه إیاه فإذافعل فإنما کتابه بیده ما نأخذه"⑤

شعیب بن ابی حمزۃ پسندیدہ لوگوں میں سے تھے، آپ حدیث بیان کرنے میں بخل سے کام لیتے تھے، ہمارے مطالبہ پر آپ مجلس کا وعدہ کرتے تھے جسے ہم قائم کرتے جب مجلس قائم ہو جاتی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوتی جسے ہم پکڑتے نہیں تھے۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۵۱/۴ ● الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۲۱/۱ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۲۱/۱

③ ابن حنبل، العلل معرفۃ الرجال، ص:۴۹۶/۲ ④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۴۵/۲

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۲۱/۱ ● ابوزرعہ، التاریخ، ص:۶۷

حکم بن نافع کا بیان ہے:

''شعیب بن ابی حمزة حدیث مشکل سے بیان کرتے تھے۔ ان کی وفات کے وقت ہم ان کے پاس آئے تو کہنے لگے یہ میری کتب ہیں جن کی میں نے تصحیح کر ڈالی ہے۔ جس کا جی چاہے مجھ سے لے لے اور جس کا جی چاہے وہ بطور عرض مجھ سے احادیث بیان کرے اور جس کا جی چاہے وہ میرے بیٹے سے ان کا سماع کر لے کیونکہ میرے بیٹے نے ان احادیث کو مجھ سے سنا ہے''۔[1]

امام ابوزرعہ کا قول ہے:

"لم يسمع ابو اليمان من شعيب إلا حديثاً واحداً والباقی إجازة"[2]

ابوالیمان نے شعیب سے صرف ایک حدیث سنی ہے اور باقی احادیث انھوں بطور اجازہ حاصل کی ہیں۔

بشر بن شعیب اور حکم بن نافع ابوالیمان نے شعیب بن ابی حمزة کی کتب بطور اجازة[3] ان سے روایت کی ہیں[4]۔

۱۳۳۔ ابراهيم بن طهمان ابو سعيد الخراسانی (م۱۶۳ھ)

آپ نے ابواسحاق السبیعی، شعبہ، سفیان ثوری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حفص بن عبداللہ السلمی خالد بن نزار، ابن المبارک اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے[5]۔ آپ نے بہت سی احادیث لکھیں اور انھیں کئی کتب میں مدون کیا۔

احمد بن سیار کا قول ہے:

"كان ابراهيم بن طهمان هروی الأصل ونزل نيسابور ومات بمكة وكان جالس الناس فكتب الكثير ودوّن كتبه"[6]

ابراھیم بن طہمان ہروی الاصل تھے۔ نیشاپور میں قیام فرمایا اور مکہ میں وفات پائی اور لوگوں کی مجلس میں بیٹھے اور بہت سی احادیث لکھیں اور اپنی کتب میں مدون کیا۔

ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے:

---

① ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۲/۳۴۲ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۶۷ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۲

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۸۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۲/۳۴۲

③ ''اجازة'' روایت حدیث کی اجازت دینے کا ایک طریقہ ہے جس میں شیخ زبانی یا لکھ کر روایت حدیث کی اجازت دیتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۳۳۱

④ ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص:۲/۴۹۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۵۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۸۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۱/۱۲۹

⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۱۰۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۱/۱۳۰ ◉ الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۲۷،۸ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۶۸

۱۔ کتاب التفسیر ۲۔ کتاب السنن

۳۔ کتاب العیدین ۴۔ کتاب المناقب ①

عبداللہ بن المبارک آپ کی کتب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے:

"ابراهيم بن طهمان صحيح الكتب "② (ابراہیم بن طہمان کی کتب صحیح ہیں)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ **امام ابوحنیفہ:** ابراہیم بن طہمان بیان کرتے ہیں:

''میں مدینہ آیا اور وہاں سے میں نے احادیث لکھیں پھر کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کے گھر حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ مجھے کہنے لگے تم نے وہاں کن لوگوں سے احادیث لکھی ہیں۔ چنانچہ میں نے حضرات کے نام لیے پھر کہنے لگے کیا آپ نے مالک بن انس سے کچھ لکھا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا جو کچھ تم نے ان سے لکھا ہے وہ میرے پاس لاؤ چنانچہ میں انھیں (احادیث کو) لے آیا تو آپ نے کاغذ اور روشنائی منگائی تو میں آپ کو املاء کرواتا رہا اور آپ لکھتے رہے''③۔

۲۔ **حفص بن عبداللہ بن راشد السلمی:** آپ ابراہیم بن طہمان کے کاتب (حدیث) تھے④۔ انھوں نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے⑤۔ بعدازاں ان کے بیٹے احمد نے ان سے اس ''نسخہ'' کو روایت کیا ہے⑥۔

۳۔ **خالد بن نزار الغسانی:** انھوں نے آپ سے ایک ''نسخہ'' نقل کیا ہے⑦۔

۴۔ **محمد بن سابق:** انھوں نے بغداد میں آپ سے احادیث لکھیں⑧۔

۱۳۴. محمد بن عبدالله بن علاثة (م ۱۶۳ھ)

آپ نے اپنے بھائی زیاد بن محمد اور سلیمان بن محمد، عبیداللہ بن عمر العمری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حرمی بن حفص، حفص بن غیاث، محمد بن سلمہ الحرانی سے روایت کی ہے⑨۔

امام سفیان ثوری کے درج ذیل کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے احادیث لکھی تھیں۔ جب آپ عہدہ قضاء پر فائز ہوئے تو سفیان ثوری نے آپ سے کہا:

"يا ابن علاثة ألهذا كتبت العلم لو اشتريت صبراً بدرهم۔ يعنى سميكاثم

① ابن الندیم، الفہرست ص: ۲۲۸ ② الرازی، الجرح والتعدیل ص: ۱/۱۰۸ ③ الباجی، التعدیل والتجریح ص: ۱۷

④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل ص: ۳ ⑤ الرازی، الجرح والتعدیل ص: ۱/۱۷۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۲/۴۰۳

⑥ الطبرانی، المعجم الاوسط ص: ۱/۲۷۳ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۳/۱۲۳ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد ص: ۶/۱۰۶

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۹/۲۷۰

درت فی سکك الکوفة لکان خیراً من هذا"①

اے علاثہ کے بیٹے کیا تم نے علم (احادیث) اس لیے لکھا تھا کاش تم اس (قضاء) کے بدلے میں ایک درہم کا ڈھیر خرید کر کوفہ کی گلیوں میں (انھیں بیچنے کے لیے) گھومتے یہ تمھارا لیے بہتر ہوتا۔

۱۳۵. همام بن یحییٰ البصری (م۱۶۳ھ)

آپ نے عطاء بن رباح' زید بن اسلمؒ قتادة وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' ابن المبارک' ابن علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے②۔ آپ کے پاس کتاب تھی۔ یزید بن زریع کا قول ہے:

"همامؒ حفظه ردئ و کتابه صالح"③

ہمام کا حافظہ بیکار ہے اور ان کی کتاب قابل اعتبار ہے۔

ابو حاتم کا قول ہے۔

"همام أحب إلی مآحدث من کتابه"۔ ④

ہمام نے جو احادیث اپنی کتاب سے بیان کی ہیں وہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

عفان⑤ اور هدبة کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑥۔

۱۳۶. شیبان بن عبدالرحمن التمیمی (م۱۶۴ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' قتادة' حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے زائد بن قدامہ' امام ابو حنیفہ' ابو داؤد الطیالسی نے روایت کی ہے⑦۔ آپ صاحبِ کتاب تھے⑧۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک کتاب قرآن کی تفسیر پر مشتمل تھی⑨۔ حسن بن موسیٰ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں⑩۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۵/۳۷۹　② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۷۰
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۰۸　◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۲۳　◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۳۰۹
◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۱۱　◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۹
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۷　⑤ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۱۱۳
⑥ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۶۶　⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۷۳
⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۳۵۶　◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۷۲　◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۲۸۵
◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص:۲/۱۷۴　◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۷۴
⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۲۷۹　◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۶۴
⑩ الازدی، تاریخ الموصل، ص:۲۰۶

۱۳۷. عبد العزیز بن عبداللہ الماجشون (م۱۶۴ھ)

آپ نے زہری، عبداللہ بن دینار، سعد بن ابراہیم اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے①۔ احمد بن کامل کا بیان ہے:

''آپ متعدد کتب کے مصنف تھے اور یہ سب کتب ابن وہب نے آپ سے روایت کی ہیں''②۔

ان کی کتب میں سے ایک کتاب کا نام ''کتاب الموطا'' ہے۔ جلال الدین السیوطی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک نے اپنی کتاب ''الموطا'' کی تالیف میں اس کتاب سے استفادہ کیا تھا③۔ اہل بغداد نے بھی آپ سے احادیث لکھی تھیں④۔

۱۳۸. أسود بن شیبان (م۱۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، عبد اللہ بن مضارب وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی، وکیع، ابوالولید الطیاسی وغیرہ نے روایت کی ہے⑤۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے:

''جب سفیان بصرہ میں ہمارے ہاں چھپے ہوئے تھے تو انھوں نے میرے پاس ایک ورق دیکھا تو کہنے لگے یہ ورق کیسا ہے؟ تو میں نے جواب دیا یہاں کے شیخ کا رقعہ ہے۔ جس کا نام اسود بن شیبان ہے جو ابونوفل بن ابی عقرب سے روایت کرتے ہیں تو انھوں نے اس ورق (رقعہ) پر نظر ڈالی اور کہنے لگے جب تم اس شیخ کے پاس جانے لگو تو مجھے بتا دینا⑥۔

۱۳۹. سلیمان بن المغیرة القیس (م۱۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ثابت البنانی، ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے سفیان ثوری، شعبہ، ابن المبارک وغیرہ نے روایت کی ہے⑦۔ ابوداؤد الطیالسی نے آپ سے احادیث لکھیں اور یہ کتاب امام احمد بن حنبل کے پاس تھی⑧۔

۱۴۰. عبدالرحمن بن ثابت الدمشقی (م۱۶۵ھ)

آپ نے اپنے والد ثابت بن ثوری، زہری، عطاء بن ابی رباح اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، زید بن الحباب، بقیہ وغیرہ نے روایت کی ہے⑨۔ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے:

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۲۲ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۴۴

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۲۲ ④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۳۹ ③ السیوطی، تنویر الحوالک، ص:۱/۶

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۳۸ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۳۹

⑥ ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص:۳/۴۸۲ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۲۰

⑧ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۴۵ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۵۰

"قدم عبدالرحمن بن ثابت إلىٰ بغداد فكتب عنه أصحابنا"[1]

عبدالرحمٰن بن ثابت بغداد تشریف لائے جہاں ہمارے اصحاب نے آپ سے (احادیث) لکھیں۔

۱۴۱. عبدالله بن العلاء ابوزبر الربعی (م۱۶۵ھ)

آپ نے بشر بن عبید اللہ، ضحاک بن عبدالرحمٰن، مکحول وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے آپ کے بیٹے ابراہیم اور زید بن الحباب، ولید بن مسلم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے[2]۔ یعقوب بن سفیان کا قول ہے:

"كتب أصحابنا عنه ببغداد"[3]

ہمارے اصحاب نے بغداد میں ان سے احادیث لکھی تھیں۔

۱۴۲. علی بن مبارك الهنائی (م۱۶۵ھ)

آپ نے یحییٰ بن ابی کثیر، عبدالعزیز بن صہیب، ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، ابن المبارک، ابن علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے[4]۔ آپ صاحب کتب تھے۔ ابوداؤد کا قول ہے:

"كان عنده كتابان كتاب سماع و كتاب إرسال"[5]

آپ کے پاس دو کتب تھیں ایک کتاب سماع اور دوسری کتاب ارسال تھی۔

ہارون بن اسماعیل کے پاس بھی آپ کی ایک کتاب تھی[6]۔

۱۴۳. مبارك بن فضاله البصری (م۱۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری، بکر بن عبداللہ المزنی، ابن المنکدر، ہشام بن عروہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے[7]۔ آپ کو چودہ برس حضرت حسن بصری کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے[8]۔ امام علی بن مدینی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: "كنا كتبنا عن مبارك فی ذلك الزمان"[9]

ہم اس زمانہ میں مبارک سے احادیث لکھا کرتے تھے۔

۱۴۴. وھیب بن خالد الباھلی (م۱۶۵ھ)

آپ نے حمید الطویل، ایوب، خالد الحذاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے اسماعیل بن علیہ، ابن المبارک، ابن المهدی نے

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۲۳ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۱۸ ⓞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۵۰
③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۱۶ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۷۵
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۷۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳ ⓞ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۸۷
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۸ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۹
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۰ ⓞ ابن الجعد، المسند، ص: ۴۲۹

روایت کی ہے ①۔ عفان نے آپ سے چار ہزار احادیث لکھی ہیں ②۔

۱۴۵. صدقة بن عبدالله السمين (م۱٦٦ھ)

آپ نے زید بن واقد' ابراہیم بن مرہ' ہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش' بقیہ' ولید بن مسلم اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ③۔ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں ④۔ امام ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"نظرت فی مصنفات صدقة بن عبدالله السمين عند عبدالله بن يزيد الدمشقی..." ⑤

میں نے عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس صدقۃ بن عبداللہ السمین کی تصنیفات میں دیکھا۔

عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس آپ کی تصنیفات تھیں ⑥۔

۱۴۶. محمد بن ميمون ابو حمزة السكری (م۱٦٦ھ)

آپ نے ابو اسحاق السبیعی' زیاد بن علاقہ' اعمش اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک' فضل بن موسیٰ' عبدان بن عثمان وغیرہ نے روایت کی ہے ⑦۔ آپ صاحب کتب اور مؤلفات ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

"ابراهيم بن طهمان والسكری يعنی أباحمزة صحيحا الكتب" ⑧

ابراہیم بن طہمان اور ابوحمزۃ السکری کی کتب صحیح ہیں۔

علی بن حسن بن شقیق نے ان کی کتاب ''کتاب الصلاۃ'' کا ان سے سماع کیا ہے ⑨۔

۱۴۷. معقل بن عبيدالله الجزری (م۱٦٦ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح' ابو الزبیر' عکرمہ بن خالد وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' محمد بن یزید' وکیع وغیرہ نے روایت کی ہے ⑩۔ حسن بن محمد ⑪ اور ابوجعفر النفیلی نے آپ سے احادیث نقل کی ہیں ⑫۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۱۶۹
② الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۱۴۸
③ الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص:۱۴۶
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۴۱۵
④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۴۲۹
◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۳۱۰
⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۴۲۹
⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۴۲۹
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۸۶
⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۷
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۸۷
◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۶۸
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۲۹۹
◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۳۴
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۳۴
⑪ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۵۱۳
⑫ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص:۱/۸۹،۵۷
◉ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۷۷

۱۴۸۔ حماد بن سلمة البصری (م ۱۶۷ھ)

آپ نے ثابت البنانی' حمید الطّویل، ہشام بن عروۃ' انس بن سیرین اور بہت سے دوسرے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ سے ابن جریج' سفیان ثوری' شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں (۲)۔ ابن العماد رقمطراز ہیں:

"له تصانيف في الحديث" (۳)

حدیث میں ان کی تصانیف ہیں۔

امام ابوداؤد کا قول ہے:

"لم يكن لحماد بن سلمة كتاب إلا كتاب قيس بن سعد" (۴)

حماد بن سلمۃ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب کے سوا کوئی کتاب نہیں تھی۔

آپ کے بے شمار تلامذہ تھے جنھوں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا (۵)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ عبداللہ بن المبارک (۶)
۲۔ بہز (۷)
۳۔ حجاج بن منہال (۸)
۴۔ زید بن عوف (۹)
۵۔ سلیمان بن حرب (۱۰)
۶۔ الشافعی (۱۱)
۷۔ عبدالواحد بن غیاث (۱۲)
۸۔ عفان (۱۳)
۹۔ عمرو بن سلمة (۱۴)
۱۰۔ عمرو بن عاصم الکلابی (۱۵)
۱۱۔ محمد بن الفضل (۱۶)
۱۲۔ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی (۱۷)
۱۳۔ ہدبة بن خالد (۱۸)
۱۴۔ وہب (۱۹)

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۱ (۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲

(۳) ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۶۲ (۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳ (۵) ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۱۰

(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۷۰ (۷) الخطیب، الکفایہ، ص:۲۴۴ (۸) الحمیدی، جذوۃ المقتبس، ص:۲۳۵

(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۷۰ (۱۰) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۰۵ (۱۱) ابن الجعد، المسند، ص:۴۴۱

(۱۲) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۲۹ (۱۳) السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۱ ⊙ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰ ⊙ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۴۴

(۱۴) آپ نے حماد بن سلمة سے دس ہزار سے زائد احادیث لکھی ہیں؛ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۹۱ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳

(۱۵) آپ نے بھی حماد بن سلمہ سے دس ہزار سے کچھ زائد احادیث لکھی ہیں؛ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۲۶۹ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳

⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۵۹ (۱۶) الترمذی، شمائل الترمذی، ص:۶ (۱۷) ابونعیم، تاریخ اصبہان، ص:۱/۱۰۰ ⊙ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰

(۱۸) الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۶۸ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۵ (۱۹) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۰۵

۱۵۔ یحییٰ بن الضریس (۱)　　۱۶۔ یحییٰ بن سعید القطان (۲)

۱۷۔ چند دوسرے اشخاص (۳)

۱۴۹. قیس بن الربیع الأسدی (م۱۶۷ھ)

آپ نے ابو اسحاق السبیعی، مقدام بن شریح، ابن ابی لیلیٰ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابان بن تغلب، شعبہ، سفیان ثوری اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے (۴)۔ آپ صاحب کتاب تھے (۵)۔ یعقوب بن ابی شیبۃ کا قول ہے:

"کتابه صالح و هو ردیٔ الحفظ" (۶)

آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے جبکہ آپ کا حافظہ بے کار ہے۔

ابن نمیر کا قول ہے:

"کان له ابن هو آفته نظر أصحاب الحدیث فی کتبه فانکروا حدیثه وظنوا أن ابنه قد غیّرها" (۷)

آپ کا بیٹا تھا جو آپ کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔ محدثین نے آپ کی کتب دیکھیں تو آپ کی حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور انھوں نے سمجھا کہ شاید ان کے بیٹے نے اس (کتاب) میں ردو بدل کیا ہے۔

ابو الولید نے آپ سے چھ ہزار احادیث لکھی ہیں۔ ان کا قول ہے:

"کتبت عن قیس بن الربیع ستة ألاف حدیث هی أحب إلیّ من ستة آلاف دینار" (۸)

میں نے قیس بن الربیع سے چھ ہزار احادیث لکھی ہیں جو مجھے چھ ہزار دینار سے زیادہ محبوب ہیں۔

۱۵۰. خارجة بن مصعب السرخی (م۱۶۸ھ)

آپ نے زید بن اسلم، سہیل بن ابی صالح، ابو حازم وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابو داؤد الطیالسی، علی بن حسن وغیرہ نے روایت کی ہے (۹)۔ آپ صاحبِ کتب تھے (۱۰)۔ امام ابو داؤد کا قول ہے:

---

(۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۴۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۰۲

(۲) ابن الجعد، المسند، ص:۴۴۲

(۳) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۰۵ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۱

(۵) البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۹۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۴

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۴

(۷) ابن حبان، المجروحین، ص:۲۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۴۶۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۳۹۴ ◉ الحاکم، المدخل، ص:۳۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۶۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۵

(۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۴۵۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۳۹۶

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۶

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۸

"خارجة أودع كتبه عند غياث بن ابراهيم فأفسدها عليه"(۱)

خارجہ نے اپنی کتب غیاث بن ابراہیم کے پاس رکھیں جنھیں انھوں نے خراب کردیا۔

امام حاکم نیشاپوری کا قول ہے:

"ونسخ كثيرة للعرب ينفرد بها خارجة بن مصعب السرخسي عنهم"(۲)

عرب کے ہاں بہت سے نسخ تھے، خارجہ بن مصعب السرخسی ان سے نقل کرنے میں منفرد تھے۔

ابن عدی کا بیان ہے:

"له حديث كثير و أصناف فيها مسند و منقطع..." (۳)

ان (خارجہ بن مصعب) کی مختلف اصناف میں کثیر حدیث ہیں جن میں متصل اور منقطع روایات ہیں۔

۱۵۱. سعید بن بشیر الأزدی (م۱٦۸ھ)

آپ نے قتادۃ، زہری، عمرو بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے بقیہ، اسد بن موسیٰ، ابن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے(۴)۔ آپ صاحبِ تصانیف تھے۔ ابن عدی کا بیان ہے:

"وله عند أهل دمشق تصانيف رأيت له تفسيرا مصنفا" (۵)

اہل دمشق کے پاس ان (سعید بن بشیر) کی تصانیف تھیں۔ میں نے آپ کی تصانیف میں سے یہ تفسیر کی کتاب دیکھی ہے۔

۱۵۲. محمد بن جابر بن سیار الیمامی (م ۱٦۸ ھ)

آپ نے قیس بن طلق، عبدالملک بن عمیر اور عبدالعزیز بن رفیع سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بھائی ایوب، ایوب السختیانی اور عبداللہ بن عوف نے روایت کی ہے(٦)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں اور عبداللہ بن المبارکؒ نے آپ کو کتب سے حدیث بیان کرنے کی وصیت فرمائی تھی(۷)۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"ربماالحق في كتابه أو يلحق في كتابه"(۸)

ممکن ہے کہ آپ نے اپنی کتاب میں اضافہ کرلیا ہو یا کسی دوسرے شخص نے اس میں اضافہ کیا ہو۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۸ (۲) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱٦۵ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۸

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۸ (۵) ابن عدی، الکامل، ص:۲/۴۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص۲/۱۰۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۱۰

(٦) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳٦۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۳/۴۸

(۷) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳٦۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۳/۴۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۸۸

(۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۱۹

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ان کی آخری عمر میں ان کی کتب ضائع ہوگئیں اور ان کا حافظہ کمزور ہوگیا اور انھیں لقمہ دیا جاتا تھا①۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ اسحاق بن ابراہیم آپ کی طرف سفر کر کے یمامہ گئے اور ان کی کتب سے احادیث لکھیں②۔

۲۔ آپ کے مکّہ اور یمامہ کے اصحاب③۔

۱۵۳. نافع بن یزید الکلاعی (م ۱۶۸ هـ)

آپ نے نے یزید بن عبداللہ، ہشام بن عروہ اور عقیل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وہب، شعیب بن یحییٰ اور ابوالاسود نے روایت کی ہے④۔ ابوالاسود النضر بن عبدالجبار المرادی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ ابن معین، ابوالاسود کے پاس آئے اور ان سے مطالبہ کیا: "أن یخرج إلیه کتاب نافع"⑤

نافع کی کتاب انھیں نکال کر دیں۔

۱۵۴. یحییٰ بن ایوب الغافقی (م۱۶۸ هـ)

آپ نے حمید الطّویل، یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے استاد ابن جریج، لیث اور ابن وہب نے روایت کی ہے⑥۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ امام حاکمؒ کا قول ہے:

"ما حدث من کتابه فلا بأس به"⑦

جو ان کی کتاب سے روایت کیا گیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۵۵. ابراهیم بن عثمان ابو شیبه (م۱۶۹ هـ)

آپ نے حکم بن عیینہ، ابی اسحٰق اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابوشیبہ، جریر بن عبدالحمید اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے⑧۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ یزید بن زریع⑨ اور علی بن جعد کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں⑩۔

۱۵۶. حسن بن صالح بن صالح الهمدانی (م۱۶۹ هـ)

آپ نے اپنے والد صالح، ابی اسحاق اور عمرو بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، ابن مبارک اور حمید بن عبدالرحمٰن نے روایت کی ہے⑪۔ ابن عدی کا قول ہے: ''حسن بن صالح سے ایک قوم ''نسخ'' کی صورت میں روایت کرتی ہے

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۱۹/۳ ◉ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۴۹۶/۳
② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۱/۷ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۵۱/۳
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۱۹/۳ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۲/۱۰
⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴۸۰/۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۱۰ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۷/۱۱
⑦ ابن حجر، ہدی الساری، ۲۲۱/۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۷/۱۱ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۴۵/۱
⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱۱/۶ ⑩ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۵،۱/۱ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۵/۲

اورانھوں نے ان سے مستقیم احادیث روایت کی ہیں ①۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابونعیم ② ۲۔ سلمۃ بن عبدالملک العوفی ③

۳۔ مالک بن اسماعیل ④ ۴۔ یحیٰ بن فضیل ⑤

۱۵۷. عبداللہ بن عبداللہ بن اویس (م ۱۶۹ ھ)

آپ نے محمد بن شہاب زہری اور ابن المنکدر اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے دو بیٹوں ابوبکر بن عبداللہ' اسماعیل بن عبداللہ اور یعقوب بن ابراہیم نے روایت کی ہے ⑥۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ امام بخاری کا قول ہے: ''انھوں نے جو اصل کتاب سے روایت کی وہ صحیح ترین حدیث ہے'' ⑦۔ امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے: ''وہ یہاں آئے، محدثین نے ان سے روایات لکھیں ⑧۔

۱۵۸. عبیداللہ بن أیاد السدوسی (م۱۶۹ ھ)

آپ نے اپنے والد ایاد' عبد اللہ بن سعید اور کلیب بن وائل سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن مہدی' ابن مبارک اور ابوداؤد الطیاسی نے روایت کی ہے ⑨۔ آپ کے پاس ایک صحیفہ تھا۔ ابونعیم کا قول ہے:

"كان ابن أياد ثقة و كان له صحيفة فيها أحاديثه" ⑩

ابن ایاد ثقہ تھے اور ان کا ایک صحیفہ تھا جس میں ان کی احادیث تھیں۔

۱۵۹. نافع بن عمر بن عبداللہ المکی (م۱۶۹ ھ)

آپ نے ابن ابی ملیکۃ' سعید بن حسان اور سعید بن ابی ہند سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبدالرحمٰن بن مہدی' وکیع اور یحیٰ القطان نے روایت کی ہے ⑪۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"ثبت ثبت صحيح الكتاب" ⑫

(آپ محفوظ شخص اور صحیح کتاب والے ہیں)۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۲۸۷

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۱۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۲۸۷ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۶

③ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۸ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۸

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۸ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۲۸۰

⑦ ابن ماکولا، الاکمال، ص: ۱/ ۱۱۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۲۸۱ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳/ ۱۲۷

⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/ ۷ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۴

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۴ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۴۰۹

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۴۰۹

۱۶۰۔ جعفر بن الحارث الواسطی الکوفی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے منصور بن زاذان، عوام بن حوشب اور ابی ہاشم سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش، یزید بن ہارون اور محمد بن یزید نے روایت کی ہے (۱)۔ محمد بن یزید الواسطی نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے (۲)۔

۱۶۱۔ زائدۃ بن أبی الرقاد الباھلی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے عاصم الاحول، ثابت البنانی اور زیاد النمیری سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن کثیر، محمد بن ابی بکر اور عبیداللہ بن عمر نے روایت کی ہے (۳)۔ عبیداللہ بن عمر القواریری کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں۔ ان کا بیان ہے:

"کتبت کل شیئ عندہ" (۴)

میں نے ان کے پاس سے ہر چیز کو لکھ لیا ہے۔

۱۶۲۔ زکریا بن اسحاق المکی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے عمرو بن دینار، ابی الزبیر اور ابراہیم بن میسرۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے ازہر بن القاسم، روح بن عبادہ اور ابن مبارک نے روایت کی ہے (۵)۔ آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ان کے پاس عبداللہ بن المبارک آئے تو انھوں نے ان کے لیے اپنی کتاب نکالی (۶)۔ روح (۷) اور سعید بن سلام البصری کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۸)۔

۱۶۳۔ عاصم بن عمر العمری (م ۱۷۰ھ)

آپ نے زید بن اسلم، عبداللہ بن دینار اور جعفر بن محمد سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وہب، محمد بن فلیح اور عبداللہ بن نافع نے روایت کی ہے (۹)۔ ناسخ و منسوخ کے موضوع پر آپ نے ایک کتاب تالیف کی ہے (۱۰)۔

۱۶۴۔ معاویۃ بن سلام الحبشی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے اپنے والد سلام، دادا ابی سلام اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، مروان بن محمد اور یحییٰ بن حسان نے روایت کی ہے (۱۱)۔

امام احمدؒ کا قول ہے: ''معاویۃ کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے اور اوزاعی حافظ تھے'' (۱۲)۔

ابن حبان کا بیان ہے: ''آپ مصر میں داخل ہوئے تو وہاں کے رہنے والوں نے آپ سے احادیث لکھیں'' (۱۳)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۸۸ (۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۱۲ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۰۵
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۰۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۶۱۳ ◉ السہمی، تاریخ جرجان، ص: ۵۱۳ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۲۸
(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۳۶۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۲۹ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۵۸ ◉ ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۴۰
(۷) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۳۹۰ (۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/ ۸۰ (۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۵۱ (۱۰) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۳۴۷
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۲۰۹ (۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۲۰۹ (۱۳) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۸۴

ابن معین نے کہا: ''جو شخص معاویہ بن سلام کی متصل و منقطع احادیث کو پہچاننے کے باوجود نہ لکھے وہ صاحبِ حدیث ہی نہیں ہے۔'' ①

۱۶۵۔ نعیم بن میسرہ النحوی (م ۱۷۰ ھ)

آپ نے اسماعیل بن ابی خالد، اسماعیل السری اور ابی اسحٰق سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے عمر بن نعیم، ابن مبارک اور اسحٰق بن سلیمان نے روایت کی ہے ②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابن المبارک زنیج کا قول ہے: ''میں نے ابن المبارک کو ان (نعیم) کے سامنے بیٹھ کر ان سے احادیث لکھتے دیکھا'' ③۔

۲۔ بعض اہل الری اور اہل مرو: ابن حبان کا قول ہے۔ نعیم الری میں رہے اور مرو چلے گئے تو دونوں شہروں کے رہنے والوں نے ان سے احادیث لکھیں ④۔

۱۶۶۔ سلیمان بن بلال التیمی (م ۱۷۲ ھ)

آپ نے زید بن اسلم، عبد اللہ بن دینار اور صالح بن کیسان سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو عامر العقدی، عبد اللہ بن مبارک اور معلیٰ بن منصور نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ کے پاس بہت سی احادیث ⑥ اور بہت سی کتب تھیں ⑦۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابن ابی اویس: امام ذہلیؒ فرماتے ہیں: مجھے سلیمان بن بلال کی احادیث کا علم نہیں تھا، یہاں تک کہ میں نے ابن ابی اویس کی کتاب میں احادیث دیکھیں ⑧۔

۲۔ عبدالحمید بن ابی اویس: ایوب بن سلیمان نے عبدالحمید بن ابی اویس سے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے ⑨۔

۳۔ عبدالعزیز بن ابی حازم: احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس سلیمان بن بلال کی کتب تھیں لیکن انھوں نے ان سے کچھ نہیں سنا ⑩۔

---

① الرازی الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۸۳
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۶۶
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۶۶
④ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۱۶
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۷۶
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۷۶
⑦ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۱۵
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۷۶
⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۲۸۷
◉ الخزرجی، خلاصة تذهيب الكمال، ص: ۳۷
⑩ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۵۱
◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۱۲۷
◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲/۸۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۸۳۲
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۳۱۶
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳۴۳ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۱۵

مصعب الزبیری کا قول ہے: ''ابن ابی حازم نے سلیمان بن بلال سے سنا ہے جب سلیمان فوت ہوئے تو انھوں نے انھیں اپنی کتب کی وصیت کی ①۔

۴۔ عبداللہ بن عبدالرحمان السمرقندی ②

۵۔ عبید بن ابی قرۃ ③

۶۔ یحییٰ بن یحییٰ ④

۱۶۷. عبدالله بن عمر العمری (م۱۷۲ھ)

آپ نے نافع، زید بن اسلم اور سعید المقبری سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن بن مسدی اور ابن وہب نے روایت کی ہے ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **حسین بن ولید نیشاپوری:** امام حاکم کا قول ہے۔ حسین بن ولید ان سے ''نسخہ'' نقل کرنے میں منفرد ہیں ⑥۔

۲۔ **لیث بن سعد:** خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے کہ ''لیث بن سعد نے عبداللہ بن عمر سے کچھ نہیں سنا۔ ان کی تمام روایات کتابۃ ہی ہیں'' ⑦۔

۱۶۸. عمرو بن ثابت بن هرمز البکری (م۱۷۲ھ)

آپ نے اپنے والد ثابت بن ہرمز، ابی اسحٰق السبیعی اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤد الطیالسی، عمر بن محمد اور سہل بن حماد نے روایت کی ہے ⑧۔ ہناد کا قول ہے:

"کتبت عنه کثیراً" ⑨

میں نے ان (عمرو بن ثابت) سے بہت کچھ لکھا ہے۔

۱۶۹. معاویة بن صالح الحمصی (م۱۷۲ھ)

آپ نے اسحٰق بن عبداللہ، یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن جبیر سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، لیث اور سعد نے روایت کی ہے ⑩۔ آپ صاحب کتب تھے ⑪۔

---

① ابن ابی خثیمہ، التاریخ، ص: ۵۱/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۴/۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۲۶/۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۸/۱
② الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۹:۲/۴ ③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹۶/۱۱ ④ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۳۱۶
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۷/۵ ⑥ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ ⑦ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۴۴
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۵۰/۳ ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۴۹/۳
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۱/۱۰ ⑪ الخشنی، قضاۃ قرطبۃ، ص: ۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۱/۱۰

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن وھب: ابن معین کا قول ہے کہ ”معاویہ بن صالح کی دو کتابیں ابن وہب کے پاس بھیجی گئیں (۱)۔

۲۔ عبداللہ بن صالح: جو امام لیث کے کاتب تھے۔ ان کے پاس معاویہ بن صالح کا ایک بڑا ”نسخہ“ تھا (۲)۔

۳۔ لیث بن سعد: عبداللہ بن صالح کا قول ہے کہ ہمارے پاس معاویہ بن صالح آئے اور لیث بن سعد کے ساتھ بیٹھے تو انھوں نے حدیث بیان کی لیث نے مجھ سے کہا اے عبداللہ شیخ کے پاس جاؤ اور جو وہ لکھوا رہے ہیں وہ لکھو۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا وہ مجھے لکھواتے تھے۔ پھر لیث کی طرف جاتے انھیں کو پڑھ کر سناتے۔ اس طرح میں نے ان احادیث کو معاویہ سے دو مرتبہ سنا (۳)۔

۱۷۰. جويرية بن أسماء الضبعي (م ۱۷۳ھ)

آپ نے اپنے والد اسماء، نافع اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے حبان بن ہلال، حجاج بن منہال اور آپ کے بھائی کے بیٹے عبداللہ محمد نے روایت کی ہے (۴)۔ آپ کا نافع سے ایک نسخہ استنبول کی لائبریری میں اب تک محفوظ ہے (۵)۔ آپ نے عفان بن مسلم کو احادیث لکھوائیں (۶)۔

۱۷۱. زهير بن معاوية الجعفي (م ۱۷۴ھ)

آپ نے ابی اسحٰق السبیعی، سلیمان التیمی اور عاصم الاحول سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی، قطان اور ابوداؤد نے روایت کی ہے (۷)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی (۸)۔ آپ کا قول ہے کہ ”میں بغیر نیت کے کوئی حدیث نہیں لکھتا“۔ لہٰذا آپ بصرہ میں قیام پذیر رہے لیکن سوائے ایک حدیث کے کچھ نہ لکھا (۹)۔ آپ جب تک کسی حدیث کو دو مرتبہ اپنے شیخ سے نہ سن لیتے لکھتے نہیں تھے (۱۰)۔

۱۷۲. عبدالرحمن بن ابى الزناد المدنى (م ۱۷۴ھ)

آپ نے اپنے والد ابی الزناد، موسیٰ بن عقبہ اور ہشام بن عروۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن جریج، یزید بن معاویہ اور معاذ بن معاذ نے روایت کی ہے (۱۱)۔ آپ نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل مؤلفات ذکر کی ہیں (۱۲):

---

(۱) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۴۶ (۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۲: ۱۴۲
(۳) ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۵۷ (۴) الأزدی، تاریخ العلماء بالاندلس، ص: ۲/ ۱۳۷ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۱۲۵
(۵) استانبول، مکتبہ شہید علی پاشا (۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۲/ ۳۸۔۹۳ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۳۵۲
(۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۵۸۹ (۹) ابن الجعد، المسند، ص: ۳۵۱
(۱۰) ابن الجعد، المسند، ص: ۳۵۱ (۱۰) السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۹ (۱۰) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۳۳
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۳۰۸؛ (۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۱۷۲ (۱۲) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۵

۱۔ کتاب الفرائض

۲۔ رأي الفقهاء السبعة من أهل المدينة و ما اختلفوا فيه۔

مؤخر الذکر کتاب کے بارے میں ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں: ''رأي الفقهاء السبعة'' ان کی مؤلفات میں سے نہیں ہے بلکہ ان کے والد کی کتاب ہے اسی لیے امام مالکؒ نے اس کتاب کو روایت کرنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کرتے تھے (۱)۔

ان کے پاس طلباء (حدیث) لکھتے اور انھیں پڑھ کر بھی سناتے تھے (۲)۔

۱۷۳. عبدالله بن لهيعة بن عقبة الحضرمي (م۱۷۴ھ)

آپ نے اعرج، ابی الزبیر اور یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے پوتے احمد بن عیسیٰ، بھتیجے لہیعہ بن عیسیٰ، سفیان ثوری، شعبہ اور اوزاعی نے روایت کی ہے (۳)۔ محدثین نے ان کی کتب اور ان کی توثیق وتضعیف کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر کا قول ہے: ''۱۷۰ھ میں ابن لہیعہ کی کتب جل گئی تھیں'' (۴)۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے ان سے کتب کے جلنے سے پہلے سماع کیا اس کا سماع درست ہے (۵)۔ ابن ابی مریم کا قول ہے کتب جلنے سے پہلے اور بعد کی کوئی تمیز ہی نہیں ہے۔ جن احادیث کا انھوں نے اقرار کیا وہ صحیح ہیں (۶)۔

احمد بن صالح سے جب ان کی رائے پوچھی گئی کہ جس نے ان سے کتب جلنے سے پہلے سنا کیا اسے اس شخص پر جس نے جلنے کے بعد سنا ہے ترجیح حاصل ہے تو انھوں نے کہا ''یہ تو کوئی بات نہیں ابن لہیعہ صحیح الکتاب تھے۔ انھوں نے اپنی کتب نکالیں اور لوگوں کو لکھوایا اور انھوں نے انھیں لکھا جس نے ضبط کیا اس کی حدیث حسن ہے مگر صرف اس کی جو ضبط اور تحسین میں حاضر ہوتا ہو کیونکہ کچھ لوگ ایسے تھے جو لکھتے تو تھے لیکن نہ ضبط کرتے تھے اور نہ ہی تصحیح کرتے تھے اور کچھ صرف دیکھنے والے ہوتے اور کچھ دوسروں کے ساتھ مل کر سنتے تھے۔ پھر اس کے بعد ابن لہیعہ نے کوئی کتاب نہیں نکالی اور نہ کہیں ان کی کتاب دیکھی گئی اور جو شخص سماع کا ارادہ کرتا تو وہ اس شخص کے پاس چلا جاتا جس نے آپ سے لکھا ہوتا۔ چنانچہ اس سے لکھ لیتا پھر آپ کے پاس آ کر انھیں پڑھ کر سنا دیتا۔ تو جس کا مجموعۂ احادیث نسخہ کے مطابق ہوتا تو اس کی حدیث صحیح ہوتی اور جس نے کسی ایسے نسخہ سے لکھا جو منضبط نہیں تھا اس میں کافی خلل واقع ہو جاتا (۷)۔

اور قدماء کا ابن لہیعہ سے سماع کے متعلق ابو زرعۃ سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''بعد اور پہلے والے سب برابر ہیں۔ ماسوائے ابن مبارک اور ابن وہب کے، کیونکہ یہ دونوں ان کے اصولوں کو اچھی طرح تلاش کرتے پھر لکھتے تھے (۸)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

---

(۱) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/۲۷۷ (۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۳۰۸ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۷
(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۴۶ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۷۹ (۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۲، ۱۴۶
(۷) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۳۶ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۶ (۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۴۶

۱۔ ابن مبارکؒ (۱)

۲۔ ابن وہب (۲) ابن معین کا قول ہے: ''ابن لہیعہ کی احادیث کو لکھا گیا ہے یہاں تک کہ ابن وہب ان سے مرتے دم تک حدیث لکھتے رہے'' (۳)۔

قتیبہ کا بیان ہے کہ ہم ابن لہیعہ کی احادیث کو ابن لہیعہ کے بھتیجے اور ابن وہب کی کتب کے علاوہ کسی سے نہیں لکھتے تھے (۴)۔

۳۔ آپ کے بے شمار تلامذہ جن کے نام مذکور نہیں (۵)۔

۴۔ ابو الاسود نضر بن عبد الجبار المرادی (ابن لہیعہ کے کاتب) (۶)۔

۵۔ الاعور: آپ کا بیان ہے ''عامر نے مجھ سے ابن لہیعہ کی کتاب مستعار لی'' (۷)۔

۶۔ عبد الرحمٰن بن مہدی (۸)

۷۔ قتیبہ بن سعید (۹)

۸۔ لہیعہ بن عیسیٰ (۱۰)

۹۔ عثمان بن صالح (۱۱)

۱۰۔ یحییٰ بن بکیر (۱۲)

۱۷۴. جریر بن حازم الازدی (م۱۷۵ھ)

آپ نے ابی طفیل، ابن رجاء اور حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، ایوب اور آپ کے بیٹے وہب نے روایت کی ہے (۱۳)۔ آپ صاحب کتاب تھے (۱۴)۔ آپ نے جریر، ایوب السختیانی اور لیث بن سعد سے ایک طویل نسخہ نقل کیا ہے (۱۵)۔

۱۷۵. السکن بن أبی خالد (م۱۷۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ابونعامہ السعدی سے روایت کی ہے اور آپ سے قتیبہ نے روایت کی ہے (۱۶)۔

---

(۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۴۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۴

(۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۴۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۴۷۷

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۷ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۵

(۵) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۳۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۶

(۶) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۳۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۶

(۷) العقیلی، الضعفاء، ص: ۳۱۵ (۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۴۶

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۵ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۵

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۶ (۱۲) ترتیب المدارک، ص: ۱/۵۲۹

(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۱

(۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۰ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۴۱۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۵۰۵

(۱۵) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۰۷ (۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۲۹ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴/۱۷۹

قتیبہ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱)۔

۱۷۶. لیث بن سعد الفهمی (۱۷۵ھ)

آپ نے نافع، ابن ابی ملیکہ اور یزید بن حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے شعیب بن محمد، ہشام بن سعد، ہشیم بن بشیر سے روایت کی ہے (۲)۔ بعض لوگوں نے آپ سے کہا! ہم آپ سے وہ حدیث سنتے ہیں جو آپ کی کتب میں نہیں ہوتیں۔ تو آپ نے جواب دیا:

"أو كلما فی صدری فی كتبی لوكتبت ما فی صدری ما وسعه هذا المركب" (۳)

کیا میری کتب میں وہ سب کچھ ہے جو میرے سینے میں محفوظ ہے؟ (ایسا نہیں ہے) جو کچھ میرے سینے میں محفوظ ہے اگر میں اسے تحریر کر لیتا تو یہ سواری بھی اس کے لیے کافی نہیں ہے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی کتب تھیں:

۱۔ ابو صالح (لیث کا کاتب) (۴)
۲۔ خالد المدائنی (۵)
۳۔ عبداللہ بن واقد (۶)
۴۔ قتیبہ بن سعید (۷)
۵۔ یحییٰ بن بکیر (۸)

۱۷۷. وضاح بن عبدالله ابو عوانة الواسطی (م۱۷۶ھ)

آپ نے اشعث بن ابی شعثاء، اسود بن قیس اور قتادہ سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابن علیہ اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے (۹)۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ شعبہ نے ابوعوانہ سے کہا:

كتابك صالح و حفظك لا يساوی شيئاً (۱۰)

تمھاری کتاب صالح ہے اور تمھارا حافظہ کچھ بھی نہیں ہے۔

ابن معین کا قول ہے۔ "ابوعوانہ اَن پڑھ تھے اور لکھنے کے لیے کسی شخص سے مدد لیتے تھے اور آپ خود کتب پڑھا کرتے تھے (۱۱)۔
عطاء نے ابوعوانہ کو اس لیے خریدا تا کہ ان کے بیٹے یزید کے ساتھ رہیں۔ یزید علم سیکھتے تھے، اور ابوعوانہ ان کی کتب اور دواتیں اٹھاتے اور رکھتے تھے (۱۲)۔ ابوعبیدۃ الحداد فرماتے ہیں:

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۹/۴
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۶۴/۸
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۶۴/۸
(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸۶/۲
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۰/۸
(۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۱۸/۲
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۰/۸
(۸) ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۲/۱
(۹) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۶۰ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸/۱۱
(۱۰) الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۱۴/۱
(۱۱) ابن المدینی، العلل، ص: ۱۱۵/۱
(۱۲) الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۱۳۵

مجھے ابوعوانہ نے کہا کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا وہ کہتے ہیں
جب آپ کتاب سے بیان کرتے ہیں وہ تو محفوظ ہے اور جب کسی کتاب سے بیان نہ کریں
وہ غیر محفوظ ہے تو ابوعوانہ نے کہا کہ انھوں نے مجھے بھی نہیں چھوڑا (۱)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **ہشام بن عبدالملک:** ابن حنبلؒ کا قول ہے: ''یحییٰ بن حماد اور ہشام بن عبدالملک ابوعوانہ سے بہت زیادہ روایات لکھا کرتے تھے لیکن ان دونوں میں یحییٰ بن حماد زیادہ روایت کرنے والے تھے'' (۲)۔

۲۔ **یحییٰ بن حماد** (۳)

۳۔ **عفان بن مسلم:** آپ کا بیان ہے کہ ابوعوانہ احادیث یاد کرتے اور پھر ہمیں روایات لکھوایا کرتے تھے۔ آپ ایک لمبی حدیث نکالتے پھر اسے پڑھتے یا اسے لکھواتے تھے (۴)۔

۱۷۸۔ شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی (م ۱۷۷ھ)

آپ نے زیاد بن علاقہ، ابی اسحٰق اور عبدالملک سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی، وکیع اور یحییٰ بن آدم نے روایت کی ہے (۵)۔ آپ کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں تھا دودھ دوہتا اور اسے بیچتا اور اس سے رجسٹر اور صحائف خرید لیتا۔ چنانچہ میں نے علم اور حدیث کو لکھا، اور پھر میں نے فقہ سیکھی (۶)۔ آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں۔ حاتم بن اسماعیل کے پاس ان کی کتب میں سے تقریباً تیس اجزاء تھے (۷)۔ ابن عمار کا قول ہے: ''شریک کی کتب صحیح ہیں'' (۸)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابوبکر بن ابی شیبہ (۹)
۲۔ اسحاق الازرق (۱۰)
۳۔ حجاج بن محمد (۱۱)
۴۔ الحکم بن ایوب (۱۲)
۵۔ حاتم بن اسماعیل (۱۳)
۶۔ عبداللہ بن عمرو الموصلی (۱۴)
۷۔ عبداللہ بن المبارک (۱۵)
۸۔ المرزوقی (۱۶)
۹۔ یزید (۱۷)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۳
(۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۵۱
(۳) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۵۱
(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲، ۴۳
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۳۵
(۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۲۸۰
(۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲، ۴۱۷
(۸) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۳
(۹) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۸۲
(۱۰) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۲۲۶
◉ الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۳۴
(۱۱) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۱۳
(۱۲) الاصفہانی، تاریخ اصفہان، ص: ۱/۲۹۸
(۱۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲، ۴۱۷
(۱۴) الازدی، تاریخ الموصل، ص: ۳۰۶
(۱۵) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۶
(۱۶) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۷
(۱۷) الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۳۴

۱۷۹. محمد بن مسلم الطائفی (م۱۷۷ھ)

آپ نے ابراہیم بن میسرۃ' عمرو بن دینار اور ابن جریج سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک' عبدالوہاب ثقفی اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے روایت کی ہے ①۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ ''ان کی کتب صحیح ہیں'' ②۔ اور ابن معین کا قول ہے: ''جب وہ اپنی کتاب سے روایت کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں'' ③۔ سفیان ثوری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

معرف بن واصل کا قول ہے: ''میں نے سفیان الثوری کو محمد بن مسلم کے سامنے احادیث لکھتے ہوئے دیکھا'' ④۔

۱۸۰. یزید بن عطاء بن یزید الیشکری (م۱۷۷ھ)

آپ نے سماک بن حرب' اسماعیل بن ابی خالد اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے عبدالرحمٰن بن مہدی' حسین بن محمد اور یحییٰ بن اسحٰق نے روایت کی ہے ⑤۔ ابوعوانہ' یزید کی کتب اور دوات اٹھایا کرتے تھے ⑥۔

۱۸۱. جعفر بن سلیمان الضبعی (م۱۷۸ھ)

آپ نے ثابت البنانی اور یزید الرشک اور حمید بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' ابن مبارک اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے روایت کی ہے ⑦۔ عبدالرزاق الصنعانی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑧۔

۱۸۲. عبداللہ بن جعفر بن نجیح السعدی (م۱۷۸ھ)

آپ نے عبداللہ بن دینار' علاء بن عبدالرحمٰن اور ابی الزناد سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے علی بن عبداللہ' اسماعیل بن جعفر اور بشر بن معاذ نے روایت کی ہے ⑨۔ بہز کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

ا۔ ابن حنبلؒ کا قول ہے کہ ہم بہز کے پاس جایا کرتے تھے یعنی میں، ابن معین اور علی بن مدینی۔ اور ہماری نمائندگی علی کیا کرتے تھے۔ پھر ایک دن انھوں نے ایک رجسٹر نکالا جس میں عبداللہ بن جعفر کی حدیث تھی۔ تو یحییٰ نے کہا اے ابوالحسن! اسے رہنے دو، تو انھوں نے اسے اپنے ہاتھ سے رکھ دیا ⑩۔

ابن حبان کا قول ہے ''کہ ہم نے ایک نسخہ لکھا ہے جس کے اکثر حصہ کا کوئی اصول نہیں ہے'' ⑪۔

---

① الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص: ۳۰۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۴

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۴۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۴

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۴ ③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۴۰

⑤ الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص: ۳۷۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳۵۱

⑥ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۷۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۹۷

⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۶/۳۳۷ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۷۵

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۷۴ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۷۶

۱۸۳. حماد بن زید بن درہم الأزدی (م ۱۷۹ ھ)

آپ نے ثابت البنانی' انس بن سیرین اور عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک' ابن مہدی اور ابن وہب نے روایت کی ہے①۔ یحیٰی کا قول ہے:

"لم يكن أحد يكتب عند ايوب إلا حماداً"②

ایوب کے پاس حماد کے علاوہ کوئی لکھنے والا نہ تھا۔

ابن مہدی کا بیان ہے:

''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو احادیث کو لکھتا نہ ہو اور وہ حماد بن زید سے زیادہ حافظہ والا ہو اور ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھیں صرف یحیٰی بن سعید کے اجزاء تھے وہ اس میں غلطی کیا کرتے تھے''③۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **خلف بن ہشام البغدادی:** عباس الدوری بیان کرتے ہیں کہ خلف نے مجھے یحیٰی کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ میرے پاس حماد بن زید کی کتب تھیں اور میں نے ان سے احادیث بیان کی ہیں اور میرے پاس کچھ رقعے باقی رہ گئے جن میں سے بعض مٹے ہوئے تھے میں اور میرے اصحاب جمع ہوئے اور اس کا استخراج کیا۔ آپ کا خیال ہے کہ میں اس سے روایت کروں؟ تو انھوں نے فرمایا اس سے کہو کہ اے ابوسعید اس سے بیان کرو آپ صدوق اور ثقہ ہیں④۔

۲۔ **سفیان الثوری:** ابن مہدی کا قول ہے کہ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا، وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر حماد بن زید سے اس حدیث کے متعلق پوچھ کر لکھ رہے تھے⑤۔

۳۔ **سلیمان بن حرب**⑥

۴۔ **عبدالرحمٰن بن المبارک:** آپ کا قول ہے کہ:

''میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کے ساتھ حماد بن زید سے سنا تو میں نے کہا اے ابوسعید مجھے نسخہ دیں تو انھوں نے کہا اے میرے بچے میں آپ کی طرف اپنی کتاب بھیجوں گا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے بستی کے امام سے سفارش کروائی تو وہ آئے اور بیٹھے حتیٰ کہ میں نے بھی ایک نسخہ لکھ لیا⑦۔

۵۔ **عبدالرحمٰن بن مھدی**⑧

۶۔ **علی بن المدینی:** آپ نے ان کی احادیث بچپن میں لکھی ہیں اسی لیے بعض لوگوں نے ان احادیث میں کلام کیا ہے جو حماد بن زید سے ہوں⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۱
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۳۸ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۲۹ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۵۶
⑤ السمعانی، الاملاء، ص:۸۶ ⑥ الخطیب، الکفایۃ، ص:۲۴۱ ⑦ الخطیب، الکفایۃ، ص:۲۳۵
⑧ الخطیب، الکفایۃ، ص:۲۳۵ ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۸۲

۱۸۴. مالك بن انس الأصبحي المدني (م۱۷۹ھ)

آپ نے عامر بن عبد اللہ' ابن الزبیر اور نعیم بن عبد اللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے زہری' یحییٰ بن سعید اور یزید بن عبد اللہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ اسلام کے روشن میناروں میں سے تھے۔ مدینہ منورہ کے مشہور امام تھے۔ اور عالم اسلام میں پھیلنے والے چار فقہی مذاہب میں سے ایک کے بانی تھے (۲)۔

آپ نے اپنی علمی زندگی کی ابتدا کتابت حدیث کے ساتھ کی۔ آپ کا بیان ہے کہ:

''میں نے اپنی ماں سے کہا کہ میں علم حاصل کرنے جا رہا ہوں تو میری ماں نے کہا بیٹے اِدھر آؤ پہلے علماء والا لباس تو پہن لو تو پھر حدیث لکھنا، چنانچہ میری ماں نے مجھے کڑھائی والے کپڑے پہنائے اور سر پر ٹوپی رکھی اور اس کے اوپر عمامہ باندھا اور کہا بیٹا اب جاؤ اور جا کر علم سیکھو (۳)۔

آپ نے تمام شیوخ ہی سے احادیث لکھی ہیں۔ ابن عیینہ کا قول ہے:

ہم امام مالک کے آثار کی پیروی کیا کرتے تھے اور یہ دیکھتے کہ اگر انھوں نے کسی شیخ سے لکھا ہوتا (تو ہم ان سے احادیث لکھ لیتے) وگرنہ اسے چھوڑ دیتے تھے (۴)۔

بشر الزہرانی نے ایک مرتبہ امام مالک سے ایک شخص کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اسے میری کتب میں دیکھا ہے؟ تو بشر نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتا تو تم اسے میری کتب میں دیکھتے'' (۵)۔

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی فرماتے ہیں:

یہ تمام اقوال اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ نے صرف حافظہ پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انھیں لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ آپ جب بھی کلام کرتے تو آپ کے اصحاب اسے لکھ لیتے تھے'' (۶)۔

ابو مصعب کا قول ہے:

''میں نے معن بن عیسیٰ کو دیکھا وہ دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر امام مالک جو بھی بولتے اسے لکھ لیتے تھے'' (۷)۔

ابن وہب کا قول ہے کہ میں نے امام مالک کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں کہ تم میری ہر بات سن کر لکھ لو''۔ نیز آپ کا قول ہے: ''اگر جو کچھ ہم نے امام مالک سے سن کر لکھا تھا اسے آپ پر پیش کرتے تو آپ تین چوتھائی حصہ مٹا ڈالتے (۸)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک کبھی کبھار اپنے تلامذہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ امام یحییٰ القطان سے پوچھا گیا کہ کیا امام مالک آپ کو لکھوایا کرتے تھے تو انھوں نے جواب دیا میں ان کے سامنے لکھا کرتا تھا (۹)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۸ (۲) الدارقطنی، احادیث المؤطا، ص: ۷ (۳) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۸ ◉ ترتیب المدارک، ص: ۱/۱۱۹
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۹ (۵) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۶ (۶) الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۳۰۰
(۷) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۴ (۸) الحمیدی، جذوۃ المقتبس، ص: ۲۳۲ (۹) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۱۴۷ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۱۳

امام مالک اپنے شاگردوں کی تصحیح فرمایا کرتے تھے۔ ابن وہب کا قول ہے: ''میں امام مالک کے پاس جایا کرتا۔ آپ اس وقت مضبوط نوجوان تھے۔ آپ میری کتاب پکڑ کر پڑھتے اور اگر اس میں غلطی دیکھتے تو کپڑے کا ٹکڑا لے کر اسے پانی میں گیلا کر کے اس غلطی کو مٹا دیتے اور صحیح لکھ دیتے (۱)۔ آپ نے ''الموطا'' کے نام سے حدیث کی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کو ایک ہزار سے زائد اشخاص نے آپ سے روایت کیا ہے (۲)۔ امام شافعی کا قول ہے: ''میں نے اس زمین پر امام مالک کی کتاب (الموطا) سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ نیز آپ کا قول ہے: ''کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب مالک کی ''المؤطا'' ہے (۳)۔

۱۸۵. ابراهیم بن عقیل بن معقل (م ۱۸۰ هـ)

آپ نے اپنے والد عقیل بن معقل سے روایت کی ہے۔ آپ سے امام احمد بن حنبل، آپ چچا کے اسماعیل بن عبدالکریم وغیرہ نے روایت کی ہے (۴)۔ ابن معین کا قول ہے:

"وقد رأيته ولم يكن به بأس ولكن ينبغي ان تكون صحيفة وقعت إليه" (۵)

میں نے انھیں دیکھا ہے ان میں کوئی عیب نہیں تھا ممکن ہے کہ صحیفہ ان کے پاس آ گیا ہو۔

۱۸۶. حفص بن سليمان الأسدى (م۱۸۰ هـ)

آپ نے عاصم الاحول، عبدالملک بن عمیر اور لیث بن ابی سلیم سے روایت کی ہے اور آپ سے ابوشعیب، حفص بن غیاث اور علی بن عیاش نے روایت کی ہے (۶)۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ ''آپ لوگوں کی کتب لے کر انھیں لکھ لیتے اور بغیر سماع کے انھیں روایت کرتے تھے'' (۷)۔

امام شعبہ کا قول ہے کہ ''مجھ سے حفص بن سلیمان نے ایک کتاب لی پھر واپس نہیں کی'' (۸)۔

۱۸۷. صدقة بن خالد الاموی (م۱۸۰ هـ)

آپ نے اپنے والد سے خالد، زید بن ابی واقد اور عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن حمزہ، ولید بن مسلم اور ابومسہر نے آپ سے روایت کی ہے (۹)۔ ابن معین کا بیان ہے:

"كان صدقة بن خالد يكتب عند المحدثين في الألواح و أهل الشام لا يكتبون عندالمحدث يسمعون ثم يجيئون فيأ خذون سماعهم منه" (۱۰)

---

(۱) ابن وہب، الجامع، ص: ۱۵ (مقدمہ محقق)
(۲) الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۱۱
(۳) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۴۲
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۴۶
(۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱: ۱۲۱
(۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۵۵۸
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۴۱۸
(۸) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۸۴ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۴۱۹
(۹) الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۴۶ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۴۱۵
(۱۰) الدولابی، الکنی، ص: ۲/۲۵

صدقہ بن خالد محدثین کے پاس الواح پر لکھا کرتے تھے۔ جبکہ اہل شام محدث کے پاس نہیں لکھتے تھے۔ صرف سنتے تھے۔ پھر واپس آتے اور ان سے اپنے سماع کی باتیں حاصل کر لیتے تھے۔

۱۸۸۔ عبدالوارث بن سعید العنبری البصری (م ۱۸۰ ھ)

آپ نے عبد العزیز بن صہیب شعیب الحجاب اور ابي التياح سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' آپ کے بیٹے عبدالصمد اور عفان بن مسلم نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ صحیح الکتاب تھے۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے: ''میں بصرہ پہنچا اور جب وہ آپس میں کسی حدیث کے بارے اختلاف کرتے تو عبدالوارث کی کتاب پر فیصلہ کرتے تھے (۲)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **عبد الصمد:** ابن مدینی کا قول ہے: ''میں نے عبد الوارث کی احادیث عبد الصمد سے لکھیں اور میں یہ چاہتا تھا کہ یہ احادیث ابو معمر سے لکھوں'' (۳)۔

۲۔ **عبداللہ بن عمرو ابو معمر** (۴)

۱۸۹۔ عبید اللہ بن عمرو ابو الولیدالرقی (م ۱۸۰ ھ)

آپ نے عبد الملک بن عمیر' عبد اللہ بن محمد اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے عبد اللہ بن جعفر' زکریا بن عدی اور احمد بن عبد الملک نے روایت کی ہے (۵)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں (۶)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ **زکریا بن عدی:** ان کے پاس احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین آئے اور کہنے لگے ہمیں عبید اللہ بن عمرو کی کتاب دیں، جواب میں زکریا نے کہا تم کتاب کو کیا کرو گے، میں تمھیں ساری (کتاب) املاء کروا دیتا ہوں (۷)۔

۲۔ **عمرو بن قسیط الرقی** (۸)

۱۹۰۔ اسماعیل بن عیاش العنسی (م ۱۸۱ ھ)

آپ نے محمد بن زیاد' صفوان بن عمرو اور ضمضم بن زرعہ سے روایت کی ہے اور آپ سے محمد بن اسحٰق' سفیان ثوری اور اعمش

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۴۴۳
(۲) المسلم، کتاب التمییز، ص: ۵
(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۵
(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۵
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۳
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۶۰۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۳۱
(۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۶۰۰
(۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۵۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۹۱

نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ نے بہت زیادہ (احادیث) لکھیں اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مثلاً:

۱۔ المصنف (۲) ۲۔ کتاب الفتن (۳)

ابوالیمان کا بیان ہے:

''اسماعیل ہمارے ہمسائے تھے۔ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے، اکثر قرآن کریم کی تلاوت کرتے کرتے رک جاتے اور کچھ دیر کے بعد پھر پڑھنا شروع کر دیتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا مجھے پڑھتے پڑھتے کسی مسئلے کے بارے میں کوئی حدیث یاد آ جاتی ہے تو میں نماز چھوڑ کر اسے لکھنے لگ جاتا ہوں (۴)۔

ابن معین کا قول ہے:

اسماعیل بن عیاش شامیوں سے روایت کرنے میں ثقہ راوی ہیں۔ اور اہلِ حجاز سے ان کا روایت کرنا صحیح نہیں کیونکہ ان کی کتاب ضائع ہو گئی تھی اس لیے کہ ان سے روایت کا حفظ کرنا آپ پر خلط ملط ہو گیا (۵)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **ابوالیمان:** آپ کا قول ہے: ''میں نے اسماعیل بن عیاش کی کتب سے سب کچھ لکھا ہے یہاں تک کہ ان کی تحریر میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی (۶)۔

۲۔ **عبداللہ بن المبارک** (۷)

۳۔ **شاگردوں کا ایک جم غفیر:** یحییٰ کا بیان ہے: ''میں اسماعیل بن عیاش کی طرف گیا تو میں نے انھیں دیکھا وہ جوہری کے گھر کے بالا خانے پر بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ دو اور آدمی تھے جو ان کی کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ وہ انھیں روزانہ پانچ سو کے قریب احادیث بیان کرتے تھے۔ وہ دونوں نیچے تھے اور اسماعیل اوپر تھے۔ وہ ان کی کتب لیتے اور صبح سے شام تک نقل کرتے رہتے۔ یحییٰ فرماتے ہیں میں (یہ حالت دیکھ کر) وہاں سے لوٹ آیا اور ان سے کچھ بھی نہیں سنا (۸)۔

۴۔ **محمد بن بشر الحمصی:** انھوں نے اسماعیل سے کتاب الفتن روایت کی ہے (۹)۔

۵۔ **یحییٰ بن معین:** انھوں نے آپ سے املاء لکھی (۱۰)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۲۵ (۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱: ۱۹۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۲۴
(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۱۱ (۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۵۳
(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۲۲۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۲۳
(۶) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۳۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۲۲۴ (۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۲۲۳
(۸) ابن الجعد، المسند، ص: ۵۴۱ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱: ۱۰۴ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۲۲۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۲۴۴
(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۱۱ (۱۰) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۲۴۴

۱۹۱۔ خلف بن خلیفه بن صاعد الاشجعی (م ۱۸۱ ھ)

آپ نے اپنے والد خلیفہ بن صاعد، حفص اور اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے سعد، ابن منصور اور داؤد بن رشید نے روایت کی ہے (۱)۔ عبدالرحیم بن عمر البزاز کا قول ہے:

"خلف بن خلیفہ سے لوگوں نے لکھا کیونکہ ہشیم جب حدیث بیان کرنے لگتے تو فرماتے یہ حدیث مجھے ایک شیخ نے اشجع سے بیان کی ہے تو لوگ پوچھتے کہ اے ابو معاویہ وہ شیخ کون ہیں؟ تو آپ فرماتے وہ خلف بن خلیفہ ہیں۔ تو لوگ ان کے پاس چلے جاتے" (۲)۔

۱۹۲۔ الولید بن محمد الموقری (م ۱۸۲ھ)

آپ نے زہری، عطاء خراسانی، سفیان ثوری اور ثور بن یزید سے روایت کی ہے (۳)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ ابو حاتم کا قول ہے:

"..... كان لايقرأ من كتابه فإذا دفع إليه كتاب قرأة" (۴)

آپ اپنی کتاب سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ جب آپ کی طرف کوئی کتاب آگے کی جاتی تو اسے پڑھ لیتے تھے۔

۱۹۳۔ هشیم بن بشیر الواسطی (م ۱۸۳ ھ)

آپ نے اپنے والد بشیر بن القاسم، عبدالملک بن عمیر اور یعلیٰ بن عطا سے روایت کی ہے۔ آپ سے مالک بن انس، شعبہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے (۵)۔ ابن حبان کا قول ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے آثار اور اخبار کو جمع کرنے کے ساتھ خصوصی شغف رکھا یہاں تک کہ (احادیث کے) حافظ بنے اور کتب تصنیف کی ہیں (۶)۔ آپ نے بہت سی کتب تالیف فرمائیں۔ ابن الندیم نے آپ کی مندرجہ ذیل کتب ذکر کی ہیں (۷):

۱۔ کتاب السنن ۲۔ کتاب التفسیر
۳۔ کتاب القراءات ۴۔ کتاب الصلوٰۃ (۸)

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **ابن حنبل**: آپ کا قول ہے: "۱۷۹ھ میں حماد بن زید کی موت کی خبر ہمیں ہشیم کے گھر ملی، اس وقت ہشیم ہمیں "کتاب الجنائز" لکھوا رہے تھے (۹)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۵۱
(۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۳۱۹
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۵۰
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۴۹
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۶۲
(۶) ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۷۷
(۷) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۸
(۸) ابونعیم، تاریخ اصفہان، ص: ۱/۱۱۸
(۹) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۶۶
(۱۰) ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص: ۱۴۱۔

۲۔ **ابو صالح**: آپ کا بیان ہے۔ ہم بغداد میں تھے۔ وہاں مجھے لیث بن سعد نے کہا ہشیم سے کہنا: ''آپ کا بھائی لیث آپ کو سلام کہہ رہا تھا اور آپ سے درخواست کرتا ہے کہ آپ اپنی کتب میں سے کچھ اس کی طرف بھیج دیں۔'' چنانچہ میں ہشیم سے ملا انھوں نے مجھے کچھ کتب دیں جس سے ہم نے لکھ لیا اور میں نے اسے لیث کے ساتھ سنا (۱)۔

۳۔ **حجاج بن محمد**: ابن حنبل کا قول ہے: میں نے حجاج کو دیکھا وہ ہشیم کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ پھر مجلس کے بعد کھڑے ہوتے تو جو رہ گیا ہوتا اس کے بارے ہشیم سے پوچھ کر اصلاح کر لیتے (۲)۔

۴۔ **حبان بن بشر** (۳)

۵۔ **شجاع بن مخلد** (۴)

۶۔ **عبداللہ بن موسیٰ** (۵)

۷۔ **لیث بن سعد** (۶)

۱۹۴. یحییٰ بن حمزہ الدمشقی (م ۱۸۳ھ)

آپ نے اوزاعی، عبدالرحمٰن بن یزید اور ثور بن یزید سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد بن یحییٰ ابن مہدی اور ولید بن مسلم نے روایت کی ہے (۷)۔ محمد بن عائذ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۸)۔

۱۹۵. ابراهیم بن سعد زهری (م ۱۸۴ھ)

آپ نے اپنے والد سعد بن ابراہیم، صالح بن کیسان اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے لیث، قیس بن الربیع اور شعبہ نے روایت کی ہے (۹)۔ ابراہیم بن حمزۃ کا قول ہے:

> ابراہیم بن سعد کے پاس محمد بن اسحاق کی مغازی کے علاوہ احکام کی تقریباً سترہ ہزار احادیث تھیں (۱۰)۔ اور اس کے علاوہ دوسری کتب بھی آپ کے پاس تھیں (۱۱)۔

امام شعبہ ان سے استفادہ کرنے کے لیے لوگوں کو ابھارا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

"أكتبوا عنه أنا أحدثكم عنه" (۱۲)

ان سے لکھو میں تمھیں ان سے احادیث بیان کرتا ہوں۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

---

(۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۴۷۹ (۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۸۱ (۳) ابونعیم، تاریخ اصفہان، ص: ۱/۱۱۸
(۴) ابن سعد، الطبقات الکبرٰی، ص: ۷/۹۰ (۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۱۹۵ (۶) ابن سعد تاریخ بغداد، ص: ۹/۴۷۹
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۰۱ (۸) الرازی، تقدمة الجرح و التعديل، ص: ۳۴۳ (۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۲۲
(۱۰) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۸۳ الذہبی، ميزان الاعتدال، ص: ۱/۳۵ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۲۲
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۲۲ (۱۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۱: ۸۸

۱۔ ابن اسحاق: احمد بن حنبل کا قول ہے: ابن اسحاق مدلس تھے لیکن ان سے ابراہیم بن سعد کی وہ روایات صحیح تسلیم کی جاتی ہیں جن میں سماع کی صراحت ہو (۱)۔

۲۔ احمد بن حنبل: انھوں نے بہت کم عمری میں ان سے احادیث لکھیں۔ اسی لیے ابن حنبل کی ابراہیم بن سعد سے روایت کرنے کے بارے میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے (۲)۔

۳۔ احمد بن محمد بن ایوب البغدادی: انھوں نے ابراہیم بن سعد سے ''کتاب المغازی'' روایت کی ہے (۳)۔

۴۔ سعد بن ابراہیم بن سعد: آپ اپنے والد کی کتب روایت کرتے تھے (۴)۔

۵۔ الفضل بن یحییٰ: یعقوب بن ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فضل بن یحییٰ کے لیے ایک نسخہ لکھا تھا لیکن وہ اسے سن نہ سکے (۵)۔

۶۔ نوح بن یزید: ان کے پاس آپ کی ایک کتاب تھی (۶)۔

۷۔ یعقوب بن ابراہیم: آپ نے اپنے والد سے مغازی اور دوسری کتب روایت کی ہیں (۷)۔

۱۹۶۔ ابراهيم بن محمد بن ابی یحییٰ الأسلمی (م ۱۸۴ ھ)

آپ نے زہری، یحییٰ بن سعید اور صالح سے روایت کی ہے اور آپ سے ابراہیم بن طہمان، سفیان ثوری اور ابن جریج نے روایت کی ہے (۸)۔ امام ابن حنبل کا قول ہے آپ منکر احادیث روایت کیا کرتے تھے اور لوگوں کی احادیث لے کر اپنی کتب میں درج کر لیا کرتے تھے (۹)۔ آپ نے مؤطا تصنیف کی جو مؤطا امام مالک سے کئی گنا بڑی تھی (۱۰)۔ اور اس کے نسخے بہت زیادہ ہیں (۱۱)۔

نعیم بن حماد کا بیان ہے:

> میں نے اس کی کتب پر پچاس دینار خرچ کیے۔ ایک دن انھوں نے ایک کتاب ہمیں دی، اس میں تقدیر کا انکار تھا۔ اور ہمیں ایک اور کتاب دی جس میں اہل جہم کی رائے تھی۔ پھر انھوں نے میری طرف جہم کی کتاب بھیجی۔ میں نے اسے پڑھ کر پہچان لیا۔ اور انھیں کہا کہ کیا یہ تمھاری بھی رائے ہے۔ تو انھوں نے کہا: ہاں! پھر میں نے اس کی بعض کتب کو جلا ڈالا۔ اور بعض کو پھینک دیا (۱۲)۔

ابن جریج نے ان سے دس سے زائد اجزاء روایت کرنے کی اجازت حاصل کی تھی (۱۳)۔

---

(۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۲۳۰
(۲) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۸۲
(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱: ۱۰۷ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۹۱
(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲: ۸۳
(۵) الرازی، الجرح والتعدیل ص: ۱/۱۰۷ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۹۱
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۸۹
(۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲: ۸۳
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۹
(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱: ۱۲۶
(۱۰) ابن عدی، الکامل، ص: ۱: ۷۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۴۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۹
(۱۱) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۷۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۵۹
(۱۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۷۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۸
(۱۳) الرازی، علل الحدیث، ص: ۱/۳۳

۱۹۷. انس بن عياض ابو ضمرة المدنی (م ۱۸۵ ھـ)

آپ نے شریک بن ابی نمر، ابی حازم اور ربیعہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وہب، بقیہ بن الولید اور الشافعی نے روایت کی ہے①۔ ایک مرتبہ ابوضمرۃ انس بن عیاض کا ذکر امام مالکؒ کے سامنے کیا گیا تو امام مالک نے ان کی تعریف کی اور ان کے بارے میں بھلائی کی باتیں کہیں اور آپ نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے حدیث کی سماعت بھی کی اور اسے لکھا بھی②۔ آپ اپنی کتب لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے③۔ اسی لیے ایک مرتبہ امام مالک نے انھیں احمق کہا تھا کیونکہ آپ اپنی کتب عراقیوں کو دے دیتے تھے④۔

۱۹۸. خالد بن یزید بن عبدالرحمن الدمشقی (م ۱۸۵ ھـ)

آپ نے اپنے والد یزید بن عبدالرحمٰن، خلف بن حوشب اور ابی حمزہ الثمانی سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، ابن مبارک اور ہشام بن عبدالرحمٰن نے روایت کی ہے⑤۔ ان کی ایک کتاب ''کتاب الدیات'' ہے۔

ابن معین اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ینبغی أن یدفن"⑥ (یہ کتاب دفن کرنے کے قابل ہے)۔

۱۹۹. ضمام بن اسماعیل المرادی (م ۱۸۵ ھـ)

آپ نے ربیعۃ بن یوسف، عبدالرحمٰن بن زحر، عقیل بن خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے بشر بن بکر، ابن وہب اور عمرو بن خالد نے روایت کی ہے⑦۔ ابوموسیٰ⑧ اور محمد بن خلاد کے پاس ضمام کی (احادیث) کا ایک نسخہ تھا⑨۔

۲۰۰. حجاج بن محمد الأعور (م ۱۸۶ ھـ)

آپ نے حریز بن عثمان، ابن ابی ذئب اور شعبہ سے روایت کی ہے اور آپ سے احمد بن حنبل یحییٰ بن معین اور ابوعبید نے روایت کی ہے⑩۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ یحییٰ: آپ کے پاس تقریباً پچاس ہزار کے قریب احادیث لکھی ہوئی تھیں⑪۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۷۶
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۷۶
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۷۶
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۷۶
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲۷
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲۷
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۴۵۹
⑧ الحاکم، المدخل، ص:۳۴@ الخطیب، الکفایۃ، ص:۱۵۳
⑨ الحاکم، المدخل، ص:۳۴@ الخطیب، الکفایۃ، ص:۱۵۳
⑩ الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص:۶۲
⑪ الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص:۶۲

۲۔ عامر بن صالح ①

۳۔ سعید بن داؤد: ان کو حجاج اپنی کتاب سے لکھواتے تھے ②۔

۲۰۱. حسان بن ابراهيم ابوهشام الكوفي (م ۱۸٦ هـ)

آپ نے سعید بن مسروق' سفیان ثوری' عاصم الاحول سے روایت کی ہے اور آپ سے حمید بن مسعدۃ' احمد بن عبدۃ' ازرق بن علی وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ بشر بن آدم اور کچھ لوگوں کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

بشر بن آدم کا بیان ہے:

''حسان بن ابراہیم جب بغداد میں سلمۃ الاحمر (جگہ کا نام) جاتے تو میں ان سے احادیث لکھتا تھا ④۔

۲۰۲. عباس بن الفضل الانصاری (م ۱۸٦ هـ)

آپ نے احمد بن نجدہ' حسین بن ادریس اور عباس بن فضل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی ⑥۔ اور آپ نے قرأت کے بارے میں ایک بڑی کتاب تصنیف کی جس میں بہت سی احادیث تھیں ⑦۔

۲۰۳. معتمر بن سليمان بن طرخان التيمي (م ۱۸۷ هـ)

آپ نے اپنے والد سلمان بن طرخان' حمید الطویل اور اسماعیل بن خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' ابن مبارک اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے روایت کی ہے ⑧۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ ابن خراش کا قول ہے:

"إذا حدث من كتابه فهو ثقة" ⑨

جب وہ (معتمر) یہ اپنی کتاب سے روایت کریں تو پھر ثقہ ہیں۔

۲۰۴. ابراهيم بن محمد بن الحارث الفزاري (م ۱۸۸ هـ)

آپ نے ابن اسحاق السبیعی' حمید الطویل، ابی طولہ سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویہ بن عمرو' زکریا بن عدی اور اوزاعی نے روایت کی ہے ⑩۔ اور آپ نے کتابت حدیث اٹھائیس برس کی عمر میں شروع کی ⑪۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۷۱
② الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۲٦
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۴۵
④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۲٦۰
⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۳۸۵
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۲۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۳۸۵
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٦/۹۸
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۷
⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۱۴۲ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲/۲۳٦ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۸
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۳
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۳

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ''امام شافعیؒ نے ان کی کتاب کو دیکھا اور اس کی ترتیب پر انھوں نے اپنی کتاب لکھی''①۔

آپ کی مؤلفات میں سے ایک ''کتاب السیر'' بھی ہے②۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ورأيت أنا شخصيا هذه المخطوطة في سفرتي إلى القزوين عام ١٩٦٤م"③

۱۹۶۴ء کو جب میں نے القزوین کا سفر کیا تو میں نے بذات خود اس (کتاب) کا مخطوطہ دیکھا تھا۔

درج ذیل اشخاص نے اس کتاب کو روایت کیا ہے:

۱۔ محبوب بن موسیٰ④ ۲۔ المسیب بن واضح⑤

۳۔ معاویۃ بن عمرو الأزدی⑥

حافظ ابن حجر نے ابن الندیم سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں اصطرلاب⑦ کو متعارف کرایا اور اس بارے میں ان کی تصنیف بھی ہے⑧۔ اور الزرکلی کے نزدیک ان کا نام ابراہیم بن محمد نہیں، بلکہ محمد بن ابراہیم بن محمد الفزاری ہے⑨۔

۲۰۵۔ جریر بن عبدالحمید ابو عبداللہ الضبی (م۱۸۸ھ)

آپ نے اشعث، مغیرۃ اور عبدالملک بن عمیر، ابی اسحاق الشیبانی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اسحاق بن راہویہ، قتیبہ اور ابوخیثمہ نے روایت ہے⑩۔ آپ صاحبِ کتب تھے۔ ابن عمار کا قول ہے:

"وكانت كتبه صحاحاً"⑪

آپ کی کتب صحیح تھیں۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ **ابراہیم بن ہاشم:** ان کا قول ہے: ''میں نے ان سے ایک ہزار پانچ سو احادیث لکھی ہیں''⑫۔

۲۔ **سلیمان بن حرب:** آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے جریر الرازی سے احادیث کہاں لکھیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اور عبدالرحمٰن اور شاذان نے مکہ میں احادیث لکھیں⑬۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۲ ② الزرکلی، الاعلام، ص: ۱/۵۵
③ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱/۲۲۶ ④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۸۶
⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۸۶ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۸۲ ◎ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۸۶
⑦ ستاروں کی گردش اور حرکت معلوم کرنے کا آلہ اصطرلاب کہلاتا ہے۔
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۳ ⑨ الزرکلی، الاعلام، ص: ۶/۱۸۱
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۶ ◎ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۶
⑪ الذہبی، میزان الاعتدال ص: ۱/۳۹۴ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۵ ◎ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۴۳۱
⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۹۵ ◎ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۷
⑬ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۷ ◎ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۹۵

۳۔ شاذان ①

۴۔ عبدالرحمٰن بن مہدی ②

۵۔ محمد بن عیسیٰ بن الطباع کے بھائی: محمد بن عیسیٰ کا قول ہے کہ میرے بھائی ری میں جریر کے پاس گئے تو انھوں نے جریر کی کتب لکھ لیں پھر انھوں نے جو کچھ لکھا تھا میں نے اسے دیکھا اور یاد کر لیا پھر جب جریر عراق آئے تو میں نے ان سے ان احادیث کا مطالبہ کرنا چاہا تو وہ کہنے لگے تم میرے پاس وہاں کیوں نہیں آئے ③۔

۲۰۶. حمید بن زیاد ابو صخر (م ۱۸۹ ھ)

آپ نے ابو صالح السمان' ابی حازم اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید بن ابی ایوب' حیوۃ بن شریح' اور ابن وھب نے روایت کی ہے ④۔ ابن لہیعہ نے ان سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے ⑤۔ جبکہ ابن وہب نے ابن لہیعہ کی نسبت زیادہ بڑا نسخہ روایت کیا ہے ⑥۔

۲۰۷. علی بن مسهر القرشی (م ۱۸۹ ھ)

آپ نے ابو بردۃ بن ابی موسیٰ الاشعریؓ' یحییٰ بن سعید' ہشام بن عروہ اور عبید اللہ عمرو سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو بکر' عثمان (جو کہ ابو شیبہ کے بیٹے ہیں) اور خالد بن مخلد نے روایت کی ہے ⑦۔ امام عجلی کا قول ہے: ''حدیث کے بارے میں آپ ثقہ اور ثبت ہیں اور صالح الکتاب ہیں ⑧۔ ابن نمیر کا قول ہے:

"كان قد دفن كتبه" ⑨

انھوں نے اپنی کتب دفن کر دی تھیں۔

۲۰۸. عبیدة بن حمید التیمی (م ۱۹۰ ھ)

آپ نے عبد الملک بن عمیر' عبد العزیز بن رفیع اور اسود بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' احمد بن حنبل اور محمد بن سلام سے روایت کی ہے ⑩۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑪۔ یعقوب بن شیبہ کا قول ہے:

"كتب الناس عنه" ⑫

ان (عبیدۃ) سے لوگوں نے لکھا۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۹۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۷

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۹۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۷

③ الرازی: الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۹

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۲

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۴۰

⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۴۰

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۸۴

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۸۴

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۸۳

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۸۲

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۸۲

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۸۲

۲۰۹. عبداللہ بن ادریس الأودی (م ۱۹۰ ھ)

آپ نے اپنے والد ادریس بن یزید' اعمش اور منصور سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن انس' ابن مبارک اور یحییٰ بن آدم نے روایت کی ہے[1]۔ آپ کا بیان ہے: میرے والد مجھے کہا کرتے تھے ''زبانی یاد کیا کرو اور لکھنے سے حتی الوسع پرہیز کرو، جب تم (طلب حدیث کے لیے) جاؤ تو انھیں لکھ لیا کرو اگر کسی دن تمھیں ان کی ضرورت پڑے یا تمھارا دل مشغول ہو تو وہ تمھارے پاس لکھا ہوا ہوگا''۔

نیز آپ کا قول ہے کہ میں نے اشعث، اعمش اور لیث سے کوئی بھی حدیث نہیں لکھی[2]۔ آپ کے پاس کتاب تھی[3]۔

ابن ابی شیبہ کا بیان ہے:

> ان کے اور مالک بن انس کے درمیان دوستی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مالک جب اپنی کتاب المؤطا میں "بلغني عن عليّ" کہہ کر ارسال کریں تو وہ روایت انھوں نے عبداللہ بن ادریس سے سنی ہوتی ہے[4]۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ **حسن بن ربیع:** ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں عبداللہ بن ادریس کے پاس تھا، جب میں کھڑے ہونے لگا تو انھوں نے کہا سعر الأشنان سے حدیث کے بارے میں پوچھیے۔ جب میں جانے لگا تو مجھے واپس بلایا اور فرمایا اس سے مت پوچھو تم بس میری ہی حدیث لکھتے رہو[5]۔

۲۔ **یحیی بن آدم:** ان کا بیان ہے عبداللہ بن ادریس نے ہمیں حدیث بیان کی۔ یہ بات علی نے ہمیں اپنی کتاب سے لکھوائی[6]۔

۲۱۰. اسماعیل بن ابراهیم الأسدی ابن علیة (م ۱۹۳ ھ)

آپ نے عبدالعزیز بن صہیب' سلیمان التیمی اور حمید الطویل سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ' ابن جریج اور حماد بن زید نے روایت کی ہے[7]۔

امام شعبہ کا قول ہے: ''ابن علیہ فقہاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے''[8]۔

زیاد بن ایوب کہتے ہیں کہ: ''میں نے ابن علیہ کی کوئی کتاب نہیں دیکھی''[9]۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۴۵/۵
② ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص: ۱۷۷
③ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۱۸/۱
④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۲۰/۹
⑤ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۸۵
⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۱۸/۱
⑦ الخزرجی، خلاصة تذہیب، ص: ۲۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۶/۱
⑧ الخزرجی، خلاصة تذھیب، ص: ۲۷
⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۷/۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۲۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۶/۱

لیکن ایسی کئی ایک روایات ملتی ہیں جن سے زیاد بن ایوب کے کلام کی نفی ہوتی ہے۔ مثلاً ایوب السختیانی ان اشخاص میں سے ہیں۔ جن سے ابن علیہ نے احادیث لکھی ہیں (۱)۔ ابن الندیم نے ان کی درج ذیل مؤلفات ذکر کی ہیں (۲):

۱۔ کتاب الطہارۃ　　　۲۔ کتاب الصلاۃ

۳۔ کتاب المناسک　　　۴۔ کتاب التفسیر

علی بن أبی ھاشم بن الطبر اخ (ابن علیہ کے کاتب) کے پاس آپ کی کتب تھیں۔ ابوزکریا کا قول ہے: ''میں نے ان علی بن ابی ہاشم کی کتب دیکھی ہیں۔ جنھیں آپ اسماعیل سے روایت کرتے ہیں اور یہ بات اسماعیل کے فوت ہونے سے ایک زمانہ پہلے کی ہے (۳)۔

۲۱۱. ابو بکر بن عیاش الاسدی (م۱۹۴ھ)

آپ نے ابی اسحاق' ابی حصین عثمان بن عاصم اور عبدالعزیز بن رفیع سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' ابن المبارک اور ابوداؤد نے روایت کی ہے (۴)۔ ابن سعد نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ'' آپ زیادہ دیر زندہ رہے اور اتنی لمبی عمر پائی کہ ان سے نئی نئی باتیں لکھ لی گئیں'' (۵)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ'' میرے والد سے شریک اور ابو بکر بن عیاش کے بارے میں پوچھا گیا کہ دونوں میں سے کون حافظہ میں زیادہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا دونوں حفظ میں برابر ہیں۔ لیکن ابوبکر کی کتاب زیادہ درست ہے'' (۶)۔

آپ کے بارے میں احمد بن حنبل کا قول ہے: ''بہت زیادہ غلطیاں (حدیث بیان کرتے وقت) کرنے والے ہیں لیکن ان کی کتاب میں کوئی غلطی نہیں ہے (۷)۔ آپ نے یحییٰ بن یحییٰ کی طرف اپنی احادیث لکھ کر ارسال کیں اور پھر ان احادیث کو ان کے بیٹے نے ان سے سن کر لکھا (۸)۔

۲۱۲. یحییٰ بن سلیم الطائفی (م۱۹۴ھ)

آپ نے عبید اللہ بن عمر العمری' موسیٰ بن عقبہ اور ابن جریج سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع' شافعی اور ابن المبارک نے روایت کی ہے (۹)۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

"کتبه لابأس بها" (۱۰)

ان (یحییٰ) کی کتب میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابوخیثمہ کا بیان ہے: ''ہم یحییٰ بن سلیم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں اپنی احادیث میں سے کچھ دیں تاکہ ہم اسے لکھ لیں تو انھوں نے فرمایا کہ پہلے مصحف (قرآن پاک) رہن میں رکھو۔ جب ہم نے انھیں مصحف دیا پھر انھوں ہمیں کچھ اپنی کتب دیں (۱۱)۔

---

(۱) ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۷۰۲
(۲) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۷
(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۱۰
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳۶
(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۶۹
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۳۵۰ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳۵
(۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۵۰۰
(۸) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۰
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۲۶
(۱۰) الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۲۷۵ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۱۱/۲۲۷
(۱۱) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۸۴

۲۱۳. بقیة بن الولید الکلاعی (م ۱۹۷ ھ)

آپ نے محمد بن زیاد الہانی' صفوان بن عمرو اور حریز بن عثمان سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک' شعبہ اور اوزاعی نے روایت کی ہے ①۔ امام عبداللہ بن المبارک سے بقیۃ بن ولید کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ صدوق تھے لیکن وہ ہر آنے جانے والے سے احادیث لکھ لیا کرتے تھے ②۔ ابن ثوبان ③ اور اُرطاۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ④۔

۲۱۴. سفیان بن عیینہ الھلالی (م ۱۹۸ ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' ابی اسحٰق اور اسود بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش' ابن جریج اور شعبہ نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ نے پندرہ سال کی عمر سے حدیث لکھنا شروع کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے میں پہلا شخص ہوں جس نے پندرہ سال کی عمر میں عبدالکریم ابو اُمیہ کے پاس بیٹھنے کا شرف حاصل کیا ⑥۔ امام زہری اپنی مجلس میں انھیں صغار میں شمار کرتے تھے ⑦۔ آپ نے زہری ایوب السختیانی کے لیے بہت سی احادیث لکھیں ⑧۔ اور آپ نے ۱۴۲ھ کو پڑھانا شروع کیا ⑨۔

علی بن الجعد کا قول ہے:

میں نے کوفہ میں ۱۶۰ھ کو ابن عیینہ سے احادیث لکھیں۔ آپ ایک ''صحیفہ'' میں سے لکھوا رہے تھے ⑩۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ ابن عیینہ کی ستر ہزار کے قریب احادیث تھیں۔ اور ان کے پاس اپنی کوئی کتاب نہ تھی ⑪۔

امام العجلی کے بیان پر ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ہم نہیں جانتے کہ امام عجلی کی اس بات کی کیا تاویل کریں کیونکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ انھوں نے شاگردوں کو ایک صحیفہ سے لکھوایا ہے اور یہ کہ انھوں نے ایوب کے لیے بھی احادیث لکھیں اور آپ نے عمرو بن دینار اور دوسرے اصحاب سے بھی احادیث لکھیں۔ امام زہری سے آپ کا احادیث لکھنا تو بڑا مشہور و معروف ہے ⑫۔

آپ کا بیان ہے: ''مجھے زہیر جعفی نے کہا کہ اپنی کتب نکالیں تو میں نے کہا کہ مجھے اپنی کتب سے زیادہ یاد ہے ⑬۔

آپ کی مؤلفات میں ایک تفسیر بھی ہے ⑭۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۳۱-۳۳۹ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۱۲۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۴۷۴

③ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۵۵ ④ الخطیب، تقیید العلم ص: ۱۱۰

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۱۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۱۱

⑥ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۳۹ ⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۷ ◉ الیحصبی، الالماع، ص: ۶۴

⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۵۰ ⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۷۵ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۷ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۵۰

⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۳۶۲ ⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۷۹

⑫ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱/۲۶۲ ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۲۱

⑭ السمعانی، الانساب، ص: ۵/۴۳۹

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ احمد بن عبدۃ ①

۲۔ حسین ②

۳۔ الحمیدی ③

۴۔ علی بن الجعد ④

۵۔ غندر: آپ نے ابن عیینہ کی ایک کتاب نکالی اور کہا کہ کیا تمھیں اس میں کوئی غلطی نظر آتی ہے ⑤۔

۶۔ وکیع: آپ کا قول ہے: ''میں نے اعمش کی وفات سے ایک سال پہلے سفیان بن عیینہ سے احادیث لکھیں'' ⑥۔

۷۔ یونس بن عبدالأعلی: آپ کا قول ہے: ''میں نے سفیان سے بہت زیادہ لکھا ہے'' ⑦۔

۲۱۵۔ علی بن عاصم بن صهیب الواسطی (م ۲۰۱ھ)

آپ نے سلیمان التیمی، حمید الطویل اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے یزید بن زریع، عفان اور احمد بن حنبل نے روایت کی ہے ⑧۔ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے عباد بن العوام سے پوچھا اے ابوسہل تمھارے ساتھی یعنی علی بن عاصم کا کیا حال ہے۔ (اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے) تو عباد نے جواب دیا ہم ان پر یہ الزام نہیں لگاتے کہ انھوں نے سماع نہیں کیا (احادیث نہیں سنیں) بلکہ وہ ایک مالدار شخص تھے اور کاتب ان کے لیے لکھا کرتے تھے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انھیں ان کی کتب دی گئیں جو انھوں کے لیے لکھی گئی تھیں ⑨۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے:

> ان کے درس میں تیس ہزار سے زائد کا مجمع ہوتا تھا اور آپ ایک بلند جگہ پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے لیے تین اشخاص لکھنے والے ہوتے تھے ⑩۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

> "و کتب منه مالا یوصف کثرة" ⑪

ان سے احادیث لکھنے والوں کی کثرت کا حال بیان نہیں کیا جا سکتا۔

---

① الرازی، العلل، ص: ۱/۱۱۸ ② ابن المبارک، کتاب الزہد، ص: ۱۴۴

③ الحمیدی، المسند، ص: ؟ ④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۳۶۲

⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۸۷ ⑥ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۷۱۔ ◉ الرازی، مقدمة الجرح والتعدیل، ص: ۵۰

⑦ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۹۰

⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۴۴۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۴۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۳۵

⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۴۴۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۴۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۳۵

⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۴۵۴ ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۳۵

مراحل تدوین حدیث، تحریک تدوین اور ضرورت و اسباب

✿ مراحل تدوین حدیث

اس میں کوئی شک نہیں کہ عہدِ رسالت میں بے شمار ذخیرہ احادیث مدوّن ہو چکا تھا جو عہد صحابہؓ و تابعین اور بعد کے ادوار تک مسلسل جاری رہا' تدوین حدیث کے اس پر عزم اور مسلسل سفر میں حضرات صحابہؓ و تابعین اور ان کے بعد کے محدثین نے مختلف نوعیت کے اسالیب اور مراحل اپنائے جو ارتقائی عمل سے گزرتے ہوئے نقطہ عروج پر جا پہنچتے ہیں۔ مصادر سے درج ذیل مراحل کا تذکرہ ملتا ہے:

تدوین حدیث کا ابتدائی مرحلہ
(۱ ھ تا ۷۵ھ)

عہدِ رسالت میں تحریری احادیث کا سرمایہ دو طرح سے تھا۔ ایک وہ جو آنخضرت ﷺ نے خود اہتمام فرما کر املاء کروایا اور اسے اپنی طرف منسوب کیا اور ان میں ایسی بہت سی تحریریں ہیں جن پر آپ ﷺ نے اپنی مہر بھی ثبت فرمائی اور اسے گواہوں کے رو برو لکھوایا ہے یعنی رسمی تحریریں۔ اور دوسری قسم ان شخصی و ذاتی تحریروں کی ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی اجازت سے تحریر کی تھیں۔ اور جنھیں غیر رسمی تحریریں کہا جا سکتا ہے۔

اوّل الذکر رسمی تحریروں کے مختلف موضوعات تھے مثلاً مالی و قانونی امور سے متعلق تعلیمات (۱) اور سیاسی و سرکاری دستاویز (۲)

---

(۱) آنخضرت ﷺ نے اپنے عمال اور دوسرے اشخاص کی طرف مالی و قانونی امور سے متعلق متعدد تعلیمات تحریری طور پر ارسال کی تھیں مثلاً کتاب الصدقہ جو آنخضرت ﷺ نے دوسرے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عاملوں کے پاس بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی مگر بھیجنے سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ اس میں مویشیوں کا مفصل نصاب زکوٰۃ' ان کی عمریں اور متعلقہ مسائل کی تفصیلات درج ہیں (ابو داؤد' سنن ابی داؤد' کتاب الزکوۃ، باب فی زکوۃ السائمۃ، حدیث نمبر ۱۵۶۸، ص: ۲۳۱)۔ صحیفہ علاء بن حضرمی جس میں زکوٰۃ اور عشر کے مفصل احکام تھے (ابن سعد' الطبقات الکبریٰ، ۱/۲۷۶ ◉ احمد زکی، جمہرۃ رسائل العرب، ص: ۱/۴۳)۔ صحیفہ عمروؓ بن حزم جس میں عام نصیحتوں کے علاوہ طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، جہاد، غنیمت اور جزیہ وغیرہ کے احکام تھے (النسائی، سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۸، ص: ۶۶۹)۔ قانونی امور کے متعلق آنخضرت ﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیان کو میراث کے بارے میں بیوہ عورت کو اس کے مقتول شوہر کی میت کا وارث بنانے کے بارے میں احکام تھے (ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الفرائض، باب فی المرأۃ ترث من دیۃ زوجھا، حدیث نمبر ۲۹۲۷، ص: ۴۲۶ ◉ لأم، الرسالۃ، ص: ۱۱۳)۔ اور ایک مکتوب آنخضرت ﷺ نے شریح بن عبد کلال (سنن النسائی میں شرحبیل بن عبد کلال ہے۔ دیکھئے کتاب القسامۃ، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۷، ص: ۶۶۸)، نعیم بن عبد کلال، اور حارث بن عبد کلال کی طرف لکھا تھا جو قانونی اور مالی امور سے متعلق تھا (ابو عبید، الاموال، ص: ۱۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۲)۔ ان امور کے بارے میں مصادر سے بے شمار امثلہ ملتی ہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۷۶ اور حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۷۸، ۱۳۳، ۱۵۲، ۱۵۶، ۱۶۸، ۱۷۷، ۱۸۸)

(۲) آنخضرت ﷺ کی املاء کردہ احادیث میں سے ہی ایک طویل سلسلہ ان سیاسی و سرکاری دستاویز کا ہے جو آپ ﷺ نے تیئیس برس کے دوران وقتاً فوقتاً لکھوائے۔ انھیں درج ذیل عناوین میں تقسیم کیا جاتا ہے:

جاری ہے......

صفحہ نمبر ۴۰۷ کا بقیہ حاشیہ.......

ا۔ **تحریری معاہدے:** ہجرت مدینہ کے فوراً بعد آنحضرت ﷺ نے مختلف قبائل عرب اور دوسری اقوام سے معاہدات کا سلسلہ شروع کیا جن میں سے قبیلہ ضمرۃ، قبیلہ غطفان، قبیلہ بارق، قبیلہ لہلہ، قبیلہ اُسلم، قبیلہ جہینہ، اہل مکنہ و بنی جنبہ، اہل جرباء و اذرح، اہل نجران وغیرہ قابل ذکر ہیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۳۵ ⊙ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۱۵۹، ۱۶۰، ۳، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۱۵۲، ۹۴، ۱۰۰، ۱۰۴)۔ اس طرح صلح حدیبیہ کا معاہدہ تو بہت مشہور ہے۔ تاریخ، سیرت اور حدیث کی کتب میں اس کی تفصیلات مذکور ہیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۹۵ ⊙ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۰۸ ⊙ الواقدی، المغازی، ص: ۳۸۸ ⊙ المسلم، الصحیح، کتاب الجھاد و السیر، باب صلح الحدیبیة، حدیث نمبر ۴۶۲۹، ص: ۷۹۵)۔

ب۔ **دستور مملکت:** ہجرت کے پانچ ماہ بعد جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو ایک دستور مملکت نافذ فرمایا۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ ''یہ تاریخ عالم کا سب سے پہلا تحریری دستور مملکت ہے'' (محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام، ص: ۲۴)۔ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات، حقوق و فرائض اور قصاص، دیت، فدیہ، امان، جنگی قیدیوں کے معاملات اور مسلمانوں کی علیحدہ قومیت وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳/۲۶۳ ⊙ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۵۰۱)۔

۲۔ **امان نامے:** آنحضرت ﷺ نے بہت سے خاندان اور افراد کے لیے امان نامے لکھوا کر دیے تاکہ اسلامی مملکت میں ان لوگوں کی جان، مال اور آبرو وغیرہ کی حفاظت کی جائے۔ سیرت، حدیث اور تاریخ کی کتب میں ان کی بے شمار امثلہ ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ نے سراقہ بن مالک کو تحریری امان نامہ دیا (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۴۸۹ ⊙ المقریزی، اُمتاع الأسماع، ص: ۱/۴۲، ۴۲۱)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بنو زرعہ اور بنو ربعہ کے لیے امان نامہ لکھا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۳)۔

۳۔ **جاگیروں کے ملکیت نامے:** آنحضرت ﷺ نے بہت سے لوگوں کو جاگیریں دیں اور ان کے ملکیت نامے بھی تحریر کرا کے ان کے حوالے کیے مثلاً آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ بن عوام کو ایک بڑی جاگیر عطا فرمائی اور ان کے لئے دستاویز ملکیت تحریر فرمائی (محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۲۲۹، ص: ۱۹۲)۔ اس طرح آپ ﷺ نے حضرت تمیم الداریؓ کو جاگیریں دیں اور انھیں ملکیت نامہ تحریر کر کے دیا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۰۸ ⊙ ابو عبید، الاموال، ص: ۲۷۴ ⊙ القلقشندی، صبح الأعشی، ص: ۱۳/۱۲۰)۔

۴۔ **بیع نامے:** مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ قیمتی اشیاء کی خرید و فروخت کے وقت بیع نامے بھی لکھوایا کرتے تھے۔ حضرت عداءؓ بن خالد بن ہوذہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام یا باندی خریدی تو آپ ﷺ نے انھیں ایک دستاویز لکھ کر دی (الترمذی، جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کتابة الشروط، حدیث نمبر ۱۲۱۶، ص: ۲۹۶)۔

۵۔ **وقف نامے:** زمینوں کے وقف نامے لکھنے کا رواج بھی عہد رسالتؐ میں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو خیبر کی زمین وقف کرنے کا مشورہ دیا تو حضرت عمرؓ نے یہ زمین وقف کر دی، چنانچہ وقف کی شرائط و مصارف کو وقف نامہ میں تحریر کیا گیا (المسلم، الصحیح، کتاب الوصیة، باب الوقف، حدیث نمبر ۴۲۲۴، ص: ۷۱۶ ⊙ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب الإحباس، باب کیف یکتب الحبس، حدیث نمبر ۱۸، ص: ۴/۱۹۳)۔

۶۔ **نومسلم وفود کے لیے تحریری احکام:** نومسلم قبائل کے وفود و اشخاص اسلامی احکام کی تعلیم کے لیے مدینہ منورہ آتے اور یہاں وہ اسلامی احکام سیکھتے اور وطن واپسی کے وقت آنحضرت ﷺ ان کے لیے اسلام کے بنیادی احکام لکھوا کر ان کو دے دیتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرات وائلؓ بن حجر کو حضرت معاویہؓ سے تین دستاویزات لکھوا کر انھیں دیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۷)۔ وفد عبدالقیس نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت آپ ﷺ سے ایک کتاب بھی حاصل کر لی تھی (النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۱/۳۳)۔ ابن سعد نے "ذکر وفادات العرب" میں اس قسم کی بے شمار امثلہ ذکر کی ہیں۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۷)۔ نیز آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ابوشاہ یمنی کو خطبہ لکھوا کر دیا (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللقطة، باب کیف تعرف لقطة، حدیث نمبر ۲۴۳۴، ص: ۳۹۲)۔

۷۔ **مختلف قبائل اور ملکوں کے سربراہوں کے نام خطوط:** آپ ﷺ نے مدنی دور میں بہت سارے تبلیغی و تعلیمی خطوط مختلف قبائل اور ملکوں کے حکمرانوں کے نام روانہ کیے۔ ان خطوط میں دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ فقہی ابواب کے بھی بہت سے شرعی احکام تھے۔ مثلاً آپ ﷺ بنی حارثہ بن عمرو، اہل داما، قبیلہ خزاعہ، اور بہت سارے قبائل کی طرف خطوط لکھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۷۱ ⊙ المقریزی، امتاع الاسماع، ص: ۱/۴۴۱ ⊙ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۷۷، ۱۷۷، ۲۳۵)۔ صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ نے دنیا کے چھ مشہور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے اور ان پر اپنی مہر ثبت فرمائی (الطبری، تاریخ، ص: ۱/۱۵۵۹ ⊙ ابو عبید، کتاب الأموال، ص: ۲۰)۔

جاری ہے.......

جبکہ مؤخر الذکر غیر رسمی تحریریں وہ شخصی اور ذاتی تحریریں تھیں جو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے تحریر کیں۔ صحابہ کرامؓ کے علمی ذوق وشوق اور آنحضرت ﷺ کی ترغیب و ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے عہدِ رسالت میں ہی احادیث کے تحریری مجموعے تیار کر لیے تھے۔ مصادر سے بہت سے صحائف اور مجموعوں کا تذکرہ ملتا ہے جو صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالت میں قلمبند کیے تھے ①۔

عہدِ رسالت کے بعد عہدِ صحابہؓ وتابعین اور بعد کے ادوار میں بھی بے شمار مجموعہ ہائے قلمبند کیے گئے ②۔

صفحہ نمبر ۴۰۸ کا بقیہ حاشیہ.......

۸۔ **مردم شماری کی تحریر:** ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی جسے باقاعدہ تحریر کرایا گیا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خواہش ظاہر کی ان لوگوں کے نام لکھ دو جو مسلمان ہیں چنانچہ حضرت حذیفہؓ نے پندرہ سو مردوں کے نام لکھ دیے (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب كتابة الإمام الناس، حدیث نمبر ۳۰۶۰، ص: ۵۰۶)۔

۹۔ **مجاہدین کی فہرست:** صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں مجاہدین کی فہرست لکھ کر تیار کر لی جاتی تھی (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب كتابة الإمام الناس، حدیث نمبر ۳۰۶۱، ص: ۵۰۶)۔ یہ روایت صحیح مسلم (المسلم، الصحیح، کتاب الحج باب سفر المرأة مع محرم، حدیث نمبر ۳۲۷۲، ص: ۵۶۶) اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے (ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسك، باب المرأة تحج بغير ولي، حدیث نمبر: ۲۹۰۰، ص: ۴۲۰)۔

۱۰۔ **جنگی ہدایات:** بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بعض دفعہ فوجی دستوں کے امراء کو بوقت روانگی جنگی نوعیت کی ہدایات واحکام بھی لکھوا دیا کرتے تھے مثلاً آپ ﷺ نے امیر دستہ حضرت عبداللہؓ بن جحش کو حکم نامہ میں ہدایات درج کر کے دی تھیں (البخاری، الجامع الصحیح کتاب العلم، باب ما يذكر في المناولة (تعلیقا) ص: ۱۵)۔

۱۱۔ **عدالتی فیصلے:** آنحضرت ﷺ نے بعض عدالتی کارروائیاں اور فیصلے بھی قلمبند کروائے ہیں مثلاً حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ خیبر میں یہود کی بستی میں ایک صحابی مقتول پائے گئے تو آپ ﷺ نے تحریری فیصلہ لکھ کر ان کی طرف بھجوایا (المسلم، الصحیح، کتاب القسامۃ، باب القسامۃ، حدیث نمبر ۴۳۴۹، ص: ۷۳۷ ◉ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الديات، باب القسامة، باب من قتل عبده أو مثل به، حدیث نمبر: ۴۵۲۱، ص: ۶۳۹)۔ ایک اور عدالتی فیصلہ کا تذکرہ طبقات ابن سعد میں بھی ملتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے خود قلمبند کرایا تھا۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۳۷۴)

یہ تھا عہدِ رسالتؐ میں تحریری سرمایہ احادیث کا سرسری نمونہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام کے ساتھ تحریر کروایا تھا۔

① ۱۔ صحیفہ وائلؓ بن حجر (الطبرانی، المعجم الصغیر، باب الياء من اسمه يحيىٰ، ص: ۲/۱۴۴)

۲۔ صحیفہ علیؓ (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب كتابة العلم، حدیث نمبر ۱۱۱، ص: ۲۴ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۸)

۳۔ صحیفہ عبداللہؓ بن اوفی (البخاری الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب الصبر عند القتال، حدیث نمبر ۲۸۳۳، ص: ۴۹۶)

۴۔ صحیفہ سمرۃؓ بن جندب (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۶)

۵۔ صحیفہ جابرؓ بن عبداللہ (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۵۳)

۶۔ صحیفہ صادقہ (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۴ ◉ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳/۲۳۴)

۷۔ صحیفہ سعدؓ بن عبادۃ (الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الأحكام، باب ما جاء في اليمين مع الشاهد، حدیث نمبر ۱۳۴۳، ص: ۳۲۴)

۸۔ صحیفہ انسؓ (الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذكر انس بن مالك، ص: ۳/۵۷۳)

② تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۱۹۹

تدوینِ حدیث کا دوسرا مرحلہ
(۷۵ھ تا ۱۳۲ھ)

یہ مرحلہ پہلی صدی ہجری کے ربع آخر یعنی ۷۵ھ کے بعد سے لے کر دوسری ہجری کے ثلث اول ۱۳۲ھ تک پھیلا ہوا ہے۔

اس عہد کے اکثر و بیشتر لوگوں کی رائے تھی کہ احادیثِ نبوی ضائع نہ ہوں نہ اُن میں جھوٹ کی آمیزش ہو اور نہ ان میں موضوع احادیث شامل ہوں۔ حسن اتفاق سے اس وقت نظام حکومت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں تھا۔ جنھوں نے علمی ماحول میں پرورش پائی تھی، جنھیں احادیث سے انتہائی زیادہ شغف تھا چنانچہ انھوں نے احادیث کی جمع و تدوین کا مہتمم بالشان کارنامہ سرانجام دیا اور اپنی حکومت کے تمام علاقوں کے گورنروں اور کبار تابعین علماء وفقہاء کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔

تحریک تدوین حدیث اور اس کی ضرورت و اسباب:

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک تقریباً تمام صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین وفات پا چکے تھے۔ سیاسی گروہ بندی کی بدولت امت منتشر ہو چکی تھی، ان میں عقائد و نظریات کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ اہل بدعت و اہواء اور سیاسی جماعتیں اپنے مقصد و منشاء کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فتنہ وضع حدیث کا دروازہ کھول چکی تھیں۔ نیز اس عہد میں عرب و عجم کے باہمی اختلاط سے ایک نئی نسل معرض وجود میں آئی جن میں حفظ و ضبط کی اس قوت کا فقدان تھا جو عربوں کی خصوصیت چلی آ رہی تھی۔ اس وقت حدیث نبوی کا تمام تر انحصار لوگوں کی قوت حافظہ پر تھا یا ان ذاتی تحریروں اور مجموعوں پر، جو بعض صحابہؓ و تابعین کے پاس محفوظ تھے۔ وہ ان تحریری مسودات سے خود استفادہ کرتے یا طلب کرنے والے کو دے دیتے تھے۔ یہ ذخیرہ منتشر اور مختلف لوگوں تک محدود تھا۔

عہدِ رسالت کے بعد طویل عرصہ گزر جانے کی وجہ سے قرآن کریم لوگوں کے قلب و ذہن میں راسخ ہو چکا تھا۔ جب کوئی شخص قرآن کا حرف سنتا تو فوراً پہچان لیتا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ لہٰذا کلام الٰہی اور کلامِ رسول ﷺ کے مابین امتیاز کرنے میں انھیں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ فتنہ وضع حدیث کے ضمن میں اصل مسئلہ حدیث اور غیر حدیث کے درمیان فرق کرنے کا تھا اس دور میں وضع حدیث کے فتنہ کا تدارک کرنے کے لیے علماء انفرادی طور میں مساعی پر مصروف تھے۔ ان علماء کو جس قدر حدیث کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اسی قدر حدیث کو کذب اور وضع سے بچانے کا بھی خیال تھا۔ چنانچہ کتابت حدیث کے متعلق ملت کے رویّے میں تبدیلی آئی، اس تبدیلی کے اسباب کا اندازہ ابن شہاب زہریؒ کے بیان سے ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"لو لا أحاديث تأتينا من قبل المشرق ننكرها لا نعرفها ما كتبت حديثا ولا أذنت في كتابه"[1]

اگر مشرق (عراق) کی جانب سے ایسی احادیث ہمیں نہ پہنچتیں جنھیں ہم نہیں جانتے تو میں کوئی حدیث نہ لکھتا اور نہ اس کی کتابت کی اجازت دیتا۔

---

[1] الخطیب، تقیید العلم، ص. ۱۰۸

گویا وقت کے تقاضوں نے احادیث کی حفاظت کے لیے تدوین حدیث کو انتہائی ضروری قرار دیا تھا۔ امام زہریؒ اور دیگر علماء نے اس خطرے کو فوراً بھانپ لیا تھا کہ اگر تدوین حدیث کا کام سرانجام نہ دیا گیا تو اسلام دشمن قوتیں وضع حدیث کے فتنے کے ذریعے اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی کوششوں میں کامیابی حاصل کرلیں گی۔

امام زہریؒ کی یہ رائے اس دور کے بیشتر علماء کرام کی رائے کے موافق تھی، انھی حالات میں ۹۹ھ میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے مسند خلافت کو زینت بخشی تو آپ نے اپنی خداداد بصیرت وفراست سے دین کے اس اہم ترین مأخذ (یعنی حدیث) کے ساتھ پیش آنے والے معاملہ کا جائزہ لیا، آپ نے حالات کی سنگینی کو بھانپ لیا اور حدیث کی کتابت اور اس کی سرکاری سطح پر تدوین کو ایک فریضہ سمجھا، چونکہ آپ کے عہد میں جمع وتدوین کے محرکات ودواعی لاتعداد تھے اور کتابت حدیث کے موانع زائل ہو چکے تھے۔ اس لیے آپ نے حدیث کی تدوین کا مصمم ارادہ کیا۔ آپ کے دور میں جو کبار تابعین تھے وہ حدیث کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے انھوں نے آپ کی تائید کی اور آپ کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔ آپ نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام حکم نامہ بھیجا:

"أنظروا حديث رسول الله ﷺ فاجمعوه"(۱)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث جہاں دیکھو اسے جمع کرو۔

آپ نے عامل مدینہ ابوبکر بن محمد کی طرف لکھا:

"أنظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ أو سنة ماضية أو حديث عمرة فاكتبه فإني خفت دروس العلم و ذهاب أهله "(۲)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا گزشتہ سنت کو دیکھو اور عمرہؓ کی حدیث کو لکھ لو، مجھے اس علم (حدیث) کے جاننے والوں کے چلے جانے اور علم کے مٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے خط میں یوں لکھا:

" إني خفت دروس العلم و ذهاب العلماء و لا تقبل إلا حديث النبي ﷺ و ليفشوا العلم و ليجلسوا حتىٰ من لا يعلم يعلم فإن العلم لا يهلك حتىٰ يكون سراً "(۳)

مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خوف پیدا ہو گیا ہے۔ تم وہی روایت قبول کرنا، جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو، لوگوں کو چاہیے کہ علم کی اشاعت کریں اور اس کے لیے حلقے قائم کریں تاکہ حدیث کو نہ جاننے والا اس کو جان لے، علم اس وقت مٹتا ہے جب وہ پوشیدہ اور مخفی رہے۔

آپ نے اہل مدینہ کو لکھ بھیجا:

"أنظروا حديث رسول الله ﷺ فاكتبوه فإني قد خفت دروس العلم و ذهاب أهله"(۴)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو دیکھو تو اس کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور اہل علم کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔

---

(۱) ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۱۹۵ (۲) الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۵

(۳) ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۲۰۴

(۴) الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۸، ص:۱/۱۳۷

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے علماء کو جمع کر کے ان سے بحث وتمحیص کی۔ عبداللہ بن ذکوان القرشی کہتے ہیں:

"رأيت عمر بن عبدالعزيز جمع الفقهاء فجمعوا له أشياء من السنن فإذا جاء الشيئ الذي ليس العمل عليه قال هذه زيادة ليس العمل عليها" (1)

میں نے عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا کہ انھوں نے فقہاء کو جمع کیا جنھوں نے سنن سے متعلق کچھ روایات فراہم کی تھیں۔ ان میں اگر کوئی روایت ایسی ہوتی جس پر عمل نہیں ہوتا تھا تو وہ کہتے یہ روایت اضافی ہے اس پر عمل نہیں ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ابن شہاب زہریؒ اور دوسرے علماء (2) کو سنن جمع کرنے کا حکم دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پوری مملکت میں ذمہ دار افراد کو سنت کی تعلیم، اس کے احیا اور اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لیے حکم نامے ارسال کیے۔

عکرمہ بن عمار کہتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز کی کتاب کو سنا ہے وہ کہتے ہیں:

"أما بعد فأمروا أهل العلم أن ينتشروا في مساجدهم فإن السنة كانت قد أميتت" (3)

أما بعد! اہل علم کو حکم دو کہ وہ اپنی مساجد میں علم (حدیث) کی اشاعت کریں کیونکہ سنت مٹ رہی ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے احادیث کی صرف تدوین کا ہی حکم نہیں دیا تھا، بلکہ ساتھ ہی ان کی نشرواشاعت کا بھی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ احادیث کو پھیلاؤ، کیونکہ یہ علم ہے اور علم جب راز بن جائے تو ختم ہوجاتا ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے ان فرامین پر آپ کے دور کے علماء واکابر نے لبیک کہا اور ذخیرۂ احادیث کو جمع کرنے میں مشغول ہوگئے، آپ نے ابن شہاب زہریؒ کے تعاون سے سرکاری طور پر احادیث کو کاپیوں پر لکھوا کر انھیں مختلف علاقوں میں بھجوا دیا، اس دور میں بہت سی کتب مدون ہوئیں، تاہم یہ موضوعاتی اور مبوّب کتب کی ابتدا تھی جو تدوین حدیث کی ترقی پذیر مرحلہ سے گزر رہی تھی اس لیے ان کے جامعین و مدونین کے انداز وطرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ باقاعدہ تبویب وتہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دور حکومت کے مختصر ہونے کی وجہ سے تدوین حدیث کا یہ منصوبہ پوری طرح پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا، اور اس لیے بھی کہ احادیث کا تمام تر ذخیرہ ابن شہاب زہریؒ کے پاس نہ تھا، مزید یہ کہ اکابر محدثین اور تابعین کی بہت بڑی تعداد دور دراز کے علاقوں میں پھیل چکی تھی، ان تک رسائی اور روایات کے حصول کے لیے کئی برس درکار تھے، اگر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز چند سال مزید زندہ رہ جاتے تو وہ تدوین حدیث کے اس اہم اور مقدس فریضے کو یقیناً اپنے عہدِ حکومت میں پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔

---

(1) البلخی، قبول الاخبار، ص: ۳۰

(2) تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۴۱۴

(3) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱۵۳

تدوین حدیث کا تیسرا مرحلہ

(۱۳۲ھ تا ۲۰۰ھ)

دوسری صدی ہجری کے وسط میں بعض علمائے حدیث نے احادیث کے جداگانہ طور پر خاص ''مؤلف'' میں جمع کرنے کی بنیاد ڈالی اور مسانید کے نام سے کتب مرتب کرنا شروع کیں۔ مسانید میں انھوں نے صرف احادیث درج کیں صحابہ کرامؓ اور تابعین کے فتاویٰ، قضایا اور اقوال کو نقل کرنا ترک کر دیا، مسانید کی تالیف بھی احادیث کی حفاظت میں بہت مد اور معاون ثابت ہوئی ①۔

① چونکہ یہ مرحلہ مقالہ ہذا کے موضوع سے خارج ہے، اس لیے اس کی طرف صرف اشارہ ہی کیا گیا ہے۔

مشاہیر مدوّنین حدیث اور ان کی خدمات

امتِ مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر ہمیشہ کڑی اور کھلی نظر رکھی، اور جب بھی اس دین حقّہ کی حفاظت کے لیے نئے اسلوب اپنانے کی ضرورت محسوس ہوئی، انھوں نے اس کام میں ذرا برابر بھی تساہل نہیں برتا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام احادیث رسول کو جمع اور محفوظ کرنے کے حکم نامے بھیجے (۱)۔ آپؒ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں تمام اکابر تابعین، علماء اور فقہاء سے تعاون حاصل کیا، لیکن خصوصیت کے ساتھ جن کو آپ نے جمع وتدوین کا کام سونپا، ان میں حضرت ابوبکرؒ بن محمد بن عمر (۲) اور ابن شہاب زہریؒ (۳) قابلِ ذکر ہیں۔

خلیفۂ وقت حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے حاکم مدینہ ابوبکر بن محمد کو خصوصیت کے ساتھ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (۴) اور قاسم بن محمد (۵) کی روایات ارسال کرنے کی ہدایت کی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کے پاس حضرت عائشہؓ کی روایات کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:

"كان أعلم الناس بحديث عائشة ثلاثة عروة و عمرة و القاسم" (۶)

حضرت عائشہؓ کی روایت کی سب سے زیادہ عالم تین ہیں قاسم، عروۃ، اور عمرۃ۔

اسی طرح کا ایک قول خالد بن نزار سے مروی ہے (۷)۔ امام ابن شہاب زہریؒ دوسری شخصیت تھے جن کو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے تدوین حدیث کی خدمت پر مامور کیا، امام زہریؒ اس ضمن میں کہتے ہیں:

"أمرنا عمر بن عبدالعزيز بجمع السنن فكتبنا ها دفتراً دفتراً فبعث إلیٰ كل أرض له عليها سلطان دفتراً" (۸)

عمر بن عبدالعزیز نے سنن کو جمع کرنے کے لیے ہمیں ذمہ داری دی ہم نے سنن کو کاپیوں میں لکھا انھوں (عمرؒ بن عبدالعزیز) نے اپنی ریاست میں جہاں ان کی حکومت تھی ایک ایک کاپی بھیج دی۔

---

(۱) دیکھیے صفحہ نمبر ۳۱۱

(۲) آپ حضرت عمرؒ بن حزم جو جلیل القدر صحابی اور بحرین کے حاکم تھے کے پوتے تھے۔ مدینہ منورہ کے حاکم، قاضی اور موسم حج کے سربراہ تھے۔ اپنے دور کے علماء میں علم وفضل کے لحاظ سے بہت مقبول اور معروف تھے۔ امام مالک بن انس کہتے ہیں: ''میں نے ابوبکر بن حزم جیسا عظیم، صاحب مروت اور صاحب کردار نہیں دیکھا...... مدینہ کے والی ہوئے، عہدہ قضا بھی ملا، آپ نے ۱۲۰ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۳۹

(۳) دیکھیے صفحہ نمبر ۲۷

(۴) عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ابوبکر بن حزم کی خالہ تھیں انھوں نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی سرپرستی میں تعلیم وتربیت حاصل کی تھی، طبقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے ۹۸ھ میں وفات پائی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۳۹

(۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے تھے، بچپن میں یتیم ہوگئے، حضرت عائشہؓ نے اپنے یتیم بھتیجے کو آغوش میں لیا اور ان کی خوب تعلیم وتربیت کی، آپ اپنے دور کے مشہور ومعروف فقیہ تھے۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔
ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۳۳۳

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۱۸۲

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/ ۳۲۲

(۸) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/ ۹۲

امام زہری اپنے وقت میں حدیث کے بہت بڑے عالم شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے معاصرین اور غیر معاصرین آپ کے بارے میں رطب اللسان تھے ①۔ امام زہری کی اسی شہرت اور شخصیت کی بناء پر خلیفہ وقت نے تدوین حدیث جیسے اہم مسئلہ میں ان کا انتخاب فرمایا۔

تدوین حدیث اور اس کا مدوّن اول

علمائے حدیث کے نزدیک تدوین حدیث کا کام حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں ہوا، اور ابن شہاب زہری اس کے مدوّنِ اول تھے،

ابن شہاب زہری کا بیان ہے:

"لم يدون هذا العلم أحد قبل تدويني" ② (اس علم (حدیث) کو میری تدوین سے پہلے کسی نے مدوّن نہیں کیا)

امام زہریؒ کی یہ بات محض دعویٰ نہیں بلکہ اہلِ علم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے، امام مالکؒ بن انس کا قول ہے:

"أول من دون العلم ابن شهاب" ③ (ابن شہاب پہلے شخص ہیں جس نے علم (حدیث) کو مدون کیا)

یہ رائے متقدمین و متاخرین اہل علم کے ہاں مشہور و معروف ہے اور یہی راجح ہے ④۔

تاہم ڈاکٹر خطیب عجاج نے اس بارے میں کچھ مزید آراء کا تذکرہ کر کے ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے ⑤۔

۱۔ خالد بن معدان ۱۰۳ھ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس کے بٹن اور کنڈے تھے جس میں تمام احادیث لکھی ہوئی تھیں اور خالد کو ستر بدری صحابہؓ کی ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ لہٰذا قرنِ اول میں تابعین میں سے پہلے مدوّن خالد بن معدان تھے۔

یہ رائے شیخ محمد رشید رضا کی ہے ⑥۔

۲۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں تدوین حدیث کا سلسلہ شروع ہوا کیونکہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے صرف دو سال پانچ ماہ حکومت کی ہے۔ اس دوران یہ ممکن نہیں ہے کہ اتنی کم مدت میں حدیث کی تدوین عمل میں لائی جا سکے۔ علاوہ ازیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی نے یہی زمانہ تدوین بتایا ہے۔ یہ رائے سید حسن صدر (م۱۳۵۴ھ) کی ہے ⑦۔ اس رائے کے مطابق علم حدیث کی تدوین دوسری صدی ہجری میں ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ امام زہری مدون اول نہیں ہیں۔

تبصرہ: جہاں تک پہلی رائے کا تعلق ہے وہ درست نہیں کیونکہ خالد بن معدان کا صحیفہ شخصی نوعیت کا تھا۔ ان سے قبل بھی حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کے پاس شخصی صحیفے تھے، لہٰذا اس باب میں انھیں اولیت حاصل نہیں اور جب رسمی تدوین حدیث کا اعتبار کیا جائے جو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں شروع ہوئی۔ اس میں بھی خالد بن معدان سے قبل ابوبکر بن حزم اور ابن شہاب زہری کو اس میدان میں سبقت حاصل ہے۔ لہٰذا یہ رائے تاریخی واقعات اور مسلمہ اقوال کے منافی ہے۔

---

① دیکھیے صفحہ نمبر ۲۷
② السیوطی، تدریب الراوی، ص:۴۰ ◉ القاسمی، قواعد التحدیث، ص:۴۶
③ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۹۱
④ السیوطی، تدریب الراوی، ص:۴۰ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۹۱ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۲۰۴
⑤ خطیب العجاج، السنۃ قبل التدوین، ص:۳۶۲
⑥ محمد رشید رضا، مجلۃ المنار، ص:۱۰/۷۵۴
⑦ سید حسن، تأسیس علوم الشیعۃ، ص:۲۷۸

مؤخر الذکر رائے، جس میں دوسری صدی ہجری کو تدوین حدیث کا دور کیا گیا ہے، غیر مسلّم ہے کیونکہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے مختصر دور خلافت سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ علماء نے آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا؟ امام زہری کا قول بیان کیا جا چکا ہے کہ ہم نے خلیفہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے احادیث کو کاپیوں پر لکھا اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان کی ایک ایک کاپی اپنی ریاست میں، جہاں آپ کی حکومت تھی، ارسال کر دی تھی۔ اور امام زہری کا یہ قول ابن عبدالبر (۱) اور دوسرے ائمہ کرام نے ذکر کیا ہے۔ باقی رہا شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی کا قول، تو یہ عہد عمرؒ بن عبدالعزیز میں تدوین حدیث کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ان کی حدیث کی تدوین سے مراد مرتب اور موضوعاتی اعتبار سے تھی۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی تدوین حدیث کی ابتدا کی وجہ سے تحریک تدوین حدیث محدثین میں تیز ہو گئی۔ اس سے قبل علمائے حدیث احادیث کو تدوین وتبویب کے بغیر صحیفوں اور بیاضوں میں جمع کرتے تھے۔ اب انھوں نے انھیں خاص ابواب کے تحت جمع کرنا شروع کر دیا۔ ان کی کتب ''سنن'' اور متعلقات سنن پر مشتمل ہوتی تھیں جنھیں انھوں نے "ابواب"، "مصنف"، "جامع" وغیرہ نام دیئے۔ وہ حدیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ کے فتاویٰ وقضایا اور علماء محدثین کے اقوال بھی درج کرتے تھے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ دوسری صدی ہجری میں سب سے پہلے کسی محدث نے ترتیب وتبویب کے ساتھ کتاب مرتب کی اس ضمن میں اسلامی ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے درج ذیل محدثین کا تذکرہ ملتا ہے:

مکہ مکرمہ میں امام عبدالملک بن عبدالعزیز (۲)، مدینہ منورہ میں امام مالک بن انس (۳) اور ابن اسحاق (۴)، بصرہ میں ربیع بن صبیح (۵)، سعید بن ابی عروبہ (۶) اور حماد بن سلمہ (۷)، کوفہ میں سفیان بن سعید ثوری (۸)، شام میں امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی (۹)، واسط میں امام ہشیم بن بشیر (۱۰)، یمن میں امام معمر بن راشد (۱۱)، اور خراسان میں امام عبداللہ بن مبارک (۱۲) وغیرہ قابل ذکر ہیں (۱۳)۔

پھر انھی علماء کی پیروی کرتے ہوئے دوسرے ہم عصر علماء نے تدوین حدیث کا کام وسیع پیمانے پر شروع کر دیا، دراصل ان علماء کرام نے مبوب کتب کی محض ابتدا کی تھی، باقاعدہ تبویب وتہذیب کا کام اس عہد کے بعد شروع ہوا اور اس کے ساتھ ہی تدوین حدیث کے اسالیب ومناہج اپنے ترقی یافتہ مرحلے میں داخل ہوتے گئے۔

اس دور میں درج ذیل کتب مدون ہو کر معرض وجود میں آئیں، مثلاً:

---

(۱) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۹۱

(۲) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۷۸

(۳) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۹۸

(۴) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۷۶

(۵) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۸۸

(۶) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۸۳

(۷) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۹۶

(۸) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۹۳

(۹) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۸۵

(۱۰) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۱۰۳

(۱۱) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۸۰

(۱۲) سوانح حیات کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۱۰۴

(۱۳) ابن حجر، ھدی الساری، ص: ۳؛ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۴

۱۔ ابوالعالیہ الریاحی کی کتب' ابواب الطلاق اور مناسك الحج ①

۲۔ امام شعبی کی کتاب "الأبواب" ②

۳۔ سالم بن عبداللہ ۱۰۶ھ کا رسالہ فی الصدقات ③

۴۔ حسن بصری ۱۱۰ھ کی کتاب التفسیر ④

۵۔ قاضی ابوبکر بن حزم ۱۱۲ھ کی کتب ⑤

۶۔ مکحول الشامی ۱۱۸ھ کی کتاب السنن اور کتاب المسائل ⑥

۷۔ زید بن علی بن حسین ۱۲۲ھ کی کتاب "المجموع" ⑦

۸۔ ابن شہاب زہری کے دفاتر ⑧

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی، لہٰذا غالب گمان ہے کہ تمام کتب اس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔

تدوین حدیث کا یہ دوسرا مرحلہ ہے جس میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ متعدد دیگر کتب بھی لکھی گئی تھیں ⑨۔ یہ موضوعاتی اور مبوّب کتب کی ابتدا تھی جو تدوین حدیث کی ترقی پذیر مرحلہ سے گزر رہی تھی اس لیے ان کے جامعین و مدونین کے انداز وطرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امر تھا۔ با قاعدہ تبویب وتہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔

تدوین حدیث کے زور وشور کے ساتھ آغاز کی وجہ سے بہت سارے دوسرے اسلامی علوم' تفسیر' فقہ' تاریخ' لغت وغیرہ کی تدوین ہونے لگی، گویا کہ اس بابرکت عمل نے دوسرے علوم پر مثبت اثر چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کی بھی خوب پذیرائی ہونے لگی۔

رافعی نے سچ کہا ہے:

"لو لا الحديث لما خلصت اللغة ولجاء ت مشوبة بالكذب والتدليس و لفسد هذا العلم و ما بني عليه و ذلك قليل من بركة رسول الله ﷺ ...... ⑩

اگر حدیث نہ ہوتی تو لغت کبھی خالص نہ رہتی، بلکہ جھوٹ اور تدلیس کے ساتھ مل کر سامنے آتی، چنانچہ یہ علم اور متعلقہ علوم فاسد ہو جاتے اور رسول اللہ ﷺ کی برکت کی بدولت ایسا بہت کم ہوا۔

---

① ابن حنبل، العلل، ص: ۳/۴۴۱
② الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۸
③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۱
④ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۴
⑤ ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/۶۲
⑥ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۱۸
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۱۹، ۴۳۹
⑧ خطیب العجاج، المختصر الوجیز، ص: ۸۳
⑧ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۶
⑨ تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر: ۲۴۷
⑩ الرافعی، تاریخ آداب العرب، ص: ۲۲۹

وضع حدیث کا مفہوم اور اس کا حکم

وضع کا لغوی معنٰی:

وضع کا مادۃ (و، ض، ع) درج ذیل معانی پر دلالت کرتا ہے:

۱۔ لفظ وضع رفع (بلندی) کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے:

"وضعته بالأرض وضعاً" ① میں نے اسے زمین کے ساتھ رکھا۔

۲۔ بمعنی ولادت جیسے کہا جاتا ہے:

"وضعت المرأۃ ولدھا إذا ولدته" ② عورت نے بچہ جن کر دیا۔

۳۔ درجے سے گرا دینا۔ جیسے کہا جاتا ہے:

"وضع عنه" ای حَطّ من قدره ③

یعنی اس کی قدر (مقدار) سے اسے گرا دیا۔

۴۔ کمی کرنا: ساقط کر دینا، جیسے کہا جاتا ہے:

"وضع عن غريمه و ضعا ای نقص مماله عليه شيئاً۔" ④

اس نے اپنے مقروض کے قرض سے کچھ کمی کر دی۔

نیز "وضع الجناية عنه وضعا أی أسقطها"

اس نے اس کے جرم کو ساقط کر دیا۔

۵۔ چھوڑ دینا۔ جیسے کہا جاتا ہے:

"وضع الشيئ من يده إذا ألقاه" ⑤

اس نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو چھوڑ دیا۔

۶۔ ملانا، چسپاں کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے:

"وضع فلان علىٰ فلان شيئاأی ألصقه به" ⑥

فلاں نے کس چیز کو کس شخص کے ساتھ ملا دیا۔

ابن عرّاق کا قول ہے:

"الموضوع لغة اسم مفعول من وضع الشئ يضعه ۔ بالفتح۔ وضعا حطه و أسقطه" ⑦

لفظ موضوع وضع یضع وضعا سے اسم مفعول ہے۔ جو کسی چیز کو گرا دینا اور ساقط کر دینا سے بنایا گیا ہے۔

---

① ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، ص:۶/۱۱۷ ◉ ابن منظور، لسان العرب، ص:۸/۳۹۶

② ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، ص:۶/۱۱۷ ◉ ابن منظور، لسان العرب، ص:۸/۳۹۶ ③ ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، ص:۶/۱۱۷

④ الفیروزآبادی، القاموس، ص:۳/۹۸ ◉ الزبیدی، تاج العروس:۵/۵۴۳

⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص:۸/۳۹۶ ⑥ الزبیدی، تاج العروس، ص:۵/۵۴۴

⑦ ابن عراق، تنزیه الشريعة، ص:۱/۵

حافظ ابن حجر نے ابن دحیہ کا قول نقل کیا ہے:

"الموضوع الملصق وضع فلان على فلان كذا أى ألصقه به" (۱)

موضوع وہ چسپاں کی ہوئی (گھڑی) ہوئی ہے۔ اور یہ (موضوع) فلان نے فلان پر اس طرح ملا دیا ہے (سے بنایا گیا ہے)۔

موضوع حدیث کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ ایک تو اس کا مرتبہ گرا ہوا ہوتا ہے اور دوسرا وہ رسول اللہ ﷺ کے بجائے کسی دوسرے کی طرف سے گھڑی ہوتی ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں وضع کا مفہوم

۱۔ حافظ ابن الصلاح، ابن دقیق، الہروی، ابن جماعہ اور ابن کثیر نے موضوع حدیث کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

"هو المختلق المصنوع" (۲)

وہ گھڑی ہوئی خود ساختہ بناوٹی حدیث ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک موضوع حدیث کی تعریف:

"الطعن بكذب الراوى فى الحديث النبوى" (۳)

حدیث نبوی میں راوی کا جھوٹ کی بدولت راوی پر طعن ہو۔

۳۔ موضوع حدیث کی ایک دوسری تعریف یہ بھی بیان کی جاتی ہے:

أن يكذب الراوى فى الحديث النبوى بأن يروى عنه ﷺ مالم يقله لفظًا و معناً متعمدا لذلك" (۴)

کوئی راوی حدیث نبویؐ میں جھوٹ بولے وہ اس طرح کہ وہ آپ ﷺ سے کوئی ایسی روایت نقل کرے جسے آپ ﷺ نے لفظی و معنوی طور پر بیان نہ کیا ہو اور وہ راوی ایسا جان بوجھ کر کرے۔

۴۔ جمال الدین قاسمی کے نزدیک:

"هو الكذب المختلق المصنوع" (۵)

وہ جھوٹ جو گھڑا ہوا اور بناوٹی ہو۔

۵۔ بعض نے موضوع حدیث کو یوں بیان کیا ہے:

"هو المكذوب على رسول الله ﷺ بأن يروى عن النبى ﷺ مالم يقله متعمدا ذاك أو خطأ" (۶)

---

(۱) ابن حجر، النکت، ص:۲/۸۳۸

(۲) ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۹۸ ◉ ابن دقیق، الاقتراح، ص:۲۳۱ ◉ الہروی، جواہر الاصول، ص:۵۱ ◉ ابن کثیر، اختصار، ص:۷۸ ◉ البلقینی، محاسن الاصطلاح، ۲۱۴ ◉ العراقی، التبصرۃ، ص:۱/۲۶۱ ◉ التھانوی، قواعد، ص:۴۲

(۳) ابن حجر، نزہۃ النظر، ص:۴۶

(۴) السندی، بهجة النظر، ص:۵۰

(۵) القاسمی، قواعد التحدیث، ص:۱۵۰

(۶) عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص:۱/۱۰۷ لیکن یہ اضافہ محلِ نظر ہے۔ کیونکہ علمِ اصول حدیث کی بعض اصطلاحات مثلاً ادراج، قلب، علّت وغیرہ میں راوی غلطی سے کسی حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی جانب کر دیتا ہے ایسی حدیث کو رد کرنے کے باوصف ہم اسے موضوع نہیں کہہ سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب وہ جھوٹ ہے جو آپ ﷺ کے نہ فرمانے کے باوجود جان بوجھ کر روایت کیا جائے۔
یا غلطی سے (خودساختہ حدیث جس میں عمداً یا غلطی سے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہو) کا اضافہ کیا ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت

مذکورہ بالا لغوی اور اصطلاحی معنوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے مابین مناسبت کلی ہے۔ کیونکہ لفظ وضع کا لغوی معنی یا تو درجے سے گرا دینا ہوتا ہے۔ اور موضوع حدیث اپنے درجے سے گری ہوئی اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ یا اس کا معنی جھوٹ گھڑنا ہوتا ہے اور موضوع حدیث بھی ایک طرح کی گھڑی ہوئی ہوتی ہے ①۔

موضوع حدیث کا مرتبہ

حافظ ابن الصلاح کا قول ہے:

"إعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة" ②

جان لیجئے موضوع حدیث، ضعیف حدیث کی بدترین قسم ہے۔

ابن حجر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"هذه العبارة سبقه إليها الخطابي و استنكرت لأن الموضوع ليس من الحديث النبوى إذ افعل التفضيل إنمايضاف إلىٰ بعضه" ③

خطابی نے سب سے پہلے اس قول کی طرف سبقت کی جس کی مذمت کی گئی کیونکہ موضوع حدیث نبوی میں سے نہیں ہے کیونکہ افعل التفضیل اپنے بعض کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان کا تقاضا ہے کہ موضوع حدیث کو حدیث نبویؐ میں شمار نہ کیا جائے لیکن علماء اس اصل کی مخالفت کرتے ہوئے کثیر تعداد میں موضوع احادیث اپنی کتب میں لائے ہیں بلکہ انھوں نے موضوعات کی کتب کو کتبِ حدیث میں شمار کیا ہے۔

علماء نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے ہیں:

ا۔ علومِ حدیث کی اقسام پر حکم کا مدار غلبہ ظن پر ہے ④۔ چنانچہ کسی عالم کا کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانا ظن ہے، اگر اس کا حکم راجح ہے تو وہ حدیث موضوع ہوگی ورنہ اس حدیث کے صحیح ہونے کا احتمال برقرار رہتا ہے۔ جس وجہ سے موضوع احادیث کو حدیث کہنا یا انھیں کتب حدیث میں ذکر کرنا درست ہے ⑤۔

---

① مبارک علی، الوضع فی الحدیث، ص: ۴۵
② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۹۸ ◉ ابن عراق، تنزیه الشریعة، ص: ۱/۵
③ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۷۸ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/۲۳۴
④ ابن حجر، النکت، ص: ۱/۴۹۴ ◉ ابن حجر، نزهة النظر، ص: ۴۴
⑤ عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۱/۱۱۰

۲۔ حدیث سے مراد ہر وہ بات ہے جسے بیان کیا جائے اور اس میں موضوع حدیث بھی شامل ہے [1]۔

۳۔ موضوع حدیث کو حدیث کہنا اس کے وضع کرنے والے کے گمان کے مطابق کہتے ہیں اگرچہ حقیقت اور واقع کے اعتبار سے وہ حدیث نہیں ہے۔ امام سیوطی اسی قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ليس في الحقيقة بحديث اصطلاحاً بل بزعم واضعه" [2]

حقیقت میں موضوع حدیث اصطلاحی حدیث نہیں ہوتی بلکہ اس کے واضع (وضع کرنے والا، گھڑنے والا) کے گمان کے مطابق اسے حدیث کہتے ہیں۔

۴۔ موضوع حدیث کو حدیث نبوی میں اس لیے شمار کرتے ہیں تا کہ اس حدیث کے طرق کو جان سکیں جو کہ حدیث کی کذب بیانی کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ اور تا کہ حدیث کے مردود ہونے کا حکم لگا سکیں [3]۔

موضوع حدیث روایت کرنے کا حکم

تمام علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر موضوع حدیث روایت کرنا حرام ہے۔ چاہے وہ حدیث احکام، قصص، سے متعلق ہو یا ترغیب وترہیب وغیرہ سے۔ اِلّا یہ کہ یہ بیان کر دیا جائے کہ بیان کردہ روایت موضوع ہے [4]۔

کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((من حدث عني حديثا يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين)) [5]

جس نے میری طرف سے حدیث بیان کی جسے وہ جھوٹ خیال کرتا ہے، تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

اسی لیے خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں:

''يجب على المحدث ألا يروي شيئا من الأخبار المصنوعة والأحاديث الباطلة الموضوعة فمن فعل ذلك باء بالإثم المبين و دخل في جملة الكذابين'' [6]

محدث کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھڑی ہوئی، باطل اور موضوع قسم کی احادیث روایت نہ کرے اور جس نے ایسا کیا اس نے ایک واضح گناہ کیا اور وہ جھوٹوں کی صف میں داخل ہو جائے گا۔

امام نووی کا قول ہے:

"واعلم أن تعمد وضع الحديث حرام بإجماع المسلمين الذين يعتد بهم في الإجماع" [7]

---

(۱) ابن حجر، النکت، ص:۲/۸۳۸ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۵ (۲) السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱/۱۷۸

(۳) السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۵ ◉ عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص:۱/۱۱۱

(۴) ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۹۸ ◉ القاسمی، قواعد التحدیث، ص:۱۵۰ ◉ السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱۷۸

(۵) الترمذی، جامع الترمذی، كتاب العلم، باب ماجاء في من روى حديثا، حدیث نمبر۲۶۶۲، ص:۶۰۴

◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب من حدث عن رسول الله ﷺ حديثاً، حدیث نمبر۳۸، ص:۶

(۶) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۲/۹۸ (۷) النووی، شرح صحیح مسلم، ص:۱/۵۶، ۷۰ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۱۹۹

جان لیجیے کہ عمداً حدیث گھڑنا حرام ہے اور اس پر قابل ذکر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

ابن صلاح موضوع حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"إعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة ولاتحل روايته لأحد" ①

جان لیجیے۔ موضوع حدیث، ضعیف حدیث کی اقسام میں سے سب سے زیادہ بدترین حدیث ہے۔ اور کسی شخص کے لیے ایسی حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس طرح کے دوسرے اقوال جلال الدین سیوطی ② اور حافظ ابن کثیر وغیرہ سے مروی ہیں ③۔

البتہ مسلمانوں کو موضوع حدیث سے ڈرانے اور اس سے نفرت دلانے کے لیے اسے بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ روایت بیان کرتے ہوئے اس کی صراحت کر دی جائے۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"ومن روى حديثاً موضوعاً على سبيل البيان لحال واضعه والإستشهاد على عظيم ماجاء به، والتعجب منه و التنفير عنه ساغ له ذلك وكان بمثابة إظهار جرح الشاهد فى الحاجة إلىٰ كشفه والإبانة عنه" ③

اور جو شخص موضوع حدیث بطور واضع کا حال بیان کرنے کے لیے اور اس کے گھناؤنے عمل سے استدلال کرتے ہوئے اور اس سے اظہار تعجب اور نفرت دلانے کے لیے اسے روایت کرتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور یہ بمنزلہ بوقت ضرورت شاہد کی جرح کے اظہار کے لیے ہوگا۔

ابن صلاح فرماتے ہیں:

"ولا تحل روايته لأحد علم حاله فى أى معنى كان إلا مقرونا ببيان وضعه" ⑤

موضوع حدیث کو روایت کرنا کسی کے لیے کسی صورت میں جائز نہیں جس نے اس (حدیث) کا حال جان لیا ہو تو اس کو بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے اِلّا یہ کہ اس حدیث کے وضع ہونے کی صراحت کر دی جائے۔

جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"وقد أطبق على ذلك علماء الحديث فجزموا بأنه لاتحل رواية الموضوع فى أى معنى كان إلا مقرونا ببيان وضعه" ⑥

علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے اور جسے انھوں نے یقین سے بیان کیا ہے کہ موضوع حدیث کا روایت کرنا کسی طور پر جائز نہیں اِلا یہ کہ اس حدیث کے وضع ہونے کی صراحت کر دی جائے۔

---

① ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۹۸
② السیوطی، تدریب الراوی، ص:۸۵ ◉ ابن عراق، تنزيه الشريعة، ص:۱/۸
③ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ص:۳۲ ف
③ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۲/۹۸ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۶
⑤ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۹۸
⑥ السیوطی، تحذیر الخواطر، ص:۴۷ ◉ النووی، شرح مسلم، ص:۱/۷۱ ◉ ابن حجر، النکت، ص:۲/۸۳۹ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۵ ◉ العراقی، التبصرۃ والتذکرۃ، ص:۱/۲۶۲

وضع حدیث کی ابتدا

وضع حدیث کا آغاز کب ہوا؟ اس سلسلے میں علماء کی متعدد آراء ہیں:

پہلی رائے: مشہور مصری مؤرخ و ادیب احمد امین کی رائے ہے کہ وضع حدیث کا آغاز رسول اللہﷺ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔

آپ لکھتے ہیں:

"ویظہر أن ہذا الوضع حدث حتی فی عہد الرسول ﷺ فحدیث "من کذب عليّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" ① یغلب علی الظن أنہ إنما قیل لحادثۃ زور فیہا علی الرسول ﷺ وبعد وفاتہ ﷺ کان الکذب علیہ أسہل و تحقیق الخبر عنہ أصعب" ②

اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وضع حدیث کا واقعہ عہد رسول ﷺ میں رونما ہوا تھا اور حدیث "جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے"، ظن غالب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی جھوٹی بات کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کر دی گئی ہو جس بناء پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہو اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تو آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا آسان ہو گیا اور جس کی تحقیق کرنا ایک مشکل امر ہے۔

اس رائے پر ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ولم یقع الوضع فی حیاۃ النبی ﷺ إذ لم یصح فی ذلك شيئ و قد غلب علی ظن أحمد أمین أن حدیث((من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار)) إنما قیل فی حادثۃ زور فیہا علی الرسول ﷺ ③ و لکن ما ذہب إلیہ لا سند لہ فی روایات التاریخ ولا فی سیاق الحدیث فالنبی ﷺ إنما قال ذلك حین أمر أصحابہ بالتبلیغ عنہ و فیہ دلالۃ علی أن النبی ﷺ توقع ما سیکون من کذب فحذر من ذلك و نبہ أصحابہ إلی أخذ الحیطۃ والتیقظ فی قبول الأحادیث ولم یصح دلیل علی أنہ قالہ فی حادثۃ تزویر معینۃ" ④

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۴۶۱، ص: ۵۸۲

◉ المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ۵، ص: ۸

◉ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۵۱، ص: ۵۲۴

② احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۱۱ ③ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۱۱

④ العمری، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۳۱

نبی ﷺ کی زندگی میں وضعِ حدیث کا ظہور نہیں ہوا کیونکہ اس بارے میں کوئی بات صحیح نہیں ہے۔ اور احمد امین کے خیال میں حدیث ''جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے'' کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں آپ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا تھا۔ لیکن ان کی رائے کی تاریخی روایات میں کوئی سند ہے اور نہ ہی حدیث کا کوئی ایسا سیاق ہے۔ بلکہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو تبلیغ کا حکم دیتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ اور اس حدیث میں یہ دلالت ہے کہ نبی ﷺ کو اس بات کی توقع تھی کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولا جائے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو اس سے ڈراتے ہوئے اس بات کی طرف تنبیہ فرمائی کہ وہ احادیث کو قبول کرتے وقت احتیاط کریں اور انتہائی بیداری کا ثبوت دیں اور اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ نے کسی خاص جھوٹے واقعہ کے موقع پر یہ ارشاد فرمایا ہو۔

شیخ مصطفیٰ السباعی اس رائے کا اس طرح محاکمہ کرتے ہیں:

"ليس من السهل علينا أن نتصور صحابة رسول الله ﷺ الذين فدوا الرسول ﷺ بأرواحهم و أموالهم و هجروا في سبيل الإسلام أوطانهم و أقرباءهم و امتزج حب الله و خوفه بدمائهم ولحومهم أن نتصور هؤلاء الأصحاب يقدمون على الكذب على رسول الله ﷺ مهما كانت الدواعي إلى ذلك بعد أن استفاض عندهم قول حبيبهم ومنقذهم ﷺ "إن كذبا عليّ ليس ككذب على أحد ومن كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" (۱)

یہ بات اتنی آسان نہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ گمان کریں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا، چاہے اس کے کتنے ہی محرک کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی جان، مال کو آپ ﷺ کے لیے قربان کر دیا اور اسلام کی راہ میں انھوں نے اپنے وطن، اقرباء سے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف ان کے خون اور گوشت میں پیوست ہو چکا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کے محبوب اور نجات دہندہ کا قول ''مجھ پر جھوٹ کسی دوسرے شخص پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے'' ان کے سامنے مشہور ہو چکا تھا۔

نیز ڈاکٹر اکرم ضیاء رقمطراز ہیں:

"ولا شك أن تعلق الصحابة بالإسلام و ما بذلوه من تضحيات جسام في النفس والمال والأولاد يقطع باخلاصهم ونزاهتهم و صدقهم و عدالتهم" (۲)

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اسلام سے اتنا گہرا تعلق تھا اور اس کے لیے انھوں نے مالی، جانی اور اولاد کی قابل قدر قربانیاں دی تھیں۔ جس سے ان کا اخلاص، صفائی اور ان کی سچائی اور عدالت کا ہونا یقینی ہے۔

(۱) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۷۶

(۲) العمری، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص:۲۱

بلا شبہ صحابہ کرامؓ اقامت فی الدین کے اس مرتبہ پر فائز تھے کہ ان کے بارے میں رسول ﷺ پر افتراء پردازی کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہ وہ بات ہے جو قرآن کریم، سنت مطہرہ اور قابل اعتماد مسلمانوں کے اجماع کی روشنی میں ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه﴾ ①

اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنھوں نے نیکی کے کام میں ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصحاب رسول ﷺ سے راضی ہے خواہ وہ سابقین میں سے ہوں یا متأخرین میں سے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے شخص سے راضی نہیں ہو سکتا۔

حضرت براءؓ کا قول ہے:

"ما كل ما نحدثكم عن رسول الله ﷺ سمعناه منه، منه ما سمعناه منه ومنه ما حدثنا أصحابنا و نحن لانكذب" ②

رسول اللہ ﷺ کی ہر حدیث کو جو ہم تمھیں بیان کرتے ہیں ہم نے آپ ﷺ سے نہیں سنی بلکہ کچھ احادیث ہم نے آپ ﷺ سے سنی ہیں اور کچھ احادیث ہمارے اصحاب نے ہمیں بیان کی ہیں اور ہم ہرگز جھوٹ نہیں بولتے۔

اس مفہوم میں ایک دوسری روایت جسے امام البیہقی نے نقل کیا ہے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں:

"ليس كلنا كان يسمع حديث النبى ﷺ كانت لنا ضيعة و أشغال و لكن كان الناس لم يكونوا يكذبون فيحدث الشاهد الغائب" ③

ہم سب نبی ﷺ سے حدیث نہیں سن سکتے تھے کیونکہ ہم زمین اور دوسری مصروفیات میں مشغول ہوتے تھے لیکن لوگ ہرگز (نبی ﷺ پر) جھوٹ نہیں بولتے تھے نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے والا شخص، غائب شخص کو حدیث بیان کر دیتا تھا۔

حضرت قتادۃ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت انسؓ بن مالک نے حدیث بیان کی تو ایک شخص نے پوچھا:

"أسمعت هذا من رسول الله ﷺ قال نعم أوحدثنى من لم يكذب والله ما كنا نكذب ولاكنا ندرى ما الكذب" ④

① التوبۃ: ۹/۱۰۰ ② ابن عدی، الکامل، ص:۱/۵۰

③ البیہقی، سنن البیہقی، ص:۱/۲۳۱ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۲۸۳

④ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۵۰ ◉ السیوطی، مفتاح السنۃ، ص:۳۵

کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ (حدیث) سنی ہے۔ تو حضرت انسؓ بن مالک نے جواب دیا جی ہاں یا آپ نے کہا مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ بخدا ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی ہمیں معلوم ہے جھوٹ کیا ہے۔

طاؤس کا بیان ہے ایک مرتبہ بُشیر بن کعب حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور انھیں احادیث سنانی شروع کر دیں جب کچھ احادیث سنا چکے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فلاں فلاں حدیث ذرا پھر سنائیں، چنانچہ بُشیر نے روایات دوبارہ سنائیں پھر آپؓ نے کچھ اور روایات دوبارہ سنانے کے لیے کہا تو وہ دوبارہ سنا چکے تو اس نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے جن روایات کو دوبارہ سنانے کے لیے نہیں کہا وہ آپ کے نزدیک معروف اور مقبول ہیں اور دوسری غیر مقبول تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"إنا كنا نحدث عن رسول الله ﷺ و إذلم يكن يكذب عليه فلماركب الناس الصعب والذلول تركنا الحديث عنه" (۱)

ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کی جاتی تھیں جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا جاتا تھا۔ لیکن جب لوگوں نے سچ اور جھوٹ کو ملانا شروع کیا تو ہم نے ان سے روایات سننی ترک کر دیں۔

نیز احمد امین نے اس حدیث (من كذب علّي متعمداً ....) کے پس منظر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جسے امام طبری نے مختلف اسناد سے روایت کیا ہے۔

بنی لیث کا ایک قبیلہ مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر رہتا تھا۔ ان کے کسی شخص نے زمانۂ جاہلیت میں کسی کے ہاں منگنی کی لیکن بعد میں لوگوں نے لڑکی کا نکاح اس شخص سے کرنے سے انکار کر دیا وہ چوغہ پہنے ہوئے ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ چوغہ مجھے پہنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور تمھارے جان و مال میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے۔ بعد میں وہ اس لڑکی کے پاس چلا گیا جسے وہ چاہتا تھا۔ ان لوگوں نے معاملہ کی تحقیق کرنے کے لیے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر وہ تمھیں مل جائے تو اسے قتل کر دینا اور اگر وہ تمھیں مردہ ملے تو اس کو جلا دینا۔ چنانچہ یہ شخص واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس شخص کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے جلا ڈالا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں پائے (۲)۔

ڈاکٹر ابوبکر عبدالصمد بن بکر عابد نے یہی رائے ھاشم معروف الحسینی کی بیان کی ہے (۳)۔

---

(۱) المسلم، مقدمة الصحيح، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۹، ص:۹

(۲) الطبرانی، المعجم الأوسط، ص:۳/۵۹ ◉ ملا علی القاری، تمییز الموضوع عن المرفوع، ص:۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۴/۱۷۲۱ ◉ الطحاوی، مشکل الآثار، ص:۱/۳۵۲

(۳) عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص:۴۲ ◉ ہاشم، الموضوعات، ص:۹۴

احمد امین اور ہاشم معروف کی رائے درج ذیل دلائل کی روشنی میں درست نہیں۔

۱۔ حدیث ((من كذب علّي متعمداً.....)) کے پس منظر میں جس روایت کا سہارا لیا گیا ہے وہ روایت صحیح نہیں۔

☆ اس روایت کا دارو مدار دو مختلف روایات پر ہے۔ ایک روایت کی سند عبداللہ بن بریدہ پر ختم ہوتی ہے۔ جس کی سند میں صالح بن حبان ہے۔ جس کی محدثین میں سے کسی ایک نے بھی توثیق نہیں کی ہے۔ بلکہ سب نے اسے مجروح اور ضعیف قرار دیا ہے [1]۔

اور دوسری روایت کی سند عبداللہ بن زبیر پر ختم ہوتی ہے۔ اور اس سند میں السری بن یزید اور محمد بن علی الغزاری دو ایسے راوی ہیں جن کا ذکر کتبِ رجال و تراجم میں نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابن جوزی نے ان دونوں روایات کو موضوع قرار دیا ہے [2]۔

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس واقعہ کا تعلق کسی دینی معاملہ سے ہرگز نہیں بلکہ خالص دنیاوی معاملہ سے ہے۔

مزید برآں چونکہ یہ لوگ مدینہ سے باہر رہائش پذیر تھے اور غالب گمان یہی ہے کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہو وہ مسلمان نہ ہو بلکہ منافق ہو جس نے اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے من گھڑت اور جھوٹی بات آپ ﷺ کی طرف منسوب کی ہو اور کسی صحابیؓ سے ایسے فعل کا صدور محال ہے اور پھر ان دونوں روایات میں اس شخص کا نام مذکور نہیں اور صحابہ کرامؓ کے نام معروف اور جانے پہچانے تھے۔

ثابت ہوا کہ اس حدیث کا پس منظر وہ نہیں جسے احمد امین نے بیان کیا ہے بلکہ اس حدیث کا صحیح پس منظر وہ ہے جسے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بلغوا عني و لو آية و حدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج و من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار)) [3]

میری طرف سے تمھارے پاس اگر ایک آیت بھی ہو تو اسے دوسروں تک پہنچا دو اور بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یاد رکھو جس نے عمداً میری طرف جھوٹ منسوب کیا ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں پائے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت دی تو تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ ان کی بات انھی سے منسوب کرنا اور میری بات مجھ سے اور جس نے عمداً کسی دوسرے کی بات کی نسبت میری طرف کی وہ جہنم میں جائے گا۔

---

[1] الدارقطنی، الضعفاء والمتروکین، ص: ۲۴۶ [2] ابن جوزی، الموضوعات، ص: ۳۹/۱

[3] البخاری، الجامع الصحیح، كتاب احاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، حدیث نمبر ۳۴۶۱، ص: ۵۸۲

اس روایت کا دوسرا حصہ (من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار) صحیح مسلم ① سنن ابو داؤد میں بھی ہے ② اور باختلاف الفاظ یہ روایت جامع الترمذی ③ اور سنن ابن ماجہ میں بھی موجود ہے ④۔

مذکورہ بالا ادلہ کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں وضع حدیث کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اس قول کے حق میں مزید ادلہ دیتے ہوئے ⑤۔ شیخ مصطفیٰ السباعی آخر میں فرماتے ہیں:

"لايبقى بعد هذا شك في أن الكذب لم يكن على عهد رسول الله ﷺ من الصحابة ولا وقع منهم بعده وأنهم كانوا محل الثقة فيما بينهم لايكذب بعضهم بعضا......" ⑥

اس کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ عہدِ رسالت اور اس کے بعد میں صحابہ کرامؓ کی جانب سے کوئی جھوٹ ان سے سرزد نہیں ہوا اور صحابہ کرامؓ آپس میں ایک دوسرے پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے اور کوئی کسی دوسرے کو جھوٹا خیال نہیں کرتا تھا۔

عہدِ صدیقؓ اور عہدِ فاروقیؓ میں وضع حدیث کا وجود نہیں تھا:

عہدِ رسالت کے ساتھ ساتھ عہد ابوبکر صدیقؓ، عہد فاروقیؓ میں بھی وضع حدیث کا دروازہ نہیں کھلا تھا۔

اس بارے میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری فرماتے ہیں:

"وكذلك لا توجد أدلة على وقوع الوضع في خلافة ابي بكرؓ وعمرؓ ولا شك أن كثرة الصحابة الكبار و وحدة الأمة في هذه الفترة المبكرة منعت ظهور الوضع في الحديث" ⑦

اسی طرح خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ میں وضع حدیث کا واقع ہونے کے بارے کوئی ادلہ نہیں پائی جاتی ہیں بلاشبہ ان ابتدائی ادوار میں کبار صحابہ کرامؓ کی کثرت اور وحدت امت نے وضع حدیث کے ظہور کو روکے رکھا ہے۔

اگر وضع حدیث کا ظہور ان ادوار (عہد رسالت، عہد صدیقؓ، عہد فاروقیؓ) میں ہوا ہوتا تو تاریخی روایات میں اس کا ذکر ہوتا یا پھر کسی ایک حدیث میں بھی اس کا تذکرہ ملتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان ادوار میں وضع حدیث کا ظہور نہیں ہوا تھا۔

---

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۵، ص: ۸

② ابو داؤد، سنن ابوداؤد، كتاب العلم، باب التشديد في الكذب على رسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۵۱، ص: ۵۲۴

③ الترمذی، جامع الترمذی، كتاب العلم، باب ماجاء في من روى حديثا، حدیث نمبر ۲۶۶۲، ص: ۶۰۴

④ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب السنة، باب من حدث عن رسول الله ﷺ حديثاً، حدیث نمبر ۳۸، ص: ۶

⑤ تفصیل کے لیے دیکھیے السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۷۶۔۷۸

⑥ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۷۸ ⑦ العمری، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۲۲

۲۔ دوسری رائے

اکثر علماء کی رائے ہے کہ وضع حدیث کا ظہور ۴۰ھ اور اس کے بعد کے ادوار میں ہوا ہے۔

ان علماء کرام میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی' ڈاکٹر عجاج الخطیب' ڈاکٹر نورالدین عتر' ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شھبہ' ڈاکٹر محمد ابوزھو' ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری' شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامل ہیں۔

اس رائے کا اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی فرماتے ہیں:

"كانت سنة أربعين من الهجرة هي الحد الفاصل بين صفاء السنة و خلوصها من الكذب و الوضع و بين التزيد فيها و اتخاذها وسيلة لخدمة الأغراض السياسية و الإنقسامات الداخلية.................." ①

چالیس سن ہجری خالص سنت جو جھوٹ اور وضع سے خالی تھی کے مابین اور سنت میں اضافہ اور اسے سیاسی مقاصد اور داخلی گروہ بندی کے مابین حدِ فاصل تھی۔

ڈاکٹر عجاج الخطیب رقمطراز ہیں:

"ويجدر بنا أن نبيّن أن الوضع لم يصل إلى ذروته في هذا القرنِ، لأنه نشأ قبل منتصف القرن الهجري الأول بقليل و سرعان ما كان يعرف الحديث الموضوع لكثرة الصحابة و التابعين الذين عرفوا الحديث وحفظوه" ②

اور یہ بیان کرنا زیادہ ضروری ہے کہ اس صدی میں وضع حدیث اپنی انتہا تک نہیں پہنچی کیونکہ اس کا آغاز پہلی صدی ہجری کے نصف سے کچھ پہلے ہوا اور اس صدی میں صحابہ کرامؓ و تابعین کی کثیر تعداد کی موجودگی کی وجہ سے موضوع حدیث کی پہچان جلد ہونے لگی کیونکہ صحابہؓ و تابعین کو حدیث کی پہچان تھی اور انھیں یاد بھی تھیں۔

ڈاکٹر نورالدین عتر بیان کرتے ہیں:

"ثم برز قرن الفتنة التي أدت إلى قتل الخليفة المظلوم عثمان بن عفانؓ و ظهرت الفرق و راح المبتدعة تبحث عن مستندات من النصوص تعتمد عليها في كسب أعوان لهم فعمدوا إلى الوضع في الحديث فاختلقوا على رسول الله ﷺ ما لم يقل فكان مبدأ ظهور الوضع في الحديث منذ ذلك الوقت سنة ٤١ ھ" ③

① السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۷۵ ② الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص:۱۸۹

③ نورالدین عتر، مقدمۃ علوم الحدیث لابن الصلاح، ص:۷

پھر فتنہ کے دور کا ظہور ہوا جس کے نتیجہ میں مظلوم خلیفہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور مختلف فرقے معرض وجود میں آئے اور اہل بدعت نصوص میں ایسے دلائل تلاش کرنے لگے جن کی بنیاد پر وہ اپنے موقف کو مضبوط کرسکیں چنانچہ انھوں نے وضع حدیث کا رخ کیا اور آپ ﷺ پر جھوٹی باتیں گھڑی جنھیں آپ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا تو یہیں سے وضع حدیث کا آغاز وظہور ہوا اور یہ چالیس صدی ہجری کا دور تھا۔

ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبہ رقمطراز ہیں:

"......نرى أن نشأة الوضع بمعناه الظاهر الواضح كانت حوالي سنة أربعين من الهجرة و كان ذلك في عصر صغار الصحابةؓ وكبار التابعين"①

ہمارا خیال ہے واضح اور ظاہر مفہوم میں وضع حدیث کا آغاز تقریباً چالیس صدی ہجری میں ہوا تھا اور یہ صغار صحابہ اور کبار تابعین کا زمانہ تھا۔

نیز انھوں نے اپنے مؤقف کی بنیاد ابن سبا یہودی کی گھڑی ہوئی حدیث پر رکھی ہے جس میں اس نے نبی ﷺ کی طرف یہ منسوب کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ((لكل نبي وصي و وصيي علي))② (ہر نبی کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور میرا خلیفہ علیؓ ہے)۔

لیکن حقیقت میں یہ حدیث ابن سبا کی وضع کردہ نہیں ہے کیونکہ اس روایت کو ابوعبداللہ الحسین بن ابراہیم الجوزقانی نے اپنی سند سے یوں نقل کیا ہے:

((عن محمد بن حميد الرازي ثنا ابن مجاهد ثنا محمد بن اسحاق عن شريك بن عبدالله عن ابي ر بيعه الأ يادي عن ابن بريدة عن أبيه قال قال رسول الله ﷺ لكل نبي وصي ووصيي علي))③

محمد بن حمید الرازی سے روایت ہے وہ ابن مجاہد سے بیان کرتے ہیں اور وہ محمد بن اسحاق سے اور وہ شریک بن عبداللہ اور وہ ابو ربیعہ الایادی سے اور وہ ابن بریدہ اور وہ اپنے والد سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور میرا خلیفہ علی ہے۔

پھر جوزقانی اس حدیث پر محاکمہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"هذا حديث باطل و في إسناده ظلمات منها محمد بن اسحاق فإنه ضعيف الحديث و منها علي بن مجاهد الرازي، قال صالح بن محمد سمعت يحيى بن معين و سئل عن علي بن مجاهد الرازي فقال كان يضع الحديث و كان

① ابو شهبة، الوسيط، ص:۳۲۶ ⊙ ابوشہبۃ، الاسرائیلیات والموضوعات، ص:۳۲
② الطبری، تاریخ الطبری، ص:۴/۳۴۰
③ الجوزقانی، الأباطیل، ص:۲/۱۵۰

له كتاب المغازي فكان يضع لكلامه إسناداً"①

یہ حدیث باطل ہے اور اس کی سند اندھیروں میں گھری ہوئی ہے۔ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو حدیث میں ضعیف ہے۔ اور ان میں سے ایک علی بن مجاہد الرازی ہے۔ صالح بن محمد کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا جب آپ سے علی بن مجاہد الرازی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا اور ان کی مغازی پر ایک کتاب ہے۔ وہ اپنے کلام کی سند گھڑا کرتا تھا۔

ابن الجوزی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ففيه محمد بن حميد و قد كذبه ابو زرعة و ابن دارة"②

اس روایت میں محمد بن حمید ہیں جسے ابو زرعہ اور ابن دارۃ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر ابوبکر عبدالصمد اس حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"و لا يستبعد أن يكون من كلام ابن سباء و تخرصاته و مما كان يشيعه فی عوام الناس ثم جاء مَن بعده فجعله حديثاً وركب له إسناداً"③

اور یہ بات بعید از امکان نہیں ہے کہ یہ (حدیث) ابن سبا کا کلام اور اس کی افتراء پردازی ہو جس کی وہ لوگوں میں تشہیر کرتا تھا پھر اس کے بعد کسی نے اس کی سند بنا کر اسے حدیث بنا لیا۔

لہٰذا اس روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ وضع حدیث کا ظہور ۴۰ھ سے ہوا تھا۔

ڈاکٹر محمد ابو زھو وضع حدیث کے ظہور کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"......ثم لما ولی علیؓ كرمه الله وجهه الخلافة وكان ما كان بينه و بين المعاويةؓ فی صفين افترق الناس إلىٰ شيعة و خوارج و جمهور كما رأيت وهنا ظهر الكذب علىٰ رسول الله ﷺ و اشتد أمره من الشيعة و الخوارج و دعاة بنی أمية لذلك يعتبر العلماء مبدأ ظهور الوضع فی الحديث من هذا الوقت(سنة ٤١ ه)"④

جب حضرت علیؓ مسند خلافت پر فائز ہوئے اور صفین کے مقام پر ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ ہوئی تو لوگ شیعہ، خوارج اور جمہور میں بٹ گئے تو اب رسول کریم ﷺ پر دروغ گوئی کا آغاز ہوا شیعہ، خوارج اور بنو امیہ کے دعاۃ اس میں سختی سے حصہ لینے لگے۔ اسی لیے علماء ۴۱ھ کو وضع حدیث کے ظہور کی ابتدا قرار دیتے ہیں۔

① الجوزقانی، الأباطیل، ص:۱۵۰/۲
② ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۳۷۶/۱
③ عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص:۵۱
④ ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص:۴۸۰

اس کے بعد ابو زھو لکھتے ہیں:

"وهـذا التـحـديـد إنما هو لظهور الوضع فى الحديث وإلا فقد وجد الكذب على رسول الله ﷺ قبل ذلك حتى فى زمنه ﷺ"①

یہ تحدید اس اعتبار سے درست ہے کہ اس وقت وضع حدیث کا ظہور وشیوع ہوا ورنہ آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ پر جھوٹ پہلے بھی باندھا جاتا تھا۔

دلیل کے طور پر انھوں نے حدیث ((من كذب على متعمداً فليتبوامقعده من النار)) کے پس منظر میں حضرت بریدۃؓ کی روایت بیان کی ہے②۔

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے لہٰذا ان کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدّۃ وضع حدیث کے آغاز اور ظہور کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"وقـد استمر الصفاء و النقاء للسنة المطهرة فى أواخر عهد الأربعة الخلفاء الـراشـدين و ذلك إلى نحوسنة أربعين من الهجرة ثم لما وقعت فتنة مقتل سيـدنـا عثمـانؓ قـامـت بـعـض الأ هواء السياسية فى نفوس بعض الناس ولـوحظ شئى من الإختلا ل فى الضبط والنقل فتحفظ الصحابةؓ عند ذلك بشدّة التثبـت والإ ستيثـاق مـن الـخبر و سألوا عن الإ سناد حتى لايدخل من هوة الأ هواء على السنة المشرفة دخيل أوحميل......"③

خلفائے اربعہ راشدین کے آخری عہد چالیسویں صدی ہجری تک سنت مطہرۃ خالص اور شفاف رہی اور پھر جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ واقع ہوا تو کچھ لوگوں میں سیاسی خواہشات بیدار ہوئی اس وقت ان کے حافظہ اور نقل روایت میں خلل واقع ہوا تو صحابہ کرامؓ خبر کی قبولیت میں سختی برتنے لگے اور اسناد کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا تا کہ سنت مطہرۃ میں اہل ہواء کی خواہش داخل نہ ہو سکے۔

نیز انھوں نے محمد بن سیرین④ کے قول سے استدلال کیا ہے۔ ابن سیرین کا قول ہے:

"لـم يـكـونـوا يسألون عن الإ سناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم و ينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم"⑤

---

① ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص:۴۸۰ ② دیکھئے صفحہ نمبر:۴۲۶

③ ابوغدۃ، لمحات من تاريخ السنة المشرفة، ص:۳۶

④ آپ کی کنیت ابوبکر ہے، آپ حضرت انسؓ بن مالک کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دوسال قبل پیدا ہوئے آپ نے حضرت ابوھریرۃؓ، عمرانؓ بن حصین ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور دیگر صحابہؓ سے سماع حدیث کیا اور آپ سے ایوب، ابن عون، قرۃ بن خالد، محمد بن سلیم اور بہت سے دوسرے لوگوں نے علم حاصل کیا۔ آپ فقہ حدیث میں امامت کے رتبہ پر فائز تھے بے حد وسیع علم کے حامل، حدیث کے حافظ اور ثقہ تھے۔ آپ نے امام حسن بصری سے مکمل ایک سو ایام بعد شوال ۱۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۷۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۹/۲۱۴

⑤ المسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر۔۲۶، ص:۱۰

(خوارج، معتزلہ اور روافض کے) فتنہ کے وقوع سے پہلے لوگ اسناد کے متعلق نہیں پوچھتے تھے لیکن جب اس فتنہ کا وقوع ہوا تو لوگوں نے ہر حدیث کی سند کے متعلق پوچھنے لگے چنانچہ اہل سنت کی حدیث قبول کی جانے لگی اور اہل بدعت کی روایت رد کی جانے لگی۔

پھر مزید بیان کرتے ہیں:

"وعلى ضوء ما تقدم الإجمال ببيانه يمكن تحديد زمن نشوء الوضع للحديث بأواخر منتصف القرن الأول للهجرة وتحديد نشوء نقد المتن والإسناد من أوائل عهد الصحابة والتابعين فلم تكن هناك فجوة بين السنة وحفاظها الأمناء تمكن المغيرين عليها من أهل الأهواء والبدع أن يدسوا فيها ويتخذ مادسوه وزوّروه دينا وشريعة ...." ①

گذشتہ بیان کی روشنی میں وضع حدیث کے زمانۂ ظہور کی تحدید ممکن ہے۔ جو پہلی صدی ہجری کا آخری نصف دور تھا۔ اور صحابہؓ و تابعین کے اوائل عہد میں اسناد اور متن کی کھوج لگائی گئی۔ سنت اور اس کی حفاظت کے امین کے مابین کوئی خلیج حائل نہ تھی کہ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل الاھواء اور اہل البدع اس (سنت) میں کچھ اضافہ کر سکیں اور پھر وہ اس اضافہ شدہ جھوٹ کو دین اور شریعت کا نام دے سکیں۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"وقد حدث في النصف الثاني من خلافة عثمانؓ اختلاف و شقاق كبير إذنقم البعض على عثمانؓ فاشتعلت الفتنة و أسفرت عن مقتل عثمانؓ ولكن ما أحدثته من تصدع في المجتمع الإسلامي ظل أثره باقيا فقد ولدت الأحقاد وأزالت الصفاء من نفوس الكثيرين و مع ذلك فنحن لا نجد في خلافة عثمانؓ روايات تشير إلى الوضع في الحديث" ②

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے نصف آخر میں اختلافات اور جھگڑے رونما ہوئے، جب سے بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر عیب لگانا شروع کیا جس سے فتنہ کی آگ شعلے مارنے لگی اور حضرت عثمانؓ کی شہادت پر منتج ہوئی لیکن اسلامی معاشرہ میں جو یہ پھوٹ واقع ہو چکی تھی اس کا اثر باقی رہا جس سے بغض و کینہ نے جنم لیا اور جس نے بہت سے لوگوں کے نفوس سے صفائی کو زائل کر دیا اس تمام فتنہ وفساد کے باوجود ہمیں عہدِ خلافتِ عثمانؓ میں وضع حدیث کی روایت نہیں ملتی۔

① ابوغدة، لمحات من تاريخ السنة المشرفة، ص:۴۰

② العمری، بحوث في تاريخ السنة، ص:۲۲

اس کے بعد انھوں نے ابوثور فہمی کی روایت کو ضعیف قرار دیا جس سے وہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ جن کا موقف ہے کہ وضع کا آغاز حضرت عثمانؓ کے دور میں زمانہ فتن میں ہوا۔

ابوثور کی روایت اس طرح ہے کہ یزید بن عمرو المعافری کا کہنا ہے کہ اس نے ابوثور فہمی سے سنا وہ کہہ رہے تھے:

"قدمت علٰی عثمان فصعدابن عُديس (١) المنبر و قال ألا إن عبدالله بن مسعود حدثنی أنه سمع رسول اللّٰه ﷺ يقول ألا إن عثمان أضل من عبيده علٰی بعلها (٢) فأخبرت عثمانؓ فقال كذب واللّٰه ابن عُديس ما سمعها من ابن مسعودؓ ولا سمعها ابن مسعودؓ من رسول اللّٰه ﷺ قط" (٣)

میں حضرت عثمانؓ کے پاس (مدینہ) گیا تو وہاں ابن عدیس نے بر سر منبر یہ بیان کیا کہ مجھے عبداللہؓ بن مسعود نے بیان کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا خبردار عثمانؓ تو عبیدہ سے بھی زیادہ اپنے گھر سے بے خبر ہے۔ ابوثور کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا تو انھوں نے فرمایا بخدا ابن عدیس نے جھوٹ بولا ہے انھوں نے ہرگز یہ بات حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے نہیں سنی اور نہ ہی عبداللہؓ بن مسعود نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء اس روایت کا یوں محاکمہ کرتے ہیں:

"هذه الرواية لا تصح من جهة الإسناد ففيه انقطاع و هومن طريق ابن لهيعة و هو مفرط فی التشيع و الرواية فی مثالب عثمانؓ مما يوافق هواه ولا تقبل منه" (٤)

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں انقطاع ہے اور یہ ابن لہیعہ کے طریق سے ہے جو تشیع میں حد درجہ کے غالی ہیں اور روایت حضرت عثمانؓ کے نقائص میں ہے۔ جو اس کی خواہش کے ساتھ موافقت رکھتی ہے لہٰذا یہ روایت غیر مقبول ہے۔

مزید برآں محدث ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت کو حضرت عثمانؓ کے نقائص بیان کرنے کے لیے گھڑا گیا ہے (٥)۔

حافظ ذہبی کا کہنا ہے کہ ابن لهيعه نے اس جھوٹ کو ابن عُدیس کی طرف منسوب کیا ہے (٦)۔

---

(١) ابن عُدیس، عبدالرحمٰن بن عدیس ہے۔ جو حضرت عثمان کی شھادت میں شریک تھا۔ الطبری، تاریخ الطبری، ص:۳۰۴۹

(٢) اس ضرب المثل کی تشریح کے لیے دیکھئے العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص:۲۳

(٣) السیوطی، اللآلئ المصنوعة، ص:۱/۳۱۸ ● ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۳۵

(٤) العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص:۲۳

(٥) ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۳۵

(٦) ابن عراق، تنزيه الشريعة، ص:۱/۳۵۰

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ابن عدیس کے اس جھوٹ سے بری ہیں پھر اس روایت کی سند میں ابن ابی الدنیا اور کامل بن طلحہ کے درمیان انقطاع ہے اور اس روایت کو صرف ابن لھیعہ ہی نے بیان کیا ہے (۱) جسے محدثین کی اکثریت نے ضعیف قرار دیا ہے (۲)۔

ان ادلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت اور موضوع ہے۔ اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عثمانؓ کے آخری دور میں وضع حدیث کا آغاز ہو گیا تھا۔ تاہم اس امر میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا۔ خاص طور پر حضرت عثمانؓ کے آخری ایام میں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جس سے وہ آپس کے اختلاف سے دوچار ہوئے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی دوسرے پر جھوٹا الزام نہیں لگایا۔

۳۔ تیسری رائے:

اس رائے کے مطابق وضع حدیث کا ظہور پہلی صدی ہجری کی آخری تہائی میں ہوا۔ یہ رائے ڈاکٹر عمر بن حسن فلاتہ کی ہے آپ فرماتے ہیں:

"والذی یظهرلی۔ واللہ أعلم۔ أن الوضع فی الحدیث أعنی الکذب علی رسول اللہ ﷺ بدأ متأخراً عن هذه الفترة ویمکن تحدیده با لثلث الأخیر من القرن الأول حیث الأدلة قامت علی وجود محاولات للکذب علی رسول اللہ ﷺ فی تلك الحقبة" (۳)

میری رائے کے مطابق وضع حدیث کا آغاز اس عرصہ (۴۰ھ) میں نہیں بلکہ اس کے بہت بعد ہوا ہے پہلی صدی کی آخری تہائی میں اس کی تحدید ممکن ہے۔ اس تہائی میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کوششیں تاریخ کی کتب میں مذکور ہیں۔

اس کے بعد ڈاکٹر عمر فلاتہ نے مزید ادلہ بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

پہلی صدی کی آخری تہائی میں آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کوششیں تاریخی کتب میں مذکور ہیں۔ امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور ان کے آپس میں اختلافات تھے اختلافات کے اس دور نے فتنہ وضع حدیث کے لیے تمہید کا کام کیا اور آہستہ آہستہ لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف جھوٹی روایات بھی منسوب کرنا شروع کر دیں۔

---

(۱) السیوطی، اللآلئ المصنوعة، ص: ۱/ ۳۱۸

(۲) ابن العجمی، نہایۃ السول، ص: ۴/ ۱۳۸۵

(۳) عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۱/ ۲۰۲

اختلافات کے اس دور میں امت میں درج ذیل خرابیاں پیدا ہوئیں۔

۱۔ صحابہ کرامؓ کی حرمت و تعظیم پامال ہونے لگی ان کی عظمت کا احساس کم ہوگیا اور ان کی عیب جو یاں شروع ہوگئیں جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی شخصیت میں عیب نکالے جانے لگے۔ ان کے اجتہادی مسائل پر تنقید ہونے لگی۔

۲۔ حضرت علیؓ پر مسئلہ تحکیم (۱) کی وجہ سے عیب لگایا گیا۔

۳۔ بعض افراد کی طرف سے خلیفہ اور ان کے گورنر کے نقائص بیان کیے جانے لگے اور علانیہ مخالفت ہونے لگی مثلاً عبدالرحمٰن بن عدیس نے برسرِ منبر حضرت عثمانؓ کے نقائص بیان کیے۔

۴۔ غزوہ ذات الصواری میں محمد بن ابی بکرؓ کا لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف ابھارنا صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین کی زبان پر کتب کو جھٹلایا گیا۔

۵۔ خلفاء کی شہادت کے واقعات رونما ہوئے جیسے حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ کی شہادت اور اسی طرح حضرت طلحہؓ بن زبیر کا قتل۔

ان جلیل القدر خلفاء (حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) کی شہادت کے بعد مسلمان فرقوں میں بٹ گئے۔ ان فرقوں میں سے بعض کی طرف سے ان خلفاء کی طرف جھوٹ اور بعض فتاویٰ کو منسوب کیا جانے لگا تا کہ ان کی نسبت سے یہ فرقے لوگوں میں رواج پاسکیں۔ خصوصاً حضرت علیؓ کی طرف بہت سی غلط روایات اور فیصلے منسوب کیے گئے۔

امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ طاؤس بن کیسان کا قول نقل کیا ہے۔ طاؤس فرماتے ہیں۔

"أتی ابن عباسؓ بکتاب فیه قضاء عليؓ فمحاه إلا قدر وأشار سفيان بن عيينه بذراعه" (۲)

حضرت ابن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ کے قضایا پر مشتمل ایک کتاب لائی گئی تو حضرت ابن عباسؓ نے ایک مقدار کے علاوہ اس کو مٹا دیا۔ سفیان بن عیینہ نے اس مقدار کا اشارہ ہاتھ سے کیا (یعنی حضرت ابن عباسؓ نے صرف ایک ہاتھ کے مقدار کاغذ پر کچھ احکام جو صحیح تھے وہ رہنے دیے)۔

---

(۱) جنگ صفین میں ۳۷ھ کو جب حضرت عمارؓ شہید ہو گئے تو دوسرے دن حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ حضرت معاویہؓ کی فوج میں شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے تو حضرت عمروؓ بن العاص نے معاویہؓ کو حکم دیا کہ ہماری فوج نیزوں پر قرآن کریم اٹھائے اور کہے "هذا حكم بيننا وبينكم" (یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے) حضرت علیؓ نے پہلے تو اسے جنگی چال قرار دے کر لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا لیکن بالآخر عراقیوں کے لڑائی جاری رکھنے سے انکار پر آپ نے جنگ بند کر کے تحکیم کا معاہدہ کیا۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ص: ۲۶۲/۷

(۲) المسلم، مقدمة الصحيح، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۱۰

اس کے بعد آپ رقمطراز ہیں:

"اختلافات کے اس دور میں بھی تاریخ میں کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی نے کوئی جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی ہو①"۔

انھوں نے درج ذیل روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

۱۔ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ ابوانس الحرانی کا قول نقل کیا ہے:

"قال المختار لرجل من أصحاب الحديث ضع لى حديثا عن النبى ﷺ أنى كائن بعده خليفة وطالب بترة ولده وهذه عشرة ألاف درهم وخلعة ومركوب و خادم فقال الرجل أما عن النبى ﷺ فلا ولكن اختر من شئت من الصحابة وأحطك من الثمن ما شئت قال عن النبى ﷺ أوكد قال العذاب عليه أشد"②

ابو عبید مختار ثقفی نے محدثین میں سے کسی شخص سے کہا کہ آپ میرے لیے نبی ﷺ کی طرف سے یہ حدیث گھڑ دیں کہ میں اس کے بعد خلیفہ ہوں اور اس کی اولاد میں سے کوئی شخص بھی خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اس کے عوض تمھارے لیے دس ہزار درہم ایک چوغہ ایک سواری اور ایک خادم ہے۔ محدث نے جواب دیا میں نبی ﷺ کی طرف ایسا جھوٹ منسوب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ آپ صحابہؓ میں جسے چاہیں اختیار کر لیں اور میں اس قیمت میں تمھاری مرضی کے مطابق کمی کر دوں گا تو مختار نے کہا نبی ﷺ کی طرف منسوب کلام کا خواہش مند ہوں۔ جس پر محدث نے کہا اس کام پر عذاب بہت سخت ہے۔

۲۔ امام بخاری نے اپنی سند سے سلمہ بن کثیر سے روایت کی ہے اور انھوں نے ابن الربعۃ الخزاعی سے روایت کی ہے جو صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"كان للمختار مسلحة بالعذيب وكانوا يحبسون الناس حتى يأتوه بأخبارهم فكتب إليه بقدومى فلما قدمت الكوفة أراهم يقولون هذا راكب الذعلبة فأدخلت عليه فخلا بى فقال إنك شيخ قدأ دركت النبى ﷺ فلا تكذب بما تحدث عنه فحدث بحديث عن رسول الله ﷺ وهذه سبعمائة دينار فخدها فقلت الكذب على رسول الله ﷺ النار ليس دونها شيئ لا والله ما أنا بفاعل"③

---

① عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۲۱۲/۱

② الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۳۱/۱

③ البخاری التاریخ الکبیر، ص: ۳۳۵/۴ ◎ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۴۷/۱

مختار کا عذیب[1] میں ایک میگزین (دیدبانی کی جگہ) تھا جہاں لوگ قید میں رکھے جاتے تھے تاکہ وہ اسے اپنی خبروں سے مطلع کریں تو اس نے میرے آنے کے بارے میں ان کی طرف لکھا۔ جب میں کوفہ آیا تو وہ کہہ رہے تھے یہ تیز رفتار اونٹنی کا شاسوار ہے چنانچہ مجھے اس کے پاس لے جایا گیا تو اس نے مجھے علیحدگی میں کہا تم تو وہ شیخ ہو جس کی ملاقات نبی ﷺ سے ہو چکی ہے۔ تم جو حدیث بیان کرو گے تو لوگ تمھاری تکذیب نہیں کریں گے۔ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ایک حدیث گھڑو گے تو میں یہ سات سو درہم تمھیں دوں گا میں نے کہا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کی سزا تو (جہنم کی) آگ کے سوا کچھ نہیں لہٰذا بخدا میں ایسا نہیں کر سکتا۔

راجح قول:

وضع حدیث کے آغاز کے بارے میں مذکورہ تین آراء کا تنقیدی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے پہلی رائے درست نہیں البتہ بقیہ دونوں آراء کے بارے میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ یہ کہ وضع کا آغاز ۴۱ھ کے بعد ہو گیا تھا جس طرح کہ اکثر علماء کا موقف ہے اور پہلی صدی ہجری کی آخری تہائی میں یہ فتنہ بہت زیادہ پھیل چکا تھا جس طرح کہ عمر حسن فلاتہ کی رائے ہے۔

[1] قادسیہ اور مغیثہ کے درمیان ایک میٹھے چشمے کا پانی ہے جس کا قادسیہ سے چار میل کا فاصلہ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنی تمیم کی ایک وادی کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۹۲/۴

وضع حدیث کے اسباب وعوامل

تاریخی واقعات کی روشنی میں ہمیں دو بڑے بنیادی اسباب وعوامل ایسے ملتے ہیں جنھوں نے وضع حدیث میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ بنیادی اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ سیاسی گروہ بندی (جمہور، شیعہ، خوارج)

۲۔ اسلام دشمنی (زنادقہ)

ان کے علاوہ کچھ عوامل ایسے بھی ہیں جو فتنۂ وضعِ حدیث کے انتشار میں معاون ومدد رہے مثلاً:

۱۔ عصبیت

۲۔ واعظ وافسانہ گو

۳۔ زھاد اور صلحاء

۴۔ فقہی وکلامی اختلافات وغیرہ

انھیں وضع حدیث کے ثانوی اسباب وعوامل کا نام دیا جا سکتا ہے۔

تاہم اموی دور میں مؤخر الذکر عوامل کا کردار بہت کم رہا۔ یعنی بنوامیہ کے آخری دور اور بنوعباس کے ابتدائی عہد میں ان کے عوامل کا ظہور ہوا جو عہد بنوعباس میں بڑی قوت سے پھیلے۔ اور پھر وضع حدیث کے کچھ مزید عوامل کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔

چنانچہ ذیل کی سطور میں فتنۂ وضع حدیث کے آغاز اور اس کو پروان چڑھانے میں معاون بنیادی اسباب وعوامل کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

وضع حدیث کا پہلا بڑا سبب

۱۔ سیاسی گروہ بندی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی جماعت انتشار اور پھوٹ کا شکار ہو گئی تھی۔ اور کمزور نفوس میں خواہش نے اپنے پنجے گاڑ لیے تھے اور وہ مسلمان جنھیں نبی ﷺ کی رفاقت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ان میں طرح طرح کا تعصب ظاہر ہو چکا تھا۔ مبتدع فرقوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر امت میں تفرقہ بازی اور قرآن وسنت میں تاویل کے بیج بو دیئے۔

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ بنے۔ ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ صفین رونما ہوئی۔ بالآخر واقعۂ تحکیم نے امت کو تین فرق (جمہور، شیعہ، خوارج) میں تقسیم کر دیا تھا۔ جن کی تقسیم کی بنیادی وجہ تو سیاسی اختلاف تھا لیکن رفتہ رفتہ ہر ایک نے اپنی جماعت کی تائید اور دوسرے فریق کی مخالفت میں احادیث گھڑنی شروع کر دیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"...وكان المسلمون على مابعث الله به رسوله من الهدى ودين الحق الموافق لصحيح المنقول وصريح المعقول فلما قتل عثمانؓ و وقعت الفتنة فاقتتل المسلمون بصفين مرقت المارقة التي قال فيها النبي ﷺ تمرق فارقة علىٰ حين فرقة من المسلمين يقتلهم أولى الطائفتين بالحق"[1] وكان مروقها لما حكم الحكمان و افترق الناس على غير اتفاق و حدثت ايضا بدعة التشيع كا الغلاة المدعين لإلاهية عليؓ و المدعين النص على عليؓ السابين لأبي بكر و عمر رضي الله عنهما..."[2]

مسلمان اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ کی طرف بھیجی ہوئی ہدایت اور دین حق پر تھے جو کہ صحیح منقول اور واضح عقل کے موافق تھا اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنہ واقع ہوا اور مسلمان صفین کے مقام پر باہم ایک دوسرے سے لڑے چنانچہ اس وقت ایک گروہ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''مسلمانوں کے تفرقہ کے وقت ایک گروہ علیحدہ ہو جائے گا جسے دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ حق کے ساتھ قتل کرے گا''۔ اور دو حکموں کے فیصلہ کے وقت ان کا خروج ہوا اور لوگ ٹولیوں میں بٹ گئے اور ان میں اتفاق نہ رہا اور تشیع کی بدعت بھی پیدا ہوئی مثلاً غلاۃ (غالی شیعہ) جو حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہیں اور حضرت علیؓ کے نص خلافت کے دعویٰ دار ہیں اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

نیز شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

"فهاتان البدعتان، بدعة الخوارج و الشيعة حدثتا في ذلك الوقت لما وقعت الفتنة ثم إنه في أواخر عصر الصحابةؓ حدثت بدعة القدرية والمرجئة فأنكر ذلك الصحابةؓ والتابعون كعبداللهؓ بن عمرؓ و عبداللهؓ بن عباسؓ و جابرؓ بن عبدالله و واثلةؓ بن الأسقع"[3]

فتنہ کے وقت یہ دونوں بدعتیں یعنی خوارج اور شیعہ کی بدعت رونما ہوئی پھر صحابہ کرامؓ کے آخری زمانہ میں قدریہ اور مرجیہ کی بدعت واقع ہوئی۔ جس کا رد صحابہ کرامؓ اور تابعین نے کیا۔ انہی صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت واثلہؓ بن اسقع تھے۔

اس گروہ بندی کے نتیجے میں امت مسلمہ تین فرقوں یعنی جمہور، شیعہ اور خوارج میں تقسیم ہو گئی۔ جنھوں نے وضع حدیث میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ ذیل کی سطور میں ان تینوں فرقوں کا وضع حدیث میں کردار، مقاصد، اور امثلہ بیان کی جارہی ہیں۔

---

① المسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتهم، حدیث نمبر ۲۴۵۸، ص: ۴۳۲

② ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، ص: ۱/۳۰۶

③ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، ص: ۱/۳۰۶

ا۔ شیعہ:

وضع حدیث میں کردار:

تمام علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شیعہ کا جھوٹ اور وضعِ حدیث میں نمایاں کردار ہے۔ جنھوں نے بے شمار احادیث گھڑیں۔ اور بعض کو تو اپنی خواہشات کے مطابق بدل بھی ڈھالا۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے:

"واعلم أن أصل الأكاذيب في احاديث الفضائل كان من جهة الشيعة فإنهم وضعوا في مبدأ الأمر أحاديث مختلقة في صاحبهم حملهم علىٰ وضعها عداوة خصومهم... فلما رأت البكرية ما صنعت الشيعة و ضعت لصا حبها أحاديث في مقابلة هذه الأحاديث... فلما رأت الشيعة ما قد وضعت البكرية أوسعوا وضع الأحاديث...) [1]

جان لیجیے کہ احادیثِ فضائل کے بارے میں جھوٹ کی بنیاد شیعہ کی جانب سے ہے۔ جنھوں نے ابتدا میں من گھڑت مختلف احادیث حضرت علیؓ کے بارے میں وضع کیں۔ مدمقابل کی دشمنی نے انھیں ایسا کرنے پر ابھارا...... جب حضرت ابوبکرؓ کے ماننے والوں نے شیعہ کی کارگزاری دیکھی تو انھوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں حضرت ابوبکرؓ کے لیے احادیث وضع کیں۔ اور جب شیعہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے ماننے والوں نے احادیث وضع کی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے وضع حدیث کے نطاق کو وسیع کر دیا۔

ابن المبارک کا قول ہے:

"الدين لأهل الحديث والكلام والحيل لأهل الرأي و الكذب للرافضة" [2]

دین اصحابِ حدیث کے لیے اور کلام اور حیلہ بازی اہل رأی کے لیے اور جھوٹ روافض کے لیے ہے۔

امام مالکؒ سے روافض کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

"لا تكلمهم ولا تروعنهم فإنهم يكذبون" [3]

نہ ہی ان (روافض) سے بات چیت کی جائے اور نہ ان سے روایت کی جائے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔

امام شافعیؒ روافض کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(1) ابن ابی حدید، شرح نہج البلاغۃ ،ص:۳/۲۶ (2) الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص:۴۳۰

(3) الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص:۲۱

"لم أر أحداً أشهد بالزور من الرافضة" ①

میں نے روافض کے علاوہ کسی کو جھوٹی شہادت دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یزید بن ہارون کا قول ہے:

"یکتب عن کل مبتدع إذا لم یکن داعیة إلا الرافضة فإنهم یکذبون" ②

ہر بدعتی سے لکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو مگر روافض سے نہیں لکھا جا سکتا کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔

ایک رافضی شیخ، جس نے توبہ کر لی تھی، نے حماد بن سلمہ کے سامنے (وضع حدیث کا) اقرار کیا ہے، اس کا کہنا ہے:

"کنا إذا اجتمعنا فستحسنا شیئا جعلناه حدیثا" ③

جب ہم جمع ہوتے ہیں اس دوران اگر ہم کسی بات کو اچھا سمجھتے تو ہم اسے حدیث بنا لیتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"قد اتفق أهل العلم بالنقل والروایة والإسناد علیٰ ان الرافضة أکذب الطوائف و الکذب فیهم قدیم ولهذا کان أئمة الإسلام یعلمون امتیازهم بکثرة الکذب" ④

اہلِ علم کا نقلاً، روایۃً، اور اسناداً اس بات پر اتفاق ہے کہ رافضہ سب سے جھوٹا گروہ ہے۔ اور ان میں جھوٹ بہت قدیم ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اسلام ان کے کثرتِ جھوٹ کے امتیاز کی بدولت انھیں جانتے ہیں۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

"وأما الرافضة فأصل بدعتهم عن زندقة وإلحاد وتعمد الکذب کثیر فیهم وهم یقرون بذلك حیث یقولون دیننا التقیة وهو أن یقول أحدهم بلسانه خلاف مافی قلبه وهذا هوالکذب والنفاق۔" ⑤

رافضہ کی بدعت کی اصل زندیقت اور الحاد ہے اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ان میں بہت زیادہ ہے۔ جس کا وہ اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں، ہمارا دین "تقیہ" ہے۔ یعنی کسی شخص کا اپنی زبان سے وہ بات کہنا جو اس کے دل میں

① الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص: ۲۱

② الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص: ۲۲ ◎ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۲۸

③ السیوطی، اللآلی المصنوعة، ص: ۲/ ۴۶۸ ④ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ص: ۱/ ۶۸

⑤ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ص: ۱/ ۶۸

نہیں ہے جھوٹ اور نفاق یہی ہے۔

امام ابن الجوزی بیان کرتے ہیں:

"فاعلم أن الرافضة ثلاثة أصناف صنف سمعوا شيئاً من الحديث فوضعوا أحاديث وزادوا ونقصوا وصنف لم يسمعوا فتراهم يكذبون علىٰ جعفر الصادق ويقولون قال جعفر وقال فلان والصنف الثالث عوام جهلة يقولون ما يريدون مما يسوغ في العقل ومما لا يسوغ..." ①

جان لیجئے رافضہ تین طرح کے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جنھوں نے کچھ احادیث سنیں چنانچہ انھوں نے احادیث گھڑیں اور اس میں کمی وبیشی کی۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جنھوں نے احادیث نہیں سنیں۔ تو آپ انھیں حضرت جعفر الصادق پر جھوٹ باندھتے ہوئے دیکھیں گے۔ یہ کہتے ہیں، جعفر نے فرمایا فلاں نے کہا۔ اور تیسرا گروہ جاہل عوام کا ہے جو اپنی مرضی سے کچھ کہتے ہیں جو عقل کے لحاظ سے جائز ہو یا نہ ہو۔

مقاصد وامثلہ:

ا۔ اپنے افکار ونظریات کی اشاعت کے لیے احادیث وضع کرنا:

چونکہ شیعہ افراد نے امامت کے لیے افضلیت کو شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں صحیح احادیث میں وارد فضائل پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کی شان کو زیادہ سے زیادہ اونچا دکھانے کے لیے جھوٹی احادیث نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔

ابن الجوزی کا بیان ہے:

"فضائل علي الصحيحة كثيرة غير أن الرافضة لا تقنع فوضعت له ما يضع لا ما يرفع" ②

حضرت علیؓ کے بہت سارے صحیح فضائل ہیں مگر روافض نے ان پر اکتفاء نہیں کیا چنانچہ انھوں نے حضرت علیؓ کے لیے بہت سی روایات وضع کیں جن سے ان کا مرتبہ بجائے بلند ہونے کے گر گیا۔

- ابن عدی نے اپنی سند سے عباد بن عبدالصمد سے روایت بیان کی ہے جو حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صلى عليّ الملائكة و علىٰ عليّ بن ابى طالب سبع سنين ولم يصعد أو

① ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۷۷ ② الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص:۴۸۰

"... يرتفع شهادة أن لا إله إلا الله من الأرض إلى السماء إلا مني ومن عليؓ بن ابي طالب..." ①

فرشتوں نے سات برس تک مجھ پر اور علیؓ بن ابی طالب پر درود و سلام بھیجا۔ اور صرف میری اور علیؓ بن ابی طالب کی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی شہادت زمین سے آسمان کی طرف بلند ہوئی۔

اس کے بعد ابنِ عدی فرماتے ہیں:

" وعباد بن عبدالصمد له عن أنس غير حديث منكر وعامة ما يرويه في فضائل عليؓ وهوضعيف منكر الحديث ومع ذلك غال في التشيع " ②

عباد بن عبدالصمد کی حضرت انسؓ سے اس منکر حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث مروی ہیں۔ عموماً وہ حضرت علیؓ کے فضائل کے بارے میں روایات نقل کرتے ہیں۔ اور وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہیں اور تشیع میں حد درجے کے غالی (غلو کرنے والا) ہیں۔

اس روایت میں عباد بن عبدالصمد ضعیف اور منکر راوی ہیں ③۔

❁ ابن حبان نے اپنی سند سے مطر بن میمون سے روایت کی ہے اور وہ حضرت انسؓ بن مالک سے کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إن أخي و وزيري خليفتي في أهلي وخير من أترك بعدي يقضي ديني و ينجز موعدي عليؓ بن ابي طالب " ④

بے شک علیؓ بن ابی طالب میرے بھائی، میرے وزیر اور میرے اہل کے خلیفہ ہیں اور اپنے بعد چھوڑنے والوں میں سے سب سے بہتر ہیں۔ جو میرا قرض ادا کریں گے اور میرے وعدے پورے کریں گے۔

اس کے بعد ابن حبان، مطر بن میمون کے بارے میں فرماتے ہیں:

" كان ممن يروي الموضوعات عن الاثبات يروي عن أنس ما ليس من حديثه في فضل عليؓ بن ابي طالب وغيره لاتحل الرواية عنه " ⑤

---

① ابن عدی، الکامل، ص:۴/ ۱۶۴۸ ② ابن عدی، الکامل، ص:۴/ ۱۶۴۸

③ آپ کی ابو معمر کنیت ہے۔ اہل بصرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مغرب میں قسطیلۃ کے مقام پر قیام کیا اور آپ نے ۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔
ابن عدی، الکامل، ص:۴/ ۱۶۴۸ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۲/ ۱۷۰ ◉ ابو العرب، طبقات علماء افریقہ، ص:۹۴
◉ العقیلی، الضعفاء، ص:۳/ ۱۳۸ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/ ۲۳۲ ◉ البرہان، الکشف الحثیث، ص:۲۲۱
◉ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۷۸

④ ابن حبان، المجروحین، ص:۳/ ۵ ◉ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۷۹ ⑤ ابن حبان، المجروحین، ص:۳/ ۵

وہ موضوع روایات ثقہ رواۃ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت انسؓ سے بھی روایت کرتے ہیں حالانکہ ان کی حضرت علیؓ بن ابی طالب وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے۔ ان سے روایت کرنی جائز نہیں ہے۔

اس روایت میں مطر بن میمون متروک راوی ہیں ①۔

❁ ابن حبان نے اپنی سند سے خالد بن عبید عتکی سے روایت کی ہے اور وہ حضرت انسؓ سے اور وہ حضرت سلمانؓ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہا:

"هذا وصي و موضع سري و خير من أترك بعدي..." ②

یہ میرا وصی اور میرا راز دار ہے اور میں اپنے بعد سب سے بہتر شخص چھوڑ رہا ہوں۔

اس کے بعد ابن حبان، خالد بن عبید عتکی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"يروي عن انسؓ بن مالك بنسخة موضوعة ما لها أصل يعرفها من ليس الحديث صناعته أنها موضوعة و قال لاتحل كتابة حديثه إلا على جهة التعجب" ③

وہ حضرت انسؓ بن مالک سے ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں جس کی کوئی اصل نہیں جسے وہ شخص بھی پہچانتا ہے جس کا مشغلہ حدیث نہیں ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی روایت نقل کرنا صرف تعجب کے طور پر جائز ہے۔

اس روایت میں خالد بن عبید عتکی متروک الحدیث راوی ہیں ④۔

غرضیکہ روافض نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کے فضائل کے بارے میں وضع حدیث کا دروازہ کھولا۔ خلیلی کہتے ہیں:

"وضعت الرافضة في فضائل عليؓ و أهل بيته نحو ثلاثمائة ألف حديث" ⑤

روافض نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کے فضائل میں تین لاکھ کے قریب احادیث وضع کیں۔

---

① آپ کی کنیت ابو خالد الکوفی ہے۔ المحاربی الاسکافی کی نسبت سے معروف ہیں۔ متروک راوی ہیں اور ۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔ ابن حبان، المجروحین، ص:۳/۵
◉ ابن عدی، الکامل، ص:۶/۲۳۹۳ ◉ العقیلی، الضعفاء، ص:۴/۲۱۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۷۰
◉ البرھان، الکشف الحثیث، ص:۴۲۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۵۳۴

② ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۸۷ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷۹ ◉ ابن القیسرانی، کتاب معرفۃ التذکرۃ، ص:۱۱۵

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۸۷ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷۹ ◉ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص:۳۶۹

④ آپ کی کنیت ابو عصام ہے۔ اور البصری کی نسبت سے معروف ہیں۔ "مرو" کے رہنے والے "متروک الحدیث" راوی ہیں اور ان کا شمار پانچویں طبقہ میں سے ہوتا ہے۔
ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۶۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۰۵ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۱۸۹

⑤ الخلیلی، الارشاد، ص:۳۱

اگرچہ اس قول میں مبالغہ ہے۔ تاہم شیعہ کے کثرتِ وضع حدیث پر دلیل ہے (۱)۔

۲۔ اپنے مخالفین کی شان گھٹانے کے لیے احادیث وضع کرنا:

اہلِ تشیع نے وضع حدیث کا دوسرا اسلوب جو اختیار کیا وہ اپنے مخالفین کی شان میں نازیبا اقوال بیان کرنے کے لیے احادیث وضع کرنا تھا، اس طرح انھوں نے موضوع روایات بیان کر کے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ وغیرہ کو بُرا بھلا کہا۔ اور ان کی شان گھٹانے کی سعی نامبارک کی۔ اس جرم میں انھوں نے طرح طرح کے جھوٹ اور افترا پردازی سے کام لیا، جسے عقل ماننے کو تیار نہیں۔

اس بارے میں ابن ابی الحدید فرماتے ہیں:

"فأما الأمور الشنيعة المسهجنة التي تذكرها الشيعة من إرسال قنفذ إلى بيت فاطمة...... و أن عمرؓ ضغط بين الباب والجدار...... وجعل في عنق عليؓ حبلا يقاد به فكله لا أصل له عند أصحابنا ولا يثبته أحد منهم ولا رواه أهل الحديث ولا يعرفونه و إنما هو شيئ تنفرد الشيعة بنقله" (۲)

وہ بھیانک اور قبیح امورِ شیعہ جن کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً یہ کہ حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف کھڑکی چھوڑنا...... اور یہ کہ حضرت عمرؓ نے دیوار اور دروازے کے درمیان زور دیا...... اور حضرت علیؓ کی گردن میں رسی ڈال کر کھینچنا ان تمام باتوں کی ہمارے اصحاب کے ہاں کوئی اصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی نے اس کا اثبات کیا اور نہ ہی انھیں اہل حدیث نے نقل کیا اور نہ وہ اسے پہچانتے ہیں صرف شیعہ اس کو نقل کرنے میں منفرد ہیں۔

❁ ابن جوزی نے اپنی سند سے علاء بن جریر سے روایت کی ہے کہ ہمیں اہل طائف کے ایک شخص جو اسّی برس سے یہاں (طائف) میں قیام پذیر ہے۔ نے حکم بن عمیر الشمالی سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز اپنے صحابیؓ سے ارشاد فرمایا:

"كيف بك يا أبا بكر إذا وليت... ثم قال يا معاوية كيف بك إذا وليت حقبا تتخذ السيئة حسنة والقبيح حسنا يربو فيها الصغير ويهرم فيها الكبير أجلك يسير و ظلمك عظيم" (۳)

---

(۱) اس قسم کی مزید روایات کے لیے دیکھیے: الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۱/ ۹، ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۵۹، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۳، ۳۷۹، ۳۸۳، ۳۸۴
◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص: ۱/ ۳، ۳۲۳

(۲) ابن ابی حدید، شرح نہج البلاغۃ، ص: ۱/ ۱۵۸

(۳) ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/ ۳۰۳

اے ابوبکرؓ اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تم دین سے نکل جاؤ گے...... پھر کہا اے معاویہؓ جب تم ایک زمانے بعد دین سے نکل جاؤ گے تو تمھارا کیا حال ہوگا تم برائی کو نیکی اور بری چیز کو اچھی بات بنالو گے اس میں چھوٹا (گناہ) بھی بڑھتا ہے اور بڑا شخص بوڑھا ہونے لگتا ہے۔ تمھاری زندگی کم ہے لیکن تمھارا ظلم بہت بڑا ہے۔

اس حدیث کے بارے میں علامہ ناصر الدین الألبانیؒ رقمطراز ہیں:

"فيه رجال مجهولون و إسناده غير صحيح ومتنه موضوع كذبا" (۱)

اس میں مجہول راوی ہیں اور اس حدیث کی اسناد صحیح نہیں ہے اور اس کا متن موضوع اور جھوٹا ہے۔

❁ ابن عدی نے اپنی سند سے الحکم بن ظہیر سے روایت کی ہے اور وہ عاصم سے اور وہ زر سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه" (۲)

جب تم معاویہؓ کو منبر پر بیٹھے پاؤ تو اسے قتل کر ڈالو۔

اس حدیث کے بارے میں ابن الجوزی کا قول ہے:

"أما حديث ابن مسعودؓ ففيه رجلان متهمان بوضعه أحدهما عباد بن يعقوب وكان غاليا في التشيع روى أحاديث أنكرت عليه في فضائل أهل البيت و مثالب غيرهم قال ابن حبان كان رافضيا داعية يروى المناكير عن المشاهير فاستحق الترك والثاني الحكم بن ظهير قال يحيىٰ بن معين ليس بشيئ وقال مرّة كذاب وقال السعدي ساقط وقال النسائي متروك الحديث وقال ابن حبان كان يروي عن الثقات الموضوعات" (۳)

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں دو شخص متہم بالوضع ہیں جن میں سے ایک عباد بن یعقوب ہے جو تشیع میں غالی ہے۔ اس نے اہلِ بیت کے فضائل اور دوسروں کی شان گھٹانے کے لیے احادیث روایت کی ہیں جن پر انکار (محدثین کی طرف سے) کیا گیا۔ ابن حبان کا قول ہے عباد بن یعقوب رافضی مبلغ تھا جو مشہور (محدثین) سے منکر احادیث روایت کیا کرتا تھا۔ اس لیے اسے متروک قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرا الحکم بن ظہیر ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اور کہا وہ جھوٹا شخص ہے۔ سعدی نے کہا وہ ساقط (راوی) ہے۔ امام نسائی نے کہا وہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع روایات نقل کیا کرتا تھا۔

---

(۱) الألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص: ۲/۱۰۷

(۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۲۶۲ ◉ العقیلی، الضعفاء، ص: ۱/۲۵۹

(۳) ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/۳۰۳

چنانچہ اس روایت میں عباد بن یعقوب ① اور حکم بن ظہیر ② دونوں متروک الحدیث اور ساقط الاعتبار راوی ہیں جن سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ روایت حضرت معاویہؓ کی شان گھٹانے کے لیے ہے۔

۲۔ جمہور (حامیان بنوامیہ):

وضع حدیث میں کردار:

شیعہ کے مدمقابل بنوامیہ کے حامی تھے، جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس وجہ سے انھیں جمہور کے نام سے پکارا جاتا تھا جو بعدازاں اہلِ سنت کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے جہلاء نے جب یہ دیکھا کہ شیعہ حضرت علیؓ اور اہلِ بیعت کے فضائل و مناقب بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے ہیں تو انھوں نے خصوصاً خلفاء اربعہ، اور حضرت معاویہؓ اور بالعموم دوسرے صحابہ کرامؓ کے فضائل کے بارے میں احادیث گھڑنی شروع کر دیں۔ حالانکہ ان صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب صحیح احادیث میں اس قدر کثرت سے ہیں کہ انھیں موضوع احادیث کا سہارا لینے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ ان کا یہ فعل اتنا ہی قبیح تھا جتنا ان کے مخالفین کا مگر ان کی نفسانی خواہش انھیں اس طرف لے آئی اور جہالت نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا تھا۔

امام ابن الجوزی رافضہ اور بنوامیہ کے حامیوں کے رویے کے خلاف رقمطراز ہیں:

"باب فی فضل ابی بکر الصدیقؓ قد تعصّب قوم لاخلاق لهم یدعون التمسك بالسنة فوضعوا لأبی بكرؓ فضائل و منهم من قصد معارضة الرافضة بما وضعت لعليي عليه السلا م وكلا الفريقين على الخطأ و ذانك السيدان غنيان بالفضائل الصحيحة عن استعارة و تخرّص" ③

حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی فضیلت کے بیان میں کچھ لوگوں نے تعصب سے کام لیا جنھیں تعصب سے کام لینے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی یہ لوگ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت دیتے تھے ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل کے بارے میں احادیث وضع کیں اور انھی میں کچھ لوگوں نے رافضہ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا جنھوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں احادیث وضع کی تھیں یہ دونوں فریق غلطی پر ہیں کیونکہ یہ دونوں سردار (حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ) صحیح فضائل کی موجودگی میں انکل پچو سے کام لینے سے مستغنی تھے۔

---

① ان کی کنیت ابوسعید اور الکوفی نسبت ہے۔ رافضی اور صدوق ہے۔ ابن حبان نے انھیں متروک قرار دیا ہے ۲۵۰ھ کو وفات پائی،
ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۹/۵ ◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۲۹۱ (۳۱۵۳) ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۷۲/۲

② ان کی کنیت ابومحمد اور نسبت الفزاری ہے۔ متروک راوی ہیں۔ ابن معین نے انھیں متہم قرار دیا ہے۔ اور بعض نے رافضی ہونے کا عندیہ بھی دیا ہے۔ ۱۸۰ھ کو وفات پائی ہے۔ ابن حجر، التقریب، ص: ۱۷۵ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۲۵۰/۱

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۰۳/۱

حافظ ابن حجر موضوع اور ضعیف احادیث کی سنگینی پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وأما الفضائل فلا يحصى كم وضع الرافضة فى فضل أهل البيت و عارضهم جهلة أهل السنة بفضائل معاوية بدءاً و بفضائل الشيخين وقد أغناهما الله مرتبتهما عنها " ①

فضائل کے بارے میں واردشدہ بے شمار احادیث ہیں لیکن اس کے باوجود رافضہ نے اہلِ بیت کی فضیلت کے بارے میں بہت زیادہ احادیث وضع کیں ان کے مقابلہ میں اہلِ سنت کے جاہل افراد نے حضرت معاویہؓ اور شیخین (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ) کے فضائل میں احادیث وضع کیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام و مرتبہ کی بدولت انھیں ان (وضع کردہ احادیث) سے بے نیاز کر دیا تھا۔

ابن ابی الحدید فریقین (شیعہ اور بنو امیہ کے طرفدار) کے طرزِ عمل کی نکتہ چینی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

".... ولقد كان الفريقان فى غنية عما اكتسباه و اجترحاه ولقد كان فى فضائل عليؓ الثابتة الصحيحة و فضائل ابى بكرؓ المحققة المعلومة ما يغنى عن تكلف العصبية لهما نسأل الله أن يعصمنا من الميل إلىٰ الهوى وحب العصبية " ②

دونوں فریق (اہلِ سنت، روافض) اپنے کیے ہوئے فعل (وضع احادیث) سے بے نیاز تھے کیونکہ حضرت علیؓ کے فضائل میں صحیح اور ثابت شدہ روایات ہیں اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے فضائل میں واردشدہ روایات معلوم اور ثابت ہیں ان روایات کی بدولت انھیں اس عصبیت کے تکلف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی اللہ تعالیٰ ہمیں خواہشات کی طرف میلان اور عصبیت کی محبت سے محفوظ رکھے۔

✿ اسلوب و مقاصد و امثلہ:

۱۔ شیعہ کی مخالفت:

شیعہ حضرات کی کارستانیوں کے پیشِ نظر بنو امیہ کے داعی بھی وضع حدیث میں حصہ لینے لگے، انھوں نے شیعہ کے مقابلہ میں فضائل صحابہؓ خصوصاً خلفاء اربعہ کے بارے میں احادیث وضع کیں، تاہم ان کا وضع حدیث میں اسلوب' شیعہ سے مختلف تھا۔ یہ حضرات صرف فضائل و مناقب صحابہؓ میں احادیث وضع کرتے' فریق مخالف کے نقائص و عیوب کے بارے میں حدیث وضع کرنا ان کا مطمح نظر نہیں تھا۔ کیونکہ ان کے ہاں حضرت علیؓ بھی خلیفہ برحق تھے۔ اس لیے انھوں نے صرف ان صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب میں احادیث وضع کیں۔ جن کے بارے میں شیعہ حضرات نے بڑھ چڑھ کر عیب جوئی کرنے میں اپنا گھناؤنا کردار ادا کیا۔

① ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/۱۳ ② ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، ص: ۱۱/۴۲

درج ذیل روایات بنو امیہ کے حامیوں کی وضع کردہ ہیں:

☆ إن في السماء الدنيا ثمانين ألف ملك يستغفرون الله لمن أحب أبابكرؓ و عمرؓ و في السماء الثانية ثمانون ألف ملك يلعنون من أبغض أبابكرؓ و عمرؓ" ①

بے شک آسمان دنیا میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرتا ہے اور دوسرے آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہیں۔

☆ إن الله جعل أبا بكر خليفتي على دين الله و وحيه فاسمعوا له تفلحوا و أطيعوه ترشدوا" ②

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو اللہ کے دین اور اس کی وحی پر میرا خلیفہ مقرر کیا ہے، تم ان کی بات سنو کامیابی پا لوگے اور ان کی اطاعت کرو۔

☆ "الأمناء عند الله ثلاثة أنا وجبريل و معاويةؓ" ③

اللہ کے نزدیک تین امین ہیں، میں، جبرئیلؑ اور معاویہؓ۔

اس طرح کی بے شمار موضوع روایات ہیں، جو حامیانِ بنو امیہ نے وضع کی تھیں ④۔ تاہم شیعہ کے مقابلہ میں ان کی موضوع روایات کم ہیں۔

۳۔ خوارج:

✿ وضع حدیث میں کردار:

وضع حدیث میں خوارج کے کردار سے متعلق علماء کی دو مختلف آراء ہیں:

پہلی رائے: خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے کیونکہ وہ نقلِ روایت میں تمام فرق باطلہ میں سے زیادہ سچے واقع ہوئے تھے اور ان کا جھوٹ ثابت نہیں ہو سکا۔ یہ رائے ڈاکٹر عجاج الخطیب ⑤، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ⑥، ڈاکٹر اکرم ضیاء کی ہے ⑦۔

① ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱/ ۳۴۸ ● الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۲۸۸   ② الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۳۳۲

③ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۲/ ۴

④ تفصیل کے لیے دیکھیے: الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۳۳۳۔۴۰۹ ● ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱/ ۳۴۱۔۳۵۰، ۲/ ۶، ۲۳

⑤ عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۰۴   ⑥ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۱

⑦ اکرم ضیاء، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۳۰

شیخ الاسلام ابن تیمیہ شیعہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"...... ونحن نعلم أن الخوارج شرمنكم ومع هذا فما نقدر أن نرميهم بالكذب لأننا جربناهم فوجدناهم يتحرون الصدق لهم وعليهم" ①

ہمیں معلوم ہے کہ خوارج تم (شیعہ) سے زیادہ شریر واقع ہوئے ہیں، اس کے باوجود ہم انھیں جھوٹا تسلیم کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے، کیونکہ تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے سچائی کے متلاشی تھے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

"ومن تأمل كتب الجرح والتعديل رأى المعروف عند مصنفيها بالكذب في الشيعة أكثر منهم في جميع الطوائف و الخوارج مع مروقهم من الدين فهم من أصدق الناس حتى قيل إن حديثهم من أصح الحديث" ②

جو شخص علم "الجرح والتعدیل" کی کتب میں غور وفکر کرے تو وہ ان کے مصنفین کے ہاں یہ بات معروف پائے گا کہ تمام فرق میں شیعہ سب سے زیادہ جھوٹے ہیں، اس بات کے باوصف کہ خوارج دین سے نکل چکے ہیں وہ سب سے زیادہ سچے ہیں یہاں تک یہ کہنے جانے لگا کہ ان کی احادیث سب سے زیادہ صحیح ترین ہیں۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے امام ابوداؤد کا قول نقل کیا ہے:

"ليس في أصحاب الأهواء أصح حديثاً من الخوارج" ③

اہلِ اہواء میں سے خوارج کی حدیث سے زیادہ صحیح حدیث کسی کی نہیں ہے۔

اسی طرح کا ایک قول سلیمان بن اشعث سے بھی منقول ہے ④۔

مشہور نحوی المبرد کا قول ہے:

"والخوارج في جميع أصنافها تبرأ من الكاذب ومن ذوي المعصية الظاهرة" ⑤

خوارج کے تمام فرقے جھوٹ اور گناہ کا ارتکاب کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

ان اقوال کی روشنی میں یہ بات پائے ثبوت تک پہنچتی ہے کہ خوارج نقل روایت میں سچے واقع ہوئے تھے اور ان کی کذب بیانی کا کوئی واقعہ تاریخی کتب سے نہیں مل سکا۔

---

① الذہبی، المنتقی من منہاج الاعتدال، ص: ۴۸۰
② الذہبی، المنتقی من منہاج الاعتدال، ص: ۳۲
③ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۳۰
④ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۳۰
⑤ المبرد، الکامل، ص: ۲/۱۰۶

اسی پہلی رائے کی تائید میں دوسری دلیل یہ ہے کہ تاریخ کے اوراق سے ان کی وضع کردہ روایات کا درج ذیل روایات کے علاوہ کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

۱۔ ابن لہیعہ کہتے ہیں میں نے خوارج کے ایک شیخ سے یہ کہتے ہوئے سنا:

"إن هذه الأحاديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فإنا كنا إذا هوينا أمراً صيرناه حديثاً" ①

بلاشبہ یہ احادیث دین ہیں اس لیے خوب سوچ سمجھ کر انھیں قبول کرو کہ تم کس قسم کے آدمی سے لے رہے ہو۔ ہم جب کسی بھی کام کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث گھڑ لیتے۔

۲۔ عبدالکریم بیان کرتے ہیں مجھ سے خوارج کے ایک آدمی نے کہا:

"إن هذا الحديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فإنا كنا إذا هوينا أمراً جعلناه في حديث" ②

بے شک یہ حدیث دین ہے اس لیے جس سے تم اپنا دین لیتے ہو اس کے بارے میں غور وفکر کر لیا کرو پس ہم جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث بنا لیتے۔

۳۔ اسی طرح کی ایک دوسری روایت رامہرمزی نے محدث اعمش کے حوالے سے بیان کی ہے③۔

۴۔ امام سیوطیؒ نے اپنی سند سے ایک خارجی شیخ کا قول نقل کیا ہے:

"إن هذه الأحاديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فإنا كنا إذا هوينا أمراً صيرناه حديثا" ④

بے شک یہ احادیث دین ہیں اس لیے جس سے تم اپنا دین اخذ کرتے ہو اس کے بارے میں اچھی طرح غور وخوض کر لیا کرو پس ہم جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث بنا لیتے۔

مختلف طرق سے مروی یہ روایات ایک مفہوم پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک خارجی شیخ نے اپنی وضع کردہ مرویات کا اعتراف کر لیا۔

ان مرویات کے بارے میں ڈاکٹر عجاج الخطیب رقمطراز ہیں:

''ان کے بارے میں جو جھوٹ بولنے کا ثبوت مروی ہے (اس سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ) پہلی روایت میں

① الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۱۸ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص:۱۲۳ ◉ ابن الجوزی، مقدمۃ الاحادیث الموضوعۃ، ص:۱/۳۸ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۱/۱۰ ◉ الحاکم، المدخل، ص:۱۹ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۳/۳۶۸

② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۱۶

③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۱۶

④ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۳/۳۴۸

ان کے ایک شیخ کا اعتراف (وضع حدیث) ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج وضع حدیث میں شریک ہیں لیکن ہمیں اس شیخ کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ یہ کون ہے؟ خطیب بغدادی نے ابن لہیعہ کی روایت کی طرح حماد بن سلمہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں رافضہ کے شیخ کا اعتراف ہے [1]۔ اور خطیب کی یہ روایت اس صفحہ پر ہے جس پر ابن لہیعہ کی نقل کردہ روایت ہے۔ لہٰذا بہت ممکن ہے کہ کسی راوی یا کاتب کی غلطی سے روافض کی بات خوارج سے منسوب ہوگئی ہو۔ جب ہم نے اس غلطی کو مان لیا تو دوسری دو روایات کے بارے میں ہمارا موقف کیا ہوگا جن میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں اِلاّ یہ کہ ہم کہیں کہ وہ روایات جو خوارج کے صادق ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان روایات سے ان کا تعارض (contradiction) ہے۔ بحث وتمحیص کے بعد بھی خوارج کے متعلق دین میں وضع حدیث کرنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی لہٰذا یا تو ان روایات کو راوی یا خارجی شیخ کے وہم پر محمول کیا جائے لیکن ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات زیادہ راجح دکھائی دیتی ہے کہ یہ دونوں روایات شیخ کے مجہول ہونے کی بناء پر ضعیف ہیں'' [2]۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"... أما النص السابق الذی یذکرونه عن شیخ للخوارج فلا أدری من هو هذا الشیخ وقدسبق مثل هذا التصریح یرویه حماد بن سلمة عن شیخ رافضی فلماذا لاتکون نسبته إلیٰ شیخ خارجی خطأ؟ خصوصا ولم نعثر لهم علی حدیث واحد موضوع" [3]

قبل ازیں جس خارجی شیخ کا ذکر کیا گیا مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھا۔ حماد بن سلمہ نے ایک رافضی شیخ سے اس قسم کی جو روایت بیان کی ہے وہ قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں اس لیے اس روایت کی نسبت خارجی شیخ کی جانب درست معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ ہمیں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملی جو خوارج کی ساختہ پرداختہ ہو۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء ان روایات کے بارے میں اپنا فیصلہ یوں صادر فرماتے ہیں:

"فلو صح ما نقل عن ابن لهیعة فإن دورالخوارج فی الوضع ضئیل جداً ولا یعدو أن یکون هوی لفرد منهم ولیس صفة تعمهم" [4]

اگر ابن الہیعہ سے نقل کردہ روایت صحیح ہو پھر بھی وضع حدیث میں خوارج کا کردار بہت کم ہے اور یہ بات بھی ممکن ہے ان (خوارج) میں کسی شخص کی ذاتی خواہش (وضع حدیث کرنے کی) ہو اور یہ صفت ان سب کو عام نہیں ہے۔

---

[1] الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۸
[2] عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۰۵
[3] مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۲
[4] اکرم ضیاء، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۳۱

ان اقوال سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان روایات میں وضع حدیث کے اعتراف کی نسبت میں غلطی ہوگئی ہو یا شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ روایات ضعیف ہیں، یا پھر کسی خارجی کی وضع حدیث میں انفرادی کوشش ہو۔ کیونکہ خوارج کا یہ طریق کار نہیں ہے۔

ان تمام احتمالات کو یہ امر اور بھی زیادہ قوی کردیتا ہے کہ موضوع احادیث سے متعلقہ کتب میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملتی جسے خوارج نے اپنے افکار کی تائید میں وضع کیا ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے۔

تاہم عبدالرحمٰن بن مہدی نے سے منقول شدہ قول:

" أن الخوارج والزنادقة قد وضعوا هذا الحديث " إذا أتاكم عني حديث فاعرضوه علىٰ كتاب الله فإن وافق كتاب الله فأنا قلته " (۱)

خوارج اور زنادقہ نے یہ حدیث وضع کی تھی "جب مجھ سے کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر جانچ کر دیکھو، اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ میری ہی بیان کردہ ہے۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ زنادقہ کے ساتھ خوارج بھی اس حدیث کو وضع کرنے میں شریک ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اس قول کے مختلف جوابات دیے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں نہیں سمجھتا ابن مہدی کی طرف اس قول کی نسبت کس حد تک درست ہے، اس قول کی کوئی دلیل نہیں ہے اس قول میں یہ مذکور نہیں کہ یہ حدیث کس نے اور کب وضع کی۔ اس امر سے ہمارے شک میں مزید اضافہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کو وضع کرنے کی نسبت خوارج اور زنادقہ دونوں کی طرف سے کی گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خوارج اور زنادقہ دونوں اس کے وضع کرنے پر کیوں کر متفق ہوگئے؟ نیز یہ کہ دونوں نے ایک وقت میں یہ حدیث وضع کی، یا ایک نے پہلے اور دوسرے نے بعد میں۔ مزید برآں عبدالرحمٰن بن مہدی کے علاوہ دوسرے علماء نے صرف زنادقہ کو ہی اس حدیث کا واضع قرار دیا ہے" (۲)۔

شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

" فأما رواه بعضهم أنه قال " إذا جاء كم الحديث فاعرضوه على كتاب الله فإن وافق فخذوه " فإنه حديث لا أصل له " (۳)

بعض رواۃ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ "جب تمھارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر جانچ کر دیکھو اگر اس کے موافق ہو تو اسے لے لو" تو یہ ایک بے بنیاد روایت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

مزید برآں زکریا الساجی نے یحییٰ بن معین سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

---

(۱) العظیم آبادی، عون المعبود، ص: ۴/۳۲۹ (۲) مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۲

(۳) العظیم آبادی، عون المعبود، ص: ۴/۳۲۹

" هذا حديث وضعته الزنادقة " ①

اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

اس طرح محمد بن طاہر الفتنی نے یحییٰ بن معین سے درج بالا قول نقل کیا ہے ②۔

ان دونوں روایات میں خوارج کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بعض حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے خوارج کو وضع حدیث میں متہم قرار دینا درست نہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ دوسرے فرقوں کی طرح اس فرقے (خوارج) کے جاہل افراد نے اپنے مذہب کی تائید میں احادیث وضع کی ہیں۔ تاہم ان کا وضع حدیث میں کردار دوسرے فرقِ باطلہ کے مقابلے میں بہت کم نوعیت کا ہے۔ اس رائے کے حاملین کا دارومدار اول الذکر روایات پر ہے ③۔

وجہ استدلال: ان کا کہنا ہے کہ ثبوت کے طور پر ان کی وضع کردہ روایات کا وجود ضروری نہیں ان کا بذات خود اعتراف ہی کافی ہے کہ انھوں نے اپنی مرضی کے مطابق احادیث وضع کی ہیں۔

اس رائے کی طرف محمد ابوزھو مائل دکھائی دیتے ہیں۔ آپ وضع حدیث میں خوارج کے کردار پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" هذا و مع أن الخوارج يحكمون بكفر الكاذب فقد وجد من بعضهم الوضع في الحديث والكذب علىٰ رسول الله ﷺ لتأ ييد مذاهبهم الباطلة حتى تروج لدى أتباعهم " ④

اس بات کے باوجود کہ خوارج جھوٹے شخص کو کافر ٹھہراتے ہیں ان کے بعض لوگوں نے اپنے باطل مذہب کی تائید کے لیے انھوں نے احادیث وضع کیں اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اور یہ کہ ان کے متبعین کے ہاں یہ مذہب رواج پالے۔

محمد ابوزھو مزید لکھتے ہیں:

"... وهذا ليس ببعيد من قوم وقفوا عند ظواهر الكتاب وردوا الحديث إذا جاء من غير مَن ينتمون إليه إلا أن الوضع الخوارج للحديث لم يكن بالكثرة التي جاء ت عن الشيعة ... " ⑤

ایسا (وضع حدیث) کرنا ایسی قوم سے بعید بھی نہیں ہے جو صرف ظواہر کتاب کے قائل ہیں اور جب حدیث انھیں ان

---

① الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۲۸
② الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۲۸
③ دیکھیے صفحہ نمبر ۴۵۲
④ محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص: ۸۶
⑤ محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص: ۸۷

لوگوں کے واسطے سے نہ ملے جن کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں تو یہ (خوارج) حدیث کو رد کر ڈالتے ہیں مگر خوارج کے ہاں وضع حدیث شیعہ کے مقابلہ میں کثرت سے نہیں ہے۔

راجح قول: اس مسئلہ میں طرفین کی ادلہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے راجح قول کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے۔ (جیسے کہ پہلی رائے ہے)۔ تاہم خوارج کی طرف منسوب روایات کی توثیق کی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس فرقے کے جاہل افراد نے بھی اپنے مذہب کی تائید میں احادیث وضع کی ہیں (جیسے کہ دوسری رائے ہے)۔ البتہ دوسرے فرقوں کے مقابلے میں وضع حدیث میں خوارج کا کردار نہایت ہی کم تھا، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جس کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱۔ موضوع احادیث سے متعلقہ کتب میں ان کے افکار و مذہب کی تائید میں کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی ہے ①۔

۲۔ خوارج کے ہاں جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک کافر ہے ②۔

۳۔ خوارج قرآنی آیات کے ظواہر سے استدلال کرتے ہیں، حدیث سے استدلال کرتے ہی نہیں اس لیے انھوں نے زانی کی سزا سے رجم کو اس لیے ساقط کر دیا کہ اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے ③۔

۴۔ خوارج اپنے مذہب اور افکار کا اعتراف کروانے کے لیے طاقت اور تلوار کا سہارا لیتے ہیں اور لوگوں سے بحث و مباحثہ کرنے کے قائل ہی نہیں ہیں جس کی بدولت انھیں احادیث وضع کرنے کی ضرورت پیش ہو ④۔

۵۔ جمہور خوارج خالص عربی الأصل تھے ان میں متوسط درجہ کے لوگ بھی ایسے نہ تھے جو شیعہ کی طرح زنادقہ اور شعوبیہ فرقہ کے لوگوں سے ساز باز رکھیں اور ان کی دسیسہ کاریوں کو قبول کریں، وہ بڑے عابد شب، زندہ دار نہایت بہادر، بے باک، صاف گو اور شیعہ کی طرح تقیہ سے کام لینے والے نہ تھے۔ ظاہر ہے کہ ان صفات کی خوگر قوم دروغ گوئی سے کام نہیں لے سکتی۔ اگر خوارج رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کو حلال سمجھتے ہوتے تو خلفاء وامراء پر افتراء پردازی کرنے سے انھیں کیا چیز روک سکتی تھی مگر تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے زیاد اور حجاج جیسے سرکش لوگوں کے خلاف بھی کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا بخلاف ازیں وہ خلفاء و حکام کے سامنے ہمیشہ سچ بولتے اور کبھی اخفاءِ حق کے جرم کا ارتکاب نہ کرتے پھر انھیں دروغ گوئی کی کیا ضرورت تھی ⑤۔

۶۔ علاوہ ازیں محدثین اور ائمہ اسلام کی ان کے حق میں صداقت اور جھوٹ سے کنارہ کشی کی شہادت دی ہے ⑥۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی نمایاں کردار نہیں ہے۔

---

① بقول مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۸۲
② بقول عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۰۴
③ عبدالقاہر، الفرق بین الفرق، ص:۴۵
④ ابوبکر عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص:۶۷
⑤ ابوبکر عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص:۶۷
⑥ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۸۳
⑦ دیکھئے صفحہ نمبر:۴۵۱

وضع حدیث کا دوسرا بڑا سبب

۲۔ اسلام دشمنی:

یہ حقیقت ہے کہ اسلامی حکومت نے بہت سی قوموں کے تخت وتاج، ثروت و امارت اور بلند بانگ دعاوی کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ان اقوام کی دولت وثروت کا سنگِ بنیاد دوسری قوموں کی فکری تضلیل، معاشرتی تذلیل اور ان کو جذبات اور خواہشات کے آگے سرنگوں کر دینے پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ حرص و آز کی پجاری قومیں دوسروں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنساتیں اور اپنی حکومت وسلطنت کے دائرہ کو آگے بڑھانے اور پھیلانے کے لیے ان کو لڑائی کی آگ میں جھونک دیا کرتی تھیں۔

لوگوں نے بچشم خود دیکھا کہ دینِ اسلام کے سایہ تلے آ کر فرد کو عزت ملتی ہے۔ اس کے مذہب وعقیدہ کو بہ نظر اکرام دیکھا جاتا ہے۔ عقل کو آزادی نصیب ہوتی ہے۔ اوہام و اباطیل اپنی موت مر جاتے ہیں۔ اور دجل وفریب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق مشرف بہ سلام ہونے لگے۔ اسلام کی بے پناہ سیاسی وعسکری قوت نے ان اقوام کے امراء و زعماء کے قلب و دماغ میں اس امید کی کوئی کرن باقی نہ رہنے دی کہ ان کی عظمت وشوکتِ رفتہ پھر بھی کسی وقت سنبھالا لے سکتی ہے۔

جب اسلام سے انتقام لینے کے سب راستے مسدود ہو گئے تو انھوں نے سوچا کہ اب ہمارے لیے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں ماسوائے اس بات کہ اسلام کے عقائد کو بگاڑ دیں۔ اس کے محاسن کو نقائص ومصائب کی صورت میں پیش کریں۔ اور اس کے اتباع و احباب کی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ چنانچہ انھوں نے اس میدان میں اپنی مساعی تیز تر کر دیں۔ کبھی تشیّع کے پردہ میں اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ اور کبھی زہد وتصوف اور فلسفہ کے رنگ میں اور کبھی حکومت کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بیخ کنی کرنا چاہی۔ یہ سب جدوجہد اور تمام حربے اس لیے استعمال کیے جا رہے تھے کہ اسلام کا جو قصرِ عالی محمد عربی ﷺ کے ہاتھوں استوار ہوا تھا اس کو منہدم کر دیں۔ مگر ان مساعی باطلہ کے علی الرغم خدا کے علم میں مقدر تھا کہ یہ قصر رفیع تا ابد تاباں و درخشاں رہے گا۔ حوادث روزگار اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہیں گے۔ مگر اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ جو بد بخت لوگ اس کی تخریب کے درپے ہیں وہ اپنے کیے پر نادم ہوں گے اور ان کی سب کاوشیں انھی کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوں گی (۱)۔

اسلام دشمنی میں فریسی، یہودی، مجوسی، رومی تمام قسم کے لوگ شریک تھے مگر وضع حدیث میں جن کا نمایاں کردار ہے وہ **زنادقہ** ہیں۔

---

(۱) مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۳

وضع حدیث میں زنادقہ کا کردار:

زنادقہ ① نے دین حنیف میں بگاڑ پیدا کرنے، عقلاء اور مہذب طبقہ کی نگاہ میں اس کی وقعت کو گرانے اور عوام کے عقائد کو انتہائی پست اور مضحکہ خیز سطح پر لانے کے لیے بے شمار احادیث وضع کیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے پیش نظر شریعت اسلامیہ میں بگاڑ پیدا کرنا اور لوگوں کے دلوں میں اس کے بارے میں شک اور تردد پیدا کرنے کا مقصد جاگزیں تھا۔

ابن حبان زنادقہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"....كانوا يدخلون المدن و يتشبهون بأهل العلم ويضعون الحديث على العلماء و يروون عنهم ليوقعوا الشك والريب في قلوبهم فعسى يضلون و يضلون فيسمع الثقات منهم ما يروون و يؤدونه إلىٰ من بعدهم فوقعت في أيدي الناس حتى تداولوها بينهم" ②

زنادقہ اہل علم کے روپ میں مختلف شہروں میں داخل ہوجاتے تھے اور علماء پر احادیث وضع کرتے اور ان سے روایت کرتے تاکہ ان کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کرسکیں اور اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے تھے چنانچہ ثقہ راوی ان کی روایت کردہ احادیث سن کر دوسروں کو سناتے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے پاس موضوع روایات گردش کرنے لگیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"كانت الزنادقة الذين قصدهم إفساد الإسلام يأمرون بإظهار التشيع و الدخول إلىٰ مقاصدهم من باب الشيعة كما ذكر ذلك أمامهم صاحب (البلاغ الأكبر) و (الناموس الأعظم)" ③

زنادقہ جن کا مقصد اسلام میں فساد ڈالنا ہے وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرکے حکم دیتے تھے یعنی شیعہ کے دروازے سے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے جس طرح یہ بات ان کے امام بلاغ اکبر اور ناموس اعظم کے صاحب نے بیان کی ہے۔

---

① زنادقہ زندیق کی جمع ہے۔ فارسی کلمہ ہے جو عربی میں مستعمل ہے۔ اس کلمہ کی اصل کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں ''زندة'' یا ''زن دین'' ہے جس کا معنی عورت کا دین ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اصل میں ''زندہ کر'' ہے یعنی جو زمانے کی بقاء و دوام کا قائل ہے۔ اور بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے دو خداؤں روشنی اور اندھیرے کو ماننے والا۔ اور بعض نے کہا زندیق وہ شخص ہے جو آخرت کے دن، خالق اور اس کی وحدانیت پر ایمان نہ لائے یا پھر وہ شخص ایمان کو ظاہر کرے اور کفر کو پوشیدہ رکھے۔ زبیدی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ اس کلمہ کی نسبت ''الزند'' کی طرف ہے۔ جس سے مجوس کی کتاب ''مانی المجوس'' مراد ہے جس کے معنی ان کی زبان میں تفسیر ہے۔ یعنی زرتشت کی کتاب کی تفسیر ہے جس میں نور اور ظلمت دو خداؤں کا اعتقاد اور نظریہ دیا گیا ہے۔
الزبیدی تاج العروس، ص: ۳۷۳/۶

② ابن حبان، المجروحین، ص: ۶۲/۱ ③ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ص: ۴۷۹/۸

✿ اسلوب:

ا۔ دینِ اسلام میں بگاڑ اور اسے بدنام کرنے کے لیے احادیث وضع کرنا:

اعدائے اسلام نے اسلام کے اندر بگاڑ پیدا کرنے اور اسے موردِ طعن بنانے کا ہر حربہ استعمال کیا، ان میں سرِ فہرست زنادقہ تھے جو اسلام کا لبادہ اوڑھے مسلمانوں اور دینِ اسلام کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کیے ہوئے تھے اور اسلامی تعلیمات کی تمام اقسام عقیدہ و ایمان (ذاتِ باری تعالیٰ، نبوت ملائکہ، جنت، جہنم، قبر، حشر، دنیا و آخرت) عبادت، کائنات (آسمان و زمین) حتیٰ کہ مأکولات و مشروبات کے بارے میں طرح طرح کی احادیث وضع کیں۔

اس بارے میں ابنِ قتیبہ رقمطراز ہیں:

" الحديث يدخله الشوب و الفساد من وجوه ثلاثة منها الزنادقة و اجتيالهم للإسلام و تهجينه بدس الأحاديث المستشنعة و المستحيلة كالأحاديث التي قدمنا ذكرها من عرق الخيل (١) وعيادة الملائكة (٢) وقفص الذهب على جمل أورق وزغب الصدر أو نور الذارعين (٣) مع أشياء كثيرة ليست تخفى على أهل الحديث " (٤)

حدیثِ نبوی میں بگاڑ اور دھوکہ تین طرح سے داخل ہوا ان میں سے زنادقہ ہیں جنھوں نے اسلام کی طرف رخ کیا اور مستحیل اور قبیح قسم کی احادیث (وضع کر کے) انھیں عیب دار بنانے کی سازش (Conspiracy) کی جس طرح وہ احادیث جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں مثلاً گھوڑے کے پسینے والی روایت، ملائکہ کی عیادت کی روایت اور خاکستری رنگ کے اونٹ پر سونے کا پنجرہ، سینے کے بال یا بازوؤں کے نور والی روایت ہے اسی طرح کی بہت سی (من گھڑت روایات) جو محدثین سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

---

(١) گھوڑے کے پسینے کے بارے میں موضوع حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس حدیث کی نص یوں ہے" إن الله تعالى لما أراد أن يخلق نفسه خلق الخيل فأجراها حتى عرقت ثم خلق نفسه من ذلك العرق "(اللہ تعالیٰ نے جب اپنے آپ کو پیدا کرنا چاہا تو گھوڑے کو پیدا کیا اور اسے بھگایا جب اسے پسینہ آ گیا تو اس سے اپنے آپ کو پیدا کیا) (السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص: ۳/۱)

(٢) ملائکہ کی عیادت کے بارے میں موضوع روایت" إن الله تعالىٰ اشتكت عيناه فعادته الملائكة "(اللہ تعالیٰ کی آنکھیں دکھنے لگیں، تو ملائکہ نے اس کی بیمار پرسی کی)۔

(٣) سینے کے بال یا بازوؤں کے نور کے بارے میں موضوع روایت" خلق الله الملائكة من شعر ذراعيه وصدره أومن نور هما "(اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے سینے اور بازوؤں کے بالوں یا ان کے نور سے پیدا کیا) ابن قتیبہ، تأویل مختلف الحدیث، ص: ۸۔

(٤) ابن قتیبہ، تأویل مختلف الحدیث، ص: ۳۵۵

شیخ ابوغدۃ زنادقہ کے وضع حدیث کے دائرہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"وقد تفنن هؤلاء الأعداء بألوان الوضع فى الحديث كل التفنن للنيل من الإسلام وأهله فوضعوا مايتصل بذات الله تعالىٰ، والملائكة و السموات والأرضين والنبوة والعقيدة والعبادة والشرع والعقل والمأكولات والمشروبات والملبوسات والحيوانات والجمادات والقبر والحشر والجنة والنار والدنيا والأخرة حتى وضعوا فى العدس والبصل والكراث والباقلا ....." (۱)

ان اعداء اسلام نے طرح طرح کی احادیث وضع کر کے مختلف چالیں چلی ہیں تا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان دے سکیں چنانچہ انھوں نے ذاتِ باری تعالیٰ، ملائکہ، زمین و آسمان، نبوت، عقیدہ، عبادت، شریعت، عقل، کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء، حیوانات و جمادات، قبر وحشر، جنت وجہنم، دنیا و آخرت کے بارے میں احادیث وضع کیں یہاں تک کہ انھوں نے مسور کی دال، پیاز، ککڑی، لوبیہ کے بارے میں احادیث گھڑیں۔

محدث مجد الدین الفیروز آبادی زنادقہ کی کارستانیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وباب فضل العدس والباقلاء والجبن والجوز والباذنجان والرمان والزبيب: لم يصح فيه شيئ وإنما وضع الزنادقة فى هذه الأبواب أحاديث وأدخلوها فى كتب المحدثين شينا للإسلام خذلهم الله تعالىٰ" (۲)

باب ہے مسور کی دال، لوبیہ، پنیر، بادام، بینگن، انار، منقی کی فضیلت کے بارے میں۔ اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ دراصل ان ابواب میں زنادقہ نے احادیث وضع کر کے انھیں محدثین کی کتب میں داخل کر دیا تا کہ اسلام کو موردِ طعن ٹھہرایا جائے اللہ تعالیٰ انھیں رسوا کرے۔

ان بیانات سے جہاں زنادقہ کا وضع حدیث میں دائرہ کار متعین ہوتا ہے وہاں ان کے مقاصد کی نشاندہی بھی ہوتی ہے

✿ مقاصد و امثلہ:

۱۔ اسلام دشمنی:

زنادقہ نے اسلام دشمنی کے پیشِ نظر اسلامی عقائد، عبادات غرضیکہ مأکولات و مشروبات تک احادیث وضع کرنے کی سعی نامبارک کی ہے۔

---

(۱) شیخ ابوغدہ، لمحات من تاریخ السنۃ، ص: ۵۰

(۲) مجد الدین، سفر السعادۃ، ص: ۲۶۳

باری تعالیٰ کے بارے میں انھوں نے بہت سی روایات وضع کیں ہیں مثلاً:

۱۔ (قیل یا رسول اللہ ﷺ مما ربنا قال من ماء مرور لا من أرض ولا من سماء خلق خیلا فأجراها فعرقت فخلق نفسه من ذلك العرق "①

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ہمارا رب کس چیز سے ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ چلتے ہوئے پانی سے نہ زمین سے اور نہ ہی آسمان سے ہے، اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا اور اسے بھگایا جب اسے پسینہ آگیا تو اپنے آپ کو پیدا کیا۔

اس حدیث کے بارے میں ابن عساکر رقمطراز ہیں:

"حدیث إجراء الخیل موضوع وضعته الزنادقة لیشنعوا به علی أصحاب الحدیث فی روایتهم المستحیل فقبله من لا عقل له وهو مما یقطع ببطلانه شرعا وعقلاً "②

گھوڑے دوڑانے والی حدیث موضوع ہے جسے زنادقہ نے وضع کیا ہے تاکہ اصحاب حدیث کی روایات میں مستحیل چیزیں داخل کر کے ان پر طعن و تشنیع کریں۔ بے وقوف لوگوں نے اس حدیث کو قبول کر لیا۔ درحقیقت اس حدیث کا عقلی اور شرعی لحاظ سے باطل ہونا قطعی ہے۔

۲۔ "إن الله اشتکت عیناه فعادته الملائکة" ③

اللہ تعالیٰ کی آنکھیں دُکھنے لگیں تو ملائکہ نے اس کی بیمار پرسی کی۔

۳۔ عرش کے بارے میں یہ حدیث گھڑی:

"أن نفراً من الیهود أتوا الرسول ﷺ فقالوا من یحمل العرش فقال تحمله الهوام بقرونها والمجرّة التی فی السماء من عرقهم قالوا نشهد أنك رسول الله ﷺ " ④

یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی عرش کو کس نے اٹھایا ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوام نے اپنے اپنے سینگوں پر اٹھایا ہوا ہے اور مجرہ جو آسمان میں وہ ان کے پسینے سے ہے۔ انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابوالقاسم بلخی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذا والله تقوّل وقد أجمع المسلمون علی أن الذین یحملون العرش ملائکة "⑤

---

① ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱/۱۳۴؛ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعة، ص: ۱/۳
② السیوطی، اللآلی المصنوعة، ص: ۱/۳
③ الشوکانی، الفوائد المجموعة، ص: ۱۸۴
④ ابوالقاسم البلخی، قبول الاخبار، ص: ۱۴
⑤ ابوالقاسم البلخی، قبول الاخبار، ص: ۱۴

بخدا یہ الزام تراشی ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ملائکہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

۴۔ ختم نبوت کے بارے میں یہ حدیث وضع کی:

"أنا خاتم النبيين لانبي بعدي إلا أن يشاء الله" ①

میں انبیاء کو ختم کرنے والا ہوں میرے، بعد کوئی نبی نہیں آئے گا الا یہ کہ اللہ چاہے۔

اس حدیث میں "إلا أن يشاء الله" کی استثناء محمد بن سعید شامی زندیق نے وضع کی ہے کیونکہ یہ مطعون خود نبوت کا داعی تھا②۔

۵۔ مختلف ترکاریوں اور سبزیوں کے بارے میں یہ روایات وضع کیں:

"عليكم بالعدس فإنه مبارك يرقّق القلب ويكثر الدمعة قدّس على لسان سبعين نبيا" ③

مسور کی دال کو لازم پکڑو کیونکہ وہ برکت والی ہے۔ دل کو نرم کرتی ہے اور خون کو بڑھاتی ہے اور ستر انبیاء کی زبان پر مقدس ٹھہرائی گئی ہے۔

"الباذنجان لما أكل له" ④

بینگن ہر مرض کی دوا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس زنادقہ نے عقائد و اخلاق، حلال و حرام، اور طب سے متعلق ہزاروں احادیث وضع کر ڈالیں⑤۔

۲۔ **موجودہ ذخیرۂ احادیث کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا:**

زنادقہ نے وضع حدیث کا دوسرا اسلوب جو اختیار کیا وہ یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے وہ وضع احادیث کا اقرار کرتے اور کہتے یہی احادیث اب لوگوں کے پاس گردش کر رہی ہیں۔ اس اقرار کرنے کا ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا سرمایۂ حدیث سے اعتماد اٹھ جائے۔ اور اس طرح وہ دین اسلام سے متنفر ہو جائیں۔ ایسا عموماً وہ اپنا راز فاش ہونے اور موت کے یقینی ہونے پر کرتے تھے۔

ڈاکٹر ابوبکر عبدالصمد رقمطراز ہیں:

"فإقرار الزنادقة بوضع الحديث و إصرارهم على ذلك إنما هو من تحديهم للمسلمين و إصرارهم علىٰ زندقتهم واعترافهم بالوضع في الحديث بصور هائلة و أرقام خيالية هو جزء من مخططهم الرهيب فقد أبت زندقتهم إلا تنفير الناس من معتقداتهم والطعن عليهم في دينهم فبذلوا جهدهم في ذلك

---

① الحاکم، المدخل، ص: ۱۸
② ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۲۷۹/۱
③ الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۱۴۷
④ الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۱۴۷
⑤ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۱۴۸

حال تمتعهم بحرياتهم فلما أخذوا وأيقنوا بالهلاك عملوا على تنفيذ مخططاتهم بالتشكيك فيما أيدى الناس من الأحاديث والروايات إلى جانب وضعهم وكذبهم على رسول الله ﷺ "(1)

زنادقہ کا وضع حدیث کرنے کا اقرار کرنا اور اس پر ان کا اصرار کرنا دراصل یہ مسلمانوں کے لیے ایک چیلنج ہے نیز ان کا زندیقیت پر اصرار، اور وضع حدیث کا بہت بڑی تعداد میں اعتراف کر لینا یہ ان کا ایک بھیانک منصوبہ ہے۔ ان زنادقہ نے لوگوں کو ان کے اعتقادات سے متنفر کرنے اور انھیں ان کے دین میں طعن وتشنیع کرنے کی ٹھان لی ہے وہ اپنی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں بھرپور کوشش کرتے ہیں لیکن جب وہ پکڑے جاتے ہیں اور انھیں اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ اپنے منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے پاس موجود احادیث وروایات میں شک پیدا کرنے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر کذب بیانی اور وضع کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ان زنادقہ میں عبدالکریم بن العوجاء جس نے اپنے قتل کیے جانے سے پہلے وضع حدیث کا اعتراف کیا۔ جب اسے امیر بصرہ محمد بن سلیمان کے پاس لایا گیا تو کہنے لگا:

"واللہ لقد وضعت فيكم أربعة الاف حديث أحرم فيها الحلال و أحل فيها الحرام ولقد فطرتكم في يوم صومكم و صومتكم في يوم فطركم"(2)

بخدا میں نے تم میں چار ہزار احادیث وضع کی ہیں جس میں میں نے حلال کو حرام کر دیا ہے اور حرام کو حلال کر دیا ہے اور روزے کے دن میں نے افطار کروا دیا اور افطار کے دن روزہ رکھوا دیا ہے۔

خلیفہ مہدی کا قول ہے:

"أقر عندى رجل من الزنادقة أنه وضع أربع مائة حديث فهي تجول في أيدى الناس"(3)

میرے پاس ایک زندیق نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس نے چار سو احادیث وضع کی ہیں جو کہ لوگوں کے ہاتھوں میں گردش کر رہی ہیں۔

حماد بن زید کا بیان ہے:

"وضعت الزنادقة على رسول الله ﷺ اثنى عشر ألف حديث بثوها في الناس"(4)

---

(1) ابوبکر عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص:۴۷

(2) ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۱۱ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۲/۴۶۸ ◉ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص:۱۸۴

(3) الخطیب، الکفایۃ، ص:۴۳۱ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:/۴۸۲

(4) الخطیب، الکفایۃ، ص:۴۳۱ ◉ ابن عبدالبر، مقدمۃ التمہید، ص:۱۲

زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب بارہ ہزار حادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دیں

اور ایک دوسری روایت میں حماد بن زید کا بیان ہے:

"وضعت الزنادقة على رسول الله ﷺ أربعة عشر ألف حديث"(۱)

زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ پر چودہ ہزار احادیث وضع کی ہیں۔

ابن لہیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شیخ کے پاس آیا اور وہ رو رہا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں، کہنے لگا:

"وضعت أربعمائة حديث أدخلتها في برنامج الناس فلا أدري كيف أصنع"(۲)

میں نے چارصد احادیث وضع کر کے لوگوں کے پروگرام میں داخل کر دی ہیں مجھے نہیں معلوم اب میں (ان میں تفریق) کیسے کروں۔

وضع حدیث کے دیگر ثانوی اسباب وعوامل

اول الذکر بنیادی عوامل وضع حدیث کے علاوہ کچھ مزید ایسے عوامل و اسباب تھے۔ جنھوں نے وضع حدیث کے فتنہ کو مزید تقویت اور جلا بخشی لیکن ان عوامل کی حیثیت ثانوی تھی۔

ا) عصبیت

وضع حدیث کی ایک وجہ قوم وقبیلہ، زبان و وطن کی طرف رجحان اور جانب داری تھی۔

اس سبب کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب رقمطراز ہیں:

"اعتمد الأمويون في إدارة دولتهم و تسيير أمورها على العرب خاصاً و تعصب بعضهم للعرب والعربية وربما نظر بعض العرب إلى المسلمين من العناصر الأخرىٰ نظرة لا توافق روح الإسلام حتى إن طبقة الموالي (وهم المسلمون من غير العرب) شعرت بهذه العنصرية فكانوا يحاولون المساواة بينهم و بين العرب وانتهزوا أكثر الاضطربات والحركات الثورية فانضموا إليها في سبيل تحقيق ذلك"(۳)

امویوں نے اپنی حکومت کو چلانے میں عربوں پر بالخصوص زیادہ اعتماد کیا۔ اور بعض لوگوں نے عربوں اور عربی زبان

(۱) السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱۸۶ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۲/۲۴۸ ◉ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۱۱ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۹ ◉ الصنعانی، توضیح الافکار، ص:۲/۷۵

(۲) ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۷ (۳) عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۰۸

کے لیے تعصب سے کام لیا اور بعض عربوں نے دوسرے قبائل کے مسلمانوں کو ایسی نظر سے دیکھا جو اسلام کی روح کے منافی تھا۔ یہاں تک کہ موالی (غیر عرب مسلمان) نے اس عصریت کو بھانپ لیا انھوں نے اپنے اور عربوں کے درمیان صلح کرنے کی کوشش کی جس وجہ سے اکثر اضطرابات اور شورشی حرکات سامنے آئیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد (مساوات) کو حاصل کرنے کے لیے ان سے جا ملے۔

اس بارے میں سید مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں:

''بنی امیہ کے یہی حکمران' عربوں کی قدیم جاہلی حمیت جس کا اسلام خاتمہ کر چکا تھا اس کی مردہ لاش میں نئی روح پھونک رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ موالی جن کا عموماً عربوں سے نسلی تعلق نہ تھا باوجود مسلمان ہونے کے عموماً ان حقوق سے بنی امیہ کے عہد میں محروم کر دیئے گئے تھے جو اسلام ان کو عطا کر چکا تھا''(1)۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنے اس بیان کے درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حسن بن زیاد القاضی نے آپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

"كانت ولاة بني أمية لا يدعون بالموالي من الفقهاء للفتيا"(2)

بنی امیہ کے حکام فتویٰ دریافت کرنے کے لیے موالی کے فقہاء کو نہیں بلایا کرتے تھے۔

۲۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ نے امام عبداللہ بن عون کو صرف اس پاداش میں کہ انھوں نے عربی نژاد عورت سے نکاح کیا باندھ کر کوڑے لگائے(3)۔

۳۔ عبدالملک بن مروان کو جب یہ اطلاع ملی کہ زین العابدین (علی بن حسینؓ) نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور آزاد کرنے کے بعد اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا اور اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر کے خود اپنا نکاح اس سے کیا ہے تو سخت ناراض ہوا اور ایک خط ان کے نام لکھا جس میں آپ کی خاندانی شرافت ونجابت کا ذکر کر کے اس واقعہ پر آپ پر طنز وطعن کیا تو زین العابدین نے ان کی طرف لکھا:

"﴿قد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾(4) قد أعتق رسول الله ﷺ صفية بنت حي و تزوجها و أعتق زيد بن حارثة وزوّجه ابنة عمته زينب بنت جحش"(5)

---

(1) مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص:۱۱۲ (2) الخوارزمی، المناقب، ص:۰/۷ ◉ مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص:۱۲۲

(3) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۲۶ (4) الأحزاب:۳۳/۲۱

(5) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۵۶ ◉ امام بخاری نے آنحضرت ﷺ کا حضرت صفیہؓ بنت حیی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کی روایت نقل کی ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب من جعل عتق الأمة صداقها، حدیث نمبر ۵۰۸۶، ص:۹۰۹

◉ نیز دیکھئے الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء في الرجل يعتق الأمة ثم يتزوجها، حدیث نمبر ۱۱۱۵، ص:۲۷۰

بلا شبہ تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین اسوہ ہے۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے صفیہؓ بنت حی کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا اور زیدؓ بن حارثہ (اپنے غلام) کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے اس کا نکاح کر دیا۔

۴۔ عبدالملک بن مروان کا ابن شہاب زہری سے مکالمہ (جس میں انھوں نے مختلف امصار اور شہروں میں موجود بڑے علماء کے بارے میں آپ سے سوالات کیے تھے) تو جواب میں امام زہریؒ نے تمام بڑے شہروں میں موجود علماء موالی (غیر عرب) بتائے جس پر عبدالملک سخت پیچ پا ہوا۔ بالآخر امام زہریؒ کے بتانے پر کہ ابراہیم النخعی عربی النسل ہیں اور کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے عبدالملک کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس کے بعد اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"قطعاً یہ موالی عرب کے سردار اور پیشوا بن کر رہیں گے، یہ ہو کر رہے گا کہ منبر پر ایک مولیٰ چڑھا ہوا خطبہ پڑھ رہا ہے اور اس منبر کے نیچے عرب بیٹھے ہیں"۔[1]

۵۔ عبدالملک بن مروان کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے معلم کی ضرورت پیش آئی۔ اس خدمت کے لیے انھوں نے اسماعیل بن عبداللہ[2] کو مقرر کیا اور پھر کہنے لگے:

"عرب اور غیر عرب (یعنی عجمیوں) کے تعلقات کی جو نوعیت ہو گئی ہے، عجیب ہے۔ مجھے تو اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ ان ایرانیوں ہی کو دیکھو، حکومت کی باگ صدہا سال ان کے ہاتھوں میں رہی، اس پورے طویل عرصے میں ان کو ہماری یعنی عرب کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ ایک مردک نعمان بن منذر کا نام لیا جاتا ہے جس سے ایرانی حکومت نے کام لیا تھا اور پھر یہ قصہ بھی زیادہ دن تک جاری نہ رہ سکا۔ اس غریب نعمان کو بھی ایرانی قتل کر کے رہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ کتنے دن ہوئے ہمارے ہاتھ حکومت آئی ہے لیکن غیر عربی اقوام سے مدد لینے پر اس مختصر مدت میں بھی ہم مجبور ہو گئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ تعلیم تک میں ہم ان عجمیوں کے دستِ نگر ہو چکے ہیں۔ اس اسماعیل بن عبید کو دیکھو! امیر المؤمنین کے بچوں کو پڑھاتا ہے، اور کیا پڑھاتا ہے، عربیت سکھاتا ہے"۔[3]

---

[1] الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۸ ◉ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۴۰۲
◉ بعض روایات میں عبدالملک بن مروان کے بجائے کسی دوسرے اموی خلیفہ کی طرف اس مکالمہ کی نسبت کی گئی ہے۔ اس طرح ابراہیم النخعی کے بجائے سعید بن المسیب کا عربی النسل عالم ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔

[2] آپ کی کنیت ابو المہاجر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہد خلافت میں انھیں افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ بقول ابن عساکر "افریقہ کے عالم باشندے جو بربر کہلاتے تھے ان ہی اسماعیل بن عبداللہ کی کوشش سے مسلمان ہوئے، ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳/۲۷

[3] ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳/۲۷

اگر یہ روایات درست اور صحیح ہیں تب وضع حدیث کا ایک سبب اور عنصر قوم وقبیلہ' زبان و وطن کا تعصب ہوسکتا ہے اور یہ کچھ بعید نہیں کہ اس تعصب سے متاثر افراد نے وضع حدیث میں اپنا کردار ادا کیا ہو۔

ڈاکٹر عجاج الخطیب کا رجحان اسی طرف دکھائی دیتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"وإلى جانب هذا كانوا يبادلون العرب الإعتزاز والفخار فحملهم هذا على وضع أحاديث ترفع من قدرهم وتبين فضائلهم"①

اس وجہ سے موالی' عربوں کی عزت اور قدر و منزلت کا مقابلہ کرتے تھے اس بات (مقابلہ بازی) سے انھیں ایسی احادیث وضع کرنے پر ابھارا جوان کے مرتبے کو بلند کرتے اور جن میں ان کے فضائل کا بیان ہو۔

عصبیت کی بنیاد پر وضع کی جانے والی احادیث

چنانچہ اسی مقابلہ بازی کے نتیجے میں درج ذیل احادیث وضع کی گئی ہیں:

☆ إن كلام الذين حول العرش بالفارسية و إن الله إذا أوحى أمراً في لين أوحاه بالفارسية وإذا أوحى أمراً فيه شدّة أوحاه بالعربية"②

بیشک عرش کے قریب ملائکہ فارسی میں کلام کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی ایسے امر میں وحی کرتے ہیں جس میں نرمی ہوتی ہے تو فارسی میں وحی بھیجتے ہیں اور جب کسی سخت معاملہ وحی کرتے ہیں تو عربی میں وحی بھیجتے ہیں۔

عربوں نے اس کے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہوئے یہ حدیث وضع کی:

☆ أبغض الكلام إلى الله الفارسية وكلام الشياطين الخوزية وكلام أهل النار البخارية وكلام أهل الجنة العربية"③

اللہ کے نزدیک مبغوض ترین کلام فارسی ہے۔ اور شیاطین کا کلام خوزی زبان میں ہے اور جہنمیوں کا کلام بخاریہ زبان میں ہے اور جنتیوں کا کلام عربی زبان میں ہے۔

اس طرح بعض عربی قبائل کی فضیلت میں غالباً اس وقت احادیث وضع کی گئیں، جب یزید بن معاویہؓ کی وفات کے بعد قبائلی عصبیت کی شورش رونما ہوئی④۔

۴) وعظ وقصہ گوئی

لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا اور انھیں یوم آخرت' اجر وعقاب' جنت وجہنم کے بارے میں آگاہ کرنا نہ صرف اصلاح نفس و

① عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۰۹
② ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۳۷
③ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۳۶
④ حسن ابراہیم، تاریخ الاسلام، ص:۱/۳۳۷

معاشرہ کے لیے لوگوں کی ایک ضرورت ہے بلکہ اسلام میں ایک مطلوب امر ہے۔ نبی ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کو گاہے بگاہے پند ونصائح کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں:

((کان النبی ﷺ یتخولنا بالموعظة فی الأیام کراهة السامة علینا))①

نبی ﷺ کچھ ایام (گاہے بگاہے) ہمیں وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے، ہمارے اکتانے کی کراہت کے سبب (آپ ایسا کرتے)۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ سے روزانہ وعظ کرنے کی درخواست کی تو انھوں نے یہ کہہ کر معذوری ظاہر کر دی کہ مجھے روزانہ وعظ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ماسوائے اس بات کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ تم اس سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگو اور میں تمھیں کبھی کبھار اس لیے وعظ ونصیحت کرتا ہوں کیونکہ نبی ﷺ بھی ہمیں کبھی کبھار وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ ہم اکتا نہ جائیں''②۔

تاہم عہد اول میں قصہ گوئی یا وعظ ونصیحت امیر یا خلیفہ کی اجازت پر منحصر تھی، اگر امیر یا خلیفہ کسی کو اس کی اجازت دے دیتا تو وہ شخص وعظ کر سکتا تھا بصورت دیگر اسے اجازت نہیں تھی مثلاً ''ایک مرتبہ حضرت تمیم الداریؓ نے حضرت عمرؓ سے قصہ گوئی کی اجازت چاہی، تو حضرت عمرؓ نے انھیں اس کی اجازت نہیں دی''③۔

بلکہ اس کی ممانعت کے بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا یقص علی الناس إلا أمیر أو مأمور أو مُراء))④

لوگوں کے لیے امیر یا مأمور یا مراء کے بغیر کوئی افسانہ گوئی نہ کرے۔

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب نے قصہ گوئی اور واعظین کے واعظ کے ظہور کو خلافت راشدہ کا آخری عہد قرار دیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"ظهرت حلقات القصاصین والوعاظ فی أواخر عهد الخلافة الراشدة"⑤

خلافت راشدہ کے آخری عہد میں افسانہ گو اور واعظین کی مجالس ظاہر ہوئیں۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما کان النبی ﷺ یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا، حدیث نمبر ۶۸، ص: ۱۷

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أیاما معلوما، حدیث نمبر ۷۰، ص: ۱۷

③ ملا علی قاری، تمییز المرفوع عن الموضوع، ص: ۱۶

④ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب القصص، حدیث نمبر ۳۷۵۳، ص: ۵۳۶

⑤ عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۱۰

غالباً ان کا استناد حضرت ابن عمرؓ کی درج ذیل روایت پر ہے:

((لم یکن القصص فی زمن رسول اللهﷺ ولا زمن ابی بکرؓ ولا زمن عمرؓ)) ①

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے زمانے میں قصہ گوئی بیان ہوئی۔

اور ایک دوسری روایت میں ابن عمرؓ کے الفاظ یوں منقول ہیں:

((انه لم یقص علی عهد النبیﷺ ولا علی عهد ابی بکرؓ ولا عمرؓ ولا عثمانؓ و إنما قص حین و قعت الفتنة)) ②

نہ تو نبی ﷺ کے عہد میں قصہ گوئی ہوئی اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بلکہ جب سے فتنہ واقع ہوا تب سے قصہ گوئی کا آغاز ہوا۔

یہ روایات اس بات پر محمول ہوں گی کہ امیر کی اجازت کے بغیر ان زمانوں میں قصہ گوئی نہیں ہوئی۔ ان روایات سے یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا ہے کہ ان زمانوں میں قصہ گوئی ہوئی ہی نہیں۔ اس بات کی شہادت ''حضرت علیؓ کے اس فعل سے ملتی ہے کہ آپ قصہ خواں سے سوال کرتے اور ان کا امتحان لیتے اور جسے اس بارے میں کوئی علم وغیرہ نہ ہوتا تو اسے خوب ڈانٹ پلاتے'' ③۔

زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عہد خلفاء راشدین کے بعد فتنہ کے دور میں قصہ گوئی کی لگام آزاد ہوئی اور قصہ گو حضرات بلا اجازت وعظ اور قصہ گوئی کرتے رہے اور یہ لوگ اہل علم بھی نہیں تھے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ راہ راست سے منحرف ہوتے گئے۔ ان میں شخصی اور دنیاوی مقاصد کارفرما رہے۔ قصہ گوئی کرنے والا زیادہ تر اپنے قصہ میں غیر مانوس اور عجیب وغریب واقعات کا تذکرہ کرتا اور انتہائی زیادہ مبالغہ سے کام لیتا تھا تاکہ وہ اپنے قصہ میں دلچسپی پیدا کر کے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرے۔

اس بارے میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رقمطراز ہیں:

"فقد تولی مهمة الوعظ قصاص أكثر هم لا يخافون الله ولا يهمهم سوى أن يبكی الناس فی مجالسهم وأن يتواجدوا وأن يعجبوا بما يقولون فكانوا يضعون القصص المكذوبة وينسبونها إلى النبیﷺ" ④

① ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب القصص، حدیث نمبر ۳۷۵۴، ص: ۵۳۷

② المقدسی، کتاب العلم، ص: ۵۲ ◉ اخبار اصبہان، ص: ۱/۱۳۶ ◉ ابن الجوزی، القصاص، ص: ۱۷۶

③ ابن الجوزی، القصاص، ص: ۱۷۹

④ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۵

وعظ گوئی کا پیشہ افسانہ گوقسم کے لوگوں نے سنبھال رکھا تھا جن میں ذرا بھی خوفِ خدا نہیں تھا۔ ان کا مطمح نظر اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگ مجلس وعظ میں ڈھاڑیں مار مار کر روئیں، ان کا وعظ سن کر جھومنے لگیں اور ان پر تعجب کریں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ جھوٹے قصے گھڑتے اور ان کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کر دیتے۔

مشہور محدث ابن قتیبہ حدیث نبویؐ میں فساد پیدا کرنے والے اسباب و وجوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والوجه الثاني القصاص فإنهم يميلون وجه العوام إليهم و يشيدون ما عندهم بالمناكير والأكاذيب من الأحاديث و من شأن العوام القعود عند القاص ماكان حديثه عجيبا خارجا عن نظر العقول أوكان رقيقاً يحزن القلب"(۱)

وضع حدیث کا دوسرا سبب افسانہ گوقسم کے لوگ تھے۔ وہ عوام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے جھوٹی اور منکر احادیث جو انھیں یاد ہوتی تھیں لوگوں میں خوب پھیلاتے تھے۔ عوام الناس کی یہ عادت ہے کہ جب تک ان کو عجیب وغریب خارج از عقل اور دل میں سوز وگداز پیدا کرنے والی احادیث سنائی جاتی رہیں وہ جم کر بیٹھتے ہیں۔

(۱) ابن قتیبہ، تأویل مختلف الحدیث، ص: ۳۵۷

فتنۂ وضعِ حدیث کا سدِ باب اور محدثین کی خدمات

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی اہلِ اہواء اور گمراہ کن لوگ جھوٹی احادیث وضع کر کے باطل کو حق کے ساتھ خلط ملط کرنے لگے۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت شامل حال نہ ہوتی، جس نے اسلام کو ہر قسم کی تحریف وتبدیل، زیادتی وکمی سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کر رکھا ہے اور جس نے اپنے رسول ﷺ کے کلام (حدیث) کو اہل اہواء کی بھینٹ چڑھنے سے محفوظ رکھا تو اعدائے اسلام دینِ اسلام میں وہ کچھ داخل کر دیتے جو اس کی تعلیم سے نہیں تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے مخلص، امین افراد پیدا کر دیے جنھوں نے اس فتنہ کا بڑی تندہی سے مقابلہ کیا اور ان کے جدل وفریب کو واضح کیا۔ اس بارے میں انھوں نے بے مثال جہود ومساعی انجام دیں، یہ انھی کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ زنادقہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ انھوں نے بارہ ہزار احادیث [1] اور عبدالکریم بن ابی العوجاء [2] نے چار ہزار احادیث وضع کی تھیں [3]۔ اسی طرح ابو رجاء نے تقدیر کے بارے میں چار ہزار اشخاص داخل کرنے کا اعتراف کیا [4]۔

چنانچہ علماءِ کرام نے ہر ممکن طریق سے دشمنانِ حدیث کا مقابلہ کیا اور ان کے سامنے وضعِ حدیث کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ ابنِ جوزی کا قول ہے:

"لما لم يكن لأحد أن يزيد في القرآن أخذ أقوام يزيدون في حديث رسول الله ﷺ ويضعون عليه ما لم يقل فأنشاء الله علماء يذبون عن النقل و يوضحون الصحيح و يفضحون القبيح وما يخلي الله منهم عصرا من العصور غير أنهم قلوا في هذا الزمان وقد كانوا إذا عدوا قليلا صاروا أقل من القليل" [5]

قرآنِ کریم میں کمی بیشی کرنا کسی کے بس میں نہیں تھا چنانچہ کچھ لوگوں نے حدیثِ رسول میں کمی بیشی کرنے کی ٹھان لی اور احادیث وضع کرنی شروع کر دیں جنھیں آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حدیث کے دفاع کے لیے علماء پیدا کیے جنھوں نے صحیح (احادیث) کی وضاحت کی اور قبیح (وضع کردہ احادیث) کا راز فاش کر دیا اور کوئی زمانہ ان علماء سے خالی نہیں تھا اگرچہ وہ اس زمانہ میں قلیل تھے اور جب انھیں شمار کیا جاتا تھا وہ قلیل سے بھی کم

---

① الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۲۰۴

② مشہور زندیق ہے جو معن بن زائدہ الشیبانی کے ماموں تھے۔ امیر بصرہ محمد بن سلیمان نے اسے حدیث وضع کرنے کی بناء پر قتل کروا دیا۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۴۴/۷ ◉ الصنعانی، توضیح الافکار، ص: ۲/۷۵

③ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص: ۲/۲۴۸ ◉ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/۱۱ ◉ العراقی، فتح المغیث، ص: ۱۲۸ ◉ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۴۲۷

④ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱/۱۶

⑤ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱/۱۶

دکھائی دیتے تھے۔

امام سفیان ثوری کا قول ہے:

"الملائكة حراس السماء و أصحاب الحديث حراس الأرض" ①

ملائکہ آسمان کے نگہبان ہیں اور محدثین زمین کے نگہبان ہیں۔

یزید بن زریع کا بیان ہے:

"لكل دين فرسان و فرسان هذا الدين أصحاب الأسانيد" ②

ہر دین کے شاہسوار ہوتے ہیں اور اس دین (اسلام) کے اصحاب اسانید شاہسوار ہیں۔

ابن قتیبہ کا قول ہے:

" التمسوا الحق من وجهته و تتبعوه من مظانه وتقربوا إلىٰ لله بأتباعهم سنن رسول الله ﷺ وطلبهم لأخباره برّا وبحراً وشرقا وغربا ولم يزالوا في التنقيب عنها و البحث لها حتى عرفوا صحيحها و سقيمها وناسخها ومنسوخها وعرفوا من خالفها إلى الرأى فنبهوا على ذلك حتى نجم الحق بعد أن كان خافيا وبسق بعد أن كان دارساً واجتمع بعد أن كان متفرقاً و انقاد للسنة من كان عنها معرضا و تنبه عليها من كان غافلا وقد يعيبهم الطاعنون بحملهم الضعيف وطلبهم الغريب وفى الغرائب الداء ولم يحملوا الضعيف و الغريب لأنهم رأوها حقا بل جمعوا الغث والسمين و الصحيح و السقيم ليميزوا بينها ويدلوا عليها" ③

انھوں (محدثین) نے حق کو اس کے متوقع مواضع سے تلاش کیا اور سنن رسول ﷺ کی اتباع اور مشرق ومغرب، خشکی و تری وغیرہ میں ان اخبار (احادیث) کو طلب کر کے وہ تقرب الٰہی کے حقدار ٹھہرے اور وہ ان (احادیث) کی کھوج اور بحث وتمحیص میں لگے رہے یہاں تک کے انھوں نے صحیح و کمزور، ناسخ ومنسوخ روایات کو پہچان لیا اور انھوں نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی صحیح راہ کی طرف نشاندہی کی یہاں تک کہ حق جو پہلے چھپا ہوا اور مٹا ہوا تھا اب بالکل واضح ہوگیا اور جو پہلے متفرق تھا وہ اکٹھا ہو چکا تھا اس کے نتیجے میں جو لوگ اس (سنت) سے منہ پھیرے ہوئے اور غافل تھے وہ مطیع اور بیدار ہو گئے۔ اور طعنہ دینے والوں نے ضعیف اور غریب (حدیث) لینے پر انھیں مورد الزام ٹھہرایا کیونکہ کمزور روایات میں بیماری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محدثین نے کمزور اور غریب روایات کو حق سمجھتے ہوئے

① ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۶

② ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۶

③ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۶

نہیں لیا تھا بلکہ انھوں نے کمزور اور قوی، صحیح اور ضعیف روایات کو اس لیے جمع کیا تھا تا کہ ان کے مابین خط امتیاز کھینچ سکیں اور ان کے بارے میں بتا سکیں۔

عبداللہ بن مبارک سے ضعیف احادیث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

"تعیش لها الجهابذة" (۱) ﴿إنا نحن نزلنا الذكر و إنا له لحافظون﴾ (۲)

اس کام کے لیے ماہر ائمہ زندہ ہیں (بیشک ہم نے ذکر (قرآن کریم) اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)"۔

ایک دفعہ ہارون رشید ایک زندیق کو قتل کرنے لگے تو وہ بولا مجھے تو قتل کردو گے، لیکن میں نے جو ایک ہزار خود ساختہ احادیث وضع کیں ہیں ان کا کیا کرو گے؟

ہارون رشید نے جواب دیا:

"أين أنت يا عدوا الله من ابى اسحاق الفزارى وابن المبارك يتخلّانها فيخرجانها حرفا حرفا" (۳)

اللہ کے دشمن کس خیال میں ہیں، ہمارے پاس ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک موجود ہیں، جو چھان بین کر کے ان کا ایک ایک حرف الگ کر دیں گے۔

علمائے امت نے حدیثِ نبوی کی حفاظت اور موضوع حدیث کے سد باب کے لیے درج ذیل اسلوب اختیار کیے:

۱۔ روایت میں احتیاط وتثبت
۲۔ علم الاسناد
۳۔ علم الجرح والتعدیل کا ظہور

---

(۱) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۲/۱ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۸/۱
◉ الامیر الحسنی الصنعانی نے اس طرح کا ایک قول عبدالرحمن بن مہدی سے نقل کیا ہے۔ توضیح الافکار، ص: ۱۸۹/۲

(۲) الحجر: ۹/۱۵

(۳) ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱۶/۱

روایت حدیث میں احتیاط اور تثبیت

صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت قرآن حکیم کی شہادت کے مطابق عدالت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھی ①۔ ان کے یہاں حدیث کی روایت میں غلط بیانی کرنی تو کجا ان کی عام زندگی میں بھی کذب بیانی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس لیے ابتداً حدیث کی روایت میں سند یا رواۃ کے ذکر کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی۔ بلکہ بعض اوقات حدیث کی سند کے سوال پر بعض صحابہ کرامؓ کو غصہ ہوتے بھی پایا گیا۔

مثلاً ایک دفعہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا: ''کیا آپ نے یہ حدیثِ رسول ﷺ سے سنی ہے؟ تو آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا: "ماكان بعضنا يكذب على بعض" ② (ہم میں سے کوئی جھوٹ نہیں بولتا تھا)۔

تاہم صحابہ کرامؓ اخبار کے معاملہ میں احتیاط و تحقیق سے کام لیتے تھے اور خصوصاً جب معاملہ حدیثِ نبوی کا ہوتا تو انتہائی درجہ کی احتیاط سے کام لیتے اور اس خوف سے کہ کہیں کوئی غلط بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زیدؓ بن ارقم، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عبداللہؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک اور دوسرے صحابہ کرامؓ حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے اور بعض صحابہ کرامؓ تو ایک سال گزرنے کے بعد بھی وہم کے خوف سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے ③۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں بے شمار روایات نقل کی گئی لیکن جب تک انھوں نے ان کی صحت کا پوری طرح جائزہ نہیں لے لیا انھیں قبول نہیں کیا۔ اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو اس دور میں کئی ایک معاملات و قصص سامنے آتے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ کی احادیث کے معاملے میں احتیاط و تحقیق واضح ہوتی ہے۔

---

① عدالت صحابہ کرامؓ کے بارے میں بے شمار آیات کریمات ہیں:
مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾ آل عمران: ۳/۱۱۰
◉ ﴿وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس﴾ البقرة: ۲/۱۴۳
◉ ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذيبا يعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل السكينة عليهم و أثابهم فتحا قريباً﴾ الفتح: ۴۸/۱۸
◉ ﴿للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم يبتغون فضلاً من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله أولئك هم الصادقون﴾ الحشر: ۵۹/۸
◉ ﴿......والسابقون الأولون......﴾ التوبة: ۹/۱۰۰
② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۳۵
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳

علامہ ذہبیؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوانح حیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"كان أول من احتاط في قبول الأخبار" ①

حضرت ابوبکر الصدیقؓ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے قبولِ احادیث میں حزم واحتیاط کا اہتمام کیا۔ ②

حضرت عمرؓ نے بھی روایت حدیث کے بارے میں محدثین کے لیے تحقیق وتثبیت کا طریقہ جاری کیا ہے۔ اگر کبھی آپ کو کسی حدیث کی صحت میں تردد ہوتا تو جب تک اطمینان نہ کر لیتے اس کو قبول نہ کرتے ③۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳

② قبیصہ بن ذویب فرماتے ہیں: ایک مرتبہ دادی میراث طلب کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئی، تو آپؓ نے فرمایا: "ما أجد لك في كتاب الله شيئاً وما علمت أن رسول الله ﷺ ذكر لك شيئا ثم سأل الناس فقام المغيرة فقال حضرت رسول الله ﷺ يعطيها السدس فقال له هل معك أحد فشهد محمد بن مسلمة بمثل ذلك فأنفذه لها ابوبكرؓ" (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳)

میں تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ نہیں پاتا اور نہ ہی میرے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لیے کوئی حصہ مقرر کیا ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا (کہ کسی کو دادی کی وراثت کے بارے میں علم ہے) تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا تمھاری کوئی گواہی دے گا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے گواہی دی پھر حضرت ابوبکرؓ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔

ابن ابی ملیکہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

"إنكم تحدثون عن رسول الله ﷺ أحاديث تختلفون فيها والناس بعدكم أشد اختلافا فلا تحدثوا عن رسول الله شيأ فمن سألكم فقولوا بيننا و بينكم كتاب الله فاستحلوا حلاله و حرموا حرامه" (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳)

تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہو اور اس میں اختلاف کرتے ہو اور تمھارے بعد آنے والے لوگ اس سے زیادہ اختلاف کریں گے۔ لہٰذا تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان نہ کیا کرو، اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہو ہمارے اور تمھارے مابین کتاب اللہ موجود ہے۔ اس کی حلال کی ہوئی ہر چیز کو حلال جانو اور حرام چیز کو حرام جانو۔

اس مرسل روایت کے بعد علامہ ذہبی رقمطراز ہیں:

"وهذا المرسل يدل علىٰ أن مراد الصديق التثبت في الأخبار والتحري فيها لا سد باب الرواية ألا تراه لما نزل به أمر الجدة ولم يجده في الكتاب كيف سأل عنه في السنة فلما أخبره الثقة ما اكتفى حتى استظهر بثقة آخر و لم يقل حسبنا كتاب الله كما تقوله الخوارج"
(الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳)

اس مرسل حدیث سے ابوبکر الصدیقؓ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ احادیث بیان کرتے وقت تحقیق وتفحص سے کام لیا جائے۔ آپ کا یہ ہرگز مطلب نہیں تھا کہ حدیث کا دروازہ مطلقاً بند کر دیا جائے جیسے آپ کے سامنے دادی کے ورثہ کا مسئلہ پیش ہوا اور آپ کو یہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ملا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا۔ حدیث میں اس کا حل کیا ہے پھر ایک ثقہ نے شہادت دی تو مزید تحقیق کے لیے ایک دوسرے ثقہ شخص سے شہادت لے کر دادی کے حق میں فیصلہ دیا اور خوارج کی طرح یہ نہیں کیا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

امام زہری کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے ایک شخص کو حدیث بیان کی وہ مزید تصدیق کے لیے دوبارہ پوچھنے لگا تو آپ نے کہا حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھ سے بیان کی ہے۔ مجھے زمین کیسے اٹھائے گی اگر میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴

③ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: "كنت في مجلس من مجالس الأنصار إذ جاء ابو موسىٰ كأنه مذعور فقال استأذنت علىٰ عمرؓ ثلاثا فلم يؤذن لي فرجعت قال ما منعك قلت استأذنت ثلاثا فلا يؤذن لي فرجعت و قال رسول الله ﷺ إذا استأذن أحد كم ثلاثا فلم يؤذن له فليرجع فقال والله لتقيمن عليه بينة أمنكم أحد سمعه من النبي ﷺ...... البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الأدب، باب التسليم والإستئذان ثلاثا، حدیث نمبر ۶۲۴۵، ۷: ۱۰۸

میں انصار کی مجلس میں تھا کہ ابوموسیٰؓ ڈرے ہوئے آئے اور کہنے لگے میں نے عمرؓ سے تین مرتبہ اجازت چاہی مگر انھوں نے مجھے اجازت نہیں دی، چنانچہ میں واپس چلا گیا تو حضرت عمرؓ نے کہا تمھیں اندر آنے سے کس چیز نے روکا ہے۔ میں نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت چاہی مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی، اور میں واپس لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ دی جائے اور اسے چاہیے کہ وہ واپس لوٹ آئے تو حضرت عمرؓ

نے کہا بخدا تم اس پر کوئی گواہ پیش کرو کیا تم میں سے کسی ایک نے اس حدیث کو سنا ہے......

حضرت عمرؓ کا حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے گواہی طلب کرنا ان پر شک کی بناء پر نہیں تھا اور نہ اس لیے کہ آپ کو ان پر اعتماد نہیں تھا بلکہ محض احتیاط وحزم کے پیش نظر تھا، کیونکہ ایک دوسری روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے کہا: "أما إني لم أتهمك ولكن خشيت أن يتقول الناس على رسول الله ﷺ" (الشافعی، الام، ص:۴۳۵)

میں تجھے متہم نہیں کرتا مجھے صرف یہ خدشہ ہے کہ کہیں لوگ حدیث رسول ﷺ میں قیل وقال شروع نہ کر دیں۔

امام مالکؒ نے ابن شہاب زہریؒ کی مرسل روایت نقل کی ہے: "أن رسـول الله ﷺ قال لا يجتمع دينان في جزيرة العرب قال مالك قال ابن شهاب ففحص عن ذلك عمرؓ بن الخطاب حتى أتاه الثلج واليقين أن رسول الله ﷺ قال لا يجتمع دينان في جزيرة العرب فأجلى يهود خيبر" امام مالک، المؤطا، کتاب الجامع، باب ماجاء في إجلاء اليهود من المدينة حدیث نمبر ۱۸، ص:۳۱۶

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن شہاب کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں غور و خوض کیا یہاں تک کہ آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے چنانچہ حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہود کو جلا وطن کر دیا۔

امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں نقل کیا ہے:

عـن أمية الضمري أن عمرؓ بن الخطاب مر عليه وهو يساوم بمرط فقال ما هذا قال أريد أن أشتريه وأتصدق به فاشتراه فدفعه إلى أهله وقـال إنـي سـمعت رسـول الله ﷺ يقول ما أعطيتمو هن فهو صدقة فقال عمرؓ من يشهد معك فأتى عائشةؓ فقام من وراء الباب فقالت من هـذا قـال عـمرؓ قالت ما جاء بك قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما أعطيتموهن فهو صدقة قالت نعم" البیہقی، السنن الکبریٰ، ص:۴/۸ ⊛ صحیح مسلم میں الفاظ یوں ہیں "وإن ماتأ كل إمرأتك من مالك صدقة" (المسلم، الصحیح، كتاب الصدقة، باب الوصية بالثلث، حدیث نمبر ۴۲۱۵، ص:۷۱۵)

حضرت امیہ الضمریؓ سے مروی ہے آپ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں چادر کا سودا کر رہا تھا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کا ادھر سے گزر ہوا، کہنے لگے کیا کر رہے ہو میں نے کہا میں اس چادر کو خرید کر صدقہ دینا چاہتا ہوں، چنانچہ میں نے چادر خرید کر اپنی بیوی کو دے دی اور میں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرمار ہے تھے جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دیتے ہو وہ صدقہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمھاری گواہی کون دے گا۔ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور دروازے کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کون ہے (حضرت عمرؓ نے) کہا عمرؓ۔ حضرت عائشہ کہنے لگی، کس غرض کے لیے تشریف لائے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمار ہے تھے۔ جو کچھ تم نے اپنی عورتوں کو دیا ہے وہ صدقہ ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا جی ہاں۔

الجامع الصحیح اور دوسری کتب میں ہے: "استـشـار عـمـرؓ بـن الـخـطاب الناس في ملاص المرأة فقال المغيرةؓ بن شعبة شهدت النبي ﷺ قضىٰ فيه بـغـرة عبـد أو أمة قـال فـقـال عمرؓ ائتني بمن يشهد معك قال فشهد له محمدؓ بن مسلمة" (البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الديات، باب جنين المرأة، حدیث نمبر ۶۹۰۷، ص:۹۰ ⊛ المسلم، الصحیح، كتاب القسامة، باب دية الجنين، حدیث نمبر ۴۳۹۷، ص:۷۴۶ ⊛ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب الديات، باب دية الجنين، حدیث نمبر ۴۵۷۰، ص:۱۴۲۶)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عورت کے مردہ بچہ کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا تو مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا جب آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنے کا حکم دیا تھا پھر آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا اس کی شہادت دینے کے لیے کوئی شخص لاؤ، چنانچہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے اس کی گواہی دی۔

علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے: "عـن عبـدالله بن ابي بكرؓ قال كان للعباس بيت في قبلة المسجد فضاق المسجد على الناس فطلب إليه عمرؓ البيع فـأبى فذكر الحديث و فيه فقال عمرؓ لأبيّ لتأتين على ما تقول ببينة فخرجا فإذا ناس من الأنصار قال فذكر لهم قالوا قد سمعنا هذا من رسول الله ﷺ فقال عمرؓ أما إني لم أتهمك ولكن أحببت أن أتثبت" (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸)

عبداللہ بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ کا گھر مسجد کے قبلہ کی جانب تھا۔ تنگی کے باعث مسجد کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو مکان بیچنے کے لیے کہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا یہ طویل قصہ ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُبیؓ سے کہا جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے ثبوت کے لیے کوئی گواہ پیش کرو (گواہ کی تلاش میں) دونوں باہر نکلے تو انصار کی ایک جماعت ملی حضرت ابیؓ نے ان سے تذکرہ کیا تو وہ سب بولے ہم سب نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابی کو مخاطب کر کے فرمایا میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا میں تحقیق اور اطمینان چاہتا ہوں۔

علامہ ذہبیؒ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے:

"کان إماما عالما متحريا في الأخذ بحيث إنه يستحلف من يحدثه بالحديث" (۱)

آپ علم میں امامت کے رتبہ پر فائز تھے اور اخذ حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ حدیث بیان کرنے والے سے پہلے حلف (قسم) لیتے تھے (۲)۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے عہد خلافت میں صحابہ کرامؓ حدیث کی روایت میں احتیاط وتثبت سے کام لیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب ملتِ اسلامیہ مختلف داخلی اور خارجی فتن سے دوچار ہوئی، مختلف سیاسی، مذہبی گروہ معرضِ وجود میں آئے۔ ہر گروہ اپنے اپنے موقف کی تائید میں احادیث میں غلط بیانی، بلکہ کذب بیانی تک پر آمادہ ہوا اور کثرت سے احادیث وضع کی جانے لگیں۔ تب محدثین کرام اپنے اسلاف کے نمونہ پر چلتے ہوئے حدیث کی حفاظت کے لیے احادیث کے معاملے میں احتیاط اور تثبیت سے کام لینے لگے۔ عہدِ بنوامیہ میں صحابہ کرامؓ کا احادیث کے بارے میں احتیاط اور تحقیق کے اس رویے کے بارے میں مصادر سے بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰

(۲) اسماء بن حکم کے بارے میں منقول ہے: "أنه سمع عليا يقول كنت إذا سمعت من رسول الله ﷺ حديث نفعني الله بما شاء أن ينفعني الله به وكان إذا حدثني عنه غيره استحلفته فإذا حلف صدقته" (ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث نمبر ۱۵۲۱، ص:۲۲۴؛ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران، حدیث نمبر ۳۰۰۶، ص:۶۷۰؛ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰت، حدیث نمبر ۱۳۹۵، ص:۱۱۹)

بیشک انھوں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے، وہ کہہ رہے تھے جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو حسب توفیق الٰہی میں اس سے فائدہ اٹھاتا اور جب مجھے کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کی حدیث سناتا تو پہلے اس سے قسم لیتا اگر وہ قسم اٹھا لیتا تو میں اس کی حدیث کو سچ مان لیتا تھا۔

علامہ ذہبیؒ نے حضرت علیؓ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے: "حدثوا الناس بما يعرفون و دعوا ما ينكرون أتحبون أن يكذب الله و رسوله" الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۱

لوگوں سے وہی احادیث بیان کرو جو وہ جانتے ہیں اور ان احادیث کو ان کے سامنے بیان کرنا چھوڑ دو جن کو وہ نہیں جانتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔

اس کے بعد علامہ ذہبیؒ بیان کرتے ہیں: "فقد زجر الإمام عليّ عن رواية المنكر وحث على التحديث بالمشهور و هذا أصل كبير في الكف عن بث الأشياء الواهية و المنكرة من الأحاديث في الفضائل و العقائد والرقائق ولا سبيل إلى معرفة هذا من هذا إلا بالأمعان في معرفة الرجال" (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۱)

حضرت علیؓ نے منکر احادیث بیان کرنے سے منع فرمایا ہے اور مشہور اور صحیح احادیث بیان کرنے کی ترغیب دی ہے اور در اصل یہ فضائل اعمال، عقائد اور دل میں رقت اور گداز پیدا کرنے والی اشیاء میں بے بنیاد اور باطل احادیث پھیلانے سے منع کرنے کا ایک عظیم اصول ہے اس کے ساتھ ہی رواۃ حدیث میں گہری چھان بین کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر صحیح اور باطل حدیث میں امتیاز کرنا انتہائی مشکل ہے۔

❁ حضرت زیدؓ بن ثابت کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبیت

صحیح مسلم میں طاؤس کا بیان ہے:

"کنت مع ابن عباسؓ إذ قال زيدؓ بن ثابت تفتی أن تصدر الحائض قبل أن يكون آخر عهدها بالبيت فقال له ابن عباسؓ إما لا فسئل فلانة الأنصارية هل أمرها بذلك رسول الله ﷺ قال فرجع زيدؓ بن ثابت إلى ابن عباسؓ يضحك وهو يقول ما أراك إلا قد صدقت" ①

میں عبداللہؓ بن عباسؓ کے ساتھ تھا، زیدؓ بن ثابت نے (ابن عباسؓ) سے کہا آپ لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ بغیر طواف (طواف وداع) کیے واپس جا سکتی ہے۔ ابن عباسؓ نے ان سے کہا کیوں نہیں، آپ فلاں انصاریہ عورت سے پوچھ لیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے اس طرح حکم دیا تھا۔ طاؤس کہتے ہیں زیدؓ بن ثابت ابن عباسؓ کے پاس ہنستے ہوئے لوٹ آئے اور یہ کہہ رہے تھے میں تمھاری بات کو سچ خیال کرتا ہوں۔

❁ حضرت عمرانؓ بن حصین کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبیت

حضرت حسنؒ نے حضرت سمرةؓ بن جندب سے روایت کی ہے۔ حضرت سمرةؓ بن جندب فرماتے ہیں:

"سكتتان حفظتهما عن رسول الله ﷺ فأنكر ذلك عمرانؓ بن حصين قال حفظنا سكتة فكتبنا إلى أبيؓ بن كعب بالمدينة فكتب أن سمرةؓ قد حفظ" ②

میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد کیے ہیں، عمرانؓ بن حصین نے ان کا انکار کیا اور کہا ہم نے ایک سکتہ یاد کیا ہے چنانچہ ہم نے مدینہ میں ابیؓ بن کعب کو لکھا تو انھوں نے جواب دیا کہ سمرةؓ نے صحیح یاد کیا ہے۔

❁ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبیت

حضرت عروة بن زبیرؒ فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے کہا:

"يا ابن أختي بلغني أن عبداللهؓ بن عمرو ماربنا إلى الحج فالقه فاسأله فإنه قد حمل عن النبي ﷺ علما كثيراً قال فلقيته فسألته عن أشياء

---

① المسلم، الصحیح، كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، حدیث نمبر ۳۲۲۱، ص: ۵۵۷

② ابوداؤد، سنن ابوداؤد، ابواب تفريع استفتاح الصلاة، باب السكتة عند الإفتتاح، حدیث نمبر ۷۷۷، ص: ۱۲۱

◉ الترمذی، الجامع الترمذی، ابواب الصلاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في السكتتين في الصلاة، حدیث نمبر ۲۵۱، ص: ۶۹

◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب إقامة الصلوٰت والسنة فيها، باب في سكتتي الإمام، حدیث نمبر ۸۴۴، ص: ۱۲۰

یذکرها عن رسول الله ﷺ قال عروة فکان فیما ذکر أن النبی ﷺ قال إن الله لا ینتزع العلم من الناس انتزاعا ولکن یقبض العلماء فیرفع العلم معهم و یبقی فی الناس رؤساء جهالا یفتونهم بغیر علم فیضلون و یضلون قال عروة فلما حدثت عائشة بذلك أعظمت ذلك وأنکرته قالت أحدثّك أنه سمع النبی ﷺ یقول هذا؟ قال عروة حتی إذا کان قابل قالت له ان ابن عمروؓ قد قدم فالقه ثم فاتحه حتی تسأله عن الحدیث الذی ذکره لك فی العلم قال فلقیته فسألته فذکره لی نحوما حدثنی به فی مرته الأولی قال عروة فلما أخبرتها بذلك قالت ما أحسبه إلا قد صدق أراه لم یزد فیه شیئا ولم ینقص" (1)

اے بھانجے! مجھے خبر ملی ہے کہ عبداللہؓ بن عمروؓ ہمارے ساتھ حج کے لیے جا رہے ہیں۔ تم ان سے مل کر حدیث کے بارے میں دریافت کرنا کیونکہ نبی ﷺ نے ان سے بہت سی علمی باتیں کی ہوئی ہیں۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؒ کہتے ہیں کہ میں ان سے ملا اور بہت سی علمی باتیں ان سے دریافت کیں جن کا اکثر وہ ذکر کیا کرتے تھے۔ انھوں نے جواباً نبی ﷺ سے یہ روایت بیان کی: ''اللہ تعالیٰ لوگوں سے براہ راست علم نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء وفات پا جائیں گے اور اسی طرح ان کا علم بھی ان کے ساتھ ہی اٹھا لیا جائے گا اور لوگوں میں جاہل رہنما باقی رہ جائیں گے جو لوگوں کو علم کے بغیر فتویٰ دیا کریں گے۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' حضرت عروہؒ فرماتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بیان کی تو انھوں نے اسے بڑی بات سمجھ کر تعجب کا اظہار کیا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا واقعی عبداللہؓ بن عمروؓ نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ انھوں نے خود نبی ﷺ کو یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت عروہؒ کہتے ہیں میں دوبارہ حضرت عائشہؓ سے ملا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ عبداللہ بن عمرو یہاں آئے ہوئے ہیں تم ان سے دوبارہ ملو اور یہاں تک کہ تم ان سے پوچھ سکو کہ علم کے بارے میں جو حدیث انھوں نے ذکر کی ہے وہ دوبارہ فرمائیں، چنانچہ (ان کے حکم کے مطابق) میں ان سے ملا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے اس حدیث کو (بالکل) اسی طرح بیان کیا جس طرح پہلی دفعہ (ملاقات میں) بیان کیا تھا۔ حضرت عروہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے (اس مرتبہ) فرمایا کہ ''میرا خیال ہے کہ وہ سچے ہیں اور انھوں نے اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی''۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبیت

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یذکر من ذم الرأی و تکلف القیاس، حدیث نمبر ۷۳۰۷، ص: ۱۲۵۸
المسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضه، حدیث نمبر ۶۷۹۹، ص: ۱۱۶۴

امام مسلمؒ نے مقدمۃ الصحیح میں امام طاؤس کا قول بیان کیا ہے:

"جاء بُشير بن كعب إلى ابن عباسؓ فجعل يحدثه فقال له ابن عباسؓ عد لحديث كذا و كذا فعاد له ثم حدثه فقال له عد لحديث كذا وكذا فعادله فقال له ما أدرى أعرفت حديثي كله و أنكرت هذا أم أنكرت حديثي كله و عرفت هذا فقال ابن عباسؓ إنا كنا نحدث عن رسول اللهﷺ إذ لم يكن يكذب عليه فلما ركب الناس الصعب والذلول تركنا الحديث عنه" ①

بُشیر بن کعب حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان کو احادیث سنانے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فلاں فلاں حدیث ذرا پھر سے سنانا چنانچہ بُشیر نے وہ احادیث دوبارہ سنائیں اور پھر دوبارہ احادیث سنانے لگے پھر حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا فلاں فلاں حدیث دوبارہ سنانا تو بُشیر دوبارہ سنا چکے تو انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا مجھے معلوم نہیں کہ کیا آپ نے جن روایات کو دوبارہ سنانے کو نہیں فرمایا وہ آپ کے ہاں معروف اور مقبول ہیں اور دوسری غیر مقبول ہیں؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس وقت بیان کرتے تھے جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا اور جب لوگوں نے سچ اور جھوٹ کو ملانا شروع کیا تو ہم نے آپ ﷺ سے حدیث بیان کرنی چھوڑ دی۔

اسی طرح ایک دوسرا قول امام مجاہدؒ سے منقول ہے ②۔

❁ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط و تثبیت

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نافع کا قول بیان کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"قيل لا بن عمرؓ إن أبا هريرةؓ يقول سمعت رسول اللهﷺ يقول من تبع جنازة فله قيراط من الأجر فقال ابن عمرؓ أكثر علينا ابو هريرةؓ فبعث إلىٰ عائشةؓ فسألها فصدقت أبا هريرةؓ فقال ابن عمرؓ لقد فرطنا في قراريط كثيرة" ③

حضرت ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے جو

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والإحتياط في تحملها، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹

② المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والإحتياط في تحملها، حدیث نمبر ۲۱، ص: ۱۰

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل اتباع الجنائز، حدیث نمبر ۱۳۲۳، ص: ۲۱۲

◉ المسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها، حدیث نمبر ۲۱۹۴، ص: ۳۸۱

شخص جنازہ کے پیچھے جاتا ہے تو اسے ایک قیراط اجر ملتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث بیان کرنے لگے ہیں پھر آپ نے حضرت عائشہؓ کی طرف پیغام بھیج کر اس (حدیث) کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرۃؓ کی تصدیق کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہم نے بہت سے قراریط کے بارے میں کمی کر دی ہے (یعنی ان کا ثواب حاصل نہیں کر سکے)۔

ایک دوسری روایت میں نافع بیان کرتے ہیں:

"أن ابن عمرؓ قال له رجل من بني ليث إن أبا سعيد الخدريؓ يأثر هذا عن رسول اللهﷺ قال نافع فذهب عبداللهؓ وأنا معه والليثي حتى دخل على ابي سعيد الخدريؓ فقال إن هذا أخبرني أنك تخبر أن رسولﷺ نهى عن بيع الورق بالورق إلا مثلاً بمثل و عن بيع الذهب بالذهب إلا مثلا بمثل فأشار ابو سعيد بإصبعيه إلىٰ عينيه وأذنيه فقال أبصرت عيناى و سمعت أذناى رسول اللهﷺ يقول لا تبيعوا الذهب بالذهب ولا تبيعوا الورق بالورق إلا مثلا بمثل........" (1)

بنولیث قبیلہ کے ایک شخص نے ابن عمرؓ سے کہا کہ ابوسعید الخدریؓ اس (حدیث) کو رسول اللہﷺ سے نقل کرتے ہیں نافع کہتے ہیں چنانچہ عبداللہؓ بن عمرؓ میرے اور لیثی کی معیت میں ابوسعید خدریؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے مجھے اس (لیثی) نے خبر دی ہے کہ آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے چاندی کو چاندی کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا ہے مگر برابری کے ساتھ، سونے کو سونے کے بدلے فروخت سے منع کیا ہے مگر برابری کے ساتھ۔ ابوسعیدؓ نے اپنی انگلیوں سے اپنی آنکھوں اور کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ رسول اللہﷺ فرمارہے تھے سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے مت فروخت کرو۔ الّا یہ کہ برابر برابر ہوں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبیت

سنن نسائی میں عبداللہ بن خباب کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ان کا بیان ہے:

"أن أبا سعيد الخدريؓ قدم من سفر فقدم إليه أهله لحما من لحوم الأضاحى فقال ما أنا باكله حتى أسأل فانطلق إلىٰ إخيه لأمه قتادة بن النعمان وكان

(1) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب البيوع، باب بيع الفضة بالفضة، حدیث نمبر ۲۱۷۶، ص: ۳۴۸
◎ المسلم، الصحیح، كتاب المساقاة، باب الربا، حدیث نمبر ۴۰۵۵، ص: ۶۹۱
◎ النسائی، سنن النسائی، كتاب البيوع، باب بيع الذهب بالذهب، حدیث نمبر ۴۵۷۵، ص: ۶۳۰

بـدريـا فسـألـه عن ذلك قال إنه قد حدث بعدك أمر نقضاً لما كانوا نهوا عنه من أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاثة أيام" ①

ابو سعید الخدریؓ سفر سے آئے تو ان کے گھر والوں نے انھیں قربانی کا گوشت پیش کیا تو آپ نے کہا میں اسے ہرگز نہیں کھاؤں گا یہاں تک اس کے بارے میں، میں کسی سے پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ آپ اپنے علاتی بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس گئے جو بدری صحابی تھے اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا آپ کے جانے کے بعد ممنوع شدہ حکم قربانی کے گوشت کو تین ایام کے بعد کھانے کی ممانعت ختم کر دی گئی ہے یعنی اب تم کھا سکتے ہو۔

الغرض حدیث کی حفاظت اور موضوع اور من گھڑت احادیث سے بچاؤ اور سد باب کے لیے محدثین نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ کسی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کیا جب تک کہ پوری طرح اس کی صحت کا جائزہ نہیں لے لیا اور جب انھیں اس کی صحت کا پورا یقین ہو گیا تو تب انھوں نے اسے قبول کیا۔ محدثین کا یہ طریقہ کار فتنہ وضع حدیث کی سرکوبی کے لیے بہت کار آمد ثابت ہوا اس طرح صحیح اور موضوع احادیث کے مابین خطِ امتیاز کرنا آسان ہو گیا۔

① النسائی، سنن النسائی، كتاب الضحايا، باب الإذن في ذلك، حدیث نمبر ۴۴۳۲، ص: ۶۱۴

علم الاسناد کا مفہوم، آغاز اور اس کی اہمیت

سند و اسناد کا مفہوم:

لغت میں سند کے درج ذیل معانی مستعمل ہیں:

۱۔ ٹیک لگانا، سہارا لینا۔ علامہ فیومی سند کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

"ما استندت إليه من حائط وغيره"(۱)

کسی چیز کا سہارا لینا یعنی دیوار وغیرہ کا۔

۲۔ زمین کا وہ سخت حصہ جو سطح سے کچھ بلند ہو۔

ابن منظور فرماتے ہیں:

"السند ما ارتفع من الأرض في قُبُل الجبل أوالوادي"(۲)

سند: پہاڑ یا وادی کے سامنے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔

۳۔ علامہ وحید الزمان نے سند کے رسید، واؤچر، بل، وثیقۂ قرض، رقعۂ قرض، بونڈ، طاقت، دستاویز وغیرہ معانی کا اضافہ کیا ہے(۳)۔

اور لفظ اسناد اسند سے مصدر ہے جس کا معنی بلند کرنا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے:

"أسند الحديث إلى قائله إذا رفعته إليه بذكر ناقله"(۴)

میں نے حدیث کو اس کے قائل کی طرف بلند کیا۔

سند و اسناد کا اصطلاحی مفہوم:

حافظ بدر الدین بن جماعۃ فرماتے ہیں:

"السند هوالإخبار عن طريق المتن وهو مأخوذ إما من السند و هوماارتفع و علا من سفح الجبل لأن المسنِد يرفعه إلىٰ قائله أو من قولهم فلان سند أي معتمد فسمي الإخبار عن طريق المتن سنداً لإعتماد الحفاظ في صحة الحديث و ضعفه عليه، و أما الإسناد فهو رفع الحديث إلىٰ قائله و المحدثون يستعملون السند والإسناد لشيئ واحد"(۵)

سند دراصل متن (TEXT) کے طریق کے بارے میں خبر دینا ہے اور سند یا تو اس سند سے ماخوذ ہے جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر بلند ہو جائے کیونکہ سند بیان کرنے والا (راوی) حدیث کو اس کے قائل کی طرف بلند کرتا ہے یا یہ (سند)

---

(۱) الفیومی، المصباح المنیر، ص:۲۹۱
(۲) ابن منظور، لسان العرب، ص:۲۲۰/۳
(۳) وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:۸۰۸
(۴) الجزائری، توجیہ النظر، ص:۲۵
(۵) ابن جماعۃ، المنہل الروی، ص:۲۹ ◉ الطیبی، الخلاصۃ فی اصول الحدیث، ص:۳۰ ◉ السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱/۴۱ ◉ ابن حجر، نزہۃ النظر، ص:۱۹ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۱۴

''فلان سند'' سے ماخوذ ہے۔یعنی فلاں شخص قابل اعتماد ہے چنانچہ متن کے ذریعے پہنچنے والی خبر کو سند اس لیے کہتے ہیں کہ حفاظ (حدیث) حدیث کی صحت اور اس کے ضعیف ہونے کا اعتماد اس (سند) پر ہوتا ہے اور اسناد کا معنی ہے کہ کسی حدیث کو اس کے قائل کی طرف منسوب کرنا اور محدثین کے ہاں سند اور اسناد کا مفہوم ایک ہے۔

علامہ جزائری نے سند کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"و سند الحديث هو ما ذكر قبل المتن ويقال له الطريق لأنه يوصل إلى المقصود هنا و هو الحديث" [۱]

حدیث کی سند سے مراد یہ ہے جو متن سے پہلے ذکر کی جائے اور اسے طریق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہی مقصود کی طرف پہنچاتی ہے جو کہ حدیث ہے۔

علم اسناد کی ابتدا:

مصطفیٰ اعظمی اسناد کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"يبدو أنه قد استعمل قبل الإسلام في نقل بعض الكتب أو بعض المعلومات منهج مايشبه الإسناد إلى حد مالكن دون إعطائه أية أهمية نجد مثال في كتاب اليهود المشنا مثلا ويبدو أن الإسناد قد استعمل إلىٰ حد ما في نقل الشعر الجاهلي أيضا لكن أهميته ظهرت في نقل الأحاديث النبوية فقط ووصلت إلىٰ منتهاها حتى قال ابن المبارك الإسناد من الدين". [۲]

معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام بعض کتب یا معلومات کی روایت میں ایسا طریقہ استعمال ہوتا تھا جو کسی حد تک اسناد کے مشابہ تھا لیکن اسے کوئی قابلِ ذکر اہمیت حاصل نہیں تھی۔اس کی مثال ہمیں یہود کی کتاب المشنا (MISHNA) میں ملتی ہے، نیز دورِ جاہلیت کی شعر و شاعری کی روایت میں بھی کسی حد تک اسناد کا استعمال ہوتا تھا۔لیکن اس کی اہمیت صرف احادیثِ نبویہ کی روایت کے بعد ہی ظاہر ہوئی اور اپنی انتہا تک پہنچی یہاں تک کہ ابن مبارک نے کہا کا اسناد دین سے ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت کی شعر و شاعری اور بعض کتب و معلومات وغیرہ کی روایت میں سند کا استعمال کسی حد تک پایا جاتا تھا [۳] لیکن یہ طریقہ شاذ و نادر ہونے کے ساتھ غیر واضح بھی تھا لیکن ظہورِ اسلام کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان حدیث عام ہوئی تو نقل حدیث کے سلسلہ میں سابقہ طریق کار (یعنی روایت میں سند کا استعمال) سے بھرپور استفادہ

---

[۱] الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۳۵

[۲] الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۲/۳۹۱

[۳] ناصر الدین، مصادر الشعر الجاہلی، ص: ۲۵۵

کیا گیا اور سند سے استفادہ کرنا ایک لازمی اور طبعی معاملہ تھا کیونکہ سنت مطہرہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہے جس کے نقل اور قبول میں حد درجہ احتیاط اور سختی کرنا ضروری تھا۔

عہدِ رسالت میں صحابہ کرامؓ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ وہ احادیث نبویہ کو ایک دوسرے تک پہنچاتے رہتے ہیں کیونکہ وہ حکم خداوندی کے تحت اس بات کے پابند تھے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون﴾ ①

اور یہ بات مناسب نہیں ہے کہ تمام مؤمنین جہاد کے لیے نکل جائیں ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت کے کچھ لوگ نکلیں تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم کے پاس لوٹیں تو انھیں ڈرائیں تاکہ وہ برے کاموں سے بچیں۔ ②

نیز نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دین کی تبلیغ اور اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا تھا③'' مثلاً:

صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کو بہ طریقِ اُحسن ادا فرمایا اور ایک دوسرے کی عدم موجودگی میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث سن کر انھیں دوسروں تک پہنچایا۔

امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں ایک باب "باب التناوب في العلم" کے عنوان سے قائم کیا ہے۔اور اس میں حضرت عمرؓ کا قصہ بیان فرمایا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

---

① التوبۃ: ۹/۱۲۲

② اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں عبداللہ بن عبید بیان کرتے ہیں: ((كان المؤمنون يحرضهم على الجهاد إذا بعث رسول الله ﷺ سرية خرجوا فيها وتركوا النبي ﷺ بالمدينة في رقة من الناس)) آنحضرت ﷺ مومنوں کو جہاد پر ابھارا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب کسی قافلہ کو جہاد کے لیے بھیجتے تو صحابہ کرامؓ اس (جہاد) کے لیے نکلتے اور نبی ﷺ کو مدینہ منورہ میں کچھ لوگوں کے پاس چھوڑ جاتے تھے۔ السیوطی، الدر المنثور، ص: ۴/۳۲۳ ◉ الرازی، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۶/۱۹۱۰

③ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ((......وليبلّغ الشاهد الغائب)) حاضر شخص غائب کو (علم) پہنچائے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلّغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳ ◉ ابن حنبل، المسند، ص ۱/ ۴۳۷؛

نیز آپ ﷺ کا ارشاد: ((ألا ليبلغ الشاهد الغائب)) خبردار (آگاہ رہو) حاضر شخص غائب کو پہنچائے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلّغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۱/ ۴۳۷؛

آپ ﷺ نے وفدِ عبدالقیس کو تعلیم دینے کے بعد ارشاد فرمایا: ((...... احفظوه و أخبروه من ورآء كم)) اسے یاد رکھو اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی اطلاع دو۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحريض النبي ﷺ و فد عبدالقيس، حدیث نمبر ۸۷، ص: ۲۰

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((نضر الله امراء سمع منا شيئا فبلّغه كما سمعه....)) اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا اور اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا۔ الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حدیث نمبر ۲۶۵۷، ص: ۶۰۳

اور آپ ﷺ کا فرمان: ((نضر الله امراء سمع مقالتي فوعا ها و حفظها و بلّغها...)) الترمذي، الجامع الترمذي، كتاب العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث نمبر ۲۶۵۸، ص: ۶۰۳

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد کیا اور اس کی حفاظت کی اور اسے دوسروں تک پہنچا دیا۔''

((كنت أنا وجار لي من الأنصار في بني أمية بن زيد۔ وهي من عوامي المدينة۔ وكنا نتناوب النزول على رسول الله ﷺ ينزل يوما و أنزل يوما فإذا نزلت جئته بخبر ذلك اليوم من الوحي وغيره و إذا نزل فعل مثل ذلك......)) ①

میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ جو مدینہ کے کنارے بنی امیہ بن زید (بستی) میں رہتا تھا ہم باری باری رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن وہ آتا اور دوسرے دن میں آتا اور جب میں آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا تو میں اس دن کی خبر وحی وغیرہ لے آتا (اور اپنے ساتھی کو بتاتا) اور جب وہ آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا وہ بھی میری طرح کرتا (یعنی مجھے اس دن کے بارے میں خبر دیتا)۔

اسی طرح حضرت سلیطؓ کا قصہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں زمین کا کچھ حصہ دیا، چنانچہ اس کے بعد حضرت سلیطؓ زمین کی دیکھ بھال کرنے کے لیے جاتے اور جب واپس لوٹتے تو صحابہ کرامؓ انھیں فرماتے:

"لقد نزل بعدك من القرآن كذا و كذا وقضى رسول الله ﷺ في كذا و كذا قال فانطلق إلى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله إن هذه الارض التي اقطعتنيها قد شغلتني عنك فاقبلها مني فلا حاجة لي في شيئ يشغلني عنك...." ②

تمھارے بعد (عدم موجودگی میں) قرآن کریم کا فلاں فلاں (حصہ) نازل ہوا، رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں فیصلہ صادر فرمایا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا یہ زمین جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے اس نے مجھے آپؐ (کی احادیث) سے مشغول کر دیا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں مجھ سے لے لیں کیونکہ اس نے مجھے آپؐ سے مشغول کر رکھا ہے۔

حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں:

"ليس كلنا سمع حديث رسول لله ﷺ كانت لنا ضيعة و أشغال ولكن الناس كانوا لايكذبون يومئذ فيحدث الشاهد الغائب" ③

کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ہم سب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو سن نہیں سکتے تھے البتہ اس وقت ہم کسی کو جھٹلاتے نہیں تھے (حضور ﷺ کی مجلس میں) حاضر ہونے والا شخص غائب شخص کو حدیث بیان کر دیا کرتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب في العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص:۲۱

② ابو عبید، الاموال، ص:۲۷۲

③ الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، ص:۱/۱۲۷، ۹۵ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص:۹۲ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۵۳

" إنكم تقولون أكثر ابوهريرة" عن النبي ﷺ والله الموعد وتقولون ما للمهاجرين لايحدثون عن رسول الله ﷺ هذه الأحاديث و أن أصحابي من المهاجرين كانت تشغلهم أرضهم والقيام عليها و إني كنت امرأ مسكينا ألزم رسول الله ﷺ على ملأ بطني " ①

تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے زیادہ حدیث بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کا متمنی ہے اور تم کہتے ہو کہ مہاجرین کو کیا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ایک مسکین شخص تھا، رسول اللہ ﷺ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے:

" وكنت أكثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا و أحفظ إذا نسوا" ②

جب وہ غائب ہوتے تو میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر رہتا تھا اور میں (حدیث) یاد رکھتا تھا جب کہ وہ بھول جاتے تھے۔

اشعث بن سلیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابو ایوبؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بیان کرتے سنا تو انھوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں تو حضرت ابو ایوبؓ نے جواب دیا:

" إن أبا هريرة قد سمع ما لم نسمع و إني إن أحدث عنه أحب إليّ من أن أحدث عن رسول الله ﷺ يعني ما لم أسمعه منه " ③

بلاشبہ ابو ہریرہؓ نے (رسول اللہ ﷺ) سے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ان سے روایت کروں بہ نسبت اس کے کہ میں حضور ﷺ سے روایت کروں یعنی وہ جو میں نے ان سے نہیں سنا۔

ان ادلہ اور واقعات سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

اول: یہ کہ صحابہ کرامؓ احادیث نبویہ خود سن کر دوسروں تک پہنچانے میں کس قدر حریص واقع ہوئے تھے۔

دوم: یہ کہ صحابہ کرامؓ اپنی دوسری مصروفیات کی وجہ سے آپ ﷺ کی مجالس میں باری باری حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ جب ایک دوسرے کو رسول ﷺ کے حوالے سے بات سناتے ہوں گے وہ ضرور اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہوں گے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا۔ یا آپ ﷺ نے ایسا عمل کیا یا میں نے آپ ﷺ کو دیکھا، اس طرح دوسرا شخص جب تیسرے شخص کو حدیث بیان کرتا ہوگا جس نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا تو وہ لازماً اس کے قائل کا حوالہ دیتا ہوگا کہ فلاں حدیث

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ماجاء فی قول الله عزوجل ﴿فإذا قضيت الصلوٰة......﴾ حدیث نمبر ۲۰۴۷، ص: ۳۲۸

② ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۲۷۰ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۳۷۸ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۲۲۴

③ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/۴۳۶ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۰۹

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے یا فلاں صحابیؓ سے سنی ہے۔ اس طرح تیسرا شخص جو واقعہ کا چشم دید گواہ نہیں تھا اور اس نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے بلاواسطہ نہیں سنی بلکہ کسی دوسرے صحابیؓ سے سنی ہے۔ پھر وہ شخص اگر اس حدیث کو دوسروں تک نقل کرتا ہے یقیناً وہ ان قائلین کا ذکر ضرور کرتا ہوگا اور فی الواقع یہی اسناد ہے۔

مثلاً حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا نمائندہ ہمارے پاس آیا اور اس نے ہمیں یہ بتایا...... (۱)

عہدِ رسالت میں صحابہ کرامؓ نے حدیث کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا یہی راستہ اختیار کیا۔ تبلیغِ حدیث کے ان مختلف طرق نے اسناد کو جنم دیا اور یہ اس کا ابتدائی مرحلہ تھا۔

❁ حدیثِ نبوی میں اسناد کا باقاعدہ آغاز

گزشتہ سطور میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ عہدِ رسالت میں ہی اسناد کی داغ بیل پڑ چکی تھی لیکن حدیث میں اسناد کی باقاعدہ ابتدا شہادتِ عثمانؓ کے بعد ہوئی۔ جب فتنہ برپا ہوا اور مختلف فرقے اور گروہ وجود میں آ گئے تو نبی ﷺ کی احادیث کے بارے میں دروغ بیانی کا آغاز ہوا۔ صحابہؓ و تابعینؒ نے وضع حدیث کے ان رجحانات کا نہایت اہتمام سے سدّ باب کرتے ہوئے رواۃ حدیث سے سند طلب کرنے میں سختی کی اور حدیث بیان کرنے کے لیے صحیح سند کو ضروری قرار دیا۔

امام محمدؒ بن سیرین فرماتے ہیں:

"لـم يكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلىٰ أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلىٰ أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم" (۲)

لوگ اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنہ ظاہر ہوا تو علماء نے (رواۃ سے) کہا ان لوگوں کا نام ہمیں بتاؤ جن سے تم نے یہ حدیث سنی ہے۔ اس طرح جو سنت کا حامل ہوتا اس کی حدیث لے لی جاتی اور جو بدعتی ہوتا اس کی حدیث چھوڑ دی جاتی۔

اس بیان سے واضح ہے کہ امام محمد بن سیرین نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ظاہر ہونے والے فتنہ کو اسناد اور رجال حدیث کی تفتیش کا مبداء قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کے مابین اہلِ سنت اور اہلِ بدعت کا امتیازی خط بھی کھینچ دیا ہے۔

اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فتنۂ عثمانؓ سے قبل صحابہؓ و تابعین حدیث' روایت کرنے میں سند کا استعمال نہیں

---

(۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءة و العرض على المحدث، حدیث نمبر ۶۳، ص: ۱۵

(۲) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۰ ◎ الخطیب بغدادی، الکفایۃ، ص: ۱۲۲ ◎ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۸

کرتے تھے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سے قبل کبھی سند بیان کرتے اور کبھی ترک کر دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ اس زمانے میں صدق، امانت اور اخلاص کے حامل تھے اور اس کے پروردہ تھے ورنہ بے مثال ایسی واضح امثلہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ فتنہ سے قبل بھی احادیث کو سند کے ساتھ بیان کرتے تھے۔

مثلاً حضرت علیؓ، حضرت براءؓ بن عازب کو حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أن فاطمة أخبرته أن رسول الله ﷺ أمرها أن تحل فحلت ونضحت البيت بنضوح" (۱)

بیشک فاطمہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں چنانچہ انھوں نے احرام کھول دیا اور گھر کو صاف ستھرا کیا۔

اس طرح حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے مروی حدیث بیان کرتے تھے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں سنا تھا (۲)۔ اور پھر یہی حدیث دوسرے صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو بیان کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی سند سے حضرت رفاعہؓ بن رافع سے روایت کی ہے۔ حضرت رفاعہؓ بیان کرتے ہیں:

"كنت عند عمرؓ فقيل له إن زيدؓ بن ثابت يفتي الناس في المسجد وفي رواية. الناس برأيه في الذى يجامع ولا ينزل فقال أعجل به فأتى به فقال يا عدو نفسه أو قد بلغت أن تفتي الناس في مسجد رسول الله ﷺ برأيك قال ما فعلت ولكن حدثني عمومتي عن رسول الله ﷺ قال أي عمومتك قال ابیؓ بن كعب و ابو ایوبؓ ورفاعةؓ..." (۳)

میں حضرت عمرؓ کی مجلس میں تھا تو آپ کو کہا گیا کہ زیدؓ بن ثابت لوگوں کو مسجد میں فتویٰ دیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے اپنی رائے سے (لوگوں کو فتویٰ دیتے ہیں) اس شخص کے بارے میں جو مجامعت کرتا ہے لیکن اسے انزال نہیں ہوتا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا جلدی سے انھیں لایا جائے چنانچہ حضرت زیدؓ کو لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اس کے نفس کے دشمن کیا تمھیں یہ خبر مل چکی ہے کہ تم اپنی رائے سے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فتویٰ دیتے ہو تو حضرت زیدؓ نے جواب دیا میں نے ایسا نہیں کیا مجھے تو میرے چچا نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمھارے چچا کون ہیں؟ حضرت زیدؓ بن ثابت نے جواب دیا ابیؓ بن کعب، ابو ایوبؓ، رفاعہؓ۔

البتہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد صحابہؓ اور کبار تابعین اسناد کا شدت سے التزام کرنے لگے اور سند کے بارے میں ان کی یہ شدت

---

(۱) ابن عبدالبر، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۱۸۲

(۲) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۳۳۶/۲ ◎ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ص:۱۰۹/۸

(۳) ابن حنبل، المسند، ص:۱۱۵/۵

محض حدیث کو پایۂ ثبوت فراہم کرنے کے لیے تھی۔

امام مسلمؒ نے متصل سند سے امام مجاہدؒ کا قول بیان کیا ہے:

''کہ بُشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث بیان کرنا شروع کی کہنے لگے (قال رسول الله ﷺ قال رسول الله ﷺ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس کی طرف کوئی کان نہ دھرے اور نہ اس کی طرح متوجہ ہوئے۔ بُشیر عدوی کہنے لگے: میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور آپ اعراض کر رہے ہیں۔ ابنِ عباسؓ نے انھیں سمجھاتے ہوئے فرمایا ''ایک زمانہ ہم پر بھی یوں گزرا ہے کہ کوئی شخص جب یہ کہتا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تو ہماری نظریں بے ساختہ اٹھ جاتی تھیں اور اپنے کانوں کو اسی طرف جھکا لیتے تھے۔ (باقی رہا میرا یہ انداز) تو وجہ یہ ہے، ہم آپ ﷺ کی حدیث بیان کیا کرتے تھے مگر اس وقت آپ ﷺ کی طرف احادیث کو گھڑ کے جھوٹ بولنے کا رواج نہیں تھا۔ مگر اب لوگوں میں جھوٹ اور سچ کی تمیز جاتی رہی تو ہم نے حدیث بیان کرنا ترک کر دیا''۔[1]

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین حضرات بھی اسناد کے بارے میں سوال کرتے اور روایت بیان کرنے میں اس کا سختی سے التزام کرتے تھے۔ حافظ ابن عبدالبر اور رامہرمزی نے اپنی سند سے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے اور وہ شعبیؒ سے بیان کرتے ہیں۔ اور وہ ربیع بن خُثیم کا قول نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ((لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو على كل شيئ قدير)) دس بار کہے گا، اسے ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا''۔ شعبیؒ کہتے ہیں میں نے ربیع بن خُثیم سے عرض کی آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی۔ کہنے لگے عمرو بن میمون ازدی نے۔ میں عمرو بن میمون ازدی سے ملا، ان سے پوچھا یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ انھوں نے کہا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے، چنانچہ میں ابن ابی لیلیٰ سے ملا، ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ انھوں نے کہا صحابیِ رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے[2]۔

رامہرمزی نے اس روایت میں امام یحییٰ بن سعید کا یہ قول نقل کیا ہے:

" وهذا أول من فتش عن الإسناد "[3]

یہ (شعبی) پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسناد کے بارے میں تحقیق و جستجو کی۔

ابوالعالیہؒ کا قول ہے:

---

[1] المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۱۔ ص: ۱۰

[2] ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/۵۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۸

[3] الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۸

" كنا نسمع الرواية بالبصرة عن أصحاب رسول لله ﷺ فما رضينا حتى رحلنا إليهم فسمعناها من أفواههم " ①

ہم بصرہ میں صحابہ کرامؓ کے حوالے سے احادیث سنا کرتے تھے مگر ہمیں اس سے تسلی نہیں ہوتی تھی، ہم سوار ہو کر ان کے پاس (مدینہ) آتے اور ان سے براہ راست احادیث سنتے تھے۔

عتبہ بن ابی حکیم بیان کرتے ہیں: ''میں اسحاق بن ابی فروہ کے پاس بیٹھا تھا، ان کے پاس امام زہریؒ بھی تشریف فرما تھے چنانچہ ابن ابی فروہ کہنے لگے:

" قال رسول الله ﷺ، قال رسول الله ﷺ " (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا)

تو امام زہری نے ان سے کہا:

" قاتلك الله يا ابن ابى فروة ما أجرأك على الله، لا تسند حديثك تحدثنا بأحاديث ليس لها خطم ولا أزمة " ②

اے ابن ابی فروۃ اللہ تجھے غارت کرے تمھیں اللہ پر (جھوٹ باندھنے) کی جرأت کس نے دی کہ تم اپنی حدیث کی سند بیان نہیں کرتے، تم ہمیں ایسی احادیث بیان کرتے ہو جس کی کوئی لگام اور نکیل (سند) نہیں ہے۔

غرضیکہ تابعین نے اسناد کے بارے میں پختگی کا مظاہرہ کیا اور اس میں وہ ایسے نمایاں رہے جیسے دوسرے علوم میں نمایاں تھے۔

حدیث کے لیے سند ایک لازمی امر بن گئی اور اس بارے میں وہ ایک دوسرے کو نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔

ہشام بن عروہ اپنے ایک ساتھی کو سند کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" إذا حدثك رجل بحديث فقل عمن هذا " ③

جب تمھیں کوئی حدیث بیان کرے تو اس سے پوچھا کرو کہ یہ (حدیث) کس سے بیان کر رہے ہو۔

وقت کے ساتھ ساتھ اسناد ہر عام و خاص کی ضرورت بن گئی۔ کسی بھی بات کی صحت جاننے کے لیے علماء ہی نہیں بلکہ عام افراد بھی سند کے بارے میں پوچھنے لگے۔

① ابن عبدالبر، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۶۸

② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ٦ ⊙ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳/ ۳۶۵

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/ ۳۴

امام اصمعی ① کہتے ہیں میں ابن عیینہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اتنے میں ایک دیہاتی آیا، اس نے حال پوچھتے ہوئے کہا شیخ نے صبح کیسی کی تو سفیان نے کہا الحمد للہ خیریت سے کی، چنانچہ وہ بدو کہنے لگا کہ جناب یہ بتائیے کہ ایک عورت کو مناسک حج کے دوران بیت اللہ کے طواف سے قبل حیض آ گیا تو وہ کیا کرے؟ سفیان نے کہا وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے تمام افعال ادا کرے گی اعرابی نے کہا کیا کوئی نمونہ ہے؟ سفیان نے کہا جی ہاں حضرت عائشہؓ کو طواف سے قبل حیض آ گیا تھا تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ طواف کے علاوہ باقی تمام مناسک حج ادا کریں، اعرابی کہنے لگا کیا آپؒ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہے؟ سفیان نے فرمایا جی ہاں مجھے یہ حدیث عبدالرحمٰن بن قاسم انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے بیان کی ہے۔ اعرابی نے کہا آپ نے بہت اچھا نمونہ پیش کیا اور اچھے طریقے سے روایت بیان کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مزید رہنمائی فرمائے'' ②۔

محدثین کرام نے حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے جو دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا وہ حدیث کے لیے اسناد کو لازمی قرار دیا اور انھوں نے کوئی روایت بغیر اسناد کے قبول نہیں کی۔

❁ علم الاسناد (Chain of Transmitters) کی اہمیت

دینِ اسلام میں اسناد کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیم کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ کیونکہ درحقیقت اسی کی بدولت امت نے اس دین کو صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا جنھوں نے اسے محمد ﷺ سے حاصل کر کے امت تک پہنچایا اور آپ ﷺ نے دینِ اسلام کو بالواسطہ (جبرئیل امین) یا بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا۔

ذیل میں اسناد کی اہمیت قرآن وسنت آثار صحابہؓ وتابعین وتبع تابعین اور اقوال علماء کی روشنی میں بیان کی جا رہی ہے۔

ا۔ اسناد کی اہمیت قرآنِ کریم کی روشنی میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إيتوني بكتاب من قبل أو أثرة من علم إن كنتم صدقين﴾ ③

اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء کرام) سے کوئی روایت پیش کرو ④۔

آیت کریمہ میں لفظ 'أثرة' کا لغوی مفہوم۔

---

① آپ کا نام عبدالملک بن قُریب اور ابوسعید کنیت ہے۔ آپ کے اجداد میں اصمع نامی ایک شخص تھا جس کے نام پر آپ اصمعی کہلاتے ہیں۔ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ عرب کے بہت بڑے عالم تھے۔ ۲۱۶ھ کو فوت ہوئے۔ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۴۱۰ ◉ ابن حزم، جمہرۃ الانساب، ص: ۲۴۴ ◉ القفطی، إنباہ الرواۃ، ص: ۲/۱۹۷ ◉ الانباری، نزہۃ الالباء، ص: ۱۵۰

② الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۰۴

③ الاحقاف، ۴/۴۶:

④ اس آیت کریمہ میں نبی ﷺ کی زبانی مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو ذرا ان کے بارے میں مجھے خبر تو دو کہ ان کے دعویٰ (کہ انھوں نے زمین میں کوئی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں پائی جانے والی کسی چیز کی تخلیق میں ان کا حصہ ہے جس کے سبب وہ عبادت کے مستحق ہیں) یا قرآن کریم سے پہلے تمھارے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب آئی ہے، جس میں تمھارے عقیدہ کے صحیح ہونے کی دلیل پائی جاتی ہے۔ یا اقوام گذشتہ کے علوم کا کوئی حصہ تمھارے پاس ہے جس میں یہ شہادت موجود ہے کہ تمھارے جھوٹے معبود عبادت کے مستحق ہیں، اگر تم سچے ہو تو کوئی بھی دلیل تو لاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارے پاس عقلی یا نقلی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

''أثرۃ سے مراد وہ خوبی ہے، جو آباء واجداد سے اولاد کی طرف منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ اور اِسے بقیۃ العلم کو بھی کہتے ہیں جو منقول ہوتا چلا آتا ہے جیسے کہ اثرۃ و آثار کا مفہوم ہے''①۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ لفظ اثرۃ روایت کے مفہوم میں ہے۔

امام شوکانی نے لفظ اثرۃ کی شرح یوں بیان کی ہے:

" أصل الكلمة من الأثر وهى الرواية يقال أثرت الحديث آثره أثرة و أثراً " ②

یہ لفظ (أثرۃ) اثر کے مادہ سے ہے جو روایت کے معنی میں ہے۔ جب کسی دوسرے سے کوئی بات نقل کی جائے اس موقع پر" أثرت الحديث و أثره أثرة و اثارة" بولتے ہیں۔

حضرت عطاءؒ بن ابی رباح ﴿أو ثرة من علم﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

" أوشيئ تأثرونه عن نبى كان قبل محمد ﷺ" ③

یا کوئی ایسی چیز پیش کرو جس کو تم محمد ﷺ سے پہلے کسی نبی سے روایت کرتے ہو۔

مفسر قرآن حضرت مقاتلؒ بھی تقریباً یہی معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" أو رواية من علم عن الأنبياء" ④

یا انبیاء سے علم کی کوئی روایت پیش کرو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مشرکین سے ان کے شرک کے ثبوت میں دو چیزیں طلب کی گئیں ہیں:

۱) کسی گذشتہ کتاب سے اپنے دعویٰ کی دلیل لاؤ۔

۲) کوئی ایسی روایت پیش کرو جس کی بنیاد علم پر ہو۔

یہ ظاہر ہے کوئی بھی روایت راوی کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی اس لیے سند کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کسی کلام کی صحت یا عدم صحت واضح نہیں ہوسکتا۔

اسی لیے امام مطر الورّاق قولہ باری تعالیٰ ﴿أو أثارة من علم﴾ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

" اسناد الحديث سنة بالغة مؤكدة" ⑤

(اس سے مراد) حدیث کی اسناد ثابت شدہ سنت ہے۔

① الفیروز آبادی، القاموس، ص: ۱/۳۶۲
② الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۴
③ الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۴
④ الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۴
⑤ ابن کثیر، القرآن العظیم، ص: ۳/۱۱۲

۲۔ اسناد کی اہمیت، سنت کی روشنی میں

نبی ﷺ نے حج کے موقع پر "یوم النحر" کو خطبہ دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

((.. لیبلّغ الشاهد الغائب فإن الشاهد عسىٰ أن یبلّغ من هو أوعیٰ له منه)) (۱)

جو حاضرین ہیں وہ میری باتیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں، ایسا ممکن ہے کہ حاضر کی نسبت غائب زیادہ قوتِ حافظہ کا مالک ہو۔

اس حدیث میں غائب سے دو قسم کے لوگ مراد ہو سکتے ہیں:

اول: وہ لوگ جو اس وقت آپ ﷺ کی مجلس میں موجود نہیں تھے۔

دوم: بعد میں آنے والی نسلیں۔

اس لیے صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اقوال و افعال وغیرہ کو اپنے ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) کو جو اس وقت آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں تھے اور اپنے بعد والے لوگوں (تابعین) تک پہنچایا، تابعین نے سنت مطہرہ کا یہ ذخیرہ اپنے تلامذہ (تبع تابعین) کو منتقل کیا۔ اس طرح احادیث مبارکہ سند کے ذریعے امت کے ہر فرد تک بحفاظت پہنچ گئی۔

اس حدیث مبارکہ سے جہاں علم کا دوسروں تک پہنچانا اور اس کی نشر و اشاعت کا حکم ثابت ہوتا ہے اسی طرح سند کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے کہ سند ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے ایک طرف اس حکم کی بجا آوری ہوتی ہے اور دوسری طرف اسی کے توسط ہی سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال وغیرہ امت تک بغیر کسی تغیر و تبدیلی کے پہنچے ہیں۔

۲) حضرت ابنِ عباسؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تسمعون و يُسمع منكم ويُسمع ممن يسمع منكم)) (۲)

تم مجھ سے سنتے ہو جو تم سے سنا جائے گا اور جنھوں نے تم سے سنا ان سے آگے بھی سنا جائے گا۔

اس حدیث میں نبی ﷺ جہاں اپنے صحابہ کرامؓ کے دینِ اسلام کے حاصل کرنے اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم دے رہے ہیں وہاں آپ ﷺ کا فرمان اس بات کی بھی نشاندہی کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث اسناد کے ذریعے ہی دوسروں تک پہنچائی جائیں گی اور ابلاغ کا یہ طریقہ نہایت ہی موزوں اور قابل اعتماد ہے۔

---

(۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلَّغ أوعیٰ من سامع، حدیث نمبر ۶۷، ص: ۱۶

(۲) ابو داود، سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵

◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۳۲۱ ◉ الرامهرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۷

۳۔ اسناد کی اہمیت، آثارِ صحابہؓ کی روشنی میں

۱) حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا قول ہے:

"إن الشيطان يتمثل فى صورة الإنسان فيأتى القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون فيقول الرجل منهم سمعت رجلا أعرف وجهه لا أدرى ما اسمه يحدث" ①

بیشک شیطان انسانی بھیس میں لوگوں کے پاس آتا ہے اور انھیں جھوٹی باتیں سناتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ انھی میں سے ایک شخص کہتا ہے میں نے کسی سے یہ بات سنی ہے، اس کی صورت پہچانتا ہوں مگر میں اس کا نام نہیں جانتا ہوں۔

حضرت ابنِ مسعودؓ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ کسی کی بات پر یقین اور اعتماد کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے بارے میں اچھی طرح واقفیت ہو کہ وہ کیسا شخص ہے اور وہ اپنی بات کس شخص کے حوالہ سے بیان کر رہا ہے۔ صرف صورت شناسی کافی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اس شخص کی بات کو تب تسلیم کیا جائے جب اس کی بات کی بنیاد سند پر ہوگی ورنہ اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔

اور جب عام بات چیت کے بارے میں سند کی اہمیت اس قدر مسلّم (Anthantic) ہے تو حدیثِ نبوی کے بارے میں سند کی اہمیت ہر چند زیادہ ہے۔

۲) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"كان عمرؓ يأمرنا أن لا نأخذ إلا عن ثقة" ②

حضرت عمرؓ ہمیں ثقہ رواۃ سے حدیث اخذ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کا مطلب بالکل واضح ہے کہ کسی سند میں ثقہ رواۃ موجود ہیں تو ان سے حدیث لی جائے گی اور جس سند میں غیر ثقہ رواۃ ہیں ان سے حدیث ہرگز نہ لی جائے گی۔

۳) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا قول ہے:

"... فلما ركب الناس الصعب و الذلول لم نأخذ من الناس إلا ما نعرف" ③

جب لوگوں نے طریقہ محمود و مذموم (سچ اور جھوٹ) کو ملانا شروع کیا تو ہم نے معروف لوگوں سے احادیث اخذ کیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگوں نے صحیح اور ضعیف روایات کے مابین امتیاز ختم کر دیا تو ہم

---

① المسلم، الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۷، ص: ۹ ◉ البیہقی، معرفة السنن والآثار، ص: ۱/۱۴۰

② البیہقی، معرفة السنن والآثار، ص: ۱/۱۴۰

③ المسلم، الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹

نے معروف رواۃ کے توسط (اسناد) کے ذریعے جو روایات ہم تک پہنچی انھی کو لیا ہے۔ غیر معروف رواۃ سے منقول شدہ روایات کو ہم نے ترک کر ڈالا۔

۴) نیز آپ کا قول ہے:

"إن هذا العلم دين فانظروا عمّن تأخذون دينكم" ①

بلاشبہ یہ علم دین ہے، دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے لے رہے ہو۔

۵) حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے:

"بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع" ②

کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔

ان اقوال اور احادیث سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بات کو بلا سند (سنی سنائی) بات کو آگے بیان کر دیتا ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ کیونکہ عموماً لوگ سچ اور جھوٹ سنتے ہیں اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف سچ ہی سنے اور جھوٹ کبھی نہ سنے لہٰذا اس کی بات اس وقت قابلِ قبول اور مسلّم ہو گی جب وہ اسے سند کے ساتھ بیان کرے گا۔

۴۔ اسناد کی اہمیت' اقوال تابعین و تبع تابعین کی روشنی میں

۱) مشہور تابعی محمد بن سیرین کا قول ہے:

"إن هذا العلم دين فانظروا عمّن تأخذون دينكم" ③

بلاشبہ یہ علم دین ہے، دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے لے رہے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ دین ان لوگوں سے حاصل کیا جاتا ہے جن کی دین داری پر اعتماد ہو اور لوگوں پر اعتماد کرنے کا طریقہ صرف سند ہی ہے۔ کیونکہ سند کے ذریعے ہی صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ جس پر احکام کی معرفت اور دین کی تعلیمات کا انحصار ہے۔

۲) امام زہریؒ جب بھی حدیث بیان کرتے تو سند ضرور ذکر کرتے تھے اور فرماتے:

---

① ابن حبان، المجروحین، ص:۲۱۔ اسی طرح کا ایک قول حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ المجروحین، ص:۲۲

② المسلم، الصحیح، باب النهی عن الحدیث بكل ماسمع، حدیث نمبر ۹، ۱۱، ص:۸

اسی مفہوم میں ایک مرفوع حدیث بھی منقول ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں: ((كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع))

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بیان کرے۔ المسلم، الصحیح، باب النهی عن الحدیث بكل ماسمع، حدیث نمبر ۷، ص:۸

③ المسلم، الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۲۶، ص:۱۰۔ اسی طرح یہ قول زید بن اسلم، حسن بصری، ضحاک، ابراہیم نخعی سے بھی منقول ہے، ابن حبان المجروحین، ص:۲۱۔۲۲

"لا يصلح أن يرقى السطح إلا بدرجة" ① چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا مناسب نہیں۔

۳) امام عبداللہؒ بن مبارک کا قول ہے:

"الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء" ②

سند کا تعلق دین سے ہے۔ (کہ اس کے ذریعے دین منقول ہوا ہے اور سند ہی سے سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط کی تمیز کی جاتی ہے) اور اگر سند نہ ہوتی تو پھر جس کے دل میں جو کچھ آتا (وہ دین اور حدیث کے نام سے) پیش کرتا۔

۴) نیز امام عبداللہؒ بن مبارک کا قول ہے:

"بيننا وبين القوم القوائم يعني الإسناد" ③

ہمارے اور قوم (فرق باطلہ) کے مابین امتیاز صرف اسناد کا ہے۔

حدیث کو حیوان کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح حیوان بغیر پاؤں کے کھڑا نہیں ہوسکتا اسی طرح حدیث بھی بغیر سند کے قابلِ قبول نہیں ہوسکتی ہے۔ اور یہ کہ سند کا امتیاز صرف ہمارا ہے اہل باطل کے ہاں سند کا کوئی وجود نہیں ہے۔

۵) امام سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

"الإسناد سلاح المؤمن إذا لم يكن معه سلاح فبأى شيئ يقاتل" ④

سند مؤمن کا ہتھیار ہے اگر اس کے پاس ہتھیار نہ ہو تو وہ کس چیز سے لڑے گا۔

۶) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

"ماذهاب العلم إلا ذهاب الإسناد" ⑤ سند گئی تو علم گیا۔

۷) امام شعبہؒ بن الحجاج کا قول ہے:

"كل حديث ليس فيه حدثنا أو أخبرنا فهو خل وبقل" ⑥

جس حدیث میں حدثنا یا اخبرنا (یعنی سند) نہ ہو اس کی حیثیت ساگ سبزی سے زیادہ نہیں ہے۔

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۶

② المسلم، الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۳۲، ص:۱۱
◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۲۰۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۱۶

③ المسلم، الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۳۲، ص:۱۱

④ ابن حبان، مقدمۃ المجروحین، ص:۱/۲۷ ◉ الخطیب، شرف اصحاب الحدیث، ص:۴۲

⑤ ابن عبدالبر، التمہید، ص:۱/۵۷

⑥ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۱۷ ◉ السمعانی، أدب الاملاء والاستملاء، ص:۷
جبکہ ابن الأثیر، جامع الأصول، ص:۱/۵۹ میں (طل وثقل) کے الفاظ ذکر کیے ہیں جو طل وبقل سے محرف ہیں۔

۸) نیز آپ سے منقول ہے:

"كـل حديث ليس فيه حدثنا و أخبرنا فهو مثل الرجل با الفلاة معه البعير ليس له خطام" ①

ہر وہ حدیث جس سے حدثنا اور اخبرنا (کے الفاظ) نہیں وہ اس شخص کی مثل ہے جو چٹیل میدان میں ہے اور اس کے پاس بغیر لگام کے اونٹ ہے۔

۹) امام مالکؒ اور ضحاکؒ بن مزاحم سے مروی ہے:

" إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذونه " ②

بیشک یہ علم دین ہے دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے اخذ کرتے ہو۔

۱۰) امام شافعی فرماتے ہیں:

" مثـل الذی يطلب الحديث بلا اسناد كمثل حاطب ليل يحمل حزمة حطب وفيه أفعى وهو لا يدرى" ③

جو شخص بغیر اسناد کے حدیث طلب کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو رات کو لکڑیاں اکٹھی کر کے اس کا گٹھا اٹھاتا ہے اور اسی میں گنجہ (زہریلا) سانپ بھی ہے اور اسے اس کا علم نہ ہو۔

۱۱) مدائنی کا قول ہے:

" سمع أعرابی رجلاً يحدث بأحاديث غير مسندة فقال لِمَ ترسلها بلا أزمة ولا خطم" ④

ایک اعرابی نے ایک شخص کو سنا جو بلا سند احادیث بیان کر رہا تھا تو اس اعرابی نے کہا تم بغیر لگام اور نکیل (سند) کے احادیث کیوں بیان کر رہے ہو۔

۵۔ اسناد کی اہمیت' اقوالِ علماء کی روشنی میں

۱) ابوعلی حسین بن محمد الجیلانی فرماتے ہیں:

" خـص الـلـه تـعـالـیٰ هـذه الأمة بثلاثة أشياء لم يعطها من قبلها الإسناد و

---

① ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷

② ابن عبدالبر، التمہید، ص:۱/۶۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۱۵ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۱۲۱

③ الشافعی، الرسالۃ، ص:۳۰۷

④ الخطیب، الکفایۃ، ص:۴۰۳

الأنساب والإعراب " (۱)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین اشیاء سے ممتاز کیا جو ان سے پہلے کسی امت میں نہیں پائی گئی۔ اسناد، انساب اور اعراب۔

۲) امام ابن حزمؒ سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

" نقل الثقة عن الثقة يبلغ به النبي ﷺ مع الإتصال، نقلا خص الله عزوجل به المسلمين دون سائر أهل الملل كلها.... وأما مع الإرسال و الإعضال فمن هذا النوع كثير من نقل اليهود بل هو أعلى ما عندهم إلا أنهم لا يقربون فيه من موسىٰ عليه السلام كقربنا فيه من محمد ﷺ بل يقفون بحيث يكون بينهم وبين موسىٰ أكثر من ثلاثين عصراً في أزيد من ألف و خمس مائة وإنما يبلغون بالنقل إلى شمعون ونحوه و أما النصارىٰ فليس عندهم من صفة هذا النقل إلا تحريم الطلاق وحده فقط على أن مخرجه من كذاب قد صح كذبه " (۲)

ایک ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے کسی چیز کا یوں نقل کرنا کہ ثقاہت کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچے یہ خصوصیت تمام اقوام میں صرف مسلمانوں کو حاصل ہے۔ باقی منقطع روایات کا سلسلہ تو یہود کی کتب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتنے قریب نہیں پہنچ پاتے جتنا ہم محمد ﷺ کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین تیس زمانوں سے زیادہ عرصہ کا سقوط نظر آتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ شمعون تک پہنچ پاتے ہیں۔ رہے نصاریٰ اولاً ان کے ہاں کوئی ایسی بات ہی نہیں ملتی جو سند نام کی ہو ماسوائے صرف طلاق کے جس کی بنیاد بھی جھوٹ پر ہے اور اس کا جھوٹ ہونا ثابت ہے۔

۳) ابوعبداللہ الحاکم فرماتے ہیں:

" فلولا الإسناد وطلب هذهِ الطائفة له وكثرة مواظبتهم علىٰ حفظه لدرس منار الإسلام و لتمكن أهل الإلحاد و البدع فيه بوضع الأحاديث وقلب الأسانيد فإن الأخبار إذا تعرت عن وجود الأسانيد فيها كانت بتراً " (۳)

اگر اسناد نہ ہوتی اور یہ طائفہ (محدثین) اسے طلب نہ کرتے اور اس کے حفظ پر ہیشگی نہ کرتے تو اس کا مینارہ مٹ جاتا، ملحدین اور اہلِ بدعت کو احادیث وضع کرنے اور اسانید کو الٹ پلٹ کرنے کا موقع مل جاتا کیونکہ جو اخبار (احادیث) اسانید سے خالی ہوں وہ ناقص ہوتی ہیں۔

---

(۱) السیوطی، تدریب الراوی، ص:۲/۱۶۰

(۲) ابن حزم، الفصل فی الملل، فصل كيف تم نقل القرآن و أمور الدين، ص:۲/۲۱۹

(۳) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۶

۴) قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

" واللّٰه أكرم هذه الأمة بالإسناد لم يعطه لأحد غيرها فاحذروا أن تسلكوا مسلك اليهود و النصارىٰ فتحد ثوا بغير اسناد فتكونوا سالبين نعمة اللّٰه عن أنفسكم ......" ①

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسناد کے ذریعے عزت بخشی اور یہ عزت کسی اور کو نہیں دی، تم یہود و نصاریٰ کی راہ چلنے سے بچو یعنی تم بغیر سند کے حدیث بیان کرنا شروع کردو اگر تم ایسا کرو گے تو تم اپنے پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ختم کردو گے۔

۵) امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

" الإسناد من خصائص هذه الأمة و هومن خصائص الإسلام ثم هو في الإسلام من خصائص أهل السنة والرافضة أقل عناية به إذ لا يصدقون إلا بما يوافق أهواء هم وعلامة كذبه أنه يخالف هوا هم " ②

اسناد اس امت اور اسلام کی ایک خصوصیت ہے اور پھر اسلام میں یہ خصوصیت اہل سنت کو حاصل ہے۔ کیونکہ رافضہ اس کا بہت کم اہتمام کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اپنی خواہشات کے موافق چیزوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں جھوٹ کی علامت ان کی خواہشات کے مخالف ہونا ہے۔

۷) ملا علی قاریؒ کا قول ہے:

" أصل الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هذهِ الأمة و سنة بالغة من السنن المؤ كدة بل من فروض الكفاية " ③

اسناد دراصل اس امت کی بہت بڑی خصوصیت ہے اور سنن مؤکدۃ بلکہ فرض کفایہ کی بہت بلیغ سنت ہے۔

اسناد کی اہمیت کے بارے میں مزید اقوال کے لیے ''موقف العقل''، ''القول الفصل'' اور ''المقالات العلمیۃ'' ملاحظہ فرمائیں ④۔

① عبدالحی، فہرس الفھارس والأثبات، ص:۱/۵۰
② ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، ص:۴/۱۱
③ القاری، مرقاۃ المفاتیح، ص:۱/۲۱۸
④ مصطفی، موقف العقل، ص:۴/۸۷ ◉ مصطفی، القول الفصل، ص:۶۷ ◉ المعلمی، المقالات العلمیۃ، ص:۲۳۴، ۲۵۳

علم الجرح والتعدیل کا مفہوم، مشروعیت اور اس کی اہمیت

جرح وتعدیل کا لغوی مفہوم:

لغت میں جرح کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

۱۔ زخمی کرنا مثلاً شاعر کہتا ہے:

جراحات السنان لها التيام　　و لا يلتام ما جرح اللسان ①

نیزوں کے زخم تو بھر جاتے ہیں مگر زبان کے زخم نہیں بھرتے۔

حدیث شریف میں ہے:

((العجماء جرحها جبار)) ②

حیوانوں کا زخم رائیگاں ہے۔

اسی لیے زخموں کا علاج کرنے والے اور ان کو چیرنے پھاڑنے والے کو جراح (Sergeon) کہتے ہیں۔

۲۔ عیب لگانا، مرتبہ گھٹانا۔ کہا جاتا ہے:

"جرح الشهادة" ③

اس نے گواہی پر عیب لگا دیا یعنی باطل کر دی۔

ابن منظور رقمطراز ہیں:

ويقال جرح الحاكم الشاهد إذا عثر منه على ما تسقط به عدالته من كذب وغيره ④

کہا جاتا ہے کہ حاکم نے گواہ پر جرح کی جب حاکم کو اس (گواہ) کے بارے میں کسی امر کی اطلاع ملی ہو جس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے مثلاً جھوٹ وغیرہ

۳۔ کمانا، ارتکاب کرنا کہا جاتا ہے

"ماله جارحة أي ما له كاسب" ⑤

اس کا کمانے والا کوئی نہیں ہے۔

---

① الشافعی، دیوان الشافعی، ص:۵۱

② ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الدیات، باب العجماء والمعدن والبئر جبار، حدیث نمبر ۴۵۹۳، ص:۶۴۹

③ الملیاوی، مصباح اللغات، ص:۱۰۷

④ ابن منظور، لسان العرب، ص:۲/۴۲۲

⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص:۲/۴۲۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وهو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنهار﴾ [1]

وہی ذات ہے جو تمہیں رات کو فوت کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم دن کو کماتے ہو۔

مؤخر الذکر معنی کے علاوہ لفظ 'جـرح' کے پہلے دو معانی عرفی اور اصطلاحی مفہوم کے قریب تر ہیں، یعنی کسی شخص کے عیب اور اس کے نقائص بیان کرنے کو جرح کہتے ہیں۔

جبکہ لفظ تعدیل' عدل سے مشتق (Derived) ہے جو کہ ظلم کی ضد ہے۔

درج ذیل معانی کا مفہوم دیتا ہے:

۱۔ سیدھا کرنا' برابر کرنا: کہا جاتا ہے:

"عدل السهم" [2]

اس نے تیر کو سیدھا کیا۔

نیز "عدل بین الشیئین" [3]

اس نے دو چیزوں کے درمیان برابری کی۔

۲۔ معتبر یا عادل قرار دینا: کہا جاتا ہے

"عدل الشاهد" [4]

اس نے گواہ کو معتبر جانا۔

۳۔ انصاف کرنا: کہا جاتا ہے:

"عدل الحاکم فی الحکم" [5]

حاکم نے حکم میں انصاف کیا۔

گویا عدل سے مراد کسی شے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ہے، اور تعدیل کا معنی ہوگا۔ کسی کو معتبر یا عادل قرار دینا۔

جرح وتعدیل کا اصطلاحی مفہوم:

☆ امام حاکم اور خطیب بغدادی نے اس علم کی تعریف یوں بیان کی ہے:

علم جرح وتعدیل وہ علم ہے، جو خاص الفاظ کے ذریعے راویوں کی عدالت وثقاہت یا ان کے عیب و ضعف سے بحث کرتا ہے [6]۔

---

① الانعام: ۶/۶۰
② ابن منظور، لسان العرب، ص: ۲/۴۲۲
③ الفیلیادی، مصباح، ص: ۵۳۷
④ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۱/۴۳۲ ● الفیلیاوی، مصباح، ص: ۵۳۷
⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۱/۴۳۱
⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۰۱، ۱۸۱

☆ نواب صدیق حسن قنوجی رقمطراز ہیں:

''علم جرح وتعدیل وہ علم ہے، جس میں راویوں کی جرح اور ان کی تعدیل پر مخصوص الفاظ سے بحث کی جائے اور الفاظ کے اس فرق کی بنیاد پر ان کے مراتب وضع کیے جائیں''①۔

☆ بعض محدثین کے نزدیک رواۃ (حدیث) کو ایسی صفت سے متصف کرنے کو جرح کہا جاتا ہے جس سے ان کی روایت کمزور یا مردود ہو جائے۔ ایسی صفات سے متصف کرنے کو تعدیل کہتے ہیں جن سے ان کی روایت قابل قبول ہو②۔

☆ بعض اہلِ علم کے نزدیک

"هو علم يبحث فيه عن جرح الرواة و تعديلهم بألفاظ مخصوصة و عن مراتب تلك الألفاظ"③

علم جرح وتعدیل ایسے علم کو کہا جاتا ہے جس میں روایانِ حدیث پر بحیثیت قبول ورد، مخصوص الفاظ کے ذریعے گفتگو کی جائے اور ان الفاظ کے مراتب پر بحث کی جائے۔

علم الجرح والتعدیل کی شرعی حیثیت:

شریعت مطہرہ میں اس علم کے جواز پر بے شمار دلائل ہیں۔ ذیل سطور میں ازروئے قرآن، سنت نبوی اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں ان دلائل کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

نقد رجال: قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم نے واقعات اور اخبار کی صحت کے بنیادی اصول دیے ہیں:

پہلا اصول: کوئی واقعہ، خبر یا قول اس وقت تک صحیح قرار نہیں جب تک اس کے بارے میں مکمل تحقیق وتفتیش اور تثبیت نہ ہو۔

یہ اصول درج ذیل آیات کریمہ سے ملتا ہے:

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يأيها الذين أمنوا إن جآءكم فاسق بنبإ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم ندمين﴾ ④

اے ایمان والو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی

① القنوجی، ابجد العلوم، ص: ۲/۲۱۱
② القنوجی، الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ، ص: ۸۹
③ الرازی، مقدمہ کتاب الجرح والتعدیل، ص: ۲
④ الحجرات: ۴۹/۶

قوم کو نقصان پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

علامہ شوکانی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"والمراد من التبیین التعرف ومن التثبت الاناء وعدم العجلة والتبصر فی الأمر الواقع والخبر الوارد حتی یظهر" ①

تبیین سے مراد پہچان لینا، کھوج لگانا اور تثبیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جلد بازی سے گریز کیا جائے۔ خبر اور امرِ واقعہ میں بصیرت سے کام لینا، یہاں تک کہ حقیقت تک رسائی ہو جائے۔

امام قرطبیؒ اس آیت کریمہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"فی هذه الایة دلیل علیٰ قبول خبر الواحد إذا كان عدلا لأنه إنما أمر فیها بالتثبت عند نقل خبر الفاسق" ②

اس آیت میں خبر واحد کی خبر کو قبول کرنے کی دلالت ہے جبکہ وہ عادل ہو کیونکہ فاسق کی خبر کے نقل کرنے میں توثیق کرنے کا حکم ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"ومن هنا امتنع طوائف من العلماء من قبول روایة مجهول الحال لإحتمال فسقه فی نفس الأمر وقبلها الآخرون لأنا أمرنا بالتثبیت عند خبر الفاسق و هذا لیس بمحقق الفسق لأنه مجهول الحال" ③

اس آیت سے دلیل لیتے ہوئے بعض علماء نے مجہول الحال (جس کا حال معلوم نہ ہو) کی روایت قبول کرنے کی ممانعت کی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ یہ شخص حقیقت میں فاسق ہو جبکہ کچھ علماء نے ایسے شخص سے روایت لی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا واضح نہیں۔

علاوہ ازیں اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ④ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ جب تک پوری طرح تحقیق و تفتیش سے اصل حقیقت کی نقاب کشائی نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کی خبر پر اعتماد نہ کیا جائے۔

---

① الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۶۰/۵ ② القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ص: ۳۱۲/۱۶

③ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۲۰۸/۴

④ حارث خزاعی جب مسلمان ہوا تو اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا اپنی قوم کے مسلمانوں کی زکوٰۃ جمع کر کے رکھوں گا۔ آپ کا نمائندہ آکر مجھ سے وہ مال وصول کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عتبہ بن ابی معیط کو اس کام کے لیے بھیجا۔ لیکن وہ راستہ سے ہی واپس آ گیا، اور آپ ﷺ کو کہہ دیا کہ انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے، وہ جھوٹا تھا۔ اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ابن کثیر، تفسیر القرآن، ص: ۲۰۹/۴۔ امام بغوی نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں چند اور روایات بیان کی ہیں۔ البغوی، معالم التنزیل، ص: ۳۶۶/۱

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یـأیهـا الـذیـن آمنوا إذا ضربتم فی سبیل الله فتبینوا و لا تقولوا لمن ألقیٰ إلیکم السلٰم لست مؤمناً ....﴾ ①

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کرو اور جو شخص تمھیں سلام کہے اس کو یہ نہ کہو تم مؤمن نہیں۔

علامہ قرطبی اس آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"والتبیین التثبیت فی القتل واجب حضراً و سفراً ولا خلاف فیه و إنما خص السفر بالذکر لأن الحادثة التی فیها نزلت الآیة وقعت فی السفر" ②

حضر اور سفر میں قتل کے بارے میں تحقیق کرنا واجب ہے، اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہاں تحقیق کر لینے کا حکم سفر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لیکن سفر کی قید بیان واقعہ کے لیے ہے۔

یعنی یہ واقعہ جس کے متعلق آیت نازل ہوئی سفر میں پیش آیا ورنہ جس طرح تحقیق کا حکم سفر میں ہے اسی طرح حضر میں بھی ضروری ہے۔

☆ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وإذا جاء هم أمر من الأمن أوالخوف أذا عوابه ولوردوه إلیٰ الرسول وإلیٰ أولی الأمر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ....﴾ ③

اور جب انھیں امن یا خوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول اور اولی الامر کے سپرد کر دیتے تو ان میں تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"انکـار عـلـی من یبادر إلیٰ الأمور قبل تحققها فیخبر بها ویفشیها وینشرها وقد لا یکون لها صحة" ④

اللہ تعالیٰ نے تحقیق کر لینے سے قبل جلدی سے کسی کام کی اطلاع دینے اور اسے آگے پھیلانے کو ناپسند فرمایا ہے اور کبھی کبھار وہ خبر درست نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا تحقیق کر لینے سے قبل کسی کام کی اطلاع دینا اور اسے آگے پھیلانے کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔

① النساء: ۹۴/۴ ② القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ص: ۳۳۸/۵
③ النساء: ۸۳/۴ ④ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۵۲۹/۱

☆ واقعۂ افک (۱) کے بارے میں نازل ہونے والی آیت کریمہ:

﴿إن الذین جاؤا بالإفك ......﴾ (۲) سے اگلی آیت کریمہ

﴿ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خیراً وقالوا ھذا إفك مبین﴾ (۳)

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مؤمن مردوں اور عورتوں نے اپنے ہی جیسے مؤمن مردوں اور عورتوں کے بارے میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا۔

اور اسی مضمون سے متعلقہ آیت کریمہ:

﴿إذ تلقونه بألسنتکم وتقولون بأفواھکم ما لیس لکم به علم و تحسبونه ھینا وھو عندالله عظیم ○ لولا إذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا أن نتکلم بھذا سبحنك ھذا بھتان عظیم﴾ (۴)

جب تم لوگ اس بہتان کو ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے اور اپنی زبان پر ایسی بات لاتے تھے جس کا تمھیں کوئی علم نہیں تھا اور تم لوگ اسے ایک معمولی بات سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور جب تم لوگوں نے یہ جھوٹی خبر سنی تو کیوں نہیں کہا ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں۔ اے ہمارے رب تو تمام عیوب سے پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

واقعۂ افک کے ضمن میں نازل ہونے والی آیات کریمات میں مسلمانوں کو اخلاقی تربیت دی گئی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں بغیر کسی تحقیق وتثبیت کے برا گمان نہیں کرنا چاہیے۔ اور اگر کوئی بدطینت شخص ان میں سے کسی کے خلاف افتراء پردازی کرتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ کہ کسی بھی خبر کو بغیر تحقیق کیے مان لینا یا اسے دوسروں تک پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں قرآن حکیم نے واقعات اور اخبار کی صحت کا ایک اصول دیا ہے۔ اور وہ اصول یہ ہے کہ قبول اخبار و واقعات میں احتیاط، تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے اور کسی بات، خبر، واقعہ کو اس وقت تک قبول نہ کیا جائے جب تک وہ تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اترتا ہو۔

---

(۱) منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی سلول نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے خلاف افتراء پردازی کرتے ہوئے ان پر صفوان بن معطل انصاری کے ساتھ گناہ کا اتہام لگایا تھا۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص:۳/۲۶۸ ◉ الخازن، تفسیر الخازن، ص:۳/۳۳۹

(۲) النور:۲۴/۱۱ (۳) النور:۲۴/۱۲ (۴) النور:۲۴/۱۵-۱۶

دوسرا اصول: واقعات اور اخبار کی صحت کا دوسرا قرآنی اصول شرط عدالت سے متصف ہونا ہے۔

یعنی جو شخص عادل (۱) ہوگا، اس کا قول یا نقل کردہ خبر یا واقعہ مسلّم ہوگا۔

قرآن کریم میں جہاں گواہی (Witness) کا ذکر ہوا ہے وہاں عادل ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فإذا بلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف وأشهدوا ذوي عدل منكم﴾ (۲)

پس جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت کی انتہاء کو پہنچنے لگیں تو تم معروف طریقے سے انھیں روک لو یا انھیں خوش اسلوبی کے ساتھ جدا کر دو اور تم اپنے لوگوں سے دو عادل کو گواہ بنا لو۔

ایک دوسری آیت کریمہ میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یأیها الذین آمنوا شهادة بینکم إذا حضر أحدکم الموت حین الوصیة اثنن ذوا عدل منکم ......﴾ (۳)

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آ جائے تو وصیت کرتے وقت آپس میں گواہی کے لیے مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ بنا لو۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عادل شخص کی گواہی قابلِ قبول ہے جبکہ غیر عادل کی گواہی مردود ہے۔

انھی آیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

"أن الواجب علىٰ كل أحد عرف التمييز بين صحيح الروايات و سقيمها وثقات الناقلين لها من المتهمين أن لا يروى منها إلا ما عرف صحة مخارجه والستارة فى ناقليه و أن يتقى منها ما كان منها عن أهل التهم والمعاندين من أهل البدع" (۴)

وہ شخص جو صحیح اور ضعیف روایات اور (حدیث کے) ثقہ اور متہم رواۃ کے مابین امتیاز کر سکتا ہے اس پر یہ واجب ہے

---

(۱) محدثین کی اصطلاح میں عادل کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو فرائض کو ادا کرتا ہو اور اوامر کو بجا لاتا ہو اور نواہی سے پرہیز کرے، اور بے ہودہ گوئی سے پہلو تہی کرے اور ایسے کاموں سے بچے، جس سے اس کا دین خراب ہوتا ہو اور نہ ہی مروت کے خلاف کوئی کام کرے۔ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۳۹

(۲) الطلاق: ۶۵/۲ (۳) المائدۃ: ۵/۱۰۶

(۴) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب وجوب الروایۃ عن الثقات و ترک الکذابین ص: ۷

کہ صرف وہ احادیث روایت کرے جس کا مخرج صحیح ہو اور اس کے ناقلین رواۃ جرح وغیرہ سے محفوظ ہوں اور ان احادیث کو نقل کرنے سے پرہیز کرے جو متہمین یا مبتدعین سے مروی ہوں۔

اس کے بعد امام مسلمؒ مذکورہ بالا آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فدل بما ذکرنا من هذه الآی أن خبر الفاسق ساقط غیر مقبول و أن شهادة غیر العدل مردودة" (۱)

ہماری ذکر کردہ آیات میں اس بات کی دلیل ہے کہ فاسق کی خبر ساقط اور غیر مقبول ہے اس طرح غیر عادل کی گواہی مردود ہے (۲)۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں قرآن حکیم نے واقعات اور اخبار کی صحت کے لیے درج ذیل اصول دیے ہیں:

۱۔ قبول اخبار و واقعات میں احتیاط اور تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے اور کوئی واقعہ، خبر اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک وہ تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اترتی ہو۔

۲۔ یہ کہ ناقلین و رواۃ صفت عدل سے متصف ہوں۔

نقد رجال: سنت مطہرہ کی روشنی میں

آپ ﷺ واقعات اور اخبار میں تثبیت اور تحقیق سے کام لیا کرتے تھے مثلاً:

☆ واقعہ افک (۳) کے بارے میں آپ ﷺ نے ایک ماہ تک اس واقعہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا اور کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا۔ یہاں تک آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حقیقت حال معلوم ہوئی۔

☆ آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا:

---

(۱) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب وجوب الروایة عن الثقات و ترك الکذابین، ص:۷

(۲) یہاں یہ اشکال کیا جا سکتا ہے کہ شہادت کی آیت کریمہ سے فاسق و فاجر کی خبر کو قبول نہ کرنے پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شہادت اور خبر کے احکام میں فرق ہے۔ امام مسلمؒ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "والخبر إن فارق معناه معنى الشهادة فی بعض الوجوه فقد یجتمعان فی أعظم معانیها إذ کان خبر الفاسق غیر مقبول عند أهل العلم کما أن شهادته مردودة عند جمیعهم"
خبر بعض اعتبار سے اگرچہ گواہی سے جدا ہے لیکن دوسری بڑی وجوہ کے اعتبار سے خبر اور شہادت میں اتفاق ہے کیونکہ فاسق کی خبر علماء کے نزدیک غیر معتبر ہے جیسے اس کی شہادت بالاتفاق مردود ہے۔ (المسلم، مقدمة الصحیح، باب وجوب الروایة عن الثقات، ص:۷)
علامہ جلال الدین السیوطی نے خبر اور شہادت کے اکیس وجوہ فرق ذکر کیے ہیں۔ دیکھئے: السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱/۳۳۱

(۳) تفصیل کے لیے دیکھئے: البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشهادات، باب تعدیل النساء بعضهن بعضا، حدیث نمبر ۲۶۶۱، ص:۴۳۱
◎ المسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب فی حدیث الإفك، حدیث نمبر ۷۰۲۰، ص: ۱۲۰۵

"إني رأيت الهلال" میں نے چاند دیکھا ہے۔

تو آپ نے بغیر غور و خوض کیے فوراً اس کی بات کو نہیں مانا بلکہ فرمایا: "أتشهد أن لا إله إلّا الله؟" کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ بدوی نے جواب دیا جی ہاں۔ پھر آپ نے مزید تسلی و تشفی اور اطمینان قلب کے لیے پوچھا: "أتشهد أن محمداً رسول الله؟" کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اعرابی نے اثبات میں جواب دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں منادی کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں (۱)۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

((استأذن رجل على رسول الله ﷺ فقال ائذنوا له بئس أخو العشيرة أو ابن العشيرة فلما دخل ألآن له الكلام قلت يا رسول الله ﷺ قلت الذى قلت ثم ألنت له الكلام قال أى عائشة إن شر الناس منزلة يوم القيامة من تركه الناس أو ودعه الناس اتقاء فحشه)) (۲)

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت دی جائے۔ جب وہ شخص داخل ہوا تو آپ ﷺ نے نرم لب و لہجہ میں اس سے بات کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں فلاں بات کہی، پھر آپ نے اس سے نرم لہجے میں کلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ قیامت کے دن لوگوں میں سے سب برا مرتبہ اس شخص کا ہوگا جسے لوگ اس کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

خطیب بغدادی نے اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کے عادل ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگاتے تھے (۳)۔

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"وهذا الحديث أصل فى المداراة و فى جواز غيبة أهل الكفر والفسق وغيرهم" (۴)

---

(۱) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الصيام، باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، حدیث نمبر ۲۳۴۰، ص: ۳۴۱

(۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب ما يجوز من اغتياب أهل الفساد والريب، حدیث نمبر ۶۰۵۴، ص: ۱۰۵۷

◉ المسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والاداب، باب مداراة من يتقي فحشه، حدیث نمبر ۶۵۹۶، ص: ۱۱۳۲

◉ المالک، المؤطا، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء في حسن الخلق، حدیث نمبر ۴، ص: ۳۲۴

(۳) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۸۳

(۴) ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۰/۳۷۳

یہ حدیث مدارات اور کافر و فاسق کی غیبت کرنے کے جواز میں اصل و بنیاد ہے۔

☆ حدیث فاطمہؓ بنت قیس (۱) میں ہے:

((أن معاوية بن ابى سفيان و أباجهم خطبانى فقال رسول اللهﷺ أما ابوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه و أما معاوية فصعلوك)) (۲)

مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے شادی کا پیغام بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے ابوجہم تو ہمیشہ اپنے دست میں لاٹھی تھامے رکھتا ہے (یعنی عورتوں کو مارتا رہتا ہے) اور معاویہ نان و نفقہ سے خالی ہے (یعنی ضروریاتِ زندگی ادا نہیں کرسکتا)۔

☆ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((إن عبدالله رجل صالح)) (۳)

بے شک عبداللہ صالح آدمی ہیں۔

ان احادیثِ مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے تحقیق و تثبیت سے کام لیا۔ نیز آپ ﷺ کسی بھی شخص کے عادل یا غیر عادل ہونے کا حکم لگاتے تھے۔

علم الجرح والتعدیل کا آغاز و اہمیت

حدیث کے رواۃ جب تک صحابہ کرامؓ تھے اس فن کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ تمام صحابہ کرامؓ عادل، انصاف پسند، سچے اور حدیث میں انتہائی محتاط واقع ہوئے تھے (۴)۔

کبار تابعین بھی اپنے علم و تقویٰ کی روشنی میں ہر جگہ لائق قبول سمجھے جاتے تھے لیکن جب سے مختلف فتن کا ظہور ہوا، بدعات شروع ہوئیں جھوٹی احادیث وضع کی جانے لگیں تو اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ رواۃ کی جانچ پڑتال (Scrutiny) کی جائے۔

ان فتنوں کا آغاز پہلے کوفہ جہاں حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت علیؓ کے علمی مراکز تھے، وقوع پذیر ہوا حضرت علیؓ کے خلیفہ بنتے ہی مسلمانوں کا سیاسی اختلاف عراق میں امڈ آیا اور اس سیاسی گروہ بندی سے حضرت علیؓ کے حلقے میں بہت سے غلط قسم کے لوگ شامل ہوگئے جو آپ کی زندگی میں ان اختلافات کو دینی رنگ نہ دے سکے، تاہم آپ کی وفات کے بعد

---

(۱) جب انھیں ان کے شوہر ابوعمرو بن حفص نے طلاق دے دی تو آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا ''ان کے ذمہ تمھارا نان و نفقہ نہیں ہے۔'' اور آپ ﷺ نے انھیں عبداللہؓ بن اُم مکتوم کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا اور فرمایا جب عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتلانا، چنانچہ جب عدت پوری ہوگئی تو حضرت فاطمہ بنت قیس رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ انھیں نے بتایا ''إن معاوية........''

(۲) المسلم، الصحیح، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث نمبر ۳۶۹۷، ص: ۶۳۹

(۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۲ (۴) دیکھئے صفحہ نمبر: ۴۷۴

انھوں نے بے سروپا باتیں کہنا شروع کر دیں اور انھیں آپ کی طرف منسوب کیا۔ اس ورطہ شبہات میں انھوں نے دین اسلام کے بنیادی تصور کو بدلنے کی بھرپور سعی لا حاصل کی۔ اس وقت سے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ حدیث بیان کرنے والوں کے حالات کی چھان پھٹک کی جائے، ان میں ثقہ اور کمزور، سچے اور جھوٹے، ضابط اور غافل، عادل اور فاسق کے مابین خط امتیاز کھینچا جائے کیونکہ دین اسلام کی عظمت تقاضا کرتی ہے کہ اس کا کوئی مسئلہ تحقیق و تنقیح کے بغیر نہ لیا جائے۔ حضرات تابعین اور تبع تابعین نے قرآن، سنت نبوی اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں رواۃ (حدیث) کی معرفت حاصل کی، ان کی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو محفوظ کیا، ان میں سے صادق، کاذب کے مابین امتیاز کیا۔ اور اس میں انھوں نے کسی کی ملامت، رشتہ داری کا خیال نہیں رکھا اور اس کام کو کار ثواب سمجھا اور سب کچھ انھوں نے اس لیے کیا وہ صحیح اور جھوٹی احادیث میں امتیاز کر سکیں تا کہ کوئی جھوٹا، منافق یا ملحد شخص احادیث میں جھوٹ کی آمیزش نہ کر سکے۔ محدثین کرام نے حدیث کے حوالے سے رجال پر نقد و جرح کے اصول وضوابط مقرر کیے ہیں۔ اور تعدیل و تجریح رجال (Soundness of naraters) کے معیارات قائم کیے۔ خبر دینے والی کی ثقاہت اور غیر جانبداری (Authenticeity and nutsality) اور اس کے انداز معروضیت (Objectivity) کے اصول متعارف کرائے۔ علماء جرح وتعدیل نے اس علم کی ضرورت و اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے رواۃ حدیث کی جانچ پرکھ کا نہایت اہتمام کیا اور ان کے حالات کو باریک بینی میں اس انداز سے جمع کیا کہ ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کے مابین امتیاز قائم کر دیا۔

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر امام ابن ابی حاتم رازی رقمطراز ہیں:

> ''کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی معرفت کے لیے اس امر کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ ہم ناقلین و راویانِ حدیث میں عادل و ثابت (پختہ) اور ثقہ راویوں اور غافل، کمزور حافظہ اور جھوٹے راویوں کے مابین امتیاز و فرق کر لیں چونکہ دین (اسلام) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے راویوں کے نقل کے ذریعہ سے ہی ہم تک پہنچا ہے لہٰذا اب ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم راویوں کے احوال و حالات کی آگاہی حاصل کریں'' (۱)

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر عہد بنو امیہ میں محدثین کرام نے حدیث کی صحت اور اس کے ضعف کو ماننے کے لئے جہاں تحقیق وتثبیت سے کام لیا وہیں حدیث کے لیے راویانِ حدیث کے احوال کو جاننے کے لیے علم جرح وتعدیل پر بھرپور کام لیا۔

---

(۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۷

امام سخاوی فرماتے ہیں:

"وتكلم فى الرجال كما قاله الذهبى جماعة من الصحابة ثم من التابعين كالشعبى و ابن سيرين ولكنه فى التابعين بقلة لقلة الضعف فى متبوعيهم إذ أكثرهم صحابة عدول و غير الصحابة من المتبوعين أكثرهم ثقات ولا يقاد يوجد فى القرن الأول الذى انقرض فيه الصحابة وكبار التابعين ضعيف إلا الواحد بعد الواحد كا الحارث الأعور والمختار الكذاب" (١)

امام ذھبی کے قول کے مطابق صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے رجال (حدیث) کے بارے میں کلام کیا ہے پھر تابعین میں سے شعبی، ابن سیرین نے کلام کیا ہے لیکن تابعین نے رجال کے بارے میں بہت کم کلام کیا ہے کیونکہ ان کے پیش کاروں میں ضعف قلیل تھا۔ اکثر صحابہ کرامؓ عدول تھے اور غیر صحابہؓ میں سے اکثر لوگ ثقہ تھے۔ پہلی صدی ہجری میں جس میں صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین اکا دکا ہی ضعیف راوی تھے مثلاً حارث الاعور اور مختار الکذاب۔

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

"ثم أخذ مسلكهم و استن بسنتهم واهتدى بهديهم فيما استنوا من التيقظ فى الروايات جماعة من أهل المدينة من سادات التابعين منهم سعيد بن المسيب والقاسم بن محمد بن ابى بكر (٢) و سالم بن عبدالله بن عمرؓ (٣) و على بن الحسين بن على (٤) و ابو سلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف (٥) و عبيدالله بن عبدالله بن عقبه (٦) و خارجة بن زيد بن ثابت (٧) و عروه

(١) السخاوی، فتح المغیث، ص: ۳۱۸/۲ (٢) آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ مدینہ کے سات فقہاء میں سے تھے اور تابعی تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۷/۵ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۸۳/۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۶/۱ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۳/۵

(٣) ثقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ احمد اور اسحاق بن راھویہ کے نزدیک سب سے صحیح ترین سند الزهرى عن سالم عن ابيه ہے۔ ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۸/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۶/۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۵/۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۸۴/۲

(٤) آپ زین العابدین کے لقب سے مشہور تھے۔ ۳۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ ثقہ، عابد اور متقی تابعی تھے۔ حلم اور تقویٰ میں آپ ضرب المثل تھے۔ امام زہری کا بیان ہے: "ما رأيت قرشيا أفضل من على بن الحسين" (میں نے علی بن الحسین سے افضل کوئی قریش میں نہیں دیکھا)۔ آپ ۹۴ھ کو فوت ہوئے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۶/۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۵/۷ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲۶۶/۳۔

(٥) آپ ثقہ تابعی ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے: "كان ثقة فقيها كثير الحديث" آپ ثقہ، فقیہ اور کثیر حدیث والے تھے۔ آپ ۹۴ھ کو فوت ہوئے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۵/۵ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۳۴۲/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۵/۱۲ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۸۷/۴

(٦) آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی، جلیل القدر، ثقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ فقہاء عشرہ اور فقہاء سبعہ میں سے تھے جن پر فتویٰ کا دارومدار تھا۔ ۹۴ھ کو فوت ہوئے۔ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳۸۵/۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۱۹/۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳/۷ ◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۵۳۵/۱

(٧) آپ کی کنیت ابو زید تھی۔ ۲۹ھ کو پیدا ہوئے۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے جبکہ امام احمد اور امام الدارقطنی نے آپ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ آپ ۹۹ھ کو فوت ہوئے۔ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۰۴/۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۷۴/۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۲۵/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۳

بن الزبير و ابوبكر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام ① و سليمان بن يسار ② فجدوا في حفظ السنن والرحلة فيها والتفتيش عنها والتفقه فيها③"۔

صحابہ کرامؓ نے روایات کے نقل کرنے میں جو احتیاط برتی تھی وہی اہل مدینہ کے کبار تابعین نے اختیار کی، ان میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ، علی بن الحسین بن علیؓ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ، خارجہ بن زید، عروۃ بن الزبیر، ابوبکر بن عبدالرحمان اور سلیمان بن یسار تھے جنہوں نے احادیث کی حفاظت کے لیے بہت کوشش کی اور اس میں تفقہ اور اس میں تحقیق وتثبیت کرنے کے لیے سفر کیے۔

اس لئے محدثین کرام نے حضرت علیؓ کی وہی مرویات قابلِ اعتماد سمجھیں جو حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے تلامذہ کے واسطہ سے آئیں۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے ہیں:

"لم يكن يصدق على عليؓ في الحديث منه إلا من أصحاب عبداللهؓ بن مسعود" ④

حضرت علیؓ کی وہی احادیث قابل قبول سمجھی جاتی تھیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ سے منقول ہوں۔

ابو اسحٰق سبیعی فرماتے ہیں:

"لما أحدثوا تلك الأشياء بعد عليؓ قال رجل من أصحاب عليؓ قاتلهم الله أي علم أفسدوا" ⑤

جب انھوں (بدعتیوں) نے حضرت علیؓ کے بعد ان بدعات کو پیدا کیا تو حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا اللہ تعالیٰ انھیں (بدعتیوں) کو غارت کرے۔ انھوں نے کتنا علم (حضرت علیؓ کا) ضائع کر دیا۔

امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب یہ فتنہ برپا ہوا تو علماء کرام نے طے کیا:

"سموا لنا رجالكم فينظر إلىٰ أهل السنة فيؤخذ حديثهم و ينظر إلىٰ أهل

---

① آپ فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ ابن سعد کا قول ہے: "كان ثقة فقيها عالما عاقلا عاليا سخيا كثير الحديث" آپ ثقہ، فقیہ، عالم، عاقل اور کثیر حدیث والے تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۲۰۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/ ۳۳۷
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/ ۳۰ ◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۲/ ۳۹۸

② آپ کی کنیت ابو ایوب ہے۔ ۳۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا شمار مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ ثقہ، فقیہ اور کثیر حدیث والے تھے۔ ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲/ ۳۳۳
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۲۲۸ ◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۱/ ۲۱

③ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/ ۳۸ ④ المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۵، ص: ۱۰

⑤ المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۲۴، ص: ۱۰

البدع فلا یؤخذ حدیثهم" (۱)

تم اپنے رواۃ (حدیث) کے نام بتاؤ، دیکھا جائے گا اہلِ سنت کون ہیں انھی کی احادیث لی جائیں گی اہل بدعت کا پتہ لگایا جائے گا اور ان کی احادیث نہیں لی جائیں گی۔

امام شعبیؒ کا قول ہے:

"واللہ لو أصبت تسعا وتسعین مرۃ و أخطات مرۃ لعدوا علیّ تلك الواحدۃ" (۲)

بخدا اگر میں ننانوے مرتبہ بھی صحیح بات تک رسائی حاصل کرلوں اور صرف ایک بار مجھ سے غلطی سرزد ہو جائے تو وہ (حاسدین) میری اس غلطی ہی کو شمار کریں گے۔

امام ابن سیرینؒ کا قول ہے:

"إن هذا العلم دین فانظروا عمن تأخذونه" (۳)

بیشک یہ علم (حدیث) دین ہے۔ لہٰذا جن لوگوں سے تم اسے اخذ کرتے ہو اُن کے بارے میں غور وفکر سے کام لو۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

"حدثنی الحارث الأعور الهمدانی و کان کذابا" (۴)

مجھے حارث الاعور الہمدانی نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹا تھا۔

الغرض محدثین کرام نے اس فتنہ (وضع حدیث) کا قلع قمع کرنے میں جہاں حدیث کے قبول اور عدم قبول کے بارے میں ''علم الإسناد'' کو لازمی قرار دیا۔ اور راویان حدیث کو جانچنے کے لیے تحقیق وتثبیت کی بنیاد ڈالی، وہاں "علم اسماء الرجال" اور "علم الجرح والتعدیل" جیسے عظیم الشان علوم بھی ایجاد کیے ہیں۔

---

(۱) المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۱

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۲

(۳) المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۲۶، ص: ۱۰

(۴) المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۴۴، ص: ۱۳

نقدِ حدیث کا مفہوم اور اس کی اقسام

نقد کا لغوی معنٰی:

لغت میں نقد کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

پرکھنا، چھانٹنا۔ابن منظور نقد کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمييز الدراهم وإخراج الزيف منها" (۱)

دراہم کی چھانٹ پھٹک کرتے ہوئے کھوٹے اور جعلی درہم کو باہر نکالنا۔

شاعر (۲) کا قول ہے:

تنفي يداها الحصىٰ في كل هاجرة   نفي الدنا نير تنقاد الصياريف (۳)

دوپہر کو اس (اونٹنی) کے ہاتھ کنکریوں کو اس طرح دور کرتے ہیں کہ جس طرح زرگر صحیح اور کھوٹے سکوں کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔

۲۔ قیمت جو فوراً ادا کی جائے گویا کہ نقد' ادھار کی ضد ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے: "النقد خلاف النسيئة" (۴) (نقد ادھار کی ضد ہے)

۳۔ کلام کے عیوب ومحاسن کو ظاہر کرنا

کہا جاتا ہے کہ: "نقدت الناس إذا عبتهم و اغتبتهم" (۵)

تم نے لوگوں کا نقد کیا جب تم ان کے عیب اور کمزوریوں کو بیان کیا۔

اسی سے حضرت ابو درداءؓ کی حدیث ہے:

"إن نقدت الناس نقدوك و إن تركتهم تركوك" بمعنى إن عبتهم عابوك (۶)

اگر تم نے لوگوں کی عیب جوئی کی تو وہ تمھاری عیب جوئی کریں گے اور اگر تم نے ان کی عیب جوئی اسے ترک کر ڈالی وہ بھی ترک کر دیں گے۔

یہاں نقد کا معنی کسی کے عیوب کا اظہار اور اس کی کمزوریوں کا احاطہ کرنا ہے۔مؤخر الذکر معنی اصطلاحی مفہوم کے قریب ہے۔

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ص:۳/۴۲۵

(۲) یہ شاعر سیبویہ ہے جس کی کنیت ابو بشر اور نام عمرو بن عثمان ہے۔علم نحو کا نامور امام گزرا ہے۔فارس کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بصرہ میں پرورش پائی اور ۱۷۷ھ کو بیضاء شہر میں چالیس سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی؛ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱۰/۱۷۶؛ الزیات، تاریخ الادب العربی، ص:۲۳۴

(۳) ابن منظور، لسان العرب، ص:۳/۴۲۵

(۴) حسین یوسف، الافصاح، ص:۲/۱۲۰۳ ⑥ احمد رضا، معجم متن اللغۃ، ص:۵/۵۲۵

(۵) ابن منظور، لسان العرب، ص:۳/۴۲۵

(۶) یہ حدیث کتب حدیث میں کہیں نہ مل سکی۔

محدثین کی اصطلاح میں نقدِ حدیث کا مفہوم

(i) ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی نے نقد کی تعریف یوں کی ہے:

"بأنه تمييز الأحاديث الصحيحة من الضعيفة والحكم على الرواة توثيقا و تجريحاً" ①

صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا اور رواۃِ حدیث پر توثیق یا تجریح کے اعتبار سے حکم لگانا۔

(ii) ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی کے نزدیک نقد کی تعریف:

"هو تمييز الصحيح من السقيم بعد جمع طرق الحديث وإمكان النظر فيها" ②

حدیث کے طرق جمع کر کے اور اس میں غور وفکر کرنے کے بعد صحیح احادیث کو کمزور احادیث سے الگ کرنا۔

(iii) ڈاکٹر سہیل حسن نقد حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''احادیث کے تنقیدی جائزے کو ''نقد الحدیث'' کہا جاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک اس سے مراد صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا، ان کے طرق جمع کرنا اور پوری طرح مطالعہ کرنے کے بعد ان پر حکم لگانا ہے''③۔

ان تعریفات سے درج ذیل تین نکات ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کرنا۔

۲۔ احادیث کے تمام طرق کو جمع کرنا۔

۳۔ رواۃ حدیث کے حفظ وضبط کا جائزہ لے کر ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا حکم لگانا۔

امام علی بن المدینی انھی نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الباب إذا لم تجمع طرقه لم يتبين خطؤه" ④

باب ہے اس بیان کے بارے میں کہ جب (حدیث) کے تمام طرق جمع نہ کیے جائیں، اس (حدیث) کی غلطی واضح نہیں ہو سکتی۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

① مصطفیٰ الاعظمی، منہج النقد، ص: ۵ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۵

② ضیاء الرحمٰن الاعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص: ۵۱۷

③ سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث، ص: ۳۸۹

④ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۲/۲۱۲

"لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجها ما عقلناه" ①

اگر ہم حدیث کو تیس سندوں سے نہ لکھیں ہم اسے سمجھ نہیں سکتے۔

امام ابن المبارک بیان کرتے ہیں:

"إذا أردت أن يصح لك الحديث فاضرب بعضه ببعض" ②

اگر تمھارا ارادہ یہ ہے کہ حدیث تمھارے لیے صحیح ہو جائے تو اس کی اسناد کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاؤ۔

امام ایوب سختیانی کا قول ہے:

"إذا أردت أن تعرف خطأ معلمك فجالس غيره" ③

اگر تم اپنے استاد کی غلطی معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم دوسرے اساتذہ کی مجلس میں بیٹھو۔

غرضیکہ نقد حدیث ایک خاص علمی منہج پر قائم ہے۔اس علمی منہج پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن رقمطراز ہیں:

''محدثین کے ہاں نقد حدیث کسی محقق کے ذوق نظر کے تابع نہیں بلکہ یہ ایک مضبوط علمی منہج پر قائم ہے جنھیں تین نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ اگر راوی مکثرین میں سے ہے تو اس کی احادیث کے تمام طرق و اسانید جو اس کے تلامذہ کے مابین پھیل چکی ہیں، جمع کی جائیں گی تاکہ وہ سچا راوی جو اپنی روایات کو پوری طرح مکمل اور محفوظ رکھتا ہے وہ ضعیف اور جھوٹے راوی سے پہچانا جا سکے۔

۲۔ اگر راوی کثرتِ حدیث کے سبب مشہور نہ ہو تو اس کی احادیث دیگر رواۃ کی احادیث پر پیش کر کے انھیں پرکھا جائے گا۔

۳۔ تمام رواۃ کو عدالت (راوی) کے قواعد پر پرکھا جائے گا اور ان کے حفظ و ضبط کی معرفت حاصل کی جائے گی ④۔

① الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۲/۲۱۲

② الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۲/۳۵۴

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب الرجل يفتي بشيئ، حدیث نمبر ۶۴۳، ص: ۱/۱۶۱

④ ضیاء الرحمٰن الاعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص: ۵۱۷

نقد حدیث کی اقسام

محدثین کرام نے حدیث کے دونوں حصوں سند اور متن پر نقد کیا ہے۔ چنانچہ نقد حدیث کی پہلی قسم نقد سند ہے۔ نقد سند کے لیے محدثین کرام نے ''علم الاسناد اور علم الجرح والتعدیل'' کا فن ایجاد کیا ہے ①۔

امام شافعی نقد سند پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ولا يستدل علىٰ أكثر صدق الحديث وكذبه إلا بصدق المخبر وكذبه إلا في الخاص القليل من الحديث......" ②

اکثر و بیشتر مخبر کی صداقت اور اس کی کذب بیانی پر کسی حدیث کے صدق و کذب پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ماسوائے کچھ خاص احادیث کے۔

نقد کی دوسری قسم نقد متن ہے۔ محدثین کرام نے نقد سند کے ساتھ ساتھ حدیث کے متن پر بھی نقد کیا ہے۔ کیونکہ صحت سند صحتِ متن کے لیے ضروری نہیں ہے۔ سند اور متن کے لحاظ سے صحیح اور ضعیف احادیث کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

۱۔ سند اور متن دونوں صحیح ہوں مثلاً آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

((من كذب عليّ متعمّداً فليتبوا مقعده من النار)) ③

جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

۲۔ سند اور متن دونوں باطل ہوں مثلاً موضوع روایت ہے:

((ربيع أمتي العنب والبطيخ)) ④ (تربوز اور انگور میری امت کے لیے بہار ہے)

۳۔ سند ضعیف ہو اور متن صحیح ہو اس کی مثال آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

((من لا يهتم بأمر المسلمين فليس منهم و من لا يصبح و يمسي ناصحاً لله و لرسوله ولكتابه ولإمامه ولعامة المسلمين فليس منهم)) ⑤

جو مسلمانوں کے معاملہ کے بارے میں اہتمام نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے اور جو صبح و شام اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کی کتاب، اس کے امام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔

---

① تفصیل کے لیے علم الاسناد: صفحہ نمبر ۴۸۳؛ علم الجرح والتعدیل: صفحہ نمبر ۵۰۱

② الشافعی، الرسالۃ، ص: ۳۹۹

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۴۶۱، ص: ۵۸۲

④ ابن القیم، المنار، ص: ۵۵ ◎ الالبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص: ۲/۱۵۵

⑤ الہیثمی، مجمع الزوائد، ص: ۱/۸۷ ◎ الالبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص: ۳/۳۱۲ اس سند میں عبداللہ بن ابی جعفر اور اس کا والد (جعفر) دونوں ضعیف ہیں۔

۴۔ سند صحیح ہو اور متن باطل ہو، یہ قسم واقع میں بہت کم اور نادر ہے۔ مثلاً یہ روایت:

((إن الشمس ردت لعلي بعد العصر والناس يشاهدونها)) ①

حضرت علیؓ کے لیے عصر کے بعد سورج واپس لوٹایا گیا اور لوگ اس امر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ صحتِ سند، صحتِ متن (حدیث) کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اس بارے میں ابن الصلاح بیان کرتے ہیں:

"والحكم بالصحة أوالحسن على الإسناد لا يلزم منه الحكم بذلك علىٰ المتن إذ قد يكون شاذا أو معللاً" ②

کسی سند کے صحیح یا حسن ہونے کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی حکم متن کا ہے، کیونکہ کبھی کبھار متن شاذ اور معلول ہوتا ہے۔

متن کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر محدثین نے نقدِ سند کے ساتھ نقدِ متن پر بھرپور توجہ دی ہے۔

امام خطیب بغدادی رقمطراز ہیں:

"والأخبار كلها على ثلاثة أضرب فضرب منها يعلم صحته و ضرب منها يعلم فساده و ضرب منها لا سبيل إلى العلم بكونه على واحد من الأمرين دون الأخر...... و أماالضرب الثاني و هو ما يعلم فساده فالطريق إلى معرفته أن يكون مما تدفع العقول صحته بموضوعها والأدلة المنصوصة فيها...... أو يكون مما يدفعه نص القرآن أو السنة المتواترة أو أجمعت الأمة على رده أويكون خبراً عن أمر من أمور الدين يلزم المكلفين علمه و قطع العذر فيه فإذا ورد وروداً لا يوجب العلم من حيث الضرورة أوالدليل علم بطلانه......" ③

احادیث کی تین اقسام ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کی صحت معلوم ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں (اقسام) میں سے کسی ایک قسم کے ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو اور نہ ہی اسے پہچاننے کا کوئی اور طریقہ، ہو دوسری قسم جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اس کی معرفت کا راستہ یہ ہے کہ وہ روایت ایسی ہو جس کے موضوع ہونے کی بناء پر عقل اور صریح ادلّہ اس کا ردّ کر دیں یا نصِ قرآنی اور سنت متواترہ اس کا رد کر دیں یا اس کے مردود ہونے پر امت کا اجماع ہو جائے یا امور دین سے متعلق کوئی معاملہ ہو جس کا علم مکلّفین کے لیے ضروری ہو اور اس میں ان کا عذر قابلِ

---

① ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/۳۵۵ ◎ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ص: ۴/۱۸۵ ◎ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱/۳۷۹
◎ ابن القیم، المنار، ص: ۵۷ ◎ الطحاوی، مشکل الآثار، ص: ۲/۸
◎ القسطلانی، المواہب، ص: ۱/۳۵۸ ◎ السخاوی، المقاصد الحسنۃ، ص: ۲۲۶
② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۵۸ ③ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۷

قبول نہ ہو اور جب کوئی ایسی خبر آئے جس کا جاننا ضرورۃً یا دلیل کی بنا پر لازمی ٹھہرتا ہو اس کے باطل ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ امام ابن قیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا بغیر سند دیکھے کسی موضوع حدیث کی معرفت کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ''یہ اس شخص کے لیے ممکن ہے جسے سنن صحیحہ کی مکمل معرفت حاصل ہو اور یہ سنن صحیحہ اس کے گوشت اور خون کے ساتھ اس طرح رس بس جائیں کہ اسے سنن اور آثار کی معرفت کا ایک ملکہ اور کامل خصوصیت حاصل ہو جائے...... '' ①

المختصر یہ کہ محدثین کے نزدیک نقد سند کے ساتھ نقدِ متن ایک ضروری امر ہے اور نقدِ متن کے لیے انھوں نے علم التاریخ، علم اصطلاحات حدیث کا فن ایجاد کیا ہے۔

① ابن القیم، المنار، ص: ۴۴

نقد حدیث کی ابتدا اور ضرورت و اسباب

نقد حدیث کا آغاز اور مختلف ادوار

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی نقد حدیث کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"بدأ البحث والتنقيب فى أحاديث رسول الله ﷺ فى حياته وما كان الأمر يعدو فى حينه سؤال النبى ﷺ نفسه وهذا الإستفسار كان على نطاق ضيق جداً إذ الصحابة ما كانوا يكذبون ولا يكذب بعضهم بعضهم الآخر بل كان غاية البحث فى ذلك الوقت هو التدقيق بل هو نوع من التوثيق للطمانيّة القلبية ولهم فى ذلك أسوة فى سيرة أبى الأنبياء عليه السلام ﴿ وإذ قال ابراهيم رب أرنى كيف تحي الموتى قال أولم تؤمن قال بلىٰ ولكن ليطمئن قلبى ﴾ (۱) ومحال أن يكون ابراهيم عليه السلام قد شك فى قدرة الله سبحانه و تعالىٰ و هكذا كان تدقيق الصحابة فى حياة النبى ﷺ لمزيد من الإطمئنان القلبى لا غير" (۲)

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی احادیث کے بارے میں تحقیق اور کھوج لگانے کی ابتدا ہو چکی تھی اور یہ تحقیق اور استفسار اس وقت صرف نبی ﷺ سے سوال کرنے تک ہی محدود تھا، کیونکہ صحابہ کرامؓ حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے اور نہ ہی وہ اس میں ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تحقیق، چھان بین کے معنی میں تصدیق کی ایک قسم تھی جو قلبی اطمینان کے لیے ہوتی ہے اور اس بارے میں ان کے پاس ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے ایک نمونہ بھی تھا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں شک و شبہ کریں۔ اس طرح صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں چھان بین سے کام لیتے تھے تاکہ مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے ان کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں تھا۔

عہد رسالت میں

عہد رسالت میں نقد حدیث کی کئی مثالیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نقد حدیث کا آغاز ہوا اور نقد حدیث کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ (۳)

(۱) البقرۃ: ۲/۲۶۰ (۲) مصطفیٰ الاعظمی، منہج النقد، ص: ۷ ⊛ خلدون الاحدب، اسباب اختلاف المحدثین، ص: ۳۵

(۳) چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ کا واقعہ مذکور ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں: ''...... ایک بدوی شخص آیا، اس نے کہا اے محمد ﷺ ہمارے پاس آپ کا ایک قاصد آیا ہے جس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا...... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد نے ہمیں بتایا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا...... پھر

امر واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی ہر حدیث مبارکہ کو براہ راست نبی ﷺ سے نہیں سنا تھا بلکہ کچھ احادیث انھوں نے آپ ﷺ سے براہ راست سنی تھیں اور کچھ اپنے دوسرے ساتھیوں کے واسطے سے، کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ان کا ہر مجلس میں حاضر ہونا مشکل تھا۔ اس لیے انھوں نے آپ ﷺ کی مجلس میں حاضری کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ①

کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہمارے اموال میں ہمارے ذمہ زکوۃ ادا کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے...... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ سال میں ہمیں ماہ رمضان کے روزے رکھنے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے...... پھر اس نے کہا آپ ﷺ کے قاصد کا خیال ہے ہم پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے......"

۲۔ سنن نسائی میں ہے کہ "حضرت علیؓ یمن سے قربانی کا جانور لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ سے اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اشتعال کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فاطمہؓ نے تو رنگ دار کپڑے پہن لیے ہیں اور سرمہ لگایا ہے اور کہتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے، میں نے ہی اسے اس کا حکم دیا تھا"۔ النسائی، سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، باب الكراهية في الثياب المصبغة، حدیث نمبر ۲۷۱۳، ص: ۳۷۵

۳۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں: "مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے۔ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا "بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے" اور آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم میں سے کسی شخص کی طرح نہیں ہوں۔ المسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلة قائماً و قاعداً، حدیث نمبر ۱۷۱۵، ص: ۲۹۸

۴۔ حضرت ابیؓ بن کعب بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ تبارک تلاوت کی، آپ ﷺ کھڑے تھے، آپ ﷺ نے گذشتہ واقعات کے بارے میں ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی' حضرت ابو الدرداءؓ یا حضرت ابو ذرؓ مجھے ٹٹولنے لگے (یا آنکھ سے اشارہ کیا) اور کہنے لگے یہ سورت کب نازل ہوئی ہے، میں تو اب اسے سن رہا ہوں، میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب سب چلے گئے، کہنے لگے میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے؟ لیکن تم نے مجھے خبر نہیں دی، حضرت ابیؓ نے جواب دیا آج تمھیں اپنی نماز سے صرف لغو بات کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور انھیں یہ واقعہ بتایا اور ابیؓ نے جو انھیں کہا اس کی خبر بھی دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابیؓ نے سچ کہا"۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۴۳/۵ ◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوت، باب ماجاء في الإستماع للخطبة، حدیث نمبر ۱۱۱۱، ص: ۱۵۶

۵۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: ایک بار رسول اللہ ﷺ (عید) اضحیٰ یا (عید) فطر کے موقع پر نماز گاہ کی طرف گئے اور انھیں وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور انھیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا...... پھر جب آپ ﷺ گھر واپس جانے لگے تو حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت زینبؓ کہنے لگی: "یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس زیور ہے جسے میں نے صدقے میں دینا چاہا لیکن ابن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اور اس کی اولاد زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر صدقہ کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارا خاوند اور تمھاری اولاد تمھارے صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں"۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الأقارب، حدیث نمبر ۱۴۶۲، ص: ۲۳۷

① حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"......كنا نتناوب النزول على رسول الله ينزل يوما وأنزل يوماً فإذا نزلت جئته بخبر ذلك اليوم من الوحي وغيره وإذا نزل فعل مثل ذلك......" ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں باری باری حاضر ہوتے تھے، ایک دن میں جاتا اور دوسرے دن وہ جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی خبر وحی وغیرہ کی لے آتا اور جب وہ جاتا وہ بھی اسی طرح کرتا۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب في العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص: ۲۱

چنانچہ صحابہ کرامؓ جو کچھ آپ ﷺ سے یا دیگر صحابہ سے سنتے اس پر عمل کرتے اور دوسروں تک اسے پہنچاتے اور کبھی انھیں تاکید وتوثیق کی ضرورت پیش نہ آتی۔ الا یہ کہ انھیں حدیث میں کسی قسم کا اشکال ہوتا تب وہ اس بارے میں تحقیق وتوثیق کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت کم سوال کرتے۔ اس لیے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اصحاب محمد ﷺ پر رحم فرمائے جنھوں نے اپنی زندگی میں صرف چودہ سوال کئے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے''①۔ بلکہ انھیں سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"نهينا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شيئ فكان يعجبنا أن يجئ الرجل من أهل البادية العاقل فيسأله و نحن نسمع ...." ②

ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا، ہمیں یہ پسند تھا، کہ کوئی عقلمند بدوی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سوال کرے اور ہم سن رہے ہوں۔

عہدِ رسالتؐ میں صحابہ کرامؓ کا حدیث کے بارے میں نقد نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر تھا کیونکہ وہ ایک دوسرے کو حدیث مبارکہ بیان کرنے کے بارے میں دروغ گوئی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے:

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں:

''ماكان بعضنا يكذب على بعض'' ③ (ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتا تھا)

☆ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"ليس كل مانحدثكم عن رسول الله ﷺ سمعناه منه ولكن حدثنا أصحابنا......"

ہر وہ بات جو ہم تمھیں رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا بلکہ ہمارے اصحاب نے ہمیں حدیث بیان کی ہے۔ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸٦

☆ حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں:

"ما كل الحديث سمعناه من رسول الله ﷺ كان يحدثنا أصحابنا عنه كانت تشغلنا عنه رعية الإبل"

ہم نے ہر حدیث رسول اللہ ﷺ سے (براہ راست) نہیں سنی، ہمارے اصحاب ہمیں آپ ﷺ سے نقل کردہ حدیث بیان کرتے تھے، اونٹوں کی چروائی نے ہمیں اس (حدیث) سے مشغول رکھا۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۸۳ ◎ ابن حنبل، العلل، ص: ۲/۵۲٦ ◎ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۵

☆ ایک دوسری روایت میں حضرت براء بن عازبؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"ليس كلنا كان يسمع رسول الله ﷺ كانت لنا ضيعة و أشغال ولكن الناس لم يكونوا يكذبون يومئذ فيحدث الشاهد الغائب"

ہم سب رسول اللہ ﷺ سے (سب کچھ) نہیں سنتے تھے کیونکہ ہم زمین کی دیکھ بھال اور دوسری مصروفیت کی وجہ سے مشغول تھے لیکن اس وقت لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، حاضر شخص غائب کو حدیث بیان کرتا تھا۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۳۵

① الرازی، التفسیر الکبیر، ص: ۲/۲۸۱ ② المسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب السؤال عن أركان الإسلام، حدیث نمبر ۱۰۲، ص: ۲۷

③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۳۵

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول ہے:

"......و نحن قوم لا يكذب بعضهم بعضاً" ① (اور ہم ایسی قوم ہیں جو ایک دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتے تھے)

❁ عہدِ بنوامیہ میں نقدِ حدیث

عہدِ بنوامیہؓ میں نقد حدیث وسیع پیمانے پر ہونے لگا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وضع حدیث کے مختلف اسباب وعوامل پیدا ہو چکے تھے ②۔ وضع حدیث کے انھی عوامل واسباب نے علم نقد حدیث کے دائرہ کو وسیع کر دیا تھا۔ گمراہ کن فرقوں نے موضوع احادیث کو وضع کر کے اپنے مذہب کو تقویت دینے کی سعیٔ لاحاصل کی، جس کے نتیجے میں صحیح اور موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کلامِ رسول ﷺ (احادیث) کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب من گھڑت کلام سے علیحدہ کردیا جائے۔ چنانچہ محدثین کرام (صحابہؓ و تابعینؒ) نے کلام رسول کی حفاظت کے لیے جہاں علم الاسناد کو ضروری قرار دیا، اور راویانِ حدیث کو علم جرح وتعدیل کی کسوٹی پر پرکھا، وہیں حدیث کے متن (Text) کو بھی جانچا اور پرکھا، صحیح اور موضوع روایات کے درمیان امتیاز کو واضح کیا اور اس ضمن میں انھوں نے کسی قسم کی کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ وتابعینؒ کو جب بھی کسی روایت کے بارے میں ذرا سا تأمل ہوا یا اس کی صحت میں شک ہوا تو انھوں نے بلا جھجک اس پر نقد کیا۔

❁ اس عہدِ میں نقد صحابہؓ حدیث کی امثلہ:

۱۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے جب حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بیان کی: ((الوضوء مما مست النار ولو من ثور إقط)) (جس چیز کو آگ چھوئے (اس کے کھانے سے) وضوٹوٹ جاتا ہے اگر چہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی ہو)۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ((أنتوضأ من الدهن أنتوضأ من الحميم)) ③

(کیا ہم چکناہٹ اور گرم پانی سے بھی وضو کریں)

۲۔ حضرت عائشہؓ نے جب حضرت ابو ہریرۃؓ سے یہ روایت سنی: ((من غسل ميتاً فليغتسل و من حمله فليتوضأ)) تو حضرت عائشہ کہنے لگی: ((أو نجس موتى المسلمين وما على رجل لو حمل عوداً)) ④ (کیا مسلمانوں کے مردے ناپاک ہیں؟ اگر کوئی شخص لکڑی اٹھالے تو اس پر (وضو) نہیں ہے)

---

① الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸٦ ② دیکھیے صفحہ نمبر ۴۳۹

③ الترمذی، جامع الترمذی، كتاب الطهارة، باب الوضوء مما غيرت النار، حدیث نمبر ۷۹، ص: ۲۱

④ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، كتاب الجنائز، باب فى الغسل من غسل ا لميت، حدیث نمبر ۳۱۶۱، ص: ۴۶۲

◉ الزرکشی، الإجابة لإيراد ما استدركته عائشة على الصحابة، ص: ۱۳۵

۳۔ حضرت عائشہؓ کو جب حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت سنائی گئی: ((إن الميت يعذب ببكاء أهله عليه)) (بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے) تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں: ((والله ما قاله رسول الله ﷺ قط......)) ① (بخدا رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کہا)۔

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یوں بیان ہوئے ہیں:

((إنكم لتحدثو نى عن غير كاذبين ولا مكذبين ولكن السمع يخطئ)) ②

بے شک تم نے حدیث بیان کی ہے، نہ تم دونوں جھوٹے ہو اور نہ جھٹلاتے ہو لیکن کان سننے میں غلطی کر جاتا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

((وحسبكم القرآن)) ③ "﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾" ④

تمھیں قرآن کریم کافی ہے۔ (جس میں مذکور ہے) ''کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

۴۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے جب یہ حدیث بیان کی: ((طلقني زوجي ثلاثا على عهدالنبي ﷺ فقال رسول الله ﷺ لا سكنى لك ولا نفقة)) (نبی ﷺ کے عہد میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارے لیے رہائش اور نان و نفقہ نہیں ہے)۔ تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے: ((لا ندع كتاب الله و سنة نبينا ﷺ لقول امرأة لا ندرى أحفظت أم نسيت)) ⑤ (ہم کتاب اللہ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتے۔ کیا معلوم اسے یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے)۔

۵۔ حضرت محمودؓ بن ربیع نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی: ((فإن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله يبتغي بذلك وجه الله)) (جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لیے ''لا الہ الا اللہ'' کہا اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی)۔ تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے سن کر فرمایا: ((والله ما أظن رسول الله ﷺ قال ما قلت قط)) ⑥ (خدا کی قسم میرا نہیں خیال کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا کہا ہوگا جو تم نے کہا ہے)

---

① المسلم، الصحیح، كتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص: ۳۷۴

② المسلم، الصحیح، كتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص: ۳۷۴

③ المسلم، الصحیح، كتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، ص: ۳۷۵

④ فاطر: ۳۵/ ۱۸

⑤ الترمذی، جامع الترمذی، كتاب الطلاق، باب ما جاء في المطلقة ثلاثا، حدیث نمبر ۱۱۸۰، ص: ۲۸۷

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب التهجد، باب صلاة النوافل جماعة، حدیث نمبر ۱۱۸۶، ص: ۱۸۹

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی عہدِ صحابہؓ کی نقد حدیث کی بعض امثلہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"والمقصود من هذهِ الأمثلة هو الإستدلال على أن الصحابة نظروا في المتون .... ولكن الذي ينبغي أن لا يفوتني من الذكر أن ردهم لبعض الأحاديث لم يتعدى الإختلاف في فهم تلك الأحاديث أو أن مدلول الحديث كان معمولا به ثم نسخ بعد ذلك ولم يبلغ راويه هذا النسخ فظل علىٰ العمل بروايته أو توقف الصحابي فيما لم يبلغه من الاحاديث حتى يتأكد من أنها صدرت من رسول الله ﷺ" ①

ان امثلہ سے مقصود دراصل اس بات پر استدلال کرنا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے احادیث کے متون پر نظر رکھی ......لیکن یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کا بعض احادیث کو رد کرنے کا مطلب صرف احادیث کو سمجھنے میں اختلاف کی بنا پر تھا یا مدلول حدیث پہلے قابل عمل تھا پھر منسوخ ہوگیا لیکن اس کے راوی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ چنانچہ وہ اپنی نقل کردہ روایت پر ہی عمل پیرا رہا یا پھر وہ صحابی جسے احادیث نہیں پہنچیں، اس نے اسے قبول کرنے سے توقف کیا۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں یقین کر لیا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوئی ہے۔

علامہ خلدون الاحدب عہد صحابہؓ میں نقد حدیث کی امثلہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"بعد هذا يمكن القول بأن نشأة النقد وارتباطه بالقبول والرد كان في زمن الصحابة رضوان الله عليهم وكان لابد من وجوده حيث إن الضبط والحفظ لا مدخل لها في العدالة فالصحابة رضوان الله عليهم أجمعين عدول كلهم بتعديل الله سبحانه لهم أما الضبط والحفظ فشيئ آخر فقد حفظ منهم من حفظ، ونسى من نسى وكان بعضهم أحفظ من بعض و لهذا كله نشأ النقد" ②

اس کے بعد یہ کہنا ممکن ہے کہ نقد کی ساخت و پرداخت اور اس کے قبول و رد کے ساتھ وابستگی عہد صحابہؓ میں تھی اور اس (نقد) کا وجود ضروری تھا کیونکہ عدالت میں حفظ و ضبط کا کوئی دخل نہیں ہے، تمام صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کی تعدیل کی وجہ سے عدول ہیں، البتہ ضبط و حفظ ایک دوسری چیز ہے۔ ان میں سے بعض نے یاد رکھا اور بعض نے بھلا دیا اور بعض، بعض سے زیادہ حافظ تھے۔ ان تمام چیزوں کی وجہ سے نقد کی نشوونما ہوئی۔

---

① محمد لقمان، اہتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص:۳۱۳

② خلدون الاحدب، أسباب اختلاف المحدثین، ص:۴۲/۱

حافظ ابن حبان کا تابعین کے بارے میں کلام گزر چکا ہے کہ تابعین بھی صحابہ کرامؓ کی طرح روایات کے نقل کرنے اور بیان کرنے میں محتاط واقع ہوئے تھے۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی تابعین کے نقد حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد أصبح هذا الإتجاه قويا عند التابعين و من بعدهم من الأئمة النقاد من المحدثين فهم بالإضافة إلىٰ اهتمامهم بالإسناد و نقد الرجال الذين هم معيار صدق الحديث أو كذبه كانت لهم نظرات في متن الحديث و توثيقهٖ بعيداً عن السند" ①

اور یہ رجحان تابعین اور ان کے بعد محدثین ائمہ نقاد کے ہاں قوی ہو گیا اور وہ اسناد اور نقد رجال جو حدیث کے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار ہے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ متن حدیث اور اس کی توثیق کے بارے میں سند کے علاوہ بھی غور وخوض کرتے تھے۔

❁ تابعین میں نقدِ حدیث کی امثلہ:

۱۔ سعید بن مسیّب نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے والد (سعد بن وقاص) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کہا:

((أنت مني بمنزلة هارون من موسىٰ إلا أنه لانبي بعدي))

تم میرے نزدیک اس طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سعید بیان کرتے ہیں:

میں نے یہ چاہا کہ میں سعدؓ بن وقاص سے بالمشافہہ ملوں اور اس روایت کے بارے میں پوچھوں، چنانچہ میں سعد سے ملا میں نے انھیں عامر کی بیان کردہ حدیث سنائی، کہنے لگے میں نے اسے (رسول اللہ ﷺ سے) سنا ہے، میں نے کہا کیا آپ نے واقعتاً سنا ہے تو انھوں نے اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ کر کہا جی ہاں اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں ②۔

۲۔ ایوب بن کیسان سختیانی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے ایوب کہتے ہیں، مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا:

"ألا تعجب حدثني القاسم عن عائشة أنها قالت أهللت بالحج ...... وحدثني عروة عنها أنها قالت أهللت بعمرة ألا تعجب" ③

---

① لقمان، اہتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص: ۳۱۴

② المسلم، الصحیح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضل علي بن ابي طالب، حدیث نمبر ۶۲۱۷، ص: ۱۰۵۹

③ ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص: ۲/ ۱۳۶

کیا تمھیں اس بات پر تعجب نہیں کہ مجھے قاسم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کردہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حج کی نیت کی ......اور عروہؒ نے ان سے مجھے حدیث بیان کی کہ عائشہؓ نے کہا میں نے عمرہ کی نیت کی کیا تمھیں تعجب نہیں ہے۔

۳۔ جبیر بن نفیر نے حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت کی ہے حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں:

((كنا مع النبي ﷺ فشخص ببصره إلى السماء ثم قال هذا أوان يختلس العلم من الناس حتى لا يقدروا منه على شيئ......"

ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر کہا یہ وقت ہے کہ جب لوگوں سے علم اچک لیا جائے گا یہاں تک کہ تھوڑے سے علم پر بھی وہ قادر نہیں رہیں گے۔

جبیر کہتے ہیں میں حضرت عبادۃؓ بن الصامت سے ملا اور ان سے کہا:

((ألا تسمع ما يقول أخوك ابو الدرداءؓ فأخبرته بالذى قال ابوالدرداءؓ قال صدق ابوالدرداءؓ......)) (۱)

کیا آپ نے سنا نہیں جو تمھارا بھائی ابوالدرداءؓ کہتا ہے چنانچہ میں نے انھیں ابوالدرداءؓ کے قول کی خبر دی تو انھوں نے کہا ابوالدرداءؓ نے سچ کہا ہے۔

۴۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں:

"سمعت عبدالله بن عمرؓ عن نبيذ الجر يقول حرم رسول الله ﷺ نبيذ الجر فأتيت ابن عباسؓ فقلت ألاتسمع ما يقول ابن عمرؓ قال وما يقول قلت قال حرم رسول الله ﷺ نبيذالجر فقال صدق ابن عمرؓ حرم رسول الله ﷺ نبيذ الجر فقلت وأى شيئ نبيذالجر قال كل شيئ يصنع من المدر" (۲)

میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا میں نے کہا کیا آپ نے سنا ہے جو حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے سچ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ میں نے کہا گھڑے کی نبیذ کس سے ہوتی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہر وہ چیز جو مٹی سے تیار ہوتی ہے۔

۵۔ سوید بن عبدالعزیز نے مغیرۃ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

''ہم ایک شیخ کی طرف گئے جس کے بارے میں ہمیں خبر ملی تھی کہ وہ احادیث بیان کرتا ہے۔ جب ہم ابراہیم

(۱) الترمذی، جامع الترمذی، كتاب العلم، باب ماجاء فى ذهاب العلم، حدیث نمبر ۲۶۵۳، ص: ۶۰۲

(۲) ابو داؤد، سنن ابی داؤد، كتاب الأشربة، باب فى الأوعية، حدیث نمبر ۳۶۹۱، ص: ۵۲۹

النخعی کے پاس پہنچے تو کہنے لگے تمھارا کیا کام ہے، ہم نے کہا ہم ایک شیخ کے پاس آئے ہیں جو احادیث بیان کرتا ہے۔ ابراہیم نے کہا ہم تو اس شخص سے احادیث لیتے ہیں جو ان (احادیث) کے علل کو جانتا ہو اور ہم نے ایسے شیخ کو پایا ہے جو حدیث بیان کرتے ہوئے حلال کو حرام سے بدل ڈالتا ہے اور اسے اس کا علم ہی نہیں ہوتا''(۱)۔

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابعین نے بھی حدیث کے بارے میں نقد سے کام لیا تاہم انھیں کسی راوی کی عدالت میں ہرگز شک وشبہ نہیں تھا بلکہ ان کے پیش نظر اس چیز کا امکان باقی تھا کہ شاید کسی سے حدیث سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہو یا پھر انھوں نے حدیث سنی ہی نہیں اور جب انھیں حدیث سنائی گئی تو انھیں تعجب ہوا، چنانچہ انھیں ان کے بارے میں تحقیق اور تثبت کی ضرورت پیش آئی۔

تبع تابعینؒ کی نقد حدیث

عصر تبع تابعین میں نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب اختیار کیا جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ صحابہؓ کے عہد میں فتنہ وضع حدیث اس قدر وسیع اور عام نہیں ہوا تھا جس قدر اس دور میں پھیلا تھا۔ چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد حدیث نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔ انھوں نے رجال، متون حدیث دونوں پر نقد کیا اور اس علم کو انھوں نے اپنے اساتذہ تابعین سے لیا تھا جنھوں نے صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ یہ انھی کی مساعیٔ جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ آج امت کے ہر فرد کے پاس صحیح احادیث کا مجموعہ موجود ہے۔

حافظ ابن حبان ان ائمہ نقاد کے گراں قدر کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ثم أخذ عن هؤلاء مسلك الحديث وانتقاد الرجال وحفظ السنن والقدح في الضعفاء جماعة من أئمة المسلمين والفقهاء في الدين منهم سفيان بن سعيد الثوري و مالك بن انس و شعبة بن الحجاج و عبدالرحمٰن بن عمرو الأوزاعي و حماد بن سلمه و الليث بن سعد و حماد بن زيد و سفيان بن عيينة في جماعة معهم إلا أن من أشدهم انتقاداً للسنن وأكثرهم مواظبة عليها حتى جعلوا ذلك صناعة لهم لا يشوبونها بشيئ آخر ثلاثة أنفس مالك والثوري وشعبة" (۲)

پھر ائمہ مسلمین، فقہائے دین نے ان (صحابہؓ) سے حدیث کے طریق کار، نقد رجال اور حفظ سنن، ضعفاء کی جرح کو اختیار کیا ان میں سفیان بن سعید ثوری، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، حماد بن زید،

---

(۱) ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۲۹/۱
(۲) ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۰/۱

سفیان بن عیینہ اور ایک جماعت تھی مگر ان سے زیادہ سنن (احادیث) کا نقد کرنے والے اور اس پر ہمیشگی کرنے والے جنھوں نے اسے ان کے لیے ایک صنعت قرار دیا جسے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے تھے اور وہ تین اشخاص تھے: امام مالک، سفیان ثوری، اور شعبہ۔

نقد حدیث کی ضرورت واسباب

فتنہ وضع حدیث جب رونما ہوا۔ اہل باطلہ نے دروغ گوئی کا سلسلہ شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہر قسم کی احادیث منسوب کی جانے لگیں۔ اس طرح صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہوگیا تو حضرات تابعین و تبع تابعین نے وضاعین اور دشمنان حدیث کا مختلف طریقوں سے مقابلہ کیا①۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ جو انھوں نے اختیار کیا وہ نقد حدیث کا تھا جس کے بارے میں ان کے پاس اپنے اسلاف کا نمونہ تھا۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ائمہ دین نے نقد حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ نقد حدیث کے انھی محرکات کی طرف امام ترمذی اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ما حملهم على ذلك عندنا. والله أعلم إلا النصيحة للمسلمين لا نظن أنهم أرادوا الطعن على الناس أوالغيبة إنما أرادوا عندنا أن يبينوا ضعف هؤلاء لكي يعرفوا لأن بعضهم من الذين ضعفوا كان صاحب بدعة و بعضهم كان متهماً في الحديث و بعضهم كانوا أصحاب غفلة وكثرت خطاء فأراد هؤلاء الأئمة أن يبينوا أحوالهم شفقة على الدين و تبييناً لأن الشهادة في الدين أحق أن يثبت فيها من الشهادة في الحقوق والأموال" ②

ہماری نظر میں انھیں (ائمہ دین کو) مسلمانوں کی خیر خواہی نے راغب کیا ہے۔ یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ انھوں نے لوگوں کی عیب جوئی یا ان کی غیبت کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسے لوگوں کی کمزوری واضح کی جائے کیونکہ بعض وہ لوگ جو ضعیف قرار دے دیے گئے تھے وہ بدعتی تھے اور بعض پر جھوٹی حدیث بیان کرنے کی تہمت تھی اور بعض غافل اور کثرت سے غلطیاں کرنے والے تھے۔ چنانچہ ان ائمہ نے دین پر جھوٹ گھڑنے کے ڈر سے اور اسے بیان کرنے کی غرض سے ایسے لوگوں کے احوال کو بیان کیا ہے کیونکہ دین کی گواہی کو حقوق اور اموال کی گواہی کے مقابلہ میں بیان کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔

حافظ ابن رجب اس بارے میں فرماتے ہیں:

---

① دیکھیے، فتنہ وضع حدیث کا سد باب اور محدثین کی خدمات: صفحہ نمبر ۴۷۱

② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۴۲/۱

"وسبب هذا أنه قد كثر الكذب على علي في تلك الأيام كما روى شريك عن ابى اسحاق سمعت خزيمة بن نصر العبسى أيام المختار و هم يقولون ما يقولون من الكذب و كان من اصحاب علي قال: "ما لهم قاتلهم الله أى عصابة شانوا و أى حديث أفسدوا" ①

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؓ پر کثرت سے جھوٹ بولا جانے لگا جس طرح شریک ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ (انھوں نے کہا) میں نے خزیمہ بن نصر عبسی سے جن دنوں میں مختار نے فتنہ برپا کیا اور وہ جھوٹ کہہ رہے تھے اور وہ اصحاب علیؓ میں سے تھا حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ انھیں غارت کرے کس جماعت کا مرتبہ کم کر رہیں ہیں اور کتنی زیادہ احادیث کو انھوں نے فاسد کر دیا ہے۔

اگر علماء امت اس طرح نقد حدیث کا کام شروع نہ کرتے تو صحیح اور کمزور احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا، بہت سی سنتیں و آثار ضائع ہو جاتے، استنباط اور اعتبار کا معاملہ باطل ٹھہرتا، نیز شریعت اسلامی خلط ملط ہو جاتی یہ انھی علماء دین کی شاندار مساعی کا نتیجہ ہے کہ جن کی بدولت شریعت اسلامی کا یہ سرچشمہ صافی اور پاک ہے جس میں کسی قسم آمیزش نہیں ہے۔

جزاهم الله خير الجزاء و أوفاه

① ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۵۲/۱

مشہور ائمہ نقاد اور ان کے نقدِ حدیث کا طریقہ کار

عہد صحابہؓ و تابعینؒ میں فتنۂ وضع حدیث کا جو دروازہ کھلا تھا، بنو امیہ کے آخری دور میں اس فتنہ کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا، چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد نے اس فتنہ کا تدارک کیا، انھوں نے رواۃ حدیث اور متون حدیث دونوں پر نقد کیا، اور اسے ایک صنعت قرار دیا، جس کی وجہ سے نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب کی صورت اختیار کر لی۔ صحیح اور موضوع حدیث کے مابین فرق و امتیاز کرنے کے لیے جن ذرائع (یعنی علم الاسناد، علم الجرح والتعدیل، علم التاریخ، علم الرواۃ وغیرہ) سے استفادہ کرنا ممکن تھا، اس دور کے ائمہ نقاد نے ان سے بھرپور طریقے سے استفادہ کیا۔ اس دور کے نمایاں ائمہ نقاد میں درج ذیل سرفہرست ہیں:

۱) امام عبدالرحمٰنؒ بن عمرو الاوزاعی (۱)

۲) امام شعبہؒ بن حجاج (۲)

۳) امام سفیانؒ بن سعید الثوری (۳)

۴) امام مالکؒ بن انس (۴)

۵) امام عبداللہؒ بن مبارک (۵)

۶) امام سفیانؒ بن عیینہ (۶)

۷) امام یحییٰ بن سعید القطانؒ (۷)

ذیل میں علمِ نقدِ حدیث میں ان ائمہ کا مقام و مرتبہ اور نقد رجال میں ان کا طریقۂ کار بیان کیا جاتا ہے:

امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی

آپ اپنے وقت کے جرح وتعدیل کے ائمہ میں سے تھے۔

ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"وكان من العلماء الجهابذة النقاد من أهل الشام" (۸)

آپ اہل شام کے دانا نقاد علماء میں سے تھے۔

ابن عدیؒ (۹)، ابن حبانؒ (۱۰)، اور ذہبیؒ نے بھی آپ کا شمار علمائے نقاد میں کیا ہے (۱۱)۔

---

(۱) سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۵

(۲) سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۱

(۳) سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۳

(۴) سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۸

(۵) سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۱

(۶) سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۸

(۷) سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۱۱

(۸) الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص:۱۸۴

(۹) ابن عدی، مقدمة الکامل، ص:۹۹

(۱۰) ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۴۰

(۱۱) الذہبی، ذکر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل، ص:۱۶۲

آپ حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ متشدد تھے، صرف اپنے من پسند شخص کو حدیث بیان کرتے تھے۔ چنانچہ بعض طلبہ ائمہ سے سفارش کراتے تھے تاکہ آپ انھیں حدیث بیان کریں۔ اس کی وضاحت ذیل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے:

ایک شخص سفیان بن سعید ثوریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا اوزاعیؒ کو لکھیں کہ وہ مجھے حدیث بیان کریں۔ تو سفیان نے کہا میں تمھیں لکھ تو دیتا ہوں مگر میرا نہیں خیال کہ وہ تمھیں احادیث بیان کریں (١)۔

نیز آپ کا قول ہے: ہم نقلِ روایت میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، آپ کہا کرتے تھے:

"كنا نسمع الحديث فنعرضه علىٰ أصحابنا كما يعرض الدرهم الزيف على الصيارفة" (٢)

ہم حدیث سن لینے کے بعد اسے اپنا اساتذہ کے سامنے پیش کر دیتے تھے جس طرح کھوٹے دراہم زرگر کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں

نیز آپ کا قول ہے۔

"خذ دينك عمّن تثق به و ترضىٰ به" (٣)

تم اپنا دین (احادیث) اس شخص سے لو جس پر تمھیں اعتماد ہے اور جسے تم پسند کرتے ہو۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے بیٹے سے کہا:

"يا بني لو نقبل من الناس كل ما يعرضونه علينا لأوشك بنا أن نهوّن عليهم" (٤)

اے بیٹے! اگر ہم لوگوں کی ہر بات کو قبول کر لیں تو ممکن ہے وہ ہمیں ہیچ سمجھیں۔

جب آپ سے کوئی سائل سوال کرتا کہ آپ نے کس سے سماع کیا ہے تو آپ جواب دیتے:

"ليس لك حملته، حملته لنفسي عمن أثق به" (٥)

میں نے انھیں (احادیث کو) تمھارے لیے نہیں سنا، میں نے تو اپنے لیے ان کا سماع ایسے شخص سے کیا ہے جس پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔

آپ مقطوع (٦) اور اہلِ شام کی مراسیل (٧) کو حجت قرار دیتے تھے (٨)۔

---

(١) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۱۴/۷ (٢) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۱/۲ (٣) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۹/۲

(٤) الفسوی، کتاب المعرفۃ والتاریخ، ص: ۹۹/۲ (٥) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۴۳

(٦) مقطوع سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو کسی تابعی یا اس سے پہلے کسی شخص کی طرف منسوب ہو۔ دیکھئے: ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۴۷

(٧) مراسیل مرسل کی جمع ہے۔ مرسل ہر وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند میں صحابی کا نام نہ ہو۔ تابعی براہ راست رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کر رہا ہو۔ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۲۵ ◉ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۵۱ ◉ العراقی، التقیید والایضاح، ص: ۷۱ ◉ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام، ص: ۳/۲

(٨) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۲/۶

❁ نقد رجال کی مثال:

یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے:

''میں نے اوزاعیؒ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جو وہم کا شکار ہو جاتا تھا تو آپ نے کہا اس (شخص) کے وہم کو بیان کرو'' ①

❁ امام شعبہ بن حجاجؒ:

محدثین کرام رجالِ حدیث پر شعبہ کے حکم کو تسلیم کرتے تھے، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شعبہؒ رجالِ حدیث کے امام تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہا کرتے تھے:

"کان شعبة أمة وحدة فی هذا الشأن" ②

اس معاملہ (رجال حدیث) میں شعبہ ایک امت کی حیثیت رکھتے تھے۔

یحییٰ بن سعیدؒ کا قول ہے:

"کان شعبة أعلم بالرجال" ③

رجال (حدیث) کے بارے میں امام شعبہ کے پاس سب سے زیادہ علم تھا۔

امام شعبہ ''علم الجرح والتعدیل'' کے بانی تھے۔ ابن رجب کا قول ہے:

"وهو أول من وسّع الکلام فی الجرح و التعدیل واتصال الأسانید وانقطاعها ونقب عن دقائق علم العلل وائمة هذا الشأن بعده تبع له فی هذا العلم ④

امام شعبہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم الجرح والتعدیل اور اتصال سند اور انقطاع سند کے بارے میں تفصیلا کلام کیا اور علم العلل کے باریک بین مسائل کا کھوج لگایا اور آپ کے بعد اس علم کے ائمہ اس علم میں آپ کے متبعین ہیں۔

علامہ ذہبیؒ کا قول ہے:

"کان ابو بسطام إماماً ثبتاً، حجة ناقداً.... وهو أول من جرّح و عدّل وأخذ عنه فی هذا الشأن یحییٰ بن سعید القطان وابن مهدی وطائفة" ⑤

ابو بسطام (امام شعبہ کی کنیت) امام، ثقہ، ناقد اور صاحبِ حجت تھے...... سب سے پہلے آپ نے جرح اور تعدیل کی ابتدا کی۔ (بعد

---

① ابن عدی، مقدمة الکامل، ص:۱۱۳

② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۵۹ ◉ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ص: ۴/۳۴۴

③ ابن عدی، مقدمة الکامل، ص:۸۵ ◉ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ص: ۴/۳۴۵

④ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۵۹ ⑤ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۲۰۶

ازاں) یحییٰ بن سعید، ابن مہدی اور ایک جماعت نے آپ سے اس علم کو حاصل کیا۔

امام ابو حاتمؒ کا قول ہے:

"وكان شعبة أبصر بالحديث و بالرجال و كان الثوري أحفظ و كان شعبة بصيراً بالحديث جداً فهما له كأنه خلق لهذا الشأن "①

امام شعبہؒ حدیث اور علمِ رجال کے بارے میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے اور سفیان ثوریؒ حدیث کے بڑے حافظ تھے۔ اور شعبہؒ حدیث میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے پس یہ دونوں حضرات گویا کہ حدیث اور علمِ رجال کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔

آپ رجال حدیث پر کلام کو واجب قرار دیتے اور اسے ثواب کا کام سمجھتے اور اسے اللہ کے لیے غیبت کرنے کے مترادف قرار دیتے۔

مکی بن ابراہیمؒ کا قول ہے:

"كان شعبة يجيئ إلى عمران بن حدير فيقول تعال نغتاب ساعة في الله عزوجل نذكر مساوئي أصحاب الحديث "②

امام شعبہؒ، عمران بن حُدیر کے پاس آکر کہتے آؤ کچھ دیر اللہ کے لیے غیبت کریں۔ اصحاب حدیث کی (حدیث کے بارے میں) کمزوریاں، برائیاں ذکر کریں۔

نضر بن شمیل شعبہؒ سے نقل کرتے ہیں۔ امام شعبہؒ کہا کرتے تھے:

"تعالوا نغتاب في الله "③ (آؤ اللہ کے واسطے (حدیث نبوی کے لیے) غیبت کریں)

حماد بن زیدؒ کا قول ہے:

"ایک مرتبہ شعبہ نے مجھ سے اور عبادؒ بن عباد، جریر بن حازمؒ سے ایک شخص کے بارے میں کلام کیا تو ہم نے شعبہ سے کہا اب بس کرو، کہنے لگے ایسا کرنا (حدیث کے رواۃ کے بارے میں کلام کرنا) ہم پر واجب ہے......④

ابن حبانؒ نے حماد بن زیدؒ سے نقل کیا ہے:

"......ایک مرتبہ امام شعبہؒ میرے پاس رات کو آئے اور کہنے لگے تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ میں ابانؒ کے بارے میں کچھ نہ بولوں لیکن اس کے بارے میں نہ بولنا جائز نہیں اس لیے کہ وہ رسول ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے"⑤

---

① الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۲۸ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/۱۷۵
② ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۱۹ ③ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۱۶
④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۷۱ ⑤ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۰

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا قول ہے:

"كان شعبة يتكلم في هذا حِسبة"①

شعبہؒ حدیث کے رواۃ کے بارے میں کلام کرنے کو ثواب سمجھتے تھے۔

حماد بن زیدؒ سے بھی یہی قول مروی ہے②۔

یزید بن ہارونؒ کا قول ہے:

"لولا أن شعبة أراد الله عزوجل ما ارتفع هكذا يعني كلامه في رواة العلم"③

اگر اللہ تعالیٰ شعبہؒ کے ذریعے اس علم کی بلندی کا ارادہ نہ فرماتے تو یہ علم ہرگز بلند نہ ہوتا یعنی شعبہ کا رواۃ علم (حدیث) کے بارے میں کلام کرنا۔

امام شعبہ صرف ثقہ رواۃ سے حدیث روایت کرتے تھے۔

علی بن مدینی کہتے ہیں:

ایک بار یحییٰ بن سعید القطان نے ہم سے قاسم بن عوفؒ کا ذکر کیا۔ یحییٰ نے کہا کہ شعبہؒ نے کہا کیا تم اس کے پاس گئے ہو؟ چنانچہ یحییٰ نے اپنے سر سے اشارہ کیا، میں (یعنی ابن المدینی) نے یحییٰ سے کہا اس کا معاملہ کیسا ہے تو آپ بات دھرانے لگے، میں نے یحییٰ سے کہا کیا شعبہ نے اسے ضعیف قرار دیا تھے تو کہنے لگے اگر ضعیف نہ ہوتے تو ان سے یقیناً روایت کرتے"④۔

نیز علی بن مدینی کا قول ہے:

"كل شيئ يحدث به شعبة عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذلك الرجل إنه سمع فلاناً قد كفاك أمره"⑤

شعبہ جب کسی شخص سے حدیث بیان کرے تو تمہیں اس شخص کے بارے میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس نے فلاں شخص سے سنا ہے۔ تجھے اس کے معاملہ میں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام شعبہ حدیث کو ایک مرتبہ سن کر مطمئن نہیں ہوتے تھے بلکہ کئی بار حدیث سن کر مطمئن ہوتے⑥۔

---

① الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۷۱
② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۷۱
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۱
④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۵۰
⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۶۲
⑥ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۲۶

◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۶۸ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۳۱
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۹۴ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۷/۲۱۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۴۶
◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱۹۱

◈ نقدِ رجال کی امثلہ

علامہ ذہبیؒ نے امام شعبہؒ کو ان ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے جنھوں نے رواۃ حدیث کے بارے میں بہت زیادہ کلام کیا ہے (1)۔

آپ کے کلام کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جرح کے بارے میں بہت متشدد تھے۔ مثلاً:

آپ سے منقول ہے کہ: ''آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے جانور کو دوڑا رہا تھا چنانچہ آپ نے اس سے روایت ترک کر دی'' (2)

اسی طرح ''آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو وزن کرتے ہوئے ترازو کو جھکا دیتا، آپ نے اس سے روایت نہیں لی'' (3)

نیز آپ نے ابوزبیر کو دیکھا، جو اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھ رہا تھا، آپ نے اس سے روایت نہیں لی (4)۔

اور آپ نے منہال بن عمرو کو اس لیے چھوڑ دیا کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے گھر میں ان کی آواز سن لی تھی (5)۔

مذکورہ اسباب کی بناء پر کسی کی روایت کو ترک کر دینا اور اسے مورد جرح قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ اسباب، جرح کا سبب نہیں بنتے اس لیے ابن الصلاح نے ان میں سے بعض اسباب پر تنقید کی ہے (6)۔

علامہ ذہبیؒ نے بھی منہال بن عمروؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے

"أن ما غمز به شعبة لايوجب غمزالشيخ" (7)

شعبہ نے جوان (منہال) پر طعن کیا ہے حقیقت میں یہ شیخ پر کوئی طعن نہیں ہے۔

آپ جرح کے صیغوں میں مبالغہ سے کام لیتے تھے مثلاً آپ کا قول ہے:

"لأن أرتكب سبعين كبيرة أحب إليّ من أن أحدث عن أبان بن ابى عياش" (8)

ستر کبیرہ گناہ کر لینا میرے نزدیک اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں ابان بن ابی عیاش سے حدیث بیان کروں۔

امام شعبہؒ ضعیف اور متروک رواۃ سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ بیان کرتے ہیں کہ شعبہ نے کہا:

"هذا عباد بن كثير فا حذروه" (9)

یہ عباد بن کثیر ہے اس سے بچو (یعنی اس سے روایت مت لو)

---

(1) الذہبی، ذكر من يعتمد قوله فى الجرح و التعديل، ص:158

(2) ابن حبان، المجروحین، ص:1/30

(3) ابن حبان، المجروحین، ص:1/30

(4) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:151

(5) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:153

(6) ابن الصلاح، مقدمۃ ابن الصلاح، ص:140

(7) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:4/192

(8) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:1/206

(9) المسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر 38، ص:12

آپ نے معاذ العنبریؒ کی طرف لکھا:

"لاتکتب عن ابی شیبة قاضی واسط "[1]

واسط کے قاضی ابوشیبہ سے (احادیث) مت لکھیے۔

آپ نے جریر بن حازمؒ کی طرف پیغام بھیجا:

"لا یحل لك أن تروی عن الحسن بن عمارة فإنه کذب"[2]

تمھارے لیے حسن بن عمارۃ سے روایت کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ''امام شعبہ بعض دفعہ کسی شخص کو حدیث بیان کرنے سے منع کرتے تھے اور کہتے اگر تم نے حدیث بیان کی تو میں تمھاری بادشاہ سے شکایت کروں گا۔ اس طرح آپ نے سماک بن حرب کی بیان کردہ حدیث کی غلطی کو واضح کیا[3]۔

امام سفیان بن سعید ثوریؒ

آپ کا شمار متوسط طبقہ کے نقادوں میں سے ہوتا ہے جیسا کہ ابن حجر نے بیان کیا ہے[4]۔

ائمہ نقاد نے آپ کی اس فن (علم الجرح والتعدیل) میں مہارتِ تامہ کی شہادت دی ہے اور آپ کو اس فن کے بانیوں میں شمار کیا ہے۔علامہ ذہبی نے آپ کو ان ائمہ میں ذکر کیا جن کا قول جرح وتعدیل کے بارے میں قابل اعتماد ہے[5]۔

امام ابن ابی حاتم[6] اور ابن عدی نے بھی آپ کو ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے[7]۔

امام سفیان کا مشہور قول ہے:

"لما استعمل الرواة الکذب استعملنا لهم التاریخ "[8]

جب رواۃ نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ کو استعمال کیا۔

آپ کا مذکورہ قول: ''علم الجرح و التعدیل" کے بنیادی اور اہم قاعدہ میں شمار ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"الثوری أعلم بحدیث الکوفیین و مشایخهم من شعبة"[9]

ثوری کوفہ کے محدثین اور ان کی حدیث کو شعبہ سے زیادہ جانتے تھے۔

---

[1] الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳۳ ◉ المسلم، مقدمة الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر۲۷، ص:۱۶

[2] الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳۷ ◉ المسلم، مقدمة الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر۴۷، ص:۱۶

[3] الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۵۸ [4] السخاوی، المتکلمون فی الرجال، ص:۸۸

[5] الذہبی، ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل، ص:۱۶۳ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۳/۱۸ ◉ السخاوی، الاعلان بالتوبیخ، ص:۱۹۳

[6] الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۵۵ [7] ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۲۳

[8] ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۳۹ [9] ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/۱۶۳

نیز امام احمد کا قول ہے:

"سفیان أحفظ للإ سناد و أسماء الرجال من شعبة" ①

سفیانؒ اسناد اور اُسماء الرجال کے شعبہؒ سے زیادہ حافظ ہیں۔

ابو حاتم کا قول ہے:

"هو إمام أهل العراق و أتقن أصحاب ابی اسحاق وهو أحفظ من شعبة وإذا اختلف الثوری وشعبة فا الثوری" ②

سفیانؒ اہل عراق کے امام اور ابو اسحاقؒ کے ثقہ اصحاب میں سے ہیں۔آپ شعبہؒ سے زیادہ حافظ ہیں۔ جب شعبہؒ اور ثوریؒ کسی حدیث کے بارے میں اختلاف کریں تو ثوری کا قول قابلِ حجت ہوگا۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

"له نقد و ذوق" ③ (سفیان ناقد اور نقد کا ذوق رکھنے والے تھے)

◈ نقد رجال کی امثلہ:

آپ سے ثور بن یزید شامی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

خذوا عنه و اتقوا قرنيه إنه كان قدريا" ④

اس سے لو اور اس کے سینگوں سے بچو یعنی وہ قدری تھا۔

نیز آپ کا قول ہے:

كان جابر ورعا فی الحديث ما رأيت أرع فی الحديث من جابر" ⑤

جابر حدیث میں احتیاط کرنے والا تھا۔ میں نے جابر سے زیادہ حدیث میں احتیاط کرنے والے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

ابن ابی عمر العطار فرماتے ہیں ایک دفعہ سفیان ثوری کے ساتھ مسجد حرام میں تھا کہ ادھر سے عبدالوہاب بن مجاہد گذرے سفیان کہنے لگے: "هذا كذاب"، ⑥ (یہ جھوٹا ہے)۔ ایک مرتبہ آپ کو کہا گیا:

"مالك لا تحدث عن ابان بن عياش" آپ کو کیا ہے کہ آپ ابان بن عیاشؒ سے حدیث بیان نہیں کرتے۔

تو آپ نے فرمایا: "كان أبان نسيا للحديث"، ⑦ (ابان حدیث کو بھلا بیٹھا ہے۔)

---

① ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/۱۶۳
② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۶۶
③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۶۹
④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۴
⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۴
⑥ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۶
⑦ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۷

امام مالک بن انسؒ

آپ نقد رجال کے ائمہ میں سے تھے۔ امام سفیانؒ بن عیینہ کا قول ہے:

"ما كان أشد انتقاد مالك للرجال وأعلمهٔ بشأنهم "[1]

نقد رجال کے سلسلہ میں امام مالک بہت متشدد واقع ہوئے ہیں، اور اس (نقد رجال) کے معاملہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

ابن البر کا بیان ہے:

"معلوم أن مالكا كان من أشد الناس تركا لشذوذ العلم وأشدهم انتقاداً للرجال....[2]

یہ بات معلوم ہے کہ امام مالکؒ شاذ علم کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ترک کرنے والے تھے اور نقد رجال کے سلسلہ میں بھی آپ سخت ترین تھے۔

یعقوب بن شیبہ کا قول ہے:

"كان مالك ممن ينتقي الرجال "[3] امام مالکؒ راویوں میں سے انتخاب کرتے تھے۔

ابن حبان کا قول ہے:

"كان مالك أول من انتقى الرجال من الفقهاء بالمدينة.... "[4]

فقہاء مدینہ میں سے امام مالکؒ نے سب سے پہلے رجال (حدیث) کا نقد کیا۔

نیز انھوں نے آپ کو ائمہ نقاد (حدیث) میں شمار کیا ہے[5]۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

"هو أمة فى نقد الرجال "[6] (نقدِ رجال کے سلسلہ میں امام مالکؒ ایک امت کی حیثیت رکھتے ہیں)

علامہ ذہبی نے امام مالک کا شماران ائمہ میں سے کیا ہے جن کا قول "علم الجرح والتعدیل" میں قابل اعتماد ہے۔ اور جنھوں نے رواۃ کے بارے میں بہت زیادہ کلام کیا ہے[7]۔

---

[1] الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۳ ◉ ابن عبدالبر، التمہید، ص:۱/۶۵ ◉ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۲۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۶

[2] ابن عبدالبر، التمہید، ص:۱/۶۵

[3] ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۲/۷۸۱

[4] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۹

[5] ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۴۰

[6] الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۸/۷۲

[7] الذہبی، ذكر من يعتمد قوله فى الجرح و التعديل، ص:۱۵۸

ابن ابی حاتم نے آپ کو چوٹی کے ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے۔ ان کا قول ہے:

"فمن العلماء الجهابذة النقاد الذين جعلهم الله علما للإسلام وقدوة في الدين ونقادا لناقلة الآثار من الطبقة الأولى بالحجاز مالك بن انس...." (١)

طبقہ اولیٰ کے وہ دانا علماء نقاد جنھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کا علم اور دین کا نمونہ قرار دیا ہے اور وہ ناقلین آثار کے نقاد ہیں ان میں سے حجاز میں امام مالکؒ ہیں۔

◈ نقد رجال کی امثلہ

امام مالکؒ رجال حدیث کے نقد کے بارے میں بہت متشدد تھے۔ آپ کہا کرتے تھے:

١۔ "لا يؤخذ العلم من أربعة ويؤخذ ممن سوى ذلك لا يؤخذ من سفيه معلن بالسنة وإن كان أروى الناس ولا من صاحب هوى يدعوا الناس إلى هواه ولا من كذّاب في أحاديث الناس وإن كنت لا تتهمه أن يكذب على رسول الله ﷺ و لا من شيخ له عبادة وفضل إذا كان لا يعرف ما يحدث" (٢)

چار قسم کے لوگوں سے علم حاصل نہ کیا جائے اور ان کے علاوہ تمام لوگوں سے حاصل کیا جائے۔ (وہ چار اشخاص یہ ہیں):

(i) بے وقوف شخص جو اپنی بے وقوفی کی تشہیر کرنے والا ہو۔ اگرچہ ایسا شخص سب سے زیادہ روایت کرنے والا ہو۔

(ii) ایسا شخص جو اپنی خواہش کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو۔

(iii) ایسا شخص جو عام گفتگو میں جھوٹ تو بولتا ہو لیکن وہ حدیث رسول ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنے میں متہم نہ ہو۔

(iv) ایسا عبادت گزار اور صاحب مرتبہ شخص جسے حدیث کے بارے میں کچھ علم نہ ہو۔

٢۔ نیز آپؒ کا قول ہے:

"أدركت في مسجدنا هذا ستين أو سبعين من التابعين لم أكتب إلا عمن يعرف حلال الحديث وحرامه وزيادہ ونقصانه" (٣)

اپنی اس مسجد میں ساٹھ یا ستر تابعین سے میری ملاقات ہوئی ہے مگر میں نے ان میں سے صرف اس شخص سے حدیث لکھی ہے جو حدیث کے حلال وحرام (یعنی صحیح وضعیف) اور اس کی کمی وبیشی کی معرفت رکھتا تھا۔

٣۔ بشر بن عمر نے امام مالک سے محمد بن عبد الرحمٰن کے بارے میں پوچھا جو سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا: ''لیس بثقه'' (وہ ثقہ نہیں ہیں۔) اسی طرح میں نے آپ سے ابو الحویرث، شعبہ بن دینار الہاشمی جن سے ابن ابی ذئب روایت کرتے ہیں، صالح مولی التوأمہ، حرام بن عثمان کے بارے میں پوچھا تو

(١) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ١٠ (٢) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ١٠٣

(٣) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ١٠٥

آپ نے جواب دیا۔

"لیسوا بثقه فی حدیثهم" ① (یہ سب اپنی حدیث میں ثقہ نہیں ہیں)

۴۔ یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے۔

"سألت مالك بن انس عن ابراهیم بن ابی یحییٰ أکان ثقة قال لا و لا ثقة فی دینه" ②

میں نے امام مالک بن انس سے ابراہیم بن ابی یحییٰ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ ثقہ ہیں تو آپ نے فرمایا جی نہیں اور نہ ہی وہ اپنے دین میں ثقہ ہیں۔

امام مالک ابن اسحاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

"دجال من الدجاجلة" ③ (دجالوں میں سے ایک دجال ہے)۔

۵۔ عبدالرحمٰن بن قاسم فرماتے ہیں:

"سألت مالكا عن ابن سمعان فقال كذّاب" ④

میں نے امام مالک سے ابن سمعان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے۔

۶۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے ابو جابر بیاضی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا:

"لم یکن برضا" ⑤ (وہ پسندیدہ شخص نہیں ہیں)

امام رازی نے آپ کے اس طرح کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں ⑥۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ

آپ کا شمار متوسط درجہ کے نقاد میں سے ہوتا ہے۔ جرح و تعدیل کے بارے میں آپ کا کلام لطیف نوعیت کا ہوتا ہے۔ احوال رجال اور اسناد کے بارے میں آپ نے بہت زیادہ کلام اور بحث و تمحیص سے کام لیا ہے۔ اسناد کے بارے میں آپ سے منقول اقوال اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ صحیح اور ضعیف حدیث کے مابین امتیاز کرنے میں کس قدر حریص واقع ہوئے تھے اور اسناد کو کس قدر اہمیت دیتے تھے۔

آپ کا قول ہے۔

"بیننا و بین القوم القوائم" ⑦ (ہمارے اور قوم کے مابین امتیاز حدیث کے پائے ہیں)

---

① المسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۸۵، ص: ۱۸

② الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۹ ③ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۰

④ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۱ ⑤ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳

⑥ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۴

⑦ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۸۶/۵ ◉ الرامهرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۶ ◉ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۶/۲

نیز آپ کا قول ہے:

"الإسناد من الدين و لولا الإ سناد لقال من شاء ما شاء" (۱)

(اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی جس کا دل چاہتا سو کہتا۔)

اور آپ کا قول ہے:

"ليس جودة الحديث فى قرب الإسناد ولكن جودة الحديث فى صحة الرجال" (۲)

علو اسناد میں حدیث کی کوالٹی (Quality) نہیں بلکہ صحت اشخاص میں حدیث کی کوالٹی ہے۔

آپ کا قول ہے:

"بعد الإسناد أحب إلىّ إذا كانوا ثقات لإنهم قد تربصوا به و حديث بعيد الإسناد صحيح خير من قريب الإسناد سقيم" (۳)

جب تمام رواۃ ثقہ ہوں تو بعید سند میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اس کے تمام رواۃ دیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعید سند کی صحیح حدیث، قریب سند کی ضعیف حدیث سے بہتر ہے۔

نقد رجال کی امثلہ

آپ حتی الوسع متہم اور ضعفاء رواۃ سے روایت نہیں کرتے تھے اور رجالِ حدیث کو خوب پرکھتے تھے، یہی وجہ ہے آپ نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا لیکن ان میں سے صرف ایک ہزار شیوخ سے روایت کی۔

عبدان کا بیان ہے:

"سموا لعبد الله رجلا يتهم فى الحديث فقال لأن أقطع الطريق أحب إلىّ من أن أحدث عنه" (۴)

عبداللہ بن المبارک کے سامنے ایک شخص کا نام لیا گیا جو حدیث میں متہم تھا تو آپ کہنے لگے ڈاکو بن جانا میرے لیے پسندیدہ ہے کہ میں ایسے شخص سے حدیث بیان کروں۔

بلکہ آپ ایسے شخص کے پاس بیٹھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

آپ کا اپنا بیان ہے:

"رأيت روح بن غطيف صاحب الدم قدر الدرهم وجلست إليه مجلسا فجعلت أستحيى من أصحابى أن يرونى جالسا معه كره حديثه" (۵)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۸۷ ◉ المسلم، مقدمه الصحيح، باب بيان أن الا سناد من الدين، حدیث نمبر ۳۲، ص: ۱۱

(۲) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۶۲

(۳) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۶۳

(۴) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۶۳

(۵) المسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۲۲، ص: ۱۳

میں نے روح بن غطیف کو دیکھا جو حدیث صاحب دم درہم کی مقدار (یعنی جو حدیث "درہم کی مقدار میں اگر خون نکل جائے تو نماز کو لوٹانا چاہیے" کے) راوی ہیں۔ تو میں ان کی مجلس میں بیٹھ گیا لیکن مجھے اپنے ساتھیوں سے حیا آ رہی تھی کہ کہیں وہ مجھے ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھ نہ لیں کیونکہ وہ ان کی بیان کردہ حدیث کو مکروہ جانتے تھے۔

آپ نے بعض ضعفاء (رواۃ) سے احادیث لینے کا راز بھی بتا دیا۔ آپ کا قول ہے:

"إنی لأسمع الحدیث فأکتبه وما أری أن أعمل به ولا أحدث به ولکن اتخذته عدة لبعض أصحابی إن عمل به أقول یعمل بالحدیث" (۱)

بعض اوقات میں (ضعیف) حدیث سنتا اور اسے لکھ لیتا اس پر عمل کرنے یا اسے بیان کرنے کا میرا ارادہ ہرگز نہیں ہوتا ہے بلکہ اسے اس لیے لے لیتا ہوں تاکہ اپنے بعض اصحاب کے لیے تیار رکھوں اگر وہ اس (حدیث) پر عمل کریں گے تو میں انہیں کہوں گا (صحیح) حدیث پر عمل کرو۔

نیز آپ کا قول ہے:

"من رضیه أهل العلم فکتبوا عنه فهو عدل جائز الشهادة" (۲)

جس شخص پر اہل علم نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے اس سے لکھ لیا تو یہ (شخص) عادل ہے۔ جس کی شہادت جائز ہے۔

نعیم بن حماد کا قول ہے:

"کان ابن المبارک لا یترک حدیث الرجل حتی یبلغه الشئی الذی لا یستطیع أن یدفعه" (۳)

ابن مبارک کسی شخص کی حدیث کو ترک نہیں کرتے تھے الا یہ کہ آپ کو ایسی چیز پہنچ جاتی جس کا روکنا آپ کے لیے ممکن نہ ہوتا۔

آپ کا قول ہے:

"یکتب الحدیث إلا من أربعة غلاط لا یرجع وکذاب و صاحب هوی یدعو إلیٰ بدعته رجل لا یحفظ فیحدث من حفظه" (۴)

چار اشخاص کے علاوہ تمام لوگوں سے حدیث لکھی جائے، وہ چار یہ ہیں:

۱۔ غلطی کرنے والا شخص جو اپنی غلطی سے رجوع نہ کرے۔

۲۔ جھوٹا شخص۔

۳۔ اپنی خواہش کا ساتھی جو اپنی بدعت کی طرف بلائے۔

۴۔ وہ شخص جو یاد نہ رکھ سکتا ہو اور وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرے۔

---

(۱) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸ (۲) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸

(۳) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۷۰ (۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۳۳

(۵) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۲۳۲

امام سفیان بن عیینہؒ:

ابن ابی حاتم①، ابن عدی②، ابن حبان③، اور ذہبی نے آپ کو کبار ناقدین میں سے شمار کیا ہے④۔

امام سفیان ثوری آپ کے نقدِ حدیث کا برملا اظہار کیا کرتے تھے۔

عبدالحمید بن عبدالعزیز کا قول ہے:

"کان سفیان إذا لم یر أصحاب الحدیث أسندوا الأحادیث فکنت آتی ابن عیینة .فیقول هذا خطأ وهذا کذا فأتی الثوری فیقول لی أتیت ابن عیینة فأخبره بما قال ابن عیینة فیقول هو کما قال "⑤

سفیان ثوریؒ جب اصحابِ حدیث کو دیکھتے کہ وہ احادیث کی اسناد بیان نہیں کرتے تو میں ابن عیینہ کے پاس چلا آتا تو آپ کہتے یہ غلطی ہے اور یہ اس طرح ہے۔ پھر میں سفیان ثوری کے پاس دوبارہ جاتا تو وہ مجھے کہتے کیا تم ابن عیینہؒ کے پاس گئے تھے؟ تو میں جو کچھ ابن عیینہؒ نے کہا ہوتا انھیں بتاتا تو آپ کہتے یہ اس طرح ہے جس طرح انھوں نے ارشاد فرمایا ہے۔

◈ نقد رجال کی امثلہ:

آپ فرماتے ہیں: "کنا نتقی حدیث داؤد بن الحصین"⑥ ہم داؤد بن حصین کی حدیث (لینے سے) بچتے تھے

نیز آپ کا قول ہے: "کان ابن عقیل فی حفظه شئ فکرهت أن ألقاه"⑦

ابن عقیل کے حافظہ میں ایک چیز تھی جسے میں نے چھینکنے کو مکروہ سمجھا۔

یحیٰ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں میں نے ابن عیینہ سے سنا آپ کہہ رہے تھے:

لا تسمعوا من بقیة ما کان سنة و اسمعوا منه ما کان فی ثواب وغیره⑧

بقیہ سے سنت کے بارے میں سماع نہ کرو اور کسی دوسری چیز کے ثواب کے بارے میں سماع کرلو۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

لم یکن من ولد ابی اسحاق أحد أحفظ عندی من یوسف بن اسحاق.⑨

میرے نزدیک ابو اسحاق کی اولاد میں سے یوسف بن اسحاق سے زیادہ حافظ کوئی نہیں ہے۔

امام رازی نے نقد رجال کے بارے میں آپ کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں⑩۔

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۳۱
② ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۲۸
③ ابن حبان، الثقات، ص: ۶/۴۰۳
④ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۸/۴۶۴
⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۸۱
⑥ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۰
⑦ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۰
⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۱
⑨ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۵
⑩ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۵

امام یحییٰ بن سعید القطان

ائمہ نقاد نے آپ کو اس فن (علم الجرح والتعدیل) کے اولین بانیوں میں شمار کیا ہے اور اس فن میں آپ کی مہارت تامّہ کی شہادت دی ہے۔ (١)

ابو ولید (٢) کا قول ہے:

"ما رأيت أحداً كان أعلم بالحديث ولا بالرجال من يحيىٰ بن سعيد" (٣)

میں نے یحییٰ بن سعید (القطان) سے زیادہ علم حدیث اور "علم الرجال" کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

امام ابن مدینی کا قول ہے:

"ما رأيت أعلم بالرجال من يحيىٰ القطان" (٤)

میں نے یحییٰ (بن سعید) القطان سے زیادہ "علم الرجال" کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

"ما رأيت مثل يحيىٰ بن سعيد في هذا الشأن يعني في معرفة الحديث و معرفة الثقات و غير الثقات فقيل له: ولا هشيم؟ فقال: هشيم شيخ، ما رأيت مثل يحيىٰ" (٥)

میں یحییٰ بن سعید کی مثل اس معاملہ یعنی حدیث کی معرفت اور ثقہ اور غیر ثقہ رواۃ کی معرفت میں کسی کو نہیں دیکھا چنانچہ آپ سے پوچھا گیا کیا: "ہشیم بھی نہیں" تو آپ نے جواب دیا: "ہشیم تو شیخ ہیں، میں نے یحییٰ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے:

"اختلفوا يوما عند شعبة، فقالوا: اجعل بيننا وبينك حكما، فقال: قد رضيت بالأحول [يعني يحيىٰ بن سعيد القطان] فما برحنا حتى جاء يحيىٰ، فتحاكموا إليه، فقضى على شعبة، فقال له شعبة: ومن يطيق نقدك يا أحول أو من له مثل نقدك" (٦)

---

(١) السخاوی، فتح المغیث، ص: ۳/۳۱۸

(٢) آپ کا نام ہشام بن عبدالملک الباہلی ہے، بصرہ کے کبار حفاظِ حدیث میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ امام بخاری نے آپ سے ۱۰۷ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے ۲۲۷ھ کو وفات پائی۔ دیکھئے الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۸۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۰۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۱۹

(٣) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/۵۲ (٤) الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۹/۱۷۷

(٥) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۲۱

(٦) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۳ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۷۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۹

ایک دن امام شعبہ اور دوسرے محدثین کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا، وہ کہنے لگے کوئی منصف مقرر کیجیے جس سے فیصلہ کرالیں تو امام شعبہ نے کہا میرے اور تمھارے مابین احول (یعنی یحییٰ بن سعید القطان) منصف ہے۔ اتفاقاً یحییٰ بھی آ گئے، چنانچہ انھوں نے اپنا مسئلہ انہیں بتایا تو انھوں نے امام شعبہ کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اس پر امام شعبہ بولے اے احول تمھارے نقد کے سامنے کون کھڑا ہوسکتا ہے یا آپ نے کہا تمھاری طرح کون نقد کرسکتا ہے۔

علامہ ذہبی نے تو آپ کو اولین جامعین ''علم الجرح والتعدیل'' میں شمار کیا ہے [1]۔

نیز علامہ ذہبی کا بیان ہے:

"عبدالرحمن بن مهدی كان هو و يحيى القطان المذكور، قد انتدبا لنقد الرجال وناهيك بهما جلالة و نبلا و علما و فضلا فمن جرحه لا يكاد والله يندمل جرحه، ومن وثقاه فهو الحجة المقبول ومن اختلفا فيه اجتهد في أمره ونزل عن درجة الصحيح إلى الحسن، وقد وثقا خلقا كثيرا وضعفا آخرين" [2]

عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان دونوں نے نقد رجال کی نمائندگی کی ہے، تمھیں ان دونوں کی بزرگی، عالی ظرفی اور علم وفضل کافی ہے۔ جس شخص کی یہ حضرات جرح کریں بخدا اس کی مجروحیت کبھی مندمل نہیں ہوتی اور جس کی یہ توثیق کر دیں وہ قابل حجت اور مقبول شخص ہے، اور جس کے بارے میں یہ دونوں اختلافی رائے رکھیں اس کے معاملہ میں غور وخوض کیا جائے گا اور وہ شخص صحیح کے درجہ سے نکل کر حسن کی طرف چلا جائے گا۔ انھوں نے خلق کثیر کی توثیق کی ہے اور دوسروں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن رجب نے اس بارے میں آپ کی توصیف یوں بیان کی ہے:

"هو خليفة شعبة والقائم بعده مقامه في هذا العلم و عنه تلقّاه أئمة هذا الشأن كأحمد وعلي ويحيىٰ ونحوهم وقد كان شعبة يحكمه على نفسه في هذا العلم" [3]

یحییٰ بن سعید امام شعبہ کے بعد اس علم میں ان کے خلیفہ اور ان کے قائم مقام ہیں اس شان (علم الجرح والتعدیل) کے ائمہ مثلاً امام احمد، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ ہی سے علم حاصل کیا ہے اور اس علم میں امام شعبہ آپ کو اپنے اوپر حکم (فیصل) مانتے تھے۔

---

[1] الذہبی، مقدمۃ المیزان، ص: ۱/۱۰

[2] الذہبی، ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۷

[3] ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۷۱

ابو بکر بن خلاد ① کا قول ہے۔ ایک مرتبہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے کہا:

"أما تخشى أن يكون هؤلاء الذين تركت حديثهم خصمائك عند الله عزوجل قال لأن يكون هؤلاء خصمائي أحب إلي من أن يكون النبي صلى الله عليه وسلم خصمي يقول لي لِمَ لم تذب الكذب عن حديثي" ②

کیا تمھیں اس بات کا خوف نہیں کہ جن لوگوں سے آپ نے حدیث نہیں لی وہ (قیامت کے روز) اللہ کے پاس آپ سے اس بارے میں جھگڑا کریں گے تو آپ نے جواب دیا ان کا جھگڑا کرنا نبی ﷺ کے جھگڑا کرنے سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ کہ نبی ﷺ کہیں مجھے یہ نہ کہہ دیں کہ تم نے میری حدیث سے جھوٹ کا دفاع کیوں نہیں کیا۔

آپ "علم الجرح" میں بہت زیادہ متشدّد واقع ہوئے تھے۔ امام علی بن المدینیؒ کا قول ہے:

"إذا اجتمع يحيى بن سعيد و عبدالرحمن بن مهدى على ترك رجل لم أحدث عنه فإذا اختلفا أخذت بقول عبد الرحمن لأنه أقصد هما وكان في يحيى تشدد" ③

امام یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمن بن مہدی جب کسی شخص کے متروک ہونے پر اتفاق کر لیں تو میں اس شخص سے حدیث بیان نہیں کرتا اور اگر باہم اختلاف کریں تو میں عبدالرحمن بن مہدی کے قول پر عمل کرتا ہوں کیونکہ ان دونوں میں ان کا قول معتدل ہوتا ہے جبکہ امام یحییٰ کے قول میں سختی ہوتی ہے۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

"كان يحيى بن سعيد متعنتا في نقد الرجال فإذا رأيته قد وثق شيخا فأعتمد عليه، أما إذا لين أحداً فتأنَّ في أمره حتى ترى قول غيره فيه فقد ليّن مثل اسرائيل وهمام و جماعة احتج بهم الشيخان وله كتاب في الضعفاء لم أقف عليه ينقل منه ابن حزم وغيره ويقع كلامه في سؤالات عليّ وأبي حفص الصيرفي وابن معين له" ④

یحییٰ بن سعید نقدِ رجال کے سلسلہ میں متشدد تھے، جب وہ کسی شیخ کی توثیق کر دیں تو اس پر اعتماد کرنا چاہیے اور اگر وہ کسی کے بارے میں قابل اعتراض باتیں منسوب کریں تو اس کے معاملہ میں انتظار کیا جائے گا یہاں تک اس کے بارے میں کسی دوسرے کا قول دیکھ لیا جائے مثلاً انھوں نے اسرائیل، ہمام اور ایک جماعت کو لین قرار دیا حالانکہ امام بخاری و امام مسلم نے انھیں قابل حجت قرار دیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب ضعیف رواۃ کے بارے میں ہے جس سے ابن حزم وغیرہ نقل

① آپ کا نام محمد بن خلاد الباہلی ہے۔ آپ دسویں طبقہ کے ثقہ راوی اور بصرہ اور بغدد کے امام تھے۔ امام یحییٰ بن سعید القطان کے تلمیذ رشید تھے۔
البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/ ۷۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۳۴۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/ ۱۵۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/ ۱۵۹

② السیوطی، تحذیر الخواطر، ص: ۱۱۵ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۲۸۰

④ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۹/ ۱۸۳

کرتے ہیں۔ جس میں علی، ابوحفص الصیرفی، ابن معین نے آپ سے سوالات کیے اور آپ نے ان کا جواب دیا تھا۔

نیز علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"إن یحیی متعنت فی الرجال" ① (بلاشبہ امام یحیٰ (بن سعید) نقد رجال میں متشدد ہیں)

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں:

"إذا وثق ابن مهدی شخصا وضعفه القطان فإنه لا یترك لما عرف من تشدید یحیی ومن هو مثله فی النقد" ②

جب ابن مہدی کسی شخص کو ثقہ قرار دے دیں اور یحیٰ بن سعید القطان اسے ضعیف قرار دیں تو ایسے راوی کی روایت کو ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یحیٰ کی سختی معروف ہے۔ اور نقد میں ان کی طرح (متشدد) کون ہو سکتا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ویحییٰ بن سعید شدید التعنت و خاصة فی الأقران" ③

یحیٰ بن سعید سخت متشدد تھے خصوصاً ہمعصر لوگوں کے بارے میں۔

نقد رجال کی امثلہ

آپ نے عمرو بن علی سے کہا: "لا تکتب عن کل واحد ممن لا تعرف فإنه لا یبالی عمن حدث" ④

ہر اس شخص سے جسے تم پہچانتے نہیں مت لکھو۔ کیونکہ وہ جس شخص سے حدیث بیان کر رہا ہے اس بارے میں بے پروائی کرے گا۔

نیز آپ کا قول ہے: "ما ترکت حدیث محمد بن اسحاق إلا لله" ⑤

خوف خدا کے باعث میں نے محمد بن اسحاق کی احادیث ترک کر دیں۔

آپ نے نقد کے ایک اہم اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"إذا کان الشیخ یثبت علی شیئ واحد خطأ کان أصوابا فلا بأس به و إذا کان الشیخ کل شیئ یقال له یقول فلیس بشیئ" ⑥

جب شیخ کسی ایک چیز پر اس بات کا اظہار کرے چاہے وہ غلط ہو یا درست تو کوئی حرج نہیں اور جب شیخ ہر چیز کے لیے کہے اس طرح کہا جاتا ہے "فلیس بشیئ" تو یہ کوئی چیز نہیں۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/ ۲۶ ② السخاوی، الاعلان بالتوبیخ، ص: ۱۶۸

③ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۴۲۴ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۰

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۱ ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۰

علم حدیث اور رواۃ حدیث پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ یہ جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت کی روشن شمع ہے۔

اسلام کی مثال اس شجرۂ طیبہ کی سی ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں بار آور ہیں۔ اَن گنت انسان اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر اس کے شیریں پھلوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ألم تر كيف ضرب الله مثلاً كلمة طيبة كشجرة طيبة أصلها ثابت و فرعها في السماء تؤتي أكلها كل حين بإذن ربها و يضرب الله الأمثال للناس لعلهم يتذكرون﴾ ①

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے بیان کی ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

روز اول ہی سے اسلام دشمن قوتوں نے اس شجرۂ طیبہ کو کاٹ دینے کا تہیہ کر لیا۔ ان سے اسلام کی شان و شوکت اور اس کی عظمت دیکھی نہ گئی چنانچہ انھوں نے اسلام کی مخالفت کو اپنا وظیفۂ حیات بنا لیا۔ مشرکینِ مکہ نے اسلام کے طلوع ہوتے ہی کائنات کو اس کی نورانی کرنوں سے محروم کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں جس نے تمام کائنات کو روشن کیے ہوا تھا۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے انھیں اس امر کی اجازت نہیں دی وہ نورِ الٰہی (اسلام) کو بجھا نہ سکے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يريدون أن يطفئوا نورالله بأفواههم و يأبى الله الا أن يتم نوره ولو كره الكافرون﴾ ②

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے۔ وہ اپنا نور پورا کرے گا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔

انھیں اسلام اور بانیٔ اسلام میں کوئی خامی نظر نہ آئی تھی لیکن وہ اپنے زُعم اور تخیل کے بل بوتے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی طرف بے بنیاد خامیوں کو منسوب کرتے رہے، انھیں اگر اسلامی تعلیمات میں کوئی حقیقی خامی نظر آتی تو وہ اس پر متفق ہو جاتے، لیکن سرے سے کوئی خامی تھی ہی نہیں۔ ان کا دل اور ضمیر شہادت دیتا ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ سچ ہے بلکہ اس جیسا معجز کلام کسی انسان کا ہو ہی نہیں سکتا لیکن اس کے باوصف انھوں نے اس پیغام اور پیغمبرؐ کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ بالآخر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ کچھ تو اس کے ابدی قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو گئے اور اسلام کے علمبردار بن کر اٹھے اور انھوں نے اسلام کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور کچھ ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور پھر انھیں کبھی سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ اہل مغرب کو جنھیں دنیا مستشرقین کے نام سے جانتی ہے بھی اسی طبقے کی بدبختی ورثے میں ملی ہے۔ انھوں نے حق کی اسی شمع

① ابراہیم: ۱۴/۲۵،۲۶ ② التوبۃ: ۹/۳۲

کو گل کرنے کا عزم صمیم کرلیا ہے جسے مشرکین مکہ کی پھونکوں نے روشن کر دیا تھا۔

ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام جس تیزی سے پھیلا تھا اور جس سرعت کے ساتھ اسلام نے لاتعداد انسانوں، بے شمار علاقوں اور کئی تہذیبوں کو مسخر کرلیا تھا یہ بات اہل مغرب کے لیے لمحہ فکریہ بن گئی تھی انھیں اس چیز نے بے چین کر رکھا تھا کہ اگر اسلام کی اشاعت اسی رفتار سے جاری رہی تو ساری دنیا پر اسلام کا پرچم لہرانے لگے گا، صلیب ٹوٹ جائے گی اور قوم بنی اسرائیل جو صدیوں نبوت وحکومت کے عظیم مناصب پر سرفراز رہی ہے وہ نہ صرف ان عظمتوں سے محروم ہو جائے گی بلکہ اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہ خوف انھیں اس لیے لاحق تھا کہ وہ مسلمانوں کی جرأت، حوصلے اور ایثار کے سینکڑوں مظاہرے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ انھیں اپنی قومی بقا کا مسئلہ درپیش تھا۔ ان خطرات کے پیش نظر یہود ونصاریٰ نے اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوششیں کیں اس مقصد کے لیے انھوں نے مختلف روپ دھارے، زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ ہائے واردات میں تو تبدیلیاں آتی رہیں لیکن ان کا ہدف ہمیشہ ایک ہی رہا، گویا کہ ان کے رویے میں تبدیلی مقصد کی تبدیلی نہیں بلکہ حکمت عملی کی تبدیلی تھی۔ چنانچہ انھوں نے قصرِ اسلام کے ان ستونوں کے گرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور پیغمبر اسلام کے پاکیزہ دامن کو آلودہ کرنے کی سعیٔ نامبارک کی، مستشرقین کے اس پروپیگنڈے میں نہ انسانیت تھی اور نہ ہی شرافت، اس میں نہ تو صداقت کا کوئی پہلو تھا اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی علمی تحقیق پر تھی۔ ان کے اسلاف نے اسلام کے خلاف جو بے بنیاد الزام تراشیاں کی تھیں انھیں بے بنیاد اور لغو ثابت کرنے کا کام بھی اللہ تعالیٰ نے انھی متاخرین مستشرقین سے لیا ہے جو خود بھی اسلام دشمنی میں کسی سے کم نہیں ہیں۔

مستشرقین کے نزدیک اسلام کو ختم کرنا ایک عظیم مقصد تھا، اس مقصد کے لیے انھوں نے ہر حربہ استعمال کیا، میکاولی نے انھیں یہ سنہری اصول بھی سکھا دیا تھا کہ مقصد عظیم ہو تو اس کے حصول کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرنا جائز ہے۔ ان کے راہبوں، پادریوں نے ان کے سامنے اس مقصد کی عظمت کو بڑے شاطرانہ انداز میں بیان کیا تھا اور انھیں بتایا تھا کہ ان کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے سے بڑا مقصد کوئی نہیں ہوسکتا، یہ مقصد ان کی نگاہ میں اتنا عظیم تھا کہ اس کے حصول کی خاطر انھوں نے جھوٹ، فریب، دھوکہ اور بہتان تراشی کے کسی حیلے کو بھی کراہت کی نظر سے نہیں دیکھا، چنانچہ انھوں نے ملت اسلامیہ کی قوت کے سوتوں کا سراغ لگانا شروع کر دیا جن سے اس شجرۂ طیبہ کو مسلسل آبیاری ہو رہی ہے۔ بالآخر انھیں معلوم ہوا کہ اسلام کے شجرہ طیبہ کو تین سرچشموں سے مسلسل غذا مل رہی ہے، انھیں اس حقیقت کو سمجھنے میں ذرا تامل نہ ہوا کہ جب تک قوت اور طاقت کے یہ سرچشمے موجود ہیں اس وقت تک نہ اسلام کے مضبوط درخت کو زمین بوس کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی ٹھنڈی چھاؤں اور لذیذ میوؤں سے انسانیت کو محروم کیا جا سکتا ہے، اور وہ سرچشمے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور سیرت رسول ﷺ ہیں چنانچہ انھوں نے اسلام کے ان ستونوں کو گرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا

زور لگایا، لیکن انھیں ہمیشہ اپنی ناکامیوں پر کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، وہ شمعِ اسلام جو مشرکینِ مکہ کی پھونکوں سے نہ بجھی، اور نہ ہی مدینہ کے یہود کی کوششوں سے ماند پڑی، اسے ان دیگر دشمنانِ اسلام کی صدیوں کی کوششیں بھی گل نہ کرسکیں۔

ان ناکامیوں کے بعد مستشرقین نے اسلام دشمن کارروائیوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرلیا اور اسی تقسیم کار کے اصول پر عمل کیا، کسی نے قرآن کریم کو اپنی مشقِ ستم کا نشانہ بنایا اور اس پر دل کھول کر اعتراضات کیے، کسی نے احادیث مبارکہ پر طبع آزمائی کی، کسی نے سیرت پیغمبرِ اسلام کے عفت مآب دامن کو آلودہ کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں، کسی نے شریعت اسلامیہ کو صحرائی اور بدوی مزاج کے موافق قرار دے کر دورِ حاضر کے لیے ناقابلِ عمل قرار دینے کی سعیٔ نامبارک کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور کسی نے اسلام کی درخشندہ اور تابندہ تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے دنوں کا آرام اور راتوں کی نیند قربان کردی، انھوں نے اسلامی ادب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور جہاں کہیں بھی اسلام پر اعتراض کرنے کی معمولی سی گنجائش ملی، وہاں انھوں نے اپنے ذہنوں کی اختراع وزرخیزی اور قلم کی جولانی کے خوب جوہر دکھائے، الزامات کو ثابت کرنے کے لیے مشرق ومغرب کے قلابے کو باہم ملایا اور من پسند نتیجے اخذ کیے، مسلم مصنفین کی عبارتوں کو توڑ موڑ کر پیش کیا، مستند احادیث کو رد کرکے کمزور اور ضعیف روایات کو قبول کرنے میں جرح وتعدیل کے اصولوں کو جی بھر کر پامال کیا۔

مستشرقین نے قرآن کریم کے خلاف اپنے ترکش کا ہر تیر آزمایا اور اس پر تابڑ توڑ حملے کیے لیکن ان کی ہر کوشش رایگاں گئی، ہزاروں سالوں کی تخریبی کاوشوں کے باوجود وہ اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اس ناکامی نے انھیں اسلام کے خلاف ایک نیا محاذ کھولنے پر مجبور کردیا اور وہ محاذ احادیث کا تھا، انھیں معلوم تھا کہ مسلمانوں کی قوت اور اسلام کی ابدیت کا راز کن چیزوں میں پوشیدہ ہے اور وہ دو چیزیں قرآن کریم وسنت مطہرہ تھی جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما مسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه))[1]

میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھوں گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں ان کا جادو نہ چل سکا تو انھوں نے اسلام کے دوسرے ماخذ (یعنی حدیث) پر دل کھول کر تیشہ زنی شروع کی، احادیث مبارکہ کی وقعت ومرتبے کو کم کرنا اسی صورت میں ممکن تھا جب احادیث کے رواۃ کے دامن کو آلودہ کرکے لوگوں کو دکھایا جاتا، اس گھناؤنے مقصد کے لیے مستشرقین نے رواۃ حدیث اور علوم حدیث کے ماہرین پر انتہائی گھٹیا الزامات لگائے، تاکہ ان کی ثقاہت مجروح ہو، اس کے نتیجے میں احادیث کی اہمیت ختم ہوجائے گی اور مسلمانوں کا اعتماد ان سے اٹھ جائے گا پھر ہر شخص کو اپنی مرضی سے قرآن کریم کی تفسیر کی کھلی چھٹی مل جائے گی جس سے ہدمِ اسلام کا مقصد پورا ہوجائے گا۔ مستشرقین کے دامِ فریب میں آنے والے

---

[1] المالک، المؤطا، کتاب القدر، باب النهي عن القول بالقدر، حدیث نمبر۳، ص:۲/۳۲۱

چند نام نہاد مسلم سکالروں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس دور کی مقدس شخصیات کو موردِ طعن بنانے میں وہ اپنے پیشرو مستشرقین سے آگے نکل گئے۔

متقدمین مستشرقین کے اسلام پر اعتراضات اپنی لغویت اور غیر معقولیت کی بناء پر قابل التفات نہیں کہ سلیم الفطرت انسانوں کے ذوق کو مجروح کیا جائے۔ ان اعتراضات کو درخور اعتناء سمجھنے کی ضرورت اس لیے بھی نہیں کہ متاخرین مستشرقین نے خود اپنے پیشروؤں کی ان علمی بد دیانتیوں اور اخلاقی دیوالیہ پن کا پردہ چاک کر دیا ہے، اس لیے ان الزامات اور ھفوات اور ان کے جوابات کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ بات ان مستشرقین کی ہے جنھوں نے اسلام دوستی اور انصاف پسندی کا لبادہ اوڑھنے کی کوشش کی ہے جنھوں نے اپنا مطمح نظر حق کی تلاش قرار دیا ہے اور اپنی اس کاوش کو علمی رنگ دینے کی سعی کی ہے جس میں وہ برے طریقے سے ناکام ہوئے ہیں، چونکہ ہمارا موضوع تحقیق احادیث نبویہ ہیں اس لیے مؤخر الذکر مستشرقین کے احادیث نبویہ پر صرف انھی اعتراضات کا تعاقب کیا جائے گا جو ان کے سب سے بڑے ہتھیار ہیں۔ اگرچہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کے تمام شعبے باہم مربوط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرنا ممکن نہیں۔ جو اعتراض احادیث نبویہ پر کیا جائے گا، وہ براہ راست قرآن کریم پر اعتراض ہے اور جن اعتراضات کا تعلق شریعت سے ہے وہ بھی سیرت طیبہ پر ہی اعتراض شمار ہوں گے۔

یہ امر قابلِ ذکر رہے کہ مقالہ میں مستشرقین اور ان کے پروردہ منکرین حدیث کے احادیث پر صرف وہی اعتراضات زیر بحث آئیں گے جو حدیث اور رواۃ حدیث کے حوالے سے ہوں گے، اور جن کا تعلق براہ راست عہد بنوامیہ سے ہوگا۔ حدیث کا انکار یا پھر مطلقاً متن حدیث پر اعتراض یا شخصیات کی ذاتیات کے حوالے سے اعتراضات یا وہ احادیث جن کا تعلق سیرتِ رسول ﷺ سے ہے ہمارے موضوع تحقیق سے خارج ہیں، نیز یہ کہ مستشرقین اور دیگر معارضین کے تمام اعتراضات کا احاطہ کرنا مقصود بھی نہیں ہے بلکہ ان کی چند امثلہ ذکر کر کے ان کی نوعیت تحقیق کا پردہ چاک کرنا ہے جنھیں دنیائے علم کا امام اور غیر جانبدار محقق سمجھا جاتا ہے، ویسے تو بہت سے علمائے اسلام نے ان کے اعتراضات اور لغویات کا تعاقب کر کے انھیں منہ توڑ جواب دیا ہے اور ان کی غیر جانبداری کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوڑا ہے، ہم اس خالص علمی اور دینی بحث میں مستشرقین کی نقالی نہیں کریں گے، ان کا رویہ تو یہ ہے کہ اسلام اور مسلمان جن عقائد اور نظریات سے بری الذمہ ہیں ان کو اسلام کے سر تھوپ کر وہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور ان کا مطمح نظر صرف اسلام کی بیخ کنی کرنا ہے، وہ اسلام کے خلاف خود ہی مقدمہ دائر کرتے ہیں، خود ہی اس کی وکالت کرتے ہیں اور پھر خود ہی جج بن کر اس کے خلاف فیصلہ بھی سنا دیتے ہیں، ہمارا اندازِ تحقیق اور اسلوبِ تحقیق خالص علم کی کسوٹی پر ہوگا جو کہ ہمارے اسلاف کا طریقۂ کار اور طرۂ امتیاز ہے، مستشرقین کے اعتراضات اور دلائل ان کی کتب کے حوالے سے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے ان کا محاکمہ کیا جائے گا اور حق کو حق سے ثابت کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے گی۔

استشراق اور مستشرق کا مفہوم

استشراق کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

عربی قواعد کے لحاظ سے لفظ استشراق ثلاثی مزید فیہ کے باب استفعال سے ہے۔ جس کا مادۃ (Root) ش، ر، ق ہے اور یہ مادۃ کسی چیز کی روشنی اور اس کے کھلنے پر دلالت کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے: "شرقت الشمس شروقا إذا طلعت "[①] (سورج روشن ہوا جب وہ طلوع ہو جائے)۔

عربی، اردو اور فارسی کی قدیم لغات میں استشراق کا مادہ ش، ر، ق تو موجود ہے لیکن باب استفعال کے زیر بحث الفاظ میں اس کے معنی ومفہوم یا بطور فعل ان لغات میں بحث نہیں پائی جاتی[②]۔

عربی میں 'مستشرق' ہی نہیں، بلکہ خود اس کا اسم یا مصدر 'استشراق' بھی نیا اور بعد کی پیداوار ہے۔ اسی وجہ سے قدیم عربی لغات میں اس مادہ ش، ر، ق کا باب استفعال سرے سے مفقود ہے۔ البتہ مستشرق اور استشراق کے الفاظ بطور اسم فاعل اور اسم مصدر کے ملتے ہیں جو مخصوص اور محدود معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور استشراق بطور فعل ان لغات میں بھی مذکور نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ استشراق اور مستشرق کی اصطلاحیں لفظی اعتبار سے زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ انگریزی زبان وادب میں ان کا استعمال اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں شروع ہوا ہے۔ بقول آربری (Arbery):

> "Orientalist کا لفظ پہلی بار ۱۶۳۰ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا"[③]

روڈنسن (Rodenson) کہتا ہے:

> "Orientalist یعنی استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں ۱۷۷۹ء میں داخل ہوا اور فرانس کی کلاسیکی لغت میں استشراق کے لفظ کا اندراج ۱۸۳۸ء میں ہوا"[④]۔

غرضیکہ مستشرق استشراق سے مشتق ہے جس کا مادہ ش، ر، ق ہے۔ باب استفعال جس کے وزن پر استشراق بنایا گیا ہے۔ اس کی ایک خاصیت اتخاذ اور صیرورت ہے جس میں پکڑنا، اپنانا یا حاصل کرنا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے "استوطن القرية" (بستی کو اپنا وطن بنا لیا) اس طرح مثال ہے: "استحجر الطين " (مٹی پتھر بن گئی)[⑤]۔

عرب کی قدیم تاریخ میں عرب عاربہ اور عرب مستعربہ کی اصطلاحیں ملتی ہیں، مؤخر الذکر اصطلاح اسی قاعدہ اور اصول کے تحت

---

① ابن منظور لسان العرب، ص: ۳۶۲/۱۰ ◉ ابو الحسین، معجم مقاییس، ص: ۲۲۱/۳ ◉ الجوہری، مختار الصحاح، ص: ۳۳۶

② ابن منظور، لسان العرب، ص: ۳۶۲/۱۰ ◉ فیروز الدین، فیروز اللغات، ص: ۱۴۷/۲ ◉ معین، فرہنگ فارسی، ص: ۳۹/۲ ◉ علی رضا، فرہنگ، جامع، ص: ۶۰۰

③ محمد ابراہیم، الاستشراق: ص: ۱۴۲

④ محمد ابراہیم، الاستشراق: ص: ۱۴۲

⑤ البلیاوی، مصباح اللغات، ص: ۳

ہے کہ جب کچھ لوگوں نے باہر سے آ کر جزیرہ عرب میں بود و باش اختیار کی اور وقت گزرنے کے ساتھ وہ بھی عرب ہو گئے تو عرب کے اصلی باشندوں سے ممیز کرنے کے لیے انھیں 'مستعربہ' کہا جانے لگا(۱)۔ لہٰذا استشراق کا معنی ہوا بہ تکلف مشرقی بننا اور مستشرق کا مطلب ہوگا وہ شخص جس نے بہ تکلف مشرقیت اختیار کی ہو۔

آوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) لفظ '**Orient**' سے مشتق ہیں، جس کے معنی ہیں: شرق یا مشرق جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اس سے Oriental ہے یعنی مشرقی جو اپنے تمام معانی میں Occidental کا ضد ہے(۲)۔

اس لحاظ سے مستشرق سے مراد ''وہ شخص ہے جو مشرقی زبانوں، علوم وفنون، آداب وثقافت اور تہذیب وتمدن وغیرہ پر عبور رکھتا ہو''۔ یا مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم وآداب میں مہارت حاصل کرے''(۳)

اردو لغت میں بھی مستشرق کا تقریباً یہی مفہوم ہے یعنی وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو(۴)۔ یا وہ فرنگی یا امریکی جو مشرقی زبان یا علوم کا ماہر ہو(۵)۔ المنجد میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

"العالم باللغات والآداب والعلوم الشرقية والإسم الإستشراق" (۶)

مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے۔ اور اس علم کا نام استشراق ہے۔

اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

"An expert in eastern languages and history"(۷)

مستشرق وہ ہے جو مشرقی زبانوں اور تاریخ کا ماہر ہو۔

"English-Arabic Lexicon" میں (Orientalism) کا معنی یہ بیان ہوا ہے:

"عبارة شرقية أو لغة شرقية"

اور (Orientalist) کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

"من المتضلعين باللغات الشرقية و أدابها" (۸)

مشرقی زبانوں اور آداب معاشرت میں مہارت رکھنا۔

Merriam Webster نے Third International Dictionary میں Orientalism کے معنی درج ذیل کیے ہیں:

---

(۱) الزیات، تاریخ الأدب العربي، ص:۱۰

(۲) J.A.Simpson and E.S.C. Weniner. The Oxford English Dictionary p: 10/930

(۳) محمد ابراہیم، الاستشراق، ص:۱۳۳

(۴) فیروز الدین، فیروز اللغات، ص:۲/۱۴۷

(۵) محمد عبداللہ، فرہنگ عامرہ، ص:۵۷۷

(۶) المالوف، المنجد، ص:۶۳۲

(۷) Ashornby, Oxford Advanced, P-818

(۸) George P., An English Arabic Lexicon, P-700

"A Trait Custom or Habit or Expression, Characteristic of Oriental People"

ایسی امتیازی خصوصیات، رواج، عادات کا اظہار جو مشرقی اقوام کے ساتھ مخصوص ہو۔

Learning in Oriental Subjects. (یعنی علوم شرقیہ کا مطالعہ)

An Oriental Turn of Thought Adopted by a Estern Thinker.①

یعنی مشرقی اندازِ فکر جو کہ مغربی مفکر نے اپنایا ہو۔

بقول مولوی عبدالحق Orientalist کا معنی ہے، جو علومِ مشرقیات کا ماہر ہو②۔

ایڈورڈ سعید اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"جو شخص مشرق اور مشرقی علوم پڑھتا ہے ان کے بارے میں لکھتا ہے یا تحقیق کرتا ہے وہ ماہر انسانیات ہو، ماہر عمرانیات ہو یا مورخ ہو یا ماہر لسانیات مستشرق کہلاتا ہے اور وہ جو کام کرتا ہے یا کرتی ہے اسے استشراق کہتے ہیں"③۔

یہ امر قابل غور ہے کہ تحریک استشراق صدیوں اپنے مشن میں مصروف عمل رہی ہے لیکن اس تحریک کا کوئی باضابطہ نام نہیں ملا اور نہ ہی ان کی جامع تعریف سامنے آئی ہے، اسی وجہ سے محققین اس کی تعریف بیان کرنے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔

استشراق کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے جسٹس کرم شاہ رقم طراز ہیں:

"یہ ایک حیران کن حقیقت ہے کہ وہ علمی مصادر جو مستشرقین کی مساعی کا نتیجہ ہیں وہ یا تو اس تحریک کے بارے میں کلیۃً خاموش ہیں اور اگر وہاں (Orientalism) یا (Orientalist) کا کوئی ذکر ملتا بھی ہے تو وہ انتہائی ناکافی اور باہم مختلف ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جس طرح مستشرقین اپنے مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت عملی پر کاربند ہیں اسی طرح وہ اپنے نام کی بھی تشہیر نہیں چاہتے"④۔

تاہم جن محققین نے تحریک استشراق کا تفصیلی جائزہ لیا ہے انھوں نے مستشرقین کے مقاصد، نظریات اور مساعی کے پیشِ نظر استشراق کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر احمد غراب نے محققین کے حوالے سے چند ایک تعریفات بیان کی ہیں:

ا۔ استشراق مغربی اسلوبِ فکر کا نام ہے۔ جس کی بنیاد مشرق و مغرب کی نسلی تقسیم کے نظریہ پر قائم ہے جس کی رو سے اہل مغرب کو اہل مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری حاصل ہے⑤۔

① Webster, Third International Dictionary, p. 2/1591, Webster Biographical Dictionary, p. 1046

② Abd-ul-Haq "The Standard English Urdu Dictionary". p. 796

③ Said, E, Orientalism, p: 2

④ جسٹس کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۲۰/۶

⑤ احمد عبدالحمید، رویۃ اسلامیۃ للاستشراق، ص: ۷

۲۔ استعماری مغربی ممالک کے علماء اپنی نسلی برتری کے نظریے کی بنیاد پر، مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی تاریخ، تہذیبوں، ادیان، زبانوں، سیاسی اور اجتماعی نظاموں، ذخائرِ دولت اور امکانات کا جو تحقیقی مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے بھیس میں کرتے ہیں ①۔

۳۔ ''استشراق'' اس مغربی اسلوب کا نام ہے جس کا مقصد مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی فکری اور سیاسی تشکیلِ نو کرنا ہے ②۔

ڈاکٹر احمد غراب نے درج بالا تعریفات پر تبصرہ کرتے ہوئے انھیں غیر جامع قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ تعریفات ''استشراق'' کا مکمل مفہوم ادا نہیں کرتیں، بعد ازاں انھوں نے استشراق کی درج ذیل تعریف کو راجح قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"أن الاستشراق دراسات أكاديمية يقوم بها غربيون من أهل الكتاب للاسلام والمسلمين من شتى الجوانب: عقيدة و ثقافة و شريعة و تاريخا و نظماً و ثروات و امكانيات بهدف تشويه الاسلام و محاولة تشكيك المسلمين فيه و تضليلهم عنهٗ و فرض التبعية للغرب عليهم و محاولة تبرير هذه التبعية بدراسات و نظريات تدعى العلمية والموضوعية و تزعم التفوق العنصرى و الثقافى للغرب المسيحى على الشرق الاسلامى" ③

مغربی اہلِ کتاب، مسیحی مغرب کی اسلامی مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے زعم کی بنیاد پر، مسلمانوں پر اہلِ مغرب کا تسلط قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنے کی غرض سے، مسلمانوں کے عقیدہ، ثقافت، شریعت، تاریخ، نظام اور وسائل وامکانات کا جو مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں اسے ''استشراق'' کہا جاتا ہے۔

جسٹس محمد کرم شاہ اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہ تعریف گو مستشرقین کے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں عزائم کا پردہ چاک کرتی ہے لیکن اس تعریف میں ایک تو مشرق کے لفظ کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا وہ مستحق ہے کیونکہ اسی کی بنیاد پر مستشرقین کو مستشرقین کہا جاتا ہے، اس تعریف میں دوسری خامی یہ ہے کہ اس کی رُو سے تمام مستشرقین ایک ہی زُمرے میں شمار ہو جاتے ہیں حالانکہ مستشرقین کو بڑی آسانی سے کئی گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس تعریف میں تیسری خامی یہ ہے کہ جو مستشرقین اسلام کے علاوہ دیگر مشرقی علوم اور تہذیبوں کے میدان میں مصروفِ عمل ہیں وہ

② احمد عبدالحمید، رویۃ اسلامیۃ للاستشراق، ص: ۸

③ احمد عبدالحمید، رویۃ اسلامیۃ، ص: ۹

③ احمد عبدالحمید، رویۃ اسلامیۃ، ص: ۹

''مستشرقین'' کے دائرے سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ معروف معنوں میں وہ مستشرق ہیں''(۱)۔

جسٹس کرم شاہ نے ''مستشرقین'' کی تعریف یوں بیان کی ہے:

''اہلِ مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب' زبانوں' تہذیب و تمدن' تاریخ' ادب' انسانی قدروں' ملی خصوصیات' وسائلِ حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کرسکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کرسکیں' ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریکِ استشراق کہلاتی ہے''(۲)۔

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے استشراق کی تعریف یوں بیان کی ہے:

''غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں' تہذیب' فلسفے' ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے(۳)۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی مستشرقین کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

''مستشرقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا تعلق مغرب سے ہے اور جنھوں نے اسلامیات کے مطالعے کے لیے زندگیاں وقف کر دیں۔ یہ لوگ مشرقی علوم میں دلچسپی رکھنے کی بناء پر مشرق و مغرب کے علمی حلقوں میں شہرت کے مالک ہیں۔ اس گروہ نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے' اسلام کے ماضی کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرنے' اسلام کے حال کی طرف سے بیزاری اور اس کے مستقبل سے مایوسی' اسلام اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اصلاحِ مذہب (تجدد و جدیدیت) اصلاحِ قانون اسلامی کے بارے میں اس گروہ نے بڑی سرگرمی سے کام کیا''(۴)۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ''مستشرقین'' کی اصطلاح اگرچہ زیادہ تر ان غیر مسلم مصنفین کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا تعلق یورپین ممالک سے ہو جنھوں نے اسلام' اسلامی تعلیمات' اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں کچھ لکھا ہو۔ لیکن زیادہ وسیع مفہوم میں وہ تمام غیر مسلم مصنفین بھی آتے ہیں جنھوں نے اسلام کے بارے میں بالعموم حدیث و سیرت کے بارے میں بالخصوص لکھا ہو(۵)۔

---

(۱) جسٹس کرم شاہ، ضیاء النبی، ج:۶/۱۲۲

(۲) جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج:۶/۱۲۳

(۳) محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق، ص:۱۰

(۴) ابوالحسن ندوی، اسلام اینڈ ویسٹرن اورینٹلسٹ، ص:۲۵۶

(۵) صبرہ عفاف، المستشرقون ومشکلات الحضارۃ، ص:۹

تحریکِ استشراق کا آغاز وادوار

تحریکِ استشراق کا آغاز

تحریکِ استشراق کو اگر خلافِ اسلام سرگرمیوں کا محور قرار دیا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ اور باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرنے سے قبل بھی غیر مسلموں کی جانب سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف بالخصوص پروپیگنڈا' مخالفت ومخاصمت اور بغض وعناد کا موقع بہ موقع اظہار مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ استشراقی تحریک کا آغاز اس وقت ہی ہو گیا تھا جب اسلام نے ارضِ مقدس میں اس دعویٰ کے ساتھ جنم لیا کہ یہ مذہب (اسلام) یہودیت اور عیسائیت کی تکمیل کرتا ہے۔

چنانچہ عہدِ رسالت میں جب تک مسلمان مکہ میں تھے یہود کو اسلام سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ مکہ میں یہودیوں کا کوئی طاقتور قبیلہ آباد نہیں تھا جس کے مفادات اسلام کی اشاعت سے متاثر ہوتے اور دوسری بات یہ ہے کہ مکہ میں خود مسلمان کمزور تھے، کفارِ مکہ نے ان کا عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا' لیکن مدینہ میں جوں جوں مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط ہوتی گئی یہودیوں کی اسلام دشمنی میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان کی اسلام دشمنی نے کئی شکلیں اختیار کیں' انھوں نے اوس وخزرج کے قبائل کے دلوں میں قبائلی تعصب کو دوبارہ زندہ کیا' مدینہ کے باہر افراد اور قبائل سے روابط قائم کیے، منافقین کی پشت پناہی کی لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان کا مقصد بار آور نہیں ہوا چنانچہ انھوں نے کفارِ مکہ کے ساتھ روابط بڑھانے اور مدینہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کی ترغیب دی لیکن انھیں ذلت آمیز انجام سے دوچار ہونا پڑا [1]۔

لیکن طلوعِ اسلام کے وقت سے عیسائیوں کے حالات یہودیوں سے مختلف تھے۔ ابتدا میں ان کا رویہ خاصا مصالحانہ رہا لیکن جب انھیں اسلام سے خطرہ لاحق ہوا انھوں نے اسلام کی مخالفت کا تہیہ کر لیا، آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں مسلمانوں کی عیسائیوں سے باقاعدہ مسلح جنگ صرف ایک مرتبہ جنگِ موتہ [2] کی صورت میں پیش آئی [3]۔ ایک دوسری فوجی مہم جو عیسائیوں کے خلاف مدینہ سے روانہ ہوئی وہ سفرِ تبوک [4] تھا۔ تاہم اس میں مسلح تصادم کی نوبت نہیں آئی [5]۔

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۵۱۳

[2] شام میں موتہ کے مقام پر ۸ھ میں مسلمانوں کی قیصرِ روم کے لشکر کے ساتھ جنگ ہوئی، اس جنگ میں تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ لشکر کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس جنگ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے لشکر کے سالار تھے۔ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۷۳

[3] ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۷۳

[4] ۹ھ میں رومی سلطنت نے اسلامی حکومت پر حملہ کی خبر پا کر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں چھوڑ کر تیس ہزار کا لشکر جس میں دس ہزار سوار تھے شام روانہ کیا۔ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حملہ کی افواہیں غلط تھیں، چنانچہ آپ ﷺ بیس دن تک تبوک میں قیام فرما کر واپس مدینہ لوٹ آئے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۱۶۵

[5] ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۵۱۵

اسلام جب تک جزیرہ عرب کے اندر رہا عیسائیوں نے اسے اپنے لیے بڑا خطرہ نہ سمجھا لیکن جب اسلام انتہائی تیزی سے پھیلتے ہوئے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلنے لگا تو عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنے کا عزم کرلیا، چنانچہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگوں کا ایک وسیع سلسلہ چل نکلا جس میں اسلام سربلند رہا اور عیسائیت کو ہزیمت اٹھانی پڑی جس کے نتیجہ میں ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت سے معمور ہوگئے۔ بالآخر عیسائیوں نے مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد ان سے اپنی اِن شکستوں کے دل کھول کر بدلے بھی لیے ہیں بلکہ ان کے انتقام کی چنگاریاں آج بھی سلگ رہی ہیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے نت نئے پروگرام مرتب کر رہے ہیں (۱)۔ اور وہی کچھ ہو رہا ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

﴿ولن ترضی عنك الیهود ولا النصاری حتی تتبع ملتهم﴾ (۲)

اور ہرگز آپ سے یہود و نصاریٰ خوش نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی کرنے لگیں۔

اس بارے میں آصف حسین لکھتے ہیں:

For almost a millennium, Europe felt itself challenged by this last monotheistic religion which claimed to complete its two predecessors. (۳)

تقریباً ایک صدی تک یورپ اسلام کے حوالے سے یہ چیلنج محسوس کرتا رہا ہے جو اپنے دو پیشوا مذاہب کو مکمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

بقول برنارڈ لوئیس:

Struggle between These rival systems has now lasted for some fourteen centuries. It began with the advent of Islam, in the seventh century, and has continued virtually to the present day. (۴)

قبائل کے درمیان یہ کوششیں چودہ صدیوں تک جاری رہی ہیں، یہ ساتویں صدی میں ظہور اسلام کے ساتھ شروع ہوئیں، اور آج تک بخوبی جاری ہے۔

باقاعدہ طور پر تحریک استشراق کب معرض وجود میں آئی اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ اس باب میں علماء کی متعدد آراء درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے اس بارے میں ایک رائے نقل کی ہے:

۱۔ تحریک استشراق کا آغاز دسویں صدی عیسوی میں ہوا جب فرانس کے ایک راہب جریردی اور الیاک (۹۴۰ء-۱۰۰۳ء) نے حصول علم کے لیے اندلس کا سفر کیا اور وہاں اشبیلیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم رہا اور بعد میں

---

(۱) جسٹس محمد کرم، ضیاء النبی، ص:۶/۴۵

(۲) البقرۃ:۲/۱۲۰

(۳) Hussain, A. The Ideology of Orientalism, p. 47

(۴) Lewis, B. The Roots of Muslim Rage.p. 107

یورپ میں عربی زبان و ادب اور ثقافت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا گیا اور بعد ازاں ۹۹۹ء تا ۱۰۰۳ء تک سلفستر ثانی کے لقب سے پاپائے روم کے منصب پر فائز رہا① ۔ یہ رائے شیخ احمد محمد جمال کی ہے② ۔

۲۔ ایک رائے یہ ہے کہ یورپ کی صلیبی جنگوں میں ناکامی اس تحریک کا محرک اور سبب بنی۔ اہل مغرب کے جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی اور فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیر ان کے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام' اسلامی عقائد' شریعت کے بنیادی مصادر' پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ وتہذیب کو موردِ تنقید بنایا جائے③ ۔

اس بارے میں البرٹ رقمطراز ہیں:

The Main reason among the Christians and Muslims which led them a part, was that there existed holy wars of crusade and jehad.④

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والی صلیبی جنگوں اور جہاد نے ان کے درمیان اختلافات کی خلیج حائل کر دی۔

۳۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے: ''اس کا آغاز بارہویں صدی عیسوی میں ہوا، جب ۱۱۴۳ء میں پطرس محترم⑤ کے حکم سے ایک انگریز عالم (Robert of Ketton) نے قرآن کریم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں اس نے علوم اسلامیہ کے مغربی زبانوں میں تراجم کے لیے ایک باقاعدہ جماعت تیار کر رکھی تھی۔ پطرس کا ان تراجم سے مقصد اسلام کے خلاف عیسائیوں کو مواد فراہم کرتا تھا''⑥ ۔ یہ رائے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی ہے⑦ ۔

۴۔ جبکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس تحریک کا آغاز تیرہویں صدی عیسوی میں ہوا جب ۱۲۶۹ء میں الفونس دہم نے مریسیلیا میں اعلیٰ تعلیم کا ادارہ قائم کیا جس میں ابوبکر الرقوطی کی سربراہی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص مقرر ہوئے۔ اس ادارے میں انجیل تلمود اور قرآن کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اس صدی میں شاہ سسلی فریڈرک ثانی نے مائیکل سکاٹ کی سرکردگی میں دار الترجمہ قائم کیا اور بعض اسلامی علوم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ فریڈرک نے ان ترجمہ شدہ کتب کے کئی نسخے تیار کروا کے یورپ کی یونیورسٹیوں اور مختلف مدارس اور دیگر علمی اداروں میں تحفتاً ارسال کیے⑧ ۔ علی محمد جریشہ اور محمد شریف زیبق نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے⑨ ۔

---

① علی النملہ، الاستشراق، ص:۳۰ ◉ نجیب العقیقی، المستشرقون، ص:۵۶/۱ ◉ علیان، أضواء علی الاستشراق، ص:۲۲ ◉ علی جریشہ، الغزو الفکری، ص:۲۸۱

② احمد محمد جمال، مفتریات علی الاسلام، ص:۱۰

③ احمد الشرباصی، التصوف عند المستشرقین، ص:۷ ◉ عرفان عبدالحمید، المستشرقون والاسلام، ص:۱۲ ◉ غازی عرفان، مستشرقین اور سنت نبوی، ص:۳۹۲

◉ Hart, Michael H, The 100. p. 269

④ Hourani, A. Islam in European Thought, p13

⑤ دیر کلونی کا رئیس تھا جو اسلام کے خلاف بغض و کینہ اور تعصب رکھتا تھا اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کرنے سے منع کرتا اور انھیں مسلمانوں سے متنفر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ محمود حمدی، الاستشراق والخلیفة، ص:۳۲

⑥ محمود حمدی، الاستشراق والخلیفة، ص:۳۲ ◉ احمد سمایلوفتش، فلسفة الاستشراق، ص:۵۵ ◉ قاسم السامرائی، الاستشراق، ص:۲۲ ◉ اسماعیل احمد، المستشرقون، ص:۲۸

⑦ السباعی، الاستشراق والمستشرقون، ص:۱۵ ⑧ احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق، ص: ◉ محمد البہی، الفکر الاسلامی، ص:۵۳۲

⑨ علی محمد جریشہ، اسالیب الغزو الفکری، ص:۱۸

۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تحریک استشراق کا آغاز ۱۳۱۲ء میں ہوا جب فینا میں کلیسا کی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یورپ کی مختلف جامعات میں عربی زبان و اسلامیات کی تدریس کے لیے باقاعدہ Chairs قائم کی جائیں (۱)۔

۶۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ عملی طور پر استشراق کا آغاز سولھویں صدی عیسوی میں ہوا جب ۱۵۳۹ء میں کلیۂ فرانس قائم کیا گیا تو گلیوم پوسٹل (Guillaume Postel) (۲) کو عربی کی پہلی صدارت پر فائز کیا گیا۔ بعد ازاں پوسٹل کے کام کو لغت و لسانیات کے ہی مکرر حوالے سے اس کے شاگرد رشید جوزف اسکالیجر (Joseph Schaliger) نے آگے بڑھایا جس کے بعد ۱۵۸۶ء میں عربی مطبوعات کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوا (۳)۔

۷۔ بقول ایڈورڈ سعید اٹھارویں صدی استشراقی تحریک کا نقطہ آغاز بنی، چنانچہ اس بارے میں رقمطراز ہیں:

Orientalism developed or rather started in the eighteenth century when British France Imperialism in the far and near East served the cause of European esteem (۴)

اٹھارویں صدی عیسوی میں استشراقیت اس لیے شروع یا ترقی کرگئی کیوں کہ انگریز فرانسیسی سامراجیت دور و نزدیک مشرق میں یورپی مقاصد کی وجہ بنی۔

مزید اقوال کے لیے محمود حمدی کی ''الاستشراق والخلیفۃ'' اور ''الموسوعۃ المیسرۃ'' ملاحظہ کریں (۵)۔

تحریک استشراق کے آغاز کے حوالے سے مذکورہ بالا آراء کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھیں تحریک استشراق کی تاریخ کے مختلف مراحل تو کہا جا سکتا ہے لیکن انھیں تحریک استشراق کا نقطہ آغاز قرار دینا قطعاً درست نہیں کیونکہ جس کام کا بیڑا مستشرقین نے اٹھا رکھا ہے دسویں صدی عیسوی سے بہت پہلے اس کی ابتدا ہو چکی تھی۔

درحقیقت استشراق کی تحریک کو مشرق اور مغرب کے اہل کتاب نے باہم آٹھویں صدی عیسوی میں شروع کیا کیونکہ اس صدی میں مسلمانوں نے اندلس کو نہ صرف عسکری طور پر فتح کیا بلکہ ان کے مذہب اور تہذیب وتمدن نے بھی وہاں پر اپنا تسلط پیدا کر لیا تھا۔ اس پر اہل مغرب کو مسلمانوں کے علوم وفنون اور ان کی ثقافت کی ترقی کے اسباب معلوم کرنے کی فکر ہوئی، چنانچہ عیسائی پادری اور راہب اپنے گرجوں سے نکلے اور حصول علم کے لیے مرکز علم اندلس کا رخ کیا۔ ان کے حصول علوم کا مقصد صرف مسلمانوں کی قوت کا راز معلوم کر کے اور ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو تلاش کر کے انھیں نقصان پہنچانا تھا۔ ان کے سینوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے

---

(۱) محمود حمدی، الاستشراق والخلیفۃ، ص:۲۵ ◉ Said, E. Orientalism, p. 80

(۲) فرانسیسی مستشرق تھا جو اپنے زمانے (۱۵۱۰ء تا ۱۵۸۱ء) کا زبردست مسیحی عالم تھا بقول ایڈورڈ سعید اس کا شمار یورپی نشاۃ ثانیہ کے مستشرقین میں ہوتا ہے۔ پوسٹل کا اصل کام ابجدیات پر ہے۔ دیکھئے: الصنائی، المنجد فی الأدب والعلوم، ص:۸۹

(۳) روڈلس، میراث اسلام، ص:۳۵

(۴) Said, E. Orientalism, p:2

(۵) محمود حمدی، الاستشراق والخلیفۃ، ص:۲۹ ◉ الموسوعۃ المیسرۃ، ص:۳۳

خلاف عداوت اور بغض و کینہ کا سمندر موجزن تھا، چنانچہ انھوں نے مختلف بھیس بدل کر مختلف علوم حاصل کیے اور پھر انھوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی مخالفت اور تردید کے لیے وقف کر دیں ①۔

مزید برآں بارو قرطبی جو نویں صدی عیسوی کا مورخ ہے لکھتا ہے:

''اہل مالقہ یا تو مسلمانوں کی تہذیب سے استفادہ کرنے یا اس کی تردید کرنے کے لیے ادب، فقہ وغیرہ پر مسلمان مصنفین کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ عربی تصنیفات کے کتب خانے قائم کرنے کے لیے بہت زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں'' ②۔

بارو کے مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے قبل تحریک استشراق کا آغاز ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے بھی تحریک استشراق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کو قرار دیا ہے۔ اس قول کے حق میں انھوں نے ایک تو بارو قرطبی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ یوحنا دمشقی (۶۷۶ء-۷۴۹ء) جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں بیت المال کا ملازم تھا۔ جبکہ بعد میں وہ ملازمت ترک کر کے فلسطین کے ایک گرجے میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کتب لکھنے لگا۔ جن میں ایک کتاب کا نام: ''محاورۃ مع المسلم'' اور دوسری کا نام ''ارشادات النصارٰی فی جدل المسلمین'' تھا چونکہ یہ دونوں کتب مسلمانوں کی تردید میں لکھی گئی تھیں اس لیے یوحنا کی اس مساعی کو تحریک استشراق کا نقطۂ آغاز قرار دیا جا سکتا ہے ③۔

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری نے بھی اس رائے کو مختلف دلائل سے راجح قرار دیا ہے ④۔

✿ تحریک استشراق کے ادوار

تاریخ تحریک استشراق کو سامنے رکھتے ہوئے اسے پانچ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ⑤۔ لیکن یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ تاریخی ادوار کی یہ تقسیم مستشرقین کے رویوں اور ان کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہے، زمانے کے لحاظ سے نہیں کیونکہ ان کے زمانے کو متعین کرنا ممکن نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی علوم کی مغرب کی طرف منتقلی کا کام صدیوں جاری و ساری رہا ہے اور صلیبی جنگوں کا دورانیہ (۱۰۹۹ء تا ۱۴۶۴ء) بھی صدیوں پر محیط ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مستشرقین کا جو رویہ اور انداز گیارہویں اور بارہویں صدی میں صلیبی جنگوں کے ردعمل کے نتیجہ میں ہوا ہو اس کی جھلک نویں اور دسویں صدی میں بھی نظر آ جائے۔ اس طرح جس عہد میں مستشرقین اسلام کے خلاف فرضی اور خود ساختہ مفروضوں اور افسانہ طرازیوں میں مشغول تھے اسی عہد میں ایسے اشخاص بھی مل جائیں جو

---

① احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق، ص: ۱۳ ② احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق، ص: ۱۵

③ احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق، ص: ۱۵ ◉ محمود حمدی، الاستشراق، ص: ۱۹ ◉ عثمان جمعہ، مدخل لدراسۃ العقیدۃ، ص: ۶۵

④ جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۶/ ۱۲۵

⑤ خلیق احمد نظامی نے اپنے ایک مقالہ میں مستشرقین کی تاریخ کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ یہ مقالہ انھوں نے ۱۹۸۲ء کو اسلام اور مستشرقین کو موضوع پر ہونے والے سیمینار میں پڑھا تھا۔ نیز جسٹس محمد کرم شاہ ازہریؒ نے مستشرقین کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ مذکورہ بالا ادوار کی یہ تقسیم انھی حضرات کی تقسیم کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

اسلام دشمنی کی وجہ سے قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مصروف ہوں لہٰذا ان کی یہ تقسیم ان کے رویوں کے پیش نظر ہے زمانے کے پیش نظر نہیں ہے جو وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں اور تحریکِ استشراق اپنے مقاصد اور طریقہ کار میں ضروری تبدیلیاں بھی کرتی رہی ہیں۔

پہلا دور:

حقیقت یہ ہے کہ یورپ قرون وسطی ۴۷۶ء سے ہی جہالت کی ان تاریکیوں سے گزرا ہے جن سے شاید کسی دوسرے انسانی معاشرے کو واسطہ نہ پڑا ہو۔ پوپ مذہبی ادب کے بغیر تمام اصنافِ علم کا دشمن تھا اور جہاں کوئی عالم یا فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس دور میں مدارس حکماً بند ہوئے' لاکھوں کتب حوالۂ آتش کی گئیں، غرض کہ ان کی تاریخ انسان دشمنی' علم دشمنی' عالم کشی کے واقعات سے آلودہ ہے۔ ان کی معاشی' معاشرتی' علمی اور اخلاقی حالت رو بہ تنزل تھی[1]۔

یہی دور طلوع اسلام اور اسلامی عروج وارتقاء کا دور ہے۔ اس دور میں مسلمانوں نے ایک طرف سیاسی اور عسکری فتوحات کے ذریعے ایک عالم کو اپنے زیر نگیں بنایا تو دوسری طرف انھوں نے علم اور تہذیب وتمدن کے میدان میں وہ ترقی کی جس کی مثال نہیں پائی جاتی ہے[2]۔ غرض کہ مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کے علمی' ثقافتی' معاشی' اخلاقی اور سیاسی حالات میں بعد المشرقین جیسا فرق تھا۔

مستشرقین کی تاریخ کا پہلا دور اس زمانے پر مشتمل ہے جب یورپ پر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ اس کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے[3]۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اندلس اور سسلی اور دوسرے اسلامی ممالک سے اسلامی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کی نورانی لہریں اٹھ رہی تھیں اور ایک عالم کو بقعۂ نور بنا رہی تھیں۔ اہل یورپ کو جب اپنے ہاں ہر طرف تاریکی اور ظلمت نظر آئی تو انھوں نے علم' تہذیب اور خوش حالی کا سبق لینے کے لیے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ انھیں معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کی قوت اور شان وشوکت کا راز ان کے علم میں مضمر ہے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اہل یورپ نے بالعموم اور کلیسا نے بالخصوص یورپ کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے مستقل بنیادوں پر کارروائیاں شروع کر دیں۔ انھوں نے اپنے اُس رویے جو علم کی دشمنی پر مبنی تھا اس میں تبدیلی کی، چنانچہ علم کے پیاسوں نے یورپ کے طول وعرض سے اسپین کے اسلامی مدارس کی طرف رخ کیا انھوں نے عربوں سے علم اور ان کی تہذیب سیکھی اور پھر یورپ کو علم وتہذیب کے نور سے منور کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں[4]۔

اس کام میں ایک طرف حکمران دلچسپی لے رہے تھے اور دوسری طرف عیسائی راہبوں کی کثیر تعداد نے بھی اپنے آپ کو مختلف مقاصد کے تحت اسلامی علوم کو حاصل کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ دسویں صدی عیسوی اور بعد کے ادوار میں یورپ کے حکمران عربی

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے غلام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسانات، ص:۷۶

[2] غلام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسانات، ص:۱۰۴ ◉ Will Durant, The Age of Faith, p. 230

[3] گذشتہ صفحات میں یہ بات تاریخی دلائل سے ثابت کی گئی ہے کہ تحریک استشراق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کو ہو چکا تھا۔ دیکھیے صفحہ نمبر:۵۶۳

[4] محمود حمدی، الاستشراق والخلفية، ص:۲۶ ◉ احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق ص:۱۸ ◉ عبدالمتعال، الاستشراق، ص:۵۵

علمی سرمایہ کو مغربی زبانوں میں منتقل کرنے کے لیے بے بہا مال خرچ کر رہے تھے اور کلیسا پوری دلجمعی سے اس کام میں حصہ لے رہے تھے، مختلف کتب کے ترجمے ہو رہے تھے۔ ہر طرف مدارس قائم ہو رہے تھے اور کلیسا خود مدارس قائم کرنے اور انھیں ترقی دینے میں مشغول ہو گیا تھا۔ ان کے کچھ مدارس ترقی کر کے یونیورسٹیوں کی صورت اختیار کر گئے اور کچھ نئی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اس طرح انھوں نے اسلامی علوم کو یورپ میں پھیلانے کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ان کے پیش نظر اسلام کو نقصان پہنچانے کا مقصد پنہاں تھا[1]۔ بلاشبہ یورپ میں علم دوستی کی یہ لہر بھی مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے۔

دوسرا دور:

استشراق کی تاریخ کے اس دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب صلیبی جنگوں نے پورے مغرب میں اسلام دشمنی کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد فکری و ذہنی محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ اسلام کے خلاف کارروائیوں میں انھوں نے پہلے فرضی تصویروں، کہانیوں، افسانوں اور خود ساختہ مفروضوں کے ذریعے پیغمبر اسلام کی ذات کو موردِ طعن ٹھہرایا۔ وہ تو اسلام کو سب سے بڑی برائی سمجھتے تھے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو وہ ہر برائی کا منبع قرار دیتے تھے۔ اس لیے ان کے نزدیک اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی سیرت وسوانح کے بارے میں مہمل کہانیاں، دیو مالائی قصے اور بے سروپا باتیں کہی گئیں[2]۔

مستشرقین کے اس رویہ کو صرف صلیبی جنگوں کا ردعمل قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس طرز عمل کی جڑیں صلیبی جنگوں سے پہلے بھی موجود تھیں البتہ صلیبی جنگوں نے اس رویے کو کمال عروج تک پہنچایا ہے۔

پہلے اور دوسرے دور میں فرق یہ ہے کہ پہلے دور کے مستشرقین اسلام پر اعتراض کرنے کے لیے تاریخ اسلام اور اس کی تعلیمات میں ہی اپنے اعتراضات کی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جبکہ اس دوسرے دور کے مستشرقین کا تکیہ صرف اپنے تخیل کی پرواز پر تھا اور ان دونوں ادوار میں ان کا تعصب اور اسلام دشمنی اپنے پورے شباب پر تھے۔

تحریک استشراق کے دوسرے دور میں اسلام اور پیغمبر ﷺ کے خلاف جو کچھ لکھا گیا اس پر بعد کے مستشرقین خود بھی شرمندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی طرف سے اپنے متقدمین کے اس رویے پر شرمندگی کا اظہار اس وجہ سے نہیں کہ وہ اسلام کے بارے میں منصفانہ رویے کو ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ علمی ترقی کے اس دور میں اس قسم کی فرضی داستانیں اور الزام تراشیاں، اسلام کی نسبت، ان کی تحریک کو زیادہ نقصان پہنچائیں گی اور یہ غیر علمی اور غیر منطقی رویہ مستشرقین اور ان کی تحریک کے متعلق منفی تاثرات پیدا کرے گا۔

اس دور میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں جس رویے کو اختیار کیا وہ بعد کے مستشرقین کے الفاظ میں

---

① احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق، ص: ۱۸

② انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ص: ۱۲/ ۶۰۵

پیش خدمت ہے۔

مشہور مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) اپنی کتاب (Muhammad Prophet and Statesman) میں لکھتا ہے:

> Of all the world "great men none has been so much maligned as Muhammad ..... For centuries, Islam was the great enemy of Christendom, since Christendom was in direct contact with no other organized states comparable in power to the Muslims. The Byzantine Empire, after losing some of its best provinces to the Arabs, was being attacked in Asia Miner, while Western Europe was threatened through Spain and Sicily. Even before the crusades focussed attention on the expulsion of the Saracens from the Holy Land, medieval Europe was building up a conception of a great enemy. At a point Muhammad was transformed into Mahound, the Prince of darkness. By the twelfth century, the ideas about Islam and Muslims current in the crusading armies were such Travesties that they had a bad affect on moral.[1]

محمد (ﷺ) کو بدنام کرنے کی جتنی کوششیں کی گئی ہیں اتنی کوششیں تاریخ انسانی کی کسی عظیم شخصیت کو بدنام کرنے کے لیے نہیں کی گئیں۔ صدیوں اسلام کو عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن تصور کیا جاتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کو اسلام کے علاوہ کسی منظم قوت سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ جو اتنی ہی طاقتور ہو جتنے مسلمان تھے۔ عربوں کے ہاتھوں اپنے چند بہترین صوبوں سے ہاتھ دھونے کے بعد بیزنطینی حکومت کو ایشیائے کوچک، سپین اور سسلی میں اسلام کا چیلنج درپیش تھا۔ مسلمانوں کو ارض مقدس سے نکالنے کی صلیبی کوششوں سے پہلے ہی یورپ میں ''دشمنِ اعظم'' کا تصور جڑ پکڑ چکا تھا۔ ایک وقت یہ بھی تھا جب محمد کو (Mahound) کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا ''برائی کا شہزادہ''۔ بارہویں صدی عیسوی میں صلیبی فوجوں کے اذہان میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو تصورات تھے وہ بڑے مضحکہ خیز تھے اور انھوں نے اخلاق پر منفی اثرات مرتب کیے۔

ایک اور مستشرق فلپ کے ہٹی (Philip.K.Hitti) رقمطراز ہے:

Christians of medieval times misunderstood Muhammad and considered him a despicable character. The reasons as will be shown later were more historical, that is economic and political than ideological. His earliest portrait as a false prophet and importers, sketched by a ninth-century Greek chronicler as later embellished with the bright colors of ever sexuality, dissoluteness, blood thirstiness and brigandage. In clerical circles Muhammad became the antichrist. His dead body was suspended some where between heaven and earth until and Italian convert in 1503 visited Medina and was evidently surprised not to find it in that position. Dente bisected the trunk of Muhammad's body and consigned it to the ninth hell as befits the chief of the damned souls, bringers of schism into religion.

Western fablers used Maumet, one of forty-one variants of Muhammad's name

[1] Montgomery, W. Muhammad Prophet, p: 231

listed in the Oxford English Dictionary in the sense of idol. It came to mean "Puppet" or "Doll". In this sense Shakespeare used the word in "Romeo and Juliet". Another variant of the same name Maumet, was used in English medieval encyclical plays as an object of worship. Ironically the greatest in iconoclast and the leading champion of the oneness of God in history was metamorphosed into an object of worship.[1]

قرون وسطی کے عیسائیوں نے محمد (ﷺ) کو سمجھنے میں غلطی کی اور انھیں (نعوذ باللہ) حقیر کردار کا مالک تصور کیا۔ اس منفی سوچ کے اسباب نظریاتی سے زیادہ معاشی اور سیاسی تھے۔ نویں صدی عیسوی کے ایک یونانی قصہ گو نے محمد (ﷺ) کی تصویر کشی ایک جھوٹے مدعی نبوت اور دغا باز کے طور پر کی تھی۔ اس تصویر کو بعد میں جنس پرستی، بدچلنی، خون آشامی اور قزاقی کے چمکدار رنگوں سے مزین کیا گیا۔ مذہبی حلقوں میں محمد (ﷺ) کو دشمنِ مسیح کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ تصور پیش کیا گیا کہ محمد (ﷺ) کی نعش زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہے۔ اس افسانے نے اتنی شہرت حاصل کی کہ جب ۱۵۰۳ء میں ایک اطالوی نومسلم مدینہ گیا تو وہ محمد (ﷺ) کی نعش کو مذکورہ مقام پر نہ پا کر متحیر ہوا۔ ڈانٹے نے محمد (ﷺ) کے دھڑ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ان کا جسم جہنم کے نویں درجے میں پڑا ہوا ہے۔ جو ایسی ملعون روحوں کے لیے مناسب مقام ہے جو مذاہب میں فرقہ بندیوں کے ذمہ دار ہیں۔ مغربی قصہ گووؤں نے "Maumet" کو (جو لفظ محمد کی بگڑی ہوئی ان چالیس شکلوں میں سے ایک ہے جن کا ذکر آکسفورڈ ڈکشنری میں ہوا ہے۔) بت بنا کر پیش کیا۔ یہ لفظ پتلی اور گڑیا کا ہم معنی بن گیا۔ شیکسپیئر نے Romeo and Juliet میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ محمد کے نام کی ایک اور بگڑی ہوئی شکل Mohound کو قرون وسطی کے ایک گشتی ڈرامے میں ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کیا گیا جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مذاق ہے۔ کہ ایک بت شکن اور تاریخ انسانی میں توحید خداوندی کے سب سے بڑی چیمپئن کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری' مستشرق (Philip. K. Hitti) کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فلپ۔ کے۔ ہٹی نے حضور اکرم ﷺ کی ذات پر ان بے بنیاد الزامات کو اپنے پیشروؤں کی غلط فہمی کہہ کر ان کے جرم کی شناعت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ تھے بلکہ وہ حضور ﷺ کو پہچانتے تھے کیونکہ اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت کی' ہر دور میں ان کی اکثریت مذہبی لوگوں پر مشتمل تھی اور اہل کتاب کے مذہبی راہنما حضور ﷺ کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ تھے، ہمارے رب نے صدیوں پہلے اس حقیقت کا اعلان فرما دیا تھا:

﴿الذين آتيناهم الكتب يعرفونه كما يعرفون أبناء هم و إن فريقاً منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون﴾[2]

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انھیں جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بیشک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر۔[3]

---

(1) Philip. K. Hitti, Islam a Way of life, p: 22

(2) البقرۃ:۲/۱۴۶ (3) جسٹس محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، ص:۶/۱۴۵

ایک اور مستشرقہ' کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) نے اپنی کتاب (Muhammad A Western Attempt Tounderstand Islam) کے ایک باب بعنوان: (Muhammad, the Enemy) میں یورپ کی اسلام دشمنی کی کہانی لکھی ہے [1]۔

ایک اور مستشرق روڈی متقدمین مستشرقین کے رویے کی قلعی ان الفاظ میں کھولتا ہے:

''درحقیقت قرون وسطیٰ میں علمائے مغرب اور کلیسا کے راہنماؤں کی رسائی اسلام کے اصل مصادر تک بڑی وسیع تھی لیکن ان مصادر کا معروضی مطالعہ کرنے کی کوشش اس سابقہ عقیدے کے ساتھ ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی تھی کہ اسلام عیسائیت کا دشمن ہے اور اس میں کسی خیر کا وجود ممکن نہیں اس لیے لوگ صرف ان معلومات کو اہمیت دیتے تھے جو اس نظریے کی تقویت کا باعث ہوتی تھیں، اس لیے وہ ایسی خبر کی طرف جھپٹتے تھے جس میں دین اسلام یا پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق برائی کا کوئی پہلو نظر آتا'' [2]۔

تیسرا دور:

اس دور میں مسلمان کمزور ہو چکے تھے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اہل مغرب انھیں اپنے استعماری شکنجے میں کسنے لگے تھے اور ان کے علاقوں پر پوری طرح سے تسلط قائم کر لیا تھا۔ اب وہ اس فکر میں تھے کہ وہ اپنے تسلط کو کس طرح دوام بخشیں چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کے سیاسی' سماجی' دینی' اخلاقی اور معاشی حالات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ انھوں نے یہ ضروری سمجھا کہ مغرب میں اسلامی تہذیب وتمدن اور عربی زبان کو سمجھنے والے علماء کثیر تعداد میں موجود ہونے چاہئیں تاکہ ان کی کوششیں عالم اسلام پر مغرب کے استعماری تسلط کی راہ ہموار کر سکیں۔

اس مقصد کے تحت مستشرقین نے مختلف علوم مثلاً علم الأفلاک' تاریخ' جغرافیہ' طب' ریاضی اور فلسفہ وغیرہ کی کتب کے مغربی زبانوں میں تراجم کروا کر انھیں شائع کیا، نیز عربی علمی مصادر کو اصل صورت میں شائع کیا گیا [3]۔

تمام اسلامی ممالک سے بیشمار مخطوطات جمع کئے گئے۔ ڈاکٹر منجن اور ماگولیتھ نے بالخصوص مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔ برلن' پیرس' روم' لندن' آوکسفرڈ' کیمبرج' ڈبلن' ایڈنبرا' برٹش ایشیاٹک سوسائٹی اور اسکوریال کی لائبریریوں میں اڑھائی لاکھ کے قریب مخطوطات محفوظ ہیں۔ بودلی کی لائبریری مخطوطات کے لیے خصوصی طور پر شہرت رکھتی ہے۔ اس میں تین ہزار دوسو چوہتر مخطوطات محفوظ ہیں۔ اس طرح برٹش میوزیم کی لائبریری میں بھی بے شمار مخطوطات محفوظ ہیں۔ دی کاسٹل نے عربی مخطوطات کی ایک خاص لائبریری قائم کی ہے۔ علاوہ ازیں اٹلی اور روس کی لائبریریوں میں کئی ہزار مخطوطات محفوظ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر علمی مہمیں بھی اس دور میں مسلسل جاری رہیں [4]۔

---

[1] Karen, A. Muhamarn A Western. p: 22

[2] محمود حمدی، الاستشراق والخلفیۃ، ص: ۳۳

[3] مستشرقین کی طرف سے شائع کی جانے والی کتب کے بارے میں دیکھیے، عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۱۷

[4] عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۲۳

اس دور میں عربی علوم اور مشرقی تہذیب وتمدن کو سمجھنے کے لیے مستشرقین نے مراکز کا قیام کیا۔ چنانچہ ۱۵۳۹ء میں فرانسو اول نے پیرس میں کالج آف فرانس کی بنیاد رکھی۔ ۱۵۸۷ء میں ہنری ششم نے کالج آف فرانس قائم کیا جس میں عربی کے شعبے کو نئی بنیادوں پر استوار کیا مختلف یونیورسٹیوں (جن میں آکسفرڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں قابل ذکر ہیں) میں عربی زبان کے لیے خاطر خواہ کام ہوا۔ لندن، پیرس، روس اور فرانس کے زیر اثر ممالک میں عربی تدریس کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا گیا۔

غرضیکہ مستشرقین نے یورپ، امریکہ اور دوسرے ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں مشرقی زبانوں کی تدریس کے لیے مدارس قائم کیے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۶۷ء میں امریکہ میں ساٹھ یونیورسٹیاں، چالیس لائبریریاں اور اٹھارہ مراکز تھے جو مشرقِ وسطی کے علوم کی تدریس میں مشغول تھے۔ عربی کی تدریس کو عام کرنے کے لیے گلیوم پوسٹل (Guillaume Postel)، جوزف سکالیجر (Joseph Scaliger)، تھامس ارپینیس (Thomas Erphenius) کا نمایاں کام ہے [1]۔

مستشرقین نے اپنے عمل کو منظم کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں کئی سوسائٹیاں قائم کیں۔ ''مِنی سوٹا'' یونیورسٹی میں ایک سوسائٹی قائم ہوئی جس نے بدھ مت، عیسائیت اور اسلام کی درس وتدریس کے لیے مخصوص منصوبہ شروع کیا۔ ابتدا میں یہ انجمنیں ثانوی مدارس کے طلبہ تک محدود تھیں۔ بعد ازاں کالج اور یونیورسٹی سطح تک پھیل چکی تھیں۔ یہ انجمنیں ان طلبہ کی مدد اور حوصلہ افزائی کرتی تھیں جو اسلامی تہذیب، تاریخ اور دیگر علومِ اسلامیہ میں تخصص حاصل کرنا چاہتے تھے [2]۔

ان کے علاوہ انھوں نے مختلف ادوار میں ایشیائی سوسائٹیاں بھی قائم کیں جنھوں نے مشرقی مخطوطات، اسلامی کتب، عربی علوم سے متعلق کتب شائع کیں اور ایک ایشیائی مجلّہ جاری کیا جس نے مسلمانوں کے گمراہ فرقوں کو بطور خاص نشانہ بنایا تاکہ مغرب کے سامنے اسلام کی تصویر کو مسخ کر کے پیش کیا جا سکے [3]۔

اس دور میں مستشرقین نے کئی ایک بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کیں اور یہ کانفرنسیں مختلف وقفوں کے ساتھ مسلسل منعقد ہوتی رہیں۔ ان بین الاقوامی کانفرنسوں کے علاوہ مختلف ممالک کے مستشرقین کی قومی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہیں، چنانچہ استشراق کے کام کا جامع پروگرام وضع کرنے، ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے اور اپنی کوششوں کو تقسیم کار کے اصول پر منظم کرنے کے لیے یہ کانفرنسیں بہت مفید ثابت ہوئیں جس سے تحریک استشراق کے کام کی رفتار تیز تر ہو گئی [4]۔

چوتھا دور:

یہ دور نو آبادیاتی (Colonolism) نظام کی گرفت کمزور پڑنے پر شروع ہوتا ہے جب مسلم ممالک میں آزادی کی تحریکوں نے استعماری وتبشیری طاقتوں کے لیے خطرے کا الارم بجا دیا تھا۔ ان حالات میں استعماری طاقتیں ایک نئی صورتحال سے دوچار

(1) عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۲۷ (2) عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۳۳

(3) اسلام اور مستشرقین، ص: ۱۴/۲ ◉ عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۴۹ ◉ محمود حمدی، الاستشراق والخلفیۃ، ص ۴۸

(4) عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۴۶

ہوئیں۔ اب ان میں مسلمانوں سے تلوار سے مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں تھی کیونکہ انھوں نے مسلمانوں سے تلوار کے ذریعے معاملات طے کرنے کی بارہا کوششیں کی تھیں لیکن ہر مرتبہ انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا، علاوہ ازیں صلیبی جنگوں کی طویل تاریخ کے ہولناک مناظر بھی ان کے سامنے تھے اس لیے اہل مغرب نے نوآبادیات کو آزادی دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ان کے پیش نظر یہ امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے آزادی حاصل کر کے بھی ذہنی طور پر غلام رہیں۔ اس وجہ سے انھوں نے مسلمانوں کی دوستی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ وہ ایسے تمام امور جو مسلمانوں کے دلوں میں اہل مغرب کے خلاف نفرت پیدا کرتے ہیں ان کے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اہل مغرب کے متقدمین نے کئی صدیاں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر اگلا تھا۔ مسلمانوں کو عیسائیوں سے متنفر کرنے کے لیے ان کی کتب بہت خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں۔ اس لیے اس دور کے مستشرقین اپنے رویے میں تبدیلی لائے اور بحیثیت مجموعی اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ ان کا رویہ پہلے جیسا نہ رہا بلکہ مختلف عوامل [1] کے نتیجہ میں نرم، حقیقت پسندانہ اور معقول ہوتا چلا گیا، چنانچہ اس دور میں مستشرقین کے ہاں بے بنیاد اور من گھڑت روایات کا سلسلہ کم ہوتا گیا، الزامات کا دائرہ سمٹ کر محدود ہو گیا اور صورتحال نے کلیسا کا طلسم توڑ کر ایسے مستشرقین بھی جنم دیئے جنھوں نے جرأت سے کام لے کر اپنے اسلاف مصنّفین کے خیالات اور تجزیات کو غلط قرار دیا اور ان کی اسلام کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ اس قسم کے مصنّفین کی تحریروں میں گو انصاف کی جھلک نظر آتی ہے لیکن دینی اور نسلی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو دیکھنے کی توفیق نہ بخشی [2]۔

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کی اس فکری تبدیلی کی تہہ میں نہ تو اخلاص جلوہ گر تھا اور نہ ہی نفرت و کدورت پر محبت کے جذبات غالب آ گئے تھے بلکہ حالات کی ستم ظریفی نے انھیں نقطۂ نظر بدلنے پر مجبور کیا تھا۔ ان کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں بلکہ ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویے میں معمولی سی تبدیلی سے انھوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد برطانیہ میں سکار برو رپورٹ (Scarbrough Report) تیار کی گئی۔ اس رپورٹ میں مشرق میں برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نیا لائحہ عمل پیش کیا گیا۔ مشہور مستشرق ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (H.A.R. Gibb) نے اپنی کتاب Modern Trends in Islam میں نئے تقاضوں کے پیش نظر مسلمانوں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے [3]۔

اس دور کے بارے میں جسٹس کرم شاہ تبصرہ کرتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان عملاً ان کے غلام ہیں۔ استعماری طاقتیں اب کمزور اقوام کو قرضے فراہم کر کے انھیں اپنے سودی شکنجوں میں کستی ہیں اور پھر ان ممالک کی داخلی اور خارجہ پالیسیاں انھی کے اشارے پر بنتی ہیں...... اگر ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو انسان اس حقیقت کا فوراً ادراک کر لیتا ہے کہ اس دور کے مستشرقین کا پھیلایا ہوا زہر، ہر دور کے مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے'' [4]۔

---

[1] ان عوامل میں سے سرفہرست مشرقی مصادر تک ان کی رسائی اور اور مشرقی زبانوں سے خصوصاً عربی زبان سے آگاہی تھی نیز مشرقی ممالک کے سفر اور مشاہدات نے ان پر اپنے پیشروؤں کی لاعلمی اور افکار وخیالات کی بے بنیادی ثابت کر دی تھی۔ دوسری بڑی وجہ خود یورپ کی بدلتی ہوئی فضا تھی نیز جدت پسندی، سائنسی ایجادات، تعصب کے خلاف عام بے چینی اور وقت کی ضرورت مؤثر عوامل تھے۔

[2] نجیب العقیقی، المستشرقون، ص: ۱/ ۱۶۸ [3] اسلام اور مستشرقین، ص: ۲/ ۱۶ [4] جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۶/ ۱۶۷

پانچواں دور:

یہ دور اپنے ساتھ نت نئے رجحانات لے کر آیا' سیاسی' معاشی اور معاشرتی سطح پر گذشتہ باتوں کو درہم برہم کر گیا' چنانچہ عالمی جنگیں اور اس کے نتیجہ میں مشرقی ومغربی معاشروں پر ہمہ گیر اثرات' نو آبادیاتی علاقوں کی بیداری' ظلم وستم کی تاریکیوں کے خلاف حریت وآزادی کی روشنی' استعماری قوتوں کی شکست' ایجادات واختراعات کے ظہور' سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظریات کی نشوونما اور تہذیب وتمدن کے تنوع نے حالات ومسائل کی نوعیت کو ہر طرح سے بدل ڈالا۔ چنانچہ مستشرقین کی یہ کوشش رہی کہ جو کچھ حاصل کر لیا گیا ہے اسے بہرصورت باقی رکھا جائے۔ ساتھ ساتھ مصادر شریعت اور عالم اسلام کے بارے میں زیادہ توجہ اور انہاک سے مطالعہ ہونے لگا جزوقتی علماء کے بجائے کل وقتی علماء نے جگہ حاصل کی اور مغرب کی یونیورسٹیوں بالخصوص آکسفرڈ' کیمبرج' لندن وغیرہ میں قرآن وحدیث' فقہ' تصوف اور دوسرے اسلامی ومعاشرتی علوم کے بارے میں باقاعدہ نشستیں مخصوص کی جانے لگیں [1]۔ اس دور میں اسلام اور اسلامی ادب کے حوالے سے کسی حد تک اعتدال اور انصاف پسندی کی روایت ملتی ہے جسے ویل' گوئٹے اور کارلائل وغیرہ نے آگے بڑھایا تھا وہ جاری وساری رہی' اسلامی مصادر کی تحقیق ودریافت' ان کی ابواب بندی اور اشاریہ سازی کا کام نہ صرف آگے بڑھا بلکہ ایک طرف تو مستشرقین نے اس بارے میں اپنی محنت وریاضت سے ایک طرح کی اجارہ داری حاصل کر لی اور دوسری طرف اسلامی مصادر پر نقد وجرح کے کام کو بھی وسیع پیمانے پر انجام دیا جانے لگا اور ان کا یہ کام صرف ان ماخذ اسلامیہ کے بارے میں اہل مشرق کے قلوب واذہان میں تردد اور شک پیدا کرنے کے لیے تھا۔ چنانچہ اس دور میں قرآن وحدیث اور دوسرے مصادر کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا [2]۔

اس دور میں مستشرقین نے اسلام کے روایتی مطالعے پر توجہ کم کر دی اور دور حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ اب ان کی توجہ کا مرکز پورا مشرق نہیں تھا بلکہ صرف وہ ممالک تھے جو زر سیال کی دولت سے مالا مال تھے۔ اب مستشرقین نے ایشیائی سوسائٹیوں کے بجائے مشرق وسطیٰ کے نام سے سوسائٹیاں قائم کرنا شروع کر دیں۔

چنانچہ ۱۹۶۶ء میں امریکہ نے جنوبی امریکہ کی مطالعاتی ایسوسی ایشن برائے مشرق وسطیٰ (The Middle East studies assoication of North America) قائم کی۔ دس سال کے بعد یعنی ۱۹۷۶ء میں برطانیہ کی مطالعاتی سوسائٹی برائے مشرق وسطیٰ (British Society of Middle East Studies) قائم ہوئی [3]۔

تحریک استشراق کے تاریخی ادوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مستشرقین کے طریقہ ہائے واردات میں تو نت نئی تبدیلیاں آتی رہیں ہیں لیکن جو مقصد اس تحریک کا روز اول سے تھا وہ ان کی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا اور وہ مقصد یہ تھا یہ کہ اسلام کی بیخ کنی کی جائے، مسلمانوں کے دین' ان کی تاریخ اور ان کی تہذیب کو مسخ کر دیا جائے، مسلمانوں کو ان کے دین سے بیگانہ کر دیا جائے، اور غیر مسلم لوگوں کو اس دین سے متنفر کر دیا جائے اور اس کے لیے انھوں نے مختلف قسم کے لبادے اوڑھے، کبھی حصول علم کے شیدائیوں کا روپ اختیار کیا اور کبھی تحقیق کے نام پر اسلامی ممالک کے کونے کونے تک جا پہنچے، کبھی جسموں پر صلیبیں سجائیں' کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق ومربی کا روپ دھارا لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا اور وہ تھا اسلام کی مخالفت [4]۔

---

① زکریا ہاشم، المستشرقون، ۱۶۹

② اسلام اور مستشرقین، ص: ۴۱۵

③ اسلام اور مستشرقین، ص: ۲/۱۷

④ جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۶/۱۷۲

علم حدیث اور رواۃ پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

انیسویں اور بیسویں صدی میں مستشرقین نے قرآن کریم، اسلامی ادب، تاریخ اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی موضوع بحث بنایا۔ اس بارے میں پہلی کوشش گولڈ زیہر (Ignaz Goldziher) نے کی جس نے اپنی ریسرچ "Muhammaden Studies" کے نام سے مکمل کی۔ عصرِ حاضر کے مستشرقین کے یہاں اس کی تصنیفات اور مضامین ایک اہم مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسر گلیوم (Guillaume) نے اپنی تصنیف "The Traditions of Islam" میں گولڈ زیہر اور مارگولیتھ (Margoliouth) کی پیروی میں ان کے خیالات کو مزید پروان چڑھایا اور قانونی احادیث کو موضوعِ بحث بنایا۔ جرمن مستشرق شاخت (Schacht) کی ریسرچ پر ایک مستشرق پروفیسر گب (Gibb) نے اگرچہ تنقید کی تاہم اس کا لب ولہجہ بھی حدیث کے مخالف ہی رہا۔

ان کے علاوہ ڈیورنٹ (Durant) آرتھر جیفری (Arthor Jafery)' منٹگمری واٹ (Montgomery Watt)' ہوروفیتش (Horowitz)' وان کریمر (Von Kremer)' کیتانی (Catani)' نکلسن (Nicolson) نے بھی حدیث کے متعلق اپنے اپنے مخالفانہ نظریات پیش کیے[1]۔

دیگر مستشرقین نے بھی نقد حدیث سے بھی آگے بڑھ کر انکار حدیث کی داغ بیل ڈالی ہے، حدیث کے سلسلے میں ہر بات اور ہر پہلو کو غلط زاویوں سے دیکھا اور سوچا ہے لیکن حدیث کے بارے میں ان سب میں سے زیادہ مقام و مرتبہ، وسیع العلم، خطرناک اور مفسد یہودی مستشرق گولڈ زیہر رکھتا ہے حتیٰ کہ اس کو شیخ المستشرقین کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اس نے اپنی تصنیف دراساتِ محمدیہ (Muhammaden Studies) میں حدیث کے ارتقاء پر بحث کی ہے۔ اس بحث نے اسے حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں اس نے حدیث پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ مستشرقین نے مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کرنے کے لیے حدیث نبوی کو ہدف طعن و جرح بنایا۔ اس کا نام انھوں نے اپنی اصطلاح میں ''آزادانہ بحث ونظر'' رکھا[2]۔

ذیل کی سطور میں حدیث کے بارے میں مستشرقین کے نظریات اور اعتراضات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ا۔ احادیث قابل حجت نہیں

مستشرقین نے حجیت حدیث پر مختلف طریقوں اور زاویوں سے اعتراضات کیے ہیں، تاکہ اس کے بارے میں مختلف شکوک و شبہات پیدا کر کے مسلمانوں کا اس پر اعتماد ختم کر سکیں، وہ کبھی احادیث کو پہلی اور کبھی دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور کبھی یہ تأثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث کا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کہ احادیث سیاسی مقاصد کے لیے وضع کی گئی ہیں۔

---

[1] سیزگن، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ص:۱۸

[2] محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص:۳۰۲

۱۔ مشہور مستشرق گولڈ زیہر حدیث کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"The word **Hadith** means **tale communication**, not only are communications among those who have embraced the religious life called Hadith, But also historical information whether secular or religious and whether of times long past or of more recent events."①

لفظ حدیث کا مطلب کہانی اور مواصلات یا خبر رسانی ہوتا ہے۔صرف ان لوگوں کے درمیان مواصلات نہیں جنھوں نے مذہبی زندگی کو قبول کیا بلکہ مذہبی یا غیر مذہبی، جدید ترین یا قدیم ترین تاریخی مواصلات کو حدیث کہتے ہیں۔

گولڈ زیہر کا 'حدیث' کو "Tale" اور "Communication" سے تعبیر کرنا اس کی علمی خیانت ہے یا پھر اس کا یہ عمل اس کی جہالت کی عکاسی کرتا ہے۔

المورد (انگلش عربی ڈکشنری) کے لحاظ سے لفظ Tale کا معنی ہے:

"اشاعة (عن حياة الناس الخاصة)" ②

لوگوں کی زندگی کی خاص کہانی۔

اور بقول مولوی عبدالحق اس کا معنی " کہانی اور قصہ " ہے ③۔

گویا کہ اس کے نزدیک احادیث کی حیثیت کہانی اور قصہ پارینہ کی ہے۔کاش کہ گولڈ زیہر محدثین کے نزدیک مسلمہ حدیث کا مفہوم جان لیتا، تو اس طرح کی بودی اور بے وزنی بات نہ کرتا۔

گولڈ زیہر کے نزدیک حدیث کی حیثیت تاریخی بھی نہیں ہے۔اس بارے میں لکھتا ہے:

"The Hadith not serve as a document for the history of the infancy of Islam, but rather as reflection of the tendencies which appeared in the community during the mature stages of its development."④

حدیث کو اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ کے لیے سند کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے بجائے ان کی حیثیت ان رجحانات کے عکس کی سی ہے جو کسی قوم کی ارتقاء کے پختہ و مستحکم ادوار میں نمایاں ہوئے۔

گولڈ زیہر حدیث اور سنت کو بطور متضاد پیش کرتے ہیں، اکثر جگہوں پر حدیث کے لیے Tradition (یعنی روایت) کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام اسلام کے عہد اول میں مسلمانوں کے نزدیک جانے پہچانے نہ تھے۔

---

① Goldziher, Muslim Studies, p:2/7

② منیر بعلبکی، المورد، ص: ۸۴۷

③ Abd-ul-Haq, Advanced, p:668

④ Goldziher, Muslim studies, p:2/19

انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا (Encyclopaedia of Britannica) میں مقالہ ''محمد'' کا مصنف احادیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''احادیث کا رسمی مجموعہ یا وہ قصے کہانیاں، جو آپ (ﷺ) کے اقوال و افعال سے متعلق ہیں، تاریخی طور پر ناقابلِ اعتماد ہیں۔ شاید ہی ایسا ہو کہ ان میں محمد (ﷺ) کی زندگی سے متعلق کوئی کام کی بات نظر آئے''۔ ①

فانملر (Pfannmueller) گولڈ زیہر کی حدیث کے بارے میں تحقیقات کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

''گولڈ زیہر احادیث نبوی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنی کتاب ''دراسات محمدیہ'' کے دوسرے حصے میں حدیث کے ارتقاء پر بڑی عمیق بحث کی ہے۔ حدیث کے متعلق اسے جو گہری معلومات اور بے مثال ملکہ حاصل تھا اس کی بنا پر اس نے حدیث کے داخلی اور خارجی ارتقاء پر ہر پہلو سے بحث کی ہے۔ حدیث کے موضوع پر مسلسل اور عمیق تحقیق نے اس کے دل میں حدیث کے متعلق شکوک پیدا کر دیئے اور احادیث پر سے اس کا اعتماد ختم ہو گیا...... بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ گولڈ زیہر احادیث کو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ لہٰذا گولڈ زیہر کے نقطۂ نگاہ سے حدیث کو اسلام کے دور اوّل یعنی عہد طفولیت کی تاریخ کے لیے قابل اعتماد دستاویز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ حدیث ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو اسلام کے دور عروج میں اسلام کے ارتقاء کے لیے کی گئیں۔ گولڈ زیہر اس بات پر بڑے پر زور دلائل پیش کرتا ہے کہ اسلام متحارب قوتوں کے درمیان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا منظم شکل میں رونما ہوا۔ وہ حدیث کے تدریجی ارتقاء کی بھی تصویر کشی کرتا ہے اور ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ حدیث کس طرح اپنے زمانے کی روح کا عکس تھی اور کس طرح مختلف نسلوں نے احادیث کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کیا اور کس طرح اسلام کے مختلف گروہ اور فرقے اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مؤسس اسلام کا سہارا لیتے تھے۔ اور کس طرح انھوں نے ایسی باتوں کو اپنے رسول (ﷺ) کی طرف منسوب کیا جو ان کے موقف کی حمایت کرتی تھیں''۔ ②

آرتھر جیفری (Arthor jeffery) حدیث کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر یوں بیان کرتا ہے:

"After the Prophet's death, however, the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran.

---

① انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا، ص: ۱۲/۶۰۹

② محمود حمدی، ''الاستشراق والخلفیۃ الفکریۃ للصراع الحضاری'' ص: ۱۲۳

Guidance was therefore sought in the Traditions, Hadith, as to what the prophet had said and done, or was reported to have said and done. This vast accumulation of genuine, partly genuine, and quite spurious traditions was presently digested into the collections of Hadith, six of which are considered to be the canonical collections. But as these canonical collections were primarily concerned with material of juristic nature, it follows that much material of importance for the religion of Islam had to be drawn from the other, un-canonical collections. It was well known to Muslims that much of the Hadith material was spurious, but for the study of Islam even those traditions which the community invented and attributed to Muhammad have their value, often as much value as those which may actually have come from him." (1)

"تاہم پیغمبر (ﷺ) کے انتقال کے بعد، ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی راہنمائی موجود نہیں، لہٰذا ایسے مسائل کے متعلق راہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیغمبر (ﷺ) نے اپنی زبان سے کہیں یا آپؐ ان پر عمل پیرا ہوئے۔ یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر (ﷺ) کے اقوال یا افعال ہیں۔ صحیح، جزوی طور پر صحیح اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔ حدیث کے چھ مجموعوں کو مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ کتب صحاح میں زیادہ تر وہ احادیث تھیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا، اس لیے اکثر دیگر مذہبی اہمیت کے معاملات کے لیے غیر مستند مجموعوں کی احادیث پر اعتماد کرنا ضروری تھا۔ اس بات کا مسلمانوں کو اچھی طرح علم تھا کہ حدیث کا اکثر مواد جعلی ہے، لیکن اسلام کے مطالعہ کے لیے ان احادیث کی بھی اہمیت تھی جو مسلمانوں نے خود گھڑی تھیں اور انھیں محمد (ﷺ) کی طرف منسوب کر دیا بلکہ ایسی موضوع احادیث کو بعض اوقات ان احادیث جیسی اہمیت دی جاتی ہے جو سچ مچ پیغمبر (ﷺ) سے منقول ہے۔"

آرتھر جیفری اپنی اس تحریر میں گولڈ زیہر کی پیروی کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حدیث کا عہدِ رسالت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد جب نئے مسائل پیش آئے تو مسلمانوں نے ان کا حل تلاش کرنے کے لیے حضور ﷺ کے افعال واقوال کا سہارا لیا، احادیث گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کیں اور موضوع احادیث کو بعض اوقات صحیح احادیث پر فوقیت بھی دی۔

ایچ۔اے۔آر۔گب (H.A.R Gibb) کے بقول:

"Where such traditions were found to exist, it was held the rulings they contained, explicitly or implicitly, were decisive and mandatory for all Muslims. The sunna (Practice) of the Prophet obviously supersedes other sunnas, and still more any spectacular reasoning. This argument (elaborated by the jurist al-Shifai-i, d 820) was clearly unchallengeable that it was perforce accepted in principle by all the schools of law". (2)

---

(1) Arthor Jeffery, Islam ,Muhammad and his religion p.12

(2) گب، "اسلام مشمولہ" دی انسائیکلو پیڈیا آف لونگ فیتھ ص:۱۷۱

''یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں اس قسم کی احادیث موجود ہوں ان سے جو احکام صراحۃً یا ضمناً مستنبط ہوں وہی فیصلہ کن ہوں گے اور تمام مسلمانوں کے لیے ان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ پیغمبر (ﷺ) کی سنت کو دیگر تمام سنتوں اور قیاسی فیصلوں پر فوقیت حاصل ہو گی۔ احادیث کی حجیت کے تصور کی وضاحت امام شافعی نے ایسے مدلل اور لا جواب انداز میں کی تھی کہ تمام مکاتب فکر کو اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔

گب یہ تو تسلیم کر رہا ہے کہ مسلمانوں نے حضور ﷺ سے مروی احادیث کو تلاش کیا، لیکن وہ ساتھ ہی وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ احادیث کو حجت بعد کے مسلمانوں نے قرار دیا، یعنی عہدِ رسالتؐ میں حدیث کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔ گب کی تحریر کو آغاز سے پڑھنے والا شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ احادیث کے متعلق مثبت رویہ اختیار کر رہا ہے۔ لیکن اس کے مذکورہ بالا جملوں نے اس حقیقت سے پردہ ہٹا دیا ہے کہ وہ بھی اپنے دیگر مستشرق بھائیوں کا ہمنوا ہے۔ اور وہ احادیث پر حملہ کرتے ہوئے قدرے مہذب انداز اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے ورنہ اس کا یہ کہنا کہ احادیث کی حجیت کو امت میں متعارف کرنے کا سہرا حضرت امام شافعی کے سر ہے، اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے۔

مستشرقین نے حدیث کے حجیت کے بارے میں جو زہر اگلا ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ موضوع اور کمزور روایات کی بنیاد پر اپنی تحقیق کی عمارت استوار کرتے ہیں۔

ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہیں اور جس چیز نے حالات کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے جنم لیا ہوا سے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

اگر احادیث کی حجیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کر سکتے تھے کیونکہ انھوں نے احادیث کے بارے میں ایک مؤقف اختیار کیا ہوا تھا۔ کہ وہ کسی حدیث کو کسی وقت بھی مسترد کر سکتے تھے اور کسی حدیث کو ان کے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ جب قرآن کریم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کر رہی ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عہدِ رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی اور صدی، ڈیڑھ صدی کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد اب یہ تسلیم کرتی ہے کہ آج مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی۔ درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے احادیث کی اہمیت و حجیت واضح کی جا رہی ہے کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعد کے مسلمانوں نے وضع کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾ ①

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں محبت الٰہی کی دلیل آنحضرت ﷺ کی اتباع کو قرار دیا گیا ہے۔ اور حضور ﷺ کی اتباع جو محبت الٰہی کے لیے ضروری ہے اور جو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بھی ہے وہ حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ اتباع کا مفہوم ہے:

"الإتباع في الفعل هو التأسي بعينه والتأسي أن تفعل مثل فعله على وجهه من أجله" ②

کسی کے فعل کے اتباع کا یہ معنی ہے کہ اس کے فعل کو اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔

لہٰذا آنحضرت ﷺ نے جو کام کیے ہیں وہ اسی طرح کیے جائیں جس طرح آپ ﷺ نے کیے اور حدیث آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو بجالانے کا نام ہے۔ قرآن کریم کے اس ارشاد پر عمل کرنے اور اس میں جن انعامات کا ذکر ہے ان کو حاصل کرنے کے لیے ہم احادیث کے محتاج ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کے اس فرمان پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کا علم صرف احادیث سے ہی ملتا ہے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يأيها الذين أمنوا أطيعوا الله و أطيعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالكم﴾ ③

اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

۳۔ نیز قول باری تعالیٰ ہے:

﴿و إن تطيعوا الله و رسوله لا يلتكم من أعمالكم شيئا إن الله غفور رحيم﴾ ④

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمھارے اعمال میں ذرا کمی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

۴۔ قول باری تعالیٰ ہے:

﴿قل أطيعوا الله والرسول فإن تولوا فإن الله لا يحب الكفرين﴾ ⑤

کہہ دیجئے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

---

① آل عمران: ۳/۳۱
② جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ص: ۱/۲۲۳
③ محمد: ۴۷/۳۳
④ الحجرات: ۴۹/۱۴
⑤ آل عمران: ۳/۳۲

ان آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے۔ اللہ کی اطاعت تو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کر کے کی جاسکتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ ﷺ کے اقوال، افعال وغیرہ کی تفصیلات سامنے ہوں۔ یہ تمام تفصیلات احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے قرآن کریم کے اس حکم پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ناممکن ہے۔

۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿و ما اتکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنہ فانتھوا﴾ [1]

رسول ﷺ جو تمہیں دے دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آجاؤ۔

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے رکنے کا حکم ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے اوامر و نواہی کا علم احادیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقوا اللہ إن اللہ سمیع علیم﴾ [2]

اے ایمان والو اللہ اور رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

علامہ ابن جریر اس آیت کریمہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"جب کوئی شخص اپنے امام یا پیشوا کے حکم کے بغیر خود ہی امر و نہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو اہل عرب کہتے ہیں:

فلان یقدم بین یدی امامہ" [3] (فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے)

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے اس کی تفسیر کی ہے۔ آپ کا قول ہے:

"لا تقولوا خلاف الکتاب والسنۃ" [4] (کتاب وسنت کی خلاف ورزی نہ کرو)۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں۔ آگے نہ.. بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کی خلاف ورزی نہ کریں لہٰذا جہاں قرآن کریم کی اتباع ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی جائز نہیں اس طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ اور آپ ﷺ کی اتباع بغیر احادیث کے ممکن نہیں۔

ان تمام آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع، اطاعت، اور ان کے حکم کو ماننا لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ اطاعت رسول ﷺ محبت الٰہی، اخروی کامیابی اور ایمان و اعمال صالحہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور اطاعت

---

① الحشر: ۵۹/۷ ② الحجرات: ۴۹/۱
③ الطبری، جامع البیان، ص: ۲/۹۷ ④ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۴/۲۱۵

رسول ﷺ کے لیے ہم آپ ﷺ کے افعال و اقوال کے محتاج ہیں اور آپ ﷺ کے افعال و اقوال اور تقریرات کا نام ہی حدیث ہے۔

احادیث کی اہمیت و ضرورت صرف انھی آیات پر عمل کرنے تک محدود نہیں جن میں براہ راست آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے بلکہ لاتعداد اسلامی احکام پر حضور ﷺ کی عملی یا قولی راہنمائی کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے بارے میں تمام تفصیلات احادیث سے ہی ملتی ہیں۔

۷۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿و أنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم﴾ ①

اور ہم نے تمھاری طرف ذکر (قرآن کریم) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

گویا وحی جلی (قرآن کریم) کے ذریعے جو احکام نازل ہوئے ہیں وحی خفی (احادیث) کے ذریعے ان کی تفصیل اور تشریح بیان کر دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب کوئی رسول مبعوث فرماتا ہے تو اسے صرف کتاب ہی عطا نہیں کرتا بلکہ کتاب کے ساتھ ساتھ اسے حکمت بھی عطا کرتا ہے۔

۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿و إذ أخذ الله ميثاق النبيين لما أتيتكم من كتاب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به و لتنصرنّه......﴾ ②

اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمھارے پاس وہ رسول آئے جو تمھارے پاس موجود چیز کی تصدیق کرے تو تمھارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم یہ آیت کریمہ منصبِ رسالت کے بارے میں اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ رسول جب مبعوث ہوتا ہے تو صرف کتاب لے کر ہی نہیں آتا بلکہ اس کتاب کی تعلیمات کی وضاحت کے لیے اسے بارگاہ الٰہی کی طرف سے حکمت بھی عطا ہوتی ہے۔

۹۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿و أنزل الله عليك الكتب و الحكمة و علمك ما لم تكن تعلم﴾ ③

اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھا دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

۱۰۔ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿واذ كرن ما يتلى في بيوتكن من ايت الله والحكمة﴾ ④

---

① النحل: ۱۶/۴۴ ② آل عمران: ۳/۸۱
③ النساء: ۴/۱۱۳ ④ الاحزاب: ۳۳/۳۴

اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتوں کو جو تمھارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔

قرآن کریم ہمیں صرف یہ نہیں بتاتا کہ حکمت کتاب کے ساتھ نازل ہوتی ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کاشانۂ نبوت میں کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت کی تلاوت بھی ہوتی ہے۔

قرآنی اصطلاح میں حکمت سے کیا مراد ہے؟ اسے سمجھنے کے لیے اس کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔

صاحب تاج العروس حکمت کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

"الحكمة العدل فی القضاء والعلم بحقائق الأشياء على ما عليه والعمل بمقتضاه ولهذا انقسمت إلى علمية و عملية." (۱)

کسی جھگڑے کا عادلانہ فیصلہ کرنے کو حکمت کہتے ہیں اور اشیاء کی صحیح حقیقت کو جان لینا اور اس (صحیح علم) کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس لیے حکمت کی دو اقسام ہیں: حکمت علمی (یعنی اشیاء کی ماہیت وحقیقت کا صحیح علم) اور حکمت عملی (یعنی اس صحیح علم کے مطابق عمل کرنا)۔

گویا کہ حکمت سے مراد حکمت کتاب ہے یعنی کتاب (قرآن کریم) میں جو احکام وارشادات، اوامر ونواہی، دروس وعبر، پند ونصائح مذکور ہیں ان کی ماہیت وحقیقت کا صحیح علم اور ان پر صحیح عمل جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر رسول کو کتاب کے ساتھ عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی کتاب کا علم وعمل اللہ تعالیٰ نے ہی مرحمت فرمایا اور یہی آپ ﷺ کا علم وعمل ہے جو قرآنی اصطلاح میں حکمت کہلاتا ہے اور جسے حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے (۲)۔

معلوم ہوا کہ حکمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل ہے جس طرح کہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث میں اشارہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ألا إنی أوتيت الكتاب و مثله معه)) (۳)

خبردار مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث) عطا کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں ہی مسلمان حدیث پر عمل پیرا تھے اور بعد کے مسلمانوں تک آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات قابل اعتماد ذرائع سے منتقل ہوئے۔

فلپ۔ کے۔ ہٹی احادیث کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Throughout his lifetime Muhammad served as God's spokesman, thereby performing the triple function of legislation judge, and executive."

(۱) الزبیدی، تاج العروس، ص: ۲۲۱/۷ (۲) جسٹس محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، ص: ۵۶

(۳) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، حدیث نمبر ۴۶۰۴، ص: ۶۵۱

The usage of prophet (sunnah, "custom," "use") including his deeds, utterances and tacit approval was available. It clarified the scriptural text, elaborated on it, supplemented it, and thus fulfilled new demands. The prophetic sunnah became in the first century after the hijrah the object of intensive study, next to the study of the Koran itself, the research involved collection, verification and recording".①

محمد (ﷺ) نے اپنی پوری زندگی خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ اس طرح وہ ایک قانون ساز، جج اور منتظم کے سہ گونہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔ (حضور ﷺ کے بعد) آپ کی سنت یعنی آپ کی عادات، آپ کا طریقہ کار، آپ کے اقوال، آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات دستیاب تھیں۔ یہ چیزیں وحی کے متن کی تبیین اور تفسیر کرتیں اور اس طرح نئے تقاضوں کو پورا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد کی پہلی صدی میں احادیث قرآن کریم کے بعد زبردست تحقیق اور مطالعہ کا موضوع قرار پائیں۔ احادیث کی تحقیق میں احادیث کو جمع کرنے ان کی جانچ پڑتال کرنے اور ان کو ریکارڈ کرنے کے مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا۔

فلپ حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے اقوال کی تشریعی حیثیت اور احادیث کو قرآن کریم کے بیان اور تفسیر ہونے کو تسلیم کر رہا، ہجرت کے بعد پہلی صدی میں احادیث کی زبردست تحقیقات کا اقرار کرتا ہے۔ اس کے مطابق اس دور میں احادیث کو جمع کر کے انھیں پرکھا گیا اور انھیں ریکارڈ بھی کیا گیا۔ یہ تمام باتیں دیگر مستشرقین کے مزعومات کے خلاف ہیں اور یہ باتیں احادیث کی اہمیت اور ان کی حفاظت کے لیے کی جانے والی کوششوں کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

جان بیگٹ گلب (John. Bagot Glubb) لکھتا ہے:

"There were many minor legal and administrative problems to settle, his decisions in which were passed down in Muslim tradition and became unchanging laws for hundreds of millions of millions of persons, for centuries to come." ②

بہت سے کم اہمیت کے قانونی اور انتظامی امور کے مسائل طے کرنا باقی تھے۔ ایسے امور کے متعلق محمد (ﷺ) کے فیصلے اسلامی روایات کی شکل میں بعد کے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے اور صدیوں تک کروڑوں مسلمانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون کی حیثیت اختیار کر گئے۔

یہاں مسٹر گلب کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کا حصہ بنے اور کروڑوں انسانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون بنے۔ جبکہ دیگر مستشرقین احادیث کو حضور ﷺ کے فیصلے یا اقوال نہیں مانتے بلکہ انھیں بعد کے مسلمانوں کی اختراع قرار دیتے ہیں۔

---

① فلپ کے ہٹی، اسلام اے وے آف لائف، ص: ۴۲

② John. Bagot Glubb, The lifetime of Muhammad, p. 359

ڈاکٹر مورس بکائلے (Maurice Bucaille) لکھتے ہیں:

"During Muhammad's life and after his death, complementary information of legislative nature was indeed sought in the study of the words and deeds of the prophet." (۱)

محمد (ﷺ) کی زندگی میں اور آپ کے انتقال کے بعد قانونی نوعیت کی اضافی معلومات کو آپ کے افعال و اقوال میں تلاش کیا جاتا تھا۔

احادیث کی جانچ پڑتال اور حفاظت کے متعلق مسلمانوں کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر بکائلے لکھتے ہیں:

"Those who undertook to assemble them in collections made the kind of enquiries which are always very taxing before recording accounts of past events. They nevertheless had a great regard for accuracy in their arduous task of collecting information. This is illustrated by the fact that for all of the prophet's sayings, the most venerable collections always bear the names of those responsible for the account, going right back to the person who first collected the information from members of Muhammad's family or his companions." (۲)

جن لوگوں نے احادیث کے مجموعوں کو مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا' انھوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے وہ طریقے اختیار کیے جن کو تاریخی واقعات کو قلمبند کرنے سے پہلے اختیار کرنا بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ احادیث جمع کرنے کے کٹھن کام میں روایات کی صحت ہمیشہ پورے احترام سے ان کے پیش نظر رہی۔ اس بات کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں احادیث کے جو مجموعے زیادہ مستند ہیں ان کی تمام احادیث کی اسناد صحابہ کرامؓ یا اہل بیت عظام تک متصل ہیں۔

درج بالا اقتباسات احادیث کے متعلق مستشرقین کے مذکورہ دعویٰ کی نفی کر رہے ہیں۔

ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں مستشرقین کے حدیث کے بارے میں مفروضہ کہ ''دور اول کے مسلمانوں کو نہ حدیث کی ضرورت پڑی اور نہ ہی انھوں نے حدیث کو کوئی اہمیت دی اور یہ کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں'' بالکل غلط اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لیے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا انھیں قدم قدم پر ان کی ضرورت تھی اور وہ ہر دور میں احادیث کو قرآن کریم کے بعد علوم و معارف کا سب سے بڑا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ ثابت ہوا کہ احادیث معتبر دینی دستاویز بھی ہیں اور مستند تاریخی دستاویز بھی لہٰذا مستشرقین کا احادیث کی حیثیت کو کلیتاً مسترد کر دینا تعصب اور ہٹ دھری پر مبنی ہے جو مستشرقین کی تحریک کے اساسی ستون ہیں۔

(۱) Maurice Bucaille, The Bible , The Quran and Science, p. 259

(۲) Maurice Bucaille, The Bible , The Quran and Science, p. 259

۲۔ وضع حدیث کا الزام:

مستشرقین نے احادیث کے وضع کرنے کا الزام اولین مسلمانوں کے ذمے کس قدر سحر طراز اور ادیبانہ اسلوب سے لگایا ہے:

"When the rapid succession of conquests led them to distant countries, they handed on these hadith of the prophet to those who had not hear them by their own ears and after his death they added many salutary sayings when were taught to be in accord with his sentiments and could therefore, is their view legitimately be ascribed to him or of whose soundness they. Where in general convinced, these hadith dealt the religious and legal practices which had been developed under the prophet and were regarded as setting the norm for the Islamic world. They formed the basic material of the hadith."①

جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑھا اور مسلمان دور دراز ملکوں میں پہنچے تو انھوں نے ان احادیث پیغمبر کو ان لوگوں کو سنایا جنھوں نے اپنے کانوں سے نہیں سنا تھا اور آنحضورﷺ کے انتقال کے بعد انھوں نے آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی باتوں میں مفید اقوال کا اضافہ کیا۔ ان احادیث کا تعلق مذہبی اور قانونی امور سے ہے اور جن کی مدد سے پوری اسلامی دنیا میں نمونہ قائم کیا گیا۔ انھوں نے حدیث کا اصل مواد وضع کیا۔

ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر نے گولڈ زیہر کا حدیث کے بارے میں نقطہ نظر یوں بیان کیا ہے:

"وهنا مسئلة خطيرة نريد أن نعرض لها ببعض التفصيل وهى (وضع الحديث) فى هذا العصر ولقد ساد إلىٰ وقت قريب فى أوساط المستشرقين الرأى القائل بأن القسم الأكبر من الحديث ليس إلا نتيجة للتطور الدينى والسياسى والإجتماعى للإسلام فى القرنين الأول والثانى و أنه ليس صحيحا ما يقال من أنه وثيقة للإسلام فى عهده الأول عهد الطفولة ولكنه أثر من آثار جهود الإسلام فى عصر النضوج"②

ایک نہایت اہم مسئلہ درپیش ہے جس پر ہم تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں اور وہ عصر حاضر میں وضع حدیث کا مسئلہ ہے۔ تھوڑا عرصہ قبل مستشرقین کے ہاں یہ رائے غالب رہی کہ اکثر احادیث آغاز اسلام کے عہد کی دستاویز نہیں ہیں بلکہ یہ ان مساعی وجہود کا نتیجہ ہیں جو مسلمانوں نے پچھلے تاریخی ادوار میں انجام دیں۔

---

① Goldziher, Muslim Studies, p. 2/18

② علی حسن، نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی، ص:۱۲۶

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی گولڈ زیہر کی اس رائے کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اسلام کے عصر اول میں بنو امیہ اور علماء اسلام کے مابین نزاع نے نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی تھی۔ علماء احادیث کی جمع و تدوین میں لگ گئے، جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے پاس جو احادیث موجود ہیں ان سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا تو انھوں نے حسب مرضی احادیث وضع کرنے کا آغاز کیا۔ وضع کردہ احادیث روح اسلام کے منافی نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے وہ اپنے ضمیر کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیا کرتے تھے کہ ہم الحاد و دہریت اور سنت رسول ﷺ سے انحراف کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ احادیث وضع کر رہے ہیں.....''(۱)

ایک اور مقام پر گولڈ زیہر کہتا ہے:

"We are unlikely to have even as much confidence as Dozy regarding large part of the hadith. But will probably consider by for the greater part of it, as the results of religious historical and social development of Islam during the first centuries."(۲)

ہم بدقسمتی سے اتنے ہی پُر اعتماد ہیں جس طرح ڈوزی حدیث کے ایک بڑے ذخیرے کے متعلق ہے۔ اس کے ایک بہت بڑے حصے کے بارے میں اندازہ لگائیں گے جیسے کہ پہلی صدی کے دوران اسلام کی سماجی ترقی اور مذہبی تحریک کے نتائج کے بارے میں۔

ایک اور رائے جس کا اظہار گولڈ زیہر نے اپنی کتاب ''دراسات اسلامیہ'' اور ''العقیدۃ والشریعۃ'' میں کیا ہے۔

''علماء مدینہ اور بنو امیہ میں عداوت پائی جاتی تھی، چنانچہ علمائے مدینہ نے سب سے پہلے بنو امیہ سے انتقام لینے کے لیے احادیث وضع کرنے کی بنیاد ڈالی''(۳)۔

ول ڈیوران (Will Durant) ان احادیث کے متعلق جن میں رسول اللہ ﷺ کی کسی معجزانہ شان کا ذکر ہے' یہ تبصرہ کرتا ہے۔

"Many of the traditions put a new color upon the Moslem creed. Mohammad had not claimed the power of miracles, but hundreds of pretty traditions told of his wonder-working: how he fed a multitude from food hardly adequate for one man; exorcised demons; drew rain from heaven by one prayer, and stopped it by another; how he touched the udders of dry goats and they gave milk; how the sick were healed by confect with his clothes or his shorn hair. Christian influences seem to have molded many of

---

(۱) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۱۹۰

(۲) Goldziher, Muslim Studies, p. 2/19 ©H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, Shorter, Encyclopaedia of Islam, p: 116

(۳) گولڈ زیہر، دراسات اسلامیہ، ص: ۸۱/۲

the traditions; love towards one's enemies was inculcated, though Mohammad had sterner views: the Lord's Prayer was adopted from the Gospels; the parables of the sower, the wedding guests, and the labourers in the vineyard were put into Mohammad's mouth; all in all, he was transformed into an excellent Christian, despite his nine wives".①

بہت ساری احادیث نے مذہب اسلام کو ایک نیا رنگ دے دیا ہے۔ محمد(ﷺ) نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ان کے پاس معجزات دکھانے کی قوت ہے' لیکن سینکڑوں احادیث اُن کے معجزانہ کارناموں کا پتہ دیتی ہیں' کہ کس طرح انھوں نے اس کھانے سے ایک مجمع کو سیر کیا جو صرف ایک آدمی کے لیے بمشکل کافی تھا' اور کس طرح وہ جن نکالتے تھے' ایک دعا سے آسمان سے بارش اتارتے اور دوسری دعا کے ذریعے اسے روک دیتے' وہ ایک بے شیر بکری کی کھیری کو ہاتھ لگاتے اور وہ دودھ دینے لگتی' بیمار ان کے کپڑوں یا تراشیدہ بالوں کو چھو کر صحت یاب ہو جاتے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اکثر احادیث عیسائی تعلیمات کے زیر اثر تشکیل پذیر ہوئیں۔ دشمن کے ساتھ محبت کرنے کی تعلیم دی گئی حالانکہ محمد(ﷺ) کا موقف سخت تر تھا۔ خدا کے حضور دعا کا تصور بائبل سے لیا گیا۔ کاشتکار' شادی کے مہمانوں اور انگور کے کھیت کے مزدوروں کی دعائیں (بائبل کی نقل میں) محمد(ﷺ) کی زبان سے ادا کروائی گئیں۔ مختصر یہ کہ نو بیویوں کے باوجود انھیں ایک بہترین عیسائی کے روپ میں پیش کیا گیا۔

''ول ڈیوران'' کا یہ اقتباس بتا رہا ہے کہ اس کی نظر میں وہ تمام احادیث جن میں آنحضرت ﷺ کی کسی معجزانہ شان کا ذکر ہے یا وہ احادیث جن میں کوئی ایسی بات بیان کی گئی ہے جو عیسائیت کے ہاں بھی متعارف تھی' ایسی تمام احادیث بعد کے مسلمانوں نے خود گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کی ہیں۔

شاخت صحابہؓ و محدثین پر وضع حدیث کی تہمت لگاتے ہوئے کہتا ہے:

"وقال أما حركة المحدثين...... فى القرن الثانى فهى فى الواقع نتيجة طبيعية لإستمرار حركة المعارضة للمدارس الفقهية القديمة والتى كانت متأثرة بالدين والأخلاق والفكرة الرئيسية التى كانت عند المحدثين هى أن الأحاديث المأخوذة عن النبى ﷺ يجب أن تغلب علىٰ سنن المدارس الفقهية ولهذا الغرض اخترع المحدثون بيانات مفصلة أو أحاديث وا دعوا أنها من مرئيات أومسموعات أقوال النبى ﷺ و أفعاله و تقريراته و أنها وصلت إلينا شفهيا بأسانيد غير منقطعة و عن طريق رواة موثوقين و من الصعوبة بمكان أن نعتبر أى حديث منها خاصة فيما يتعلق بالأحاديث الفقهية صحيحاً موثوقاً به" ②

دوسری صدی ہجری میں محدثین کے طبقہ کا وجود فقہ اسلامی کی تاریخ میں ایک بڑا اہم واقعہ تھا۔ جو درحقیقت قدیم فقہی مکاتب کے

① Will Durant, The Age of Faith, p. 211

② Schacht, Introduction, p:34

خلاف ایک ردعمل تھا۔ محدثین پر دین و اخلاق کا زیادہ اثر تھا۔ اور ان کی فکر و نظر کا بنیادی تقاضا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول شدہ احادیث کا حق یہ ہے کہ وہ فقہی احادیث پر غالب رہیں۔ اس مقصد کے لیے محدثین نے احادیث کو وضع کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ روایات رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال ہیں یا پھر تقریر رسول اللہ ﷺ کی قسم سے ہیں اور یہ تمام روایات ان تک غیر منقطع اسانید اور معتبر رواۃ کی زبانی پہنچی ہیں اس لیے ہمارے لیے دشوار ہے کہ فقہی احادیث میں کسی بھی حدیث کے بارے میں فیصلہ کریں کہ وہ صحیح اور معتبر ہے۔

شاخت کی رائے میں وضع حدیث کی مدت معلوم کرنے کا آسان ترین اصول یہ ہے:

"The best way of proving that a tradition did not exist at a certain time is to show that it was not used as a legal argument in a discussion which would have made reference to it imperative, if it had existed" ①

کسی دور میں وضع حدیث کو ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس زمانہ کے فقہاء نے اپنی بحثوں میں اس حدیث کو شامل کیا ہے یا نہیں' اگر حدیث کا وجود ان فقہاء کی بحثوں میں شامل نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث بعد کے دور میں وضع کی گئی۔

شاخت کا کہنا ہے کہ اس نے حدیث کے بارے میں اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے فقہی اور قانونی احادیث سے سینتالیس مثالیں پیش کی ہیں ②۔

گولڈزیہر کی زبان میں مستشرقین کے احادیث کے بارے میں مذکورہ بالا بیانات سے ان کے نقطۂ نظر کو دو نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ احادیث کا ظہور و شیوع مسلمانوں کے ان دینی، سیاسی اور اجتماعی منازعات کے نتیجہ میں ہوا جو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئے۔ (یعنی تمام احادیث موضوع ہیں)۔

۲۔ اولین مسلمان (صحابہؓ و تابعین) نے وضع احادیث کی بنیاد رکھی تھی (یعنی صحابہ و تابعین نے احادیث گھڑیں)

احادیث کے بارے میں مستشرقین کے درج بالا نکات کا دیگر ائمہ کے اقوال کی روشنی میں تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔

اول الذکر نکتہ کے بارے میں ڈاکٹر عجاج خطیب بیان کرتے ہیں:

"إن ما ادعاه من أن أكثر الحديث نتيجة للتطور غير صحيح لأن المسلمين منذ القرن الأول و من عهد الصحابة كانوا يتثبتون في قبول الأحاديث و كانوا يتبعون الكذّابين والوضّاعين و عرفوا الأحاديث الموضوعة والصحيحة ثم إن القرآن الكريم

① Schacht, The Origins, P:140

② Schacht, The Origins, P:140

قد جاء بالقواعد الكلية التي تناسب كل زمان و مكان و لم يتعرض للجزئيات وطرق تنفيذها التي يمكن أن تتبدل و تتغير حسب البيئة والزمان دون أن تؤثر على القواعد الكبرىٰ والأهداف العليا للإسلام و ترك الله تعالىٰ للحكام وسائل التطبيق و التنفيذ في ظلال الكتاب والسنة والأصول التي تليها فالمسلمون ليسوا بحاجة إلىٰ اختلاق أحاديث تبرر ما يقومون به نتيجة لحياتهم الجديدة فقد كنا هم الله عزوجل هذا بما شرعه لهم من أسس و قواعد خالدة إلىٰ يوم الدين ......[1]

ان کا یہ دعویٰ کہ اکثر و بیشتر احادیث (مسلمانوں کی) ترقی کا نتیجہ ہیں درست نہیں کیونکہ مسلمان قرنِ اوّل اور عہد صحابہؓ سے احادیث کو تحقیق و تثبت کے بعد قبول کرتے تھے۔ اور وہ جھوٹوں اور وضاعین کا تعاقب کیا کرتے تھے انھوں نے صحیح اور موضوع احادیث کو پہچان لیا تھا، پھر قرآن کریم وہ قاعدہ کلیہ لے آیا جو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے موزوں تھا اور وہ جزئیات اور اس کے ترک نفاذ کے درپے نہ ہو، جو معاشرے اور زمانے کے مطابق بدلتا رہتا تھا، جو اسلام کے بلند مقاصد اور اس کے قواعد کبریٰ پر اثر انداز نہیں ہوسکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حکام کے لیے کتاب وسنت اور اس کے زیر اثر اصول کی روشنی میں وسائل تنفیذ کو چھوڑا ہے، چنانچہ مسلمانوں کو پیش آمدہ نئے حالات کے لیے احادیث وضع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشروع کردہ بنیادیں وقواعد قیامت تک کے لیے کافی تھیں۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عالم آخرت کو تشریف لے گئے اس وقت اسلام کامل ہو چکا تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم و أتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام ديناً﴾ [2]

آج کے دن میں نے تمھارا دین کامل کر دیا۔ اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔

البتہ اسلامی فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل اسلام بعض ایسے حوادث سے دوچار ہوئے جن کا ذکر صراحۃً کتاب وسنت میں نہ تھا۔ مسلمانوں نے قیاس و استنباط کی مدد سے ان سے متعلق احکام وضع کر لیے۔ اس کے باوصف وہ اسلام کے دائرہ اور اس کی تعلیمات کی حدود سے باہر نہ نکل سکے۔ عصرِ اول میں اسلام کی پختگی ثابت کرنے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قابض ہو گئے۔ یہ دونوں ملک ان دنوں تہذیب و حضارت کی اوج کمال پر فائز تھے۔ آپ نے امورِ سلطنت کے انتظام و انصرام میں قیصر و کسریٰ سے بڑھ کر عدل و کمال کا مظاہرہ کیا۔ اگر اسلام ناپختہ ہوتا تو حضرت عمرؓ اس عظیم ذمہ داری سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے۔ اور اتنی بڑی سلطنت کا نظم و نسق کیسے سنبھال سکتے تھے۔ حالانکہ آپ کے عہدِ خلافت میں یہ دونوں ملک اس قدر خوشحال اور فارغ البال تھے کہ ایسا امن و سکون ان کو قیصر و کسریٰ کے عہد میں بھی نصیب نہ ہوا تھا۔

نیز یہ کہ اہل اسلام کائنات ارضی کے جن دور افتادہ گوشوں تک پہنچے تھے ان کے ہاں عبادات، معاملات اور عقائد و عادات میں کامل یگانگت پائی جاتی تھی۔ یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب جزیرہ عرب چھوڑنے سے پہلے ان کا نظام پختہ ہو چکا ہوتا اور زندگی کے مختلف

[1] عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۵ [2] المائدۃ: ۳/۵

گوشوں کی بنیادیں مستحکم ہو چکی ہوں۔ اور اگر حدیث کی اکثریت ابتدائی دو صدیوں کے خلفشار و انتشار کا نتیجہ ہوتی تو اس کا حتمی نتیجہ یہ ہوتا کہ دنیا کے کسی ایک خطے میں بود و باش رکھنے والے مسلمان کی عبادت ایک دوسرے خطے میں رہنے والے مسلمان سے قطعی مختلف ہوتی اس لیے کہ دونوں کے آداب و اطوار اور طرز بود و ماند میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی عبادات' عقائد اور زندگی کے آداب و اطوار میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ پہلی صدی ہجری کے بعد مختلف فقہی مذاہب قائم ہو گئے تھے تو بلاشبہ یہ کتاب و سنت اور ان کے فہم وادراک میں صحابہ کرامؓ کے مختلف مکتبہ ہائے فکر پر مبنی تھے۔ جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے وہ محفوظ و متواتر تھی۔ ائمہ مذاہب میں سے جس امام نے سنت کے بارے میں کسی بات کا اظہار کیا وہ قبل ازیں کسی صحابی یا تابعی سے صادر ہو چکا تھا۔ یہ انتشار کے ظہور و شیوع سے پہلے کی بات ہے اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ مستشرقین نے جو بات کہی ہے وہ کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے نظریہ کے اثبات میں جو دلائل و براہین پیش کیے ہیں وہ انتہائی ناقص اور کمزور ہیں[1]۔

گولڈ زیہر حدیثِ نبوی پر مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''علماء کے پاس جو احادیث تھیں چونکہ ان سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا تھا، اس لیے انھوں نے ایسی احادیث وضع کرنا شروع کر دیں جن کو وہ پسند کرتے تھے اور وہ اسلامی روح کے منافی بھی نہ تھیں۔ انھوں نے یہ کہہ کر اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیا کہ وہ دہریت اور الحاد اور دینی احکام سے نفرت و بعد کا مقابلہ کرنے کے لیے احادیث وضع کر رہے ہیں''[2]۔

اگر علمائے مدینہ نے وضع حدیث کا آغاز کیا تھا تو کیا اس وقت کچھ اور علماء بھی موجود نہیں تھے مکہ، دمشق، کوفہ، بصرہ اور دیگر اسلامی بلاد و امصادر میں حضرات صحابہؓ و تابعین کی کثیر تعداد تھی۔ مکہ میں اس وقت ان صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر جو سب سے آخر میں فوت ہوئے عطاء، طاؤس، مجاہد، عمرو بن دینار، ابن جریج اور ابن عیینہ جیسے لوگ تھے[3]۔ بصرہ میں حسن بصری، ابن سیرین، ابو العالیہ' قتادہ' ایوب سختیانی اور ثابت البنانی بقیدِ حیات تھے[4]۔ کوفہ میں علقمہ، اسوذ عمرو بن شرجیل، مسروق، عبیدہ سلمانی، سوید بن غفلہ، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عمرو بن میمون، ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمٰن بن مسعود جیسے علماء زندہ تھے[5]۔

شام میں ابو ادریس خولانی، قبیصہ بن ذویب، سلیمان بن حبیب، خالد بن معدان، عبدالرحمٰن بن غنم اشعری، عبدالرحمٰن بن جبیر اور مکحول زندہ تھے[6]۔ مصر میں یحییٰ بن ایوب' حیوۃ بن شریح' لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب، بکیر بن عبداللہ، عمرو بن حارث[7]، اور یمن

① السباعی، السنۃ و مکانتہا، ص: ۱۹۶
② Goldziher, Muslim Studies, p. 2/18
③ الذہبی، الامصار، ص: ۱۷
④ الذہبی، الامصار، ص: ۱۴
⑤ النسائی، الضعفاء والمتروکین، ص: ۳۱۲
⑥ النسائی، الضعفاء والمتروکین، ص: ۳۱۳
⑦ الذہبی، الامصار، ص: ۲۸ ◎ النسائی، الضعفاء، ص: ۳۱۳

میں وھب بن منبہ، قدامہ بن منبہ، طاؤس بن کیسان، عبداللہ بن کیسان، معمر بن راشد وغیرہ بقید حیات تھے ①۔

یہ تھے اموی خلافت کے اکابر اہل علم! اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ بھی وضع حدیث میں علمائے مدینہ کے ساتھ شامل تھے؟ ایسا کیسے ہوا اور کس مجلس میں جمع ہو کر انھوں نے وضع حدیث کی سازش تیار کی؟ اور اگر اہلِ مدینہ کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تو پھر یہ خاموش کیوں رہے اور اہلِ مدینہ کی روایت کردہ احادیث ان سے کیوں کر اخذ کرتے رہے۔؟ تاریخ اسلام میں یہ کہاں لکھا ہے کہ انھوں نے اس فعل پر اہلِ مدینہ کو معتوب کیا تھا؟ جب کہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ علمائے امصار اہل حجاز کی روایات کو صحیح و اقویٰ تصور کیا کرتے تھے۔ عبدالملک اموی علمائے مدینہ کی روایت کردہ احادیث کو صحیح تر خیال کرتا تھا۔ اس نے امام زہری رحمہ اللہ کو مشورہ دیا تھا کہ انصارِ مدینہ سے علم حدیث اخذ کرے ② اگر مدینہ کو وضع حدیث کی ٹکسال کی حیثیت حاصل تھی تو پھر ان کی مرویات کو صحیح کس طرح قرار دیا جاسکتا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو نقد و جرح کے معیار پر پورا نہیں اترتا ہے ③۔

گولڈ زیہر کے اس دعویٰ کے لیے بنیاد ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے ابن مسیب کی عبدالملک کے ساتھ عداوت کو اس امر کا موجب قرار دیا ہے کہ اہل مدینہ سب کاذب اور احادیث وضع کرنے والے تھے۔ مگر گولڈ زیہر یہ نہیں بیان کرتا کہ ابن مسیب نے اس میں کیا کردار ادا کیا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ واضعین کے سرخیل ہوتے کیونکہ آپ ان علماء میں سے تھے جو بنو امیہ سے ناراض تھے اس نے اس ضمن میں ابن مسیب کا ذکر نہیں کیا، دراصل وہ ان کو بھی وضع حدیث سے متہم کرنا چاہتا تھا مگر اس کی جسارت نہ کرسکا؟ اس لیے کہ اس کو کوئی ایک بھی جھوٹی روایت نہیں مل سکی جس کے گھڑنے کی نسبت وہ ابن مسیب کی طرف کرتا۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کہنے والا شخص ان علماء کے اخلاقِ جلیلہ کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ وہ کذب و افتراء سے اس حد تک پاک ہوسکتا ہے جس حد تک ان علماء کی زندگی پاک تھی۔ اس شخص میں خشیت ایزدی بھی اس درجہ کی نہیں پائی جاسکتی جو ان علماء کا طرہ امتیاز تھا۔ جو علماء رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے انھوں نے وضاعین کا کھوج لگایا اور ان کو زندیق اور فاسق قرار دیا۔ بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا کافر اور واجب القتل ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں ④ یہ کیسے ممکن ہے کہ سعید بن مسیب جیسا شخص مار کھانے اور ذلت و رسوائی کے لیے تیار ہو مگر بیک وقت دو شخصوں کی بیعت اس لیے نہ کی کہ یہ خلاف سنت ہے۔ پھر اس کے بعد سنتِ رسول کے دفاع کے لیے دروغ گوئی کو جائز قرار دے۔ جو لوگ اپنے ولاۃ و حکام کے احکام کی علانیہ خلاف ورزی صرف اس لیے کرتے تھے کہ ان کے فرامین خلاف سنت تھے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سنت میں ایسے احکام کا اضافہ کرنے کے لیے تیار ہوں جو رسول ﷺ سے منقول نہ ہوں۔ انھوں نے دراصل آنحضرت ﷺ کے کلام کو وضاعین کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا اور اس کی

---

① الذہبی، الامصار، ص: ۲۸ ◉ النسائی، الضعفاء، ص: ۳۱۳ ◉ ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۱/۱۷

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/۱۳۸

③ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۰۰

④ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/۲۳۵

پوری طرح پاسداری کی مگر افسوس ہے کہ گولڈ زیہر ان وضاعین کو ''متقی علماء'' قرار دیتا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ مدینہ کو ان کی جائے سکونت ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ مدینہ میں عالم اور متقی لوگ بودوباش رکھتے تھے۔ یہاں علم وتقویٰ کا وہ مفہوم مراد ہے جو مسلمانوں کے یہاں معتبر ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی نشرواشاعت کے لیے کوشش کرنا اور وضاعین حدیث کو کیفر کردار تک پہنچانا اور علم وتقویٰ کا وہ مفہوم مراد نہیں جو اس کے ہاں ہے۔اس کے نزدیک علم وتقویٰ کے معنی جھوٹی احادیث گھڑنا اور دینِ اسلام کے دفاع کے لیے آپ ﷺ پر افتراء پردازی کرنا ہے (۱)۔

باقی رہا شاخت کا وضع حدیث سے متعلق بیان کردہ اصول (۲) اور اس کا کہنا ہے کہ اس نے حدیثِ نبویؐ سے متعلق اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے فقہی اور قانونی احادیث سے سینتالیس مثالیں پیش کی ہیں (۳)۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے ان احادیث کا مکمل جائزہ لیا ہے۔اس بارے میں آپ رقمطراز ہیں:

''ہم نے موضوع سے متعلق چوبیس احادیث کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان چوبیس احادیث میں سے صرف آٹھ احادیث ایسی ہیں جن کا تعلق فقہ سے ہے۔(یعنی بالترتیب ۴، ۶، ۷، ۱۰، ۱۷، ۱۹، ۲۳، ۲۴) چھ احادیث ایسی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہیں اور باقی تیرہ احادیث کا تعلق عبادات سے ہے۔جن کو فقہی یا بقول شاخت قانونی حدیث نہیں کہا جا سکتا۔''

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح وہ قطع و برید اور علمی خیانت کے ساتھ آٹھ کو چوبیس بنا کر پیش کرتے ہیں۔اس کے باوجود جب ان کا اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا تو پھر وہ اپنے ہی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر دوسرے طریقوں سے مرضی کے مطابق نتائج پیش کرتے ہیں۔شاخت وضع حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس ضمن ان کی مثالوں سے دعوٰی کی صراحت کے ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ احادیث کے راویوں کو اپنی روایت کا کسی دوسرے کے پاس موجود ہونے کا علم نہیں تھا۔اس صورت حال کو وہ 'استنتاج سکوتی' یعنی 'خاموش طریقہ استدلال' کی ایک قسم قرار دیتے ہیں۔اور تائید میں ''کتاب الام'' سے امام محمد شیبانیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"المسألة كذا إلا أن يأتي أهل المدينة فيما قالوا من هذا بأثر فننقاد له وليس عندهم في هذا أثرا يفرقون بين هذه الأشياء فلو كان عندهم جاء وا به فيما سمعنا من أثارهم" (۴)

مسئلہ اسی طرح ہے بجز اس کے اہل مدینہ اپنے اس قول کی تائید میں کوئی قول نقل کرتے تو ہم اس کو مان لیتے، ان کے پاس اس مسئلہ میں کوئی ایسا قول نہیں ہے جس سے وہ ان (مذکورہ) چیزوں کے درمیان تفریق کر سکیں۔اگر ان کے پاس کوئی قول ہوتا تو ہم

---

(۱) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۰۰

(۲) ''کسی دور میں وضع حدیث کو ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس زمانہ کے فقہاء نے اپنی مباحث میں اس حدیث کو شامل کیا ہے یا نہیں، اگر حدیث کا وجود ان فقہا کے مناقشات میں نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث بعد کے دور میں وضع کی گئی''۔

(۳) Schacht, The Origins, p. 140

(۴) الشافعی، الام، ص: ۷/ ۲۸۷

نے ان کی جو روایات سن رکھی ہیں' ان ہی میں سے وہ اس کو پیش کرتے۔

امام محمدؒ کے اس قول پر شاخت یہ تبصرہ کرتے ہیں:

''ہم پورے اطمینان کے ساتھ یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ہماری زیر بحث، فقہی احادیث مذہبی مباحث میں اس وقت شامل اور استعمال کی گئیں جب مختلف طبقوں نے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں ان کو وضع کر کے عوام میں رائج کر دیا تھا''①۔

شاخت کے اس مفروضہ کی حقیقت جاننے کے لیے ''کتاب الام'' کی مذکورہ عبارت ملاحظہ ہو:

''ہر ایسی چیز جس سے غلام کے ہاتھ یا پیر زخمی ہوں .....تو اس کا معاوضہ اسی مقدار کے مطابق، غلام کی قیمت سے ہوگا......اور غلام کی تصریح میں مدینہ والے، اس کی قیمت کا بیسواں حصہ متعین کرتے ہیں۔...... تو وہ امام ابوحنیفہؒ سے ان چار باتوں میں متفق ہیں لیکن ان چار کے علاوہ میں ان کا قول یہ ہے کہ اس کی قیمت میں کم نہیں ادا کیا جائے گا۔ محمد بن حسن کہتے ہیں کہ مدینہ والوں کے لیے اس قول میں کوئی ایسی روایت کیوں کر ممکن ہے جس کو ہم مان لیں۔ جبکہ ان کے پاس کوئی ایسی روایت نہیں ہے۔ جس سے وہ ان چیزوں کے درمیان فرق بیان کریں۔ اگر ان کے پاس ایسی کوئی روایت ہوتی تو وہ انھی میں سے پیش کرتے۔ جن کو ہم نے ان سے سنا ہے تو جب واقعہ ایسا نہیں ہے تو پھر انصاف کیا جانا چاہیے......''②۔

اب اس پوری عبارت کے پڑھنے سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کہیں قرآن مجید یا حدیثِ نبوی یا آثار صحابہ و تابعینؒ کی جانب اشارہ نہیں ہے۔ شروع سے آخر تک مسئلہ کا تعلق امام ابوحنیفہؒ کی اجتہادی رائے سے ہے۔ بعض صورتوں میں فقہائے مدینہ امام صاحبؒ کی رائے سے متفق ہیں اور بعض میں ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ لیکن شاخت اس مفروضہ کی تحقیق کے بعد نہایت مطمئن ہے کہ اس عبارت سے وضع حدیث اور زمانۂ وضع حدیث متعین ہو جاتا ہے۔ شاخت کی اولین اور مضبوط ترین دلیل کا یہ عالم ہے۔ عقل حیران ہے کہ وہ اس قسم کی تحقیق و بحث کو کیا نام دے③۔

① Schacht, Origins, p. 140

② الشافعی، الام، ص: ۲۸۷/۷

③ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۴۴۹/۲

۳۔ اُموی حکومت نے احادیث وضع کیں:

مستشرقین دین اسلام کی دشمنی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ اس کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسلام کی مخالفت میں جھوٹ بولنا، غلط بیانی سے کام لینا، علمی خیانت کا ارتکاب کرنا' غرضیکہ سب کچھ ان کے لیے جائز ہے۔ بلکہ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اس مخالفت اور تعصب نے ان کی عقل چھین لی ہے۔ اولاً تو حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا، پھر اسے آغازِ اسلام کے عہد کی دستاویز نہ مان کر موضوع قرار دے دیا، بعد ازاں محدثین، صحابہؓ وتابعینؒ اور اموی حکومت کو اس کا واضع قرار دے دیا۔

گولڈ زیہر نے حدیث کے بارے میں اپنے ان نظریات کی اساس اس خلاف ونزاع پر قائم کی ہے جو بقول اس کے اموی خلفاء اور علماء دین کے مابین برپا تھا۔ اس بارے میں اپنا تبصرہ یوں کرتا ہے:

''اس طرح اُموی دور میں جب اُمویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے شدت اختیار کی تو احادیث وضع کرنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا۔ فسق وارتداد کا مقابلہ کرنے کے لیے علماء نے ایسی احادیث گھڑنی شروع کر دیں جو اس مقصد میں ان کی مدد کر سکتی تھیں۔ اس زمانے میں اُموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلے میں یہ کام شروع کر دیا۔ وہ خود بھی احادیث گھڑتی اور لوگوں کو بھی ایسی احادیث گھڑنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطۂ نظر کے موافق ہوں۔ حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گھڑنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے۔ احادیث گھڑنے کا معاملہ سیاسی مسائل تک محدود نہ رہا بلکہ یہ آگے بڑھ کر دینی معاملات اور عبادات میں بھی داخل ہو گیا اور کسی شہر کے لوگ جن باتوں کو اپنے خیال کے مطابق نہیں سمجھتے تھے، ان کے خلاف احادیث گھڑ لیتے تھے۔ احادیث گھڑنے کا یہ کام دوسری صدی ہجری میں بھی جاری رہا''[1]۔

گولڈ زیہر عہد بنو اُمیہ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

''پھر معاملہ اسی پر ختم نہیں ہوا کہ سیاسی مقاصد اور بنو امیہ کے مفاد کے لیے احادیث وضع کی گئیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ وبا عبادت سے متعلق ان امور تک پہنچ گئی جو اہلِ مدینہ کے افکار وآراء سے ہم آہنگ نہ تھے۔ مثلاً یہ کہ جمعہ کے دو خطبے ہوتے تھے اور خلفاء کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح عید کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا۔ بنو امیہ نے ان امور کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ خلیفہ دوسرا خطبہ بیٹھ کر دیا کرتا تھا۔ اموی خلفاء عید کا خطبہ نماز سے پہلے دیا کرتے تھے۔ وہ رجاء بن حیوۃ کی اس روایت سے استدلال کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ دوسری جانب حضرت جابرؓ بن سمرہ کہتے ہیں: ''جو شخص تمھیں بتائے کہ آنحضور ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اُس نے جھوٹ بولا'' نیز یہ کہ امیر معاویہؓ نے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کر دیا۔ اور مسجد کے پاس ایک حجرہ تعمیر کیا تھا۔ جس کو خلفائے عباسیہ نے مسمار کر دیا

---

[1] حمدی زقزوق، الاستشراق والخلفیۃ، ص: ۱۲۳

تھا۔ کسی شک وشبہ کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ بعض احادیث جن سے بنو امیہ کا مفاد وابستہ تھا۔ عباسی خلافت کے زمانہ میں ناپید ہوگئی تھیں'' ①

گولڈ زیہر کے مذکورہ بالا بیانات سے درج ذیل اعتراض سامنے آتے ہیں:

۱۔ بنواُمیہ دینی تحریف کے مرتکب ہوئے تھے۔

۲۔ اُموی خلفاء نے وضع حدیث میں حصہ لیا تھا۔

ان واقعات کے رونما ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف ہے صرف اس بات سے ہے کہ یہ واقعات جو اجتہاد کی بناء پر ان اصحاب سے خاص احوال وظروف میں صادر ہوئے تھے گولڈ زیہر نے ان کو اس بات کی دلیل میں پیش کیا ہے کہ اموی حکام زندگی کے آداب واطوار کو بدل دینا چاہتے تھے۔ اور اسی لیے انھوں نے احادیث وضع کی تھیں حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ لوگ شروع سے لے کر آج تک دیکھتے چلے آئے ہیں کہ ملوک وسلاطین اپنی زندگی کے تحفظ اور شان و شوکت کے اضافہ کے لیے یا اپنے بلاد وامصار اور عبادت گاہوں کی آرائش وزیبائش کے لیے کئی قسم کے نئے نئے کام کرتے رہے ہیں۔ کسی شخص نے سلاطین کا یہ اقدام دین کے خلاف نہیں سمجھا اور نہ ہی علماء کا حکومت کا اہل کار ہونا لازم آتا ہے۔ عصر صحابہؓ سے لے کر تا ہنوز ملوک وسلاطین کا یہی شیوہ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کریم کو جمع کیا②۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز تراویح پر اکٹھا کیا③۔ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز بیرون مسجد پہلی اذان کی طرح ڈالی④۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے مسجدِ نبویؐ میں توسیع کی⑤۔

ملوک وسلاطین مساجد کی تجدید کرتے رہے ہیں۔ نماز کے لیے مسجد کو جاتے وقت اس قسم کے حفاظتی اقدامات کرتے جس سے متوقع خطرہ ٹل جاتا۔ مگر ان کے عمل کو کسی نے بھی دین میں اضافہ اور تحریف پر محمول نہ کیا گیا۔ بخلاف ازیں جب حضرت معاویہؓ منبر کی سیڑھیاں بڑھا لیتے ہیں یا مسجد کے پاس ایک حجرہ تعمیر کر لیتے ہیں تو اس سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اموی حکام نے دینی احکام کو بدل دیا۔ اور ان میں تحریف کے مرتکب ہوئے۔ منبر میں تبدیلی تو عہدِ رسالت ہی میں آ گئی تھی۔ آپ ﷺ پہلے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک منبر بنوالیا۔ جس کی تین سیڑھیاں تھیں⑥۔ اس لیے کہ لوگ مسجد میں زیادہ آنے لگے تھے۔ اور ضرورت کا تقاضا یہ تھا کہ اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے تا کہ دور کے لوگ سن سکیں۔ اگر حضرت امیر معاویہؓ نے ضرورت کی بناء پر منبر کی سیڑھیاں بڑھائی تھیں تو شرعی لحاظ سے اس میں کیا قباحت ہے۔ مسجد کے قرب و جوار میں کمرہ تعمیر کرنے کا مقصد حفاظت کے پیشِ نظر تھا۔ ظاہر ہے کہ خوارج، حضرت علیؓ ومعاویہؓ اور عمروؓ بن العاص تینوں کو قتل کرنے کی سازش کر رہے تھے⑦۔ جب حضرت علیؓ نے شہادت پائی اور حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص بچ گئے تو حضرت معاویہؓ نے مصلحت اس میں دیکھی کہ لوگوں کے ساتھ مل

---

① علی حسن، نظرۃ عامۃ، ص: ۱۲۸ ② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۶، ص: ۸۹۴
③ المالک، المؤطا، کتاب الصلاۃ فی رمضان، حدیث نمبر ۴، ص: ۱/۱۴۳ ④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب الأذان یوم الجمعۃ، حدیث نمبر ۹۱۲، ص: ۱۴۶
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۹ ⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب الخطبۃ علی المنبر، حدیث نمبر ۹۱۸، ص: ۱۴۷
⑦ الدینوری، الاخبار الطوال، ص: ۲۲۰

کر نماز پڑھنے کے بجائے مسجد سے متصل کمرہ میں نماز ادا کیا کریں (۱)۔

جہاں تک جمعہ کے دوسرے خطبہ میں بیٹھنے کا تعلق ہے حضرت معاویہؓ نے ایسا دانستہ نہیں کیا تھا بلکہ اس لیے کیا کہ جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا اور آپ زیادہ دیر تک کھڑے ہونے سے معذور تھے اس وقت ایسا اہتمام کیا گیا۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ حضرت معاویہؓ نے دیا تھا۔ یہ اس وقت ہوا جب
آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور پیٹ بڑھ گیا تھا'' (۲)

علماء نے حضرت معاویہؓ کے اس فعل پر تنقید کی تھی۔ اور پھر حضرت معاویہؓ نے بیٹھ کر خطبہ دینے، مسجد کے پاس حجرہ بنانے اور منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کرنے کے بارے میں کسی حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

باقی رہا گولڈ زیہر کا یہ دعویٰ کہ رجاء بن حیوۃ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے'' یہ رجاء جیسے محدث پر افتراء پردازی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ رجاء ایسے زمانہ میں یہ بات کہتے جس میں صحابہؓ اپنی جان پر کھیل کر سنت کا تحفظ و دفاع کرتے تھے۔ حدیث کی کسی معتمد کتاب میں یہ روایت رجاء سے منقول نہیں ہے۔ یہ روایت ''الف لیلہ'' اور علامہ دمیری کی ''حیاۃ الحیوان'' میں ہے۔ اس لیے کہ مستشرقین نے اکثر علمی مباحث میں ایسی کتب پر اعتماد کیا ہے۔ رجاء بن حیوۃ ائمہ حدیث کے نزدیک عظیم حافظِ حدیث تھے (۳)۔

رجاء جیسے ثقہ حافظ حدیث کا جرم گولڈ زیہر کی نگاہ میں یہ ہے کہ وہ شام میں بود و باش رکھتے تھے۔ اور اُموی خلفاء کے ساتھ ان کے مراسم تھے۔ نیز حضرت جابرؓ بن سمرہؓ کا قول ''جو شخص تمھیں یہ بتائے کہ رسول ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اس نے جھوٹ بولا'' (۴) اس میں کسی موضوع حدیث کی تردید نہیں کی گئی بلکہ اس امر کا احتمال ہے کہ صحابہؓ کے ذہن میں بیٹھ کر خطبہ دینے کے جواز کا جو خیال آ سکتا تھا حضرت جابرؓ نے اس کی تردید کی اور قطعی طور سے بیان کر دیا کہ یہ سنت کے منافی ہے۔

نمازِ عید سے قبل خطبہ دینے کا عذر مروان نے یہ بیان کیا تھا کہ اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ اگر لوگ پہلے نماز پڑھ لیتے تو وہ خطبہ سُننے کے لیے نہیں ٹھہرتے تھے۔ مروان نے یہ نہیں کہا کہ اس نے کسی حدیث کی بناء پر ایسا کیا یا اس کی تائید میں اپنے اتباع کو حدیث وضع کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس کے باوجود صحابہؓ و تابعینؒ نے اس پر شدید تنقید کی تھی (۵)۔

یہودی مستشرق کا یہ دعویٰ کہ ''بعض احادیث جن سے بنوامیہ کا مفاد وابستہ تھا، عہد عباسی میں غائب ہو گئی تھیں'' سراسر بہتان

---

(۱) ابن خلدون، مقدمہ، ص: ۲۹۹ (۲) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص، ۱۴۳

(۳) امام ذہبی لکھتے ہیں: ''ابن سعد فرماتے ہیں کہ رجاء بہت بڑے حافظ، ثقہ اور کثیر العلم تھے۔ ابن عون کا قول ہے میں نے شام میں رجاء، عراق میں ابن سیرین اور حجاز میں قاسم جیسا شخص نہیں دیکھا۔ رجاء وہی شخص ہے جس نے سلیمان کو مشورہ دیا تھا کہ عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنائیں''۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۷

(۴) المسلم، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب ذکر الخطبتین قبل الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۹۹۶، ص: ۳۴۶

(۵) صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب امیر معاویہؓ کے عاملِ مدینہ مروان نے نماز سے پہلے خطبہ دیا تو وہ اس پر معترض ہوئے۔ اور اس کا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف کھینچا مروان نے اپنی طرف کھینچا اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔ ابو سعید خدریؓ نے کہا۔ بخدا تم نے دینی احکام کو بدل ڈالا۔ مروان بولا، ''ابو سعیدؓ وہ پرانی باتیں جو تمھیں معلوم ہیں رخصت ہوئیں''۔ ابو سعیدؓ نے کہا: ''خدا کی قسم جو باتیں مجھے معلوم ہیں وہ ان سے بہتر ہیں جو مجھے معلوم نہیں''۔ مروان نے کہا: ''اگر ہم نماز پہلے پڑھ لیتے تو لوگ خطبہ سُننے کے لیے ہرگز نہ بیٹھتے۔

ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ احادیث کہاں پوشیدہ ہو گئیں؟ عباسی خلفاء نے ان کو کہاں چھپا دیا؟ کیا انھوں نے محدثین کو ان کی نقل و روایت سے روک دیا تھا؟ اور اگر بعض احادیث ایک خاص عہد میں چھپ گئیں تو دوسرے عہد میں کیسے معرض وجود میں آ گئیں؟ البتہ کتبِ صحیحہ اور مسانید معتبرہ سے ان روایات کا غائب ہو جانا تو ممکن ہے مگر احادیث کا ان کے اصحاب ورواۃ اور مدونین سے بالکل ہی پوشیدہ رہ جائیں تو ایسا کبھی نہیں ہوا نہ ہی اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔

تاریخ اس بات کی شہادت نہیں دیتی کہ اُموی خلافت نے اپنے کسی نظریہ کی تشہیر کے لیے احادیث وضع کی ہوں اور پھر اُموی خلفاء کی وضع کردہ احادیث کہاں گئیں؟ ہمارے علماء ہر حدیث کو نقل کرتے وقت اس کی سند بھی بیان کر دیتے ہیں۔ احادیثِ صحیحہ کی اسانید کتبِ حدیث میں محفوظ ہیں۔ ہزارہا احادیث میں سے کسی ایک حدیث کی سند میں بھی عبدالملک یا یزید یا ولید یا ان کے کسی عامل مثلاً حجاج، خالد بن عبداللہ تستری یا کسی اور حاکم کا نام مذکور نہیں، اگر ایسی احادیث موجود تھیں تو وہ تاریخ کے اوراق میں کہاں گم ہو گئیں۔ اور اگر اُموی خلافت نے احادیث خود وضع نہیں کی تھیں بلکہ وضع کی دعوت دی تھی تو اس کی دلیل کیا ہے؟''[1]

گولڈ زیہر نے اپنے قول کی تائید وحمایت میں ایسے اقوال پیش کیے ہیں جن میں بعض علماء پر نقد و جرح کی گئی ہے۔ مثلاً محدث ابو عاصم النبیل فرماتے ہیں:

"ما رأيت الصالح يكذب في شيئ أكثر من الحديث "[2]

میں نے کسی نیک آدمی کو اس قدر جھوٹ بولتے نہیں دیکھا جتنا جھوٹ وہ حدیث میں بولتے ہیں۔

یحییٰ بن سعید القطان سے بھی اسی قسم کا قول منقول ہے[3]۔ وکیع، زیاد بن عبداللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"إنه مع شرفه في الحديث كان كذوباً "[4]

وہ عزوشرف کے باوجود حدیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔

علماء کرام نے وضع حدیث اور وضاعین کے مقابلہ کے لیے جو جو مساعی جمیلہ انجام دی تھیں۔ ان جہود و مساعی کے مظاہر میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ راویوں پر سخت تنقید کی جاتی تھی۔ رواۃ حدیث کی درجہ بندی کر کے بعض کی مرویات کو قبول اور بعض کو رد اور بعض کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیا جاتا تھا۔ علماء حدیث نے وضاعین کو چند گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں ایک گروہ ان جاہل زاہدوں کا تھا جو جہالت کی وجہ سے احادیث گھڑ کر ان کو آنحضرت ﷺ کی جانب منسوب کر دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہمیں اس پر اجر وثواب ملے گا۔ علماء نے ان کی حقیقت آشکار کر دی تھی تاکہ لوگ ان کے زہد وتقویٰ کے دام فریب میں آ کر دھوکہ نہ کھا جائیں۔ ابو عاصم النبیل کا مذکورہ قول اسی قبیل سے ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نیک خصلت ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ

---

1. السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۰۳
2. الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۳۳
3. المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۴۰، ص: ۱۲
4. ابن العجمی، نہایۃ السوال، ص: ۳/۹۰۷

درحقیقت صالح تھے۔ جس طرح علماء ائمہ دین اور حفاظ حدیث ہوتے ہیں۔ اگر یہ معنی مراد نہ لیے جائیں تو اس سے لازم آئے گا کہ سعید بن المسیب، عروہ، شافعیؒ، مالک، احمد، ابوحنیفہؒ، حسن بصریؒ اور زہریؒ حدیث کی نقل روایت میں اکذب الناس تھے۔ حالانکہ کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان کا مذکورہ قول مقدمہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ امام مسلمؒ نے جہاں قبولِ احادیث میں احتیاط کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ جس راوی کی غلطیاں زیادہ ہوں۔ جس کا عقیدہ خراب ہو، غافل مزاج ہو، اس کی مرویات کے قبول کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ وہاں یحییٰ کا قول بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

''یعنی جھوٹ نیک لوگوں کی زبان پر جاری ہو جاتا تھا اور وہ دانستہ اس کے مرتکب نہیں ہوتے تھے'' (۱)۔

کوئی مسلم اس بات کی جسارت نہیں کر سکتا کہ صالحین سے حدیث کے ائمہ مراد لے اور ان کو کاذب ٹھہرائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ اور امام زہریؒ جیسے ائمہ حدیث صالحین کے زمرہ سے نکل جائیں گے۔ امام شعرانیؒ رقمطراز ہیں:

میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام زکریا سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''بعض محدثین نے کہا ہے کہ صالحین سب لوگوں سے زیادہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے باطن پر سلامت روی کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہٰذا لوگوں کے بارے میں ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ رسول ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتے۔ صالحین سے ان کے نزدیک وہ عبادت گزار مراد ہیں جو علم بلاغت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور نبی وغیر نبی کے کلام میں فرق و امتیاز نہیں کر سکتے۔ جب کہ دوسرے لوگ اس فرق سے آگاہ ہوتے ہیں'' (۲)۔

مزید برآں گولڈ زیہر نے وکیع کا جو قول زیاد بن عبد اللہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ''وہ معزز ہونے کے باوجود احادیث میں دروغ گوئی سے کام لیا کرتے تھے'' یہ گولڈ زیہر کی تحریفات میں سے ایک ہے۔ امام بخاریؒ کی تاریخ کبیر میں اصل عبارت یوں ہے:

"وقال ابن عقبة السدوسی عن وکیع هو أشرف من أن یکذب" (۳)

ابن عقبہ السدوسی وکیع سے نقل کرتے ہیں اس (زیاد بن عبد اللہ) کا مقام دروغ گوئی سے بلند تر ہے۔

وکیع نے زیاد بن عبد اللہ کے متعلق ہر قسم کے جھوٹ کی نفی کی اور بتایا ہے کہ ان کا مقام دروغ گوئی سے بلند تر تھا جبکہ گولڈ زیہر نے اسی عبارت کو یوں تبدیل کر دیا کہ زیاد باعزت ہونے کے باوجود احادیث روایت کرنے میں دروغ گوئی سے کام لیا کرتے تھے۔ کیا مستشرقین کی علمی دیانت و امانت یہی ہے (۴)۔

غرضیکہ گولڈ زیہر بنوامیہ کی تصویر اس انداز میں پیش کرتا ہے کہ وہ خالصۃً دنیا دار لوگ تھے۔ ان کے سامنے صرف سامراجی عزائم تھے۔ بنوامیہ جاہلِ مطلق اور اسلامی تعلیمات و آداب سے یکسر بیگانہ تھے۔ یہ تاریخی حقائق پر عظیم افتراء ہے۔ یہ ایک طے شدہ

---

(۱) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۴۰، ص: ۱۲

(۲) القاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۱۴۷ (۳) البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳۲۹/۲

(۴) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۳۰

بات ہے کہ جن کتبِ تاریخ میں اُموی دور کی عکاسی کی گئی ہے وہ تمام تر خلافتِ عباسیہ میں تصنیف کی گئی ہیں۔ خلفاء بنوعباس کا عہد بنو امیہ کی عداوت سے بھرپور تھا۔ مورخ اور واقعہ نویس عباسی دور میں من مانی کارروائیاں کرتے رہے تھے۔ اس عہد کے مؤرخین نے بنو امیہ کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا اس نے اسلامی تاریخ میں ایک خطرناک کردار ادا کیا۔ جن کی حیثیت بے بنیاد واقعات سے زیادہ نہ تھی۔ یہ من گھڑت واقعات عباسیہ اور غالی شیعہ و روافض کے ساختہ پرداختہ تھے۔ لہٰذا بنوامیہ کے بارے میں نقد و تبصرہ کے بغیر کتبِ تاریخ و اخبار کے مندرجات کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں بنوامیہ کا نام تاریخِ اسلام میں ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہے گا۔ اُموی خلفاء نے اسلامی حکومت کو جس قدر وسعت بخشی تھی۔ عباسی خلافت میں اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا سہرا اُموی خلفاء کے سر ہے۔ جو اعلاء کلمۃ اللہ اور دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں بذات خود فوجوں میں شامل ہو کر اعداء دین سے لڑتے تھے۔ پھر ان سے عداوت کیوں رکھی جائے۔ البتہ یہ درست ہے کہ اُموی خلفاء خوارج اور علویہ کے سخت دشمن تھے۔ اور ان کے درمیان شدید عداوت پائی جاتی تھی۔ مگر خوارج اور علویہ وہ لوگ تھے جنھوں نے حدیث نبوی کی تدوین اور اس کے نقد و نقل کے ضمن میں کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ گولڈ زیہر کا قول بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

۴۔ رواۃِ حدیث نے احادیث وضع کیں

مستشرقین نے مختلف انداز سے حدیث رسول ﷺ پر الزامات و اتہامات لگائے ہیں، اُنھوں نے اس کی کوئی جہت نہ چھوڑی جسے موردِ طعن نہ بنایا ہو، البتہ اس بارے میں صرف ایک باب باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا راویانِ حدیث کا۔ ان کے لیے ہزاروں بلکہ لاکھوں راویانِ حدیث کو نشانہ بنانا ممکن نہیں تھا چنانچہ کافی غور خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ صرف ان راویوں کو اپنا موضوع اور ہدف بنایا جائے جن سے سب سے زیادہ روایات مروی ہیں، اس طرح ان کے خیال میں اکثر و بیشتر احادیث ناقابلِ اعتماد ٹھہریں گی۔ ان راویانِ حدیث میں سے اُنھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن شہاب زہری کو منتخب کیا۔

۱۔ گولڈ زیہر درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ پر وضع کا اتہام کس مہارت سے لگاتا ہے:

(("أن رسول الله ﷺ أمر بقتل الكلاب إلا كلب صيد أو كلب غنم أو كلب ماشية فقيل لابن عمرؓ إن أبا هريرةؓ يقول أو كلب زرع فقال ابن عمرؓ إن لأبي هريرةؓ زرعاً)) (۱)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے پالتو کتے کے علاوہ تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن عمرؓ کو کہا گیا کہ ابو ہریرہؓ کھیتی کی حفاظت کے لیے جو کتا ہو (اس کو بھی نہ مارا جائے) کا اضافہ کرتے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کی کھیتی تھی۔

---

(۱) المسلم، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب الأمر بقتل الكلاب، حدیث نمبر ۴۰۱۹، ص: ۶۸۶

گولڈ زیہر نے اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ابو ہریرہؓ پر نقد و جرح کی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ ابن عمرؓ کے تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راویانِ حدیث ذاتی غرض کی بناء پر احادیث میں اس قسم کا اضافہ کرلیا کرتے تھے (۱)۔

یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث نبوی میں "أو کلب زرع" کے الفاظ ذاتی مصلحت کی بناء پر اپنی طرف سے بڑھا دیئے تھے۔ صحیح یہ کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول حضرت ابو ہریرہؓ کی تائید ہے تردید نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمرؓ بعد ازاں خود بھی اس حدیث کو ابو ہریرہؓ کی طرح روایت کیا کرتے تھے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ "أو کلب زرع" کے الفاظ روایت کرنے میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہؓ بن مغفل اور حضرت سفیانؓ بن ابی زہیر نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ کی طرح روایت کیا ہے (۲)۔

امام نووی فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عمرؓ کا یہ ارشاد کہ ''ابو ہریرہؓ کھیتی باڑی کرتے تھے'' ابو ہریرہؓ کی توہین نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں شک وشبہ کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ چونکہ ابو ہریرہؓ کسان تھے اس لیے اُنھوں نے ''الا کلب زرع'' کے الفاظ کو خصوصی طور سے نوٹ کیا اور اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کا کسی بات سے عملی تعلق ہوتا ہے جس طرح وہ اس بات کو محفوظ رکھتا ہے دوسرا نہیں رکھ سکتا۔ امام مسلمؒ نے ''إلا کلب زرع'' کا اضافہ بروایت ابن مغفلؓ وسفیانؓ بن ابی زہیر از رسول اللہ ﷺ بھی نقل کیا ہے۔ مزید برآں امام مسلمؒ نے یہ زائد الفاظ بروایت ابن الحکم از ابن عمرؓ بھی ذکر کیے ہیں ابن الحکم کا نام عبدالرحمٰن بن ابی نعیم الجبلی ہے۔ ممکن ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے یہ زائد الفاظ ابو ہریرہؓ سے سنے ہوں اور ان پر واضح ہوگیا ہو کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ ہیں تو وہ خود بھی یہ الفاظ روایت کرنے لگے ہوں۔ اور ابن عمرؓ نے اس حدیث میں جو "أو کلب زرع" کے الفاظ کے بغیر روایت کیا کرتے تھے ان الفاظ کا اضافہ بھی کرلیا ہو۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو یاد آگیا ہو کہ انہوں نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے سنے تھے۔ مگر انھیں یاد نہ رہے۔ اور اس لیے انھوں نے ترک کر دیئے، دوبارہ یاد آنے پر وہ اس اضافہ کو روایت کرنے لگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس اضافہ کی نقل و روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہؓ کی ایک جماعت اس اضافہ میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے میں ان کی ہمنوا ہے۔ اگر بفرض محال حضرت ابو ہریرہؓ تنہا بھی یہ الفاظ روایت کرتے تو ان کا یہ اضافہ محدثین کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہوتا (۳)۔

گولڈ زیہر امام زہری پر وضع حدیث کا الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں: ''عصر اول میں بنو اُمیہ اور اُن اربابِ تقویٰ علماء کے مابین تنازعات بپا تھے جو احادیث کی جمع و تالیف میں لگے ہوئے تھے۔ جب ان اربابِ علم نے دیکھا کہ جو احادیث قبل ازیں اُن کے

---

(۱) Gold, Muslim Studies , P:2/18

(۲) المسلم، الصحیح کتاب المساقاۃ باب الأمر بقتل الکلاب، حدیث نمبر ۴۰۳۶، ص: ۶۸۸

(۳) النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۱۰/۲۳۶

یہاں موجود ہیں ان سے اُن کا مقصد پورا نہیں ہوتا تو انھوں نے اہل بیت کی مدح و توصیف میں ایسی احادیث وضع کرنا شروع کر دیں جو بظاہر اسلامی روح کے منافی نہ تھیں۔ اس طرح انھوں نے بنو اُمیہ کی مذمت کا بیڑا اٹھایا۔ اگر چہ وہ براہ راست نہیں، بلکہ بالواسطہ تھا۔ انھوں نے اپنے اس فعل کی یہ توجیہہ کی کہ وہ ظلم و جور کے خلاف نبرد آزما تھے۔ بنو امیہ کی طرف سے اس کا ردعمل یہ ہوا کہ انھوں نے ایسے لوگوں کی تردید کے لیے احادیث وضع کرنے کا حکم دیا۔ ان کے طرز عمل کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے جو حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے کہی تھی کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے اور حضرت عثمانؓ کے لیے رحمت طلب کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لیجیے۔ حضرت علیؓ کی مدح میں واردشدہ احادیث کی مخالفت کیجیے اور حضرت عثمانؓ اور ان کے رفقاء کی مدح و ستائش کیجئے۔ ان کو اپنا مقرب بنائیے اور ان کی بات توجہ سے سنیے۔ وضع حدیث کے سلسلہ میں بنو امیہ نے امام زہریؒ جیسے لوگوں سے کام لیا تھا۔ ان خود ساختہ احادیث میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے:

((لا تشدوا الرحال إلا إلىٰ ثلاثة مساجد مسجدي هذا و مسجد الحرام و مسجد الأقصى))①

اہتمام کے ساتھ صرف تین مساجد کی جانب سفر کیا جائے۔ میری یہ مسجد (مسجد نبوی) مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔

اس حدیث سے بنو امیہ کے سیاسی رجحانات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ بیت المقدس کو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کا درجہ دینے کے متمنی تھے۔ چونکہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اہل شام کو خانہ کعبہ کا حج کرنے سے روک دیا تھا۔ اس لیے بنو امیہ چاہتے تھے کہ لوگ خانہ کعبہ کی بجائے بیت المقدس کا حج کرنے آیا کریں۔ اسی طرح بنو امیہ نے بیت المقدس اور شام کی مدح میں احادیث وضع کی تھیں،"②۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بنوامیہ اور شیعہ میں سیاسی تنازعات بپا تھے۔ یہ بھی درست ہے کہ شیعہ نے حضرت علیؓ کے مناقب میں احادیث وضع کیں۔ اور ردعمل کے طور پر بنو امیہ نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و معاویہؓ کی مدح و توصیف میں احادیث وضع کرائیں③۔ مگر احادیث وضع کرنے والے فریقین نہ محدث تھے نہ اہل تقویٰ علماء میں سے تھے۔ اصحاب تقویٰ علماء تو ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، زہریؒ، سعید بن مسیبؒ، جیسے لوگ تھے۔ جو احادیث صحیحہ کی حفاظت اور ان کی نشر و شاعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ جھوٹی احادیث کا راز افشا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی احادیث کو روایت کرنا شرعاً درست نہیں۔ ایسا کرنے میں وہ نہ کسی کی ملامت کی پروا کرتے تھے اور نہ کسی ظالم سے خائف و ہراساں تھے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مستشرقین، واضعین احادیث کو اصحابِ تقویٰ علماء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے جن کو نبی ﷺ نے کتابتِ وحی کے لیے منتخب کیا تھا اور تینوں خلفائے راشدین نے

① المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب الفضل المساجد الثلاثة، حدیث نمبر ۳۳۸۴، ص: ۵۸۴ ◉ صحیح بخاری میں الفاظ یوں ہیں المسجد الحرام، و مسجد الرسول ﷺ و مسجد الأقصى کتاب فضل الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۱۸۹، ص: ۱۹۰

② Gold, Muslim Studies , P:2/18 ◉ علی حسن، نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ، ص: ۱۲۷

③ دیکھیے صفحہ نمبر ۴۴۸

انھیں ملک شام کی امارت تفویض کی تھی۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین جو نزاع و جدال بپا ہوا، وہ اجتہاد پر مبنی تھا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا امیر معاویہؓ حضرت مغیرہؓ کو حکم دیتے کہ وہ حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہیں اور ان کی مدح میں وارد شدہ احادیث کو چھپائیں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ بخوشی امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اور ایک دن بھی ان کے خلاف نبرد آزما نہ ہوئے۔ آپؓ حضرت علیؓ کے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے۔ روایات میں منقول ہے کہ امیر معاویہؓ نے ضرار صدائی سے حضرت علیؓ کے لیے اوصاف بیان کرنے کو کہا۔ ضرار نے معذرت چاہی جو حضرت معاویہؓ نے قبول نہ کی۔ ضرار نے تفصیلاً حضرت علیؓ کے اوصاف و محاسن پر روشنی ڈالی، حضرت معاویہؓ یہ سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علیؓ کی کنیت) پر رحم فرمائے وہ دراصل ایسے ہی تھے۔ حضرت معاویہؓ بڑے بُردبار اور معتدل سیاست دان تھے۔ ان تمام امور کی موجودگی میں یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ یا کسی اور کو ایسی فتنہ پردازی کا مشورہ دیا ہو جس سے امتِ مسلمہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی اور اس کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا۔

باقی رہا مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ بنوامیہ نے اپنے سیاسی اغراض کے پیش نظر احادیث وضع کرنے کے سلسلے میں امام زہری جیسے لوگوں کو استعمال کیا تھا تو یہ ائمہ دین پر ایک عظیم افترا ہے جس کی کوئی سند موجود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام زہریؒ کے حفظ وضبط کے بارے میں سینکڑوں جید علماء نے شہادت دی ہے۔ اب ان کی باتوں میں آکر امام زہریؒ کے بارے میں علماء کی شہادتوں کو کیسے نظر انداز کر دیں۔

جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ حدیث "لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد........" امام زہری نے بنوامیہ کی خوشنودی کے لیے وضع کی تھی تو یہ ایک بے بنیاد الزام ہے۔ اس لیے کہ زہری باجماع ائمہ، ثقہ روای تھے۔ اگر وہ اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد بھی ہوتے تو بھی اس کی صحت میں کوئی شبہ نہ ہوتا حالانکہ وہ اس کی نقل و روایت میں منفرد نہیں، امام بخاری اور امام مسلم نے زہری کے علاوہ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے[1]۔

مزید برآں اس حدیث کا لوگوں کو بیت اللہ سے ہٹا کر بیت المقدس کی جانب متوجہ کرنے سے کیا تعلق ہے؟ اس حدیث سے تو صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے اس کے لیے سفر کا اہتمام نہ کیا جائے۔ اس سے صرف ان مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آغازِ اسلام سے مسلمان بیت اللہ کی جانب رخ کرنے سے پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عہدِ رسالت سے ہی بیت المقدس کا احترام کرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ فضیلت درج ذیل آیت کریمہ سے واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سبحن الذی أسریٰ بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذی

---

[1] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضل الصلوۃ، باب مسجد بيت المقدس، حدیث نمبر ۱۱۹۷، ص: ۱۹۰
◉ المسلم، الصحیح، کتاب الحج باب سفر المرأة مع محرم، حدیث نمبر ۳۲۶۱، ص: ۵۶۵

بارکنا حولہ﴾ (۱)

اللہ کی ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی جس کے گردونواح میں ہم نے برکت کی ہے"۔

اگر بنو امیہ بیت المقدس کی فضیلت کے اثبات کے لیے دلائل کے محتاج ہوتے تو ان کے لیے یہی ایک آیت کافی تھی۔ کیا یہاں بھی گولڈ زیہر یہ بات کہیں گے کہ یہ آیت زہری کی من گھڑت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گولڈ زیہر کا الزام بے بنیاد اور حقیقت حال سے مطابقت نہیں رکھتا (۲)۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے واقعہ صخرہ (۳) اور حدیث "لا تشدوا الرحال....." کا زہری پر وضع کرنے کا الزام لگانے کا آٹھ طرح سے رد کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ معتبر مؤرخین ابن عساکر، امام طبری، ابن اثیر، ابن خلدون اور حافظ ابن کثیر اور دیگر مؤرخین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ صخرہ کی تعمیر ولید بن عبدالملک کے ہاتھوں انجام پائی، البتہ علامہ دمیری، کتاب الحیوان میں ابن خلکان سے یوں نقل کرتے ہیں:

"بناها عبدالملك و كان الناس يقفون عندها يوم عرفة" (۴)

صخرہ کو عبدالملک نے تعمیر کیا تھا۔ لوگ عرفہ کے دن اس کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔

صخرہ کی تعمیر کی نسبت عبدالملک کی جانب درست نہیں کیونکہ یہ بات مستند مؤرخین کے بیان کے خلاف ہے تاہم اس میں یہ مذکور نہیں کہ عبدالملک نے اس کو بیت اللہ کے متبادل کی حیثیت سے تعمیر کیا تھا۔ بخلاف ازیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اپنی مرضی سے اس کے پاس ٹھہرتے تھے۔ اس میں بیت اللہ کے بجائے اس کا حج کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ البتہ عرفہ کے دن اس کے پاس ٹھہرنے کا ذکر ہے۔ اسلامی شہروں میں یہ عادت عموماً پائی جاتی تھی جسے فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ بیت اللہ کی بجائے اس کا حج کرنے اور اس کے پاس اس طرح ٹھہرنا جیسا عرفہ میں ٹھہرا جاتا ہے واضح فرق ہے تاکہ جو شخص حج نہیں کرسکتا کسی حد تک وہ بھی حج کا اجر وثواب پالے۔ اس میں صخرہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر اسلامی شہر کے لوگ عرفہ کے دن شہر سے باہر نکل کر حجاج کی طرح ٹھہرا کرتے تھے۔

۲۔ واقعہ صخرہ کے بارے میں بیان کردہ واقعہ بالکل باطل ہے اس لیے کہ کوئی ایسی عمارت تعمیر کرنا جس کے حج کے لیے لوگوں کو بلایا جانا کفر ہے پھر عبدالملک اس کی جسارت کیوں کر کرسکتا تھا۔ وہ اس قدر عبادت گزار تھا کہ لوگ انہیں "حمامۃ المسجد" (مسجد کی کبوتری) کہا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں عبدالملک کے دشمنوں نے اس پر بہت طعن

---

(۱) الاسراء: ۱۷/۱ (۲) محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص: ۳۰۵

(۳) بقول گولڈ زیہر، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے فتنہ کے ایام میں عبدالملک بن مروان نے لوگوں کو حج سے روک دیا تھا۔ اس نے مسجد اقصیٰ میں قبۃ الصخرۃ تعمیر کیا تاکہ لوگ اس کا حج اور طواف کریں اور خانہ کعبہ کو چھوڑ دیں۔ (۴) الدمیری، حیاۃ الحیوان، ص: ۱/۵۶

کیے ہیں مگر اسے کافر نہیں کہا اور نہ ہی اسے صخرہ کی تعمیر پر مطعون کیا ہے اور اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس کے اولین نقائص میں شمار ہوتی۔

۳۔ امام زہری ۵۱ھ یا ۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ ۷۳ھ کو قتل ہوئے۔ پہلی روایت کے مطابق زہری کی عمر عبداللہؓ بن زبیرؓ کے قتل کے وقت بائیس برس اور دوسری روایت کے مطابق پندرہ برس بنتی ہے۔ یہ کس طرح صحیح ہے کہ اس قدر چھوٹی عمر میں زہری پوری امت اسلامیہ میں اس حد تک مشہور ہوں کہ ان کی صخرہ کا حج کرنے سے متعلق وضع کردہ حدیث کو عام طور سے قبول کر لیا جائے اور بیت اللہ کو ترک کر دیا جائے۔

۴۔ تاریخی حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن زبیرؓ کے عہد میں زہریؒ عبدالملک سے آگاہ ہی نہ تھے اور نہ ہی انھیں دیکھا تھا۔ بقول امام ذہبی، زہری کی پہلی ملاقات عبدالملک سے ۸۰ھ کو ہوئی۔ ابن عساکر اس کو ۸۲ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبدالملک سے زہری کی جان پہچان ابن زبیرؓ کے قتل کے چند سال بعد ہوئی۔ زہری اس وقت نوجوان تھے، عبدالملک نے آپ کا امتحان لیا اور یہ نصیحت کی کہ انصار کے گھروں میں جا کر علم حاصل کرو، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زہری نے اپنے دوست عبدالملک کی خوشنودی کے لیے ابن زبیرؓ کے عہد میں یہ حدیث وضع کی۔

۵۔ مذکورہ حدیث تمام کتب حدیث میں موجود ہے۔ یہ زہری کے علاوہ دیگر متعدد طرق سے بھی منقول ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔ اس سند میں زہری کا نام نہیں ہے۔ امام مسلم نے اس کو تین مختلف طرق واسانید سے روایت کیا ہے۔ ایک سند میں زہری ہیں اور دوسری دو سندوں میں سے ایک بطریق جریر از ابن عمیر از ابو سعید خدریؓ منقول ہے اور دوسری حضرت ابو ہریرہؓ سے۔ ان دونوں سندوں میں امام زہری شامل نہیں ہیں اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ زہری اس حدیث کی نقل و روایت میں منفرد نہیں ہیں جیسا کہ گولڈ زیہر نے دعویٰ کیا ہے بلکہ بخلاف ازیں امام زہری کے ساتھ دوسرے راوی بھی شامل ہیں۔

۶۔ یہ حدیث امام زہری نے اپنے شیخ سعید بن مسیب سے روایت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر زہری نے یہ حدیث بنو امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کر کے سعید بن مسیّب کی جانب منسوب کی ہوتی تو سعید ہرگز خاموش رہنے والے نہ تھے۔ حالانکہ سعید بنوامیہ کے ستم رسیدہ تھے اور ان کو پیٹا بھی گیا تھا۔ سعید بن مسیب نے ۹۳ھ میں

ابن زبیرؓ کے قتل کے بیس سال بعد وفات پائی۔ حیرت ہے کہ سعیدؒ اس قدر طویل عرصہ تک کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟ باوجودیکہ سعید حق وصداقت کے ایک کوہِ گراں تھے اور کسی کی ملامت کی پروا نہیں کیا کرتے تھے۔

۷۔ اگر فرض بھی کرلیں کہ زہری نے یہ حدیث عبدالملک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کی تھی تو اس میں قبۃ الصخرۃ کی فضیلت کیوں نہ بیان کی جس کے حج کی طرف عبدالملک لوگوں کو راغب کرنا چاہتے تھے۔ مذکورہ صدر حدیث اور اس ضمن میں وارد شدہ دیگر احادیث صحیحہ میں صرف بیت المقدس میں نماز ادا کرنے اور اس کی زیارت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کے لیے کوئی وقت معین نہیں کیا گیا۔ یہ چیز اجمالاً قرآن نے بھی بیان کی ہے پھر اس سے عبدالملک کا مقصد کیوں کر پورا ہوسکتا ہے جو ایام حج میں لوگوں کو اس امر کی ترغیب دلانا چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کے بجائے صخرہ کا حج کیا کریں۔

۸۔ حدیث ''لا تشدوا الرحال'' کو علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ بیت المقدس اور صخرہ کے فضائل کے بارے میں واردشدہ احادیث موضوعہ کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ احادیث زہری سے منقول بھی نہیں ہیں۔ علماء نے ان پر شدید نقد و جرح کی اور کہا ہے کہ صخرہ سے متعلق تمام احادیث جھوٹی ہیں۔ علماء کا قول ہے کہ بیت المقدس کی فضیلت کے بارے میں صرف تین احادیث صحیح ہیں[1]۔

۲۔ امام ابن شہاب زہری پر ایک اور اعتراض کرتے ہوئے گولڈ زیہر رقمطراز ہے:

ولید بن ابراہیم اموی زہری کے پاس ایک رسالہ لایا اور کہا ''اس رسالہ میں احادیث درج ہیں، آپ مجھے ان کی نقل و روایت کی اس حیثیت سے اجازت دیں کہ یہ میں نے آپ سے سنی ہیں۔'' زہری نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اجازت دے دی اور کہا ''میرے سوا اور کون آپ کو یہ احادیث سنا سکتا ہے۔'' چنانچہ ولید بن ابراہیم ان احادیث کو زہری کی مرویات کی حیثیت سے روایت کرتا رہا''[2]۔

غالباً واقعہ یوں ہوا کہ ابراہیم نے ایک تحریر استاد کے سامنے پیش کی، قبل ازیں ابراہیم ان سے وہ احادیث سن چکا تھا اس کو محدثین کی اصطلاح میں ''عرض المناولۃ''[3] کہتے ہیں۔

''بہت سے متقدمین کے نزدیک یہ بھی سماع کی ایک قسم ہے، امام مالک، زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید، مجاہد اور سفیان سے اسی طرح منقول ہے[4]۔ امام زہری کے اکثر تلامذہ کا بیان ہے کہ وہ ان سے احادیث سن کر بعد ازاں ان کو سنایا کرتے تھے۔ اور غور سے

---

① السباعی، السنۃ و مکانتہا، ص: ۲۱۷ ② Gold, Muslim Studies , P:2/18

③ اگر استاذ طالب علم کو ایک ایسی کتاب دے جو اس نے اپنے شیخ سے سنی ہو اور کہے یہ مجھ سے روایت کیجئے یا شاگرد ایک ایسی کتاب لائے جو اس نے شیخ سے سنی ہو شیخ غور سے دیکھ کر کہے ''اسے روایت کیجئے'' تو اس کو ''عرض المناولۃ'' کہتے ہیں۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۱۳۷

④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۲۳ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۷۳

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۰

سن کر ان کی تائید کیا کرتے تھے۔ ایوب کہتے ہیں ''ہم زہریؒ کے سامنے علم پیش کیا کرتے تھے''⑤۔

عبیداللہ بن عمر کا قول ہے: ''میں زہریؒ کے پاس ایک کتاب لایا۔ نہایت غور سے دیکھ کر کہا ''میں نے تجھے اس کے روایت کرنے کی اجازت دی''①۔

ابراہیمؒ بن ولید کی روایت کو اگر صحیح قرار دیا جائے تو وہ حتماً اسی قبیل سے ہے۔ اس کی تائید مزید اس بات سے ہوتی ہے کہ ابن عساکر کی روایت میں ''عرض'' کا لفظ ہے یا تو ابراہیم نے بذات خود کچھ احادیث جمع کی ہوں گی اور پھر امام زہریؒ سے کہا کہ اپنی طرف سے ان کے روایت کرنے کی اجازت دے دیں اور امام زہری نے اس کو تسلیم کر لیا ہو۔ ایسی بات زہری سے صادر نہیں ہو سکتی جو پوری امت اسلامیہ میں مشہور تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی شہرت کی وجہ ان کی علمی امانت و دیانت اور ان کی زبردست قوت حافظہ ہی تھی۔

باقی رہا امام زہریؒ کا قول ''تجھے کون اس کی اجازت دے سکتا ہے''؟ بقول ابن عساکر دراصل الفاظ یوں ہیں: ''میرے سوا کون تجھے اس کی اجازت دے سکتا ہے؟''② اور یہ بات درست بھی ہے اس لیے کہ دوسرا کوئی شخص امام زہریؒ کے تلامذہ کو وہ احادیث روایت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا جو انھوں نے اپنے شیخ کے سوا اور کسی سے نہیں سنیں۔

مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ امام زہریؒ اپنے زمانہ کے بڑے حافظ حدیث تھے۔ امام مسلمؒ نے بیان کیا ہے ''زہریؒ ایسی نوے احادیث روایت کرتے تھے جو اور کسی کو یاد نہ تھیں ③۔ لہٰذا امام زہریؒ نے ابراہیم کو جو بات کہی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے سوا اور کون شخص ان احادیث سے آگاہ ہے جو تجھے ان کے روایت کرنے کی اجازت دے گا؟ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میرے سوا ان کو وضع کرنے کی جرأت اور کون کر سکتا ہے؟

اور پھر کتب حدیث میں ابراہیمؒ کی کوئی روایت مذکور نہیں اور نہ کتب جرح و تعدیل میں اس کا کہیں ذکر ہے۔ اس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا گیا ہے اور نہ ضعیف و متروک رواۃ میں۔ اب سوال یہ ہے کہ امام زہریؒ کی اجازت سے جو احادیث ابراہیمؒ نے لوگوں میں پھیلائی تھیں وہ کہاں گئیں؟ کن کتب حدیث میں درج ہیں اور کس کی روایت سے ہیں؟ وہ رسالہ کہاں غائب ہو گیا؟④

۳۔ گولڈ زیہر ابن شہاب زہری پر مزید اعتراض کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:

بروایت معمر زہریؒ نے خود اعتراف کیا تھا کہ ''امراء نے ہمیں احادیث لکھنے پر مجبور کیا تھا''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زہریؒ اپنی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومتِ وقت کی خواہشات کی تکمیل کیا کرتے تھے''⑤۔

ایک روایت ہے کہ امام زہری تاریخ انسانیت کے وہ عظیم فرد تھے جن کی تربیت صحابہ کرامؓ نے فرمائی تھی اور ان کی صداقت

---

① الذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' ص: ۱/۱۱۰
② ابن عساکر 'تاریخ دمشق' (بحوالہ، السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۲۰)
③ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۲۱
④ مصادر میں ابراہیم بن ولید کا تذکرہ نہیں ملتا۔
⑤ Gold, Muslim Studies , P:2/18

بیانی، بلند خیالی اور دروغ گوئی سے پاکیزگی کی ایک عظیم نشانی کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

امام زہری خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس گئے، ولید نے کہا وہ کیسی حدیث ہے جو اہل شام ہمیں سناتے ہیں؟ زہریؒ نے کہا امیر المومنین وہ کیا ہے؟ ولید نے کہا اہلِ شام یہ حدیث سناتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو رعیت سپرد کرتے ہیں تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتیں''۔ زہری نے کہا امیر المؤمنین! یہ جھوٹ ہے، کیا ایک خلیفہ جو نبی بھی ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے یا صرف خلیفہ جو نبی نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿يا داؤد إنا جعلنك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق و لا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾ ①

''اے داؤدؑ! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، آپ لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کیجیے اور خواہش کی پیروی نہ کیجیے، وہ آپ کو خدا کے راستہ سے برگشتہ کر دے گی۔

ولید نے یہ سن کر کہا: ''لوگ کس طرح ہمیں دین سے منحرف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں'' ②۔

امام ابن عساکر نے اپنی سند سے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے سلیمان بن یسار سے آیت قرآنی ﴿والذي تولى كبره منهم له عذاب عظيم.﴾ ③ کی تفسیر کے بارے میں پوچھا کہ تولی کبرہ (جس نے بڑا کام انجام دیا) سے کون شخص مراد ہے؟ سلیمان نے کہا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ خلیفہ ہشام نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، اس سے علیؓ بن ابی طالب مراد ہیں۔ (دراصل ہشام یہ بات سنجیدگی سے نہیں کہہ رہا تھا، وہ آزمانا چاہتا تھا کہ حق و صداقت سے ان کو کس قدر لگاؤ ہے۔) سلیمان بن یسار نے کہا امیر المؤمنین آپ ٹھیک فرماتے ہیں، اتنے میں امام زہریؒ بھی پہنچ گئے، ہشام نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے کہا اس سے عبداللہ بن ابی بن سلول مراد ہے۔ ہشام نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، اس سے علیؓ بن ابی طالب مراد ہیں۔ امام زہریؒ نے غصہ سے کہا تو کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟ اگر آسمان سے بھی یہ ندا آئے کہ میں نے جھوٹ کو حلال قرار دیا ہے تو بھی میں جھوٹ نہ بولوں گا۔ مجھے فلاں فلاں شخص نے بتایا کہ اس سے عبداللہ بن ابی مراد ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ ہشام کو زہریؒ کے خلاف بھڑکاتے رہے یہاں تک کہ ہشام نے زہریؒ سے کہا چلے جایئے اللہ کی قسم تیرے جیسے انسان کا بوجھ ہمیں برداشت نہیں کرنا چاہیے تھا④۔

ان واقعات کی روشنی میں امام زہریؒ پر دروغ گوئی کا الزام لگا کر ان کی دین داری پر کیسے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ واقعہ امام زہریؒ کی امانت و دیانت کی غمازی نہیں کرتا؟ اور پھر امام زہریؒ کو اُموی خلفاء کی خواہشات کی پیروی کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیا وہ مال کے طلب گار تھے؟ امام زہریؒ کے بارے میں عمرو بن دینار کا قول نقل کیا گیا ہے:

''کسی شخص کے یہاں درہم و دینار کی اس قدر ناقدری نہ تھی، جتنی زہری کے نزدیک، وہ ان کو مینگنی سے زیادہ

---

① ص:۳۸/۹۶
② ابن عبد ربہ، عقد الفرید، ص:۱/۷۰
③ النور:۲۴/۱۱
④ ابن عساکر، تاریخ دمشق (بحوالہ، السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۱۵)

وقعت و اہمیت نہیں دیا کرتے تھے''[1]۔

تو پھر کیا امام زہری جاہ و منصب کے خواہاں تھے؟ جبکہ پوری ملت اسلامیہ امام زہری کو عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ پھر انھیں کس منصب کی تلاش تھی؟ تو جب وہ شہرت' جاہ و مال کے طلب گار نہ تھے بلکہ نہایت متشرع اور بہادر واقع ہوئے تھے تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اپنا دین بنو امیہ کے پاس فروخت کر دیتے اور مسلمانوں میں جو اکرام و احترام انھیں حاصل تھا اس کو کھو دیتے اور اگر وہ بنو امیہ کی خوشنودی کے لیے احادیث وضع کرتے تھے تو علمائے مدینہ نے ان کی تکذیب کیوں نہ کی؟ اور ان کے دشمن کیوں نہ بن گئے پھر زہری کے استاد سعید بن میںب نے ان سے اظہارِ برأت کیوں نہ کیا؟ حالانکہ وہ عبدالملک تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ کیا وہ اس لیے خاموش رہے کہ زہری سے خائف تھے؟ جبکہ رجال و رواۃ کی تنقید کے سلسلہ میں وہ خلیفہ سے لے کر معاشرے کے ادنیٰ آدمی تک کسی سے ڈرتے نہ تھے۔ اور اگر وہ زہریؒ سے ڈرتے تھے تو عباسی خلافت کے علماء نے ان پر تنقید کیوں نہ کی؟ جس طرح وہ بنو امیہ کے خلفاء و امراء کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔

علاوہ ازیں ائمہ جرح و تعدیل ان کے بارے میں کیوں کر خاموش رہے؟ جو دینی امور میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرتے تھے۔ پھر وہ ایسے شخص کو کیوں کر معاف کر سکتے تھے جو اموی دور کے سرکردہ اور مشہور لوگوں میں سے تھا اور جبکہ علمائے جرح و تعدیل نے زہری کی توثیق کی ہے۔ کیا یہ جملہ امور اس بات کی زندہ دلیل نہیں ہیں کہ امام زہریؒ کا دامن ایسی آلائشوں سے پاک تھا جبکہ گولڈ زیہر ان میں سے بعض امور کا اعتراف بھی کرتا ہے[2]۔

گولڈ زیہر نے جو عبارت نقل کی ہے وہ ایسی تحریف پر مشتمل ہے جس سے معنی و مفہوم یکسر بدل جاتا ہے۔ ابن عساکر اور ابن سعد میں اصل عبارت یوں ہے کہ ''زہریؒ لوگوں کو احادیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے تاکہ وہ کتب کی بجائے اپنی قوت حافظہ پر بھروسہ کریں۔ جب ہشام نے امام زہریؒ سے پرزور مطالبہ کیا کہ وہ اس کے بیٹے کو احادیث لکھوائیں تو امام زہریؒ نے چار سو احادیث املاء کرا دیں اور بلند آواز یہ بات کہتے ہوئے چل دیے:

((یاأیها الناس إنا کنا منعنا کم أمرا قد بدلناه الان لهؤلاء و إن هؤلاء الأمراء أکرهونا علی کتابة الأحادیث)) [3]

لوگو! ہم تمھیں ایک بات سے منع کیا کرتے تھے، اب وہی کام ہمیں ان لوگوں کے لیے کرنا پڑا، امراء نے ہمیں کتابت حدیث پر مجبور کر دیا ہے۔

خطیب نے اس واقعہ کو بالفاظ دیگر نقل کیا ہے، وہ الفاظ یہ ہیں:

[1] الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۹
[2] مثلاً یہ کہ زہری ایسے شخص نہ تھے جنھیں مال سے خریدا جا سکتا نیز یہ کہ پوری ملت اسلامیہ امام زہریؒ کو عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔
[3] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۳۲۱

((کنا نکره کتاب العلم أی کتابته حتی أکرهنا علیه هؤلاء الامراء فر أینا أن لا نمنعه احداً من المسلمین)) ①

ہم علمی باتوں کے لکھنے کو ناپسند کیا کرتے تھے حتی کہ ان امراء نے ہمیں اس پر مجبور کر دیا۔ اب ہم نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ کسی مسلمان کو لکھنے سے منع نہ کریں۔

مؤرخین کے نقل کردہ الفاظ اور گولڈ زیہر کے الفاظ میں کس قدر بُعد وتفاوت پایا جاتا ہے۔ گولڈ زیہر نے ''کتابۃ احادیث'' کا لفظ نقل کیا ہے۔ جبکہ مورخین نے ''کتابۃ لأ حادیث'' اور ''کتاب العلم'' لکھا ہے۔ اب ذرا گولڈ زیہر کی علمی دیانت دیکھئے کہ ''لأ حادیث'' سے ''اَل'' حذف کر دیا۔ اصلی عبارت سے زہری کی امانت و دیانت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی زہری کو یہ ناپسند تھا کہ امراء کے سامنے علم کی اشاعت کریں اور لوگوں سے اسے چھپائے رکھیں۔ اور گولڈ زیہر امام زہریؒ کی جانب اس بات کو منسوب کرتا ہے کہ امراء نے ان کو احادیث وضع کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس سے اس یہودی کی علمی دیانت کا پردہ چاک ہوتا ہے ②۔

۴۔ **گولڈ زیہر امام زہریؒ پر مزید الزام لگاتے ہوئے لکھتا ہے:**

''زہریؒ ان لوگوں میں سے نہ تھے جن کے ساتھ ساز باز ممکن ہوتی بلکہ وہ حکومت کے ساتھ مل جل کر رہنے کے حق میں تھے۔ قصرِ خلافت میں جانے سے اجتناب نہیں کرتے تھے اور اکثر و بیشتر سلطان کے آس پاس چلتے پھرتے نظر آیا کرتے تھے'' ③۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام زہریؒ اور اموی خلفاء کے درمیان گہرے مراسم و روابط پائے جاتے تھے اور دربارِ خلافت میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ تھا لیکن اس کے باوجود جب بھی آپ نے اظہارِ حق وصداقت کی ضرورت محسوس کی تو پوری بے باکی کے ساتھ اسے خلیفہ کے منہ پر کہہ دیتے تھے اور اس بارے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ بھلا اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ علماء کا خلفاء کی مجالس میں آنے جانے سے ان کی امانت و دیانت پر حرف آتا ہے۔ قبل ازیں صحابہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تابعین اُموی خلفاء کے دربار میں جایا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کی منصور کے یہاں آمد و رفت تھی۔ قاضی ابو یوسف ہمیشہ ہارون الرشید کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ مگر کسی نے نہ ان کو مطعون کیا اور نہ ان کی عدالت وثقاہت میں کوئی فرق آیا ④۔

۵۔ **گولڈ زیہر نے دعویٰ کیا ہے کہ** زہریؒ پر یہ بھی طعن کیا جاتا ہے کہ وہ حج کے موقع پر حجاج کے ہمرکاب تھے اور یہ کہ خلیفہ ہشام نے ان کو اپنے ولی عہد کا اتالیق مقرر کیا تھا ⑤۔

یہ دعویٰ زہریؒ سے نفرت دلانے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ وہ بے دین تھے کیونکہ تاریخ میں حجاج اور ولید بن یزید کا اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں ہے۔ یہ دعویٰ باطل اور بے بنیاد ہے۔ امام زہری حج کے موقع پر حجاج کے ساتھ ہرگز نہیں تھے۔ دراصل

① الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۷
② السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۲۳
③ Gold, Muslim Studies , P:2/18
④ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۲۳
⑤ Gold, Muslim Studies , P:2/18

بات یہ تھی کہ جب حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حجاج سے ملے اس وقت زہری ان (ابن عمرؓ) کے ساتھ تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

''عبدالرزاق نے مصنف میں زہری سے روایت کی ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ احکام حج میں ابن عمرؓ کی پیروی کریں۔ حجاج نے ابن عمرؓ کو عرفہ کے دن کہلا بھیجا کہ جب آپ کوچ کرنا چاہیں ہمیں آگاہ کر دیں، چنانچہ ابن عمرؓ اور سالم جب چلے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ زہری کہتے ہیں کہ میں روزہ سے تھا اور گرمی کی وجہ سے مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی''(۱)۔

اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جب عبداللہؓ بن عمرؓ، حجاج سے ملے تو امام زہریؒ ان کے ہمراہ تھے۔ حجاج کے ساتھ نہ تھے۔ باقی رہا گولڈ زیہر کا یہ کہنا ہے کہ زہریؒ کو خلیفہ ہشام نے اپنے ولی عہد کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ہشام کا ولی عہد اس کا بھتیجا ولید بن یزید تھا جس کے زہری کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے کیونکہ زہری نے ہشام کو اس کی بدروش کی وجہ سے اسے ولی عہدی سے معزول کرنے کا کئی بار مشورہ دیا تھا جس کی خبر ولید بن یزید کو ہو گئی تھی۔ اس بناء پر دونوں کے مابین عداوت کی خلیج حائل ہو گئی تھی اور ولید نے زہریؒ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا لیکن ولید کے منصب خلافت پر جانشین ہونے سے پہلے ہی زہری وفات پا گئے تھے(۲)۔ گولڈ زیہر جسے زہریؒ کی حرکات وسکنات کے جاننے کا دعویٰ ہے اس کی آنکھوں سے زہریؒ اور ولید کے مابین اتنا مشہور و معروف واقعہ کیسے اوجھل ہو گیا البتہ زہریؒ ہشام کی اولاد کے اتالیق اس وقت مقرر ہوئے جب وہ ہشام کے ہمراہ ۱۰۶ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔ اس بارے میں آپ کا تبصرہ یوں ہے: ''اگرچہ تاریخی اعتبار سے یہ غلط ہے تاہم یہ بات ہمارے لیے ادراک سے بالاتر ہے کہ اولادِ ہشام کی تربیت سے زہریؒ کس لیے مطعون ٹھہرے؟ کیا زہریؒ کا اتالیق قرار دیا جانا اس سے بہتر نہیں کہ کسی غنڈے آوارہ مزاج اور اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن کو یہ خدمت تفویض کی جاتی؟ تاریخ کے اوراق اس امر کے شاہد ہیں کہ ہشام کی اولاد نے روم میں شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ مختلف دیار و امصار میں انھوں نے اسلام کی دعوت و تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اولادِ ہشام کے ان فضائل و اوصاف میں ان کے استاذ امام زہری برابر کے شریک ہیں خصوصاً جبکہ مؤرخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ ''زہری ایک عظیم سپاہی تھے اور وہ جہاد میں شرکت کے لیے سرزمین شام میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زہریؒ فوجی لباس زیب تن کیا کرتے تھے''(۳)۔

۶۔ **گولڈ زیہر نے امام زہریؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:**

''انھوں نے خلیفہ یزید ثانی کے عہد خلافت میں منصب قضاء کو قبول کر لیا تھا۔ اگر زہریؒ متقی ہوتے تو امام شعبی اور دیگر صلحاء کی طرح اس منصب سے دور بھاگتے۔''(۴)

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۵۱
(۲) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۲۲
(۳) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۲۳
(۴) Gold, Muslim Studies , P:2/18

منصب قضا کے بارے میں علامہ ابن قدامہ رقمطراز ہیں:

''اسلام میں قضا ایک بلند منصب ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ لوگوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لیے قضا کے عہدے کو قائم کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے بغیر لوگوں کے امور درست نہیں رہتے''۔ (۱)

اسلام میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ اللہ کی جانب سے قاضی مقرر ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وأن احكم بينهم بما أنزل الله ولا تتبع أهواء هم﴾ (۲)

اور آپ ﷺ ان کے مابین اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

نیز قولِ باری تعالیٰ:

﴿فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم....﴾ (۳)

تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو حکم تسلیم نہیں کر لیں۔

مصادر اسلامیہ میں آنحضرت ﷺ کے بے شمار فیصلے ملتے ہیں، علاوہ ازیں خود رسول ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب، معاذؓ بن جبل، حضرت معقلؓ بن یسار اور دیگر صحابہؓ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ متعدد تابعین اُموی خلافت میں منصب قضا پر مامور کیے گئے تھے۔ قاضی شریح، ابو ادریس خولانی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حسن بصری، عبدالملک بن یعلی، مسروق، عمر بن عبدالعزیز، ابو بکر بن حزم، یحییٰ بن سعید، سلیمان بن حبیب، قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ اور دیگر تابعین اس منصب پر فائز ہوئے۔ جن کی عدالت اور ثقاہت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے انھوں نے منصب قضا کو قبول کیا تھا اور کسی نے بھی ان کو یہ منصب قبول کرنے کی وجہ سے مطعون نہیں کیا۔

باقی رہی یہ بات کہ شعبی منصب قضاء سے نفرت کرتے تھے اور انھوں نے ابن اشعث کے ساتھ مل کر حجاج کے خلاف جنگ لڑی تھی یہ درست نہیں ہے۔ دراصل واقعہ یوں ہوا کہ شعبی نے حجاج کے خلاف نبرد آزما ہونے کے بعد، جب ابن اشعث کا فتنہ فرو ہوا، تو یزید بن عبدالملک کے حکم سے حجاج کے عہد ہی میں قضاء کا منصب قبول کر لیا تھا۔ گولڈ زیہر نے یہ بات بیان نہیں کی کہ شعبی نے اپنی زندگی کے آخری دور میں یہ منصب قبول کیا تھا۔ بعض تابعین اور تبع تابعین نے عہدہ قضاء سے احتراز کیا تھا جن میں ابو قلابہ، ابو حنیفہ، سفیان ثوریؒ وغیرہ شامل تھے۔ دراصل ان کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث تھی:

((من ولي القضاء أوجعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين)) (۴)

جسے لوگوں کے مابین قاضی بنایا گیا گویا اسے الٹی چھری کے ساتھ ذبح کیا گیا۔

ابن العربی مالکی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن قدامہ المغنی، ص: ۹/۳۴ (۲) المائدۃ: ۵/۴۹ (۳) النساء: ۴/۶۵

(۴) الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الأحکام، باب ما جاء عن رسول اللہ ﷺ في القاضي، حدیث نمبر ۱۳۲۵، ص: ۳۲۱

"والولاية ليست بفرض على الأعيان و إنما هو على الكفاية فلو دعا الإمام الى العون جميع الناس فلم يقبلوا لأثموا و إذا قبل بعضهم أجروا و سقط الفرض عن الباقين"(۱)

''منصب قضاء کو قبول کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ اگر خلیفہ سب لوگوں کو تعاون کی دعوت دے اور وہ قبول نہ کریں تو گناہ گار ہوں گے اور اگر بعض لوگ اس دعوت کو قبول کرلیں تو وہ اجر پائیں گے اور باقی لوگوں سے بھی یہ فریضہ ساقط ہو جائے گا''۔

ابن العربی بعض صحابہؓ کے قضاء کو قبول نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آدمی جو نیک اعمال انجام دیتا ہے مناسب یہ ہے کہ ان میں ڈرتا رہے کہ مبادا اس سے کوتاہی سرزد ہوئی ہو۔ یا وہ اس لیے بارگاہ ربانی میں بار نہ پاسکیں کہ ان میں متعدد غلطیاں شامل ہوگئی ہوں۔ یہ ان عبادات کا حال ہے، جو انسان کی اپنی ذات تک محدود ہیں۔ پھر حقوق العباد کا کیا بنے گا جو انسان کے گلے کا ہار ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ ڈرنا چاہیے اور مقابلۃً ان میں زیادہ احتراز و اجتناب لازم ہے''(۲)۔

ابن فرحون لکھتے ہیں:

"واعلم ان كل ماجاء من الاحاديث فيها تخويف و وعيد فإنما هي في حق قضاء الجور العلماء أو الجهال الذين يدخلون أنفسهم في هذا المنصب بغير علم ففي هذين الصنفين جاء الوعيد"(۳)

''جن احادیث میں منصب قضا قبول کرنے کے بارے میں وعید آئی ہے وہ یا تو ان عالم قاضیوں کے بارے میں ہے جو ظالم ہوں یا ان جاہل قضاۃ سے متعلق ہے جو علم کے بغیر اس منصب پر فائز ہوگئے ہوں۔ وعید ان دونوں قسم کے قاضیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے''۔

یہ بیانات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ منصبِ قضاء سے کسی شخص کی عدالت ساقط نہیں ہو جاتی جیسے گولڈ زیہر کا دعویٰ ہے بخلاف ازیں یہ منصب عزت و عظمت کا موجب ہے اور اگر اس منصب میں فضیلت کا پہلو صرف یہ ہو کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں قاضی، رسول اللہ ﷺ کا قائم مقام ہوتا ہے تو اس کی شرافت وفضیلت کے لیے یہی امر کافی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ بہت سے علماء نے اس منصب کو ٹھکرایا بھی تھا۔ بعض علماء اس کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے مختلف حوادث و آلام میں مبتلا کیے گئے۔ ان کے اس منصب کو ٹھکرانے کی وجہ یہ نہ تھی کہ آدمی اس سے ساقط العدالت اور مجروح ہو جاتا ہے۔ بخلاف ازیں ورع و زہد کے جذبات نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا مبادا وہ لوگوں کے حقوق اپنے سر پہ لیے بارگاہ خدا میں حاضر ہوں(۴)۔

---

(۱) ابن العربی، شرح کتاب القضاء للترمذی، ص:۱/۹
(۲) ابن العربی، شرح کتاب القضاء للترمذی، ص:۱/۹
(۳) ابن فرحون، تبصرۃ الحکام، ص:۱/۹
(۴) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۲۳

۵۔ احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بہت بعد کی پیداوار ہے۔

مستشرقین اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ احادیث کی صحت اور ضعف کا دارومدار اسناد پر ہے۔ اگر اسناد کا سلسلہ متصل اور قوی ہے تو حدیث قابل اعتبار اور قابل عمل ٹھہرتی ہے وگرنہ حدیث ساقط الاعتبار اور ناقابل عمل ہوتی ہے۔ اسناد کی اسی اہمیت کے پیش نظر انھوں نے اسناد کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کسی نے اسے فرضی اور بے حقیقت قرار دیا ہے اور اگر کسی نے اس کی حقیقت کو تسلیم بھی کیا ہے لیکن اس نے اس کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ اسناد کا آغاز دوسری صدی ہجری کے اختتام یا تیسری صدی ہجری کے وسط سے ہوا ہے جس سے ان کا مقصد اسناد کو مشکوک بنانا ہے اور نتیجتاً احادیث خود بخود پایۂ اعتبار سے گر جائیں گی۔

مشہور مستشرق رابسن (Robson)، اسناد کے بارے میں دیگر مستشرقین کے نظریات یوں بیان کرتا ہے:

"Among the orientalists there have been differences of opinion about the beginning of 'isnad'. According to Caetani, 'Urwah (d. 94), the oldest systematic collector of traditions as quoted by Tabari, used no isnads and quoted no authority but the Qur'an. Caetani, therefore, holds that in the time of 'Abd al-Malik (d. 70-80), more than sixty years after the Prophet's death, the practice of giving isnad did no exist. So, he concludes that the beginning of the isnad system may be placed in the period between 'Urwah and Ibn Ishaq (d. 151). In his opinion the greater part of the isnad was put together and created by traditionalists belonging to the end of the second century, and perhaps also by those belonging to the third.

Sprenger has also pointed out that the writing of 'Urwah to 'Abd al-malik does not contain isnad and it was only later that he was credited with it".[1]

مستشرقین کے ہاں اسناد کی ابتدا کے بارے میں رائے کا فرق رہا ہے۔ کائتانی کے مطابق عروہ نے (۹۴ھ) جو مربوط روایات کا سب سے قدیم جمع کنندہ ہے جیسا کہ طبری نے نقل کیا ہے' قرآن کے علاوہ اسانید بیان کی ہیں اور نہ کوئی مصدر نقل کیا ہے۔ کائتانی کا خیال ہے کہ عبدالملک کے عہد (۷۰۔۸۰ھ) میں یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساٹھ سال بعد احادیث کی اسناد بیان کرنا مستعمل نہیں تھا، اس لیے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسناد بیان کرنے کا سلسلہ عروہ اور ابن اسحاق (۱۵۱ھ) کے دور کے درمیان شروع ہوا ہوگا۔ اس کے خیال میں کتب سنت میں موجود اسناد کی کثیر تعداد ان راویوں نے جمع کی اور پیش کی جو دوسری صدی کے اختتام یا شاید تیسری صدی سے تعلق رکھتے تھے۔ سپرنگر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عروہ کی عبدالملک سے خط وکتابت میں اسناد نہیں تھیں اور اسے اس دور کے بعد اس کو عروہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

منٹگمری واٹ (Montagomery Watt)' احادیث کی اسناد کے بارے میں یوں تبصرہ کرتا ہے:

[1] Robson, The Isnad in Muslim Traditions, p: xv/18,19

"The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash-shafi-i, who was roughly a contemporary of al-Waqidi. Once it became fashionable to give complete insads, scholars must have been tempted to extend their chains backwards to contemporaries of Muhammad. Even when thus added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of the chains as on the later ones."①

احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو ''الشافعی'' کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی یہ خواہش ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد (ﷺ) کے صحابہ تک پہنچائیں۔ خواہ انھیں اپنی اسناد میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا پڑے۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ غالباً وہ عام طور پر جانتے تھے کہ ان کے پیشرووں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑیوں پر اعتبار کر سکتے ہیں اس طرح ان کی ابتدائی کڑیوں پر اعتبار نہیں کر سکتے۔

جوزف شاخت (Schacht) احادیث کی اسانید پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے:

''احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی ہے...... یہ سب کو معلوم ہے کہ اسانید ابتدائی شکل میں شروع ہو کر تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں اپنے درجۂ کمال کو پہنچیں۔ اسانید کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جو معمولی توجہ کا بھی مستحق نہیں ہے جو جماعت اپنے راویوں کو متقدمین سے منسوب کرنا چاہتی وہ اپنی پسندیدہ شخصیات کا انتخاب کر کے اسناد میں شامل کر دیتی''۔②

درحقیقت مستشرقین اسناد (حدیث) کے بارے میں مختلف مغالطوں کا شکار ہیں، امیر کائتانی کا یہ کہنا کہ تاریخ طبری میں عروہ بن زبیرؓ کے اقتباسات میں اسناد کا ذکر نہیں ہے درست نہیں ہے اس لیے کہ تاریخ طبری کے علاوہ بہت سی کتب احادیث میں عروۃ کے رسائل کا تذکرہ ملتا ہے③۔ بلکہ تاریخ طبری کے ایک اقتباس میں عروہ نے حضرت عائشہؓ کا حوالہ بھی نقل کیا ہے④۔

دراصل عروہ کے مصادر کی کھوج لگانے میں بڑی مشکل عروہ کی مستقل تالیف کی عدم دستیابی ہے۔ مصادر میں صرف اقتباسات کی صورت میں آپ کے رسائل کا کچھ حصہ موجود ہے۔ چونکہ عروہ کے عہد میں بہت سے صحابہؓ موجود تھے اور عموماً آپ کے اقوال کا

① Watt, Muhammad At Madina, p:338

② Schacht, The Origins, P:163

③ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۸، ۳۳۱

④ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۲۱۲

مصدر صحابہ کرامؓ تھے اس لیے آپ کے اقوال کی اسناد میں صرف صحابہؓ تھے بہت ممکن ہے انھوں نے انھیں حذف کر دیا ہو۔ علاوہ ازیں عروہ کی کتاب کے ناقلین میں سے امام زہریؒ ہیں' امام زہری کی ان روایات میں عروہ کبھی مفرد اسناد استعمال کرتے ہیں اور کبھی مرکب (۱) لہٰذا کائتانی اور سپرنگر کا دعویٰ غلط ہے کہ عروہ اسناد استعمال نہیں کرتے تھے۔

ہوروویٹز (Horovitz) نے بھی مختلف دلائل سے کائتانی اور سپرنگر کے دعویٰ کو غلط ثابت کیا ہے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ احادیث میں اسناد کی ابتدا پہلی صدی ہجری کے ثلث اخیر میں ہوئی ہے (۲)۔

مستشرقین میں سے روبسن (Robson) نے بھی اسناد کے بارے میں قدرے تفصیلی گفتگو کی ہے، جس کا ماحاصل یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں اسناد کے مشابہ چیز موجود تھی کیونکہ اس وقت بہت سے صحابہ کرامؓ وفات پا چکے تھے اور جنھوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ ﷺ کے بارے میں قصے بیان کرتے ہوں گے اور قدرتی طور پر کچھ سامعین نے ان سے ان کے مصادر یا ان کے بارے میں معلومات طلب کی ہوں گی' جن کو انھوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا تھا۔ البتہ اسانید کے واضح نظام کا ارتقاء بتدریج ہوا ہوگا...... ہمیں اس بات کا علم ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں ابن اسحاق اپنی بیشتر معلومات بغیر اسناد کے مہیا کر سکا اور باقی مکمل حالت کو نہ پہنچ سکیں۔ اس کے پیشرو اپنی معلومات کو ضبط تحریر میں ان سے کم لاتے تھے لیکن اس کے باوصف ہم یہ خیال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ ہم یہ کہیں کہ اسناد زہریؒ کے عہد کی پیداوار ہیں اور عروہ کے دور میں ان کا وجود نہیں تھا (۳)۔

روبسن کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں کسی نہ کسی شکل میں اسناد کا وجود تھا اور یوں گویا کہ اس نے دیگر مستشرقین کے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ہے کہ ابن اسحاق کے عہد میں اسناد کا کوئی وجود نہیں تھا۔ تاہم وہ اسناد کے مستقل نظام کو مؤخر عہد کا کام قرار دیتا ہے۔

منٹگمری واٹ کا اسناد کے بارے میں تبصرہ، اصول حدیث سے اس کی کلیۃً جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے' گویا کہ وہ اسناد کو پہلی صدی ہجری کے آخر یا دوسری صدی ہجری کے آغاز کا دور قرار دیتا ہے۔ ایک دوسرے مستشرق کا گذشتہ موقف اس کے ابطال کے لیے کافی ہے۔

منٹگمری کا بظاہر یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان احادیث وضع کرتے تھے بلکہ وہ اس بات کا دعوے دار ہے کہ مسلمان احادیث کی اسناد گھڑا کرتے تھے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اسناد کے ذریعے احادیث قابل اعتماد ٹھہرتی ہیں اور جب اسناد ہی مشکوک ہو جائیں گی تو احادیث خود بخود ساقط الاعتبار ہو جائیں گی۔

باقی اسناد کے بارے میں شاخت کے مفروضہ کی بے مائیگی کا اندازہ گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے۔ اس مفروضہ کے بارے میں مزید یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاخت نے فقہ اور حدیث کی کتب سے ایسے مسائل کا انتخاب کیا ہے جو اسانید کی بحث اور مطالعہ کے لیے

---

(۱) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۱۲،۴/۳۲۳ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱/۱۵۲۹، ۱۲۳۴، ۱۵۴۹

(۲) Horovitz, Alter and Ursprung des isnad, p: xiii/47

(۳) Robson, Isnad in Muslim Tradition, p: 21

کارآمد نہیں اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ محدثین اسانید اور متون اور ان کے درجات وغیرہ کا تعین کرتے ہیں اور فقہاء کا اصل کام یہ ہے کہ وہ فقہی مسائل کا استنباط کریں۔ چنانچہ شاخت کے نتائجِ تحقیق حقیقت سے بعید اور غلط قرار پاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اسانید کے مطالعہ میں غیر متعلق موضوعات کو مدنظر رکھتے ہیں، مگر پھر بھی اس کے اخذ کردہ یہ غلط نتائج ان کے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل نہیں کرتے (۱)۔

شاخت نے اپنے مفروضہ کے پیشِ نظر اسناد کے بارے میں ابن سیرین کے اثر (۲) کو موضوع قرار دیا ہے۔

اس بارے میں شاخت کہتا ہے:

''اسناد کا رواج دورِ فتنہ سے شروع ہوا جب تحقیق و تفتیش کے فقدان سے لوگوں کا اعتبار جاتا رہا، ہم بعد میں دیکھیں گے کہ دورِ فتنہ جو (اموی خلیفہ) ولید بن یزید (۱۲۶ھ) کے قتل کے ساتھ شروع ہوا، اموی سلطنت کے خاتمہ کی طرف اچھے دور کے خاتمہ کی ایک رواجی تاریخ ہے۔ جس میں آنحضرت (ﷺ) کی سنت مستعمل تھی اور جب کہ ابن سیرین کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے اس لیے ہمیں یہ اخذ کرنا چاہیے کہ ابن سیرین کی طرف اس کلام کی نسبت صحیح نہیں اس لیے یہ اثر موضوع ہے تاہم کسی بھی صورت میں یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہم یہ قبول کریں کہ اسناد استعمال کرنے کا عمل دوسری صدی ہجری سے پہلے کا ہے'' (۳)۔

شاخت کی ساری دلیل اپنے وضع کردہ لفظ فتنہ کی تفسیر پر منحصر ہے۔ فتنہ کی یہ تفسیر اس کی خواہشات پر مبنی ہے، درحقیقت اسلامی تاریخ میں ۱۲۶ھ (ولید بن یزید کے قتل کی تاریخ) کبھی بھی رواجی نہیں رہی اور نہ ہی اسے اچھے دور کا خاتمہ شمار کیا جاتا ہے یہ دور صرف خلفائے راشدین تک محدود ہے۔

مزید برآں اس تاریخ سے قبل بھی کئی قسم کے فتنے برپا ہوئے، ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان اور ابن زبیرؓ کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور اس جنگ سے قبل بھی سب سے بڑی جنگ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین ہوئی جس نے مسلمانوں کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی جو اب تک موجود ہے۔ اس جنگ کے بارے میں طٰہٰ حسین نے بجا طور پر کہا ہے کہ یہ اسلامی تاریخ کی سب سے خونخوار لڑائی تھی (۴)۔

ان حقائق کی روشنی میں اس فتنہ کی تفسیر ولید بن یزید کے قتل کے فتنہ پر کرنی کیسے درست ہو سکتی ہے لیکن اگر اپنی خواہشات کی

---

(۱) مصطفیٰ اعظمی نے شاخت کے مذکورہ مفروضہ پر مدلل گفتگو کی ہے اور اسے غلط قرار دیا ہے۔ دراسات فی الحدیث، ص: ۳۹۸

(۲) آپ کا قول ہے: "لم یکونوا یسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم......"، المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان ان الاسناد من الدین، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۰

(۳) Schacht, Origins, p: 36 (۴) طٰہٰ حسین، الفتنۃ الکبریٰ، ص: ۵ (۵) Nicholson, History of the Arabs, p:193

(۵) کیونکہ ابن سیرین ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور فتنہ ابن زبیرؓ ۷۵ھ میں عبدالملک بن مروان کے عہد میں وقوع پذیر ہوا۔

اتباع کرنی ہو اور تاریخی حقائق کو پس پشت ڈالا مقصود ہو تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس فتنہ کی تفسیر ہلاکو اور تاتار کے فتنہ سے کی جائے۔ جبکہ روبسن اس فتنہ کی تفسیر ابن زبیرؓ کے فتنہ سے کرتا ہے۔ انھوں نے ابن سیرین کی تاریخ ولادت (۵) اور موطا امام مالک میں موجود لفظ فتنہ (جو کہ فتنہ ابن زبیرؓ کی طرف اشارہ کرتا ہے) سے استدلال کیا ہے (۱)۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن سیرین کے کلام میں فتنہ سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین ہونے والے جنگ (صفین) مراد ہے جس کے نتیجہ میں امت میں فتنہ برپا ہوا اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین ہونے والی جنگ صفین کے بعد وضع حدیث کا دروازہ کھلا اور فریقین میں سے غلط قسم کے لوگوں نے بالعموم اور حضرت علیؓ کے متبعین نے بالخصوص احادیث وضع کیں (۲)۔ چنانچہ اس وقت سے محدثین اپنے مشائخ کے انتخاب میں احتیاط کرنے لگے۔

۲۔ ابن سیرین کا بیان اس رائے پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس عمل کو اپنے دور سے قبل تصور کرتے تھے۔ اس لیے انھوں نے پوری نص میں غائب کی ضمائر استعمال کی ہیں اور ضمیر متکلم کو استعمال نہیں کیا حالانکہ لغت عربیہ میں اس کا استعمال عام تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے قول میں شروع کے عہد کے عمل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

نیز یہ کہ ابن سیرین کے قول "ما كانوا يسألون......" سے اس بات کی نشاندہی ہو رہی ہے کہ محدثین اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے، یہ نہیں کہا کہ اسناد اس وقت موجود ہی نہیں تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسانید کا استعمال اس وقت معروف تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ لوگ اسناد کے بارے میں بحث وتمحیص نہیں کرتے تھے اور راوی پر چھوڑ دیا جاتا تھا کہ وہ اپنا ماخذ بیان کرے یا نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ اسناد کی ابتدا کو دوسری یا تیسری صدی ہجری سے قرار دینا غلط ہے نیز یہ کہ ابن سیرین کے قول کو بلا تحقیق اور بلا دلیل موضوع قرار دینا قرینِ صواب نہیں۔ باب ثالث میں بدلائل یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اسناد کا آغاز عہدِ رسالت میں ہو چکا تھا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حدیثِ نبوی میں اسناد کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا (۳)۔

۶۔ احادیث کی تدوین ڈیڑھ صدی بعد عمل میں آئی:

مستشرقین نے تدوین حدیث کو دوسری صدی ہجری کا عمل قرار دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی ادوار میں چونکہ احادیث مدوّن نہیں ہوئی تھیں اور ان کی تدوین ڈیڑھ دو صدی بعد عمل میں آئی اس لیے حدیث کو دین اسلام کا مصدر ثانی

---

(۱) المالک، الموطا، کتاب الحج، باب ماجاء فيمن أحصر بعدوّ، حدیث نمبر ۹۹، ص: ۲۴۱

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۳۲۰

(۳) دیکھیے صفحہ نمبر ۴۸۳

(۵) انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا، ص: ۹۲۱/۹

قرار دینا درست نہیں۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا کے مقالہ "محمد" میں صاحب مقالہ رقمطراز ہیں:

"پس ابتدائی دور میں تعلیم کا انداز تقلیدی اور رسمی تھا چنانچہ احادیثِ نبویہ دوسری صدی ہجری میں تحریر میں لائی گئیں" (۴)

بقول شاخت:

"حدیثِ نبوی دوسری صدی ہجری کے وسط تک موجود نہیں تھی اور جب حدیث کو جمع کیا گیا اس وقت وہ اصلی حالت میں موجود نہیں تھی بلکہ اس میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں" (۱)

مستشرقین اسلام کے ابتدائی عہد میں احادیث کے نہ لکھے جانے کے نظریے کی تائید مختلف مفروضات سے کرتے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ عرب پڑھنے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے، تہذیب وتمدن سے نا آشنا تھے اور بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے احادیث لکھنے کی سختی سے ممانعت فرما دی تھی، اور صحابہ کرامؓ اور تابعین میں بکثرت لوگ ایسے تھے جو کتابت احادیث کے مخالف تھے۔ اس لیے ان حضرات نے احادیث کو لکھنے کی کوشش نہیں کی لہٰذا ان میں کتابتِ حدیث کا رواج پذیر ہونا ناممکن تھا۔ ان مفروضات کی بنیاد پر وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حدیث کی تدوین دوسری صدی یا تیسری صدی ہجری میں ہوئی۔

جہاں تک ان کے پہلے مفروضے کا تعلق ہے، اس بارے میں ڈاکٹر فواز سزگین رقمطراز ہیں:

"اسلام سے ایک صدی قبل کے شعراء کی روایات سے ہم کو کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ "دواوین" سے روایت ان کے ہاں ایک رائج طریقہ تھا اور بعض شعراء کو تو لکھنے کی بھی عادت تھی...... زہیر بن ابی سلمہ شاعر خود اپنے قصائد کی تنقیح کیا کرتے تھے ...... یہ نظریہ کہ جاہلی شاعری کا سارا ذخیرہ زبانی روایات پر مبنی ہے دور جدید ہی کی تخلیق ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک غلط خیال ہے کہ حدیث کی روایت محض زبانی ہوتی رہی ہے بلکہ صدر اسلام میں نصوص مدوّنہ کو روایت کرنے کا رواج دورِ جاہلیہ کی عادت پر مبنی ہے" (۲)۔

عربوں میں نوشت وخواند کے رواج کے متعلق ڈاکٹر محمد عجاج لکھتے ہیں:

"تدل الدراسات العلمية على أن العرب كانوا يعرفون الكتابة قبل الإسلام فكانوا يؤرخون أهم حوادثهم على الحجارة" (۳)

علمی تحقیقات اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل عرب اسلام سے قبل لکھنا جانتے تھے اور وہ اپنی اجتماعی زندگی کے اہم واقعات کو پتھروں پر لکھتے تھے۔

درج بالا اقتباسات قبل از اسلام عرب میں کتابت کے رواج پانے کا پتہ دیتے ہیں اور ظہور اسلام کے بعد اسلامی تعلیمات

---

(۱) Schacht, The Origins, p. 163

(۲) فواد سزگین، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ص:۳/

(۳) محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۹۵

نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں میں دُور رَس تبدیلیاں کیں وہاں اس نے عربوں کی علمی حالت میں بھی ایک انقلاب برپا کیا۔ قرآن کی بے شمار آیات کتابت اور علم کے تعلق کو ظاہر کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فنِ کتابت کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا اور کسی بھی مرحلے پر فنِ کتابت کو بحیثیت فن کے نظر انداز نہیں کیا۔

آنحضرت ﷺ کی فن کتابت کی حوصلہ افزائی اور ترغیب کی بدولت عہدِ رسالتؐ میں صحابہ کرامؓ نے دیگر ذرائع کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعے احادیث کو محفوظ کیا اور اپنے لیے خاص صحائف تیار کر لیے۔

علاوہ ازیں عہد بنوامیہ میں بے شمار صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین کے پاس احادیث کے تحریری مجموعے تھے[1]۔

باقی رہا احادیث لکھنے کی ممانعت کا مسئلہ تو اس بارے میں یہ معلوم ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ سے کتابت حدیث کی ممانعت کی روایات منقول ہیں اسی طرح آپ ﷺ سے کتابت حدیث کی اجازت کے بارے میں بھی بے شمار روایات مروی ہیں[2]۔

روایات کے مابین اس تعارض کے بارے میں محمد بن علوی رقمطراز ہیں:

"ہمیں دیکھنا ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث کا زمانہ مقدم ہے یا ان احادیث کا جن میں کتابت حدیث کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر ممانعت والی احادیث ابتدائی زمانے کی ہوں اور اجازت والی احادیث بعد کے زمانے کی تو مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ جن احادیث میں کتابتِ حدیث کی اجازت ہے وہ مقدم ہیں اور ممانعت والی مؤخر تو اس سے وہ حکمت ہی فوت ہو جاتی ہے جس کے تحت احادیث لکھنے کی ممانعت کی گئی، وہ حکمت یہ تھی کہ قرآن کریم اور حدیث میں التباس پیدا نہ ہو جائے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان سے ظاہر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أمحضوا كتاب الله و أخلصوه))[3]

کتاب اللہ کو ہر قسم کے شائبہ التباس سے پاک رکھو۔

قرآن اور حدیث کے درمیان ابتدائی دور میں التباس کا خدشہ تھا اس لیے احادیث کی کتابت سے منع کر دیا گیا تاکہ لوگ قرآن کریم کی طرف بھرپور توجہ دیں اور کتابت قرآن کے ساتھ کتابت حدیث کی وجہ سے دونوں میں التباس پیدا نہ ہو لیکن یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ابتدا میں تو احادیث لکھنے کی اجازت ہو اور جب کتابت کا فن عام ہو گیا اور قرآن و حدیث میں التباس کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا تو احادیث لکھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ ممانعت والی احادیث اجازت والی احادیث سے مقدم ہیں اور ممانعت

① تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹ ② تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۷۹
③ ابن علوی، المنہل اللطیف، ص: ۱۸

والی احادیث منسوخ ہیں۔ علماء نے ان احادیث کے مابین تعارض کو دور کرنے کی بہت سی توجیہات بیان کی ہیں[۴]۔ صحابہؓ اور دیگر تابعین کا کبھی احادیث لکھنے کی طرف مائل ہونا اور پھر اس کام سے کنارہ کشی اختیار کرنا صرف اس لیے تھا کہ آپ ﷺ نے احادیث کو لکھنے کی صرف اجازت فرمائی تھی نہ حکم دیا تھا اور نہ منع فرمایا تھا گویا کہ احادیث کو لکھنے یا نہ لکھنے کا عمل ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

مزید برآں کتابت حدیث کے جواز اور ممانعت کا موقف اختیار کرنے والے دو مختلف فریق نہیں ہیں بلکہ جو لوگ ایک طرف حدیث کی کتابت سے منع کرتے ہیں بعینہٖ وہی حضرات دوسری طرف اس کی اجازت بھی دیتے ہیں اور عملاً وہ خود احادیث کو لکھتے بھی تھے۔ ان کا یہ رویہ قرآن و حدیث کی حفاظت کی خاطر تھا۔ جب انھیں احادیث کے ضائع ہو جانے کا خیال پیدا ہوتا تو وہ کتابت احادیث کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے اور اس کی کتابت پر زور دیتے اور جب ان کے ذہن میں یہ خیال آتا کہ کہیں ان کے ان عمل سے احادیث میں کوئی غلطی نہ ہو جائے یا اس کی کتابت کے اہتمام سے قرآن کریم کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ نہ جائے تو وہ کتابت سے لوگوں کو روکتے اور بعض حضرات اپنے پاس موجود کتابت شدہ احادیث کو مٹا دیتے یا جلا دیتے تھے۔

ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کتابتِ حدیث کی ممانعت' تدوین حدیث کے راستے میں رکاوٹ نہیں تھی۔ اس لیے مستشرقین نے جو یہ تأثر دینے کی سعی کی ہے کہ دوراول کے مسلمانوں میں لکھے پڑھے لوگوں کی کمی تھی اور حضور ﷺ نے انھیں احادیث لکھنے سے روک بھی دیا تھا، اس لیے انھوں نے حدیث کی تدوین کا اہتمام نہیں کیا یہ دونوں مفروضے درست نہیں۔

امرِ واقعہ ہے کہ تدوین حدیث جس کی ابتدا عہدِ رسالت میں ہو چکی تھی خلفائے راشدینؓ کے دور میں تدوین کا یہ کام مسلسل جاری رہا اور پھر عہد بنو امیہ میں تو مصادر سے بے شمار تحریری ذخیرہ احادیث کا تذکرہ ملتا ہے۔ نیز مسلمانوں نے اپنے مصدر ثانی کی حفاظت کے معاملے میں کبھی کوتاہی نہیں کی البتہ انھوں نے ہر زمانے میں اس کی حفاظت کا وہی طریقہ استعمال کیا جو اس زمانے کے تقاضوں پر پورا اترتا تھا اور جب حالات کا نقشہ تبدیل ہوتا اور دین کی حفاظت کے لیے نئے ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو انھوں نے وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جہاں تک شاخت کا یہ دعویٰ ہے کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں گذشتہ سطور میں اس دعویٰ کا تنقیدی جائزہ پیش کر کے اس کا بطلان کیا جا چکا ہے۔

۱۔ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۶۷

مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب ومحرکات اور مقاصد

عالم اسلام جب سیاسی انتشار کا شکار ہوا تو یہی انتشار عالم اسلام کے معاشرتی، اخلاقی، تہذیبی اور ثقافتی تنزل کا باعث ہوا۔ اور اہل مغرب کی ہمتیں بھی بڑھنا شروع ہوگئیں۔ جب اندلس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تو اہل مغرب نے صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا، صلیبی جنگوں کے کافی عرصہ بعد جب انھیں سیاسی عروج حاصل ہونا شروع ہوا تو انھوں نے ایشیا، افریقہ اور بہت سے دوسرے مشرقی علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے نتیجہ میں ان مشرقی علاقوں میں مغربی تہذیب وتمدن کا غلبہ ہونا شروع ہوگیا۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ جس کا سلسلہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ آہستہ آہستہ مسلم تہذیب و ثقافت مغلوب ہونا شروع ہوگئی۔ اس غلبے نے مستشرقین کو خوب موقع فراہم کیا اور انھوں نے مسلمانوں کی زبانوں سے واقفیت حاصل کرنا شروع کر دی تا کہ وہ اسلامی علوم اور مسلمانوں کے اصل مصادر میں کمزوریوں کو وجہ بنا کر مسلمانوں میں شکوک وشبہات پیدا کریں۔ چنانچہ مستشرقین نے مسلمانوں کے سیاسی انتشار، زوال و انحطاط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیرتِ طیبہ، احادیثِ نبویہ اور بہت سے دوسرے اسلامی علوم پر اعتراضات کیے اور جرح وتنقید کرنے کی ٹھان لی۔

اسلام اور اس کے مأخذ پر مستشرقین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات کے بارے میں محققین اور مفکرین نے ان کے مختلف اسباب ومحرکات اور مقاصد بیان کیے ہیں۔ ذیل میں ان کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

❁ اسباب ومحرکات

دینی و مذہبی محرک:

دینی محرک واضح ہے کہ اس کا سب سے بڑا مقصد مذہب عیسوی کی اشاعت وتبلیغ اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے کہ عیسائیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو اور نئے تعلیم یافتہ اصحاب اور نئی نسل کے لیے اس میں کشش پیدا ہو۔ ان کے بقول نعوذ باللہ اسلام دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ کے احکام وفرامین اس دور تک محدود تھے۔ اب وہ دور گزر چکا ہے کہ اس کے مقاصد پورے ہو چکے ہیں لہٰذا وہ قوانین اور ضابطے موجودہ دور پر منطبق نہیں کیے جا سکتے۔ کیونکہ عصر حاضر کے تقاضوں اور سابقہ ادوار کے مقاصد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے نئی نت ایجادات کی ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی عقل مندی نہیں کہ ہم فرسودہ نظامِ حیات کو اس ترقی یافتہ دور کی موجودگی میں گلے لگا لیں اور اسے من وعن قبول کر لیں۔

چنانچہ اکثر استشراق اور تبلیغ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مستشرقین کی بڑی تعداد اصلاً پادری ہے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد نسلاً و مذہباً یہودی ہے[1]۔

[1] السباعی، المستشرقون والاسلام، ص: ۷ ◎ عبدالرحمٰن حسن، أجنحة المكر الثلاثة، ص: ۹۱

دینی محرک کی نوعیت کا اندازہ کرنا ہو تو ایک مصری فاضل ڈاکٹر محمد البہی کے وہ خیالات جو اکثر و بیشتر مستشرقین کی کتابوں کا قدر مشترک اور ان کے خیالات کا عکس ہیں قابل ذکر ہیں:

''اسلامی تعلیمات کا نافذ نہ کرسکنا، اجتماعی ضرورت کا عین تقاضا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے روز بروز بدلتی ہوئی زندگی کے ان حالات کا جن کو اسلام اپنی تعلیمات کی روشنی میں اپنے مطابق نہیں بنا سکا۔ اور ان کے اور اسلامی تعلیمات کے درمیان ہم آہنگی نہیں پیدا کر سکا۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دینے کے معنی اس زمانے میں اس کے سوا کچھ اور نہیں ہیں کہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ تمدن جدید کے وسائل سے فائدہ اٹھانے میں دُنیا سے پیچھے رہ جائیں۔ مسلمان ممالک میں غربت، بیماریوں اور جہالت کو بخوشی گوارا کیا جائے۔ جیسا کہ اس وقت سعودی حکومت کا حال ہے۔ یہ وہ تنہا اسلامی ملک ہے جس نے سرکاری طور پر عمل کیا ہے۔ اس لیے وہ اس بات کا نمونہ ہے کہ اسلام پر عمل کرنے سے کیا نتائج پیدا ہو سکتے ہیں''[1]۔

سیاسی محرک:

اس محرک کے بارے میں مولانا محمد علی صدیقی یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''سیاسی محرک یہ ہے کہ عالم اسلامی اور عربی ممالک کی آزادی کے بعد ان اسلامی اور عربی ملکوں میں مغربی حکومتوں کی جانب سے جو سفارت خانے کھولے جاتے ہیں ان میں سیکرٹری کے درجے کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو عربی زبان پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ تا کہ وہ اس ملک کے مفکرین، صحافیوں اور سیاسی لیڈروں تک رسائی حاصل کرسکیں۔ یہ گویا مغربی حکومتوں کا ہراول دستہ (pioneer) ہوتے ہیں۔ مغربی حکومتوں کو علمی کمک اور رسد پہنچانا ان کا کام ہے۔ وہ ان مشرقی اقوام وممالک کے رسم ورواج، طبیعت ومزاج، طریق بودوباش اور زبان وادب بلکہ جذبات و نفسیات کے بارے میں صحیح اور تفصیلی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ تا کہ ان میں مغربی حکومتوں کو اپنے جراثیم فساد پھیلانا آسان ہو۔ عربی ممالک کی باہمی آویزش اور اسلامی مُلکوں کی شکر رنجی اسی دسیسہ کاری کا نتیجہ ہے[2]''۔

اقتصادی محرک:

مذہبی اور سیاسی محرکات کے ساتھ ساتھ تجارتی مفادات بھی تحریکِ استشراق سے وابستہ تھے۔ اقوام یورپ اور مشرقی ممالک میں رابطہ کی ابتدا تجارتی تعلقات سے ہی ہوتی تھی۔ بہت سے مستشرق مصنفین اسلام، اہلِ اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف معاندانہ خیالات کو ایک کامیاب پیشہ کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ ان مستشرق مصنفین کی جو کتب مشرقیات اور اسلامیات پر لکھی جاتی ہیں یورپ اور ایشیا میں ان کی بہت بڑی منڈی ہے۔ ان مصنفین کو ان کے اس کام میں حوصلہ اور ہمت افزائی اور اپنی حکومت کی سرپرستی حاصل

---

(1) البہی، الفکر الاسلامی الحدیث، ص:۱۸۴

(2) الصدیقی کاندھلوی، معالم القرآن، ص:۱/۴۸۹ ◉ عبدالرحمٰن حسن، أجنحۃ المکر الثلاث، ص:۹۵ ◉ السباعی، الاستشراق والمستشرقون، ص:۱۸

ہوتی ہے۔ ان کی تصنیفات کی بڑی تیزی کے ساتھ یورپ اور امریکہ میں اشاعت ہوتی ہے۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام (یعنی کاروبار) ان کے لیے اقتصادی ترقی کا ذریعہ ہے (۱)۔

علمی محرک:

اس طرح مستشرقین نے عسکری محاذ پر شکست کھانے کے بعد، انھوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے علمی وفکری محاذ پر شکست دینے کے لیے اپنے آپ کو منظم کیا۔ اس سلسلہ میں لارڈ ایلی کا تبصرہ قابلِ ذکر ہے:

''فوجی اعتبار سے اب صلیبی جنگیں ختم ہو چکی ہیں مگر یورپی لوگ دین اسلام اور اس کی تہذیب کے بارے تحریراً جن خیالات کا اظہار کریں گے ان میں تعصب کے اثرات باقی رہیں گے'' (۲)۔

ایک فرانسیسی مستشرق اپنی ایک تصنیف میں یوں رقم طراز ہے:

''جب عیسائی ترکوں کے خلاف جنگ ہار گئے تو وہ ہرزہ سرائیاں کرنے لگے یہاں تک کہ انھوں نے عیسائیت کی شکست کا بدلہ میدانِ ادب میں لے لیا'' (۳)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مستشرق مصنّفین اسلامی علوم اور مشرقیات کو اپنے علمی ذوق کے لیے حاصل کرتے ہیں اور اس کے لیے محنت، تن دہی اور جانفشانی سے کام لیتے ہیں۔ جس کی داد نہ دینا ایک اخلاقی کوتاہی اور علمی ناانصافی ہے۔ ان کے اسی علمی ذوق کی وجہ سے بہت سے مشرقی و اسلامی علمی جواہر پارے پردۂ اِخفا سے نکل کر منظر عام پر پہلی مرتبہ آئے۔ اس علمی اعتراف کے باوجود مستشرق مصنّفین یا اہل علم کا ایک وہ گروہ ہے جنھوں نے اسلام جیسے عالمگیر مذہب، حضرت محمد ﷺ کی سیرت مبارکہ قرآن و حدیث، تاریخ اور بہت سے دوسرے اسلامی علوم کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے (۴)۔

استعماری محرک:

استعماری محرک یہ ہے، کہ ماضی میں صلیبی جنگوں کا انجام عیسائیت کی شکست پر ہوا تھا۔ اس شکست کے بعد پوری مغربی دُنیا نے مسلمانوں اور ان کے ملکی حالات پر غور وفکر کرنا شروع کیا۔ تا کہ ان کے ذریعے ان پر اہل مغرب کو حکومت کرنا آسان ہو۔ اور ان کے اسلامی مُلکوں کے حالات اور عقائد کو توڑا جائے، جو مغربی دُنیا کی مخالفت میں ہوں۔ اور ایسی ذہنی وعلمی فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں جس میں مغربی استعمار کی مخالفت کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ ان اسلامی ممالک میں رہنے والوں کو مغربی تہذیب وتمدن سے مرعوب کر

---

(۱) ابوالحسن ندوی، مغربی مستشرقین کا فکر وفلسفہ، ص: ؟؟ عبدالرحمٰن حسن، أجنحة المكر الثلاث، ص: ۹۳

(۲) عرفان، مستشرقین اور سنت نبوی، سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، ص: ۳۹۲

(۳) محمد طفیل، نقوش، رسول نمبر، ص، ۱۱/۵۲۹

(۴) ابوالحسن ندوی، مغربی مستشرقین، ص: ۱۶

کے ان کو اپنی تہذیب وتمدن سے ہٹایا جائے۔ اگر مغربی حکومت ان اسلامی ممالک سے ہٹ بھی جائے تو بھی ان کا ذہنی اور تہذیبی اقتدار قائم رہے۔ اسی بناء پر مغربی حکومتوں نے مستشرقین کی اہمت و افادیت کو پوری طرح محسوس کیا ہے۔ اور ان کے سربراہوں نے ان کی پوری سرپرستی کی اور اسی مقصد کی تحت مختلف رسائل و مجلات شائع کرتے ہیں۔ جن میں عالم اسلام کے مسائل اور رُجحانات پر مبصرانہ تبصرے اور ماہرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مٹی ہوئی قوموں کی تاریخ مرتب کرنا، عربوں کی زبان اور نظریہ کی وحدت پر قوتیں صرف کرنا، مصر میں فرعونیت، شام، لبنان، فلسطین میں اور عراق میں آشوریت کا احیاء، صرف اسلامی امت کو پارہ پارہ کرنے کی خاطر کیا جاتا رہا ہے۔ اسی مقصد کی خاطر مختلف ممالک کے مستشرقین عالم اسلام سے متعلق مختلف رسائل اور مجلات شائع کرتے ہیں [1]۔

نظریاتی محرک:

اسلام اور ادیان غیر میں بڑے بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اسلام کا نظریۂ حیات، اس کا نظامِ فکر و عمل، اس کے تہذیب وتمدن کا اظہار، یہودیت، عیسائیت اور دوسرے مشرکانہ مذاہب سے یکسر مختلف ہے۔ پھر حضرت محمد ﷺ نے اسلام کی جو دعوت پیش کی اس نے روزِ اول ہی سے ادیانِ باطلہ کی نفی کر دی تھی۔ اس لحاظ سے یہ امر تعجب خیز نہیں کہ دوسرے مذاہب کے علمبردار، اسلام، اہل اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں سخت معاندانہ جذبات رکھتے ہیں۔ اور اپنے بُغض و عناد کا اظہار ہر ممکن طریقہ سے کرتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ اور ان کی شقاوت و قساوت دراصل نظریاتی اور فکری بنیادوں پر استوار ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اسی حقیقت کا اظہار یوں کیا گیا ہے:

﴿لتجدن أشد الناس عداوة للذين أمنوا اليهود والذين أشركوا ولتجدن أقربهم مودة للذين أمنوا الذين قالوآ انا نصرى ذلك بأن منهم قسيسين و رهباناً و أنهم لا يستكبرون﴾ [2]

تم دیکھو گے کہ اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔ اور دوستی کے لحاظ سے مؤمنوں سے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں مشائخ بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

قرآن کا یہ بیان تاریخی صداقت کا حامل ہے۔ یہود اور مشرکین اسلام دشمنی کے معاملہ میں روزِ اوّل سے ہی انتہائی متعصب و متشدد رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ جب کہ یہ دشمنی عیسائی مخالفین کے یہاں نسبتاً کم رہی ہیں۔ چنانچہ نجاشی شاہ حبشہ کا قبول اسلام، قیصرِ روم، کا پیغمبر اسلام کے بارے میں ابوسفیانؓ سے استفسار، مسیحیوں کے نجرانی وفد کا مباہلہ سے احتراز، اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں مصر،

---

[1] زقزوق، الاستشراق، ص:۴۴ ⊙ عمر عودۃ الخطیب، لمحات من الثقافۃ الاسلامیہ، ص:۵ ⊙ علی جریشہ، اسالیب الغزو الفکری، ص:۲۲

[2] المائدہ: ۵/۸۲

شام، شمالی افریقہ، فارس اور دوسرے ممالک میں عیسائیوں کا کثرت سے قبول اسلام اور عہد جدید میں اسلام کی طرف ان کا میلان وغیرہ کافی ثبوت ہیں۔ ان مستشرقین کے گروہ میں، یہود اور نصاریٰ اور مُشرک نمایاں ہیں۔ ان کو روزِ اول سے ہی اسلام کی مقبولیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت طیبہ، اسلامی تہذیب وتمدن، حدیث رسول ﷺ ان کے علاوہ بہت سے دوسرے اسلامی علوم کو تنقید واعتراضات کا نشانہ بنایا①۔

مستشرقین چونکہ نسلاً اور مذہباً یہودی، عیسائی اور مشرک ہیں۔ مذہب اسلام سے ان کا بُغض اور عداوت تو ظہور اسلام کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی۔ مستشرقین نے جس طرح اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں کم وبیش انیسویں صدی کے اواخر تک جو کچھ بھی لکھا وہ صرف اور صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں عدم واقفیت، اور وہم وگمان پر مشتمل تھا۔ انھوں نے اپنی طرف سے محض ظن وتخمین سے کام لے کر من گھڑت حکایات، افسانوں، قصے کہانیوں کو پیش کیا۔ یہ سلسلہ تقریباً پندرہویں صدی عیسوی تک چلتا رہا۔ پندرہویں صدی عیسوی کے بعد یورپ سے عہد تاریک کا خاتمہ ہوا، تو ان میں، علم وتحقیق، بیداریٔ تہذیب وتمدن اور ترقی کا دور شروع ہوگیا۔ اور مستشرقین نے اسلامی ماخذ میں تحقیق وتفتیش کر لی لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے دانستہ طور پر قرآن اور احادیث نبوی سے کھیلنے میں کوئی تکلف نہیں کیا②۔

چنانچہ ایک مصنف مستشرقین کی تحقیق وتفتیش کے بارے میں یوں لکھتا ہے:

"انھوں نے یہ خیال کر لیا، کہ ان کی تحقیقات سے مرعوب ہو کر ان کی ہر بات کو بلا چون وچرا درست مان لیا جائے گا۔ چنانچہ علوم اسلامی کا ہر میدان انھوں نے اپنی جولانگاہ کے لیے منتخب کیا اور علوم اسلامیہ کا کوئی ایسا شعبہ نہیں چھوڑا جس میں انھوں نے خلط مبحث سے کام نہ لیا ہو③۔"

تاریخی محرک:

تاریخی سبب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا دین (اسلام) آن کی آن میں پھیلتا چلا گیا۔ اس کے نتیجے میں بہت ہی کم عرصہ میں اسلام کا پرچم دنیا کے دور دراز علاقوں میں لہرایا۔ اسلام جو کہ ایک عالمگیر مذہب ہے اس نے اپنی راہ کی تمام مزاحمتوں کو اس آسانی کے ساتھ ختم کر دیا کہ دنیائے مغرب آج تک انگشت بہ دنداں ہے۔

ظہور اسلام کے وقت دنیا کی دو بڑی طاقتیں ایک روم اور دوسری فارس تھی۔ اسلام نے ان دونوں طاقتوں کا سرِ غرور یوں سرنگوں کیا کہ وہ صدیوں تک سرنگوں ہی رہا۔ اسلام نے ایک طرف تو تیز رفتاری کے ساتھ اشاعت و وسعت کے ساتھ ساتھ مغربی دنیا کی مذہبی ونظریاتی رفعتوں کو پامال کیا۔ دوسری طرف اسلام کی عسکری فتوحات نے مغربی دنیا کی عسکری طاقتوں کو سرنگوں کیا۔ مسلمانوں

① محمد طفیل، نقوش رسول نمبر، ص، ۱۱/ ۵۲۸ ② ہاشمی، مستشرقین اور تحقیقات اسلامی، ص: ۲۰

③ حسن، مستشرقین کی تحقیقات، فکر ونظر جلد ۱۳، شمارہ ۱۱، ص: ۴۲

نے شام، مصر، فلسطین جیسے زرخیز علاقوں پر قبضہ کیا۔ یورپ کے ایک بہت بڑے حصے یعنی سپین، سسلی جیسے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ جن کی وجہ سے اہل یورپ اور مسلمان عربوں کے درمیان عداوت کو خوب ہوا ملی۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کی اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کا ایک سبب تاریخی بھی ہے (۱)۔

صلیبی محرک:

صلیبی جنگیں بھی مستشرقین کی تحریکِ استشراق، اور مستشرقین کی سرگرمیوں کا ایک سبب ہیں۔ صلیبی جنگوں کو تاریخ عالم، تاریخ اسلام اور یورپ کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ فلسطین اسلامی فتوحات سے پہلے عیسائیوں کا اہم ترین مقدس اور متبرک مقام تھا۔ جسے اسلامی فوجوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں فتح کر لیا تھا۔ اس وقت سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے آخر تک یہ اسلامی سلطنت کے قبضہ میں رہا۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کا وجود کسی طرح بھی عیسائی طاقتوں کے لیے قابلِ برداشت نہ تھا۔ چنانچہ یورپ کی متحدہ عیسائی طاقتوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر دیا۔ یسوع مسیح کے دین اور صلیب مقدس کی حفاظت کے نام پر یورپ کے ان وحشی اور غیر مہذب دیوانوں نے جس سفاکی اور بربریت کا مظاہرہ کیا، نصرانیت کی تاریخ میں اسے مقدس لڑائیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی المناک کشمکش' جو تقریباً دو صدی تک جاری رہی' تاریخ میں **صلیبی** جنگوں کے نام سے مشہور ہے۔ صلیبی جنگوں کا آغاز پوپ اربن ثانی (۱۰۴۲ء۔ ۱۰۹۹ء) کا وہ خطبۂ جنگ تھا جو اس نے ۲۷ نومبر ۱۰۹۵ء کو دیا تھا۔ جس نے پورے یورپ میں ایک آگ لگا دی تھی۔ عیسائیوں کو بیت المقدس سے پوری طرح خارج کرنے کا فخر سلطان صلاح الدین ایوبی کو حاصل ہے۔ جو نور الدین زنگی کا نائب اور حاکم مصر تھا، اور ۱۱۷۴ء میں اس کی وفات پر اس کا جانشین بنا۔ اس فتح میں نہ قتل عام ہوا نہ ہی لوٹ مار، بلکہ دشمنوں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا گیا۔ اس طرح ۵۸۳ھ بمطابق ۱۱۸۷ء کو اٹھاسی برس کے بعد بیت المقدس دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اس کے بعد سات صدیوں سے زیادہ باوجود متواتر حملوں اور کشتیوں کے یہ مقدس شہر موجودہ اسرائیلی حکومت قائم ہونے تک پیروانِ اسلام کے ہاتھوں میں رہا (۲)۔

چنانچہ مستشرقین کی سرگرمیاں اور تحریکیں ان صلیبی جنگوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئیں۔ مختصر طور پر صلیبی جنگوں کو بھی مستشرقین کی سرگرمیوں کے اسباب میں سے ایک اہم سبب قرار دیا جا سکتا ہے۔

بقول مصطفیٰ سباعی مستشرقین کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ نبوت، وحی، قرآن و حدیث اور قانون کی حد تک مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا۔

۲۔ مسلمانوں کو اپنے ماضی سے بدگمان، اپنے حال سے بےزار اور مستقبل سے مایوس کرنا۔

---

(۱) محمد طفیل، نقوش رسول نمبر، ص ۵۲۸/۱۱ (۲) ایس ایم شاہد، تاریخ اسلام، ص: ۴۹۳

۳۔ اسلام کے علمی سرمایہ سے مسلمانوں کا اعتماد ہٹانا۔

۴۔ مسلمانوں میں اخوت کی روح کو کمزور کرنا اور ان میں زمانہ جاہلیت کی سی قومیت کو دوبارہ جنم دینا(۱)۔

مقاصد و اہداف

مستشرقین کی طرف سے کیے گئے اعتراضات چاہے اسلام پہ ہوں یا سیرت طیبہ، حدیث نبوی پر ہوں یا دوسرے اسلامی علوم پر، ان کے مقاصد اور اہداف ایک ہی ہیں۔ ذیل میں ان مقاصد و اہداف کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ا۔ عیسائیت کا فروغ:

مستشرقین کی تحریک کا اصل مقصد ہی اسلامی اقدار کی کمزوری ثابت کرنا اور عیسائیت کو فروغ دینا ہے اور مغرب کے مسیحی افکار واقدار کی عظمت کو ثابت کرنا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ دوصدی کے طویل و مسلسل تجربہ سے مستشرقین نے محسوس کیا کہ ان کے طریق کار میں بنیادی غلطی تھی جس کی وجہ سے ان کی جدوجہد کا پورا نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔ اور بعض اوقات اس کے خلاف اسلامی حلقوں میں شدید ردعمل اور اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ جو تبلیغی و دعوتی نقطۂ نظر سے خطرناک تھا۔ وہ برابر اپنی مساعی اور ان کے اثرات ونتائج کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے رہے۔ اب ان نتائج کی روشنی میں انھوں نے طے کیا کہ ان کو اپنے رویے اور طریق کار میں بنیادی تبدیلی کرنی چاہیے۔ اور مسلمانوں کو بدلنے کی کوشش کی بجائے، اسلام کی جدید تعبیر پیش کرنے اور اصلاح مذہب کی تحریک چلانی چاہیے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایک انگریز مصنف (Harry Gaylord Darmun) لکھتا ہے:

> ''اصلاحی تحریکیں، دینی تعلیمات کے موجودہ تجربوں کی روشنی میں از سرنو تشریح کرنے کی مخلصانہ کوشش ہوتی ہیں۔ یا ان کے ذریعے نئے تجربوں کو دینی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے وہ مسیحیت کے ایک مبلغ کے لیے اولین اہمیت رکھتی ہیں۔ اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ ہر نئی تحریک جس کو کہ چند خبطی شروع کر دیں وہ اس کا استحقاق رکھتی ہے کہ اس کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ ہماری مراد ان تحریکوں سے ہے جن کی حیثیت موجودہ زندگی کے سچے دینی اظہار کی ہے۔ اور جو روزمرہ کے تجربہ کی روحانی تشریح کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور پھیلتی جا رہی ہیں اور جس میں روحانی قوتیں حقائق سے نبرد آزما ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں سے ایک اصلاحی تحریک مسلمانوں کے حضرت عیسی علیہ السلام کو سمجھنے کے سلسلے میں بالآخر بڑی اہم ثابت ہوحتی کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں اسلامی ممالک میں (مسیحی) مبلغ کا اصل کارنامہ مسلمان افراد کی اصلاح و احیاء سے زیادہ اسلام کی تجدید و احیاء ہو، بہر حال یہ کام کا ایک میدان ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جس سے غفلت نہیں برتی جا سکتی۔ میدان کھلا ہوا ہے۔ ایسا ہونا ان معذرت پسندوں کی مثال سے ظاہر ہے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں''(۲)۔

---

(۱) السباعی، المستشرقون والاسلام، ص: ۱۸

(۲) Harry Gaylord, Towards Undesstanding Islam, P: 132

اس صدی میں عالم اسلام میں اصلاح وترقی اور درحقیقت تجدد ومغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے ان کے خیالات، اعلانات، اور ان کے طریق کار میں مستشرقین کے ان خیالات کو ان مصلحین وزعماء کے فکر وعمل کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور ان کو ان کا مشترک منشور (Manifesto) کہا جاسکتا ہے[1]۔

۲۔ مُسلمانوں کو دین سے متنفر کرنا:

مستشرقین کا ایک اہم مقصد مسلمانوں کو اپنے دین سے متنفر کرنا بھی ہے۔ اس کے لیے انھوں نے دین اسلام، قرآن، سیرت طیبہ کے بعد حدیث نبویہ کو بھی خاص طور پر ہدف تنقید بنا کر مسلمانوں میں اُن سے شریعت کے دوسرے بڑے ماخذ سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے ہیں۔

مستشرقین نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اپنے مخاطبوں کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ تشکیکی مواد پیدا کیا ہے اور وحی الٰہی کو مختلف دلائل کے ذریعے مشتبہ بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کی اکثریت نہ تو حضور ﷺ کو نبی مانتی ہے اور نہ ہی آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو تسلیم کرتی ہے۔ وحی آنے کے ان مظاہر کو جو کبھی صحابہؓ کے مشاہدے میں آتے، نہایت مہیب صورت میں پیش کرتے ہیں[2]۔

۳۔ علمی مقاصد:

نیک نیتی اور بد نیتی سے قطع نظر، مستشرقین بے شمار علمی مقاصد کے پیش نظر علوم شرقیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی پوری تحریک علمی لبادے میں مصروف عمل رہی۔ یونیورسٹیوں میں ان علوم کا اجراء، مدارس کا قیام، مختلف کتب کی تحقیق اور ان کی اشاعت، مخطوطات کو جمع کرنا، عربی کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم، مختلف موضوعات پر کتب تالیف کرنا وغیرہ۔ ان کی انھی ان تھک کوششوں کی وجہ سے وہ لائق تعریف ہیں۔ انھوں نے اپنی استشراقی سعی اور تگ ودو سے اس مقصد کو اس خوبی سے حاصل کیا کہ آج ساری دنیا حصول علم کے لیے ان کی طرف دیکھ رہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مستشرقین کو جتنی کامیابی علمی مقاصد کے حصول میں ہوئی ہے اتنی کامیابی ان کو کسی دوسرے میدان میں نہیں ہوسکی[3]۔

مستشرقین اسلام کے بنیادی ماخذ سے اپنی لاعلمی کی وجہ سے حقائق کو آسانی سے مسخ نہ کر سکے۔ اور نتائج اخذ کرنے کی عجلت میں اپنے آپ کو حقائق سے ہمیشہ دور رکھا۔ اس طرح انھوں نے بے شمار غلطیاں کیں۔ جن کا اعتراف مستشرقین نے خود بھی کیا۔ چنانچہ ایک انگریز مستشرق کا کہنا ہے کہ:

''ہم مستشرقین نے جب اسلام کے بارے میں تحقیق کی تو بے شمار غلطیاں کیں۔ ہمارے لیے ضروری

---

[1] محمد عزت الطہطاوی، التبشیر والاستشراق، ص:۱۰۴@ مصطفیٰ خالدی وعمر فروخ، التبشیر والإستعمار، ص:۲

[2] عبد المتعال، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، ص:۱۴

[3] مصطفیٰ نوزی، الحیل والاسالیب فی الدعوۃ الی التبشیر، ص:۹@ عبد المتعال، الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری، ص:۷۶

ہے کہ ہم اس موضوع میں نہ اُلجھیں۔ کیونکہ عرب مسلمان ہم سے زیادہ با صلاحیت ہیں کہ اسلام کے موضوعات پر تحقیق کریں۔ مسلمانوں کو مستشرقین کی ہر تحریر کو دقتِ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ جرح و تعدیل کے اُصولوں پر ان کے نتائج کو قبول کرنے سے پہلے ان کی چھان پھٹک اشد ضروری ہے"۔ (۱)

۴۔ اقتصادی مقاصد

علمی مقاصد کے ساتھ ساتھ اقتصادی مقاصد بھی مستشرقین کے مد نظر تھے۔ قدرت نے اہل مشرق کو بے شمار مادی وسائل سے مالا مال کیا ہے۔ اہل مغرب کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ انھوں نے اپنے تجارتی معاملات کو احسن طریقے سے طے کرنے کے لیے کئی ایک اقدام کیے اور مختلف حیلوں سے مشرق کی دولت کو سمیٹنے کی کوشش کی۔ اس میدان میں مستشرقین نے خاطر خواہ خدمات انجام دی ہیں (۲)۔

۵۔ سیاسی مقاصد

اہل مغرب نے اسلامی ممالک پر قبضہ کرنے کا جو خواب دیکھ رکھا تھا اس خواب کی تعبیر کے لیے انھوں نے اپنے صدیوں کے تلخ تجربات کی بنا پر تلوار کے استعمال کو خلافِ مقصد سمجھا۔ انھوں نے اپنا یہ کام مستشرقین اور مبشرین کو سونپا۔ اول الذکر گروہ نے علم کے شیدائیوں کا بھیس بدل کر مسلمانوں کے مابین اختلافات کو پیدا کیا اور مؤخر الذکر گروہ نے مسلمانوں کو مختلف تدبیروں کے ذریعے عیسائیت کی طرف مائل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس مشن کی تکمیل کے لیے انھیں مسلمانوں کی صفوں سے کارکن میسر آ گئے جنھوں نے ان کے فکر کی ترویج و اشاعت کی (۳)۔

۶۔ اسلام کے خلاف کام کرنے والے رجال پیدا کرنا:

انگریزوں کو ہر وقت مسلمانوں سے مزاحمت کا خطرہ تھا۔ اس راستے میں ان کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کی اپنے بنیادی عقائد کے ساتھ مکمل وابستگی اور اسلام سے جنون کی حد تک عقیدت تھی۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کو دینی اعتبار سے کمزور اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے مستشرقین کا گروہ تیار کیا۔ جنھوں نے اسلام کے خلاف بڑی شد و مد سے پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اور برصغیر اور عرب ممالک میں بالخصوص ایسے رجال تیار کیے جنھوں نے اس فتنہ کو آگے بڑھایا (۴)۔

---

(۱) العقاد، مایقال عن الاسلام، ص:۱۱

(۲) عبدالرحمٰن حسن، اجنحۃ المکر الثلاث، ص:۹۵

(۳) مصطفیٰ فوزی، الحیل والاسالیب، ص:۷۹

(۴) مصطفیٰ فوزی، الحیل والاسالیب، ص:۷۹

معترضین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

اہل مغرب نے جس پیہم محنت اور کامل ذوق وشوق اور سامراجی و مذہبی دلچسپی کے ساتھ مذہب اسلام کا مطالعہ کر کے اس کا تصور پیش کیا ہے اس نے بعض مغرب زدہ مسلم سکالروں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انتہائی ذہنی مرعوبیت کے ساتھ ان کی علمی وسعت کے فریب میں آ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ ان کے نتائج سراسر سائنٹفک (Scientific) اور عقلی ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ان کا جائزہ لینا اور تنقید کرنا خام خیالی ہے۔ چنانچہ انھوں نے انھیں من وعن قبول کر کے اسلام کو کسی نہ کسی طرح ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ انھی مغربی علماء کے بنائے ہوئے اصول وقواعد کو بنیاد بنا کر مذہب اسلام پر تحقیق کے نام پر مختلف زاویوں سے حملے کیے جانے لگے۔ دراصل یہ لوگ مستشرقین کے دام فریب میں آ کر انھی کے افکار کے خوشہ چین بن گئے۔ اسی حقیقت کو مولانا مفتی ولی حسن نے یوں بیان کیا ہے:

''...... اور عجیب بات ہے کہ موجودہ دور کے منکرینِ حدیث نے بھی اپنا ماخذ و مرجع انھی دشمنان اسلام مستشرقین کو بنایا ہے۔ اور یہ حضرات انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور جو اعتراضات وشبہات ان مستشرقین نے اسلام کے بارے میں پیش کیے ہیں وہی اعتراضات وشبہات یہ منکرینِ حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔''①

ان مسلم سکالروں میں عرب اور غیر عرب ہر دو قسم کے لوگ شامل ہیں۔ حدیثِ نبوی، عہد بنوامیہ اور اس دور کی بعض مقدس شخصیات (صحابہؓ و تابعین) کے بارے میں ان کے پیش روؤں کے بعض اعتراضات اور ان کا تنقیدی جائزہ گذشتہ بحث میں پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن بعض وہ اعتراضات جو بنوامیہ کے عہد کی شخصیات کے حوالے سے ہیں جو انھوں (منکرین حدیث) نے اپنے پیش روؤں کے وضع کردہ اصول کی بناء پر کیے ہیں اس بحث میں ان کا تنقیدی جائزہ لیا جا رہا ہے۔

❁ حضرت ابوہریرہؓ پر کیے گئے اعتراضات

✿ احمد امین کے اعتراضات

احمد امین نے حضرت ابوہریرہؓ پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں۔ جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کو تسلیم نہیں کیا:

''احمد امین بیان کرتے ہیں: بعض صحابہ کرامؓ (حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ) نے ابوہریرہؓ کی بعض مرویات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث ((متی استیقظ أحدکم من نومه فلیغسل یده قبل أن یضعها فی الإناء فإن أحدکم لا یدری أین باتت یده)) ② (جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو برتن

---

① ولی حسن، عظیم فتنہ، ص: ۲۶ ② الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الطهارة، باب ماجاء إذا استیقظ أحدکم، حدیث نمبر ۲۴، ص: ۸

میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اپنے ہاتھ دھولے (کیونکہ) نہ جانے وہ (یعنی ہاتھ) رات بھر کہاں رہا ہے) کو حضرت عائشہؓ نے حجت قرار نہیں دیا اور فرمایا "پھر ہم پانی بھرے مٹکے کا کیا کریں کہ وہ سارا خراب ہو جائے گا"۔ ①

احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کے حوالے سے اس حدیث پر جو تنقید کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا کتب حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ ابن عربی اور حافظ عراقی نے امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر اعتراض کرنے والے کا نام قین اشجعی ہے جو حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھا②۔

حافظ ابن حجر نے بھی قین اشجعی کو تابعی قرار دیا ہے جو حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے ③۔

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر حضرت عائشہؓ نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ اگر بالفرض یہ واقعہ صحیح قرار دیا جائے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت عائشہ حضرت ابو ہریرہؓ کی تکذیب کرتی تھیں بلکہ ان کے مابین یہ اختلاف حدیث کے فہم وادراک میں رونما ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہاتھ دھونے کو واجب قرار دیتے ہیں اور حضرت عائشہؓ وابن عباسؓ اس سے متفق نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں جلیل القدر اور صاحب اجتہاد صحابی ہیں اس لیے حدیث کے فہم اور اس سے استنباط مسائل میں ان کے باہمی اختلاف میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ یہ حدیث بقول امام ترمذی حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے ④۔

شیخ مصطفیٰ سباعی فرماتے ہیں:

"تکذیب وتردید کسی صحیح کتاب میں ثابت نہیں۔ معترض نے دعویٰ شرح مسلم الثبوت کے حوالے سے تحریر کیا ہے جبکہ یہ بات مسلم الثبوت کے مصنف نے کہی ہے نہ کہ شارح نے، بلکہ انھوں نے ان کی غلطی واضح کی ہے اور کہا ہے کہ اس اعتراض کی نسبت حضرت عائشہؓ کی جانب درست نہیں⑤۔

۲۔ ابو ہریرہؓ نے احادیث نہیں لکھیں:

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ احادیث لکھا نہیں کرتے تھے......"⑥

احمد امین کا اس سے مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کو مشکوک ثابت کیا جائے۔ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ چونکہ احادیث نہیں لکھا کرتے تھے بلکہ اپنے حافظہ کی مدد سے روایت کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حافظہ سے ہر وقت سہو وخطا کا احتمال رہتا ہے اس لیے ابو ہریرہؓ کی روایات مشکوک ہیں۔

---

① احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۵ ◉ محب اللہ، مسلم الثبوت، ص: ۲/۱۷۸

② العراقی، طرح التثریب شرح التقریب، ص: ۴۷ ◉ حمود، الرد القویم علی المجرم الاثیم، ص: ۲۸۸

③ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۳/۲۸۵

④ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء إذا استیقظ أحدکم، حدیث نمبر ۲۴، ص: ۸

⑤ السباعی، السنۃ ومکانتھا، ص: ۳۰۶ ⑥ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۸

حالانکہ اکثر و بیشتر صحابہ کرامؓ کا یہی طریقۂ کار تھا کہ وہ احادیث لکھا نہیں کرتے تھے پھر اس میں ابوہریرہؓ کی تخصیص کے کیا معنی؟ صرف حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنے صحیفہ میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے ابوہریرہؓ کی امانت و صداقت، قوت حافظہ اور حدیث کے حفظ و روایت میں تمام صحابہؓ پر برتری کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن اس کے باوصف احمد امین نے حضرت ابوہریرہؓ کو ہدفِ طعن بنایا ہے۔ باقی رہا حضرت ابوہریرہؓ کا اپنے حافظہ سے احادیث بیان کرنے کا سوال اور ان کا کتابت کو ترک کر دینا تو علمائے اصول کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ احادیث جو آپس میں متعارض ہوں ان میں ایک حدیث زبانی سنی گئی ہو اور دوسری مکتوب ہو تو مسموع روایت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ مکتوب شدہ روایت میں غلطی (تحریف، تصحیف) کا احتمال بہر حال رہتا ہے جبکہ سنی ہوئی روایت میں یہ احتمال بالکل نہیں ہے (۱)۔ لہٰذا احمد امین کا حافظہ سے روایت بیان کرنے کو مشکوک قرار دینا درست نہیں۔

۳۔ تحدیث بلا سماع

احمد امین نے حضرت ابوہریرہؓ پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے:

''آپ آنحضرت ﷺ سے براہ راست احادیث سنے بغیر بھی روایت کیا کرتے تھے مثلاً ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حالت جنابت میں صبح کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں بحالت جنابت صبح کرتے تھے پھر غسل فرماتے حالانکہ آپؐ روزہ سے ہوتے تھے''۔ ابوہریرہؓ نے یہ سن کر کہا: ''حضرت عائشہؓ کو مجھ سے زیادہ علم ہے، یہ حدیث میں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی تھی بلکہ فضلؓ بن عباسؓ سے سنی تھی'' (۲)۔

جہاں تک حضرت ابوہریرہؓ کا بغیر سماعت کے روایت بیان کرنے کا تعلق ہے اس میں آپ منفرد نہیں ہیں بلکہ بیشتر صغیر السن اور متاخر الاسلام صحابہؓ بھی اس ضمن میں آپ کے ہمنوا تھے۔ حضرت عائشہؓ، حضرت انسؓ، حضرت براءؓ بن عازب، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے بکثرت احادیث صحابہؓ سے سنیں اور انھیں براہ راست آنحضرت ﷺ سے بیان کیا (۳)۔

ایسی روایات کو علمائے حدیث مراسیل صحابہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو بالاجماع حجت ہیں (۴)۔

مزید برآں مستند کتب میں یہ بات مذکور نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابوہریرہؓ کی بیان کردہ حدیث کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا تعلق ایک شرعی فتویٰ سے ہے۔ ہر مفتی نے وہی فتویٰ دیا جو اس کے علم کے مطابق آنحضرت ﷺ سے ثابت تھا۔ اس میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابوہریرہؓ کی تردید کی تھی (۵)۔

---

(۱) الآمدی، الأحکام، ص: ۳۳۴/۲ (۲) احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹

(۳) تفصیل کے لیے دیکھیے البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع الدینار بالدینار نساء، حدیث نمبر ۲۱۷۸، ص: ۳۴۸ ◉ الامدی، الاحکام، ص: ۲۰۴/۱

(۴) ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۶ ◉ العراقی، التقیید والایضاح، ص: ۷۵ ◉ النووی، المجموع، ص: ۶۲/۱

(۵) محب اللہ، مسلم الثبوت، ص: ۱۲۵/۲

امام مسلم کی تصریح کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع بھی کر لیا تھا ①۔

احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کے موقف سے نہ صرف چشم پوشی اختیار کی بلکہ یہ بھی نہیں بتایا کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ کے ابو ہریرہؓ پر معترض ہونے اور ان کی تردید کرنے کی نفی کی ہے۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کی طرف تردید و انکار کو منسوب کیا ہے۔ اگر بالفرض یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی تکذیب کی تھی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس روایت سے آگاہ نہیں تھیں بلکہ ان کو جو مسئلہ معلوم تھا وہ ابو ہریرہؓ کی روایت کے برعکس تھا۔ گویا حضرت عائشہؓ کے دیگر استدراکات کی طرح یہ بھی ایک استدراک ہے ②۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے احمد امین کے اس اعتراض کے اور بھی جواب دیئے ہیں ③۔

۴۔ صحابہ کرامؓ نے ابو ہریرہؓ کی مرویات کو تسلیم نہیں کیا:

احمد امین لکھتے ہیں:

''بعض صحابہؓ کثرت مرویات کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ پر تنقید کرتے تھے اور ان کی روایت کردہ احادیث کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے'' اس کے بعد احمد امین نے امام مسلم کے حوالے سے دو روایات بطور استشہاد پیش کی ہیں'' ④۔

احمد امین کے اس اعتراض کا اصل مأخذ گولڈ زیہر کی نگارشات ہیں ⑤۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گولڈ زیہر نے شک کی نسبت ان تابعین کی جانب کی ہے جو براہ راست حضرت ابو ہریرہؓ کے تلامذہ تھے جبکہ احمد امین نے شک کی نسبت بعض صحابہؓ کی طرف کی ہے۔

حدیثِ نبوی کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی جو وابستگی تھی یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بذاتِ خود اس امر کی شہادت دی ہے ⑥۔

مصادر سے کسی ایک صحابی کا تذکرہ نہیں ملتا جس نے ابو ہریرہؓ کو کثرت روایات کی بناء پر مطعون کیا ہو۔

حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے:

''جب لوگوں نے حضرت حسنؓ کو ان کے نانا کے پہلو میں دفن کرنا چاہا تو ابو ہریرہؓ نے مروان سے کہا: ''تم ایسی بات میں دخل دیتے ہو جس سے تمھیں کچھ سروکار نہیں۔ تمھارا مقصد اس شخص کو راضی کرنا ہے جو موجود نہیں، اس وقت امیر مدینہ مروان کے علاوہ کوئی اور شخص تھا۔ مروان یہ سن کر ناراض ہوا اور کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بکثرت احادیث روایت کرتا ہے'' ⑦۔

---

① المسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر، حدیث نمبر ۲۵۸۹، ص: ۴۵۲

② السباعی، السنة ومکانتها، ص: ۳۰۷

③ السباعی، السنة ومکانتها، ص: ۳۰۹

④ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹

⑤ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص: ۱/ ۴۰۸

⑥ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۵

⑦ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۴/ ۲۰۵

ظاہر ہے مروان تابعی ہے اور یہ واقعہ عہدِ رسالت کے بعد وقوع پذیر ہوا اور وہ بھی اس حالت میں جب مروان غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ مزید یہ کہ مروان نے اس بات کو عام لوگوں کی طرف منسوب کیا ہے اور اگر شک میں مبتلا ہونے والے خود صحابہؓ ہوتے تو وہ کسی نہ کسی طرح ابو ہریرہؓ کو اس سے ضرور آگاہ کرتے اور حضرت ابو ہریرہؓ کسی موقع پر یہ بات مروان کے گوش گزار کر دیتے ①۔

اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تابعین کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرتِ روایت پر اعتراض کیا ہو تو یہ ایک طبعی تھا کہ ابو ہریرہؓ جس کثرت سے احادیث روایت کرتے تھے اس سے بعض تابعین اور ان صحابہ کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوں جو مدینہ سے دور بود و باش رکھتے تھے خصوصاً جبکہ آپ متأخر الاسلام تھے وہ پکار اٹھتے کہ ابو ہریرہؓ کثرت احادیث میں کیوں منفرد ہیں؟ دراصل ان کا یہ اعتراض شک وتکذیب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حیرت واستعجاب کے لیے تھا اور بھلا اظہار حیرت کرنے سے تکذیب کیسے لازم آئی؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ ابو ہریرہؓ کی مرویات کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہوتے تو وہ ان کو اس بات کی اجازت کیوں دیتے کہ وہ احادیث روایت کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں حالانکہ ان کی دینی غیرت کا یہ عالم تھا کہ حدیث میں غلطی کا ارتکاب کرنے والے کو وہ فوراً ٹوک دیتے تھے ②۔

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر اس طرح کے لغو اور لایعنی قسم کے اور بھی بے شمار اعتراضات کیے ہیں۔

ابوریہ کے اعتراضات

ابوریہ نے حضرت ابو ہریرہؓ پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

ا۔ نام میں اختلاف

ابوریہ لکھتا ہے:

”جاہلیت ہو یا اسلام آج تک کسی شخص کے نام کے بارے میں اس قسم کا اختلاف پیدا نہیں ہوا جیسے ابو ہریرہؓ کے نام میں ہوا ہے۔ صحیح طور پر کسی شخص کو معلوم ہی نہیں کہ گھر والوں نے ان کا کیا نام تجویز کیا ہے۔۔۔۔۔“ ③۔

ابوریہ دراصل حضرت ابو ہریرہؓ کی تحقیر کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منشا یہ بتانا ہے کہ ابو ہریرہؓ صحابہ کرامؓ میں اس قدر گمنام تھے کہ ان کے نام کے بارے میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی شخص کے نام میں اختلاف پیدا ہونے سے اس کی عزت وتوقیر میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح تو بہت سے صحابہ کرامؓ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو ہریرہؓ اور ان کے والد کے نام میں جو اختلاف رونما ہوا ہے دراصل وہ تیس یا اس سے زائد اقوال تک نہیں پہنچتا۔ اس کثرت کی وجہ راویوں کا وہم اور الفاظ کی تقدیم وتاخیر ہے۔

① السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۳۱۳

② تفصیل کے لیے دیکھیے السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۳۱۲

③ احمد امین، فجر الاسلام، ص:۲۶۹

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں:

''غور و فکر کے بعد ابو ہریرہؓ کے نام کے بارے میں صرف دس اقوال ملتے ہیں اور اگر اس میں مزید تحقیق سے کام لیا جائے تو صرف تین نام باقی رہ جاتے ہیں یعنی عمیر، عبداللہ اور عبدالرحمٰن''①۔

۲۔ تنگدستی

ابوریہ حضرت ابو ہریرہؓ کے فقر و فاقہ کی داستان بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''ابو ہریرہؓ نے اسی لیے صفہ کو اپنا مسکن بنایا تھا کہ سکان صفہ میں ان کو خاصی شہرت حاصل تھی اور بعد میں آپ ان کے نگران مقرر کیے گئے تھے...... ابو ہریرہؓ نے بذات خود اس راز سے پردہ اٹھایا کہ اس نے نبی ﷺ کی صحبت و رفاقت کس لیے اختیار کی۔ اس طرح انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی ابتدائی نشو و نما کن حالات میں ہوئی تھی......''②۔

ابوریہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو صرف اس لیے نفرت و حقارت کا مستحق قرار دیا کہ آپ تنگدست تھے اور صفہ کو اپنا مسکن بنایا تھا حالانکہ دین اسلام نے عزت و وقار کے تمام مادی سانچوں اور پیانوں کو بے کار قرار دیا ہے۔ اس نے عظمت و فضیلت کا صرف ایک ہی معیار مقرر کیا ہے اور وہ تقویٰ ہے اور صفہ کو مسکن بنانے کا مقصد صرف علمی خدمت اور جہاد کے سوا کچھ نہیں تھا۔ قبول اسلام کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو گئے، دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہ رہی بجز اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث سنیں، آپ سفر و حضر میں کبھی رسول اللہ ﷺ سے علیحدہ نہیں ہوئے، قلب و ذہن پر یہی دُھن سوار رہتی کہ صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین سے احادیث سنیں، اور انھیں دوسروں تک پہنچائیں۔

الغرض حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی محبت، طلب ہدایت اور احادیث کی سماعت کرنے کے لیے صحبت اختیار کی تھی نہ کہ آپ ﷺ کی رفاقت صرف شکم سیری کے لیے اختیار کی تھی آپ بیان کرتے ہیں:

"وكنت ألزم رسول الله ﷺ على ملأ بطني" ③ (میں پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہا کرتا تھا۔)

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ الفاظ اپنی کثرت روایت کی وضاحت کرتے ہوئے کہے تھے۔ آپ نے ان الفاظ میں یہ نہیں بتایا کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کی صحبت کیوں اختیار کی جیسا کہ ابوریہ کا خیال ہے بلکہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہنے اور خدمت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی اس ضمن میں کہ وہ کثیر الروایہ کیسے بن گئے۔ ابوریہ کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہنے کا راز خود بیان کر دیا تھا۔

حافظ ابن حجر حضرت ابو ہریرہؓ کے مذکورہ الفاظ کی شرح میں فرماتے ہیں:

''یعنی قوت لا یموت پر قانع رہنا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے کبھی غیر حاضر نہ ہوتا''④۔

---

① ابوریہ، أضواء علی السنۃ، ص: ۱۹۵ ② ابن حجر، الاصابہ، ص: ۴/۲۰۴ ③ ابوریہ، أضواء علی السنۃ، ص: ۱۵۴

④ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب البيوع، باب ما جاء في قول الله عز و جل ﴿فإذا قضيت الصلوٰة ......﴾ حدیث نمبر ۲۰۴۷، ص: ۳۲۸

امام نووی فرماتے ہیں:

''یعنی میں آپ کی صحبت میں رہتا اور صرف قوت لایموت پر قناعت کیا کرتا تھا، میرا مقصد نہ مال جمع کرنا تھا اور نہ کچھ اور۔ ابو ہریرہؓ کا مقصد یہ تھا کہ میں صرف حلال ذرائع سے اپنی شکم سیری کا سامان کیا کرتے تھے یہ مطلب نہیں کہ آپ کی خدمت کر کے معاوضہ وصول کرتے تھے''[1]۔

یہی بات علامہ عینی نے بیان کی ہے[2]۔

رہا سوال کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ابتدائی نشوونما یتیمی کی حالت میں ہوئی تھی تو یتیم ہونا کوئی عیب نہیں خود آنحضرت ﷺ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔

ابوریہ نے اس قسم کے بے شمار لایعنی اعتراضات حضرت ابو ہریرہؓ پر وارد کیے ہیں جن کا مدلل جواب علامہ سباعی نے دیا ہے[3]۔

امام زہریؒ پر اعتراضات

تمنا عمادی اور حکیم نیاز احمد کے اعتراضات

علامہ تمنا عمادی اور حکیم نیاز احمد نے امام زہری پر بہت زیادہ اتہامات لگائے ہیں۔ ان کے نام ونسب، لقب اور کنیت سے لے کر ان کے قبیلہ، جائے پیدائش، اساتذہ وتلامذہ اور وفات تک کو موردِ طعن ٹھہرایا ہے۔ کبھی وہ انھیں تشیع کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور کبھی اہل سنت کی صف میں لاکھڑا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اخلاص اور ایمان پر حملہ کرنے سے نہیں چونکتے اور آپ کو واضع تک قرار دیا ہے۔ ان تمام ہفوات اور الزامات کا جائزہ لینا ممکن نہیں البتہ ان میں سے بعض کا تنقیدی جائزہ لیا جارہا ہے جس کی روشنی میں بقیہ اعتراضات کی حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

۱۔ زہری ارسال کے بہت خوگر تھے:

علامہ تمنا عمادی بیان کرتے ہیں:

''ابن شہاب زہری ارسال کے بہت خوگر تھے یعنی درمیان سے اپنے اصل شیخ کا نام چھوڑ کر اپنے شیخ کے شیخ سے بلا واسطہ اس طرح روایت کرتے تھے کہ سننے والا یہ سمجھے کہ انھوں نے خود فلاں شخص سے سنا ہے......''[5]۔

① ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۳۱/۴
② النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۵۳/۸
③ العینی، عمدۃ القاری، ص: ۳۹۴/۵
④ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۳۲۵
⑤ تمنا عمادی، امام زہری وامام طبری تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۳۰

۲۔ مراسیل امام ابن شہاب زہریؒ:

اہل علم نے امام زہری کی مراسیل کے بارے میں کلام کیا ہے۔بعض اہل علم نے آپ کی مراسیل کو ضعیف قرار دیا ہے۔ان علماء میں امام یحییٰ بن سعید، امام شافعی، امام علی بن مدینی شامل ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ امام زہری ثقہ اور قابل اعتبار حفاظ میں سے ہیں۔ وہ اسناد میں سے اسی شخص کو ساقط کر دیتے ہیں جو ان کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔

امام یحییٰؒ بن سعید کا قول ہے:

"مرسل الزهری لیس بشیئ" ①

زہری کی مرسل (روایات) کچھ بھی نہیں ہیں۔

امام شافعیؒ سے مروی ہے:

"ارسال الزهری عندنا لیس بشیئ و ذلك انا نجده یروی عن سلیمان بن أرقم" ②

زہری کی مرسل روایات ہمارے نزدیک کچھ بھی نہیں ہیں، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔

جبکہ محدثین کی ایک جماعت نے مراسیل زہری کو ضعیف قرار دینے والوں کا رد کیا ہے۔ان میں سے امام احمد بن صالح مصری ہے جو آپ کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے اور ان کا تذکرہ کرنے والے تھے ④۔

ایک مرتبہ ان کے سامنے امام یحییٰ بن سعید کا مذکورہ بالا قول ذکر کیا گیا تو آپ نے سختی سے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

"ما لیحییٰ و معرفة علم الزهری لیس کما قال یحییٰ" ⑤

یحییٰ کو زہری کے علم کی معرفت کہاں؟ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح یحییٰ نے کی ہے۔

مراسیل زہری کے بارے میں راجح بات یہی ہے کہ آپ کی مرسل روایات اگر اصول دین اور صحیح احادیث کے موافق ہیں تو وہ کبار تابعین کی مرسل مرویات کی مانند ہیں۔اس پر وہی شروط لاگو ہوں گی جو کبار تابعین کی مرسل مرویات کے لیے وضع کی گئی ہیں اور اگر وہ (مرسل مرویات) اصول دین اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں تو وہ مردود اور ضعیف شمار ہوں گی جن کے بارے میں امام یحییٰ بن سعید اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: "لا شیئ" ⑥ (کوئی چیز نہیں)۔

امام یحییٰ بن سعید اور امام شافعیؒ کے مذکورہ اقوال کو ظن اور گمان پر محمول کریں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ امام زہری ضعیف رواۃ کو ساقط کرتے تھے بلکہ آپ اکثر و بیشتر اختصار کے لیے ثقہ رواۃ کو ساقط کر دیتے تھے۔

---

① العلائی، جامع التحصیل، ۹۰
② العلائی، جامع التحصیل، ۹۰
③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳/۴۱۷
④ الفسوی، کتاب المعرفة والتاریخ، ص: ۱/۶۸۶
⑤ الشافعی، الرسالة، ص: ۴۶۱
⑥ ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/۳۷ ⊙ الخطیب، الکفایة، ص: ۳۱۸

اس کی دلیل امام مالکؒ بن انسؒ کا قول ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"کنا نجلس إلیٰ الزهری وإلیٰ محمد بن المنکدر فیقول الزهری قال ابن عمرؓ کذا و کذا فإذا کان بعد ذلك جلست إلیه فقلت الذی ذکرت عن ابن عمرؓ من أخبرك به قال ابنه سالم" ①

ہم زہری اور محمد بن منکدر کے پاس بیٹھتے تھے۔ زہری کہتے کہ ابن عمرؓ نے یوں یوں فرمایا۔ اس کے بعد میں ایک مرتبہ آپ کے پاس بیٹھا تو میں نے کہا جو آپ نے حضرت ابن عمرؓ سے جو روایت بیان کی ہے اس (حدیث) کو کس نے بیان کیا ہے۔تو کہنے لگے ان کے بیٹے سالم نے۔

امام مالک کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ امام زہری مراسیل میں ثقہ رواۃ کو گرا دیتے تھے۔

امام ابن عبدالبر مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فهکذا مراسیل الثقات إذا سئلوا أحالوا علی الثقات" ②

اس طرح ثقہ رواۃ کی مراسیل ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ ثقہ رواۃ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔

۲۔ زہری اور ادراج:

علامہ تمنا عمادی امام زہری پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زہری کی عادت ادراج کی بھی تھی، ادراج کہتے ہیں حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ اپنے الفاظ ملا دینے کو یعنی حدیث میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ درج کر دینا'' ③۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام زہری احادیث کی تفسیر کرتے ہوئے بعض اوقات کچھ الفاظ کا اضافہ (بطور تفسیر کے) کر دیتے تھے اور آپ کے ہمعصر ساتھیوں نے آپ کو اس سے منع بھی کیا تھا۔

آپ کے ہم عصر کا بیان ہے:

"افصل کلامك من کلام النبی ﷺ" ④

اپنے کلام کو نبی ﷺ کے کلام سے جدا رکھا کرو۔

---

① ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/ ۳۷

② تمنا عمادی، امام زہری و امام طبری تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۱۳۷

③ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/ ۲۴۷ ◉ ابن حجر، النکت، ص: ۲/ ۸۲۹

④ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/ ۲۴۷

امام ربیعہ رأیؒ نے امام زہری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"إذا حدثت فبین کلامك من کلام النبی ﷺ" ①

جب آپ حدیث بیان کریں تو اپنے کلام اور نبی ﷺ کے کلام کی وضاحت کر دیا کرو۔

ادراج کا یہ عمل بہت سارے ائمہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس کی وجہ سے کسی راوی کی عدالت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ایسا صرف حدیث کے غریب الفاظ کی شرح بیان کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور محدثین پر کلامِ رسول ﷺ اور کلام راوی کے مابین امتیاز کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے حدیث میں موجود راوی کے کلام کی نشاندہی کی ہے اور اگر یہ کوئی مشکل معاملہ ہوتا تو وہ ان کے مابین امتیاز نہ کر سکتے تھے۔

امام سیوطیؒ اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"وعندی أن ما أدرج لتفسیر غریب لا یمنع ولذلك فعله الزهری و غیر واحد من الأئمة" ②

میرے نزدیک (حدیث) کے غریب الفاظ کی تفسیر کے لیے جن الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے وہ ممنوع نہیں ہے۔ اس لیے امام زہری اور بہت سارے ائمہ حدیث نے یہ عمل کیا ہے۔

۳۔ زہری اور تدلیس

علامہ تمنا عمادی نے امام شافعی اور امام دارقطنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام زہری تدلیس کرتے تھے ③۔

مدلس کی روایت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حسب ذیل تین قول زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ مدلس کی روایت مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی سماع ثابت ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس میں راوی متہم ٹھہرتا ہے اور یہ دھوکہ ہے۔ یہ قول اہل حدیث و اہلِ فقہ کے ایک گروہ کا ہے۔ جن میں فقہاء مالکیہ میں سے قاضی عبدالوہاب الثعلبی ہیں ④۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "مدلس کی روایت قبول کی جائے گی"۔ خطیب بغدادی اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"..........وقال خلق کثیر من أهل العلم خبر المدلس قبول لأنهم لم یجعلوه بمثابة الکذاب ولم یروا التدلیس نا قضا لعدالته و ذهب إلیٰ ذلك جمهور من قبل المراسیل من الأحادیث و زعموا أن نهایة أمره أن یکون التدلیس بمعنی الإرسال" ⑤

---

① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۱/۲۷۴
② تمنا عمادی، امام زہری و امام طبری تصویر کا دوسرا رُخ، ص: ۱۳۷
③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۱۵
④ العراقی، شرح الالفیۃ، ص: ۱/۱۸۳ ⑥ ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/۱۷
⑤ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۷

اہل علم کی بہت بڑی تعداد نے کہا ہے کہ مدلس کی خبر قابل قبول ہے۔ کیونکہ انھوں نے اسے (مدلس) کو جھوٹا قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کی تدلیس کو عدالت کے سقوط کا سبب قرار دیا ہے اور یہ قول جمہور اہل علم کا ہے جو مرسل احادیث کو قبول کرتے ہیں'۔ ان کے خیال کے مطابق تدلیس بالآخر ارسال کے معنی میں ہوتی ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مدلس ثقہ راوی سے روایت کرتا ہے، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ یہ قول اکثر ائمہ حدیث کا ہے، حافظ ابوالفتح الأزدی اس بارے میں بیان کرتے ہیں:

"التدليس على ضربين فإن كان تدليساً عن ثقة لم يحتج أن يوقف على شيئ و قبل منه و من كان يدلس عن غير ثقة لم يقبل منه الحديث اذا أرسله حتىٰ يقول حدثني فلان أو سمعت" (۱)

تدلیس کی دو اقسام ہیں:

۱) اگر ثقہ راوی سے ہو، تو کسی چیز پر توقف کرنے کے لیے دلیل نہیں لی جائے گی، اور اس کی یہ روایت قبول کی جائے گی۔

۲) اگر وہ (مدلس) غیر ثقہ راوی سے روایت کرتا ہے تو ارسال کی صورت میں اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ "حدثني فلان" (مجھے فلاں نے حدیث بیان کی ہے) یا "سمعت" (میں نے فلاں سے سنا) کے الفاظ نہیں کہتا۔

امام ابوبکر بزار فرماتے ہیں:

"إن كان يدلس عن الثقات كان تدليسه عند أهل العلم مقبولاً" (۲)

اگر وہ (مدلس) ثقات سے تدلیس کرتا ہے، تو اہل علم کے ہاں اس کی تدلیس قابل قبول ہے۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی رقمطراز ہیں:

"إن كان المدلس من ثقات القرون الثلاثة يقبل تدليسه كإرساله مطلقاً" (۳)

اگر مدلس قرون ثلاثہ کے ثقہ رواۃ میں سے ہے تو اس کی تدلیس قبول کی جائے جس طرح ان کا ارسال قابل قبول ہے۔

امام زہری چونکہ ثقہ رواۃ سے تدلیس کرتے ہیں اس لیے ان کی تدلیس اہل علم کے ہاں قابل قبول ہے۔

امام علائی فرماتے ہیں:

"محمد بن شهاب الزهري الامام العالم مشهور به و قد قبل الأئمه قوله عن......" (۴)

محمد بن شہاب زہری مشہور امام عالم ہیں ائمہ (محدثین) نے آپ کے عنعنہ کو قبول کیا ہے۔

---

(۱) ابن حجر، طبقات المدلسین، ص:۲۱
(۲) التھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، ص:۵۳
(۳) العلائی، جامع التحصیل، ص:۱۰۹
(۴) العلائی، جامع التحصیل، ص:۱۱۳

ا۔ امام علائی کے نزدیک آپ کی تدلیس متحمل (یعنی قابل برداشت) ہے اور دوسری بات یہ کہ آپ کی تدلیس زیادہ نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"من احتمل الأئمة تدليسة وخرّجوا له في الصحيح و إن لم يصرح بالسماع و ذلك لإ مامته أو لقلة تدليسه في جنب ماروى أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة و ذلك كالزهري"①

ائمہ نے بعض حضرات کی تدلیس کو ان کی امانت یا قلت تدلیس یا ثقہ رواۃ سے تدلیس کے پیش نظر قابل برداشت سمجھا اور ان کی مرویات کو صحیح میں نقل کیا ہے اگرچہ انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی ہے مثلاً امام زہری۔

ابن العجمی فرماتے ہیں:

"محمد بن شهاب الزهري الامام العالم المشهور ، مشهور به و قد قبل الأئمة قوله عن"②

محمد بن شہاب زہری مشہور امام عالم ہیں ائمہ (محدثین) نے آپ کے عنعنہ کو قبول کیا ہے۔

نیز امام ذہبی، ابن شہاب زہری کی تدلیس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كان يدّلس في النادر"②

(ابن شہاب) شاذ و نادر ہی تدلیس کرتے تھے۔

البتہ حافظ ابن حجرؒ نے امام زہریؒ کی تدلیس کے بارے میں جمہور محدثین سے اختلاف کیا ہے۔ انھوں نے امام زہری کو طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں شمار کیا ہے جو کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں:

"من أكثر من التدليس فلم يحتج الأئمة من أحاديثهم إلا ما صرحوا فيه بالسماع و منهم من رد حديثهم مطلقاً و منهم من قبلهم كابي الزبير المكي"③

جو کثرت سے تدلیس کرتے ہیں ان کی احادیث کو محدثین نے حجت نہیں قرار دیا إلاّ یہ کہ وہ ان میں سماع کی صراحت کریں اور بعض نے ان کی احادیث کو مطلق رد کیا ہے اور جبکہ کچھ نے ان کی مرویات کو قبول کیا ہے جن میں سے ابوزبیر مکی ہیں۔

---

① ابن العجمی، التبیین لاسماء المدلسین، ص: ۵۰

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۴۰

③ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۲۳

امام زہریؒ کے بارے میں ابن حجر کی رائے قابلِ قبول نہیں اس لیے کہ انھوں نے اپنے سے قبل ائمہ (محدثین)، جنھوں نے اسمائے مدلسین کے بارے میں کتب تصنیف کی ہیں، کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً امام ذہبی، امام علائی اور ان کے معاصر سبط بن عجمی وغیرہ۔

اس سے واضح ہوا کہ امام زہری کا عنعنہ سے روایت کرنا مطلقاً حجت ہے۔

ان کے علاوہ بھی تمنا عمادی، مولانا محمد نافع نے امام زہری پر اعتراضات کیے ہیں[1]۔

اب سوال یہ ہے کہ ان منکرین حدیث کے حدیث اور رواۃ حدیث کو مورد طعن بنانے کے در پردہ کیا اسباب کارفرما تھے؟ اس بارے میں ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد نے بالخصوص برصغیر میں فتنۂ انکار حدیث کے حوالے سے چند ایک اسباب ذکر کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ خواہشاتِ نفس کی پیروی

۲۔ کم علمی اور جہالت

۳۔ عقل کو معیار بنانا

۴۔ دنیاوی اغراض و مقاصد کا حصول

۵۔ برطانوی سامراج کی سازش

۶۔ مستشرقین کی خوشہ چینی[2]

درج بالا اسباب دیگر عرب منکرین حدیث پر بھی چسپاں کیے جاسکتے ہیں۔

---

[1] مقالۂ ہذا میں ان تمام اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لینا شامل نہیں اس لیے کہ یہ موضوع سے غیر متعلق ہیں۔

[2] محمد عبداللہ، برصغیر میں فتنہ انکار حدیث کی تاریخ اور اسباب، محدث (اشاعت خاص: فتنہ انکار حدیث)، ص: ۱۲۴

فہرستِ آیاتِ

	آیت		صفحہ نمبر
⦿	1. وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ ..	البقرة (120:2)	561
⦿	2. وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ ..	البقرة (143:2)	474
⦿	3. الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ..	البقرة (146:2)	568
⦿	4. إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ ..	البقرة (159:2)	36، 136
⦿	5. وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ ..	البقرة (193:2)	49
⦿	6. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ ..	البقرة (207:2)	148
⦿	7. وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ ..	البقرة (260:2)	521
⦿	8. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ..	البقرة (282:2)	180
⦿	9. قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ ..	آل عمران (26:3)	21
⦿	10. قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ ..	آل عمران (31:3)	578
⦿	11. قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ ..	آل عمران (32:3)	578
⦿	12. وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ ..	آل عمران (81:3)	580
⦿	13. وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ .	آل عمران (104:3)	135
⦿	14. كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ	آل عمران (110:3)	22، 135
⦿	15. فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ..	النساء (65:4)	610
⦿	16. وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ ..	النساء (83:4)	505
⦿	17. وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا ..	النساء (93:4)	192
⦿	18. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا ..	النساء (94:4)	505
⦿	19. وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ..	النساء (100:4)	149
⦿	20. وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ..	النساء (113:4)	580
⦿	21. الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ ..	المائدة (3:5)	588
⦿	22. وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ..	المائدة (44:5)	148
⦿	23. وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ ..	المائدة (49:5)	610
⦿	24. لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ ..	المائدة (82:5)	623
⦿	25. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ..	المائدة (106:5)	507
⦿	26. وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ ..	الانعام (7:6)	205
	27. إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ..	الانعام (57:6)	148

آیت	سورت	صفحہ
28. وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ ..	الانعام (60:6)	502
29. قَالُوا أَرْجِهِ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ..	الأعراف (111:7)	156
30. وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا ..	الأعراف (145:7)	208
31. وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ..	الأعراف (154:7)	208
32. يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ ..	التوبة (32:9)	551
33. وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا ..	التوبة (58:9)	145
34. وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ ..	التوبة (100:9)	23، 425
35. وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ..	التوبة (106:9)	156
36. وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ ..	التوبة (122:9)	485
37. قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا أَنْ ..	هود (62:11)	156
38. أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ ..	ابراهيم (24:14)	48
39. تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ..	ابراهيم (25:14)	551
40. وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ ..	ابراهيم (26:14)	551
41. إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ..	الحجر (9:15)	22، 473
42. الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ..	الحجر (91:15)	206
43. فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ ..	النحل (43:16)	22
44. وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ ..	النحل (44:16)	22، 170
45. سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى ..	الاسراء (1:17)	602
46. قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ ..	الكهف (66:18)	186
47. أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَى ..	طه (133:20)	201
48. إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ ..	النور (11:24)	506
49. لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ..	النور (12:24)	506
50. إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ ..	النور (15:24)	506
51. وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ ..	النور (16:24)	506
52. وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ..	النور (55:24)	138
53. اذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا ..	النمل (28:27)	199
54. قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ..	النمل (29:27)	199
55. قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ ..	النمل (44:27)	580
56. وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى ..	الأحزاب (33:33)	21، 32
57. وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ..	الأحزاب (34:33)	580
58. وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا ..	الفاطر (18:35)	525
59. وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ..	الصفت (83:37)	152

	آیت	سورة	صفحہ
⦿	60. يَادَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ ..	ص (96:38)	606
⦿	61. إِئْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ ..	الاحقاف (6:46)	492
⦿	62. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا ..	محمد (33:47)	578
⦿	63. لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً ..	الفتح (9:48)	133
⦿	64. لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ..	الفتح (18:48)	475
⦿	65. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ..	الحجرات (1:49)	579
⦿	66. إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ..	الحجرات (3:49)	133
⦿	67. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ..	الحجرات (6:49)	503
⦿	68. وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ..	الحجرات (14:49)	578
⦿	69. أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ..	النجم (36:53)	201
⦿	70. وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ..	القمر (13:54)	208
⦿	71. وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ..	الحشر (7:59)	579
⦿	72. لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ ..	الحشر (8:59)	474
⦿	73. يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ ..	الصف (8:61)	24
⦿	74. هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى ..	الصف (9:61)	24
⦿	75. فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ ..	الطلاق (2:65)	507
⦿	76. بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا مُنَشَّرَةً ..	المدثر (52:74)	201
⦿	77. فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ ..	عبس (13:80)	201
⦿	78. وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ..	التکویر (10:81)	201
⦿	79. إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ..	الاعلیٰ (18:87)	201
⦿	80. صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ..	الاعلیٰ (19:87)	201
⦿	81. اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ..	العلق (1:96)	180
⦿	82. رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُطَهَّرَةً ..	البينة (2:98)	201

فہرست احادیث

حدیث	صفحہ نمبر
احفظوه و أخبروه من وراء كم	485, 172
احفظوهن وأخبروا بهن من وراء كم	135
استأذن رجل على رسول الله ﷺ فقال ائذنوا له	509
استعن بيمينك و أومأ بيده الخط	182
العجماء جرحها جبار	501
اللهم املأ هما علما و حلماً	114
اللهم علم معاوية الكتاب و مكن له فى البلاد و قه العذاب	114
اللهم اكثر ماله وولده و بارك له فيه	57
الوضوء مما مست النار ولو من ثور إقط	524
ان الميت يعذب ببكاء أهله عليه	525
ان رجلا من الأعراب أتى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله	186
ان رسول الله ﷺ كان إذا خرج	238
ان عبدالله رجل صالح	510
انكم لتقولون أكثر ابو هريرة عن النبى ﷺ والله	487, 35
انه لم يقص على عهد النبى ﷺ ولا على عهد ابى بكرؓ ولا عمرؓ	469
انى سمعت رسول الله ﷺ يقول: من لم يرحم الناس لا	215
أكتبوا لأبى شاه	182
ألا تسألنى من هذه الغنائم التى يسألنى أصحابك	35
ألا إنى أوتيت الكتاب و مثله معه	581
ألا ليبلغ الشاهد الغائب	135, 23
أللهم اجعله هاديا مهديا واهد به	114
أللهم علم معاوية الكتاب و الحساب وقه العذاب	114
أللهم علمه الحكمة"	39
أللهم علمه الكتاب	39
أللهم فقهه فى الدين وعلمه التاويل	39
أمحضوا كتاب الله و أخلصوه	618
أن النبى ﷺ ورث امراة أشيم الضبابى من دية زوجها	230

- أن رسول الله أمر بقتل الكلاب إلا كلب صيد 598
- أن معاوية بن ابى سفيان وأباجهم خطبانى فقال 510
- أن ورّث امرأة أشيم الضبابى من ديته 230
- أنتوضأ من الدهن أنتوضأ من الحميم 524
- أنه تزوج ابنة لأبى إهاب بن عزيز فأتته امرأة فقالت 187
- أو نجس موتى المسلمين وما على رجل لو حمل عوداً 524
- بلغنى حديث عن رجل من أصحاب النبىﷺ فابتعت 189
- بلغوا عنى و لو آية و حدثوا عن بنى اسرائيل ولا حرج 427
- بينما نحن جلوس مع النبىﷺ فى المسجد دخل 187
- تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما مسكتم بهما كتاب الله 553
- تسمعون ويسمع منكم ويسمع من الذين يسمعون منكم 494, 136
- حديث سمعته من رسول اللهﷺ فى ستر المسلم 189
- خير الناس قرنى ثم الذين يلونهم 23
- سلام عليك أما بعد فإنى سمعت رسول اللهﷺ 231
- سمعت رسول اللهﷺ يوم جمعة عشية رجم الأسلمى 236
- سيخرج قوم فى آخر الزمان ...... يمرقون من الدين كما 148
- طلقنى زوجى ثلاثا على عهدالنبىﷺ فقال 525
- فجزأها ثمانية أجزاء 206
- فإن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله 525
- قرأت جزءا من القرآن 206
- قيدوا العلم بالكتاب 182
- قيدوا العلم ، قلت وما تقييده قال كتابته 182
- كان النبىﷺ يتخولنا بالموعظة فى الأيام كراهة 468
- كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع 496
- كنا مع النبىﷺ فشخص ببصره إلىٰ السماء ثم قال 528
- كنت أنا و جار لى من الأنصار فى بنى امية بن زيد وهى 187
- كنت أنا وجار لى من الأنصار فى بنى أمية بن زيد وهى 522, 486
- لا تشدوا الرحال إلا إلىٰ ثلاثة مساجد مسجدى 600
- لا تكتبوا عنى و من كتب عنى غير القرآن فليمحه 435, 167
- لا تكذبوا علىّ فإنه من كذب علىّ فليلج النار 136
- لا يقص على الناس إلا أمير أو مأمور أو مُراء 468
- لم يكن القصص فى زمن رسول اللهﷺ ولا زمن ابى بكرؓ 469

⦿ لو لا آیتان فی کتاب الله ماحدثتکم 36
⦿ لیبلّغ الشاهد الغائب فإن الشاهد عسیٰ أن یبلّغ من هو 494
⦿ متی استیقظ أحدکم من نومه فلیغسل یده قبل أن 629
⦿ من حدث عنی حدیثا یر ی أنه کذب فهو أحدالکاذبین 421
⦿ من سئل عن علم علمه ثم کتمه ألجم یوم القیامة 135
⦿ من غسل میتاً فلیغتسل و من حمله فلیتوضأ 524
⦿ من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار 518
⦿ من کذب علیّ متعمداً فلیتبو أ مقعده من النار 423
⦿ من لا یهتم بأمر المسلمین فلیس منهم و من لا یصبح 518
⦿ من ولی القضاء أوجعل قاضیا بین الناس فقد ذبح 610
⦿ نضر الله امرء اً سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلّغه 173
⦿ نضرالله امراء سمع مقالتی فوعا ها و حفظها و بلّغها 485
⦿ نضرالله امراء سمع منا شیئا فبلّغه کما سمعه 485
⦿ نضرالله امرء سمع مقالتی فوعاها و حفظها و بلّغها 173
⦿ نهینا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شیئ فکان 186
⦿ و کنت أکثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا و.......... 487,36
⦿ و إن أمتی ستفترق علی ثنتین و سبعین فرقة 128
⦿ والله ما أظن رسول الله ﷺ قال ما قلت قط 525
⦿ ولیبلغ الشاهد الغائب 172, 135
⦿ یا أبا بکرؓ قل أللهم فاطر السموات 228
⦿ یا رسول الله إن امراتی ولدت غلاما أسود 187
⦿ یا رسول الله ﷺ من أسعد الناس بشفاعتك 34
⦿ یا رسول الله ﷺ إنا لا نستطیع أن نأتیك إلا فی شهر الحرام 187
⦿ یا رسول الله ﷺ إنی أرید أن أروی من حدیثك فأردت 181
⦿ یوشِك أن یضرب الناس ـأکباد 99

فہرست اعلام

نام اعلام	صفحہ نمبر
ابان بن عثمان	270
ابان بن عیاش	309
ابراهیم بن سعد زهری	397
ابراهیم بن عثمان ابو شیبه	380
ابراهیم بن محمد بن ابی یحییٰ الأسلمی	398
ابراهیم بن محمد بن الحارث الفزاری	400
ابراهیم بن یزید النخعی	259
ابراهیم بن جریر بن عبدالله البجلی	286
ابراهیم بن عبد الاعلیٰ الجعفی	294
ابراهیم بن عقیل بن معقل	393
ابراهیم بن میمون الصائغ	325
ابراهیم بن ذی حمایة	356
ابراهیم بن طهمان ابو سعید الخراسانی	370
ابراهیم بن مسلم الهجری	299
ابراهیم بن میسرة	306
ابن ابی ذئب محمد عبد الرحمن	352
ابن اسحاق	76
ابن عدیس	434
ابو العالیة الریاحی رفیع بن مهران البصری	255, 58
ابو امامہ صدیؓ بن عجلان	241
ابو ایوب انصاریؓ	214, 26
ابو بکر بن عیاش الاسدی	404
ابو حنیفه،نعمان بن ثابت	319
ابو رجاء مطر بن طهمان	285
ابو سعید خدریؓ	235, 52
ابو سلمه بن عبدالرحمان	512
ابو سلمه بن عبدالرحمن بن عوف	268
ابو قلابه عبدالله بن زید	269
ابو مجلز بن حمید السدوسی	272
ابو موسیٰ الأشعریؓ	210, 28
ابوبکر بن خلاد	549
ابوبکر بن عبد الله بن ابی سبرة	368
ابوبکر بن عبدالرحمان	513
ابوبکر بن عبدالرحمن بن المسوربن مخرمة	327

ابوبکر بن محمد بن عمروؓ بن حزم الأنصاری	281
ابوبکر بن محمد	414
ابوہریرۃؓ	218, 33
احمد بن حازم المصری	339
ارطأۃ بن المنذر	321
اسامہ بن زید اللیثی	346
اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ	315
اسرائیل بن یونس السبیعی	356
اسماعیل بن سمیع الحنفی	311
اسماعیل بن مسلمہ المکی	316
اسماعیل بن ابراھیم الأسدی ابن علیۃ	403
اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی	317
اسماعیل بن سالم ابو یحییٰ الأ سدی	328
اسماعیل بن عبداللہ	466
اسماعیل بن عیاش العنسی	394
اسماءؓ بنت عمیس الخثعمیۃ	210
اسیدؓ بن حضیر الأنصاری	230
اشعث بن سوار الکندی	328
اشعث بن عبدالملک ابوھانی البصری	333
اصمعی	492
الأوزاعی عبد الرحمان بن عمرو	353, 85
الحکم بن عتیبہ	279
السکن بن أبی خالد	387
العلاء بن عبدالرحمن الحرقی	310
النھاس بن قھم القیسی	301
الولید بن محمد الموقری	396
انس بن عیاض ابو ضمرۃ المدنی	399
انسؓ بن مالک	243, 56
ایوب بن خوط	339
ایوب بن عتبہ الیمامی	357
ایوب بن موسیٰ بن عمرو	325
أبان بن تغلب الکوفی	332
أبان بن یزید العطاء	356
أسود بن قیس الجلی	294
أسودبن شیبان	373
أم الدرداء جھیمۃ بنت یحییٰ الدمشقیہ	254
بحر بن کنیز الباھلی	357
بحیر بن سعد السحولی الحمصی	358
براءؓ بن عازب	234
بشیر بن نھیک	252

- بقیة بن الولید الکلاعی 405
- بکر بن وائل بن داؤود 324
- بکیر بن عبداللہ الأشج 286
- بھز بن حکیم القشیری 332
- پطرس محترم 562
- ثابت بن اسلم البنانی 296
- ثابت بن عجلان 294
- ثور بن یزید الکلاعی الکندی 348
- ثویر بن ابی فاختہ 287
- جابر بن زید الأزدی 255
- جابرؒ بن یزید الجعفی 297
- جابرؓ بن سمرۃ 236
- جابرؓ بن عبداللہ 239, 54
- جریرؓ بن عبداللہ البجلی 215
- جریر بن حازم الازدی 387
- جریر بن عبدالحمید ابو عبداللہ الضبی 401, 106
- جعد بن درھم 159
- جعد بن عبدالرحمن بن أوس 315
- جعفر بن الحارث الواسطی الکوفی 382
- جعفر بن سلیمان الضبعی 390
- جعفر بن محمد بن علی بن الحسین 337
- جعفر بن میمون التمیمیؒ 330
- جعفربن برقان الکلابی 340
- جمیل بن زید الطائی 287
- جواب بن عبیداللہ التیمی م 287
- جویریہ بن أسماء الضبعی 385
- جھم بن صفوان 159
- حارث بن عبداللہ الأعور 248
- حبان بن جزء السلمی 262
- حبیب بن سالم الانصاری 266
- حبیب بن ابی ثابت 285
- حبیب بن ابی حبیب الحرمی 368
- حجاج بن الحجاج الباھلی 325
- حجاجؒ بن محمد الأعور 399
- حجرؓ بن عدی 213
- حریر بن عثمان بن جبر الرجبی 321
- حسان بن ابراھیم ابوھشام الکوفی 400
- حسن بن ابی جعفر 365
- حسن بن دینا رابو سعید التمیمی 340
- حسن بن صالح بن صالح الھمدانی 380

حسن بن عمارة ابو محمد الكوفى	347
حسن بن محمد بن الحنفية	261
حسنؓ بن علیؓ	212
حسن بن يسار بصرى	274, 66
حسین بن قیس ابو علی الرحبی	340
حسین بن واقد المروزی	355
حصین بن عبدالرحمن السلمی	308
حفص بن سلیمان التمیمی	324
حفص بن سلیمان الأسدی	393
حفص بن غیلان الهمدانی	340
حکم بن ظهیر	448
حماد بن ابی سلیمان	158
حماد بن ابی سیلمان	285
حماد بن زید بن درهم الأزدی	391
حماد بن سلمة البصری	376, 96
حمران بن ابان، مولیٰ عثمانؓ بن عفان	251
حمید بن زیاد ابو صخر	402
حنظله بن ابی سفیان الجمحی	345
حوشب بن عقیل العبدی	340
حیوة بن شریح	354
حیبی بن هانی ،ابو قبیل	297
حُمید بن ابی حمید الطویل	314
خارجه بن زید	512
خارجة بن مصعب السرخی	377
خالد بن ابی نوف السجستانی	330
خالد بن عبید	445
خالد بن معدان القلاعی	266
خالد بن مهران الحذائی	312
خالد بن یزید بن عبدالر حمن الدمشقی	399
خالدبن ابی عمران التجیبی	298
خصیف بن عبد الرحمن الجزری	309
خلف بن خلیفه بن صاعد الأشجعی	396
داؤد بن ابی هند	310
داؤد بن الحصین الأموی	328
داؤد بن شابور	331
دائود بن نصیر الطائی	358
ذر بن عبدالله	158
ذکوان ،ابو صالح السمّان	264
رافعؓ بن خدیج	182
رافع بن خدیج	236

- ربیع بن صبیح السعدی ابوبکر البصری 358, 88
- ربیعة بن فروخ التیمی 308
- رجاء بن حیوة 277
- رقبہ بن مصقلة العبدی الکوفی 299
- زائدہ بن قدامۃ ابوالصلت الثقفی 359
- زائدة بن أبی الرقاد الباھلی 382
- زبیر بن عدی 305
- زفر بن ھذیل 354
- زکریا بن ابی زائدة 337
- زکریا بن اسحاق المکی 382
- زھیر بن محمد التمیمی 368
- زھیر بن معاویة الجعفی 385
- زیاد بن ابی زیاد 311
- زیدؓ بن ارقم 231
- زیدؓ بن ثابت 210
- زیاد بن سعد الخرسانی 341
- زید بن أسلم مولی ابن عمرؓ 308
- زید بن رفیع 294
- زید بن سلام ممطور الحبشی 331
- زید بن علی بن حسینؓ 323
- سالم بن ابی جعد 260
- سالم بن عبداللہ الخیاط البصری 349
- سالم بن عبداللہؓ بن عمرؓ 272, 64
- سالم بن عبداللہ 512
- سالم بن عجلان الأفطس 325
- سائبؓ بن یزید 243
- سعد بن ابراھیم بن عبدالرحمن 295
- سعد بن الأنصاری 313
- سعید بن المسیّب 256, 60
- سعید بن جبیر 258
- سعید بن فیروز الطائی 254
- سعید بن ابی عروبہ 349, 83
- سعید بن ایاس الجریری 315
- سعید بن بشیر الأزدی 379
- سعید بن عبداللہ بن جریج 359
- سفیان بن سعید الثوری 366, 93
- سفیان بن عیینہ الھلالی 405, 108
- سلم بن ابی الذیال البصری 328
- سلمة بن دینار ابوحازم الأشجعی 306
- سلمة بن کھیل 289

⊙ سلیمان بن قیس الیشکری	251
⊙ سلیمان بن موسیٰ الأشدق	280
⊙ سلیمان بن یسار	273
⊙ سلیمان بن ابی سلیمان' ابو اسحاق الشیبانی	299
⊙ سلیمان بن المغیرۃ القیس	373
⊙ سلیمان بن بلال التیمی	383
⊙ سلیمان بن طرخان البصری	314
⊙ سلیمان بن قرم التیمی	359
⊙ سلیمان بن مہران الأعمش	318
⊙ سلیمان بن یسار	513
⊙ سماکؒ بن الولید	288
⊙ سماکؒ بن حرب الکوفی	289
⊙ سمرۃؓ بن جندب	224
⊙ سہل بن سعد الساعدی	243
⊙ سہیل بن ابی صالح	330
⊙ سیبویہ	515
⊙ سُلیم بن قیس الہلالی	249
⊙ شدّادؓ بن اوس الأنصاری	216
⊙ شراحیل بن شرحبیل	247
⊙ شریکؒ بن عبداللہ النخعی الکوفی	389
⊙ شعبہ بن دینار الہاشمی	280
⊙ شعبۃ بن الحجاج الأزدی	360, 91
⊙ شعیب بن ابی حمزۃ	369
⊙ شفا بنت عبداللہ	180
⊙ شقیق بن سلمۃ الأسدی ابو وائل	254
⊙ شقیق بن ابراہیم البلخی	347
⊙ شمعون الأزدیؓ ابو ریحانہ	216
⊙ شہر بن حوشب الأشعری	262
⊙ شیبان بن عبدالرحمن التمیمی	372
⊙ صالح بن نبہان مولی التوامۃ	295
⊙ صخر بن جویریہ	361
⊙ صدقۃ بن خالد الاموی	393
⊙ صدقۃ بن عبداللہ السمین	375
⊙ صفوان بن عمرو الضبی الصغیر	350
⊙ ضحاکؒ بن مزاحم	270
⊙ ضحاکؓ بن سفیان الکلابی	230
⊙ ضحاکؓ بن قیس الکلابی	230
⊙ ضمام بن اسماعیل المرادی	399
⊙ طالوت بن اصم	159
⊙ طاؤس بن کیسان	262

- طلحۃ بن نفع القرشی ابو سفیان 275
- عاصم بن رجاء بن حیوۃ الکندی 341
- عاصم بن سلیمان الأحول 314
- عاصم بن عمر العمری 382
- عاصم بن عمر بن قتادۃ 288
- عاصم بن کلیب الکوفی 329
- عاصم بن محمد العمری 362
- عامر بن شراحیل 267, 62
- عامر بن عبداللہؓ بن مسعود 254
- عائشہؓ بنت ابی بکر ، اُم المئومنینؓ 217, 31
- عبا س بن الفضل الانصاری 400
- عباد بن عبدالصمد 444
- عباد بن یعقوب 448
- عبادۃ بن صامت 179
- عبد الرحمن بن سابط 281
- عبد الرحمن بن یزید الأزدی 347
- عبد العزیز بن عبداللہ الماجشون 373
- عبد الکریم بن ا بی المخارق 297
- عبد اللہ بن ابی لبید 311
- عبد اللہ بن زیاد المخزومی 341
- عبد اللہ بن عون البصری 320
- عبد اللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمن 328
- عبد الملک بن ابی سلیمان العرزمی 316
- عبد الملک بن عبد العزیز' ابن جریج 342, 78
- عبدالأعلیٰ بن ابی المساور 362
- عبدالجبار بن الورد المخزومی 363
- عبدالرحمن بن ابی الزناد المدنی 385
- عبدالرحمن بن ثابت الدمشقی 373
- عبدالرحمن بن حرملۃ 335
- عبدالرحمن بن زیادالأفریقی 320
- عبدالرحمن بن عائذ الأزدی 253
- عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی 363
- عبدالرحمن بن عبداللہؓ بن مسعود 252
- عبدالرحمن بن غنم الأشعری 252
- عبدالرحمن بن ملؒ' ابو عثمان النہدی 259
- عبدالرحمن بن ہرمز الأعرج 281
- عبدالرزاق بن عمر الثقفی 363
- عبدالعزیز بن سعید بن سعد 275
- عبدالعزیز بن الحصین 364
- عبدالعزیز بن صہیب البنانی 299

عبدالقدوس بن حبیب الشامی	331
عبدالکریم بن ابی العوجاء	471
عبداللہ بن ابی قتادۃ الأنصاری	261
عبداللہ بن ادریس الأودی	403
عبداللہ بن العلاء ابوزبر الربعی	374
عبداللہ بن القاسم ابو عبیدۃ	324
عبداللہ بن المبارک	101
عبداللہ بن بریدۃ الأسلمی	280
عبداللہ بن جعفر بن نجیح السعدی	390
عبداللہ بن ذکوان القرشی ابوالزناد	300
عبداللہ بن رباح الأنصاری	255
عبداللہ بن سبا	154
عبداللہ بن شبرمہ	315
عبداللہ بن شوذب الخراسانی	334
عبداللہ بن عبداللہ بن اویس	381
عبداللہ بن عثمان بن خثیم	325
عبداللہ بن عمر العمری	384
عبداللہ بن لہیعۃ بن عقبۃ الحضرمی	386
عبداللہ بن محمد بن عقیل	313
عبداللہ بن محمد بن علی ابو ہاشم	262
عبداللہ بن ہرمز	263
عبداللہ بن یزید المخزومی	337
عبداللہؓ بن زبیرؓ	235
عبداللہؓ بن أوفی	242
عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص	225, 44
عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب	237, 46
عبداللہؓ بن زبیرؓ	117
عبداللہؓ بن عباسؓ	231, 38
عبداللہؓ بن عتبہ	236
عبدالملک بن مروان	120
عبدالوارث بن سعید العنبری البصری	394
عبداللہ بن ابی بکرؓ بن حزم الأنصاری	306
عبداللہ بن بشر الکاتب	277
عبدللہ بن الحسین، ابو حریز	331
عبید اللہ بن ابی رافع	253
عبیدۃ بن عمر و السلمانی	249
عبید اللہ بن ابی الزناد الشامی	354
عبید اللہ بن عمر بن حفص العمری	335
عبید اللہ بن عمرو ابو الولیدالرقی	394
عبیداللہ بن أیاد السدوسی	381

- عبیداللہ بن عبداللہ 512
- عبیداللہ بن ابی جعفر المصری 307
- عبیدة بن حمید التیمی 402
- عتبہ بن حمید الضبی 343
- عثمان بن الأسود المکی 343
- عثمان بن حاضر الحمیری 280
- عثمان بن عاصم الأسدی' ابو حصین 298
- عثمان بن مقسم البری 364
- عروہ بن زبیر 217
- عروة بن زبیر 256
- عطاف بن خالد 343
- عطاء بن ابی رباح 278
- عطاء بن ابی مسلم الخراسانی 307
- عطاء بن السائب 308
- عطاء بن یسار 268
- عقیل بن خالد الایلی 333
- عکرمہ بن خالد بن العاص 282
- عکرمہ بن عمار العجلی 355
- عکرمہ مولیٰ ابن عباس 271
- علی بن حسین 512
- علی بن عاصم بن صہیب الواسطی 406
- علی بن عبد اللہ بن عباس 283
- علی بن مبارک الہنائی 374
- علی بن مسہر القرشی 402
- عمار بن معاویة الدهنی 306
- عمارة بن جوین' ابوھارون 306
- عمارة بن غزیہ 311
- عمر بن ابراهیم العبدی 350
- عمر بن ذر الهمدانی 347
- عمر بن قیس المکی 364
- عمر بن محمد بن زید 336
- عمر و بن میمون الأودی 250
- عمران بن ابی قدامة 312
- عمران بن حدیر 319
- عمربن ابی سلمة بن عبدالرحمن 326
- عمرو بن الحارث الأنصاری 339
- عمرو بن ثابت بن هرمز البکری 384
- عمرو بن دینار المکی 295
- عمرو بن عبداللہ ابو اسحاق السبیعی 297
- عمرو بن عبید التمیمی 333

عمرو بن عمرو ابو الزعراء	324
عمروؓ بن حزم الأنصاری	213
عمرة بنت عبدالرحمن بن سعد الأنصاریة	260
عمرة بنت عبدالرحمٰن	414
عمرؒ بن عبدالعزیز	123, 126
عوف بن ابی جمیلہ	336
عون بن عبداللہ	275
عیسٰی بن ابی عیسٰی ابو جعفر التمیمی	364
غیلان بن جامع المحاربی	326
فضیل بن میسرة الازدی	336
قاسم بن عبدالرحمن الشامی	277
قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ	273
قاسم بن محمد	414, 217
قتادة بن دعامة السدوسی	282
قرة بن خالد السدوسی	350
قیس بن سعد ابو عبد الملک	323
قیس بن الربیع الأسدی	377
کثیر بن مرّة الحضری	251
کثیر بن زید الأسلمی	354
کثیر بن عبداللہ المدنی	350
کردوس بن عباس الثعلبی	247
کعبؓ بن عمرو	216
کہمس بن الحسن	319
گلیوم پوسٹل	563
لاحق بن حمید' ابو مجلز	263
لیث بن سعد الفهمی	388
لیث بن ابی سلیم	334
مالکؒ بن انس الأصبحی المدنی	392, 98
مبارک بن فضالہ البصری	374
مجالد بن سعید	334
مجاهد بن جبر المکی	265
محمد بن ابی بکر الأنصاری	326
محمد بن ابی کبشہ	263
محمد بن اسحاق	320
محمد بن المنکدر	300
محمد بن الولید الزبیدی	337
محمد بن جابر بن سیار الیمامی	379
محمد بن جحادة الکوفی	305
محمد بن راشد المکحولی	365
محمد بن زیاد القرشی	288

محمد بن سالم الهمدانی	331
محمد بن سائب الکلبی	336
محمد بن سوقه الغنوی	307
محمد بن سیرین	275, 68
محمد بن عبدالرحمن البیلمانی	332
محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	338
محمد بن عبدالله بن علاثة	371
محمد بن عبید الله العزرمی	351
محمد بن عجلان المدینی	318
محمد بن علی بن الحسین الباقر	279
محمد بن علیؒ بن ابی طالب ،ابن الحنفیة	250
محمد بن عمرو اللیثی	335
محمد بن عمروؓ بن حزم	247
محمد بن مسلم الطائفی	390
محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبیر القرشی	296
محمد بن مسلم بن شهاب زهری	290, 72
محمد بن میسرة ابو مسلمة البصری	344
محمد بن میمون ابوحمزةالسکری	375
محمدؓ بن مسلمه	212
مخارق بن خلیفه	300
مختار ثقفی	155
مسروق بن الأجدع	248
مسعر بن کدام	351
مطر بن میمون	445
مطرف بن طریف الحارثی	327
معاذة بنت عبدالله العدویة	254
معاویهؓ بن ابی سفیان	113
معاویه بن یحییٰ الدمشقی	344
معاویة بن سلام الحبشی	382
معاویة بن صالح الحمصی	384
معتمر بن سلیمان بن طرخان التمیمی	400
معقل بن عبیدالله الجزری	375
معمر بن راشد الأزدی	348, 80
مغیث بن سمّی الأوزاعی	253
مغیرهؓ بن شعبه	212
مغیرة بن مقسم الضبی	329
مقاتل بن سلیمان الأزدی الخراسانی	344
مقسم بن بجرة	265
مکحول بن ابو مسلم الشامی ابو عبد الله	277, 70
ممطور الحبشی 'ابو سلام	264

منصور بن زاذان	298
منصور بن معتمر	327
موسیٰ بن عقبه	313
میمونهؓ بنت الحارث الهلالیه، أم المؤمنین	214
میمون بن موسیٰ البصری	345
میمون بن مهران	283
نافع بن عمر بن عبدالله المکی	381
نافع بن یزید الکلاعی	380
نافع مولی ابن عمرؓ	283
نجیح بن عبدالرحمن السندی' ابو معشر	321
نعمانؓ بن بشیر	231
نعیم بن میسره النحوی	383
نفیعؓ بن الحارث ابو بکرة	215
واثلهؓ بن الأسقع	242
واسط بن الحارث بن حوشب	345
واصل بن عبدالرحمن ابو حرة	346
واصل بن عطاء	160
وضاح بن عبدالله أبو عوانة الواسطی	388
وهب بن منبه	279
وهیب بن خالد الباهلی	374
هشام بن حسان القردوسی	338
هشام بن سنبر الدستوائی	346
هشام بن عبدالملك	126
هشام بن عبدالملك	547
هشام بن عروة	317
همام بن منبه	305
هند بنت الحارث الفراسیه	264
هارون بن سعد العجلی	345
هشیم بن بشیر الواسطی	396, 104
همام بن یحییٰ البصری	372
یحییٰ بن ابی کثیر الیمامی	301
یحییٰ بن الجزار العرنی	253
یحییٰ بن حمزه الدمشقی	397
یحییٰ بن سلیم الطائفی	404
یحییٰ بن سیعد	111
یزید بن سفیان ابو المهزم	276
یونس بن عبید العبدی	312
یحییٰ بن ایوب الغافقی	380
یحییٰ بن سعید الأنصاری	315
یزید بن ابان الرقاشی	288

- یزید بن ابی حبیب 298
- یزید بن الهادالليثی 330
- یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالك 302
- یزید بن عطاء بن یزید اليشكری 390
- یعلی بن عطاء العامری 289
- یوسف بن صهیب الكوفی 345
- یونس بن ابی اسحاق السبیعی 321
- یونس بن یزید الايلی 355

فہرست مصطلحات

اصطلاحات	صفحہ نمبر
اجازہ	370
تدلیس	79
جرح وتعدیل	501
جز	206
دفتر	204
رقعہ	208
زندیق	458
سند	483
صحیفہ	201
صک	209
طومار	206
عادل	507
عرض المناولة	604
قرطاس	205
لوح	208
مرسل	533
مقطوع	533
موقوف	167
نسخہ	203
نقد	515
وضع	418

فہرست بلاد وامصار

نام بلاد وامصار	صفحہ نمبر
اردن	19
ارمائیل	9
اغدف	19
افریقه	10
انبار	103
اندلس	14
آذر بائجان	16
آرمینیا	215
باب الابواب	16
باذغیس	9
بحرین	43
بخارا	10
بصره	12
بعلبك	85
بلاد لان	17
بلخ	9
بلنجر	17
بوشنج	9
ترکستان	10
ترمذ	10
جرجان	15
حجاز	10
حرسنه	18
حروراء	147
حمص	19
حنجره	18
خراسان	11
خوارزم	13
دمشق	5
رصافه	18
سجستان	9
سمرقند	10
سندھ	9
شام	3

- صفد 16
- صنعاء 247
- طائف 54
- طبرستان 74
- عذیب 437
- عراق 5
- غزنہ 9
- غوطہ 20
- فارس 5
- فلسطین 19
- قبرص 5
- قریہ بوصیر 21
- قسطنطنیہ 10
- قنابیل 9
- قیصریہ روم 18
- کابل 9
- کش 13
- کوفہ 12
- مدائن 155, 132
- مدینہ 8
- مرج راھط 12
- مرو 20
- مصر 3
- مغرب 5
- مکران 9
- مکہ 4
- موصل 21
- نجران 213
- نسف 16
- واسط 91
- ہرات 9
- یمامہ 230
- یمن 20

فہرست غزوات و وقائع

جنگ/غزوہ	صفحہ نمبر
◉ جنگ تبوک	560
◉ جنگ جمل	8
◉ جنگ سلاسل	27
◉ جنگ صفین	8, 5
◉ جنگ موتہ	560
◉ غزوہ احد	3
◉ غزوہ احزاب	3
◉ غزوہ بدر	3
◉ غزوہ حنین	6
◉ فتح مکہ	6
◉ واقعہ حرہ	165, 11
◉ واقعہ کربلا	165, 11

فہرست اشعار

اشعار	صفحہ نمبر
⊙ انست إلى التفرد طول عمرى فما لى فى البرية من انيس جعلت محادثتى و نديم نفسى و أنست دفترى بدل الجليس	205
⊙ جراحات اللسان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان	501

ہماری دیگر کتابیں

سیرتِ رحمتِ عالم ﷺ	ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری
دروسِ سیرت	ڈاکٹر سعید رمضان البوطی
حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ	ملا واحدی دھلوی
بلغ العلیٰ بکمالہٖ منظوم سیرت النبیؐ	خورشید ناظر
سیرتِ رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں	ڈاکٹر عبدالغفور راشد
علوم الحدیث فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ	ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
اُسوہ کامل ﷺ	ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
سیرۃ البخاری	مولانا عبدالسلام مبارک پوری